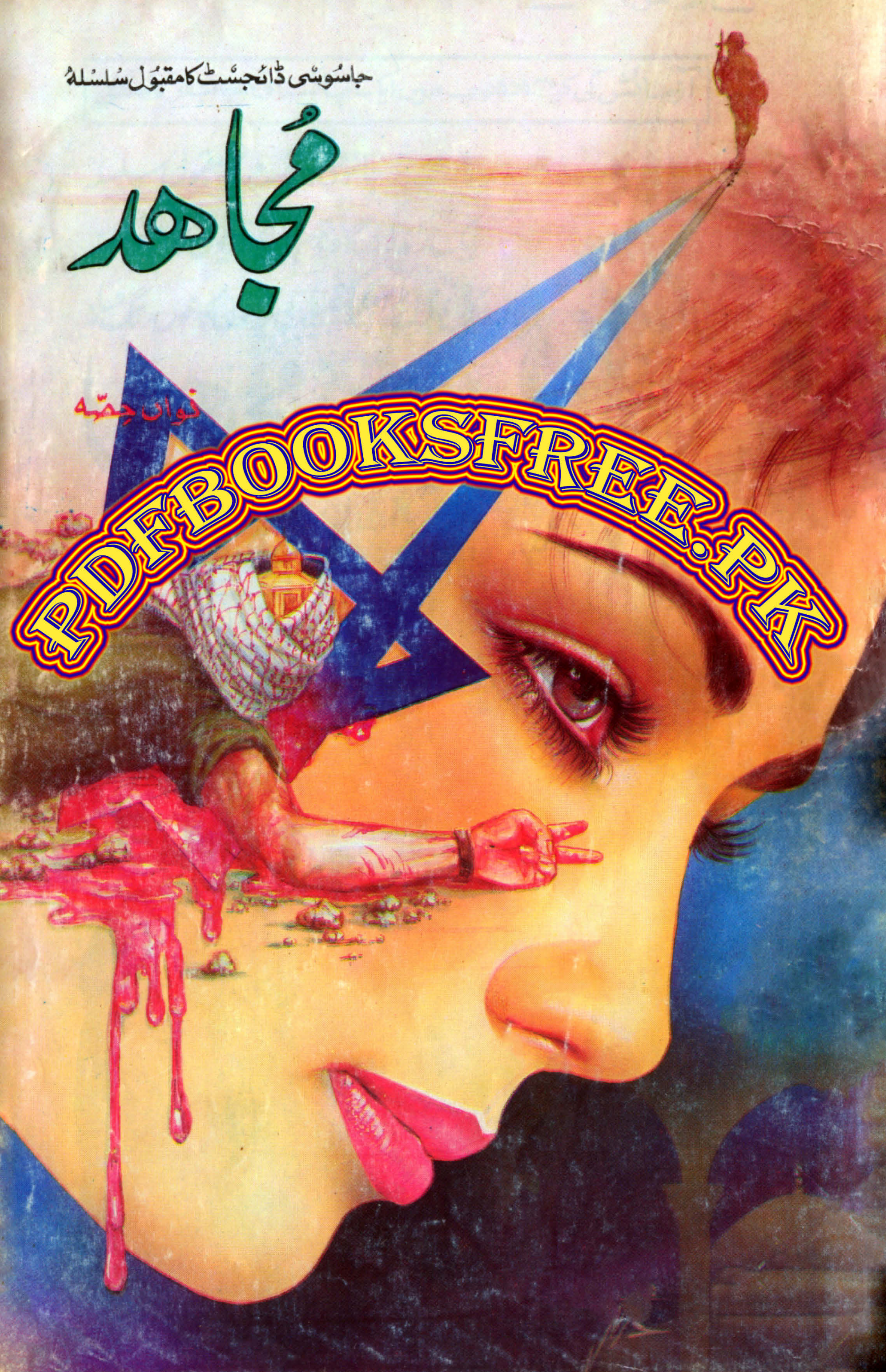

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ
مجاھد
نواں حصہ
PDFBOOKSFREE.PK

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جانباز کا سفر

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

ایک راندۂ درگاہ قوم کی عیاریوں کا طلسم خانہ

ایک ٹھکرائے ہوئے قبیلے کی وحشتوں کا خوں رنگ فسانہ

مجاہد

احمد یار خان

نواں حصہ

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر 23 رمضان چیمبرز
بلوریا اسٹریٹ۔ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی 74200

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جانباز کا سفر

22269 Phone : 61940
Shaheen Library
SAHIWAL.

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں، جب خونِ جگر برفاب ہوا

اولیور ہاورڈ جرائم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ تھا اور میک اپ کا ماہر ہونے کی وجہ سے اُسے دوسرے مجرموں پر واضح برتری حاصل تھی۔ اُسے گرفتار کرنا دوسروں کے بس سے باہر تھا۔

میک اپ کا خیال آتے ہی میں چونک پڑا۔ مجھے دفعتاً ہی خیال آیا تھا کہ اگر وہ میک اپ میں ہوا تو اُسے کیسے پہچانوں گا۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس عمارت میں کتنے لوگ موجود ہیں۔ فرض کر لیا جائے کہ ہم ان سب کو بے ہوش کرنے میں کامیاب ہو گئے تو بھی یہ کام بہت دشوار ہو جاتا۔ اولیور ہاورڈ اور بارودت لابیل کو تلاش کرنے کے لیے میں کس کس کا چہرہ ٹٹولتا پھروں گا۔ لہٰذا اس امکان کے پیش نظر یہ ضروری تھا کہ قبل از وقت اس کا توڑ بھی کر لیا جائے۔

"یہ کوئی ایمبولینس تو نہیں ہے جسے تم اتنی تیز رفتاری سے دوڑا رہے ہو۔" دفعتاً میں نے پیٹر سے کہا اور وہ چونک پڑا۔ ایکسیلیٹر پر اُس کے پیر کا دباؤ خود بخود کم ہوا اور گاڑی کی رفتار سست ہو گئی۔

"کیا بات ہے؟" اُس نے مجھ سے پوچھا۔

"ایک اہم چیز خریدنا بھول گیا تھا۔ اچھا ہوا یاد آ گئی ورنہ بعد میں بہت پریشانی ہوتی۔"

وین کی رفتار مزید کم ہو گئی۔ "کیا چیز خریدنی ہے؟" پیٹر نے پوچھا۔ اُس کے لہجے میں پریشانی عود کر آئی تھی۔

"امونیا کی شیشی اور روئی۔" میں نے کہا۔ "ممکن ہے اولیور ہاورڈ میک اپ میں ہو۔ کیا تم اُس کا اصل چہرہ دیکھنا پسند نہیں کرو گے؟"

"امونیا تو کہیں بھی مل جائے گی۔" پیٹر نے کہا۔ "میں تو پریشان ہی ہو گیا تھا۔"

"جب تک میں تمھارے ساتھ ہوں پریشان ہونے کا کام صرف میرے لیے چھوڑ دو۔" میں نے کہا اور پیٹر ہنس پڑا۔

"تمھارا سکون دیکھ کر مجھے رشک آ رہا ہے۔ تمھارے کسی انداز سے ظاہر نہیں ہوتا کہ تم ایک بہت بڑے مجرم سے نبرد آزما ہونے جا رہے ہو۔"

"درحقیقت میں اتنا پُرسکون ہوں نہیں جتنا نظر آ رہا ہوں۔" میں نے لاڈ والہانہ انداز میں کہا اور پیٹر مجھے بے اختیاری سے دیکھنے لگا۔

"نہیں۔ تم مذاق کر رہے ہو۔ تم نے ہر کام نہایت پُرسکون طریقے سے کیا ہے۔"

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔ "یہ خیال مجھے مضطرب کر دیتا ہے کہ اولیور ہاورڈ کا آخری وقت قریب آ پہنچا ہے۔"

"تمھارے لہجے میں کتنا یقین ہے۔" پیٹر نے حیرت سے کہا۔ "جیسے اس شخص کے لہجے میں ہوتا ہے جو کوئی خط پوسٹ کرنے جا رہا ہو اور اُسے یقین ہو کہ خط لازماً لیٹر بکس میں ڈال دے گا۔"

"تم نہیں سمجھ سکو گے پیٹر، یہ فیصلہ کن معرکہ ہے۔ جب میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُس کے آخری وقت کا تذکرہ کرتا ہوں تو اپنا آخری وقت بھی میرے ذہن میں ہوتا ہے۔ اب ہم دونوں میں سے ایک ہی زندہ رہے گا۔"

پیٹر نے ایک میڈیکل اسٹور کے سامنے وین روک دی۔ "تم گاڑی میں بیٹھو، میں امونیا لے کر آتا ہوں۔" اُس نے کہا اور وین سے اُتر کر میڈیکل اسٹور کی طرف چلا گیا۔ میری نظریں میڈیکل اسٹور کے دروازے پر جمی ہوئی تھیں۔ ابھی پیٹر کو اندر داخل ہوئے چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ میں نے ایک شخص کو اسٹور کے دروازے سے باہر آتے دیکھا۔ وہ نیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس تھا۔ اُس شخص کے چہرے کے نقوش میرے لیے اجنبی تھے مگر اُس کے چلنے کا انداز میرے لیے اجنبی نہیں تھا۔ میں اس انداز کو ہزاروں میں پہچان سکتا تھا۔ وہ اولیو ہاورڈ تھا اور مجھے اس میں ذرہ برابر شبہ نہیں تھا۔

اسٹور کے دروازے سے نکل کر وہ سرخ رنگ کی ایک اسپورٹس کار میں جا کر بیٹھ گیا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک پیکٹ تھا جو ظاہر ہے اُس نے اسٹور سے ہی خریدا ہوگا۔ کار میں اُس کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔ مجھے سخت حیرت تھی کہ اولیو ہاورڈ جیسے شاطر شخص سے ایسی بے پروائی کس طرح سرزد ہو گئی۔ وہ تو اپنے جسم کی ایک ایک حرکت تبدیل کر لینے پر قادر تھا اور میک اپ میں رہتے ہوئے اُس کے کسی انداز سے اُسے پہچاننا ممکن نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر آخر اس وقت اُس کی چال بدلی ہوئی کیوں نہ تھی۔

میرے دیکھتے دیکھتے اولیو ہاورڈ کار اسٹارٹ کر کے روانہ ہو گیا اور میں کوئی فیصلہ نہ کر سکا۔ اتنی عجلت میں کوئی فیصلہ کیا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ یہ اتفاق بجائے خود حیرت انگیز تھا کہ وہ اس طرح سرِ راہ دکھائی دے گیا تھا ورنہ اُس کے باہر نکلنے کا کوئی جواز نظر نہیں آتا تھا۔ پھر یہ کہ واپسی میں اُس کا رُخ شہر کی طرف تھا۔

اولیو ہاورڈ کے خیال میں میں اتنا محو ہو گیا کہ مجھے گرد و پیش تک کا ہوش نہ رہا۔ محویت سے میں اُس وقت چونکا جب وین کا دروازہ کھلا۔ پیٹر ڈرائیونگ پر بیٹھ گیا تھا۔

"میں امونیا لے آیا ہوں۔" اُس نے وین اسٹارٹ کرنے کے لیے اگنیشن کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ٹھہر جاؤ پیٹر!" میں نے آہستگی سے کہا۔ "ہمیں اپنی آج کی مہم ملتوی کرنی پڑے گی۔"

پیٹر نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "اس مہم کے لیے ہم نے کتنی تیاریاں کی ہیں، کس قدر محنت کرنی پڑی ہے اور تم اسے ملتوی کرنے کا کہہ رہے ہو۔"

"مجھے معلوم ہے پیٹر!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "لیکن عین وقت پر گڑبڑ ہو گئی۔"

"امونیا لے کر آنے میں مجھے پانچ منٹ بھی نہیں لگے ہوں گے۔ آخر ان پانچ منٹوں میں کون سا انقلاب آگیا ہے؟"

"ہاں، انقلاب انہی پانچ منٹوں کے دوران آیا ہے۔ مجھے اولیو ہاورڈ نظر آیا تھا۔ وہ شہر کی طرف گیا ہے۔"

پیٹر چونک پڑا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟" اُس نے کہا۔ "اولیو ہاورڈ یہاں کہاں سے آگیا؟"

"تم میڈیکل اسٹور میں گئے اور وہ باہر نکلا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک پیکٹ تھا اور وہ سُرخ رنگ کی ایک اسپورٹس کار میں بیٹھ کر شہر کی طرف نکل گیا۔"

"وہ نکل گیا اور تم دیکھتے رہے؟"

"وہ اس قدر اچانک نظر آیا تھا کہ میں کوئی فیصلہ ہی نہیں کر سکا۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"اگر وہ میڈیکل اسٹور سے نکلا تھا تو تم نے اُسے کیسے دیکھ لیا اور وہ مجھے کیوں نظر نہیں آیا؟"

"وہ میک اپ میں تھا۔ شاید تم نے بھی اُس نیلے سوٹ والے شخص کو دیکھا ہو جو تمہارے اندر جانے کے فوراً بعد باہر نکلا تھا۔"

"ہاں، میں نے اُسے دیکھا تھا بلکہ وہ بہت عجلت میں تھا اور مجھ سے ٹکرا بھی گیا تھا مگر رُکا نہیں۔ معذرتی الفاظ بڑبڑاتا ہوا تیزی سے باہر نکل گیا لیکن میک اپ کے باوجود تم نے اُسے کیسے پہچان لیا؟"

"اُس کے چلنے کے انداز سے۔" میں نے کہا۔ "حالانکہ وہ اپنی چال تک تبدیل کر لینے پر قادر ہے مگر اس وقت شاید وہ بے خیالی میں تھا اور اُس کی توجہ کسی اور طرف تھی۔"

"تم نے اُسے پہچان لیا تھا تو کم از کم دوڑ کر مجھے ہی بتا دیتے۔" پیٹر نے کہا۔

"تم کیا کرتے؟"

"یہ موقع ہمیں قدرت نے فراہم کیا تھا۔ میں اُسے یہیں جہنم رسید کر دیتا مگر تم نے یہ موقع ضائع کر دیا۔"

"اگر مقصد صرف اُسے جہنم رسید ہی کرنا ہوتا تو کیا یہ کام میں خود نہیں کر سکتا تھا؟"

"مجھے نہیں معلوم لیکن اگر میں اُسے پہچان پاتا تو اس وقت وہ دوسری دُنیا میں ہوتا۔"

"تب تو اچھا ہی ہوا تم اُسے نہیں پہچان سکے مگر یہ مت بھولو کہ اُس کے بے شمار دشمن ہیں۔ وہ اتنی آسانی سے مرنے والا ہوتا تو اب تک کئی بار مر چکا ہوتا۔"

"خیر چھوڑو۔" پیٹر نے بیزاری سے کہا۔ "اس وقت میں سخت کوفت محسوس کر رہا ہوں۔"

"یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے پیٹر! پروگرام بنتے اور بگڑتے رہتے

ہیں۔ یہ ضروری تو نہیں کہ ہر کام اُسی طرح ہو جائے جس طرح ہم نے سوچا ہو۔"

"یہ منصوبہ تو چوپٹ ہو گیا۔ یہ بتاؤ کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے؟"

"فی الحال تو واپسی کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔" میں نے کہا اور پیٹر نے وین اسٹارٹ کر کے واپس شہر کی طرف موڑ دی۔

"معلوم نہیں وہ کہاں گیا ہے اور کب تک واپس آئے گا۔" پیٹر بڑبڑایا۔

"جہاں بھی گیا ہوگا ہمیں پتا چل جائے گا۔ بڈ اس کی نگرانی کرا رہا ہے۔"

"کیا اس وقت بھی کوئی اس کا تعاقب کر رہا تھا؟" پیٹر نے چونک کر پوچھا۔

"میں نے غور نہیں کیا مگر کوئی نہ کوئی اُس کے تعاقب میں ضرور ہوگا۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اُسے یونہی چھوڑ دیا جائے۔"

ہم نے گیراج میں پہنچ کر وین بند کی، لباس تبدیل کیے اور پھر میں اور پیٹر واپس ہوٹل پہنچ گئے۔ بڈ اپنے کمرے میں ہی موجود تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ حیرت سے اُچھل پڑا۔

"خیریت تو ہے چیف!" اُس نے تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔ "کوئی گڑبڑ ہو گئی کیا؟"

"ہاں بڈ!" میں نے ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔ "جس کے لیے ہم گئے تھے وہی وہاں موجود نہیں ہے اس لیے ہم واپس آگئے۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ اولیو ہاورڈ وہاں موجود نہیں ہے۔ ہمارے آدمی نگرانی کر رہے ہیں اور مجھے ایسی کوئی اطلاع نہیں ملی۔"

میں نے بڈ کو بتایا کہ مجھے اولیو ہاورڈ کی عدم موجودگی کا پتا کیسے چلا۔

"اوہ تو وہ اولیو ہاورڈ ہے!" بڈ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "مجھے اطلاع ملی تھی کہ سرخ اسپورٹس کار میں کوئی شخص اُس عمارت سے نکلا ہے۔ میں نے اُس کا تعاقب کرنے کا حکم دے دیا۔ اگر مجھے پہلے معلوم ہو جاتا کہ وہ اولیو ہاورڈ خود ہے تو میں اُس کا تعاقب بہت زیادہ احتیاط سے کرنے کی ہدایت کر دیتا لیکن خیر... اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ اُسے تعاقب کا شبہ نہیں ہو سکا اور اس وقت وہ امپیریل ہوٹل کے ریستوران میں کسی شخص سے بات چیت کر رہا ہے۔"

"تم تو واقعی کمال کے آدمی ہو۔" پیٹر نے کہا۔ "اور تمہارے آدمی بھی بڑی مستعدی سے کام کرتے ہیں۔ ہم ابھی امپیریل ہوٹل جائیں گے اور کوشش کریں گے کہ وہ زندہ واپس نہ جانے پائے۔"

"زیادہ پُرجوش ہونے کی ضرورت نہیں۔" میں نے تنبیہی انداز میں کہا۔ "جلد بازی میں اُٹھایا ہوا کوئی قدم ہمارے لیے بھی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"پھر کیا ہم یوں ہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے۔ اس طرح تو اُسے کبھی کوئی گزند نہیں پہنچ سکے گی اور وہ ہمیشہ یونہی دندناتا رہے گا۔"

"اس مہم کا انچارج میں ہوں اور وہی ہوگا جو میں کہوں گا۔ اگر تمہیں میرے کہنے پر چلنا منظور نہیں ہے تو میری طرف سے تم آزاد ہو، جو چاہو کرو۔"

"چیف کا کہنا درست ہے مسٹر پیٹر!" بڈ نے کہا۔ "تمہارے لیے بہتر یہی ہوگا کہ چیف کے کہنے پر آنکھ بند کر کے عمل کرتے رہو۔"

پیٹر نے بے بسی سے پہلے بڈ اور پھر میری طرف دیکھا۔ "ٹھیک ہے۔" چند لمحوں بعد اُس نے مُردہ سی آواز میں کہا۔ "میں سب کچھ تم پر ہی چھوڑتا ہوں۔"

"ہم ابھی ہوٹل امپیریل چلیں گے مگر وہاں ہماری حیثیت خاموش تماشائی کی سی ہوگی۔ اگر میں نے مناسب سمجھا تو کوئی کارروائی کروں گا ورنہ نہیں۔ ٹھیک ہے؟"

پیٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ "مسٹر بڈ بھی ہمارے ساتھ چلیں گے یا نہیں؟" اُس نے پوچھا۔

"صرف ہم دونوں چلیں گے۔ ضرورت تو تمہاری بھی نہیں ہے مگر تمہاری بے صبری دیکھتے ہوئے میں نے تمہیں ساتھ لے چلنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

کچھ دیر بعد ہم ہوٹل امپیریل کے ریستوران میں داخل ہو رہے تھے۔ پارکنگ میں سرخ اسپورٹس کار دیکھ کر ہمیں باہر ہی یہ معلوم ہو گیا تھا کہ اولیو ہاورڈ ابھی تک یہیں موجود ہے۔ ہم پیٹر کی کار میں یہاں آئے تھے اور میں نے احتیاطاً ایک پستول بھی ساتھ لے لیا تھا جو میرے کوٹ کی اندرونی جیب میں موجود تھا۔

ریستوران کی اکثر میزیں آباد تھیں۔ میں نے دروازے ہی میں رُک کر پورے ہال پر نظریں دوڑائیں اور اولیو ہاورڈ مجھے نظر آگیا۔ وہ ہال کے ایک دور افتادہ گوشے میں بیٹھا تھا۔ میز پر اُس کے علاوہ ایک اور شخص بھی موجود تھا اور دونوں گفتگو کرنے میں منہمک تھے۔ حُسنِ اتفاق سے اُس کے برابر والی میز غیر آباد نظر آ رہی تھی۔

"آؤ۔" میں نے پیٹر سے کہا۔ "لیکن اُس کی طرف براہِ راست دیکھنے کی حماقت مت کرنا۔ ہم اپنی مطلوبہ میز تک اس انداز میں جائیں گے جیسے کوئی مناسب میز تلاش کرتے ہوئے وہاں تک پہنچے ہوں۔"

"لیکن مجھے کیسے معلوم ہوگا کہ وہ کون سی ٹیبل پر بیٹھا ہے اور میں اُسے پہچانوں گا کیسے؟"

"تم اُسے اُس کے نیلے سوٹ سے پہچان سکو گے لیکن میں ایک بار پھر تمہیں خبردار کر رہا ہوں کہ اُس کی طرف براہِ راست

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ست دیکھنا۔"

ہم دونوں دھیمی آواز میں باتیں کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ ہمیں دیکھنے والا کوئی بھی شخص اس سے زیادہ کچھ اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ دو دوست آپس میں باتیں کرتے ہوئے کسی مناسب سی میز کی تلاش میں ہیں۔ ہم مختلف خالی میزوں پر نظریں دوڑاتے ہوئے آخر اس میز تک پہنچ گئے جسے میں نے دور ہی سے تاڑ لیا تھا۔

"آؤ یہیں بیٹھ جاتے ہیں۔" میں نے بلند آواز میں پیٹر سے کہا۔ میری آواز یکسر بدلی ہوئی تھی اور اتنی بلند تھی کہ اولیو ہاورڈ اور اس کے ساتھ موجود شخص نے میری آواز بآسانی سن لی۔ وہ بڑی محویت سے گفتگو کر رہے تھے اور میری آواز سے ان کی محویت میں خلل پڑا تھا۔ دونوں نے چونک کر ایک لمحے کے لیے ہماری طرف دیکھا اور دوبارہ باتوں میں مشغول ہو گئے۔

میں اور پیٹر بھی آپس میں باتیں کرنے لگے۔ ہم نے اس قسم کی باتیں شروع کر دیں جیسے ہمارے کسی دوست نے ہمیں ملاقات کا وقت دیا تھا اور وقت پر نہیں پہنچا جس کی وجہ سے ہمارا کوئی پروگرام خراب ہو گیا۔ اس قسم کی گفتگو کا مقصد صرف یہ تھا کہ اگر اولیو ہاورڈ کے کان میں ہماری کچھ باتیں پڑ جائیں تو وہ ہمیں عام آدمی ہی سمجھے۔

میں باتیں تو پیٹر سے کر رہا تھا مگر میرے کان برابر والی میز پر ہونے والی گفتگو کی طرف لگے ہوئے تھے۔ ریستوران کے شور میں ان کی باتیں واضح طور پر سننا تقریباً ناممکن تھا تاہم کچھ اڑتے ہوئے الفاظ جو کان میں پڑے ان سے ایک بہت کارآمد بات علم میں آ گئی اور وہ یہ کہ اولیو ہاورڈ کے ساتھ موجود شخص کا تعلق شام سے ہے اور وہ نیویارک میں شام کے کونسلیٹ آفس میں ملازم ہے۔ میرے لیے یہ بات خاصی حیران کن تھی۔ شام سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کا اولیو ہاورڈ کے ساتھ کیا کام۔۔۔ لیکن فوراً ہی مجھے یہ خیال بھی آیا کہ وہ میک اپ میں ہے اور اس کی میز پر موجود شخص اس کی اصلیت سے ناواقف ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اگر وہ اس بات سے واقف ہوتا کہ اس کے مقابل بیٹھا ہوا شخص یہودی ایجنٹ اور عربوں کا بدترین دشمن ہے تو صورت حال خاصی مختلف ہوتی۔

ذرا ہی دیر میں مجھے یہ بھی پتا چل گیا کہ اولیو ہاورڈ کا فرضی نام پارکنسن اور شام سے متعلق شخص کا نام سعید ہے۔ شامی باشندے کا نام ظاہر ہے کہ فرضی نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اولیو ہاورڈ کی شام کے کسی سفارتی مشن کے ملازم سے ملاقات میرے لیے سخت تشویش کا باعث تھی۔ معلوم نہیں وہ کس چکر میں تھا۔ یہ بات یقینی تھی کہ اس کے عزائم جو بھی رہے ہوں عرب دنیا کے لیے خطرناک ہی ہوتے۔ ایک یہودی ایجنٹ سے کبھی یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ کسی بھی حال میں اسرائیل کے لیے کام کرنے سے دست بردار ہو جائے گا۔

پھر وہ دونوں اپنی میز سے اٹھ گئے۔ اس مرحلے پر میں نے پیٹر کے انداز میں بے چینی محسوس کی۔ وہ مجھ سے کسی قسم کے اقدام کی توقع کر رہا تھا مگر میں اطمینان سے اپنی جگہ بیٹھا ہوا تھا۔

"کچھ کرو مسٹر ایلین!" آخر اس نے بے صبری سے کہا۔ "وہ نکلا جا رہا ہے۔"

"اسے نکل جانے دو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "ہم نے کچھ کرنے کی کوشش کی تو وہ مشکوک ہو جائے گا اور پھر اس سے نمٹنا آسان نہیں رہے گا۔"

"وہ تنہا ہے۔ ہم اس کا تعاقب کر کے اسے کسی ویرانے میں بھی گھیر سکتے ہیں۔"

"یہ بات طے ہو چکی ہے کہ اس کے خلاف جو بھی قدم اٹھاؤں گا میں ہی اٹھاؤں گا۔ اس کے باوجود تم بار بار بہک جاتے ہو۔" میں نے سختی سے کہا۔

"م۔۔۔ میں معذرت چاہتا ہوں مسٹر ایلین! اب تم میرے منہ سے کچھ نہیں سنو گے۔"

"تم اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہو پیٹر۔" میں نے اپنے لہجے میں نرمی پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "مگر اس پر اصرار مت کیا کرو۔ یقین کرو جب بھی تم کوئی معقول مشورہ پیش کرو گے میں اس پر ضرور عمل کروں گا۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ایلین!" پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اس کے علاوہ تم یہ بھول رہے ہو کہ اس کی نگرانی ہو رہی ہے۔ وہ جہاں بھی جائے گا ہمیں اس کا علم ہو جائے گا۔"

"سوال یہ ہے کہ اس وقت ہمیں یہاں آنے سے کیا فائدہ ہوا؟" پیٹر نے کہا۔

"ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ اولیو ہاورڈ امریکا سے باہر نکلنے کے لیے پر تول رہا ہے اور غالباً وہ یہاں سے نکل کر شام کا رخ کرے گا۔"

"تم نے یہ اندازہ کس طرح لگایا؟" پیٹر نے چونک کر کہا۔

"ان دونوں کی گفتگو کے چند الفاظ کان میں پڑ گئے تھے جن سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے۔"

"کمال ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ اس ٹیبل پر موجود تھا مگر میں ایک لفظ بھی نہیں سن سکا۔"

"میں باتیں تم سے کر رہا تھا مگر میری ساری توجہ ان دونوں کے درمیان ہونے والی باتوں پر مرکوز تھی۔"

"اوہ۔" پیٹر نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "تو تم نے ان کی کیا کیا باتیں سنیں؟"

"کوئی ایک جملہ بھی مکمل طور پر نہیں سن سکا۔ اس لیے میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کیا باتیں کر رہے تھے۔"

"ایک جملہ بھی نہیں سنا۔" پیٹر نے بے یقینی سے مجھے دیکھا۔

"اور اتنے بڑے بڑے نتائج بھی اخذ کر لیے؟"

"کیا یہ نتائج اخذ کرنے کے لیے اتنا سن لینا کافی نہیں ہے کہ اس کی میز پر موجود شخص شامی کونسلیٹ جنرل کا ملازم ہے۔"

"اوہ!" پیٹر چونک پڑا۔ "ہاں، وہ کوئی غیر ملکی تو تھا مگر میں اس کی قومیت کا اندازہ نہیں کر سکا تھا۔"

"اس کا عرب ہونا تو صاف ظاہر تھا مگر اس کے مذہب اور قومیت کا پتا مجھے بھی ان کی گفتگو ہی سے چلا۔"

"ٹھیک ہے، میں مانے لیتا ہوں کہ ہمیں یہ معلومات حاصل ہو گئی ہیں مگر ہم ان معلومات سے کیا فائدہ اٹھا سکیں گے؟"

"یہ اتنی آسانی سے سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے۔ آؤ واپس چلتے ہیں۔ بڈ سے بات کرنے کے بعد ممکن ہے صورت حال اور واضح ہو جائے۔"

ہم وہاں سے واپس آ گئے۔ پیٹر نے خاموشی اختیار کر لی تھی اور وہ خاصا مایوس نظر آ رہا تھا مگر میں نے بھی اس کے بعد اس سے کوئی بات نہیں کی۔ معلوم نہیں اس نے مجھ سے کیا توقعات وابستہ کر لی تھیں۔ بڈ اپنے کمرے میں ہی تھا اور فون پر کسی سے گفتگو کر رہا تھا۔ ہم بیٹھ گئے۔ چند منٹ بعد گفتگو ختم کر کے وہ میری طرف مڑا اور بولا۔

"امپیریل ہوٹل سے اولیو ہاورڈ سیدھا اسی عمارت میں واپس گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ "اسے تعاقب کا شبہ تو نہیں ہوا؟"

"یقین سے تو نہیں کہا جا سکتا لیکن اس کا تعاقب کرنے والے کا خیال ہے کہ وہ اپنے تعاقب سے باخبر ہو گیا ہے۔"

"کیا اس نے ایسی کوئی حرکت کی تھی جس کی بنا پر یہ خیال پیدا ہوا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"نہیں چیف! اولیو ہاورڈ نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی۔ اس کے باوجود بھی خیال یہی ہے کہ اسے اپنی نگرانی کیے جانے کا پتا چل گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے بڈ۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔ "ہم مزید رسک نہیں لے سکتے۔ اب اس عمارت سے برآمد ہونے والے کسی بھی شخص کا تعاقب نہ کیا جائے اور عمارت کی نگرانی کرنے والوں کو بھی انتہائی محتاط رہنے کی ہدایت کر دو۔"

"وہ تو پہلے ہی بہت محتاط ہیں چیف! اس طرف سے تو بالکل بے فکر رہو۔ انہیں کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ عمارت کی نگرانی ہو رہی ہے۔"

"معاف کرنا مسٹر بڈ! تم لوگوں کے کام کرنے کا انداز میری سمجھ میں نہیں آ سکا۔" پیٹر نے کہا۔

بڈ نے متحیرانہ انداز میں پہلے پیٹر کو اور پھر مجھے دیکھا۔ "میں اس بات کا مقصد نہیں سمجھ سکا۔" اس نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔

"پہلے یہ سن لو کہ ہوٹل میں کیا بیتی۔" میں نے اسے تفصیلات بتائیں۔ "پیٹر کا خیال تھا کہ اولیو ہاورڈ کو راستے میں ہی گھیر لینا چاہیے جبکہ میں اس بات کے خلاف تھا۔"

"ٹھیک ہے چیف میں سمجھ گیا۔" بڈ نے سر ہلا کر کہا اور پیٹر سے مخاطب ہوا۔ "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہوں مگر تم صرف اس نکتے پر غور کرو کہ ہمارا طریق کار تمہارے لیے ناقابل فہم ہونا ہی چاہیے اس لیے کہ یہ تمہارے طریق کار سے بہت مختلف ہے۔ اور اگر تمہارا طریقۂ کار درست ہوتا تو تم ناکام کیوں رہتے؟"

بڈ کے استدلال نے مجھے حیران کر دیا حالانکہ یہ بالکل سامنے کی بات تھی۔ میں بڑے غور سے پیٹر کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا جس کے تاثرات بہت تیزی سے تبدیل ہو رہے تھے۔

"تمہاری بات سے متفق ہونے کے سوا میرے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔" بالآخر اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "یقیناً میرے طریقۂ کار کی کوئی خامی ہی میری ناکامیوں کا سبب رہی ہو گی۔"

"تو یہ بات طے ہو گئی کہ اب تم ہمارے طریقۂ کار کے خلاف کوئی بات نہیں کرو گے؟" بڈ نے کہا۔

"ہرگز نہیں۔ اس لیے کہ میں ہر حال میں اولیو ہاورڈ کا خاتمہ چاہتا ہوں۔ لیکن میں تم لوگوں کے کام کرنے کا طریقہ سمجھنے کی کوشش تو کر سکتا ہوں؟"

"کیوں نہیں۔" میں نے کہا۔ "جو بات بھی تمہاری الجھن کا باعث بنے اس کے بارے میں تم سوال ضرور کر سکتے ہو مگر یہ نہیں ہونا چاہیے کہ تم ہمارے لیے ہی الجھن کا باعث بن جاؤ۔"

"اب ایسا نہیں ہوگا۔" پیٹر نے کہا۔ "لیکن یہ بتاؤ کہ کیا اسے ویرانے میں نہیں گھیرا جا سکتا تھا؟"

"ایک کوشش ضرور کی جا سکتی تھی مگر یہ بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی کہ اس کوشش کا نتیجہ کیا نکلتا۔ فرض کرو ہم کامیاب ہو جاتے تب بھی پولیس ہماری طرف ضرور متوجہ ہوتی۔ تم تو نیویارک پولیس سے ہم سے زیادہ واقف ہو گے۔ یہ لوگ ایک منٹ کے اندر اندر موقع واردات پر پہنچ جاتے ہیں۔"

"میں سمجھ گیا مسٹر ایلین! اس پر حملہ کرنے کی صورت میں یہ امکان بھی ہوتا کہ وہ بچ جاتے اور اگر ایسا ہو جاتا تو ہم بہرحال پولیس کے چکر میں پھنس جاتے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ بات تمہاری سمجھ میں آ گئی۔" میں نے کہا۔ حالانکہ میں نے اسے اصل بات بتائی ہی نہیں تھی۔ نیویارک کی پولیس سے مجھے کوئی خوف نہیں تھا۔ مجھے تو تہذیب کی فکر تھی۔ اس لیے میں اس عمارت میں گھسنے کی فکر میں تھا جسے اولیو ہاورڈ نے اپنا اڈہ بنا رکھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا اور اب تو میں اس فکر میں تھا کہ اولیو ہاورڈ نے شامی کونسلیٹ کے کسی ملازم سے کیوں ملاقات کی تھی؟

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور میں چونک پڑا۔ بڈ نے ریسیور اُٹھا لیا تھا۔ پھر اُس نے ریسیور پیٹر کی طرف بڑھا دیا۔ "تمہاری کال ہے مسٹر پیٹر۔"

پیٹر نے بڈ سے ریسیور لیا اور چند لمحے دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سنتا رہا۔ پھر ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے مخاطب ہوا۔ "میرے اُس ملازم کا فون ہے جو میرے میک اپ میں نائٹ کلب میں میری جگہ کام کر رہا ہے۔ کچھ دیر قبل اُس کے پاس ایک لڑکی آئی تھی جو اُس سے اُس جوڑے کے بارے میں پوچھ رہی تھی جسے میں نے پناہ دی ہے اور جس سے میں کوئی کام لینا چاہتا ہوں۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے بوکھلا کر کہا۔ "کسی لڑکی کو اس بات کا علم کیسے ہو سکتا ہے؟"

"میرے آدمی نے لاعلمی ظاہر کی تو اُس نے بڑے یقین سے کہا کہ تمہیں مطلع کر دیا جائے۔ مگر تمہارے ساتھ جو لڑکی ہے اُسے یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ سلویا نامی کوئی لڑکی تمہیں پوچھ رہی تھی۔"

میری کھوپڑی گھوم گئی۔ سلویا مجھے کیوں تلاش کر رہی ہے۔

"ذرا اُس سے سلویا کا حلیہ تو پوچھو۔"

پیٹر نے اپنے ملازم سے پوچھ کر مجھے اس لڑکی کا حلیہ بتایا جو سو فیصدی سلویا کا ہی ہو سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "اُس سے کہو کہ سلویا کو کلب میں ہی روکے۔ میں کچھ دیر میں اُس سے رابطہ کروں گا۔"

پیٹر نے ریسیور میں میری ہدایات دُہرا کر فون بند کر دیا۔

"سلویا کون ہے چیف؟" بڈ نے پوچھا۔

"ہاروت راہیل کی ایک ملازم ہے۔ مگر وہ تو اُس عمارت میں تھی، کلب میں کیسے پہنچ گئی؟"

"تب پھر وہ سلویا ہی رہی ہوگی۔" بڈ نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا اور میں اُسے گھورنے لگا۔

"کون سلویا رہی ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"جس وقت تم اور مسٹر پیٹر ہوٹل امپیریل گئے تھے مجھے اطلاع ملی تھی کہ اُس عمارت سے ایک لڑکی نکلی ہے۔ میں نے اُسے غیر اہم سمجھ کر اُس کا تعاقب نہیں کرایا تھا۔ شاید وہی سلویا ہوگی۔"

"معلوم تو یہی ہوتا ہے۔" میں بڑبڑایا۔ "لیکن تمہیں چاہیے تھا کہ مجھے بتا دیتے۔"

"مجھے خیال نہیں رہا تھا چیف! خیر اب یہ بتاؤ کہ تم اُس سے رابطہ کس طرح کرو گے؟"

"اُس سے ملنے جاؤں گا۔" میں نے کہا۔ "میرے لیے کرائے کی ایک کار کا بندوبست کرو۔"

"کرائے کی کار کے لیے تو صرف ایک فون کرنا ہوگا چیف مگر یہ بھی تو سوچو کہ اُس سے اس طرح ملنا خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔"

"خطرناک کس طرح ثابت ہو سکتا ہے۔ وہ لڑکی ہے کوئی توپ کا گولا تو نہیں جو میرے ملنے سے پھٹ جائے گا۔"

"مقابلے پر اولیو ہاورڈ ہے چیف! یہ کسی قسم کا جال بھی ہو سکتا ہے؟" بڈ نے کہا۔

"ہاں ہو تو سکتا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "مگر میں اُس سے ملنے ضرور جاؤں گا۔"

"تم اتنے بے چین ہو رہے ہو تو ضرور کوئی خاص بات ہوگی۔ خیر کوئی بات نہیں، بڈ کا کام تو بتانا ہے۔ نہیں مانو گے تو خود ہی بھگتو گے۔"

"میرے پاس تمہاری بکواس سننے کے لیے وقت نہیں ہے بڈ! تم کار کے لیے فون کر رہے ہو یا میں خود ہی کر لوں۔"

"کر رہا ہوں۔" بڈ نے ریسیور اُٹھا کر جھنجلاتے ہوئے انداز میں کہا۔ "بڈ کی بات تو بکواس ہی لگے گی اور جہاں لڑکی کا نام آیا کیسے بے چین نظر آنے لگے۔"

پیٹر حیرت سے یہ گفتگو سن رہا تھا۔ اُس سے رہا نہیں گیا۔ مجھ سے کہنے لگا۔ "کیا تم لڑکیوں کے رسیا ہو مسٹر ایلین ایلکن نیویارک میں لڑکیوں کی کوئی کمی تو نہیں ہے۔ تم جوان بھی ہو اور ہینڈسم بھی۔ کسی لڑکی کے لیے تمہاری بے تابی سمجھ میں نہیں آتی۔ لڑکیوں کو تو خود تم پر پروانہ وار گرنا چاہیے۔"

"تم بھی کس گدھے کی باتوں میں آ گئے پیٹر! وہ کوئی عام لڑکی نہیں ہے۔ ہاروت راہیل کے گروہ سے تعلق رکھتی ہے اور مجھے توقع ہے کہ اُس سے کارآمد معلومات حاصل ہو سکیں گی۔"

"یہ بات ہے تو مسٹر بڈ تمہارے بارے میں کیوں اس طرح گفتگو کر رہے ہیں۔ یہ تو تمہارے ساتھی ہیں۔ تمہیں اچھی طرح سمجھتے ہوں گے۔"

"بہت اچھی طرح سمجھتے ہیں۔" میں نے سر ہلایا۔ "اور میں بھی انھیں بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تم انھیں بالکل نہیں جانتے۔ یہ تمام دنیا کی لڑکیوں پر اپنا حق سمجھتے ہیں اور انھیں اپنی جاگیر تصور کرتے ہیں۔ تم نے غور نہیں کیا ان کے لہجے میں رقابت کی کیسی آگ تھی۔"

"ہاں، یہ تو میں نے محسوس کیا تھا۔" پیٹر نے کہا۔ "مگر ایسا کیوں ہے؟"

"یہ صرف مجھے بدنام کرنے کی سازش ہے۔" بڈ نے فون بند کرتے ہوئے کہا۔ "ورنہ لڑکیاں تو بڈ کے آگے پیچھے گھومتی ہیں۔"

"ممکن ہے ایسا ہو مگر میں نے تو یہ پوچھا تھا کہ تمہارے اعصاب پر لڑکیاں اس بری طرح کیوں سوار رہتی ہیں؟"

"کس کے اعصاب پر نہیں سوار ہوتیں۔" بڈ جارحانہ لہجے میں بولا۔ "چیف کو ہی دیکھ لو۔ جہاں یہ اطلاع ملی کہ کسی لڑکی نے انھیں پوچھا تھا" بس دوڑ پڑے۔"

"میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔" پیٹر نے بے بسی سے شانے اُچکائے۔

"میں تمہیں سمجھا سکتا ہوں۔" بڈ نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔ "جب جی چاہے بحث کر کے دیکھ لو۔"

"بس بہت ہو گئی۔" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "فضول باتیں پھر کسی وقت کے لیے اُٹھا رکھو۔ یہ کام کا وقت ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

"کیا تم تنہا جاؤ گے چیف؟" بڈ نے کہا۔

"ہاں، میں تنہا ہی جاؤں گا۔ یہ کوئی سازش بھی ہو سکتی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میرے ساتھ کوئی اور بھی پھنسے۔"

میں نے کرائے کی کار حاصل کی اور نائٹ کلب کی طرف روانہ ہو گیا۔ نائٹ کلب پہنچ کر سلویا کو تلاش کرنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ وہ ہال کی ایک میز پر موجود تھی۔ ہال میں بہت کم میزیں آباد نظر آ رہی تھیں لیکن کسی اور میز کا رُخ کرنے کے بجائے میں سیدھا اُس کی میز کی طرف بڑھ گیا۔

"اگر میں اس میز پر بیٹھ جاؤں تو مجھے یقین ہے آپ برا نہیں مانیں گی۔" میں نے کہا اور اطمینان سے کرسی کھسکا کر اُس کے مقابل بیٹھ گیا۔ میں اُس سے بدلی ہوئی آواز میں گفتگو کر رہا تھا۔

میری اس جسارت پر سلویا کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ "میرا خیال ہے یہاں بہت سی میزیں خالی ہیں۔" اُس نے کھردرے لہجے میں کہا۔

"آپ کا خیال درست ہے مس۔۔۔؟"

"اگر تمہارے لیے اس میز پر بیٹھنا اتنا ہی ضروری ہے تو میں کسی اور میز پر چلی جاتی ہوں۔" سلویا نے ناگواری سے کہا۔

"اوہو آپ تو ناراض ہو گئیں۔ نہیں ایسا غضب مت کیجیے گا۔ کتنی دور سے محض آپ سے ملنے کی خاطر آیا ہوں اور آپ اس قدر بے رُخی برت رہی ہیں۔"

"کون ہو تم؟" سلویا نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "اور مجھ سے ملنے کیوں آئے ہو؟"

"آپ کی خواہش کے احترام میں مجھے یہ زحمت کرنی پڑی۔ کیا آپ مجھے تلاش نہیں کر رہی تھیں؟"

"تم۔۔۔ تم؟" سلویا مجھے اُلجھی ہوئی نگاہوں سے گھورنے لگی۔

"ہاں میں علی بابر خان ہوں اور میک اپ میں ہوں اس لیے تم مجھے پہچان نہیں سکو گی۔"

"لیکن میں کیسے یقین کروں کہ تم واقعی علی بابر خان ہو؟" سلویا نے بے اعتباری سے کہا۔

"اس کے لیے مجھے وہ سب کچھ دُہرانا پڑے گا جو میری تیمارداری کے دوران ہوا۔ کہاں سے شروع کروں؟" میں نے اپنی اصل آواز میں کہا۔

"اوہ نہیں! اس کی ضرورت نہیں ہے۔" سلویا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔ "میں نے تمہاری آواز پہچان لی ہے۔"

"زاہر کا کیا حال ہے؟" میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ "اُسے ہوش آیا؟"

سلویا کے چہرے پر افسردگی چھا گئی۔ "ہم تو پہلے ہی اُس کی زندگی کی طرف سے مایوس تھے۔ کوششیں کر رہے تھے۔ افسوس ہماری ساری کوششیں رائیگاں ثابت ہوئیں۔"

مجھے دلی صدمہ ہوا مگر میں نے اُس سے اپنے تاثرات چھپا لیے۔ "تمہیں اس طرح یہاں نہیں آنا چاہیے تھا سلویا۔" میں نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"میری طرف سے بے فکر رہو! مجھے کوئی خطرہ لاحق نہیں ہے۔"

"تم یہاں پہنچیں کس طرح۔۔۔ میرا مطلب ہے تمہیں یہ کیسے علم ہوا کہ میرا اس جگہ سے کوئی تعلق ہے؟"

سلویا نے ایک طویل سانس لی۔ "بہت مشکل سوال ہے۔ میں آسانی سے اس کا جواب نہیں دے سکوں گی۔"

"اس میں اُلجھن کی کون سی بات ہے۔ جو کچھ بھی ہے صاف صاف بیان کر دو۔"

"میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ انکل راہیل مجھے اپنے خاص لوگوں میں شمار کرتے ہیں۔"

"ہاں، مجھے یاد ہے لیکن اس سے تمہارے یہاں پہنچنے کا کیا تعلق ہے؟"

"بہت گہرا تعلق ہے۔ یہ بات انکل راہیل اور اولیو ہاورڈ کے علم میں ہے اور اُن کے درمیان ہونے والی گفتگو سے ہی مجھے پتا چلا ہے کہ تمہارا سراغ یہاں سے مل سکتا ہے۔"

میں نے چونکنے کی اداکاری کی۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا۔ اُن کے علم میں یہ بات کس طرح آ سکتی ہے؟"

"تمہیں یقین کر لینا چاہیے کہ یہ بات نہ صرف اُن کے علم میں ہے بلکہ مجھے بھی انہی سے معلوم ہوا ہے۔"

"حیرت انگیز!" میں بڑبڑایا۔ "کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ اُن کی معلومات کا ذریعہ کیا ہے؟"

"نِکی ہاورڈ!" سلویا نے مسکرا کر کہا اور میں گویا اس انکشاف پر اُچھل ہی پڑا۔

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔ اُس عمارت سے میرا فرار اُسی کا مرہونِ منت ہے۔ وہ بھلا ایسی حرکت کیوں کرنے لگی؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بنی ہاورڈ نے خود کچھ نہیں کیا بلکہ وہ سب کچھ ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت ہوا تھا۔ اسکیم اولیو ہاورڈ کی تھی اور اس پر عمل اس کی بیٹی نے کیا۔"

"اگرچہ تمہاری باتیں بڑی ناقابلِ یقین ہیں مگر میں محض اس لیے ان پر یقین کر رہا ہوں کہ اس کے علاوہ کوئی اور بات سمجھ میں بھی نہیں آتی۔"

"مجھے پیٹر کے اس مکان کا بھی علم ہے جہاں اس نے تمہیں پناہ فراہم کی ہے مگر وہاں میں اس لیے نہیں آئی کہ بنی مجھے پہچانتی ہے اور اگر میں وہاں آتی تو بات انکل رابیل تک بھی پہنچ سکتی تھی۔"

"تمہیں یہ خطرہ مول لینے کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے سلویا کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے تو کوئی خطرہ مول نہیں لیا۔ بتا تو رہی ہوں کہ محض احتیاط کے پیشِ نظر میں وہاں نہیں آئی۔"

"تمہیں اتنی بہت سی باتیں معلوم ہیں اور اس بات سے بے خبر ہو کہ پیٹر کی بھی نگرانی کی جا رہی ہے۔"

"ن... نہیں۔ مجھے نہیں معلوم تھا۔" سلویا نے گھبرا کر کہا۔ "اب کیا ہوگا؟ کیا میں ان لوگوں کی نظروں میں آ گئی ہوں گی؟"

"تمہیں آخر اس چکر میں پڑنے کی ضرورت کیا تھی؟" میں نے جھنجلا کر کہا۔

"میں نے سوچا تھا ایک خطرہ ہے۔ تمہیں اس سے آگاہ کر دوں۔ کہیں تمہیں کوئی گزند نہ پہنچ جائے۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

"اور اب تم خود خطرے میں پڑ گئی ہو۔ اگر تم سے اس بارے میں پوچھ گچھ ہوئی تو کیا جواب دو گی؟"

"یہ معلوم ہونے کے بعد تو مجھ میں واپس جانے کی ہمت ہی نہیں رہی ہے۔ میں کسی بھی قسم کی پوچھ گچھ کا سامنا نہیں کر سکوں گی۔"

"واپس نہیں جاؤ گی تو کیا کرو گی؟" میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارا کوئی اور ٹھکانہ بھی ہے؟"

"نہیں۔" سلویا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"مجھے سوچنے دو۔" میں نے کہا اور واقعی سوچ میں پڑ گیا۔ سلویا نے عجیب قسم کی حماقت کی تھی۔ شاید وہ سمجھ رہی تھی کہ میں بنی ہاورڈ کی اصلیت سے ناواقف ہوں لیکن اس کے باوجود میں اس کی جذباتیت کو کوئی معنی نہیں پہنا پا رہا تھا۔ اس کا اس حد تک آگے بڑھ جانا میری سمجھ سے بالاتر تھا۔ بات جو بھی رہی ہو یہ اس پر غور کرنے کا وقت نہیں تھا۔ پہلا مسئلہ تو اسے تحفظ فراہم کرنے کا تھا۔

سوچتے سوچتے میں ایک نتیجے پر پہنچ گیا اور میں نے اس سے کہا۔ "تم یہیں ٹھہرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

اس کے پاس سے اٹھ کر میں پیٹر کے آفس میں آیا جہاں اس کا ملازم اس کے میک اپ میں موجود تھا۔

"کسی نزدیکی ہوٹل میں ایک ڈبل بیڈ کمرا بک کراؤ۔ مسٹر اینڈ مسز ایلن گراہم کے نام سے اور مجھے میری ٹیبل پر مطلع کرو۔"

"ٹھیک ہے جناب۔" اس نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "یہ کام فوراً ہو جائے گا۔"

میں سلویا کی میز پر واپس آ گیا۔ ابھی تک رقص کا پروگرام شروع نہیں ہوا تھا تاہم ہال پہلے سے زیادہ آباد نظر آنے لگا تھا۔

"اب تمہاری وجہ سے مجھے بھی اپنا ٹھکانہ تبدیل کرنا پڑے گا۔" میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تم کیا کرنے گئے تھے؟"

"کسی ہوٹل میں کمرا بک کرانے کو کہہ آیا ہوں۔ تم واپس نہیں جا سکتیں نا۔"

"ہوٹل تو بہت غیر محفوظ ہوگا اور پھر اکیلے میں تو مجھ پر وحشت طاری ہو جائے گی۔"

"بھرے پُرے ہوٹل میں کوئی واردات کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اس لیے ہوٹل کی رہائش زیادہ محفوظ رہے گی اور پھر تم اکیلی تو نہیں ہو گی۔ میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گا۔"

"شکریہ علی۔" سلویا نے آہستہ سے کہا۔ "میری خاطر تمہیں زحمت اٹھانی پڑ رہی ہے۔"

"تم سے ملنے کے بعد میں ان لوگوں کی نگاہوں میں آ گیا ہوں جو پیٹر کی نگرانی کر رہے ہیں۔ واپسی میں وہ میرا تعاقب کریں گے اور انھیں علم ہو جائے گا کہ میں کہاں ٹھہرا ہوا ہوں۔ یہی نہیں بلکہ میرے ساتھی بھی ان کی نگاہوں میں آ جائیں گے۔ اس الجھن سے بچنے کا آسان راستہ یہی تھا کہ فی الحال میں بھی تمہارے ساتھ ہی ہوٹل کا رخ کر دوں۔"

"میں تو سمجھ رہی تھی کہ میں تمہاری مدد کر دوں گی لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹ گیا۔ الٹا تم میری وجہ سے زحمت میں پڑ گئے۔"

"اس قسم کی زحمتوں سے تو زندگی عبارت ہے۔ تم اس بارے میں سوچ کر خود کو ہلکان مت کرو۔"

"تمہارے بارے میں میں نے جو اندازہ لگایا تھا وہ درست ثابت ہوا۔ تم واقعی ایک عالی ظرف آدمی ہو۔"

"اس میں عالی ظرفی کی کوئی بات نہیں ہے۔ تم نے بھی تو میری خاطر خود کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔"

"مجھے اگر معلوم ہوتا کہ جو کچھ میں کرنے جا رہی ہوں اس میں کتنے خطرات ہیں تو شاید میں اس کی ہمت ہی نہ کر پاتی۔"

اسی وقت بیرا آیا اور اس نے ایک کارڈ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے اس سے کارڈ لے کر پڑھا۔ اس پر ہوٹل کا نام اور کمرا نمبر درج تھا۔

"ڈریم لینڈ کا کمرا نمبر چھ سو بہتر بک ہو گیا ہے۔" میں نے سلویا سے کہا۔ "کیا خیال ہے چلیں؟"

"فوراً چلو۔ یہاں تو مجھے وحشت ہو رہی ہے۔ یوں لگ رہا ہے جیسے ہر آنکھ مجھے گھور رہی ہو۔"

نائٹ کلب سے نکلنے سے قبل میں نے کرائے کی کار کے سلسلے میں پیٹر کی جگہ اس کے میک اپ میں کام کرنے والے ملازم کو ہدایات دیں پھر سلویا کے ساتھ اس کی کار میں بیٹھ کر روانہ ہو گیا۔ ڈریم لینڈ زیادہ دور نہیں تھا۔ میں نے راستے بھر عقب نما پر نظر رکھی تھی مگر مجھے ایسا کوئی سراغ نہیں ملا جس کی بنا پر میں یہ کہہ سکتا کہ ہمارا تعاقب کیا گیا ہے۔

ہوٹل کے کاؤنٹر پر ضروری کارروائی کے بعد میں نے کمرے کی چابی حاصل کی اور ہم کمرا نمبر چھ سو بہتر میں پہنچ گئے۔ سلویا کمرے میں پہنچتے ہی بیڈ پر ڈھیر ہو گئی اور میں کمرے کا دروازہ اندر سے مقفل کر کے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"خدا کی پناہ۔" سلویا نے وحشت زدگی سے کہا۔ "آج پہلی بار یہ احساس ہوا کہ میں کس قدر غیر محفوظ ہوں۔"

"اس سے قبل بھی شاید تم نے اسی قسم کی باتیں کی تھیں۔" میں نے کہا۔

"میں انکل رابیل کی طرف سے غیر مطمئن ضرور تھی مگر اس انداز میں کبھی نہیں سوچا تھا کہ اگر مجھ پر برا وقت آ جائے تو سر چھپانے تک کو جگہ میسر نہیں آ سکے گی۔"

"فی الحال تو تم یہاں رہو۔ میرا خیال ہے کسی نے ہمارا تعاقب نہیں کیا اور یہ ایک غیر معمولی بات ہے۔"

"غیر معمولی بات۔" سلویا نے یوں کہا جیسے اس کا ذہن کہیں اور ہو۔ "نہیں یہ اتنی غیر معمولی بات بھی نہیں ہے۔"

"کیوں نہیں ہے۔ کیا ہاروت رابیل کے آدمی تمہیں وہاں دیکھ کر چونکے نہیں ہوں گے۔ اگر ان کی کارکردگی کا یہی عالم ہے تو اولیو ہاورڈ کا خدا ہی حافظ ہے۔"

"میں انکل رابیل سے سخت متنفر ہوں۔" سلویا نے کہا۔ "اور اب اولیو ہاورڈ تمہارے گرد جس قسم کے جال بُن رہا ہے اس کے بعد تو ان لوگوں کے لیے میرے دل میں ہمدردی کی ذرہ برابر بھی رمق باقی نہیں رہ گئی ہے۔ خدا جانے انکل رابیل کی گردن پر کتنے بے گناہوں کا خون ہوگا۔"

"اولیو ہاورڈ کی حد تک تو میں واقف ہوں۔ وہ جرائم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ ہے۔"

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب ان لوگوں کو ختم ہو جانا چاہیے۔ چاہے اس کے لیے مجھے کتنا ہی بڑا قدم کیوں نہ اٹھانا پڑے۔"

"تم تو ایک ڈاکٹر ہو۔ تمہارا پیشہ تمہیں امن و سلامتی کا درس دیتا ہے۔ تم بھلا ان تخریبی سرگرمیوں کے خلاف کیا کردار ادا کر سکو گی؟"

"مجھے اگر میرے پیشے تک ہی محدود رکھا گیا ہوتا تو شاید میں یہ فیصلہ نہ کرتی لیکن اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا۔"

"پیشے تک محدود رکھے جانے سے تمہاری کیا مراد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اولیو ہاورڈ کی وجہ سے مجھے فیلڈ میں آنا پڑا۔ مجھے انکل رابیل پر بھی غصہ ہے۔ انھوں نے بھی اس کے اس فیصلے کی مخالفت نہیں کی۔"

"اولیو ہاورڈ کی وجہ سے کیا ہوا؟ تم تو میری ہمدردی میں اس چکر میں پھنس گئیں۔"

"یہ بات نہیں ہے علی۔" سلویا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "جو کچھ بھی میں نے کیا ہے اولیو ہاورڈ کی اسکیم کے تحت کیا ہے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔ "یعنی وہ تمہیں اپنی اسکیم تباہ کرنے کے لیے استعمال کر رہا ہے۔"

"یہ بہت گہری سازش ہے علی۔ اسے شبہ ہو گیا تھا کہ بنی تمہاری نگاہ میں آ گئی ہے۔ اگر نہیں آئی تو اپنی حرکتوں کی وجہ سے آ جائے گی۔ اس لیے اس نے بنی کو بچانے کے لیے ایک اور اسکیم تیار کی۔"

"یعنی تم سے کہا کہ جا کر مجھے بنی کی اصلیت سے آگاہ کر دو تاکہ میں اس پر ہاتھ ڈال دوں۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اس وقت بنی تمہاری دسترس سے بہت دور نکل چکی ہو گی۔ طے یہ ہوا تھا کہ جب تم میرے پاس پہنچو گے تو بنی کو پیٹر کے اس بنگلے سے نکال لیا جائے گا جہاں وہ موجود ہے۔ تمہیں شاید علم نہ ہو کہ اس کے پاس ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ جیسے ہی اولیو ہاورڈ کو اطلاع ملی ہو گی کہ تم میرے پاس پہنچ گئے ہو، اس نے بنی کو ٹرانسمیٹر پر وہاں سے نکلنے کی ہدایت کر دی ہو گی۔"

"یہ کوئی ضروری تو نہیں تھا کہ میں تمہارے بلانے پر آ ہی جاتا۔" میں نے کہا۔ "اگر میں نہ آتا تو کیا ہوتا؟"

"اگر تم نہ آتے تو مجھ سے فون پر ضرور بات کرتے اور میں تمہیں ملنے پر رضامند کر ہی لیتی۔"

"یہ ساری باتیں تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتائیں اور اب کیوں بتا رہی ہو؟"

"اگر پہلے بتا دیتی تو مجھے ڈر تھا کہ کہیں تم جلد بازی میں بنی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا بیٹھو۔ اگر ایسا ہو جاتا تو میں خطرے میں پڑ جاتی۔ اس کے علاوہ میری نگرانی بھی ہو رہی تھی۔ اس لیے میں نے مناسب یہی سمجھا کہ پہلے اولیو ہاورڈ کی اسکیم کو تکمیل تک پہنچنے دیا جائے۔ اصل صورتِ حال سے تمہیں بعد میں بھی آگاہ کیا جا سکتا تھا۔"

"بنی ہاورڈ کو اس اسکیم کا علم کس طرح ہوا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اُس سے ٹرانسمیٹر پر اُس وقت رابطہ کیا گیا ہوگا جب تم میرے پاس کلب پہنچے تھے۔"

"میں تو میک اپ میں تھا۔ کسی نے مجھے کس طرح پہچانا ہوگا۔ میں اپنی جگہ کسی اور کو بھی تو بھیج سکتا تھا۔"

"اولیو ہاورڈ نے مجھ سے کہا تھا کہ تم اگر آئے بھی تو میک اپ میں ہوگے اور کوئی بھی تمھیں نہیں پہچان سکے گا۔ اس لیے مجھے یہ ذمّے داری بھی سونپی گئی تھی کہ اگر تم خود مجھ سے ملنے آؤ تو میں یہ تصدیق کرنے کے بعد کہ مجھ سے ملنے تم ہی آئے ہو، کوئی اور نہیں آیا ہے، ایک مخصوص اشارہ کر دوں تاکہ اس کے آدمی اپنا کام شروع کر دیں۔"

"گویا اولیو ہاورڈ کے آدمی تمھارا تعاقب کرتے ہوئے وہاں پہنچے تھے؟"

"انکل رابیل کے آدمی جو اب اولیو ہاورڈ کے کہنے کے مطابق کام کر رہے ہیں۔" سلویا نے تصحیح کی۔

"میں نے پوچھا تھا وہ عمارت سے ہی تمھارا تعاقب کرتے ہوئے آئے تھے یا پہلے سے وہاں موجود تھے؟"

"میرا خیال ہے یہ وہی لوگ تھے جو ہیٹر کی نگرانی کر رہے تھے کیونکہ راستے میں میں نے اپنے تعاقب میں کسی کو بھی نہیں دیکھا۔"

"تو جب میں اپنی اصل آواز میں بولا اور تم نے مجھے شناخت کر لیا تو تم نے اُن لوگوں کو اشارہ کر دیا؟"

"ہاں۔" سلویا نے کہا۔ "یہ کام مجھے سونپا گیا تھا اور مجھے کرنا ہی تھا۔"

"تمھارے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا کہ اس طرح میری زندگی خطرے میں بھی پڑ سکتی تھی۔"

"یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔" سلویا نے کہا۔ اُس کی آنکھیں خوفزدہ انداز میں پھیل گئی تھیں پھر دفعتاً وہ سنبھل کر بولی۔ "لیکن نہیں، اس سب کا تو مقصد ہی کچھ اور تھا۔ تم تو پہلے بھی اُن کی دسترس میں تھے۔ اگر تمھاری زندگی لینا ہی اُن کا مقصد ہوتا تو وہ تمھیں نکلنے ہی کیوں دیتے؟"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ اپنی بیٹی کے ساتھ مجھے فرار کرانے سے اولیو ہاورڈ کا کیا مقصد تھا؟"

"تمھاری سرگرمیوں پر نظر رکھنا۔ طے یہ ہوا تھا کہ بکی تمھارا اعتماد حاصل کر کے تمھارے ہر اقدام سے اولیو ہاورڈ کو باخبر کرتی رہے گی۔"

"اور اب اس مقصد کے لیے بکی کے بجائے تمھارا انتخاب کیا گیا ہے؟"

"ہاں۔" سلویا نے بلا جھجک کہا۔ "تمھارے بارے میں کوئی بھی اہم اطلاع اُن تک پہنچانا میری ذمّے داری ہے۔"

"اس کام کے لیے تمھارا ہی انتخاب کیوں کیا گیا۔ کیا اور لوگ نہیں تھے؟"

"تمھاری تیمارداری کے دوران جو تم سے معمولی شناسائی پیدا ہو گئی تھی، اولیو ہاورڈ نے اُسی سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی ہے اور اسی لیے اس کام کے لیے مجھے چُنا گیا ہے۔"

"اُسے یہ اعتماد کیوں تھا کہ تم کامیاب ہو ہی جاؤ گی؟"

"یہ تو میں نہیں بتا سکتی کہ اُسے اعتماد تھا یا نہیں لیکن اُس نے میرے ذریعے جو اطلاع تمھیں فراہم کی ہے اس کے بعد تمھارے پاس مجھ پر اعتبار کر لینے کے سوا کوئی چارہ نہ رہ جاتا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "لیکن کیا میں تم سے یہ سوال نہ کرتا کہ تم یہ اطلاع مجھے کیوں فراہم کر رہی ہو؟"

"یہ معاملہ اولیو ہاورڈ نے مجھ پر ہی چھوڑ دیا تھا۔ اُس نے مجھ سے پوچھا تھا کہ کیا میں اپنی مظلومیت کی کوئی ایسی داستان گھڑ کر تمھیں سُنا سکتی ہوں جو تمھیں مطمئن کر دے۔ اور میں نے اس بات کا جواب اثبات میں دیا تھا اس لیے کہ تمھیں کوئی داستان سُنانے کی مجھے کوئی ضرورت تھی ہی نہیں۔ میں تو تمھیں پہلے ہی بتا چکی تھی کہ میں ان لوگوں سے برگشتہ ہوں۔ اب قدرت نے خود ہی مجھے اُن کے چنگل سے نکلنے اور تم سے آ ملنے کا ایک موقع فراہم کر دیا تھا تو میں اُسے کیسے ضائع کر دیتی؟"

"تم اولیو ہاورڈ کو معلومات کس طرح فراہم کرو گی؟"

"اُس نے مجھے ایک ٹرانسمیٹر دیا ہے۔ مجھے ایک مخصوص فریکوئنسی پر پیغامات بھیجنے ہوں گے۔ اس فریکوئنسی کا رابطہ ایک کمپیوٹر سے ہے۔ اگر دوسری طرف پیغام وصول کرنے کے لیے کوئی موجود نہ ہوا تو پیغام خودکار طریقے سے ریکارڈ ہو جائے گا۔"

"اب یہ بتاؤ کہ تم اُن لوگوں کے خلاف میری مدد کس طرح کر سکو گی؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ میں تمھاری کیا مدد کر سکتی ہوں۔ یہ بات تو تم مجھے بتاؤ گے کہ مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"ٹھیک ہے میں تمھیں بتاؤں گا۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "ذرا مجھے وہ ٹرانسمیٹر تو دکھاؤ جو اولیو ہاورڈ نے تمھیں دیا ہے۔"

سلویا نے پرس کھول کر سگریٹ کا پیکٹ نکال لیا۔ "سگریٹ پیو گے؟" اُس نے پیکٹ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ، میں سگریٹ نہیں پیتا۔" میں نے کہا اور سلویا نے ایک سگریٹ اپنے گداز ہونٹوں میں دبالی۔ پھر اُس نے پرس میں سے ہاتھی دانت کا بنا ہوا ایک نفیس الیکٹرانک گیس لائٹر نکالا اور سگریٹ سلگانے لگی۔ اُس کے انداز سے یوں لگ رہا تھا جیسے اُس نے میری بات سُنی ہی نہ ہو۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے ٹرانسمیٹر دکھاؤ اور تم نے سگریٹ نوشی شروع کر دی۔"

سلویا ایک ادا سے مسکرائی۔ "دکھا تو دیا اور کیسے دکھاؤں۔" وہ

سگریٹ کا کثیف دھواں اُگلتے ہوئے بولی۔

"کیا یہ لائٹر۔۔۔؟" میں نے چونک کر کہا اور اُس نے مسکرا کر سر کو اثباتی جنبش دی۔

میں نے سلویا سے لائٹر لے لیا۔ اُس لائٹر میں اس کے سوا اور کوئی خاص بات نظر نہیں آ رہی تھی کہ وہ معمول سے ذرا زیادہ بڑا تھا۔ اور یہ کوئی غیر معمولی بات اس لیے نہیں معلوم ہوتی تھی کہ وہ ہاتھی دانت کا بنا ہوا ایک فینسی لائٹر تھا جو منقّش بھی تھا اور اس قسم کی اشیا معمول سے کچھ بڑی ہوتی ہی ہیں۔

"اولیو ہاورڈ نے مجھ سے کہا تھا کہ میں اسے تمھارے سامنے آزادانہ طور پر بطور لائٹر استعمال کر سکتی ہوں۔ تم کبھی سُراغ نہیں لگا سکو گے کہ یہ ٹرانسمیٹر بھی ہو سکتا ہے۔"

"میرا خیال ہے اُس نے ٹھیک ہی کہا تھا۔" میں نے لائٹر سلویا کو واپس کرتے ہوئے کہا۔ "ایسی چیزوں سے میرا واسطہ ذرا کم ہی پڑا ہے اس لیے ان کے بارے میں میری معلومات بھی نہ ہونے کے برابر ہیں۔"

"میں تمھیں اس کے استعمال کا طریقہ سمجھاتی ہوں۔" سلویا نے صوفے پر میرے برابر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اس کے استعمال کا طریقہ سیکھنے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن میں یہ ضرور معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اس پر کی جانے والی گفتگو کہیں اور نہیں سُنی جا سکتی؟"

"اولیو ہاورڈ کہہ رہا تھا کہ یہ انتہائی مخصوص قسم کا ٹرانسمیٹر ہے۔ کسی دوسرے ٹرانسمیٹر پر اس کے پیغامات سُنے جانے کے امکانات بہت کم ہیں۔"

"مجھے بھی یہی توقع تھی۔" میں نے کہا۔ "اور اب تم اُسے وہ معلومات فراہم کرو گی جو میں تمھیں بتاؤں گا۔"

"میں ہر طرح تم سے تعاون کرنے کو تیار ہوں۔" سلویا خوش ہو کر بولی۔ "مجھے بتاؤ کیا پیغام بھیجنا ہے۔"

"ابھی نہیں، ابھی تو بہت سی باتیں طے ہونا باقی رہ گئی ہیں۔ اگر ٹرانسمیٹر پر دوسری طرف خود اولیو ہاورڈ ہوا تو وہ تم سے بکی کے بارے میں ضرور پوچھے گا۔"

سلویا نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "مجھ سے کیوں پوچھے گا؟ وہ تو اب تک اُس کے پاس پہنچ بھی چکی ہو گی۔"

"ضروری تو نہیں کہ ہر سوچی ہوئی بات پوری بھی ہو جائے۔ ممکن ہے بکی سے اُن کا رابطہ بروقت نہ قائم ہو سکا ہو۔"

"اوہ! تمھارے انداز سے تو یوں لگ رہا ہے جیسے تمھیں یقین ہے کہ بکی اُن تک نہیں پہنچ سکی ہو گی؟"

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "بات کچھ ایسی ہی ہے۔"

"مجھے حیرت ہے۔" سلویا بڑبڑائی۔ "اولیو ہاورڈ کا منصوبہ بہت مکمل تھا۔ مجھے تو اس کے ناکام ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آ رہا تھا۔ کیا تم نے پہلے ہی اُس کا کوئی بندوبست کر دیا تھا؟"

میں مسکرایا۔ "بہت زیادہ چالاک لوگ بھی بعض اوقات دھوکا کھا جاتے ہیں۔ تم اولیو ہاورڈ کے مکمل منصوبے سے یقیناً لاعلم رہی ہو گی۔ اُس نے بکی کی حفاظت کے لیے کچھ اور بندوبست بھی کر رکھا ہو گا لیکن اُس نے یہ انتہائی قدم اُٹھا کر جس حماقت کا ارتکاب کیا ہے، مجھے اُس سے اس کی توقع نہیں تھی۔"

"کون سا انتہائی قدم؟" سلویا نے پلکیں جھپکا کر کہا۔ "اور کون سی حماقت؟"

"تمھیں میری نظروں میں قابلِ اعتبار بنانے کے لیے اُس نے تمھاری زبان سے بکی کا راز افشا کرا دیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسے اپنے منصوبے کی کامیابی کا سو فیصد یقین تھا۔ اُس نے یہ نہیں سوچا کہ اگر کسی بھی وجہ سے اس کا منصوبہ پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا تو بکی اُس کے ہاتھ سے نکل کر میرے رحم و کرم پر آ جائے گی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" سلویا نے آہستگی سے کہا۔ "لیکن یہ سب کچھ سوچنا اُس کا کام تھا میرا نہیں۔ اور وہ ایک ماہر منصوبہ ساز شمار کیا جاتا ہے۔"

"منصوبہ ساز نہیں سازشی۔" میں نے تنفرانہ لہجے میں کہا۔ "منصوبہ تعمیری ہوتا ہے اور سازش تخریب کی علامت ہوتی ہے۔ اُس نے زندگی میں شاید ہی کبھی کوئی منصوبہ بنایا ہو۔"

"خیر۔۔ تمھارا مطلب ہے اُس کی سازش ناکام ہو گئی ہے اور بکی اُس تک نہیں پہنچ سکی ہے۔"

"اس وقت تو وہ اپنے مہرے بھی ٹھیک سے نہیں کھیل پا رہا۔ اس وقت تم اس کا اہم ترین مہرہ ہو مگر تم میرے لیے کام کرو گی۔"

"اس میں اس کا کیا قصور ہے۔ میں تو پہلے ہی انکل رابیل سے بدظن تھی۔ اولیو ہاورڈ خدا تھوڑی ہے، دلوں کا حال تو نہیں جان سکتا؟"

"کوئی بھی نہیں جان سکتا۔ میں بھی نہیں جان سکتا۔ اس اعتبار سے تو مجھے بھی دھوکے کھاتے رہنا چاہیے۔"

"اگر میں خود ہی تمھیں آگاہ نہ کر دیتی تو تم میرے ہاتھوں دھوکا کھا ہی گئے تھے۔"

"اس بارے میں کچھ کہنا اس لیے فضول ہے کہ اس کا فیصلہ آنے والا وقت ہی کر سکتا تھا۔"

"لیکن بکی ہاورڈ نے تو تمھیں پوری طرح شیشے میں اُتار لیا تھا۔ اس کے بارے میں کیا کہو گے؟"

"اگر اُس نے مجھے اُسی طرح شیشے میں اُتار لیا تھا جس طرح تم بیان کر رہی ہو تو اولیو ہاورڈ کی اس بوکھلاہٹ کو کیا کہو گی جس کے نتیجے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں اُس نے بچّی کو بچانے کی خاطر انتہائی مخدوش منصوبہ ترتیب دیا؟"

سلویا نے پہلو بدلا۔ "وہ تو بچّی کی اپنی حماقت تھی۔ اگر وہ محتاط رہی ہوتی تو یہ نوبت نہ آتی۔"

"تم بہت ذہین لڑکی ہو۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اولیو ہاورڈ کی وکالت بڑے اچھے طریقے سے کر رہی ہو۔"

"غلط مت سمجھو۔ میں کسی کی وکالت نہیں کر رہی ہوں۔ اپنی دانست میں تو میں ایک درست بات کر رہی ہوں۔"

"تمہاری صاف گوئی مجھے بے حد پسند آئی ہے۔ کسی قسم کی بدگمانی کرنے کے بجائے تم ہر بات کہہ رہی ہو۔ بچّی ہاورڈ کو میں بہت عرصے سے جانتا ہوں۔ اور اس سے بھی زیادہ عرصے سے اُس کے باپ سے واقف ہوں۔ مجھے چونکانے کے لیے تو بچّی ہاورڈ کا تبدیل شدہ رویّہ ہی بہت کافی تھا۔ اُس کے بارے میں میں نے اندازہ کر لیا تھا کہ وہ کیا عزائم لے کر میرے پاس آئی ہے مگر میرے پاس اُس کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا۔ تاہم میں اُس کی طرف سے محتاط تھا۔ پھر کل رات میں نے اُسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا۔ اس وقت جب وہ اپنے باپ سے ٹرانسمیٹر پر محوِ کلام تھی اور میرے بارے میں رپورٹ پیش کر رہی تھی۔" میں خاموش ہو گیا۔

"پھر کیا ہوا؟" سلویا نے بے صبری سے پوچھا۔

"میں شاید اس حد تک نہ جاتا مگر اُس کی اشتعال انگیز گفتگو میرے لیے اس حد تک ناقابلِ برداشت ثابت ہوئی کہ میں نے اُسے سفرِ آخرت پر روانہ کر دیا۔"

"تو یہ بات تھی۔" سلویا نے ایک طویل سانس لی۔ "اسی بنا پر تم اتنے پُریقین تھے کہ بچّی اپنے باپ تک نہیں پہنچی ہو گی۔"

"جس سفر پر وہ روانہ ہوئی ہے اس کی ایک ہی منزل ہوتی ہے اور یہ وہ منزل ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔"

"تو اب تم ہی بتاؤ کہ اولیو ہاورڈ بچّی کے بارے میں پوچھے تو اُسے کیا جواب دوں؟"

"بعد میں بتاؤں گا۔" میں نے کہا۔ "پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کہ اولیو ہاورڈ نے تہذیب کو کیوں قید کر رکھا ہے؟"

سلویا بُری طرح چونک پڑی۔ "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ تہذیب اُس کی قید میں ہے۔ اُس کے خیال میں تو یہ وہ راز ہے جس کی تمہیں ہوا تک نہیں لگ سکتی۔"

میرے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ "اسی قسم کی خوش فہمیاں تو کسی شخص کو جہنم واصل کر دیتی ہیں۔"

"مجھے واقعی حیرت ہے۔" سلویا بڑبڑائی۔ "تم آخر کون کون سی باتوں سے واقف ہو۔"

"ایک بات سے واقف نہیں ہوں اور وہی اس وقت میرے لیے سب سے بڑی اُلجھن بنی ہوئی ہے۔ شاید تم اس سلسلے میں میری کچھ مدد کر سکو۔"

"جس بات سے تم واقف نہیں ہو شاید وہ میرے علم میں بھی نہیں ہو گی۔ بہرحال تم پوچھو۔ مجھے معلوم ہوا تو ضرور بتاؤں گی۔"

"اولیو ہاورڈ میرا جانی دشمن ہے۔ آخر اُس نے مجھے زندہ کیوں نکل جانے دیا۔ حالانکہ وہ چاہتا تو بہ آسانی مجھے مار سکتا تھا۔ میں پوری طرح اُس کے رحم و کرم پر تھا۔"

"ادھر میں سمجھی تھی کوئی بڑی بات ہو گی۔ تم تو بہت چھوٹی سی بات کے لیے تشویش میں مبتلا ہو گئے۔"

"ہو سکتا ہے تمہاری نظر میں یہ کوئی معمولی سی بات ہو مگر میرے لیے بہت اہم ہے۔"

"وہ تمہارا دشمن ہے۔ تمہیں زک پہنچانا چاہتا ہے۔ تمہارے منصوبے معلوم کر کے اُنھیں ناکام بنائے گا اسی لیے پہلے اُس نے اپنی بیٹی کو اور اب مجھے تمہارے ساتھ لگایا ہے۔"

میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "یہ تو وہ بات ہے جو بظاہر نظر آتی ہے لیکن اصل بات کچھ اور ہے اور میں اُسی کی جستجو میں ہوں۔"

"ایسی باتیں تم خود بہتر سمجھ سکتے ہو۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔" سلویا نے بے بسی سے کہا۔

"اب اس میں ایک اُلجھن کا اضافہ اور ہو گیا ہے۔ وہ مجھ سے یہ بات کیوں چھپانا چاہتا ہے کہ تہذیب اُس کی قید میں ہے۔"

"مجھے حیرت ہو رہی ہے۔" سلویا بڑبڑائی۔ "آخر تم چھوٹی چھوٹی باتوں کو اتنی زیادہ اہمیت کیوں دے رہے ہو۔"

"اگر بڑی بڑی باتوں کو اہمیت دوں گا تو کیا کمال کروں گا۔ بڑی بڑی باتوں کو تو ہر شخص اہمیت دیتا ہے۔" میں نے پھیکے سے انداز میں مسکرا کر کہا۔

"کہیں تم انفرادیت پسندی کے خبط میں تو مبتلا نہیں ہو۔" سلویا نے چونک کر کہا۔ "یہ بہت بُری بیماری ہوتی ہے۔"

"میں کسی بھی قسم کے خبط میں نہیں مبتلا ہوں۔ درحقیقت ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے پس پردہ بہت بڑے بڑے عزائم کار فرما ہیں اور میں لاعلمی پسند نہیں کرتا۔ بے خبری میں اُٹھایا ہوا کوئی قدم نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ اگر مجھے اولیو ہاورڈ کے عزائم کا علم ہو جائے تو میں بہتر طور پر اُس کے خلاف کام کر سکوں گا۔"

"مجھ سے تو اُس نے یہی کہا ہے کہ مستقبل قریب میں تمہارے عزائم جاننے کی کوشش کروں۔ اس طرح کہ تم میری طرف سے مشکوک نہ ہونے پاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "جلد یا بدیر یہ عقدہ بھی کھل ہی جائے گا۔ تم یہ بتاؤ کہ تہذیب کا کیا حال ہے۔ اُس سے تمہاری ملاقات ہوئی تھی؟"

"صرف اُس روز جب اُسے وہاں لایا گیا تھا۔ وہ دماغ ماؤف کر دینے والی ادویات کے زیرِ اثر تھی اور ہم نے اُسے ٹریٹمنٹ دیا تھا۔"

"یہ بات تم نے اُس وقت مجھے کیوں نہیں بتائی تھی جب میں اُس عمارت میں موجود تھا؟"

"اُس وقت کتنی باتیں ہو سکتی تھیں؟" سلویا نے کہا۔ "پھر شاید گفتگو میں ایسا کوئی موڑ بھی نہیں آیا تھا۔"

"اگر اُس وقت میں تم سے تہذیب کے بارے میں سوال کرتا تو کیا تم مجھے بتا دیتیں؟" میں نے پوچھا۔

سلویا نے چند لمحے غور کرنے کے بعد نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں۔" اُس نے کہا۔ "تمہارے پوچھنے کے باوجود میں اس سوال کا جواب دینے سے گریز کرتی۔"

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ "اور اب تم نے مجھے سب کچھ بتا دیا۔ کیوں؟"

"تم جیسے آدمی سے میں یہ توقع نہیں کر سکتی کہ تم کبھی میرا نام ظاہر کرو گے۔" اُس نے مسکرا کر کہا۔ "اس کے علاوہ اب میں آزادی چاہتی ہوں۔ تم سے مجھے یہ اُمید ہے کہ تم ان پر کوئی کاری ضرب لگانے میں کامیاب ہو جاؤ گے اسی لیے میں تمہارے ہر سوال کا جواب دے رہی ہوں۔ اُس وقت صورتِ حال بہت مختلف تھی۔ اس وقت تو تم خود قیدی تھے۔ تم سے کیا توقع کی جا سکتی تھی۔ ماضی کے کارناموں کے سوا تمہارے پاس اور تھا ہی کیا۔۔۔ ہاں اب تم آزاد ہو۔ یقیناً کچھ نہ کچھ کر گزرو گے۔"

"یہ آزادی بھی تو میں نے اپنے بل پر حاصل نہیں کی۔ معلوم نہیں کیوں اُس نے خود ہی مجھے فرار کرا دیا۔"

"اس سے تمہاری قدآور شخصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تمہیں قید کر کے بھی وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے بلکہ چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ کسی اور کے ساتھ ایسا کیوں نہیں ہوتا؟"

"اب تم وہی بات کر رہی ہو جو تھوڑی دیر قبل میں کر رہا تھا۔ یہ نکتہ کہ اُس نے مجھے چھوڑ کیوں دیا، بہت اہم ہے۔"

"تمہارے لیے اہم ہو گا۔" سلویا نے مُنہ بگاڑ کر کہا۔ "میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ اس وقت اولیو ہاورڈ اپنے منصوبے کی ناکامی پر اپنے بال نوچ رہا ہو گا۔"

"جب تم اور تہذیب ایک ہی عمارت میں تھیں تو اُس سے دوبارہ تمہاری ملاقات کیوں نہیں ہوئی؟"

"وہ وہاں قیدی ہے اور اُسے تہ خانے میں رکھا گیا ہے۔" سلویا نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"وہاں تہ خانے بھی ہیں؟"

"ہاں۔" سلویا نے کہا۔ "لیکن اس پر تمہیں اتنی حیرت کیوں ہو رہی ہے۔ جو لوگ غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث ہوتے ہیں وہ بُرے دنوں کے لیے تہ خانے ضرور تعمیر کراتے ہیں۔"

"واقعی مجھے اس پر حیرت نہیں ہونی چاہیے تھی لیکن تم تو وہاں قید نہیں تھیں۔ تم خود تہ خانے میں جا سکتی تھیں؟"

"مجھے کوئی غیر ضروری حرکت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ہاں اگر کوئی ضرورت ہوتی تو مجھ پر ایسی کوئی پابندی بھی نہیں تھی۔"

"یہ بات بچّی کے علم میں بھی رہی ہو گی کہ تہذیب وہاں قید ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہ صرف علم میں تھی بلکہ وہ اُس سے یہ معلوم کرنے کی بھی کوشش کر رہی تھی کہ فارمولوں کی نقلیں کہاں ہیں۔"

"کیا کہہ رہی ہو۔" میں حیرت سے مُنہ پھاڑ کر رہ گیا۔ سلویا کی اس بات نے میرے ذہن کے دریچے وا کر دیے تھے اور اب معاملات مجھ پر واضح ہونے شروع ہو گئے تھے۔

"انھی فارمولوں کا ذکر ہے جو تم نے امریکی حکومت کے حوالے کیے ہیں۔" سلویا نے کہا۔

"جو فارمولے امریکی حکومت کے حوالے کر دیے گئے اُن کا کیا ذکر اور اب وہ ہمارے پاس کہاں؟"

"تو کیا تم نے واقعی اُن فارمولوں کی نقلیں کرا کے اپنے پاس محفوظ نہیں رکھیں؟"

"ساری گفتگو تمہارے سامنے ہی تو ہوئی تھی اور میں نے بتایا تھا کہ اب میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔"

"مجھے کیا معلوم کہ تم سچ بول رہے تھے۔ میں تو سمجھ رہی تھی کہ تم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔"

"یہ حقیقت ہے کہ ہمارے پاس اُن فارمولوں کی کوئی نقل نہیں ہے لیکن اب میری سمجھ میں آ گیا کہ اولیو ہاورڈ نے کیا کھیل کھیلا ہے۔ پہلے اُس نے مجھ پر یہ ظاہر کیا جیسے اُسے میری بات پر یقین آ گیا ہے لیکن درحقیقت وہ بھی یہی سمجھ رہا تھا کہ فارمولوں کی نقلیں میرے پاس موجود ہیں۔ اُس نے تہذیب کو بھی یہی معلوم کرنے کے لیے اغوا کیا ہو گا۔ میرے بارے میں تو وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ میری زبان نہیں کھلوائی جا سکتی۔ اور مجھے چھوڑنے کی بھی یہی وجہ ہے۔ پہلے اُس نے بچّی کو میرے پیچھے لگایا اور اب تمہیں بھی اسی مقصد کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ اُن فارمولوں کی قیمت چونکہ اربوں ڈالر تک پہنچتی ہے اس لیے اولیو ہاورڈ کی رال ٹپک پڑی۔ بلاشبہ یہی بات ہے ورنہ وہ میری خاطر اتنی زحمت نہ کرتا اور مجھے پہاڑی سلسلے میں ہی مروا دیتا۔"

"لیکن نہ تو اُس نے اور نہ ہی انکل رابیل نے مجھ سے فارمولوں کے سلسلے میں کوئی بات کی۔ اگر ایسی کوئی بات تھی تو اُنھیں چاہیے تھا مجھے واضح ہدایت دیتے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اولیو ہاورڈ نے محض احتیاطاً ہی تم سے فارمولوں کا تذکرہ کرنے سے گریز کیا ہوگا اور ہاروت رابیل کو بھی منع کر دیا ہوگا۔ ایسا اُس نے اس امکان کے پیشِ نظر کیا ہوگا کہ کہیں نادانستگی میں میرے سامنے تمھارے منہ سے فارمولوں کے بارے میں کچھ نہ نکل جائے۔ اگر ایسا ہو جاتا تو میں محتاط ہو جاتا اور وہ قیمتی فارمولے جو اُس کے خیال میں میرے پاس ہیں اُسے نہ مل پاتے جس کے نتیجے میں وہ اُن اربوں ڈالر کی رقم سے محروم ہو جاتا جو اُس کے خیال میں اُسے ملنے کے قوی امکانات موجود ہیں مگر سب سے زیادہ تشویش مجھے تہذیب کی طرف سے پیدا ہو گئی ہے۔ معلوم نہیں فارمولوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے وہ اس پر کیسے کیسے تشدد کر رہے ہوں گے۔"

"اُس پر زیادہ تر ذہنی دباؤ ڈالا گیا ہے۔ اولیو ہاورڈ نے سختی کو سختی سے ہدایت کی تھی کہ اُس پر جسمانی تشدد نہ کیا جائے۔ میرا اندازہ ہے کہ اُس نے تمھارے خوف سے یہ ہدایت جاری کی ہوگی۔ فرض کرو تہذیب کو کوئی نقصان پہنچ جائے اور تمھیں اس کا علم ہو جائے تو کیا تم اس کا انتقام نہیں لو گے؟"

"انتقام تو میں اب بھی لوں گا۔ اولیو ہاورڈ کو ایک ایک لمحے کا حساب دینا پڑے گا۔ اس کی یہ جرأت کیسے ہوئی کہ اُس نے تہذیب پر ہاتھ ڈالا۔"

"ممکن ہے کسی موقع پر تہذیب کے حوالے سے وہ تمھیں بلیک میل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو؟"

"اُس کی فطرت کے پیشِ نظر یہ بعید از قیاس بھی نہیں ہے لیکن حتی الامکان وہ یہی چاہے گا کہ تمھارے ذریعے ہی اُسے مطلوبہ معلومات حاصل ہو جائیں۔"

"تم نے ابھی کھانا تو نہیں کھایا ہوگا؟" سلویا نے پوچھا۔

"نہیں" میں نے جواب دیا۔ "اور فی الحال مجھے کھانے کی کوئی خاص خواہش بھی نہیں ہے۔ تم اپنے لیے منگوا لو۔"

"تھوڑا بہت تو تمھیں کھانا ہی پڑے گا۔" سلویا نے کہا اور فون پر روم سروس کو کھانے کا آرڈر پلیس کر دیا۔

"آج شام میں نے اولیو ہاورڈ کو شامی کونسلیٹ کے ایک ملازم سے ملتے دیکھا تھا۔ تمھیں اس بارے میں کچھ معلوم ہے؟"

"مجھے کاروباری باتوں سے اُلجھن ہوتی ہے۔" سلویا نے منہ بنا کر کہا۔ "اس لیے میں اُن میں زیادہ دلچسپی بھی نہیں لیتی۔"

"کاروباری باتیں!" میں نے حیرت سے کہا۔ "میں شامی کونسلیٹ کا تذکرہ کر رہا ہوں۔ اس میں کاروباری باتیں کہاں سے نازل ہو گئیں؟"

"اوہ! وہ وہاں کیا کرنے جا رہے ہیں؟" سلویا نے کہا۔ "یہاں تو تم نے اُن کا کاروبار تباہ کر دیا ہے۔"

"شام میں بھلا وہ کیا کاروبار کریں گے؟" میری حیرت میں اضافہ ہو گیا۔ "وہاں تو ویسے ہی کاروبار کے مواقع نہیں ہیں اور پھر اس مقصد کے لیے دیگر ممالک کم تو نہیں ہیں جہاں کاروبار کے بے حد مواقع ہیں؟"

"مجھے یہ سب نہیں معلوم۔" سلویا بے زاری سے بولی۔ "ممکن ہے کسی اور حکومت سے اُن کا معاہدہ نہ ہو سکا ہو۔"

"حکومت سے معاہدہ!" میری آنکھیں حیرت کی زیادتی سے پھیل گئیں۔ "گویا شام کی حکومت سے اُن کا معاہدہ بھی ہو چکا ہے۔"

"ہاں ہاں۔" سلویا نے بے اعتنائی سے کہا۔ "مگر تمھیں اتنی حیرت کیوں ہو رہی ہے۔ اس بات کو تو بہت عرصہ گزر چکا۔ کوئی نئی بات تو نہیں ہے۔"

"اوہ! مجھے بتاؤ سلویا! پلیز مجھے بتاؤ۔ یہ تو اچھا ہوا اولیو ہاورڈ کی وجہ سے یہ بات میرے علم میں آ گئی۔"

"لیکن میں تمھیں کیا بتاؤں۔ کہہ تو دیا مجھے کاروباری باتوں سے وحشت ہوتی ہے۔" سلویا جھنجلا گئی۔

"ضرور ہوتی ہوگی۔ میں اندازہ کر سکتا ہوں لیکن اس کاروباری معاہدے کے بارے میں تمھیں جتنا بھی معلوم ہے مجھے بتاؤ۔"

"پتا نہیں تم کس قسم کے آدمی ہو۔ اولیو ہاورڈ سے چھلانگ لگا کر کاروباری معاہدے کے پیچھے پڑ گئے۔"

کوئی جواب دینے سے قبل ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ دروازہ چونکہ اندر سے بند تھا اس لیے میں نے اُٹھ کر دروازہ کھولا۔ ویٹر کھانا لایا تھا۔ چند منٹ اسی میں گزر گئے۔ ویٹر کھانا میز پر چن کر چلا گیا تو میں دوبارہ سلویا کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ میری بے چینی بھانپ گئی اور مسکرا کر بولی۔

"کھانا تو شروع کرو۔ مجھے جو کچھ معلوم ہے بتا دوں گی مگر پہلے تم کھانا کھاؤ۔"

اب میرے لیے کھانا کھانا اور بھی مشکل ہو گیا تھا مگر اُس سے جلد از جلد معلومات حاصل کرنے کے لیے میں نے کچھ کہے بغیر کھانا شروع کر دیا۔ ہاروت رابیل اور اولیو ہاورڈ کے اشتراک سے شام میں کوئی کاروبار شروع کرنے کی خبر میرے لیے خاصی دھماکا خیز تھی۔ شام کی سرحد پر اسرائیلی فوجیں جمع تھیں اور یہ بات پوری دُنیا کے علم میں تھی کہ یہودی مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے باوجود شام کی حکومت نے ایک یہودی سے کیوں کر معاہدہ کر لیا اور اُسے اپنے ملک میں کوئی کاروبار کرنے کی اجازت کس طرح دی۔

میں نے محسوس کیا کہ سلویا بڑے غور سے مجھے دیکھ رہی ہے۔ میں نے نگاہ اُٹھا کر اُس کی طرف دیکھا تو اُس کے ہونٹوں پر شرارت آمیز مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

"کہاں کھو گئے تھے؟" اُس نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "جب تمھیں تہذیب کے بارے میں معلوم ہوا ہے کھوئے کھوئے سے دکھائی دینے لگے ہو۔"

"معاملہ بہت سنگین ہے سلویا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم مجھ سے واقف ہو پھر بھی ایسی باتیں کر رہی ہو۔"

"تمھیں یقیناً یہ غم ستانے لگا ہوگا کہ اس کاروبار کی آڑ میں عربوں کے خلاف کوئی سازش ہوگی۔"

"میں صیہونی فطرت سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ ان کے پاس سازشوں کے علاوہ اور کچھ نہیں رکھا۔"

"تو ہونے دو۔ تمھارا کیا بگڑتا ہے۔ ان سازشوں سے تمھاری اپنی ذات پر تو کوئی آنچ نہیں آ رہی۔"

"معاملہ اگر میری ذات کا ہوتا تو مجھے اتنی تشویش نہ ہوتی۔"

"ہاں معاملہ تو عربوں کا ہے جو خود کچھ نہیں کر سکتے۔ دوسروں پر تکیہ کیے بیٹھے رہتے ہیں۔" سلویا زہریلے لہجے میں بولی۔

میں نے زخمی نگاہوں سے سلویا کی طرف دیکھا تو وہ گڑبڑا گئی۔ "ٹھیک ہے یہ تمھارا ذاتی معاملہ ہے۔ مجھے کیا؟"

"معلوم نہیں کیوں تمھارے منہ سے یہ بات سن کر مجھے افسوس ہوا۔ کسی اور نے کہا ہوتا تو میں اُسے جواب بھی دیتا۔ تمھیں کیا کہوں۔"

"میں معافی چاہتی ہوں۔" سلویا نے سر جھکا کر کہا۔ "میرے کہنے کا وہ مقصد نہیں تھا جو تم نے سمجھا۔"

"اچھا اب کھانا تو کھاتی رہو۔" میں نے خوشگوار لہجے میں کہا تاکہ اُس کے تاسف میں کسی قدر کمی واقع ہو۔ "کھانے نے کیا قصور کیا ہے۔"

"مجھے اس معاہدے کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں معلوم۔" سلویا نے آہستہ آواز میں کہا۔ "بس اتنا معلوم ہے کہ انکل رابیل نے وہاں کوئی دواساز فیکٹری قائم کرنے کے لیے شامی حکومت سے معاہدہ کیا ہے۔"

"دواساز فیکٹری!" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "یہ تو بڑی انہونی بات ہے۔"

"معاہدہ ہوئے تو عرصہ ہوا۔ اب تو وہاں کام بھی شروع ہونے والا ہے۔ میں نے انکل رابیل اور اولیو ہاورڈ کو باتیں کرتے سنا تھا۔"

میں تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ ہاروت رابیل کی ایک عمر ہتھیاروں کے کاروبار میں گزری تھی۔ اب اس کا اچانک دواسازی کی طرف مائل ہو جانا تعجب خیز تھا۔ کاروبار تو خیر آدمی کوئی سا بھی کر سکتا ہے لیکن دواساز فیکٹری کا قیام اور وہ بھی شام جیسے ملک میں بڑی انہونی بات تھی۔ اس دواساز فیکٹری کے پس پشت کوئی سازش کارفرما تھی جس کا مجھے سراغ لگانا تھا۔ بات اگر وہاں سے شروع ہوتی جہاں میں نے ہاروت رابیل کا کاروبار تباہ کیا تھا تب بھی کوئی گنجائش نکل سکتی تھی مگر سلویا کے بیان سے معلوم ہوتا تھا کہ اُس سے بہت پہلے ہی ہاروت رابیل نے شام میں دواساز فیکٹری قائم کرنے کا نہ صرف فیصلہ کر لیا تھا بلکہ اس ضمن میں عملی اقدامات بھی کر ڈالے تھے۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ پہلے سے ہی کسی بڑے چکر میں تھا۔

"کیا ایسا بھی ممکن ہے کہ اولیو ہاورڈ یا ہاروت رابیل میں سے کوئی تم سے خود ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کرے؟" دفعتاً میں نے سلویا سے پوچھا۔

"نہیں۔" سلویا نے کہا۔ "طے یہ ہوا ہے کہ میں خود ہی رابطہ کروں تو کروں ورنہ مجھ سے کوئی رابطہ نہیں کرے گا۔ اور میں بھی اس وقت ٹرانسمیٹر استعمال کروں گی جب کوئی اہم اطلاع دینی ہوگی۔"

"ٹھیک ہے سلویا۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "اب میں جا رہا ہوں، دن میں کسی وقت آؤں گا۔"

"مجھے اس حال میں چھوڑ کر جا رہے ہو؟" سلویا نے کہا۔ "میرے پاس کسی قسم کا سامان تک نہیں ہے۔"

"رات تو یونہی گزار لو۔ کل دن میں بقیہ انتظامات کریں گے۔ اُس وقت تک ممکن ہے صورتِ حال کچھ واضح ہو جائے۔"

"نہیں، تم مجھے تنہا چھوڑ کر مت جاؤ۔ تنہائی میں مجھے یہاں وحشت ہوگی، ڈر لگے گا۔"

"ڈر کس بات سے لگے گا۔ یہاں کون تمھارا دشمن ہے اور پھر کسی کو یہ معلوم بھی تو نہیں ہے کہ تم کہاں ہو۔"

"ڈر لگنے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی وجہ بھی ہو؟" سلویا نے کہا۔ "بغیر کسی وجہ کے بھی تو آدمی خوفزدہ ہو سکتا ہے اور پھر بدلے ہوئے حالات کے تحت تو میرا خوفزدہ ہونا فطری ہے۔"

"یہ ایک بھرا پُرا ہوٹل ہے سلویا۔ کوئی ویرانہ نہیں ہے اور احتیاط کے طور پر تم دروازہ اندر سے بند رکھنا۔"

"کیا اس وقت تمھارا جانا بہت ضروری ہے؟ رات یہیں گزار لو، صبح چلے جانا۔"

"میں کوشش کرتا ہوں کہ میرے جائے بغیر کام ہو جائے۔" میں نے کہا اور فون کا ریسیور اُٹھا کر بُڈھے کے ہوٹل کے نمبر ڈائل کیے۔ بُڈھے نے میری آواز پہچان لی۔

"تم کہاں ہو چیف؟" بُڈھے نے کہا۔ اُس کی آواز سے بے چینی جھلک رہی تھی۔ "بڑی ہنگامہ خیز خبریں ملی ہیں۔"

"میں ہوٹل ڈریم لینڈ میں ہوں۔" میں نے اُسے کمرا نمبر بتلاتے ہوئے کہا۔ "فون پر بات کرنا مناسب نہیں رہے گا۔ تم خود ہی میرے پاس چلے آؤ۔"

"میں پندرہ منٹ میں تمھارے پاس پہنچ رہا ہوں۔ کیا پیٹر کو بھی ساتھ لے آؤں؟"

"وہ کہاں ہے؟"

"میرے کمرے میں ہی موجود ہے۔ ہم دونوں بڑی بے چینی

SAHIWAL

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے تمھارے منتظر تھے۔"

"ٹھیک ہے۔ اُسے بھی لے آؤ، کوئی حرج نہیں ہے۔"

فون بند کر کے میں سلویا کی طرف مڑا۔ "میں نے اپنے ساتھیوں کو یہیں طلب کر لیا ہے۔ اب شاید مجھے جانے کی ضرورت نہ پڑے۔"

"یہ اطلاع میرے لیے بہت خوش آئند ہے۔" سلویا مسکرا کر بولی۔ "اور اب میں خاصا سکون محسوس کر رہی ہوں۔"

"تم نے یہ سوچا ہے کہ اس طرح کب تک کام چل سکے گا؟" میں نے تشویش سے کہا۔ "اس وقت تو میں نے کام چلا لیا ہے لیکن جلد یا بدیر مجھے باہر جانا ہی پڑے گا۔"

"شاید انکل رابیل کے خلاف کام کر کے میں اپنے ضمیر پر بوجھ محسوس کر رہی ہوں اور ضمیر کی یہ خلش مجھے خوف زدہ کر رہی ہے۔" سلویا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"تمھیں کسی قسم کی خلش محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ تم کسی فرد کے خلاف کام نہیں کر رہی ہو۔ تم برائی کے خلاف نبرد آزما ہو۔ تمھارے ضمیر کو تو مطمئن ہونا چاہیے۔"

"مجھ پر اُن کے بہت احسانات ہیں۔ میری پرورش، تربیت اور تعلیم انھی کی مرہونِ منت ہے۔ آج میں جو کچھ بھی ہوں انھی کی بدولت ہوں۔ دُنیا کے لیے وہ لاکھ بُرے سہی مگر میرے ساتھ تو انھوں نے کبھی کوئی برائی نہیں کی۔ میں تو اُن کے احسانات کے بوجھ تلے دبی ہوئی ہوں۔ اب میں سوچ رہی ہوں کہ کیا تمھارے ساتھ مل کر میں احسان فراموشی کی مرتکب تو نہیں ہو رہی؟" سلویا بہت مضمحل نظر آ رہی تھی اور اُس کا لہجہ بُجھا بُجھا سا تھا۔

میں سلویا کے نزدیک جا کر بیٹھ گیا اور اُس کے شانے پر ہولے سے تھپکی دے کر بولا۔ "مت بھولو کہ تم ایک ڈاکٹر ہو اور لوگوں کی زندگیاں بچانا تمھارا فرض ہے۔"

"یہی ایک خیال تو مجھے سہارا دیے ہوئے ہے ورنہ میں ڈگمگا جاتی۔ تمھیں کیا معلوم میں کس کشمکش میں گرفتار ہوں۔ ثابت قدم رہنے کے لیے مجھے کتنی جدوجہد کرنا پڑ رہی ہے۔"

"ایک بات یاد رکھنا سلویا! میں تم پر کسی بھی قسم کا جبر نہیں کروں گا۔ تم اپنے ہر عمل کے لیے آزاد ہو۔ اگر تم واپس جانا چاہو گی تو میں تمھیں روکوں گا نہیں۔"

"مجھ سے ایسی باتیں مت کرو۔" اُس نے اپنا سر میرے شانے پر ٹکا دیا۔ "ایسی کوئی بھی بات مت کرو جو مجھے کمزور کرے۔ مجھے حوصلے کی ضرورت ہے اور یہ حوصلہ تم مجھے عطا کرو گے۔"

وہ میرے شانے پر سر رکھے سسکیاں لے رہی تھی۔ اُس کا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا اور میں دل ہی دل میں اُس کے حوصلے کی تعریف کر رہا تھا۔ جس کشمکش میں وہ مبتلا تھی یقیناً شروع ہی سے اس میں مبتلا رہی ہوگی مگر اُس نے جتنے اعتماد سے سب کچھ کیا تھا اس کی وجہ سے مجھے ایک لمحے کے لیے بھی اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ تذبذب نامی کسی کیفیت کا بھی شکار ہو سکتی ہے۔ میں تو حقیقتاً یہی سمجھ رہا تھا کہ وہ اُن لوگوں سے بُری طرح بدظن ہو چکی ہے۔ اُس کے باطن میں ہونے والی جدوجہد سے میں بے خبر تھا اور بے خبر رہتا اگر اُس کی قوتِ برداشت یوں اچانک جواب نہ دے جاتی۔

میں اُسے ہولے ہولے تھپکیاں دیتا رہا۔ اُس کے بالوں میں اپنی انگلیوں سے کنگھی کرتا رہا اور پھر میں نے اس کی پیشانی چوم لی۔ "تم بہت عظیم ہو سلویا!" میں نے سرگوشی میں کہا۔ "نیک نیتی سے تم جو عزم لے کر نکلی ہو اُسے پایۂ تکمیل تک پہنچانا تمھاری ذمے داری ہے۔ جب آپریشن ضروری ہو جائے تو ڈاکٹر کو جھجکنا نہیں چاہیے۔ ڈاکٹر اگر جھجک جائے تو مرض قابو سے باہر بھی ہو سکتا ہے۔"

"مجھ سے ایسی ہی باتیں کرتے رہو علی یار خان۔" سلویا آنکھیں بند کیے کیے رُک رُک کر بولی۔ "تمھاری زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ مجھے مضبوط کر رہا ہے۔"

"آنکھیں کھولو سلویا! تلخ حقائق کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراؤ۔ شترمرغ کی طرح ریت میں مُنھ چھپانے سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔"

سلویا مجھ سے علیحدہ ہو گئی۔ "جو تلخ گھونٹ میں نے لیا ہے اُسے حلق سے اُتارنا ہی پڑے گا۔"

"تلخ گھونٹ اگر تم حقیقت کو کہہ رہی ہو تب تو ٹھیک ہے لیکن اگر تم ایک صحیح اقدام کو تلخ گھونٹ سے تشبیہ دے رہی ہو تو مجھے اعتراض ہے۔"

"میں اپنے ساتھ شاید تمھیں بھی پریشان کر رہی ہوں اور شاید تم پر میرا اتنا حق ہے بھی نہیں۔"

"تم خود پریشان ہو اور نہ مجھے پریشان کر رہی ہو۔ یہ وقتی جذباتی کیفیت ہے جو گزر جائے گی اور جو کچھ تم کرو گی اُس پر تمام عمر فخر کرو گی۔"

"تمھارے ساتھی آنے والے ہوں گے۔ اُن کے آنے سے قبل ہی مجھے اپنا حلیہ تبدیل کر لینا چاہیے۔" سلویا نے کہا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

سلویا کے باتھ روم سے برآمد ہونے سے قبل ہی دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا۔ توقع کے مطابق دروازے پر بُڈ اور پیٹر ہی تھے۔ میں نے انھیں اندر بُلا لیا۔

"تم اُس لڑکی سے ملنے ایسے آئے کہ ہم لوگوں کو بھی بھول گئے۔" بُڈ نے شکایتی لہجے میں کہا۔ اُسی وقت سلویا باتھ روم سے برآمد ہوئی اور بُڈ کی نگاہیں اُس پر جم گئیں۔ سلویا نے اُسے ہیلو بھی کہا مگر بُڈ کے مُنھ سے کوئی آواز نہیں نکلی۔ وہ مُنھ پھاڑے سلویا کو گھورے جا رہا تھا جبکہ پیٹر نے اُسے جواب میں ہیلو کہا تھا۔

"تم شاید مجھ سے کچھ کہہ رہے تھے بُڈ؟" بالآخر مجھے دخل اندازی کرنی پڑی۔ میں نے اُسے انتہائی سخت لہجے میں مخاطب کیا تھا۔

"ہم پر مصیبتیں نازل ہو رہی ہیں اور تم یہاں مزے کر رہے ہو۔" بُڈ نے جیسے اپنی محویت سے چونک کر بے ساختہ کہا۔

"اس سے کسی ڈھنگ کی بات کی توقع کرنا فضول ہے۔" میں نے غصیلے لہجے میں پیٹر سے کہا۔ "تم بتاؤ کیا بات ہے؟"

پیٹر نے ایک اچٹتی ہوئی نظر سلویا پر ڈالی جو ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی اپنا میک اپ درست کر رہی تھی۔ پیٹر کے انداز میں قدرے ہچکچاہٹ محسوس کر کے میں نے کہا۔

"تمھیں جو کچھ بھی کہنا ہے بلا خوف و خطر کہو۔ سلویا کا تعلق ہاروے رابیل سے تھا مگر اب یہ ہمارے ساتھ مل گئی ہے۔"

"اولیو ہاورڈ کے آدمیوں نے اُس بنگلے پر چھاپا مارا تھا جہاں تم اور بگی ٹھہرے ہوئے تھے۔" پیٹر نے کہا۔

"اوہ! یہ کس وقت کی بات ہے؟"

"یہ ٹھیک اُس وقت کی بات ہے جب تم سلویا کے ساتھ کلب سے فرار ہوئے تھے۔ وہ زبردستی بنگلے میں گھس گئے اور انھوں نے وہاں توڑ پھوڑ کرنے کے علاوہ میرے آدمیوں پر تشدد بھی کیا۔ انھیں بگی ہاورڈ کی تلاش تھی اور وہ اسی سلسلے میں پوچھ گچھ کر رہے تھے۔"

"پھر تمھارے آدمیوں نے انھیں کیا جواب دیا؟" میں نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"انھوں نے لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے یہ کہا کہ تم دونوں وہاں سے کل رات گئے تھے اور ابھی تک ایک کی بھی واپسی نہیں ہوئی ہے۔"

میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ اس اسٹیج پر اولیو ہاورڈ تک بگی کی موت کی خبر پہنچے۔ "تمھارے آدمی خاصے عقلمند ہیں۔" میں نے کہا۔

"وہ اسی بات کی روٹی کھاتے ہیں۔ انھیں بڑی بڑی تنخواہیں یوں ہی ادا نہیں کی جاتیں۔"

"پھر اس کے بعد کیا ہوا؟" میں نے پوچھا۔

"اولیو ہاورڈ کے آدمیوں نے پورے بنگلے کی تلاشی لی اور پھر دھمکیاں دیتے ہوئے رخصت ہو گئے۔"

"اُن کی دھمکیوں کی پروا مت کرو اور بنگلے سے اپنے سب آدمی ہٹا دو۔"

"بات یہیں ختم نہیں ہو گئی مسٹر ایلن گراہم۔" پیٹر نے کہا اور اُس کے مُنھ سے میرے لیے یہ نام سُن کر سلویا نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ میں نے اسے محسوس کیا مگر میں نے اپنی توجہ پیٹر پر ہی مرکوز رکھی جو سلویا کے چونکنے سے بے خبر اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھا۔ "اس کے تھوڑی ہی دیر بعد نائٹ کلب سے میرے ہم شکل کو اغوا کر لیا گیا۔"

"کیا؟" میں نے چونک کر کہا۔ "یعنی اپنی دانست میں انھوں نے تمھیں اغوا کر لیا؟"

"میرے لیے یہ بڑے شرم کی بات ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "آخر میری اپنی بھی کوئی ساکھ ہے۔"

"مجھے توقع نہیں تھی کہ اولیو ہاورڈ اتنی تیزی سے حرکت میں آئے گا تاہم یہ اُس کی حد سے بڑھی ہوئی بوکھلاہٹ کا نتیجہ ہے۔"

"معلوم بھی تو ہو کہ وہ کس بات پر اتنا بوکھلایا ہوا ہے۔ آج اُس نے یہ کیا ہے کل اس سے بڑھ کر بھی کچھ کر سکتا ہے۔"

"نہیں، اب یہ امکان نہیں ہے۔" میں نے کہا اور اُسے سلویا سے ملاقات کے بعد سے پیش آنے والے واقعات بتا دیے۔

بُڈ حیرت سے آنکھیں پھاڑے مجھے گھور رہا تھا۔ "معاف کرنا چیف! یہ اولیو ہاورڈ تو بہت گاؤدی آدمی ہے۔ کس قدر احمقانہ منصوبہ بنایا ہے۔"

"خیر یہ تو مت کہو۔" میں نے کہا۔ "منصوبہ تو اُس نے بڑی ذہانت سے مرتب کیا تھا بس حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی اُسے لے ڈوبی۔ اُس نے ایک ہی پہلو نظر انداز کیا تھا اور وہیں چوٹ کھا گیا۔ اسے تم اُس کی بے وقوفی سے زیادہ اُس کی بدقسمتی بھی کہہ سکتے ہو۔"

"اگر اُس کے خلاف اب بھی کچھ نہ کیا گیا تو اُس کے حوصلے بڑھتے ہی چلے جائیں گے۔" پیٹر نے کہا۔

"اولیو ہاورڈ نے جلد بازی میں جو اقدامات کیے ہیں اُسے جلد ہی اُن کے غلط ہونے کا اندازہ ہو جائے گا۔ میرے خیال میں اب وہ مزید حماقتیں نہیں کرے گا۔"

"اُس کے خلاف ہم نے جو منصوبہ بنایا تھا اُس پر کب عمل کرو گے؟" پیٹر نے پوچھا۔

"اب وہ منصوبہ قابلِ عمل نہیں رہا۔ اُس سے نمٹنے کے لیے کوئی اور تدبیر سوچنی پڑے گی۔"

"تو گویا اب تک ہم نے جتنی محنت کی تھی وہ سب رائیگاں ثابت ہوئی۔" پیٹر نے کہا۔ اُس کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"ممکن ہے اولیو ہاورڈ امریکا سے نکل جائے۔ اگر ایسا ہوا تو وہ شام کا ہی رُخ کرے گا اور ہمیں بھی اُس کے تعاقب میں شام روانہ ہونا پڑے گا۔ جبکہ میرے پاس کاغذات تک نہیں ہیں۔"

"سوال یہ ہے کہ وہ یہاں سے بچ کر نکلے ہی کیوں؟" پیٹر بولا۔ "اُسے یہیں کیوں نہ ختم کر دیا جائے؟"

"ہم اسی بات کے لیے کوشاں ہیں پیٹر! اور فرض کرو ہم کامیاب ہو گئے تب بھی مجھے تو امریکا سے نکلنا ہی ہوگا۔ کیا اس کام میں تم میری مدد نہیں کرو گے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تمہارے ساتھ مشکل یہ ہے کہ تم میک اپ تبدیل کرتے رہتے ہو۔ بہرحال جس میک اپ میں یہاں سے نکلنا چاہو اُس کی تصویریں فراہم کر دینا، میں کوشش کروں گا کہ ایک ہفتے تک تمھیں کاغذات تیار ہو کر مل جائیں۔"

"وہ شام والا کیا معاملہ ہے چیف؟" بڈ نے پوچھا۔

"شام جیسے ملک میں کسی صنعت کا لگانا انتہائی احمقانہ بات ہے۔ اور پھر ہاروت رابیل جیسے بڑے کاروباری شخص سے اس قسم کی حماقت کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ درپردہ کوئی سازش کر رہا ہے۔ سازش بھی یقیناً بڑی ہوگی ورنہ وہ اتنا پیسہ ضائع نہ کرتا۔"

"تم نے اس سلسلے میں کیا قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا ہے؟"

"سب سے پہلے تو ہمیں مکمل معلومات حاصل کرنی ہوں گی۔ سلویا کی معلومات چونکہ بہت سرسری ہیں لہٰذا میں نے سوچا ہے کہ شام کے قونصل جنرل سے مل کر ہی بات بن سکتی ہے۔"

"اتنے لمبے بکھیڑے میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟" پیٹر سے رہا نہیں گیا اور وہ درمیان میں بول پڑا۔ "اولیو ہاورڈ کے ساتھ اُس کا بھی صفایا ہو جائے گا تو وہ کچھ بھی نہیں کر سکے گا۔"

میں اُسے کیا بتاتا کہ میں دراصل کون ہوں اور اتنے لمبے بکھیڑے میں کیوں پڑ رہا ہوں۔ وہ ابھی تک میری اصل شخصیت سے ناواقف تھا اور اُس کا ناواقف رہنا ہی بہتر تھا۔

"میں اُسے کاروباری طور پر مفلوج کر دینا چاہتا ہوں مسٹر پیٹر! اُس نے میرے ساتھ کاروباری بددیانتی کی تھی اور میں اُسے سزا دیے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔"

"لیکن شام کے قونصل جنرل سے تم کس حیثیت میں ملو گے اور وہ تمھیں معلومات کیونکر فراہم کر دے گا؟"

"میرے پاس ایسے گُر موجود ہیں کہ میں اُس سے بآسانی اپنے مطلب کی معلومات حاصل کر سکوں گا۔"

"اگر تم حکم کرو چیف تو تمھارا یہ خادم اس سلسلے میں کوئی کوشش کرے؟" بڈ نے کہا۔

"نہیں بڈ! معاملے کی نوعیت ایسی ہے کہ مجھے خود ہی اسے دیکھنا پڑے گا۔ کل صبح ہی میں اُس سے مل کر دیکھوں گا، ممکن ہے کام بن ہی جائے۔"

"اور میڈم کی رہائی کے لیے تم نے کیا سوچا ہے؟"

"اُس کے لیے بھی کچھ سوچوں گا لیکن پہلے ہاروت رابیل والا معاملہ نمٹا لوں۔ یہ زیادہ اہم ہے۔"

"رات تم یہیں گزارو گے چیف؟" بڈ نے بظاہر سرسری انداز میں کہا مگر اُس کے لہجے میں چھپی ہوئی معنویت مجھ سے پوشیدہ نہ رہ سکی۔

"ہاں۔" میں نے اُس کے لہجے کا نوٹس لیے بغیر سنجیدگی سے کہا۔ "رات میں یہیں گزاروں گا اور صبح تم میری جگہ لینے یہاں آ جاؤ گے۔ میرے ذہن میں دو تین منصوبے ہیں۔ میں اُن پر غور کر لوں اور مجھے اُمید ہے کہ صبح تک میں کسی نتیجے پر پہنچ جاؤں گا پھر میں تمھیں بتاؤں گا کہ کیا کرنا ہے۔ تمھارے آدمی عمارت کی نگرانی تو کر رہے ہوں گے؟"

"نگرانی تو ہو رہی ہے چیف! مگر ایسی نگرانی سے کیا فائدہ کہ ہم کسی کا تعاقب بھی نہیں کر سکتے۔"

"یہ فائدہ کیا کم ہے کہ ہم اُس عمارت میں تہذیب کی موجودگی کے بارے میں پُریقین ہیں۔"

کچھ دیر بعد پیٹر اور بڈ چلے گئے۔ سلویا اب نارمل نظر آ رہی تھی اور اُس کیفیت سے نکل آئی تھی جس میں وہ کچھ دیر قبل اچانک ہی گرفتار ہو گئی تھی۔

"اب تم سو جاؤ سلویا! تمھیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"مجھ سے ہمدردی کر رہے ہو؟" سلویا مسکرائی۔ "نہیں، مجھے نیند نہیں آ رہی۔ کھانے کے بعد کافی پینے کی عادی ہوں جو آج رہ گئی۔"

میں نے اُس سے کچھ کہے بغیر فون پر دو کافی لانے کو کہا اور پھر اُس سے بولا۔ "ہاروت رابیل تمھارا سرپرست ہے۔ اگر تم کہو تو میں اُسے رعایت دینے کو تیار ہوں۔"

"میں اپنے سرپرست کو بہت عظیم روپ میں دیکھنے کی خواہش مند تھی مگر افسوس میری یہ خواہش عملی جامہ نہیں پہن سکتی۔ بددیانتی کرنا اُس کے نزدیک کوئی جرم ہی نہیں ہے۔ آدمی کسی کام کو بُرا سمجھے تبھی تو اُس کی اصلاح کی توقع کی جا سکتی ہے لیکن جو شخص اس قسم کی غیر اخلاقی حرکتوں کو آرٹ کا درجہ دیتا ہو اُس کے سدھرنے کی توقع رکھنا عبث ہے۔ تم اُن کے ساتھ جو چاہو سلوک کرو۔ میری وجہ سے اُن سے کوئی رعایت مت برتنا۔"

کافی آ گئی اور سلویا نے دو پیالیوں میں کافی بنا کر ایک پیالی میری طرف بڑھا دی۔ "معلوم نہیں کیسے اُس وقت میں جذبات کے ریلے میں بہہ گئی تھی۔ میری اُس جذباتی کیفیت کی وجہ سے تمھیں جس ذہنی کوفت سے گزرنا پڑا اُس کے لیے میں تم سے بے حد شرمندہ ہوں۔"

سلویا نے کوشش کی تھی کہ اُس کی آواز سے کسی جذبے کا اظہار نہ ہونے پائے لیکن میں صاف دیکھ رہا تھا کہ وہ اب بھی مغموم ہے۔ میں اُس کے لیے متاسف تھا مگر اُس کے لیے کچھ کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔ اُس کے مسئلے کا حل دُنیا کے کسی بھی شخص کے پاس نہیں تھا۔

"تم نے ایک بُرائی کو ختم کرنے کے لیے بہت بڑی قربانی دی ہے سلویا! اور ہر وہ شخص جس میں اچھائی کا تھوڑا سا بھی جذبہ موجود ہو میرا دوست ہے۔ تم تو اس میدان میں بہت آگے بڑھ گئیں۔ یقین کرو مجھے تم پر رشک آتا ہے۔ مستقبل میں اگر کہیں میں نے تمھارا ذکر کیا تو اس فخر کے ساتھ کروں گا کہ مجھے تمھاری دوستی کا اعزاز حاصل تھا۔"

"تم میرا دل رکھنے کے لیے یہ باتیں کر رہے ہو۔" سلویا پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔ "ورنہ تم نے تو خود اپنی زندگی ایک مقصد کے لیے وقف کر رکھی ہے۔"

"ہم دونوں میں یہی تو فرق ہے۔ میں نے اپنے جذبات کے مطابق فیصلہ کیا تھا اور تم نے ایک بُرائی کو ختم کرنے کے لیے اپنے جذبات کی قربانی دی ہے۔ اس اعتبار سے تمھیں مجھ پر سبقت حاصل ہے۔"

سلویا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "کچھ دن تمھارے ساتھ رہنے کا موقع ملا تو میں گفتگو کرنے کا فن بھی سیکھ جاؤں گی۔"

"میرا خیال ہے میں نے ایک درست بات کہی ہے۔" میں سنجیدگی سے بولا۔ "میں نے کسی غلط بات کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش تو نہیں کی۔"

"تم نے اپنے زورِ بیان سے ایک چھوٹی سی بات کو بہت بڑا کر دیا۔ ورنہ کہاں ایک چھوٹا سا فیصلہ اور کہاں پوری زندگی ایک ہی مقصد کے لیے وقف کر دینا۔ دونوں میں بھلا کیا مقابلہ۔"

"نہ مانو تو تمھاری مرضی۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"ارے ہاں۔" دفعتاً سلویا نے چونک کر کہا۔ "وہ شخص جس کا نام پیٹر ہے تمھیں مائن گراہم کے نام سے مخاطب کر رہا تھا۔ یہ کیا چکر ہے؟"

"چکر وکر کچھ نہیں ہے۔ بس میں نے اُس پر اپنی اصل شخصیت ظاہر نہیں کی ہے۔"

"کیوں۔ وہ تو تمھارا ساتھی ہے۔ کیا تم اُسے قابلِ اعتماد نہیں سمجھتے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ میں اُسے قابلِ اعتماد نہ سمجھوں۔ دراصل میں نہیں چاہتا کہ میری شخصیت زیادہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ وہ اولیو ہاورڈ کی دشمنی میں مجھ سے مل گیا ہے۔ اُس کا کام ہو جائے گا تو پھر ہم دونوں کے درمیان کوئی واسطہ بھی نہیں رہے گا۔ اُس کی صحت پر اِس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اُس کے لیے تو بس میں ایک ایسا ہتھیار ہوں جس سے وہ اپنے دشمنوں پر کاری ضرب لگا سکتا ہے۔ میں اور اولیو ہاورڈ آپس میں ٹکرائیں گے تو دونوں میں سے ایک کا نقصان ضرور ہوگا۔ اگر نقصان اولیو ہاورڈ کا ہوا تو پیٹر کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہے گا لیکن اگر مجھے نقصان پہنچ گیا یا میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا تو پیٹر کو صرف اس بات کا دُکھ ہوگا کہ اولیو ہاورڈ کو کوئی نقصان کیوں نہ پہنچ سکا۔ میرے نقصان کا اُسے یا تو کوئی افسوس نہیں ہوگا یا اگر ہوا بھی تو ذرا دیر کے لیے ہوگا اور اس کے بعد پھر وہ کسی ایسے آدمی کی تلاش شروع کر دے گا جو اولیو ہاورڈ کے خلاف اُس کا ساتھ دے سکے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ مجھے اُس پر اپنی شخصیت ظاہر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے۔" سلویا نے کہا۔ "لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کسی موقع پر وہ تمھاری اصل شخصیت سے آگاہ ہو جائے۔"

"میری کوشش ہے کہ وہ میری اصل شخصیت سے بے خبر ہی رہے لیکن اگر حادثاتی طور پر وہ میرے بارے میں جان لیتا ہے تو مجھے اس کی بھی زیادہ پروا نہیں ہوگی۔"

"خیر ہوگا۔" سلویا بولی۔ "تم نے بڈ سے کہا تھا کہ تمھارے ذہن میں دو تین منصوبے ہیں جن پر غور کرنے کے بعد تم کوئی حتمی فیصلہ کرو گے۔"

"ہاں، میں نے کہا تھا۔ دراصل مجھے خود بھی نہیں معلوم کہ میں کیا کرنے والا ہوں مگر مجھے کچھ معلومات کی ضرورت ہے۔"

"مجھے بہت سی باتیں معلوم ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ باتوں سے میں لاعلم ہوں۔ تمھیں جو بھی پوچھنا ہو پوچھ لو۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ تمھارے کام کی بات کون سی ہوگی۔"

"اور میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا کہ تم سے کیا پوچھوں جو میرے کام آ سکے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن تم یہ تو بتا ہی سکو گی کہ کیا اُس عمارت میں داخل ہونا ممکن ہے جہاں مجھے قید رکھا گیا تھا؟"

"میرے خیال میں اولیو ہاورڈ کی مرضی کے خلاف یہ ممکن نہیں ہے۔ پہلے کی بات اور تھی مگر آج کل وہاں سخت پہرہ ہے اور کشت و خون کیے بغیر داخل نہیں ہوا جا سکتا۔"

"میرا اندازہ بھی یہی تھا۔" میں نے سر ہلا کر کہا۔ "خیر تم یہ بتاؤ کہ اگر عمارت میں اولیو ہاورڈ موجود نہ ہو تو وہاں کا کرتا دھرتا کون ہوتا ہے، کون ذمے دار ہوتا ہے؟"

"اُس کا نام البرٹ ہے۔ پہلے وہ نیویارک کا نامی گرامی غنڈہ تھا پھر انکل رابیل نے اُس کی خدمات حاصل کر لیں۔ میرا خیال ہے اُنھوں نے اُسے تربیت بھی دلوائی ہے۔"

"گویا اب وہ ایک تربیت یافتہ بدمعاش ہے۔"

"انتہائی خطرناک آدمی ہے۔ ہاروت رابیل کے وہ تمام آدمی جو اس عمارت میں ہوتے ہیں اُن کا چارج اُس کے پاس ہوتا ہے۔"

"اُس کا دائرۂ کار عمارت کے اندر تک ہی محدود ہے یا وہ باہر کے کاموں میں بھی حصہ لیتا ہے؟"

"اولیو ہاورڈ کے آنے کے بعد سے تو اُسے باہر کے کام بھی نمٹانے پڑ رہے ہیں۔ پیٹر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا کام اولیو ہاورڈ نے اُسی کے سپرد کیا تھا۔"

"او ہو! تو کیا پیٹر کی نگرانی کرنے والوں میں البرٹ بھی شامل تھا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے پوچھا۔

"نہیں، وہ خود تو نگرانی نہیں کر رہا تھا مگر میرا خیال ہے اُسے اغوا کرنے کا کام اُسی کی نگرانی میں ہوا ہوگا۔"

"اولیو ہاورڈ اس وقت حماقتیں کرنے پر اُتر آیا ہے۔ پیٹر کے ہم شکل کو اغوا کرا کے اُس نے ایک غیر دانشمندانہ حرکت کی ہے اور اب تک اُسے یقینی طور پر معلوم ہو چکا ہوگا کہ جس شخص کو اُس نے اغوا کرایا ہے وہ اُس کا مطلوبہ شخص نہیں ہے۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کیا یہ معلوم کرنے کے بعد اولیو ہاورڈ مزید حماقتوں کا ارتکاب نہیں کرے گا۔"

"مجھے کیا معلوم۔" سلویا نے کندھے اُچکائے۔ "تم اُس کے پُرانے حریف ہو۔ تم ہی بہتر جان سکتے ہو کہ کن حالات میں وہ کیا کر سکتا ہے۔"

"بچی کی گمشدگی نے اُسے پاگل کر رکھا ہوگا۔ اُس کی دانست میں اُس کی حماقت سے بچی کی اصلیت میرے علم میں آ چکی ہے۔ اب اپنی بیٹی کی جان بچانے کے لیے وہ ہر حربہ آزمائے گا۔"

"پیٹر تو ایک غیر متعلق شخص ہے۔ اس کو اغوا کرانے سے اولیو ہاورڈ کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟"

"غیر متعلق شخص کیسے ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "تم اُس شخص کو غیر متعلق کہہ رہی ہو جو اولیو ہاورڈ کی جان کے درپے ہے اور اولیو ہاورڈ اس بات سے واقف بھی ہے۔"

"بچی والے معاملے سے تو اُس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ اُسے اغوا کرا کے اولیو ہاورڈ اپنی جان تو بچا سکتا ہے مگر اس سے اُس کی بیٹی کو کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"پیٹر کے ذریعے وہ مجھ تک پہنچنا چاہ رہا ہوگا لیکن اب اُس کی یہ امید دم توڑ گئی ہوگی۔ سوال یہ ہے کہ اب وہ کیا کرے گا؟"

"اس وقت وہ پیٹر کے ہم شکل پر پیٹر کا پتا جاننے کے لیے تشدد کر رہا ہوگا۔" سلویا نے کہا۔ "کیونکہ تم تک صرف پیٹر کے ذریعے پہنچا جا سکتا ہے۔"

"اُس پر تشدد سے اُسے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ وہ بے چارہ اس بات سے لاعلم ہے کہ پیٹر کہاں مقیم ہے۔"

"اگر اُسے یقین ہو گیا کہ جس آدمی کو اُس نے اغوا کرایا ہے اُسے کچھ معلوم نہیں ہے تو پھر کسی اور ذریعے سے پیٹر تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "بالکل سامنے کی بات ہے۔ پہلے ہی میرے ذہن میں آ جانی چاہیے تھی۔" میں فون کی طرف جھپٹا مگر میرے ریسیور اُٹھانے سے قبل ہی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ میں نے ریسیور اُٹھا لیا۔ دوسری طرف پیٹر تھا اور خاصے غصے میں معلوم ہو رہا تھا۔

"جن لوگوں نے میرے ہم شکل کو اغوا کیا تھا وہ پھر کلب میں نظر آ رہے ہیں۔ ابھی جیکسن کا فون آیا تھا۔ میرے آدمی بہت بپھرے ہوئے ہیں اور وہ اُن لوگوں کے خلاف کچھ کرنے کے لیے سخت بے چین ہیں۔ جیکسن کا کہنا ہے کہ انھیں قابو میں رکھنا اُس کے لیے مشکل ہو رہا ہے۔ مجھے بتاؤ، میں اُسے کیا جواب دوں؟"

"اُس سے کہو اپنے آدمیوں کو قابو میں رکھے۔" میں نے تیز لہجے میں کہا۔ "اس اسٹیج پر اگر کھیل بگڑ گیا تو میں بھی اسے نہیں سنبھال سکوں گا۔"

"اگر اُنھوں نے پھر کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو میرے آدمی خاموش تماشائی نہیں بنے رہ سکیں گے۔ ہر بات کی کوئی حد ہوتی ہے مسٹر ایلن! تم خود تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہو اور مجھے بھی کچھ نہیں کرنے دے رہے۔ معاملہ برداشت سے باہر ہو چکا ہے۔"

"میں تمھیں فون کرنے ہی والا تھا کہ تمھارا فون آ گیا۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "تم جیکسن کو کوئی جواب دیے بغیر فوراً کلب کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ میں بھی اُدھر ہی آ رہا ہوں۔ میں تمھاری اس بات سے متفق ہوں کہ اُن لوگوں کو اب مزید ڈھیل نہیں دی جا سکتی۔"

فون بند کر کے میں سلویا کی طرف مڑا۔ "رات کے بارہ بج چکے ہیں۔" میں نے اُس سے کہا۔ "کلب کی رونقیں اس وقت شباب پر ہوں گی۔ شاید تمھیں نیند آ رہی ہو مگر مجھے افسوس ہے کہ تم سو نہیں سکو گی۔ تمھیں اس وقت میرے ساتھ کلب چلنا ہے اور البرٹ کی نشاندہی کرنی ہے۔ کیا تم چلنے کے لیے تیار ہو؟"

"مجھے نیند نہیں آ رہی۔" سلویا نے کہا۔ "اگر آ رہی ہوتی تب بھی میں یہاں تنہا رہنے پر تمھارے ساتھ چلنے کو ترجیح دیتی۔ چلو میں تیار ہوں۔"

سلویا اپنا پرس اُٹھا کر کھڑی ہو گئی۔

ہم دونوں بڑی عجلت میں ہوٹل سے باہر نکلے۔ سلویا کی کار کی ڈرائیونگ سیٹ میں نے سنبھال لی تھی۔ سڑکوں پر رش نہیں تھا اس لیے تیز رفتاری سے کار ڈرائیونگ کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہو رہی تھی۔

"تم بہت زیادہ عجلت میں ہو۔" سلویا نے کہا۔ "اور تمھارے ارادے بھی مجھے نیک نظر نہیں آ رہے۔"

"اولیو ہاورڈ کو جواب دینا بہت ضروری ہے سلویا! پیٹر میرے ساتھ کام کر رہا ہے اور اس وقت اُس کی حیثیت میرے ساتھی کی سی ہے۔ میں اولیو ہاورڈ کو اس بات کی اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ جو چاہے من مانی کرتا رہے اور میں خاموش بیٹھا رہوں۔ اس شخص کو اینٹ کا جواب پتھر سے دینا بہت ضروری ہے۔"

"تم نے مجھے بتایا نہیں کہ پیٹر نے فون پر تمھیں کیا اطلاع دی ہے جسے سن کر تم اتنی تیزی سے حرکت میں آ گئے ہو۔"

"جن لوگوں نے اُس کے ہم شکل کو اغوا کیا تھا وہ پھر کلب

میں دکھائی دے رہے ہیں۔ پیٹر خود بھی کوئی شریف آدمی نہیں ہے اور اُس کے آدمیوں کا بھی یہی حال ہے۔ اُس کے آدمی قابو سے باہر ہو رہے ہیں۔ وہ اُن لوگوں کے خلاف کچھ کرنا چاہتے ہیں۔ اُن کا یہ رویّہ فطری بھی ہے۔ بہرحال میں نے انھیں کچھ کرنے سے روک دیا ہے۔"

"انھیں روک دیا ہے تو خود وہاں کیا کرنے جا رہے ہو؟"

"اولیو ہاورڈ کو اُس کے انداز میں جواب دینا ضروری ہے۔ پیٹر کے آدمی اگر اُن لوگوں سے اُلجھے تو خواہ مخواہ کشت و خون ہوگا۔ ممکن ہے پولیس بھی اس طرف متوجہ ہو جائے جبکہ میں یہ نہیں چاہتا۔"

"اس وقت اُن لوگوں کی وہاں آمد کا مقصد کیا ہے؟" سلویا نے پوچھا۔

"تم ہی نے تو اس امکان کی طرف اشارہ کیا تھا کہ اب وہ میرا سراغ لگانے کے لیے پیٹر تک پہنچنے کی کوشش کرے گا۔"

"کلب میں ایسا کون ہے جس کے بارے میں یہ کہا جا سکے کہ وہ پیٹر کی موجودہ قیام گاہ سے واقف ہوگا؟"

"پیٹر کا پارٹنر سیلوقام جیکسن۔" میں نے جواب دیا۔ "صرف اُس کو پیٹر کے بارے میں علم ہے اور مجھے یقین ہے کہ اب وہ جیکسن کو اغوا کرنے کی کوشش کریں گے۔"

کلب کے احاطے میں سناٹا چھایا ہوا تھا اور پارکنگ ایریا میں اچھی خاصی تاریکی بھی مسلط تھی۔ کار پارک کرتے ہوئے ہیڈ لائٹس کی روشنی میں میری نگاہ سیاہ رنگ کی ایک فورڈ پر پڑی جو دوسری کاروں سے الگ تھلگ پارک کی گئی تھی۔ کار خالی نہیں تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر ایک شخص بیٹھا سگریٹ نوشی کر رہا تھا۔

"یہ... یہ اُنہی لوگوں کی کار ہے۔" سلویا نے فورڈ کی طرف اشارہ کر کے بے تابی سے کہا۔

"کیا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا شخص البرٹ ہے؟"

"نہیں، وہ البرٹ نہیں ہو سکتا۔" سلویا نے سر کو نفی میں جنبش دی۔ "البرٹ تو لمبا تڑنگا آدمی ہے۔"

میں اور سلویا کار سے اُتر گئے۔ ابھی میں کار کا دروازہ لاک کر ہی رہا تھا کہ احاطے میں ایک اور کار داخل ہوئی۔ میں نے کار پہچان لی۔ اس کار میں پیٹر ہی ہو سکتا تھا۔ اُس نے بھی ہمیں دیکھ لیا تھا اسی لیے اُس نے اپنی کار ہماری کار کے برابر ہی لا کر پارک کی۔ میں آگے بڑھ کر اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔

"مجھے ایک ریوالور درکار ہے۔" میں نے پیٹر سے کہا۔ آواز میں نے دھیمی ہی رکھی تھی۔

"میرے پاس ریوالور تو ہے مگر ایک ہی ہے۔" پیٹر نے کہا۔ اُس نے بھی اپنی آواز بلند نہیں ہونے دی تھی۔

"کوئی بات نہیں۔ وہ ریوالور میرے حوالے کر دو۔ تمھیں اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔"

پیٹر نے ریوالور نکال کر مجھے دے دیا۔ دفعتاً مجھے ایک خیال آیا اور میں نے پیٹر سے کہا۔ "شاید سائیلنسر کی ضرورت بھی پڑ جائے۔"

پیٹر نے کچھ کہے بغیر کار کے گلوو کمپارٹمنٹ سے سائیلنسر نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔ جتنی دیر میں میں نے ریوالور کی نال پر سائیلنسر فٹ کیا، پیٹر اپنی کار لاک کر چکا تھا۔ اس پورے عرصے میں میں سیاہ فورڈ کی جانب متوجہ رہا تھا۔ اندھیرے کے باعث وہ ہماری کارروائی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"آؤ اب اندر چلتے ہیں ورنہ وہ ہماری طرف سے مشکوک ہو جائے گا۔" میں نے کہا اور ہم تینوں کلب کے داخلی دروازے کی طرف چل پڑے۔ "سلویا! تم سیدھی ہال کی طرف جاؤ گی۔ ہو سکتا ہے البرٹ وہاں موجود ہو۔ اگر ایسا ہو تو جب میں وہاں آؤں تو تم آنکھ کے اشارے سے مجھے اس کی شناخت کرا دینا۔"

"اب مجھے ان لوگوں سے ڈر لگنے لگا ہے۔" سلویا نے کہا۔ "میں تمھارے ساتھ ہی رہوں گی۔"

"فضول باتیں مت کرو سلویا!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "ہم تینوں میں سب سے زیادہ محفوظ پوزیشن تمھاری ہے۔ تم پر کوئی آنچ نہیں آئے گی۔ بے فکر رہو۔"

سلویا نے پھر کچھ نہیں کہا اور سیدھی ہال کی طرف چلی گئی۔ کلب کے ملازمین نے پیٹر کو پہچان کر اُس کی طرف بڑھنے کی کوشش کی مگر میرے کہنے پر پیٹر نے انھیں خود سے دور رہنے کا اشارہ کر دیا تھا۔ میں اس سے قبل بھی دو بار وہاں آ چکا تھا مگر اس وقت تو اُن کے تیور بدلے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ وہ سب ہی اس بات سے واقف تھے کہ اغوا ہونے والا پیٹر نہیں تھا بلکہ وہ ملازم تھا جس کے میک اپ میں خود پیٹر تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ صرف اُن کے تیور خراب تھے۔ اگر واقعی پیٹر اغوا ہو گیا ہوتا تو اب تک وہ اولیو ہاورڈ کے آدمیوں کی تکا بوٹی کر چکے ہوتے۔

"جیکسن اس وقت کہاں ہوگا؟" میں نے دھیمی آواز میں پیٹر سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ اس وقت اُسے میرے آفس میں ہونا چاہیے۔" پیٹر نے جواب دیا۔

"بس تو اُدھر ہی چلتے چلو۔" میں نے کہا اور ہم ہال سے متصل راہداری میں چلتے ہوئے پیٹر کے آفس کی طرف بڑھے۔ تقریباً بیس فٹ کے فاصلے پر راہداری زاویہ قائمہ بناتی ہوئی ہال کے متوازی گھوم گئی تھی۔ وہاں پیٹر نے اپنا آفس بنا رکھا تھا۔ اس موڑ سے مڑتے ہی میں ایک جھٹکے سے رک گیا۔ پیٹر کے آفس کے دروازے پر دو مسلح افراد کھڑے نظر آئے تھے جو کسی بھی لمحے حرکت میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آنے کو تیار معلوم ہو رہے تھے۔

"جھجکنے کی ضرورت نہیں ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "یہ کلب کے ہی ملازم ہیں۔ جیکسن نے احتیاطاً انھیں یہاں متعین کیا ہوگا۔"

"ان سے کہو یہاں سے چلے جائیں اور اپنی ڈیوٹیاں انجام دیں۔ کسی قسم کے خوف و ہراس میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

پیٹر نے میرے کہنے کے مطابق عمل کیا اور وہ دونوں سر کو مؤدبانہ انداز میں خم کر کے وہاں سے چلے گئے اور میں اور پیٹر دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئے۔ دروازہ کھلنے پر اندر موجود جیکسن نے چونک کر ہماری طرف دیکھا اور ہم دونوں کو دیکھ کر وہ مضطربانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

"تم نے مجھے جواب دینے کی بھی ضرورت نہیں محسوس کی۔" اُس نے شکایتی انداز میں پیٹر سے کہا۔ "میں نے ابھی تمھارے ہوٹل فون کیا تھا تو معلوم ہوا کہ تم کمرے میں موجود نہیں ہو۔"

"اب ہم خود آ گئے ہیں جیکسن!" پیٹر کے بجائے میں نے جواب دیا۔ "اپنے آدمیوں سے کہو کہ وہ پُرسکون رہیں۔"

"آؤ یہاں میرے پاس آؤ۔ میں تمھیں ان لوگوں کی حرکتیں دکھاتا ہوں۔" جیکسن نے مجھے اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا اور میں اُس کے نزدیک پہنچ گیا۔ اُس نے کمرے کی لائٹ آف کی اور بائیں جانب والا پردہ سرکایا۔ اس پردے کے عقب میں ایک بڑا سا شیشہ نصب تھا جس سے ہال نظر آ رہا تھا۔ "وہ دیکھو۔" اُس نے ہال کے وسط میں ایک میز کی طرف اشارہ کیا۔ "یہی تینوں تھے جنھوں نے پیٹر کے ہم شکل کو اغوا کیا تھا۔ اگر ہمیں ان کے عزائم کا اندازہ ہوتا تو یہ اتنی آسانی سے کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔"

میں نے اُن تینوں کو دیکھا اور میں سمجھ گیا کہ اُن میں سے البرٹ کون ہو سکتا ہے۔ "یہ بہت اچھا ہوا مسٹر جیکسن!" میں نے کہا۔ "انھیں اسی خوش فہمی میں مبتلا رہنے دو کہ تم لوگ اُن کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔"

"تمھیں معلوم ہے ان کی وجہ سے یہاں کا ماحول کتنا خراب ہو رہا ہے۔" جیکسن نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "ہمارے نائٹ کلب کی ایک حیثیت ہے۔ یہ کوئی تھرڈ ریٹ بار نہیں ہے مگر انھوں نے یہاں جو حرکتیں کی ہیں انھیں ہم نے بس مصلحتاً ہی برداشت کر لیا ہے۔ اگر تمھارا خیال نہ ہوتا تو...."

"زیادہ جوش میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے اُسے تھپکی دے کر کہا۔ "اپنے ملازمین کو ہدایت دے دو کہ وہ لوگ چاہے کچھ بھی کریں۔" میں نے 'چاہے کچھ بھی کریں' پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "انھیں کرنے دیا جائے۔ کوئی دخل اندازی کرنے کی کوشش نہ کرے اور نہ ہی اُن سے اُلجھے۔"

"ہمارے ملازمین کے لیے اس ہدایت پر عمل کرنا بہت مشکل ہوگا۔ وہ ایسی باتیں برداشت کرنے کے عادی...."

"اُن کا مقصد بھی یہی ہے کہ کوئی اُن سے اُلجھے۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "تم اور تمھارے آدمی اُن سے تعاون کرنے پر تُل گئے ہیں تو میں بھلا کیا کر سکتا ہوں۔"

"وہ ایسا کیوں چاہ رہے ہیں؟" جیکسن نے حیرت سے مُنہ پھاڑ کر کہا۔ "اور اس سے انھیں کیا فائدہ ہوگا؟"

"یہاں جھگڑا ہوگا، پولیس آئے گی اور تم خواہ مخواہ کے چکر میں پھنس جاؤ گے۔ وہ لوگ یہاں کوئی ہنگامہ کر کے ممکن ہے فرار ہو جائیں، تم کسی کی نشاندہی کیسے کرو گے۔ ہاں تمھارے کلب کی ساکھ ضرور تباہ ہو جائے گی۔"

"اوہ میرے خدا!" جیکسن نے اپنا سر پکڑ لیا۔ "یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ تم کیا کہتے ہو پیٹر؟"

"ایلن کے کہنے پر عمل کرو.... یا چھوڑو، میں خود ہی یہ ہدایت دے دیتا ہوں۔" پیٹر نے میز پر رکھے انٹرکام کا ریسیور اُٹھاتے ہوئے کہا اور پھر میں نے اُسے انٹرکام پر وہی ہدایات دیتے ہوئے سُنا جو میں نے دی تھیں۔

"ان تینوں کے علاوہ یہاں ان کے اور کتنے ساتھی ہیں؟" میں نے جیکسن سے پوچھا۔

"صرف ایک اور ہے جو باہر کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہے۔" جیکسن نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "ایسا لگتا ہے کہ یہ لوگ کچھ کرنے کے ارادے سے یہاں آئے ہیں۔"

"ان کے ارادوں کا مجھے خوب اندازہ ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن ان کی حرکتیں لفنگوں کی سی ہیں۔ یہ لوگ یہ ظاہر کرنا چاہ رہے ہیں کہ انھیں کسی کا کوئی ڈر خوف نہیں ہے۔ اس طرح گویا اپنی دانست میں یہ فریق مخالف کو مرعوب کر رہے ہیں۔ اگر یہ عقلمند ہوتے تو اپنا کام کر کے یہاں سے نکل چکے ہوتے۔"

"لیکن تم تو کہہ رہے تھے کہ یہاں ہنگامہ بپا کرنے کی غرض سے آئے ہیں۔" پیٹر بولا۔

"وہ میں نے صرف اس لیے کہا تھا کہ تم میری بات ماننے میں پس و پیش کر رہے تھے۔"

"اوہ! وہ تینوں ٹیبل سے اُٹھ گئے ہیں اور ہال کے دروازے کی طرف جا رہے ہیں۔" دفعتاً میں نے جیکسن کی آواز سنی۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے ہال میں ایک نظر ڈال کر پردہ برابر کر دیا اور کمرے کی لائٹ جلا دی۔ "اب ہم جا رہے ہیں مسٹر جیکسن! ہمارے جانے کے بعد کم از کم پندرہ منٹ تک تم آفس سے باہر نہیں نکلو گے۔" میں پیٹر کے ساتھ آفس سے باہر نکل آیا۔ "اگر وہ لوگ سامنے

پڑ جائیں تو اُن سے اپنا چہرہ چھپانے کی کوشش کرنا۔" میں نے پیٹر سے کہا اور اُس نے خلاف توقع کوئی جرح کیے بغیر اثبات میں سر ہلا دیا۔ راہداری کے موڑ سے قدموں کی آوازیں اُبھر رہی تھیں جن کا مطلب تھا کہ وہ لوگ اسی طرف آ رہے ہیں۔ اور پھر جس وقت ہم مُڑ رہے تھے اُسی وقت وہ لوگ بھی راہداری کے موڑ پر نمودار ہوئے۔ میں اور پیٹر اُن کی طرف دیکھے بغیر مُنہ پھیر کر تیزی سے آگے بڑھ گئے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ ہم دونوں میں سے ایک کا بھی چہرہ نہیں دیکھ سکے ہوں گے۔ تاہم وہ رُک گئے تھے اور ہمیں عقب سے گھور رہے تھے۔

"باہر کی طرف نکل چلو۔" میں نے سرگوشیانہ انداز میں پیٹر سے کہا اور ہم کلب کے احاطے میں نکل آئے۔ میں پیٹر کے ساتھ ایک اندھیرے گوشے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ "تم یہیں ٹھہرو۔ میں ذرا اُس ڈرائیور سے نمٹ لوں۔ میری واپسی تک اس جگہ سے مت ہلنا۔"

"میں نہیں ہلوں گا۔" پیٹر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "لیکن وہ لوگ آفس کی طرف کیا کرنے گئے ہیں؟"

"جو کچھ بھی کرنے گئے ہیں وہ ابھی تمھارے سامنے آ جائے گا۔ وقت زیادہ نہیں ہے۔ میں جا رہا ہوں۔"

میں پارکنگ لاٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس بات کا میں نے خیال رکھا تھا کہ سیاہ فورڈ کے سامنے نہ آنے پاؤں۔ پھر پارکنگ لاٹ میں پہنچ کر میں اوندھے مُنہ زمین پر لیٹ گیا۔ مجھے اندھیرے کی پناہ حاصل تھی مگر اس کے باوجود احتیاط لازم تھی۔ اندھیرا ویسے بھی اتنا زیادہ نہیں تھا کہ آدمی بھی نظر نہ آ سکے۔

میں مختلف کاروں کی آڑ لیتا کبھی گھٹنوں کے بل چلتا ہوا اور کبھی رینگتا ہوا آگے بڑھتا رہا یہاں تک کہ میں فورڈ کے نزدیک پہنچ گیا۔ اب فورڈ مجھ سے کوئی دس فٹ کے فاصلے پر تھی۔ جو شخص پہلے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا نظر آیا تھا اب وہ کار کے بونٹ پر پیر رکھے کھڑا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں جلتی ہوئی سگریٹ اب بھی دبی ہوئی تھی اور وہ منتظر نگاہوں سے کلب کے دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اُس کی پشت میری طرف تھی۔ میں ایک کار کی آڑ میں تھا۔ اگر اُس کا رُخ میری طرف ہوتا تب بھی میں اُسے نظر نہیں آ سکتا تھا۔ اُس کے ساتھی کسی بھی لمحے کلب سے باہر آ سکتے تھے اور مجھے اُن کے آنے سے قبل ہی اُس پر قابو پا لینا تھا اس لیے میں نے دیر کرنا مناسب نہیں سمجھا اور کار کی آڑ سے نکل کر دبے قدموں اُس کی طرف بڑھنے لگا۔ وہ اپنے اوپر نازل ہونے والی مصیبت سے بے خبر سگریٹ کے کش لیے جا رہا تھا۔ میں ذرا سی بھی آہٹ پیدا کیے بغیر اُس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اُسے بالکل آخری وقت میں اپنے عقب میں کسی خطرے کا احساس ہوا مگر وقت گزر چکا تھا اور بازی پوری طرح میرے قابو میں آ چکی تھی۔ میں اُس پر جھپٹ چکا تھا اور اُس کی گردن میں نے اپنے بازو کی گرفت میں لے لی تھی۔ اُس کے ہاتھ سے سگریٹ چھوٹ کر گر پڑی۔ اُس نے غالباً چیخنے کی کوشش بھی کی تھی مگر اُس کے حلق سے نکلنے والی آوازیں خرخراہٹ کی حدود سے آگے نہیں بڑھ سکیں۔ اُس نے مچل کر میری گرفت سے نکلنے کے لیے جتنے زیادہ.... ہاتھ پیر مارے اتنا ہی اُس کی گردن پر میری گرفت مضبوط ہوتی چلی گئی اور آخر کار اُس کی جدوجہد دم توڑ گئی۔ میں نے آخری جھٹکا دے کر اُس کی گردن چھوڑ دی اور وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح کار کے بونٹ سے ٹکراتا ہوا زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ سانس کی ڈوری کا رشتہ اُس کے جسم سے منقطع ہو چکا تھا۔

میں نے کلب کے دروازے پر ایک نگاہ ڈالی۔ ابھی تک اُن تینوں میں سے کوئی بھی برآمد نہیں ہوا تھا۔ میں نے جلدی سے اُس کی لاش گھسیٹ کر کار کے نیچے کر دی۔ اب کوئی نزدیک آ کر بھی اُسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں کچھ فاصلے پر کھڑی کاروں کے درمیان جا کر چھپ گیا اور اُن لوگوں کے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔

مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ جلد ہی وہ تینوں باہر نکلتے نظر آئے۔ جیکسن کو دو افراد نے اپنے درمیان لے رکھا تھا اور اُس سے لگ کر چل رہے تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ اُن دونوں کی جیبوں میں ریوالور موجود ہیں جن کے زور پر وہ جیکسن کو بھی اغوا کر کے لے جا رہے ہیں۔ پیٹر کا پتا معلوم کرنے کے لیے۔ حالانکہ اگر وہ چاہتے تو یہ کام یہاں بھی کر سکتے تھے۔

میں نے سائلنسر لگا ہوا ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ اب اس کے استعمال کا وقت قریب آ گیا تھا۔ میں سانس روکے اُن لوگوں کے قریب آنے کا منتظر تھا۔ اپنی کار تک پہنچنے کے لیے انھیں میرے قریب سے ہی گزرنا تھا اور میں اُن کا سواگت کرنے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔

ایک منٹ سے بھی کم عرصے میں وہ میرے نزدیک پہنچ گئے۔ پہلے وہ دونوں میرے سامنے سے گزرے جنھوں نے جیکسن کو کور کر رکھا تھا۔ البرٹ اُن سے چند قدم پیچھے تھا۔ میں اپنا لائحہ عمل طے کر چکا تھا۔ اس لمحے جیسے ہی البرٹ میرے نزدیک پہنچا میں نے اپنا ریوالور والا ہاتھ بلند کیا۔ پھر میری انگلی نے ٹرائیگر پر محض ایک لمحے کے فرق سے دوبارہ دباؤ ڈالا۔ کھٹ کھٹ کی ہلکی سی دو آوازیں اُبھریں اور جیکسن کو کور کرنے والے دونوں افراد کی گُدیوں میں سوراخ ہو گئے۔ قبل اس کے کہ البرٹ کچھ سمجھ پاتا میں اُس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔

"اپنے ہاتھ بلند کر لو البرٹ!" میں نے خوفناک لہجے میں کہا۔ "ورنہ میرا نشانہ تو تم دیکھ ہی چکے ہو۔"

البرٹ نے بے اختیار اپنے ہاتھ بلند کر دیے۔ میں اُس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سامنے اُس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا اور وہاں اتنی روشنی تو تھی کہ وہ میرے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کو دیکھ سکتا۔

"اس کی تلاشی لو جیکسن!" میں نے حیران و پریشان جیکسن سے کہا۔ "اور اس دوران میں اگر تم نے کوئی ہوشیاری دکھانے کی کوشش کی تو میرا نشانہ تو تم دیکھ ہی چکے ہو۔ مجھ سے کسی رعایت کی توقع مت کرنا۔"

البرٹ نے تلاشی کے دوران کوئی حرکت نہیں کی۔ اُسے تو سانپ سونگھ گیا تھا۔ شاید اُن لوگوں نے کلب میں جو حرکتیں کی تھیں وہ اس لیے تھیں کہ پیٹر کے آدمیوں کو تول سکیں۔ جب کلب میں اُن سے کسی نے کوئی تعرض نہیں کیا تو وہ بے خوف ہو گئے۔ انھیں یقین ہو گیا کہ پیٹر کے آدمیوں میں اتنی جان نہیں ہے کہ کسی قسم کی مزاحمت کر سکیں۔ یہ یقین ہو جانے کے بعد جب اُن پر اچانک مصیبت نازل ہوئی تو لازماً اُسے حواس باختہ ہونا ہی تھا لیکن بدقسمتی سے حواس باختہ ہونے کے لیے اب صرف ایک ہی شخص رہ گیا تھا۔ بقیہ تین تو ملکِ عدم کو سدھار چکے تھے۔

"اس کے پاس سے ایک چاقو اور ایک پستول برآمد ہوا ہے۔" جیکسن نے اس کی تلاشی مکمل کرنے کے بعد کہا۔

"یہ تم رکھ لو اور ذرا جلدی سے اپنے دو تین آدمی بلاؤ تاکہ یہ لاشیں ٹھکانے لگائی جا سکیں۔"

جیکسن بڑی تیزی سے کلب کی طرف بڑھ گیا۔ اُسی وقت میں نے البرٹ کی آواز سنی۔ "تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو؟" اُس نے پھنسی پھنسی سی آواز میں پوچھا۔

"یہ سوال تو مجھے کرنا چاہیے تھا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "پہلے تم پیٹر کو اغوا کر کے لے گئے اور اب پھر یہاں سے ایک آدمی کو اغوا کر کے لے جانا چاہ رہے تھے۔"

"ان لوگوں سے ہماری پرانی دشمنی ہے لیکن تم کون ہو؟ ان میں سے تو نہیں معلوم ہوتے۔ ہمارا تم سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ تم درمیان سے ہٹ جاؤ۔"

"میں سوچ رہا تھا کہ تم سے رعایتی سلوک کروں گا لیکن یہ جھوٹ بول کر تم اس رعایت سے محروم ہو چکے ہو جو میں تمھیں دینے والا تھا۔"

"اگر مجھے کوئی نقصان پہنچا تو تم بچ نہیں سکو گے۔ ہمارا گروہ بہت بڑا ہے اور تمھیں پورے امریکا میں کہیں پناہ نہیں ملے گی۔"

"خود کو نقصان سے بچانا چاہتے ہو تو اپنی چونچ بند رکھو۔" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔ "اس وقت تم میرے رحم و کرم پر ہو اور میں تمھاری ہرزہ سرائیاں سننے کے موڈ میں بالکل بھی نہیں ہوں۔"

البرٹ نے چپ سادھ لی۔ میرے لہجے سے اُس نے اندازہ کر لیا تھا کہ اب اُس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں برتوں گا۔ وہ ہاتھ بلند کیے کھڑا رہا۔ چند منٹ بعد جیکسن تین آدمیوں کے ساتھ واپس آگیا۔

"ان لاشوں کو ٹھکانے لگانا ہے۔" جیکسن نے اُن لوگوں سے کہا جنھیں وہ اپنے ساتھ لایا تھا۔

"انھیں ٹھکانے نہیں لگانا بلکہ فورڈ کی ڈکی میں ٹھونسنا ہے۔ فورڈ کی چابیاں اگنیشن میں ہی ہوں گی۔ فورڈ کے نیچے بھی ایک لاش پڑی ہے اُسے بھی کار کی ڈکی میں ٹھونس کر ڈکی بند کر دو اور جیکسن تم میرے قریب آؤ۔" جیکسن میرے نزدیک آگیا تو میں نے اس سے کہا کہ وہ پیٹر کو بلا لائے جو اندھیرے گوشے میں چھپا میرا انتظار کر رہا ہوگا۔

جیکسن پیٹر کو بلانے چلا گیا اور اس کے آدمی تینوں لاشیں فورڈ کی ڈکی میں ٹھونسنے میں مصروف ہو گئے۔ وہ بڑی تیزی اور مہارت سے کام کر رہے تھے۔ چند ہی لمحوں میں پیٹر بھی آگیا۔

"مجھے جیکسن نے بتایا ہے۔" اس نے پُرجوش انداز میں کہا۔ "تم نے تنہا ان سب پر قابو پا لیا ہے۔"

"قابو میں تو صرف ایک ہی درندہ آیا ہے۔ بقیہ تین تو ہمیشہ کے لیے قابو سے باہر ہو گئے۔"

میری بات سن کر پیٹر زور سے ہنسا۔ "واقعی تم نے کمال کر دیا۔" اُس نے کہا۔ "میں بہت خوش ہوں لیکن ان لاشوں کو کس طرح ٹھکانے لگاؤ گے؟"

"لاشیں وہی ٹھکانے لگائے گا جس نے ان گدھوں کو یہاں بھیجا تھا۔ ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے ورنہ ان لاشوں کے پیکٹ بنا کر بڑے اہتمام سے اُن کی خدمت میں روانہ کرتے۔"

"کیا مطلب؟" پیٹر نے چونک کر کہا۔ "تم کیا کرنا چاہ رہے ہو؟"

"ابھی بتاتا ہوں۔" میں نے کہا اور جیکسن سے مخاطب ہو کر بولا۔ "تم یہاں آکر ذرا ریوالور سنبھالو اور اسے کور کیے رہو۔ میرا ارادہ اسے جان سے مارنے کا نہیں ہے لیکن اگر یہ کوئی حرکت کرنے کی کوشش کرے تو تم اسے بے دریغ گولی مار سکتے ہو۔ ہمیں اس کی زندگی کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں ہے۔"

جیکسن نے مجھ سے ریوالور لے لیا اور البرٹ کو کور کر کے کھڑا ہو گیا۔ میں نے فورڈ کے نزدیک جا کر اُن لوگوں کے کام کا جائزہ لیا۔ ڈکی میں آخری آدمی ٹھونسا جا رہا تھا۔ تینوں لاشیں ڈکی میں ٹھونسے جانے کے بعد ڈکی بند ہونے کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی۔

"کچھ بھی کرو۔" میں نے اُن لوگوں سے کہا۔ "لیکن ڈکی بند ہونا ضروری ہے۔"

اُن لوگوں نے ڈکی بند کرنے کی کوششیں شروع کر دیں اور چند منٹ کے بعد کسی نہ کسی طرح ڈکی بند کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

"اب تم لوگ جاؤ تمھارا کام ختم ہو گیا ہے۔" میں نے اُن لوگوں سے کہا مگر جانے کے بجائے وہ استفہامیہ انداز میں پیٹر کی طرف دیکھنے لگے

"کیا تم لوگ بہرے ہو؟" پیٹر غرایا۔ "تم نے سنا نہیں ایلن نے کیا کہا ہے اور کیا تمھیں میری اس ہدایت کا علم نہیں کہ ایلن کے ہر حکم پر حرف بحرف عمل کیا جائے؟"

وہ تینوں سر جھکا کر چلے گئے اور پیٹر مجھ سے بولا۔ "میرا خیال ہے تم یہ لاشیں اولیو ہاورڈ کو بھجواؤ گے؟"

"تمھارا خیال درست ہے پیٹر! اُسے سبق دینے کے لیے یہ ضروری ہے تاکہ آئندہ وہ تمھیں یا تمھارے کسی آدمی کو پریشان نہ کرے۔"

"اس شخص کا مسئلہ بھی تو ہے جسے جیکسن نے کور کر رکھا ہے۔ اس کا کیا کرو گے؟"

"اس کا نام البرٹ ہے اور یہ ہاورڈ ایبل کا ایک اہم آدمی ہے۔" میں نے کہا۔ "اسے ہم یرغمال بنائیں گے اور اس پر تشدد کر کے اس سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہاں کوئی محفوظ جگہ ہے؟"

"کیوں نہیں۔" پیٹر نے بے حد خوش ہو کر کہا۔ "بہت سی جگہیں ہیں جہاں تم اس پر دل کھول کر تشدد کر سکو گے۔"

"اس کلب کے علاوہ کوئی جگہ ہونی چاہیے اور اگر وہ جگہ اولیو ہاورڈ کی نظروں میں نہ آئی ہو تو زیادہ بہتر ہو گا۔"

"یہ ضمانت تو بہرحال نہیں دی جا سکتی کہ میرے کون کون سے ٹھکانے اُس کی نظروں سے اوجھل ہیں تاہم یہ ضرور ہے کہ وہاں کتنی ہی چیخ و پکار کیوں نہ ہو آوازیں باہر نہیں جا سکیں گی۔"

"اتنا بھی بہت ہے۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "آؤ اب دیگر انتظامات بھی کر لیں۔"

ہم واپس جیکسن کے قریب آئے اور میں نے ریوالور اُس سے لے کر جیب میں ڈال لیا۔ "تم اپنے ہاتھ گرا سکتے ہو البرٹ!" میں نے کہا۔ "لیکن یہ خیال ہر وقت ذہن میں رکھنا کہ میں ایک سیکنڈ سے بھی کم وقفے میں نہ صرف ریوالور جیب سے نکال سکتا ہوں بلکہ اس سے صحیح نشانے پر فائر بھی کر سکتا ہوں۔ لہٰذا کسی بھی غلط حرکت کے نتیجے میں اپنی زندگی کے ذمے دار تم خود ہو گے۔"

البرٹ نے ہاتھ گرا دیے۔ پھر ہم اُسے لے کر پیٹر کے آفس میں آگئے جہاں سب سے پہلے میں نے اس کے ہاتھ پشت پر لے جا کر مضبوطی سے باندھ دیے تاکہ اس کی طرف سے کوئی غلط حرکت کیے جانے کا خدشہ ہی ختم ہو جائے۔ پھر میں نے قلم کاغذ سنبھالا اور لکھنے بیٹھ گیا۔

"پیارے اولیو ہاورڈ! میں نے تمھارے آدمیوں کو نظر انداز کرنے کی ہر ممکن کوشش کی مگر جب پانی سر سے اونچا ہو گیا تو مجھے مجبوراً میدانِ عمل میں اترنا پڑا۔ فی الحال تمھارے تین آدمی تحفتاً تمھیں ارسال کر رہا ہوں۔ انھیں کار کی ڈکی سے نکلوا لو۔ تمھیں صبح دس بجے تک کی مہلت دی جا رہی ہے۔ پیٹر کے جس آدمی کو تم نے قید کر رکھا ہے اگر اُسے نہ چھوڑا تو پھر تمھیں البرٹ کا تحفہ ارسال کیا جائے گا اور اس کے بعد براہ راست تمھارے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ امید ہے تم عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قیدی کو رہا کر دو گے اور آئندہ پیٹر یا اس کے کسی آدمی کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھو گے۔ خلاف ورزی کرنے کی صورت میں پیش آنے والے حالات کے ذمے دار سراسر تم خود ہو گے۔ فقط، تمھارا خیر خواہ، علی یار خان۔"

خط لکھنے کے بعد میں نے اس پر ایک نظر ڈالی اور خط پیٹر کی طرف بڑھا دیا۔ "اسے پڑھو، میں ابھی آتا ہوں۔" خط پیٹر کے حوالے کر کے میں کلب کے ہال میں چلا گیا۔

ہال میں ایک بھی میز خالی نہیں تھی۔ میری نظریں سلویا کو تلاش کر رہی تھیں۔ اس رش میں کسی کو ڈھونڈ لینا آسان نہیں تھا مگر وہ مجھے نظر آ ہی گئی اور نظر آنے کی وجہ یہ تھی کہ اُس نے ہاتھ اُٹھا کر مجھے اشارہ کیا تھا۔ میں نے جواباً اُسے اشارہ کیا اور وہ اُٹھ کر میرے پاس چلی آئی۔

"تم نے بہت دیر کر دی۔ البرٹ اور اس کے ساتھی تو یہاں سے جا بھی چکے۔" سلویا نے کہا۔

میں کوئی جواب دیے بغیر اُسے باہر لے آیا۔ اندر بہت شور تھا اور چلا کر بات کرنا مجھے قطعاً پسند نہیں۔

"تم فورڈ میں جا کر بیٹھو، میں ابھی آ رہا ہوں۔" میں نے سلویا سے کہا اور اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"تم شاید اپنے حواس میں نہیں ہو۔ مجھے اُن لوگوں کی کار میں کیوں بیٹھنے کو کہہ رہے ہو؟"

"اچھا تو پھر یہیں ٹھہرو۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "میں پیٹر کو لے کر آ رہا ہوں۔" سلویا کا جواب سنے بغیر میں آفس سے پیٹر کو بلا لایا۔ سلویا ابھی تک وہیں موجود تھی جہاں میں اُسے چھوڑ کر گیا تھا۔

"ہم خود اولیو ہاورڈ تک تحفہ پہنچانے جائیں گے۔ واپسی وہاں ہو گی جہاں البرٹ کو رکھا جائے گا۔ تم جیکسن سے کہہ دو کہ وہ البرٹ کو اس مقام پر منتقل کرا دے جو تم نے تجویز کیا ہے۔"

پیٹر سر کو اثباتی جنبش دے کر چلا گیا اور سلویا میرے پیچھے پڑ گئی۔ "البرٹ تمھارے ہاتھ کیسے لگ گیا اور تم اولیو ہاورڈ تک کون سا تحفہ پہنچانے جا رہے ہو؟"

"میں نے البرٹ کے تینوں ساتھیوں کو مار دیا ہے۔" میں نے سلویا کے ساتھ پارکنگ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "اور البرٹ کو پکڑ لیا ہے۔ اب اولیو ہاورڈ کو تین لاشوں کا تحفہ جائے گا اور البرٹ یرغمال کے طور پر ہمارے قبضے میں رہے گا۔ جب اولیو ہاورڈ اُس آدمی کو چھوڑ دے گا جسے اُس نے پکڑ رکھا ہے تو ہم بھی البرٹ کو رہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کردیں گے ورنہ آسے ایک اور تحفہ روانہ کیا جائے گا۔"

"تمھارا دماغ تو درست ہے؟" سلویا چلتے چلتے رک گئی۔"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اُس عمارت میں داخل ہونے کے بعد اپنی مرضی سے وہاں سے نکل آؤ گے؟"

"چلتی رہو، کومت۔" میں نے اُس سے کہا۔"تم نے یہ کیوں فرض کرلیا کہ اُس تک لاشیں پہنچانے کے لیے عمارت میں داخل ہونا ہی ضروری ہے۔"

"اور کس طرح اُس تک لاشیں پہنچاؤ گے؟" سلویا نے کہا۔"اور وہ لاشیں ہیں کہاں؟"

"کار میں بیٹھ جاؤ۔" میں نے اُس کے لیے فورڈ کا اگلا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔"بقیہ باتیں ڈرائیونگ کے دوران بھی ہو سکتی ہیں۔"

سلویا جھجکتی ہوئی اگلی نشست پر بیٹھ گئی اور میں نے کار کا دروازہ بند کر کے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ چابیاں اگنیشن میں ہی موجود تھیں۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔" سلویا نے بے صبری کا مظاہرہ کیا۔

"ذرا دیر صبر کرلو، پیٹر آرہا ہے۔" میں نے کلب کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے ہدایات دے دی ہیں۔ جیکسن کو وہ منتقل کرنے کے انتظامات کر رہا ہے۔" پیٹر نے کار کے نزدیک آکر مجھ سے کہا۔

"ٹھیک ہے، تم وہ خط میرے حوالے کرو اور اپنی گاڑی میں میرے پیچھے آؤ۔"

پیٹر سے خط لے کر میں نے کار اسٹارٹ کر کے چلا دی۔"تم نے اُس سے کون سا خط لیا ہے؟" سلویا نے ایک اور سوال کیا۔

"خود پڑھ کر دیکھ لو۔" میں نے بیزاری سے خط اُس کی طرف بڑھا دیا اور اُس نے کار کی اندرونی لائٹ جلا کر خط پڑھنا شروع کر دیا۔ پورا خط پڑھ چکنے کے بعد وہ ہذیانی انداز میں مجھ سے بولی۔"تم نے مجھے اس گاڑی میں کیوں بٹھا دیا۔ اس میں تو تین لاشیں بھی موجود ہیں۔ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا؟"

"میں تمھیں پہلے بتا دیتا تو تم کیا کرتیں؟" میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"میں اس گاڑی میں ہرگز نہ بیٹھتی۔ لاشوں کے ساتھ سفر کرنے کا تصور بھی میرے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو سلویا۔" میں نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔"لاشیں تمھیں کھا نہیں جائیں گی۔"

"تمھیں کیا معلوم کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے۔" سلویا نے جھرجھری لی۔

"خود پر قابو پانے کی کوشش کرو سلویا ورنہ میں تمھیں راستے میں ہی اُتار دوں گا۔" میں نے اُسے دھمکی دی۔

میری دھمکی کارگر ثابت ہوئی اور سلویا نے تازہ ہوا میں چند گہرے سانس لینے کے بعد مجھ سے کہا۔"اگر تم نے مجھے کار سے اُتار دیا تو شاید مارے خوف کے میں بے ہوش ہی ہو جاؤں گی۔"

"تمھیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم تو اس وقت اولیو ہارڈ کا سب سے اہم مہرہ ہو۔ کیا اُن لوگوں نے کلب میں تمھیں دیکھ کر کسی ردِ عمل کا اظہار کیا تھا؟"

"میں اس بات پر حیران ہو رہی تھی۔ اُن لوگوں نے مجھے یوں دیکھا تھا جیسے انھوں نے زندگی میں پہلے کبھی نہ دیکھا ہو۔ حالانکہ وہ سب ہی مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہیں۔"

"وہ تمھیں دیکھ کر صرف انجان ہی نہیں بنیں گے بلکہ یہ ظاہر کرنے کی کوشش کریں گے جیسے انھوں نے تمھیں دیکھا ہی نہ ہو۔"

"تم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو۔ میں نے بھی یہی محسوس کیا تھا کہ اُن کی نگاہ مجھ پر اتفاقاً ہی پڑ گئی تھی۔ اُس کے بعد سب نے ہی میری طرف دیکھنے سے گریز کیا تھا۔"

"اگر اُن میں سے کوئی تمھیں نظر بھر کر دیکھ لیتا تو اظہارِ شناسائی لازم ہو جاتا جو اُن کے خلاف جاتا۔ اس لیے وہ یہی ظاہر کریں گے جیسے انھوں نے تمھیں دیکھا ہی نہ ہو۔ انھیں اس سلسلے میں خاص ہدایات دی گئی ہوں گی۔ میرے علم میں تو یہی ہے نا کہ تم اُن سے بغاوت کر کے مجھ سے آملی ہو۔"

سلویا کسی سوچ میں پڑ گئی۔ پھر چند لمحے بعد بولی۔"میری پوزیشن بہت نازک ہو گئی ہے ـــ اولیو ہارڈ کو جب یہ اطلاع ملے گی کہ میں اپنی اصل شکل و صورت میں برسرِ عام دیکھی گئی ہوں تو وہ کیا سوچے گا جبکہ تم میک اپ کے ماہر بھی ہو۔ کیا وہ اس پہلو پر غور نہیں کرے گا کہ تم نے اُن سے برگشتہ ایک لڑکی کو میک اپ کر کے تحفظ فراہم کرنے کے بجائے اس طرح منظرِ عام پر کیوں آنے دیا؟"

"تم بہت ذہین ہو سلویا!" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔"یہ نکتہ واقعی بہت اہم ہے مگر جلدی میں، میں اس طرف توجہ نہیں دے سکا تھا۔"

"پھر میرا کیا بنے گا؟ میں تو خطرے میں پڑ گئی۔"

"اس کے باوجود تمھیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔" میں نے کہا۔"اگر میں نے اِستعمالاً تمھیں تمھاری اصل شکل و صورت میں اُن لوگوں کے سامنے بھیجا ہوتا تو تمھیں میری طرف سے خطرہ ہو سکتا تھا۔ اُن کے اس رویے سے تمھاری پوزیشن میری نظروں میں مشکوک ہو سکتی تھی مگر اب ایسا نہیں ہے۔ تم مجھے چونکہ سب کچھ بتا چکی ہو لہٰذا میری طرف سے تمھیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"مگر اولیو ہارڈ کا کیا بنے گا؟ وہ تو یہی سوچے گا کہ تم میری طرف سے مشکوک ہو چکے ہو اور پھر ممکن ہے وہ مجھے بھی واپس بلا لینے کی کوشش کرے۔"

"یہ ممکن ہے مگر میرے پاس اس کا توڑ بھی موجود ہے۔ تم ٹرانسمیٹر پر اُسے اطلاع دو گی کہ کلب میں اُن لوگوں سے سامنا ہونے پر تم نے علی یار خان کو بہت بُرا بھلا کہا اور علی یار خان نے اس غلطی پر شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے تمھارے چہرے پر میک اپ کر دیا ہے اور تمھیں اولیو ہارڈ کے خلاف استعمال کرنے کا خواہاں ہے۔"

"ہاں اس طرح ممکن ہے بات بن جائے۔" سلویا سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں بولی پھر اُس نے چونک کر کہا۔"تم نے کتنے آدمیوں کی مدد سے اُن چاروں پر قابو پایا تھا؟"

"مدد تو کسی کی بھی نہیں لی۔ میں نے تنہا ہی اُن سب پر قابو پایا ہے۔"

"میں ان سب کو جانتی ہوں۔ وہ سب کے سب خطرناک لوگوں میں شمار ہوتے ہیں مگر تم بھی تو آخر کس برتے پر ہی اولیو ہارڈ کے مدِ مقابل ہونے کے دعوے دار ہو گے۔"

میں نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ ہم شہر سے باہر نکل آئے تھے اور تھوڑی ہی دیر بعد اُس عمارت تک جانے والی سڑک شروع ہونے والی تھی۔

"تم نے یہ نہیں بتایا کہ اولیو ہارڈ تک لاشیں پہنچانے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرو گے؟"

"عمارت سے کچھ فاصلے پر کار کھڑی کر کے ہم واپس آجائیں گے۔ اُن کا کوئی آدمی اپنی گاڑی دیکھ کر اس کے قریب ضرور آئے گا اور اُس کی نظر اس پرچے پر ضرور پڑے گی جو میں اسٹیرنگ سے باندھ دوں گا۔ اس طرح لاشیں بھی اُس تک پہنچ جائیں گی اور میرا پیغام بھی۔"

"صبح ہونے سے قبل تو کسی کا گزر اس طرف سے ہو گا نہیں۔" سلویا نے کہا۔"تو کیا صبح تک کار یونہی کھڑی رہے گی؟"

"کیا فرق پڑتا ہے۔ اس سڑک سے اور گاڑیاں تو گزرتی نہیں ہوں گی۔"

"ہاں وہ عام گزرگاہ تو نہیں ہے مگر کبھی کبھار کوئی بھولا بھٹکا اس طرف سے گزر بھی جاتا ہے۔"

"اور پولیس؟"

"بغیر طلب کیے پولیس کے وہاں جانے کا کیا کام؟" سلویا نے کہا۔"پولیس تو ہائی وے پر پٹرولنگ کرتی ہے اور ہائی وے وہاں سے کئی میل کے فاصلے پر ہے۔ آس پاس کسی قسم کی آبادی بھی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اس کا بھی کوئی طریقہ سوچیں گے۔" میں نے کہا۔

ہم اب اپنی مطلوبہ سڑک پر سفر کر رہے تھے۔ میں نے کار کی ہیڈ لائٹس بجھا دی تھیں۔ کچھ دیر بعد عمارت نظر آنے لگی اور پھر میں نے تقریباً عمارت سے ایک فرلانگ کے فاصلے پر کار روک دی۔ میرے عقب میں پیٹر نے بھی کار روک دی تھی۔

"تم جا کر پیٹر کی کار میں بیٹھو اور اُس سے کہو کہ یوٹرن کر کے کار کا رُخ شہر کی طرف کرے اور انجن اسٹارٹ رکھے۔ میرے لیے کار

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا پچھلا دروازہ کھلا رکھنا اور اُس سے کہنا کہ میرے بیٹھتے ہی آہستے تیز رفتاری سے کار چلا دیتی ہے۔ واپسی کا سفر ہم بہت تیز رفتاری سے طے کریں گے۔"

سلویا کار سے اتر کر چلی گئی اور میں نے اولیو ہاورڈ کے نام لکھا ہوا پرچہ اسکاش ٹیپ کی مدد سے اسٹیئرنگ وھیل پر چپکا دیا۔ اب صرف آخری مرحلہ رہ گیا تھا۔ میں نے چند اوزاروں کی مدد سے ہارن کے تار نکالے اور دونوں تاروں کو آپس میں جوڑ دیا۔ ہارن پُر شور آواز میں بجنے لگا۔ ہارن بجنا شروع ہوتے ہی میں تیز رفتاری سے دوڑتا ہوا پیٹر کی کار کی طرف گیا۔ سلویا عقبی نشست پر بیٹھی تھی اور اُس نے میری ہدایت کے مطابق کار کا دروازہ کھول رکھا تھا۔ میں نے کار میں چھلانگ لگائی اور پیٹر نے نہایت تیز رفتاری سے کار چلا دی۔ میں نے دروازہ بند کیا اور پلٹ کر عمارت کی طرف دیکھنے لگا۔

"مجھے اس وقت بہت مزہ آرہا ہے ایلن!" پیٹر نے چہک کر کہا۔ "زندگی میں پہلی بار میرے توسط سے اولیو ہاورڈ کو کوئی زک اُٹھانا پڑی ہے۔"

"کار کی رفتار پر توجہ رکھو پیارے پیٹر!" میں نے کہا۔ "ورنہ اُس کی زک ہماری ہزیمت میں بھی تبدیل ہو سکتی ہے۔"

"پرواہ مت کرو۔" پیٹر نے ہنس کر کہا۔ "اگر کسی نے پیچھا کرنے کی کوشش کی تب بھی ہم تک نہیں پہنچ سکے گا۔ ہماری کار تو پہلے ہی پرواز کر رہی ہے۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ تیز رفتاری کے باعث کار واقعی پرواز کرتی معلوم ہو رہی تھی۔

"میرا خیال ہے زیادہ سے زیادہ دس منٹ کے اندر وہ نہ صرف کار تک پہنچ جائیں گے بلکہ سب کچھ اُن کے علم میں بھی آچکا ہوگا۔"

"ظاہر ہے ہارن بجنے کی مسلسل آواز وہ کتنی دیر نظر انداز کریں گے۔ اور پھر اُس ویرانے میں تو وہ آواز کچھ زیادہ ہی بھیانک تاثر پیش کر رہی تھی۔"

"اپنی کامیابی کی خوشی میں ہم ایک جشن منائیں گے۔" پیٹر نے کہا۔

"ابھی ہمیں جا کر البرٹ سے نمٹنا ہے۔ یہ جشن وغیرہ پھر کسی وقت کے لیے اُٹھا رکھو۔ اولیو ہاورڈ سے معلوم نہیں ایسے کتنے معرکے اور ہوں گے۔"

"ہر بار ایک جشن ہوگا۔" پیٹر نے ترنگ میں آکر کہا۔ "تمھیں نہیں معلوم کہ تم نے مجھے کتنی بڑی خوشی فراہم کی ہے۔"

"میں سوچ رہی ہوں کہ کیا تم سے غلطی نہیں سرزد ہو گئی۔" دفعتاً سلویا نے کہا۔

"کون سی غلطی؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"تم تہذیب کی رہائی کا مطالبہ بھی کر سکتے تھے۔ دونوں کام ایک ساتھ ہی ہو جاتے۔"

میں ہنس پڑا۔ "نہیں سلویا! بات اُس حد تک کرنی چاہیے جس حد تک نبھ سکے۔ البرٹ کی اوقات ہی کیا ہے۔ اُس کے بدلے جو مطالبہ میں نے کیا ہے وہ غیر متوازن نہیں ہے۔ تہذیب کے لیے تو لگی کے عوض ہی مطالبہ کیا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اُسے غلط فہمی میں بھی تو مبتلا رکھنا ہے کہ میں تہذیب کے بارے میں لاعلم ہوں۔"

سلویا نے سر کو تفہیمی انداز میں جنبش دی۔ کار اب نیو یارک کی صاف ستھری سڑکوں سے گزرنے کے بعد ایک رہائشی علاقے کی طرف جا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد کار ایک بنگلے کے پھاٹک پر رک گئی۔ پیٹر نے مخصوص انداز میں ہارن دیا اور ایک خونخوار قسم کے شخص نے پھاٹک کھول دیا۔ پیٹر گاڑی اندر لیتا چلا گیا۔

پیٹر کے بعد میں اور سلویا بھی کار سے اُتر آئے اور اُس کی معیت میں بنگلے کے اندر داخل ہو گئے۔

"تم یہاں بیٹھو۔" اُس نے ہمیں آراستہ و پیراستہ ڈرائنگ روم میں بٹھاتے ہوئے کہا۔ "میں ذرا شیمپین کی بوتل لے آؤں۔"

"تمھیں جو کچھ کرنا ہے خود ہی کرو پیٹر!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "میں اس قسم کی لغویات میں تمھارا ساتھ نہیں دے سکوں گا۔"

"اوہ! تو تم میری خوشی میں شریک نہیں ہونا چاہتے۔" اُس نے افسردگی سے کہا۔ "خیر کوئی بات نہیں۔ میں اکیلا ہی جشن مناؤں گا۔"

"تمھارا جو جی چاہے کرو مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہوگی کہ تم کیا کر رہے ہو۔ لیکن مجھے یہ تو بتا دو کہ البرٹ کہاں ہے؟"

"چلو۔" پیٹر نے مُردہ سی آواز میں کہا اور ہم دونوں کو بنگلے کے وسطی کمرے میں لایا۔ کمرا خاصا بڑا اور فرنیچر سے محروم تھا۔ فرش پر صرف ایک قالین بچھا تھا اور اُس پر ایک طرف البرٹ پڑا نظر آرہا تھا۔ اُس کے ہاتھ ابھی تک پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ ہمیں کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر اُس نے اپنی سُرخ سُرخ آنکھوں سے ہمیں گھورا۔ شاید وہ سو رہا تھا اور دروازہ کھلنے کی آواز سُن کر اُس کی آنکھ کھل گئی تھی۔

"تم لوگوں نے مجھے زبردستی کیوں بند کر رکھا ہے؟" اُس نے اپنی مخصوص پھٹی پھٹی سی آواز میں کہا جو میں اس سے قبل سن چکا تھا۔ "آخر میرا جرم کیا ہے؟"

"جیکسن کہاں ہے؟" میں نے اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے پیٹر کی طرف مڑ کر کہا۔

"میں دیکھتا ہوں۔ وہ یہیں کسی کمرے میں ہوگا۔" پیٹر اُسے بلانے چلا گیا۔

"مجھے جانے دو ورنہ میں تم لوگوں کے خلاف پولیس میں رپورٹ درج کراؤں گا۔" البرٹ دوبارہ بولا۔

"میں نے جیکسن کو بلوایا ہے۔ ابھی تمھارے سامنے اس سے بازپرس کروں گا۔" میرا جملہ ختم ہونے سے قبل ہی پیٹر جیکسن کے ساتھ واپس آگیا۔

"یہ کیا حرکت ہے؟" میں نے جیکسن سے کہا۔ "تم نے اس شریف آدمی کو بلاوجہ حبسِ بیجا میں رکھا ہوا ہے۔ اب یہ پولیس میں رپورٹ درج کرائے گا۔ تم خود ہی پولیس کو جواب دہی کرنا۔ میری کوئی ذمّے داری نہیں ہے۔"

"جی!" جیکسن نے کہا۔ اس کی آنکھیں فرطِ حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"اور کیا۔ اب خود ہی بھگتنا۔ میں نے تو تمھیں پہلے ہی سمجھایا تھا۔ بُرے کاموں کا انجام بھی بُرا ہوتا ہے۔"

"م۔۔۔ میں سمجھا نہیں۔ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" جیکسن نے ہکلا کر کہا۔

"اب تجاہلِ عارفانہ کا بھی مظاہرہ کرو گے۔" میں دہاڑا۔ "ارے میاں! میں مسٹر البرٹ کی بات کر رہا ہوں جن کا شمار نیویارک کے شرفا میں ہوتا ہے۔"

"آ۔۔۔ آپ ہی نے تو کہا تھا۔" جیکسن بہت زیادہ بوکھلا گیا تھا۔

"میں نے کہا تھا؟" میں نے قدرے تعجب سے کہا۔ "مجھے تو یاد نہیں۔ خیر کوئی بات نہیں۔" پھر میں البرٹ سے مخاطب ہوا۔ "معاف کرنا مسٹر البرٹ! میں ابھی آتا ہوں۔ ذرا جیکسن کے بیان کی تصدیق کر لوں۔" میں سب کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے کمرے سے نکل آیا۔ سلویا کے لیے ہنسی روکنا دوبھر ہو رہا تھا۔

"تم بھی عجیب آدمی ہو۔" وہ قہقہے لگاتی ہوئی بولی۔ "اس قسم کی باتیں کرتے وقت یہ تو سوچ لیا کرو کہ آس پاس کوئی ایسا شخص تو موجود نہیں جو اپنی ہنسی پر قابو نہ پا سکتا ہو۔"

پیٹر کے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ دکھائی دے رہی تھی مگر جیکسن بیوقوفوں کی طرح مجھے دیکھ رہا تھا۔ "کیا تم مذاق کر رہے تھے مسٹر ایلن؟"

اُس کی اس بات پر سلویا کی ہنسی اور تیز ہو گئی۔ میں بھی اپنی مسکراہٹ پر قابو نہ رکھ سکا۔

"یہ شخص کچھ زیادہ ہی تیز معلوم ہوتا ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس کے کس بل نکالنے کے لیے میں نے اور ہی طریقہ سوچا ہے۔"

"خدا کا شکر ہے۔" جیکسن نے اطمینان کی گہری سانس لے کر کہا۔ "ورنہ تم نے تو مجھے دہلا ہی دیا تھا۔"

"اب میری بات غور سے سنو۔" میں نے پیٹر اور جیکسن سے کہا اور پھر انھیں بتانے لگا کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے۔ میری بات سن کر انھوں نے اثبات میں سر ہلائے اور پھر تھوڑے سے انتظامات کرکے ہم پندرہ منٹ بعد دوبارہ اسی کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔ اس بار سلویا ساتھ نہیں تھی۔

"معاف کرنا مسٹر البرٹ! جیکسن کو کچھ غلط فہمی ہو گئی تھی۔ اسی وجہ سے تمھیں اس قدر زحمت اٹھانا پڑی۔"

البرٹ نے بے بسی سے میری طرف دیکھا۔ میرا رویّہ اس کی فہم سے بالاتر تھا۔

"اب میں تمھیں آزاد تو کر دوں مگر مسٹر جیکسن کو خوف ہے کہ کہیں تم ان کے خلاف رپورٹ نہ درج کرا دو۔"

"نہیں کراؤں گا۔" البرٹ نے بے ساختہ کہا۔

"کیا خیال ہے جیکسن! تم اس شریف آدمی کے زبانی وعدے پر بھروسا کر سکتے ہو؟"

"غلطی میری ہے جناب! اگر اس نے رپورٹ درج کرا بھی دی تو مجھے اس سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

"میں وعدہ کر چکا ہوں کہ رپورٹ درج نہیں کراؤں گا۔" البرٹ نے بڑی شد و مد سے کہا۔

"ٹھیک ہے مسٹر البرٹ! ہم تمھیں تمھارے زبانی وعدے پر رہا کر رہے ہیں۔" میں نے اس کے نزدیک بیٹھ کر اس کے ہاتھ کی بندشیں کھولتے ہوئے کہا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد میں تم اپنے وعدے سے پھر جاؤ۔"

"ایسا ہرگز نہ ہوگا۔" البرٹ نے اپنی آواز میں خلوص پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جا رہا ہے۔

میں نے اس کی بندشیں کھول کر اسے آزاد کر دیا اور وہ تیزی سے اٹھ بیٹھا۔ چند لمحے وہ اپنی کلائیاں مسلتا رہا پھر جب خون کی روانی بحال ہو گئی تو اس نے عجیب سے انداز میں میری طرف دیکھا۔

"تو میں جاؤں؟" اس نے احمقانہ انداز میں کہا اور میں نے سر کو اثباتی جنبش دی۔

"ضرور مسٹر البرٹ! لیکن مجھے افسوس ہے کہ ہم اس وقت آپ کے لیے کسی سواری کا بندوبست نہیں کر سکیں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔ میں پیدل ہی چلا جاؤں گا۔" اس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہا اور ڈرتے ڈرتے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ہر آن اسے یہ خطرہ تھا کہ ہم اس کے خلاف کوئی کارروائی کر گزریں گے مگر جب اس سے کسی نے کوئی تعرض نہیں کیا تو وہ آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھا۔ اس کا خدشہ اب بھی برقرار تھا لیکن ہم میں سے کسی نے بھی اپنی جگہ سے جنبش تک نہیں کی اور وہ دروازے تک پہنچ گیا۔ پھر میں ہی آگے بڑھا۔

"آیئے مسٹر البرٹ! میں آپ کو گیٹ تک چھوڑ آؤں۔" میں نے کہا۔ مجھے آگے بڑھتے دیکھ کر البرٹ ٹھٹکا تھا مگر پھر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ میں نے کچھ اور کرنے کے بجائے اس کے لیے دروازہ کھول دیا ہے۔ "آیئے آیئے مسٹر البرٹ! بلا جھجک چلے آیئے۔"

بلا جھجک تو خیر وہ کیا آتا بس ایک سحر کے سے عالم میں اس کے قدم اٹھنے لگے۔ میں اس کے ساتھ ہی چل رہا تھا اور اس کی طرف سے پوری طرح ہوشیار بھی تھا۔ اس جیسے شخص سے کچھ عجب نہیں تھا کہ کس وقت حملہ کر بیٹھے۔ جیکسن اور پیٹر چند قدم پیچھے آ رہے تھے۔

ہم اسی طرح آگے پیچھے چلتے ہوئے عمارت سے باہر احاطے میں نکل آئے۔ گیٹ پر چوکیدار موجود تھا۔

"آپ اکیلے جائیں گے یا جیکسن کو بھی ساتھ لے جائیں گے؟" میں نے اچانک رکتے ہوئے کہا۔

"کک... کیا مطلب؟" البرٹ نے گھبرا کر کہا۔ اسے اپنی وقتی آزادی بھی خطرے میں نظر آنے لگی تھی۔

"میرا مطلب ہے اتنی رات گئے تنہا جاتے ہوئے کہیں آپ کو ڈر نہ لگے۔" میں نے بڑے اطمینان سے کہا۔

"ن... نہیں، مجھے ڈر نہیں لگے گا۔" البرٹ نے کہا۔ یہ الفاظ ادا کرتے وقت وہ بالکل گاؤدی نظر آنے لگا تھا۔

"گیٹ کھول دو بھئی۔" میں نے اونچی آواز میں چوکیدار سے کہا۔ "مسٹر البرٹ واپس جائیں گے۔"

چوکیدار نے میرے کہنے پر عمل کرتے ہوئے ذیلی کھڑکی کے بجائے گیٹ کھول دیا۔ جیسے البرٹ کے بجائے کوئی کار باہر جا رہی ہو۔ البرٹ بے یقینی سے باری باری ہم سب کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ہمارے اس رویے کو کیا نام دے پھر اس نے یہی بہتر سمجھا کہ ہمارے رویے پر غور کرنے کے بجائے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر نکل جائے۔ اس نے گیٹ کی طرف تیزی سے قدم بڑھائے۔ پھر اچانک رک کر ہماری طرف مڑا۔ غالباً اسے خطرہ تھا کہ ہم اس پر عقب سے حملہ کر دیں گے مگر ہم اپنی جگہوں پر کھڑے تھے۔ البرٹ مطمئن ہو کر پھر چل پڑا۔ اس بار اس نے ایک قدم گیٹ سے باہر رکھنے کے بعد مڑ کر ہمیں دیکھا تھا۔ ہم اب بھی اسی طرح کھڑے تھے۔ اس وقت شاید اسے یقین آ گیا تھا کہ ہم اسے رہا کرنے کے بارے میں سنجیدہ ہیں۔ لیکن اس نے یقین کرنے میں بہت دیر کر دی تھی کیونکہ اسی وقت اس کے عقب میں ایک شخص نمودار ہوا تھا جس کے ہاتھ میں ایک موٹا سا رول دبا ہوا تھا اور عین اس لمحے جب البرٹ کے خدشات ڈھلنے والے تھے، اس کے عقب میں نمودار ہونے والے شخص نے پوری قوت سے رول اس کے سر پر رسید کر دیا۔ البرٹ کے ہونٹوں سے کراہ خارج ہوئی اور وہ جھومتا ہوا زمین بوس ہو گیا۔ چوکیدار اور اس دوسرے شخص نے مل کر بے ہوش البرٹ کو پکڑا اور اُسے گھسیٹتے ہوئے گیٹ سے اندر لے آئے۔ پھر گیٹ دوبارہ بند کر دیا گیا۔

"اسے لے جا کر کمرے میں بند کر دو اور اس کے ہاتھ پیر بھی باندھ دینا۔" میں نے ان لوگوں سے کہا اور پھر ہم پلٹ کر ڈرائنگ روم میں واپس آ گئے جہاں سلویا پہلے سے ہی موجود تھی۔

"رات کے دو بجنے کو ہیں۔" میں نے پیٹر سے کہا۔ "اب ہم سوئیں گے۔ نیند آ رہی ہے۔"

"آج کی رات تو ہم یہیں رہ جاتے ہیں۔" پیٹر بولا۔ "اس وقت کہاں جائیں گے ہم؟"

"تمہارا خیال بہت مناسب ہے۔ ہمیں ہمارے کمرے دکھا دو۔ اس کے بعد چاہو تو تم جشن مناتے رہنا۔"

جشن کے تذکرے پر پیٹر اداس ہو گیا۔ "تو تم میرا ساتھ نہیں دو گے؟ میں سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ بڈ کو بلا لوں۔"

"ہرگز نہیں۔" میں نے سختی سے کہا۔ "اب ہم صبح ہی اس سے رابطہ قائم کریں گے۔ پہلے یہ معاملہ نمٹ جانے دو۔"

پیٹر نے ہمیں ہمارے کمروں تک پہنچا دیا۔ یہ اچھی بات ہوئی تھی کہ اب مجھے سلویا کے ساتھ نہیں سونا پڑ رہا تھا۔ تاہم اس کی اور میری خواب گاہیں برابر برابر ہی واقع تھیں۔

"البرٹ کے بارے میں تم نے کچھ نہیں بتایا۔ اگر اسے ہوش آ جائے تو اس کا کیا کیا جائے؟" پیٹر نے جانے سے قبل پوچھا۔

"اس کی اہمیت بہت زیادہ نہیں ہے۔ اسے صبح تک یونہی پڑا رہنے دو۔"

سونے سے قبل میں نے کمرا اندر سے بند کر لیا تھا۔ سلویا کو بھی میں نے یہی تاکید کی تھی۔ وہ اب بھی علیحدہ کمرے میں

سونے سے کترا رہی تھی مگر اس نے مجھ سے کچھ کہا نہیں۔ یہ بات میں نے محض اس کے انداز سے بھانپی تھی۔ بیڈ پر لیٹتے ہی خیالات نے میرے ذہن پر یورش کر دی۔ ان خیالات کا محور ادلیو ہاورڈ اور تہذیب تھے۔ تہذیب کے ادلیو ہاورڈ کے قبضے میں چلے جانے سے میں کمزور پڑ گیا تھا۔ اب اس کے خلاف کوئی قدم اٹھانے سے قبل مجھے بہت کچھ سوچنا پڑتا تھا۔ اس پر میرا وار ذرا بھی اوچھا پڑتا تو اس کا بدلہ وہ تہذیب سے لے سکتا تھا۔

پھر مجھے وہ فارمولے یاد آ گئے جو ہز روٹ رابیل نے امریکی حکومت کی تحویل سے چوری کرائے تھے۔ میں نے تو وہ فارمولے امریکی حکومت کے حوالے کر کے اپنی جان چھڑانے کی پوری کوشش کی تھی، مگر اس بات پر کسی کو بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں نے ان کی نقلیں محفوظ نہیں رکھی تھیں۔ دوسرے زاویۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ دنیا کا کوئی شخص اتنا بے وقوف نہیں ہو سکتا کہ اربوں ڈالر کی دولت یوں ہاتھوں سے نکل جانے دے۔ ادلیو ہاورڈ بھی بضد تھا کہ فارمولوں کی نقلیں میرے قبضے میں ہیں۔ کچھ بھی ہو اس سے یہ فائدہ تو بہرحال ہوا تھا کہ میری جان بچ گئی تھی۔ فارمولوں کے لالچ میں اس نے مجھے زندہ چھوڑ دیا تھا۔ ایک موہوم سی امید پر کہ شاید تکی کے توسط سے وہ فارمولوں کے بارے میں کچھ معلوم کر کے ان کے حصول کی کوشش کر سکے۔

اس کے بعد میری ذہنی رو اس دوا ساز فیکٹری کی طرف مڑ گئی جو شام میں قائم کی گئی تھی اور شام کی حکومت سے اس کے لیے باقاعدہ معاہدہ کیا گیا تھا چونکہ مجھے یقین تھا کہ اس اقدام کے پس پردہ کوئی بڑی سازش کارفرما ہے اس لیے میں اس سازش کے تار و پود بکھیرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ اس سلسلے کا پہلا قدم میں شام کے قونصل جنرل سے ملاقات کر کے ہی اٹھا سکتا تھا۔ بعد کی باتیں اس سے ملاقات کے بعد ہی طے کی جا سکتی تھیں۔

آدھے گھنٹے تک میں مختلف خیالات کے ہجوم میں گھرا رہا اور اس کے بعد مجھے نیند نے آ دبوچا۔ پھر دروازہ پیٹے جانے کی آواز سن کر میری آنکھ کھلی تھی۔ میں نے سب سے پہلے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔ صبح کے پانچ بجے تھے۔ مجھے اس وقت یوں دروازہ پیٹے جانے پر حیرت ہوئی مگر میں نے اٹھنے میں دیر نہیں کی۔ دروازہ کھولنے سے قبل میں نے اطمینان کر لیا تھا کہ دروازہ پیٹنے والا پیٹر کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔

پیٹر خاصے نشے میں تھا اور اس کے منہ سے شراب کے بھبکے نکل رہے تھے۔ "کیا بات ہے؟" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"مبارک ہو ایلین! ادلیو ہاورڈ نے میرے آدمی کو رہا کر دیا ہے۔"

"یہ اطلاع تم مجھے صبح نہیں دے سکتے تھے؟" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"کلب سے فون آیا تھا۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس پر بہت تشدد کیا گیا ہے اور اس کی حالت اچھی نہیں ہے۔ وہ کسی کو پہچان بھی نہیں رہا۔"

"اگر اس کی حالت اتنی خراب ہے تو وہ کلب تک کس طرح پہنچا؟" میں نے پوچھا۔

"ایک کار اسے چھوڑ کر گئی ہے۔ ڈرائیور نے کلب کے گیٹ پر ہارن بجا کر اسے چوکیدار کے حوالے کیا اور چلا گیا۔"

"ہوں۔" میں نے پُرتفکر انداز میں کہا۔ "ذرا انتظار کرو، میں خود چل کر اسے دیکھتا ہوں۔"

کلب تک پہنچتے پہنچتے ساڑھے پانچ بج گئے تھے۔ سڑکوں پر برائے نام ٹریفک تھا اس لیے مجھے یقین تھا کہ کسی نے ہمارا تعاقب نہیں کیا۔ کلب کے آس پاس بھی ایسی کوئی علامت نظر نہیں آئی جس سے یہ کہا جا سکتا کہ کلب کی نگرانی ہو رہی ہو گی۔

پیٹر کے ہمراہ میں کلب کی اوپری منزل پر پہنچا، جہاں رہائشی کمرے تھے۔ ان کمروں میں کلب کے ملازمین کے علاوہ رقاصائیں وغیرہ بھی رہتی تھیں جن سے کلب کا معاہدہ ہوتا تھا۔ اس وقت کلب میں بھی الو بول رہے تھے۔ چند ایک ملازمین کے علاوہ کوئی بھی جاگتا نظر نہیں آ رہا تھا۔

"اینڈریوکس کمرے میں ہے؟" پیٹر نے ایک ملازم سے پوچھا اور اس نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کر دیا اور بولا۔ "لیکن وہ غنودگی کے عالم میں ہے اور اس نے کسی کو پہچانا بھی نہیں۔"

پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا اور آگے بڑھ کر اس کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا جس میں اینڈریو تھا۔ پیٹر نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اس کے پیچھے میں نے بھی کمرے میں قدم رکھا تھا۔ اینڈریو بیڈ پر دراز تھا۔ اس کے جسم پر جا بجا تشدد کے نشانات نظر آ رہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سیتے اور کپڑے تار تار تھے۔ اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلکی ہوئی تھی اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ میں دروازے میں ہی رک گیا تھا جبکہ پیٹر آگے بڑھ کر بیڈ کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ کمرے میں ایک اور شخص بھی تھا جو بیڈ کے نزدیک کرسی ڈالے بیٹھا تھا۔ پیٹر کو دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"تم لوگوں نے اس کے کپڑے تک تبدیل کرنے کی زحمت نہیں کی۔" پیٹر نے غصیلے لہجے میں اس شخص سے کہا۔

"ہم نے اسی لیے آپ کو فون کر دیا تھا۔" اس شخص نے جواب دیا۔ "یہ تو ٹھیک سے چل بھی نہیں پا رہا تھا۔ اب جیسا آپ کہیں!"

پیٹر نے پلٹ کر سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا اور میں چند قدم آگے بڑھ گیا۔ میری چھٹی حس جاگ اٹھی تھی اور کسی خطرے کا اشارہ کر رہی تھی مگر یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ خطرے کی نوعیت کیسی ہے اور خطرہ مجھے کس سمت سے لاحق ہے۔ یہی وجہ تھی کہ میں کمرے کے دروازے میں ہی رک گیا تھا...... اپنی چھٹی حس کے اس اشارے کو نظر انداز بھی نہیں کر سکتا تھا اور اسے ضرورت سے زیادہ اہمیت دے کر خواہ مخواہ پیٹر کی تضحیک کا نشانہ بھی نہیں بننا چاہتا تھا، تاہم میں بہت محتاط تھا۔

"کپڑے تبدیل کرنے سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ کسی ڈاکٹر سے اس کا معائنہ کراؤ۔ اسے فوری طور پر طبی امداد کی ضرورت ہے۔" میں نے کہا لیکن پیٹر کو میری بات کا جواب تک دینے کا موقع نہیں ملا۔ اس لیے کہ اسی وقت اینڈریو کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی تھی اور ہم تینوں اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ اس کی آنکھیں جو کچھ دیر قبل بند تھیں اب کھلی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ سرخ آنکھیں جنھیں دیکھ کر خوف معلوم ہوتا تھا۔

"کیسی طبیعت ہے اینڈریو؟" پیٹر نے اس پر جھکتے ہوئے کہا۔ "تم ٹھیک تو ہو؟"

اینڈریو نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس نے پیٹر کی آواز سنی ہی نہ ہو۔ اس کی نظریں مجھ پر جمی ہوئی تھیں۔

"مجھے تمہارا ہی انتظار تھا علی یار خان!" اینڈریو نے کہا۔ اس کی آواز کسی کنوئیں میں سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ اینڈریو کے چہرے سے وحشت اور ویرانی ٹپک رہی تھی اور وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ بیٹھا تھا۔ کچھ دیر قبل وہ اپنے پیروں پر بھی نہیں چل پا رہا تھا اور اب اس کے حرکت کرنے کے انداز سے قطعی معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ اسے کسی قسم کی جسمانی کمزوری لاحق ہے۔ میرے لیے سب سے زیادہ ہوشربا بات یہ تھی کہ اسے میرا نام کیسے معلوم ہوا۔ اگر نام معلوم ہو بھی گیا تھا تو اس نے مجھے پہچانا کیسے؟

اینڈریو کو یوں اٹھتے دیکھ کر غیر ارادی طور پر میں ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پیٹر حیرت سے منہ پھاڑے کھڑا تھا۔ دوسرا شخص بھی سناٹے کے عالم میں تھا اور مجھ پر تو خیر ویسے ہی حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے ہوئے تھے۔

"بھاگ کہاں رہے ہو بھیڑیوں کے دشمن۔" اینڈریو نے بھیانک انداز میں کہا اور پھر اس نے اتنی تیزی سے مجھ پر چھلانگ لگائی کہ میں ہزار کوشش کے باوجود بھی اس کی زد سے نہ بچ سکا۔ اس قدر تیزی کی توقع تو میں کسی پھرتیلے ترین آدمی سے بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ تیر کی طرح مجھ پر آ رہا تھا اور میں جو پہلے ہی پیچھے ہٹنے کی کوشش کر رہا تھا، اس کے حملے کی وجہ سے پشت کے بل زمین پر گر پڑا۔ میں نے زور لگا کے اسے اپنے اوپر سے ہٹانے کی کوشش کی مگر میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس کے دونوں ہاتھ میرے گلے پر مضبوطی سے جم گئے تھے اور وہ مجھے جان سے مار دینے پر تل گیا تھا۔ مجھے فوری طور پر اندازہ ہو گیا کہ میں بڑے بے ڈھب طریقے سے اس کی گرفت میں آیا ہوں اور اب مجھے سب سے پہلے کسی نہ کسی طرح اپنی گردن اس کی گرفت سے چھڑانی ہے۔ میں نے سنبھالا لے کر کچھ اور کرنے کے بجائے اس کے دونوں ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیے لیکن پوری قوت صرف کرنے کے باوجود اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ میرے گلے پر اس کے ہاتھوں کا دباؤ لمحہ بہ لمحہ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے طاقت کے اعتبار سے میرا اور اس کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ پھر میں اس سے جان چھڑانے کے لیے کیا کروں؟ میں نے ڈوبتے ہوئے ذہن کے ساتھ سوچا مگر کچھ سمجھ میں نہیں آ سکا۔ میرے سارے داؤ پیچ اس کڑے وقت میں مجھ سے روٹھ گئے تھے۔ میری مہارت معلوم نہیں کہاں جا سوئی تھی۔ میری قوتِ مزاحمت تیزی سے جواب دے رہی تھی اور وہ میرے سینے پر چڑھا بیٹھا پوری قوت سے میرا گلا گھونٹے جا رہا تھا اور میرے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا کہ خود کو موت کا استقبال کرنے کے لیے تیار کر لوں۔

دراصل بےہوشی میرے ذہن پر اس بُری طرح حملہ آور ہوئی تھی کہ میں سب کچھ بھول گیا تھا۔ مجھے یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ

میں وہاں تنہا نہیں ہوں۔ آخر پیٹر اور اس کا ایک اور ملازم بھی تو وہیں موجود تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ دونوں مارے حیرت کے گنگ ہو کر رہ گئے تھے بلکہ وہ اپنی جگہ سے حرکت تک کرنا بھول گئے تھے۔ اگر وہ دونوں کچھ وقت اور اسی کیفیت میں مبتلا رہتے تو میرا کام تمام ہو چکا ہوتا مگر پھر پیٹر کو ہوش آ ہی گیا۔ اس نے جیب سے ریوالور نکالا اور اس کا دستہ پوری قوت سے اس کے سر پر دے مارا۔ مجھے بہت موہوم سا احساس ہے کہ اس شدید ضرب کے باوجود اینڈریو پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا اور میری گردن پر اس کی گرفت پہلے ہی کی طرح برقرار رہی تھی۔

"اسے چھوڑ دو اینڈریو، ورنہ میں تمھیں گولی مار دوں گا۔" پیٹر کی آواز مجھے بہت دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔ لیکن جب پیٹر نے دیکھا کہ اینڈریو پر یہ دھمکی بھی بے اثر ثابت ہوئی ہے، تو اس نے فائر کر ہی دیا۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ اس نے اینڈریو کے سر پر فائر کیا تھا۔ اس فائر کے نتیجے میں میرے گلے پر اینڈریو کے ہاتھوں کی گرفت یکلخت ختم ہو گئی۔ پھر پیٹر اور اس کا ملازم اینڈریو پر جھپٹے اور انھوں نے کھینچ کر اسے میرے اوپر سے ہٹا دیا۔ میں جھومتا جھامتا اٹھا اور لڑکھڑاتا ہوا بیڈ کے کنارے سے ٹک گیا۔ میرا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جواب دے گئی تھیں۔

پھر رفتہ رفتہ میری قوتیں بحال ہونا شروع ہو گئیں۔ مجھے کمرے میں بہت سے سائے حرکت کرتے نظر آئے۔ کانوں میں کسی کی آواز آئی جو مجھ سے لیٹنے کو کہہ رہا تھا مگر میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔ کچھ دیر بعد منظر مزید واضح ہو گیا۔ کمرے میں موجود لوگ کلب کے ملازمین تھے جو اینڈریو کی لاش اٹھا کر لے جا رہے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ فائر کی آواز سن کر وہ سب وہاں آ گئے ہوں گے۔ وہ لوگ کمرے کے فرش سے خون کے چھینٹے صاف کر رہے تھے۔

"تمھیں آرام کی ضرورت ہے ایلن۔" پیٹر نے مجھ سے کہا۔ "تھوڑی دیر آرام کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"نہیں پیٹر۔" میں نے بمشکل کہا۔ بولنے سے مجھے شدید تکلیف ہو رہی تھی۔ "میں یونہی ٹھیک ہوں۔"

"نہیں لیٹتے تو تھوڑی دیر کے لیے آرام سے بیٹھ جاؤ۔" پیٹر نے مجھے کرسی پر بٹھانے کے لیے سہارا دینے کی کوشش کی مگر میں نے نرمی سے انکار کر دیا۔

"تمھیں زحمت کرنے کی ضرورت نہیں۔" میں نے پھیکے سے انداز میں مسکرا کر کہا۔ "میں خود ہی بیٹھ جاؤں گا۔"

پیٹر کمرے سے باہر چلا گیا اور کچھ دیر بعد واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں دو گولیاں تھیں۔ "لو یہ گولیاں نگل لو۔" اس نے پانی کے ایک گلاس کے ساتھ گولیاں مجھے دیتے ہوئے کہا۔ "تم خاصا سکون محسوس کرو گے۔"

میں نے گولیاں پیٹر سے لیں اور پانی کے ساتھ نگل لیں۔ گولیوں کے اثر سے چند منٹ کے اندر اندر میرے گلے کی تکلیف رفع ہو گئی اور میں خود کو حیرت انگیز طور پر بہتر محسوس کرنے لگا۔

"میں خود کو بہت بہتر محسوس کر رہا ہوں پیٹر۔" میں نے کہا۔ "اور اب تو مجھے بولنے میں بھی دقت نہیں محسوس ہو رہی۔"

"میں تو اس بات پر شکر کر رہا ہوں کہ تم بچ گئے۔" پیٹر بولا۔ "اور اس بات پر شرمندگی محسوس کر رہا ہوں کہ میں نے اتنی دیر کیوں لگا دی۔"

"میں خود حیران ہوں، معلوم نہیں اس میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی تھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میری گردن کسی آہنی شکنجے میں جکڑی ہوئی ہو۔"

"ہاں۔" پیٹر افسردگی سے بولا۔ "وہ زیادہ طاقت ور آدمی نہیں تھا۔ اس نے جس قوت کا مظاہرہ کیا وہ سب ہی کے لیے حیران کن ہے۔"

"جہاں تک میں اندازہ لگا سکا ہوں، وہ تنویمی کیفیت میں تھا۔ تمھیں یاد نہیں، وہ کس طرح بے ہوش تھا اور میری آواز سنتے ہی کتنی تیزی سے ہوش میں آ گیا تھا۔"

"کیا تنویمی کیفیت میں آدمی کے اندر اتنی قوت پیدا ہو جاتی ہے؟" پیٹر نے حیرت سے کہا۔

"ہپناٹزم کے بارے میں میری معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ میں تو یہ بھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اینڈریو پر کیا عمل کیا گیا ہوگا لیکن یہ بات یقینی ہے کہ اس کے یہاں بھیجے جانے کا مقصد مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ غالباً ہپناٹزم کے ذریعے ہی اسے یہ ہدایات دی گئی ہوں گی کہ میری آواز سنتے ہی وہ ہوش میں آ جائے۔ اور اسے یہ بھی باور کرایا گیا ہوگا کہ میری ہلاکت کس طرح اس کے مفاد میں ہے۔"

"تمھاری آواز کی شناخت انھوں نے اینڈریو کو کس طرح کرائی ہوگی؟" پیٹر نے پوچھا۔

"اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو انھوں نے اس سے میرے بارے میں معلوم کر لیا ہوگا اور اسے میرے بارے میں بتا دیا ہوگا کہ دراصل میں کون ہوں۔ چونکہ عام حالات میں میں اپنی آواز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تبدیل نہیں کرتا۔ اس لیے ان کا یہ حربہ کارگر ثابت ہوا ممکن ہے انھوں نے اینڈریو کو یہ ہدایت دی ہو کہ ایلن گراہم کی آواز سنتے ہی ہوش میں آجائے اور اس پر قاتلانہ حملہ کر دے۔ دوسری صورت یہ ممکن ہے کہ اسے میری آواز کے ٹیپ سنوائے گئے ہوں۔"

"اولیو ہاورڈ کے پاس تمھاری آواز کے ٹیپ کہاں سے آگئے؟" پیٹر نے حیران ہو کر کہا۔

"میں اس کی قید میں تھا۔ اور کسی کی بے خبری میں اس کی آواز ٹیپ کر لینا کیا بڑی بات ہے۔"

"اینڈریو نے ہوش آتے ہی تمھیں کس نام سے مخاطب کیا تھا؟" پیٹر نے پوچھا۔

میں اس سے اس سوال کی توقع کر رہا تھا اور میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے اپنے بارے میں بتاؤں۔ چنانچہ میں نے چند لمحے غور کرنے کے بعد کہا۔ "اس سوال کا جواب بہت ضروری ہے کیا؟"

"نہیں بتانا چاہتے تو مت بتاؤ۔" پیٹر نے عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ اور مجھے بڑی زحمتوں سے بچا لیا۔ "مجھے اس چیز سے کوئی خاص دلچسپی بھی نہیں ہے کہ تم درحقیقت کون ہو۔ میں تو صرف اولیو ہاورڈ سے انتقام لینے کی خاطر تم سے مدد کا خواہاں ہوں۔ بس تم کسی طرح میرے اس دیرینہ خواب کو تعبیر عطا کر دو۔ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

میں نے اسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھا۔ اولیو ہاورڈ کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہیں تھا لیکن اس پر جنونِ انتقام طاری تھا۔ میں اس کے اس جنون کو برحق قرار دینے پر مجبور تھا۔ اس کے ساتھ اولیو ہاورڈ نے جو ظلم کیا تھا اس کے بعد اس کے سوا کوئی اور چارہ بچا بھی نہیں تھا۔ مگر وہ اپنے وسائل سے مجبور تھا۔ اس کے اور اولیو ہاورڈ کے درمیان مراتب اور صلاحیتوں کا جو فرق حائل تھا، وہ آسانی سے مٹنے والا نہیں تھا۔ درمیان گویا ایک خلیج حائل تھی جو پٹنے والی نہیں تھی اور اب مجھے پُل کا کام کرنا تھا۔ کم از کم پیٹر مجھ سے یہی توقع کر رہا تھا۔ اس کی توقع کچھ ایسی غلط بھی نہیں تھی۔ بس اس کا یہ خیال غلط تھا کہ میں اس کے لیے کچھ کروں گا۔ یہاں تو یہ عالم تھا کہ میں خود اپنے لیے بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ زندگی ہی ایک ایسے مقصد کے لیے وقف کر دی تھی جس سے ہٹنا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔

"مجھے اس بات کا غم ہے کہ اس کی وجہ سے میرا ایک آدمی مارا گیا۔" پیٹر نے مزید کہا۔ "اور مجھ پر ایک اور قرض واجب الادا ہو گیا۔"

"پہلے ہم نے اس کے تین آدمیوں کو لقمۂ اجل بنایا تھا پیٹر! تمھارا تو صرف ایک آدمی ہی مارا گیا ہے۔"

"غم تو مجھے اس بات کا ہے کہ اپنے آدمی کو میں خود اپنے ہاتھوں مارنے پر مجبور ہو گیا۔" اس نے مغموم لہجے میں کہا۔ "مجھے اپنا ہر آدمی عزیز ہے۔"

"میں تمھارا غم سمجھ سکتا ہوں پیٹر۔" میں نے ہمدردی سے کہا۔ "زندگی میں بعض اس سے بھی زیادہ مشکل مقامات آتے ہیں۔"

"مجھے یہ بات تسلیم کرنے سے انکار نہیں ہے لیکن اولیو ہاورڈ بھی تو زندگی گزار رہا ہے۔ کچھ مشکل مقامات اس کی زندگی میں بھی تو آنے چاہئیں۔"

میں اسے کیا بتاتا کہ اس کی زندگی میں کتنے مشکل مقامات آئے ہیں۔ اس کے لیے ایک درجن سے زائد مشکل مقامات پیدا کرنے کا ذمے دار تو میں خود تھا۔ میں نے بارہا اسے شکست کی ہزیمتوں سے دوچار کیا اور اس کے مذموم عزائم اور مقاصد کو ناکام بنایا۔ اب بے شک ایک ایسا وقت آگیا تھا جب اس نے خود کو قلعہ بند کر لیا تھا اور میں وقتی طور پر بے بس نظر آنے لگا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ یہ سب کچھ عارضی ہے۔ وہ زیادہ دیر خود کو مجھ سے محفوظ نہیں رکھ سکے گا۔ اگر میری نیت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے، میں حق کے لیے لڑ رہا ہوں تو قدرت میری مدد کرے گی۔ ظالم کی رسی دراز ضرور کی جاتی ہے مگر اسے کھینچ بھی تو لیا جاتا ہے اور جب رسی کھینچی جاتی ہے تو آدمی منہ کے بل گر پڑتا ہے۔ اولیو ہاورڈ نے بار بار شکست کھانے کے باوجود اپنا راستہ نہیں چھوڑا تھا جس راستے پر وہ چل رہا تھا اسے تبدیل نہیں کیا تھا۔ اسے بہت سے مواقع ملے مگر وہ نہیں سنبھلا اور اب میرے خیال میں اس کا وقت قریب آگیا تھا۔

"جن لوگوں کی زندگی میں مشکل مقامات نہیں آتے ان کا آخری وقت بہت جلدی آجاتا ہے۔" میں نے گمبھیر آواز میں کہا۔

"میں اس وقت کا منتظر ہوں ایلن!" پیٹر نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "وہ وقت تو جانے کب آئے، فی الوقت تو تم اپنا لباس تبدیل کر لو۔"

اس کے کہنے پر مجھے خیال آیا کہ میرا لباس اینڈریو کے خون سے تباہ ہو چکا تھا۔ اس پر خون کے دھبے ہی دھبے تھے۔

پیٹر نے مجھے دوسرا لباس لا کر دیا اور میں باتھ روم میں گھس گیا۔ کچھ دیر بعد میں نہا کر اور کپڑے تبدیل کر کے باہر نکلا تو گرما گرم کافی میری منتظر تھی۔

"اولیو ہاورڈ کا ایک آدمی ہماری قید میں ہے۔" کافی پینے کے دوران پیٹر نے کہا۔ "کیا اب تم اسے زندہ واپس کر دو گے؟"

"تمھارا کیا خیال ہے؟" میں نے جوابی سوال کیا۔

"اولیو ہاورڈ نے جو حرکت کی ہے اس کے بعد تو اسے زندہ واپس نہیں جانے دینا چاہیے۔"

"بات تو معقول ہے مگر اس کی ذمے داری البرٹ پر تو نہیں ڈالی جا سکتی۔ وہ تو خود حکم کا غلام ہے۔"

"اینڈریو بھی تو میرا ملازم ہی تھا۔ اس نے اولیو ہاورڈ کا کیا بگاڑا تھا۔"

"میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ خوں ریزی سے حتی الامکان گریز کیا جائے۔"

"میں خود اس بات کے خلاف ہوں لیکن البرٹ کو اگر زندہ چھوڑا گیا تو اولیو ہاورڈ اور بھی شیر ہو جائے گا۔"

"اس کے تین آدمی تو پہلے ہی ہمارے ہاتھوں مارے جا چکے ہیں۔ اگر اس کے نزدیک اپنے آدمیوں کی جانوں کی کچھ بھی وقعت ہوتی تو کبھی ایسی کوشش نہ کرتا۔ لیکن اس کی یہ کوشش ظاہر کرتی ہے کہ البرٹ بھی اس کے لیے بساط پر ایک بے حقیقت پیادے سے زیادہ اہم نہیں ہے۔"

"میں بھی تو اتنی دیر سے یہی کہہ رہا ہوں۔" پیٹر نے فاتحانہ انداز میں کہا۔ "شطرنج کی بساط پر بے حقیقت مہروں کا کوئی کام نہیں ہوتا۔"

"جلد بازی میں کوئی فیصلہ کرنا ٹھیک نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "ہم اس بارے میں بعد میں بھی فیصلہ کر سکتے ہیں۔"

کافی ختم کرنے کے بعد میں وہاں سے اٹھ گیا۔ پیٹر بھی ساتھ ہی تھا۔ ہم اپنی عارضی قیام گاہ کی طرف واپس آگئے۔

"آؤ، پہلے البرٹ کو دیکھ لیں کہ وہ کس حال میں ہے۔" میں نے کہا اور ہم اس کمرے کی طرف بڑھ گئے جہاں البرٹ قید تھا۔

کمرے کا منظر وہی تھا جو میں نے رات دیکھا تھا۔ البرٹ اسی طرح بندھا پڑا تھا۔ ہم کمرے میں داخل ہوئے تو اس کی آنکھیں بند تھیں مگر کمرے میں کسی کی آمد کو محسوس کر کے اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ رات کے برعکس اس وقت اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔

"تم ابھی تک یہیں ہو؟" میں نے تحیر انگیز انداز میں کہا۔ "رات ہی تو میں نے تمھیں آزاد کرایا تھا، پھر تم واپس کیوں چلے آئے؟"

البرٹ نے بےبسی سے مجھے دیکھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میری بات کا کیا جواب دے۔ شاید وہ میری اصل شخصیت سے واقف تھا۔ اسے معلوم ہوگا کہ میں اولیو ہاورڈ جیسے خطرناک مجرم کا حریف ہوں۔ اس لیے وہ مجھ سے مرعوب ہو گیا ہوگا۔

"اب مزید ڈھیل دینا مناسب نہیں ہے ایلن۔" پیٹر بولا۔ "اس سے جو کچھ اگلوانا ہے جلدی سے اگلوا لو۔ اگر یہ زبان نہ کھولے تو اس کی لاش کا تحفہ اس کے باس کو روانہ کر دو۔"

"تم سن رہے ہو البرٹ؟" میں نے بلند آواز سے کہا۔ "تمھارے لیے بہتر یہی ہے کہ زبان کھول دو۔"

البرٹ نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر انھیں تر کرنے کی کوشش کی۔ "میرے جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا ہے۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "پہلے مجھے ان بندشوں سے تو آزاد کر دو۔"

"اس گفتگو سے تو واضح طور پر یہی مطلب نکلتا ہے کہ اگر اسے بندشوں سے آزاد کر دیا جائے تو یہ ہمیں معلومات فراہم کر دے گا۔" میں پیٹر کی طرف دیکھ کر بولا۔

"ہم اس کی بندشیں کھول دیتے ہیں، مگر میں کسی قسم کا خطرہ مول لینے کو تیار نہیں ہوں۔ میں پہلے اپنے مسلح گارڈ طلب کروں گا، پھر اسے کھولا جائے گا تاکہ یہ کوئی گڑبڑ نہ کر سکے۔"

پیٹر خود گیا اور دو مسلح افراد کے ساتھ واپس آیا۔ اس نے دو کرسیاں بھی منگوائی تھیں جن میں سے ایک پر میں بیٹھ گیا اور دوسری خود اس نے سنبھال لی۔ پیٹر کے اشارے پر البرٹ کی بندشیں کھول دی گئیں۔ میں چپ چاپ یہ سب کچھ دیکھتا رہا تھا۔ بندشیں کھلنے کے بعد البرٹ نے کھڑے ہونے کی کوشش کی مگر پیٹر نے اسے منع کر دیا۔

"اولیو ہاورڈ کی وجہ سے میرا ایک آدمی مارا گیا ہے اس لیے بہت محتاط رہو۔" اس نے البرٹ کو وارننگ دی۔ "تمھاری کسی معمولی سی بھی حرکت پر میرے آدمی تمھیں گولی مار دیں گے۔"

"میں نہتا آدمی ہوں اور مجھ پر دو عدد مسلح افراد مسلط ہیں، پھر بھی تم مجھ سے خوفزدہ ہو۔"

"زیادہ زبان چلانا بھی تمھاری زندگی کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔" پیٹر نے بڑے خراب لہجے میں کہا اور البرٹ نے شانے اچکا دیے۔ وہ قطعی خوف زدہ معلوم نہیں ہو رہا تھا۔

"میرا سر بری طرح دکھ رہا ہے اور دماغ سُن محسوس ہو رہا ہے۔ یہ اسی ضرب کا اثر ہے جو مجھے بے ہوش کرنے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیے میرے سر پر لگائی گئی تھی۔" البرٹ نے اپنا سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "میں کوشش کروں گا کہ مجھ سے کوئی ایسی بات سرزد نہ ہونے پائے جو خود میرے ہی حق میں خطرناک ثابت ہو تاہم اگر ہو سکے تو تم بھی اس کیفیت کے باعث مجھے تھوڑی سی رعایت دے دینا۔"

"تم اس کے گفتگو کرنے کا انداز دیکھ رہے ہو مائیک!" پیٹر نے خون خوار لہجے میں کہا۔ "یہ اب تک محض تمھاری وجہ سے زندہ نظر آ رہا ہے۔ اگر تمھیں اس کی ضرورت نہ ہوتی تو میں کب کا اسے موت کے گھاٹ اتار چکا ہوتا۔"

"کچھ دیر پہلے تو تم صرف اس لیے گڑگڑا رہے تھے کہ تمھیں کھول دیا جائے اور اب تم سینہ زوری کا مظاہرہ کر رہے ہو۔" میں نے البرٹ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"میرا خیال ہے میں نے کوئی نازیبا بات منہ سے نہیں نکالی۔" البرٹ نے بڑے سکون سے جواب دیا۔

"تم نے کہا تھا کہ اگر تمھیں کھول دیا جائے تو تم ہمیں معلومات فراہم کر دو گے۔" پیٹر نے کہا۔

"میں نے یہ بات کہی تو نہیں تھی مگر میرا یہ مطلب ضرور تھا اور میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔"

"لیکن تم نے جو انداز اپنایا ہے اس سے تو تمھاری بات کی نفی ہوتی ہے۔" پیٹر بولا۔ "تم نے ابھی تک ہمیں کوئی بات بھی نہیں بتائی ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ مجھے کیا انداز اپنانا چاہیے اور یہ بھی نہیں معلوم کہ تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو۔ اس لیے کچھ بتانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

البرٹ کا انداز واقعی اشتعال انگیز تھا۔ وہ قیدی ہونے کے باوجود اس طرح گفتگو کر رہا تھا جیسے ہمارا معزز مہمان ہو اور میں دیکھ رہا تھا کہ اس کے اس انداز پر پیٹر کو واقعی غصہ آ گیا تھا۔ البرٹ شاید اپنی زندگی کی طرف سے مایوس ہو چکا تھا، اور خود پر ہونے والے ممکنہ تشدد سے بچنے کی خاطر یہ حرکتیں کر رہا تھا کہ ہم اشتعال میں آ کر اسے مار ہی ڈالیں اور وہ تشدد سے بچ سکے۔ اس کے بارے میں میرا اندازہ تو یہی تھا لیکن ضروری نہیں تھا کہ میرا اندازہ درست ہی ہوتا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ فطرتاً اتنا ہی نڈر ہو یا یہ کہ اس کے پیش نظر کوئی اور مقصد رہا ہو۔

البرٹ کے سوال پر پیٹر نے مدد طلب کرنے والے انداز میں میری طرف دیکھا اور میں نے اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی البرٹ سے سوال کر ڈالا۔ "تم کتنے عرصے سے ہاروے راسیل کے ملازم ہو؟"

"یہی کوئی آٹھ دس سال سے۔" البرٹ نے بڑی بے پروائی سے کہا۔ اس کے نقطۂ نظر سے میرا سوال خاصا غیر اہم تھا۔

"اتنی طویل ملازمت کے دوران تو تم اس کے بہت سے رازوں سے واقف ہو گئے ہو گے۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا اور البرٹ چونک پڑا۔

"میں سمجھ نہیں سکا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" اس نے سرسری انداز میں کہنے کی کوشش کی مگر اس کے لیے اپنے لہجے کا ہیجان چھپانا خاصا مشکل کام تھا۔

"کچھ نہیں۔" میں نے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "یہ بتاؤ کہ نکی ہاورڈ کہاں ہے؟"

"اولیو ہاورڈ کی بیٹی کو پوچھ رہے ہو؟ وہ تو تمھارے ساتھ ہی فرار ہوئی تھی۔"

"فرار نہیں ہوئی تھی بلکہ ایک سازش کے تحت مجھ سے مل گئی تھی۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "لیکن قدرت نے میری مدد کی اور وہ سازش میرے علم میں آ گئی۔ اب میں اسے نہیں بخشوں گا۔"

"مم... میں بھلا کیسے بتا سکتا ہوں کہ وہ کہاں ہے۔" البرٹ بوکھلا گیا۔ "اسے تو تمھارے قبضے میں ہونا چاہیے۔"

"بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔ تم لوگ مجھے دھوکے میں ڈال کر اسے نکال لے گئے ہو لیکن میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ تمھیں بتانا پڑے گا کہ وہ کہاں ہے۔"

"وہ ہمارے ہاتھ نہیں لگ سکی تھی یقین کرو۔ جب اس سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ نہیں ہو سکا تو ہم خود وہاں پہنچے، مگر وہ وہاں نہیں تھی۔"

مجھے یہ چال اچانک ہی سوجھی تھی اور میرے خیال میں یہی ایک طریقہ تھا جس سے اولیو ہاورڈ کو شبہے میں ڈالا جا سکتا تھا۔ اسے شبہے میں ڈالنا بہت ضروری تھا۔ تہذیب اس کی قید میں تھی۔ نکی کو پہنچنے والے کسی نقصان کا انتقام لینے کے لیے وہ تہذیب کو نشانہ بنا سکتا تھا۔ اور تہذیب کو اس کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ اولیو ہاورڈ کو باور کرایا جائے کہ نکی میرے چنگل سے نکل چکی ہے۔ اسے یہ باور کرانے کے لیے البرٹ بہت عمدہ ذریعہ تھا۔ کچھ دیر پہلے تک میرے ذہن میں کچھ نہیں تھا۔ مگر اب پورا منصوبہ میرے ذہن میں واضح ہو چکا تھا۔ مجھے البرٹ سے بس نکی کے بارے میں ہی پوچھ گچھ کرنی تھی نہ صرف پوچھ گچھ بلکہ نکی کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے اس پر تشدد بھی کرنا تھا اور اس کے بعد اسے کسی طرح فرار کرا دینا تھا تاکہ

وہ اولیو ہاورڈ کو جا کر یقین دلا سکے کہ نکی میرے قبضے میں نہیں ہے۔

البرٹ سے نکی کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے پر پیٹر خاصا حیران نظر آ رہا تھا۔ یہ بات اس کے علم میں تھی کہ نکی میرے ہاتھوں ہلاک ہو چکی ہے۔ اب اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں اس کے بارے میں البرٹ سے لایعنی سوال کیوں کر رہا ہوں۔ اگر یہ بات کچھ دیر قبل مجھے سوجھ گئی ہوتی تو میں اسے پہلے ہی سب کچھ بتا کر مطمئن کر چکا ہوتا مگر چونکہ یہ سب کچھ اب تک ہی ہوا تھا اس لیے مجھے پیٹر کو کچھ بتانے کا موقع ہی نہیں مل سکا۔ اور میں خود بھی ایسی صورت حال میں پھنس گیا کہ میرے لیے اپنے اس فوری منصوبے کو مؤخر کرنا ممکن نہیں رہا۔ یہ غنیمت ہوا کہ پیٹر نے کوئی سوال نہیں کیا اور اپنی زبان بند ہی رکھی ورنہ سب کچھ تباہ ہو جاتا۔

"میں بہت نرم مزاج آدمی ہوں البرٹ۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "مجھے نکی کے بارے میں بتا کر تم بہت فائدے میں رہو گے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تمھیں کس طرح یقین دلاؤں اگر مجھے علم ہوتا کہ وہ کہاں ہے تو تمھیں ضرور بتا دیتا۔"

"میں بہت سنگدل بھی ہوں البرٹ۔" میں نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ "تم یوں نہیں مانو گے تو تم پر بدترین تشدد کرتے ہوئے بھی میں جھجکوں گا نہیں۔"

"تم مجھ سے ایسی بات پوچھ رہے ہو جو میرے علم میں ہے ہی نہیں تو میں اس کا جواب کیا دوں۔"

"میرا یہ اصول بھی ہے کہ آدمی کو غور کرنے کے لیے وقت ملنا چاہیے۔ میں اپنا یہ اصول توڑوں گا نہیں لیکن تمھیں زیادہ مہلت نہیں دے سکتا۔ اس لیے کہ میں نکی تک پہنچنے کے لیے سخت بے تاب ہوں۔ اس کے علم میں بعض ایسی باتیں آ گئی ہیں جو نہیں آنی چاہیے تھیں۔ اس کا زندہ رہنا خود میرے لیے خطرناک ہو سکتا ہے۔ سمجھ رہے ہو تم... اس لیے میں تمھیں غور کرنے کے لیے صرف اتنا وقت دے رہا ہوں کہ تم نہا دھو کر تازہ دم ہو جاؤ۔ اس کے بعد ناشتا کر لو۔ اس دوران اگر میری پیش کش قبول کرتے ہوئے تم نکی کے بارے میں مجھے معلومات فراہم کر دو تو یقین رکھو کہ تم ایک دانش مندانہ قدم اٹھاؤ گے۔"

"تم آخر میری بات سن کیوں نہیں رہے ہو۔ میں بھی تو تم سے کچھ کہہ رہا ہوں۔" البرٹ نے احتجاجی انداز میں کہا۔

"جتنی خطرناک باتیں نکی کے علم میں آ چکی ہیں اس کے بعد میرا کچھ اور سننے کا موڈ ہی نہیں ہے۔"

"بھاڑ میں گئی نکی ہاورڈ۔" البرٹ اچانک ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کمرے میں موجود دونوں مسلح افراد کی انگلیاں اپنے ہاتھوں میں موجود گنوں کے ٹرائیگر پر مستعد ہو گئیں۔ مگر میں نے ہاتھ بلند کر کے انھیں فائر نہ کرنے کا اشارہ کیا اور وہ رک گئے ورنہ شاید ان میں سے کوئی ایک فائر کر ہی بیٹھتا۔

"اس اچھل کود سے کام نہیں چلے گا مسٹر البرٹ۔" میں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے تم میری دی ہوئی مہلت سے فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے۔"

"یہ میرے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔ مجھ سے وہ بات پوچھی جا رہی ہے جو میرے علم سے باہر ہے۔"

"ناشتا کرنے کے بعد تک تم اگر اپنی اس بات پر قائم رہے تو میرا جواب کچھ اور ہو گا لیکن اگر تم نے اسی وقت اپنی بات پر اصرار کیا تو میں اسی وقت سے تم پر تشدد کرانے کے لیے مجبور ہو جاؤں گا۔"

البرٹ پر قیامت گزر رہی تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ اچھا خاصا تشدد جھیل سکتا ہے۔ اس کی زبان کھلوانا کوئی آسان کام نہ ہوتا لیکن اس پر ایک ایسی بات کے لیے تشدد شروع ہونے والا تھا جو اس کے علم میں ہی نہیں تھی۔ کسی بھی شخص کے لیے یہ بات انتہائی تکلیف کا باعث ہوتی ہے کہ اس پر کسی ایسی بات کے لیے تشدد کیا جائے جو اس کے علم میں نہ ہو یا جس کا وہ ذمے دار نہ ہو۔ البرٹ بھی ایسی ہی صورت حال سے دوچار تھا۔ اسے یقین ہو چکا تھا کہ میں اسے ہرگز نہیں بخشوں گا۔ یہ اندازہ بھی ہو گیا تھا کہ اب اگر اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو جو تھوڑی بہت مہلت ملی ہے اسے بھی گنوا بیٹھے گا۔

چند لمحوں تک البرٹ مجھے گھورتا رہا۔ وہ کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ آخر کار اس نے مہلت سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

"یہ تم کس چکر میں پڑ گئے؟" باتھ روم کا دروازہ بند ہوتے ہی پیٹر نے مجھ سے کہا۔ آواز اس نے دھیمی ہی رکھی تھی تاکہ البرٹ تک نہ پہنچ سکے۔

"چکر کو چھوڑو اور ناشتے کا بندوبست کرو۔ مجھے بھی معدہ کچھ خالی خالی سا محسوس ہو رہا ہے۔"

"معلوم نہیں تم کس قسم کے آدمی ہو۔" پیٹر بڑبڑاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ "آؤ ہم ناشتا کر لیں۔"

"بغیر مہمان کے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ارے تو کیا اسے اپنے ساتھ میز کرسی پر بٹھائیں گے؟" پیٹر نے جھنجلا کر کہا۔ "اس کا ناشتا یہیں آ جائے گا۔"

"چلو یونہی سہی۔" میں نے سر ہلا کر کہا۔ اور پیٹر کے ساتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

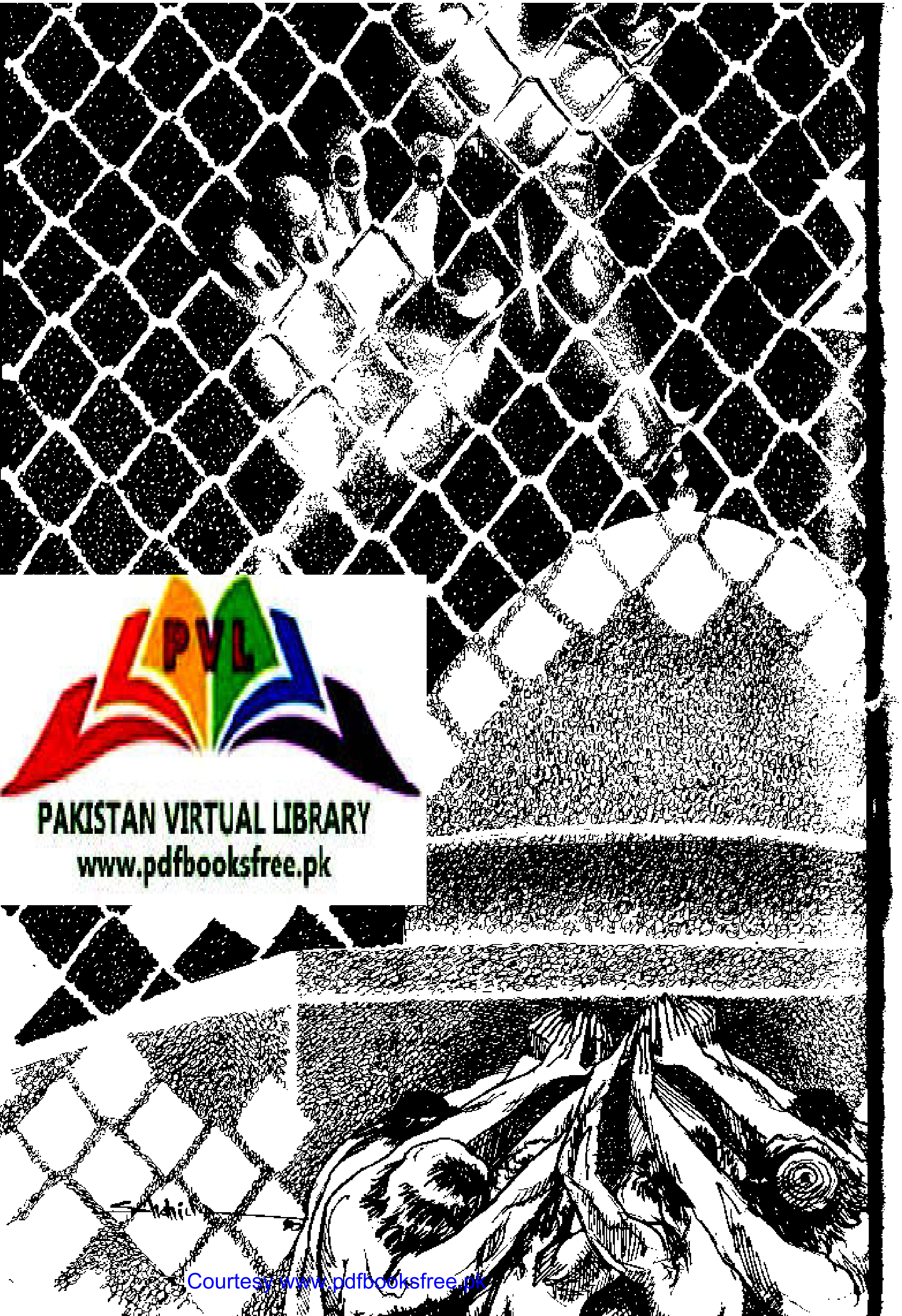

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

کمرے سے باہر نکل آیا۔

ناشتے کی میز پر سلویا بھی موجود تھی۔ اسے دیکھ کر مجھے خاصی حیرت ہوئی۔ میرے خیال کے مطابق تو اسے محو خواب ہونا چاہیے تھا۔

"تمھیں چاہیے تھا کہ اگر کہیں جا رہے تھے تو مجھے بھی ساتھ لے کر جاتے۔" اس نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"محض اس خیال سے چھوڑ گیا تھا کہ تمھاری نیند میں خلل پڑے گا۔ تم بہت دیر سے سوئی تھیں۔"

"نیند میں خلل پڑنے کی کیا حقیقت ہے..... زندگی میں خلل پڑنے سے تو بہر حال بہتر ہے۔"

"وہ تو میری زندگی میں پڑنے والا تھا۔" میں نے کہا اور سلویا کو مختصراً حالات سے آگاہ کر دیا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیں۔

"یہ طرفہ تماشا بھی سنو کہ اب یہ البرٹ سے کی ہاورڈ کے بارے میں دریافت فرما رہے ہیں۔" پیٹر نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

"وہ تو اپنے انجام کو پہنچ چکی۔" سلویا حیرت سے بولی "اب اس کے بارے میں کیا پوچھ گچھ کر رہے ہو؟"

"انھیں یہ تاثر دینے کے لیے کہ کی میرے ہاتھوں سے بھی نکل گئی ہے، یہ پوچھ گچھ ضروری ہے۔" میں نے کہا۔

"البرٹ کو یہ تاثر دے کر تم کیا فائدہ اٹھا سکتے ہو؟ بات تو جب ہوتی کہ تم اولیو ہاورڈ کو یہ تاثر دیتے۔" پیٹر بولا۔

"پہلا مرحلہ تو البرٹ کو یقین دلانے کا ہے۔ اگر اسے ہی یقین نہ دلایا جا سکا تو وہ اولیو ہاورڈ کو کیا خاک یقین دلا سکے گا۔"

"کیا تم بھول گئے کہ ایڈریو کے بدلے البرٹ کو قتل کرنا لازمی ہے۔" پیٹر نے زور دے کر کہا۔

"میں کیوں بھولوں گا۔ اولیو ہاورڈ کو یہ دھمکی دینے والا میں خود ہی تو تھا۔"

"تمھاری باتوں میں تضاد نہیں ہے؟" پیٹر نے کہا۔ "ایک طرف تو تم اس کے ذریعے اولیو ہاورڈ کو غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہتے ہو اور دوسری طرف یہ بھی مانتے ہو کہ اسے قتل کرنا بھی ضروری ہے۔"

"بدلے ہوئے حالات کے تحت اسکیم بھی تبدیل ہو گئی ہے۔ اب ہم اُسے قتل نہیں کریں گے۔"

"اگر ہم نے اسے چھوڑ دیا تو کیا اولیو ہاورڈ مشکوک نہیں ہو جائے گا؟" پیٹر بولا۔ "یا وہ اتنا ہی بھولا ہے کہ سامنے کی بات بھی اس کی سمجھ میں نہ آ سکے۔"

"نہیں، اولیو ہاورڈ بہت چالاک آدمی ہے، مگر ہم البرٹ کو رہا کیوں کریں گے۔ ہم تو اس پر تشدد کریں گے۔ یہ اور بات ہے کہ وہ ہماری قید سے فرار ہو جائے۔"

"قید سے فرار ہو جائے؟" پیٹر نے حیرانی سے کہا۔ "ہم اسے اتنا موقع ہی کیوں دیں گے کہ وہ ہماری قید سے فرار ہو۔"

"موقع تو فراہم کرنا پڑے گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اس کے بغیر تو بات بن ہی نہیں سکتی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" سلویا نے تائید کی۔ "میں تمھاری بات پوری طرح سمجھ گئی ہوں۔"

"سمجھ تو میں بھی رہا ہوں۔" پیٹر نے جھنجلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "لیکن مجھے اس کا افسوس بہت ہو گا۔"

"البرٹ کی حیثیت کچھ نہیں ہے۔ اسے مار کر ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا جبکہ اس طرح ہم فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔"

"اسے فرار تو ہم کرائیں گے اور اولیو ہاورڈ ہمیں اتنا کمزور سمجھے گا کہ ہم ایک شخص کو قید میں بھی نہیں رکھ سکتے۔"

"اس کی یہ غلط فہمی بھی ہمارے کام ہی آئے گی۔ دشمن جتنا زیادہ غلط فہمی میں مبتلا رہے اتنا ہی زیادہ اچھا ہے۔"

"ٹھیک ہے، جیسا مناسب سمجھو کرو۔" پیٹر نے کہا مگر اس کے لہجے سے بے زاری ٹپک رہی تھی۔

"کیا تم اسے فرار کرانے کے لیے کوئی خاص منصوبہ بناؤ گے؟" سلویا نے پوچھا۔

"اگر وہ اتنا نااہل ہے کہ خود سے فرار نہیں ہو سکتا تو مجبوراً کوئی نہ کوئی منصوبہ بنانا ہی پڑے گا۔"

"کیا مطلب؟" پیٹر میری بات سن کر چونک پڑا۔

"وہ تنہا اور نہتا ہے۔ یہ زیادتی ہے کہ تم نے اس پر دو مسلح افراد مسلط کر رکھے ہیں۔ ان میں سے ایک کو ہٹا دو۔"

"یہ بہت خطرناک ہو گا۔" پیٹر بولا۔ "ایک آدمی کی توجہ کسی بھی وقت اس کی طرف سے ہٹ سکتی ہے، اور....."

"میں بھی تو یہی چاہتا ہوں۔ وہ اپنی کوشش سے فرار ہو گا تو ڈرامے میں جان پڑ جائے گی۔"

"تو میں یوں کرتا ہوں کہ دوسرے آدمی کو کمرے کے باہر متعین کر دیتا ہوں۔"

"ہرگز نہیں۔ اس طرح تو اس کے فرار کا راستہ بالکل ہی مسدود ہو جائے گا۔"

"سوچ لو اطمین! ایک آدمی پر بھی قابو پانا اس کے لیے آسان نہیں ہو گا۔ خاص طور پر اس صورت میں کہ وہ شخص مسلح

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی ہوگا۔"

"میں تو اسے صرف ایک موقع فراہم کرنا چاہ رہا ہوں۔ اگر وہ اس موقع سے فائدہ اٹھا سکا تو ٹھیک ہے، ورنہ کچھ اور سوچیں گے۔"

"یہ بھی ہو جائے گا۔" پیٹر نے کہا۔ "لیکن اگر میرے آدمی پر قابو پانے کے چکر میں خود اسے کوئی نقصان پہنچ گیا تو کون ذمے دار ہوگا؟"

"یہ سب کچھ سوچنا تمھارا کام نہیں ہے۔ تم تو بس وہ کرو، جو میں نے تم سے کہا ہے۔ اپنے آدمی کو خاص طور پر محتاط رہنے کی ہدایت بھی مت کرنا۔ عمارت میں اگر کسی قسم کے حفاظتی انتظامات ہیں تو وقتی طور پر انھیں بھی ختم کرا دو۔"

"میں یہ سب کچھ کر لوں گا لیکن اگر فرار ہوتے وقت البرٹ کسی کی نظروں میں آگیا تو اسے روکنے کی کوشش ضرور کی جائے گی۔"

"یہ تمام باتیں اس مفروضے کے تحت ہو رہی ہیں کہ البرٹ کی فرار ہونے کی کوشش کامیاب ہو جائے گی۔ فرض کرو کہ وہ کسی طرح تمھارے آدمی پر قابو پا لیتا ہے اور فرار ہونے میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اس اثنا میں کسی اور کی نظر اس پر پڑ جاتی ہے تو اسے روکنے کی ناکام کوشش ضرور کرے۔ اس پر فائرنگ بھی کرے مگر اس طرح کہ اسے ذرّہ برابر بھی گزند نہ پہنچے اور وہ فرار بھی ہو جائے۔"

پیٹر اپنے آدمیوں کو ہدایات دینے چلا گیا اور سلویا کافی کا کپ میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔ "تم نے تہذیب کو بچانے کے لیے بہت عمدہ ترکیب سوچی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اولیو ہاورڈ اس بات پر یقین کر لے گا؟"

"یقین نہیں کرے گا تب بھی الجھن میں تو ضرور پڑ جائے گا اور میں یہی چاہتا بھی ہوں کہ وہ وقتی طور پر الجھ کر تہذیب کے خلاف کوئی خطرناک قدم نہ اٹھانے پائے۔"

"کیا وہ اس امکان پر غور نہیں کر سکتا کہ تم نے اسے غلط راہ پر ڈالنے کے لیے یہ حرکت کی ہے؟"

"ضرور کر سکتا ہے اور کرے گا بھی، لیکن ایسی بہت سی باتیں موجود ہیں جو اس کے اس شبے کو یقین کی حد تک نہیں پہنچنے دیں گی۔"

"مجھے بھی تو بتاؤ ایسی کون سی باتیں ہیں؟" سلویا نے تجسّس بھرے لہجے میں پوچھا۔

"مثال کے طور پر یہ بات کہ میں نے البرٹ سے کوئی اور بات نہیں پوچھی۔ اس سے میری اضطراری کیفیت ظاہر ہوتی ہے، ورنہ البرٹ جیسے اندر کے آدمی سے بہت سی کام کی باتیں معلوم کی جا سکتی تھیں۔"

"اس کے علاوہ کوئی اور دلیل؟"

"میرا یہ کہنا کہ نکی کے علم میں کچھ خطرناک باتیں آگئی ہیں۔ اولیو ہاورڈ اس سے یہی نتیجہ اخذ کرے گا کہ نکی کو ڈی فوسٹ کے فارمولوں کے بارے میں کچھ معلوم ہو گیا ہوگا۔ اس وقت ان لوگوں کے نزدیک یہی ایک معاملہ سب سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔"

"وہ یہ نہیں سوچے گا کہ اگر نکی کو اس بارے میں کچھ معلوم ہوتا تو سب سے پہلے اس سے رابطہ قائم کرتی؟"

"اصولی طور پر تو یہی ہونا چاہیے تھا لیکن اولیو ہاورڈ یہودی ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہودی کس قدر لالچی ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ یہ نتیجہ بھی اخذ کر سکتا ہے کہ فارمولوں کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوتے ہی نکی اپنے طور پر جستجو میں لگ گئی ہوگی۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ خود ہی فارمولے حاصل کر کے ان کی سودے بازی کرنے کے چکر میں پڑ جائے اور دوسری یہ کہ وہ فارمولے حاصل کر کے انھیں اولیو ہاورڈ تک پہنچانا چاہتی ہو۔ دونوں میں سے اولیو ہاورڈ جو نتیجہ بھی اخذ کرے، اسے الجھانے کے لیے بہت ہوگا۔"

"واقعی تم بہت دور تک سوچتے ہو۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ اولیو ہاورڈ ضرور الجھ جائے گا۔"

"کسی بھی معاملے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اس کے ہر پہلو کا جائزہ لینا پڑتا ہے۔ اس کے بغیر کامیابی کا حصول ممکن ہی نہیں ہو سکتا۔"

"میں نے اپنے آدمیوں کو ہدایات دے دی ہیں۔" پیٹر نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔ "اور اب میں سونا چاہتا ہوں۔ تمام رات جاگتا رہا ہوں۔"

میں نے محض سر ہلانے پر اکتفا کیا اور پیٹر سونے کے لیے چلا گیا۔

"اب تم بھی سو جاؤ علی۔" سلویا نے کہا۔ "تم بھی تو ساری رات جاگتے رہے ہو۔"

"میں نے تو ڈیڑھ دو گھنٹے کی نیند لے لی تھی۔ اس لیے اب مزید سونے کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی۔"

"ڈیڑھ دو گھنٹے میں بھی کہیں نیند پوری ہوتی ہے۔"

"نیند تو پوری نہیں ہوتی، البتہ ضرورت ضرور پوری ہو جاتی ہے۔" میں نے کہا۔ "اس کے علاوہ مجھے ابھی کچھ کام بھی کرنے ہیں۔"

"پھر بھی تمھیں تھوڑی دیر آرام کر لینا چاہیے۔ چلو، خوابگاہ میں چلو۔"

سلویا زبردستی مجھے بیڈروم میں لے گئی۔ "نیند نہ بھی آئے تو کچھ دیر یونہی لیٹے رہو۔" اس نے کہا اور واپس پلٹ گئی۔

"میرے ساتھ زبردستی کر کے تم خود کہاں جا رہی ہو؟" میں نے کہا۔

"میں یہاں رک کے کیا کروں گی۔" سلویا نے پلٹ کر کہا۔ "خواہ مخواہ تمھارے آرام میں خلل پڑے گا۔"

"تم یہیں رکو، تمھارے اصرار پر میں لیٹ تو گیا ہوں مگر مجھے نیند نہیں آئے گی۔ ذہن پر بہت سے کام سوار ہیں۔"

سلویا بیٹھ گئی۔ "یہی بہت ہے کہ میرے کہنے سے تم لیٹ گئے، ورنہ میں تمھارا کیا کر لیتی۔"

میں نے اسے جواب دیے بغیر بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھا ہوا فون اپنی طرف کھسکایا اور پیڈ کے ہوٹل کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ رابطہ ملنے پر میں نے پیڈ کو پتا سمجھاتے ہوئے اپنے پاس آنے کی ہدایت دی اور فون بند کر دیا۔ سلویا خاموشی سے مجھے دیکھے جا رہی تھی۔

"تم کہہ رہے تھے تمھیں بہت سے کام کرنے ہیں۔" دفعتاً اس نے کہا۔ "جبکہ میرے خیال میں فی الوقت تمھیں کوئی کام نہیں ہے۔"

"میرے نزدیک سب سے اہم کام یہ ہے کہ مجھے شام کے کونسلیٹ سے ملنا ہے۔"

"اوہ! تم نے بتایا تو تھا لیکن یہ بات میرے ذہن سے نکل گئی تھی۔" سلویا نے کہا۔ "لیکن کیا ضروری ہے کہ تمھیں کچھ کارآمد باتیں معلوم ہو ہی جائیں۔"

"مجھے یقین ہے کہ شامی کونسلیٹ سے میری ملاقات بے حد کارآمد ثابت ہوگی۔"

"اس کے علاوہ تمھیں ایک اہم کام اور بھی تو کرنا ہے۔" سلویا نے کہا۔

"وہ کیا؟" میں نے چونک کر پوچھا۔

"البرٹ پر تشدد۔" سلویا مسکرائی۔

"ہاں۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔ "یہ کام اہم بھی ہے اور ناگوار بھی تاہم مجبوراً کرنا ہی پڑے گا۔"

"اس کام کی اہمیت تو سمجھ میں آتی ہے۔ مگر اس میں ناگواری کا پہلو کہاں سے نکل آیا؟"

"غلط کام کرتے وقت ناگواری کا احساس ہونا لازمی امر ہے۔ پیٹر پر تشدد اصولی طور پر غلط ہوگا۔ اس لیے کہ مجھے معلوم ہے کہ جس بات کے لیے اس پر تشدد ہوگا، وہ اس سے بے خبر ہے۔ ہاں اگر اس پر کوئی ایسی بات معلوم کرنے کے لیے تشدد کیا جاتا جو اس سے متعلق ہوتی یا جس کے بارے میں شبہ بھی ہوتا کہ وہ اس سے باخبر ہوگا تب تو درست تھا۔ لیکن موجودہ صورت میں میں اپنے ناگواری کے احساس کو دبا نہیں سکتا۔"

"تم عجیب آدمی ہو۔ یہ باتیں اس شخص کے لیے کر رہے ہو جو جرائم پیشہ ہے اور کسی بھی قسم کی رعایت کا مستحق نہیں ہے۔ اس کو تو اگر بلا وجہ بھی ایذا پہنچائی جائے تو درست ہے۔"

"یہ تمھارا نکتۂ نظر ہے اور میں اس سے اختلاف بھی نہیں کروں گا لیکن اس کے باوجود میرا خیال یہی ہے کہ اس کے ساتھ زیادتی ہوگی۔"

"بعض موقعوں پر اخلاقیات بری لگنے لگتی ہیں۔" سلویا نے چڑ کر کہا۔

"اخلاقیات کے اصول مسلّم ہیں۔ ان سے انحراف تو کیا جا سکتا ہے مگر انھیں تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔ اخلاقیات کے کسی بھی اصول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اخلاقیات کو برا بھلا کہنا ذہنی کمزوری کی علامت ہے۔"

"تم بحث بہت کرتے ہو اور سارا زور اس بات پر صرف کر دیتے ہو کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو اسے درست تسلیم کر لیا جائے۔"

"میں تمھیں مجبور تو نہیں کر رہا کہ میری بات مان ہی لو۔ میں تو محض اپنا نظریہ بیان کر رہا تھا۔"

"نظریاتی گفتگو چھوڑو اور عملی باتیں کرو۔ تم نے ابھی تک مجھ سے کوئی کام نہیں لیا۔"

"تم دیکھ ہی رہی ہو کہ واقعات کتنی تیزی سے پیش آ رہے ہیں۔ مجھے خود تو کچھ کرنے کا موقع ہی نہیں مل رہا۔"

"جو کام تم البرٹ سے لینا چاہ رہے ہو اس میں بھی تمھاری مدد کر سکتی ہوں۔"

"وہ کس طرح؟" میں نے کچھ چونک کر پوچھا۔

"شاید تمھارے ذہن سے یہ بات نکل گئی کہ میرے پاس ٹرانسمیٹر موجود ہے۔ میں انھیں یہ اطلاع فراہم کر سکتی ہوں کہ نکی تمھارے ہاتھ سے نکل گئی ہے اور تم جھلاہٹ کا شکار ہو رہے ہو۔"

"نہیں، ابھی یہ مناسب نہیں ہوگا۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "اس طرح وہ تم پر شبہ کر سکتا ہے کہ کہیں تم مجھ سے مل نہ گئی ہو۔"

"انکل رابیل یہ بات ہرگز تسلیم نہیں کریں گے کہ میں ان کے خلاف کوئی قدم اٹھا سکتی ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہمارا واسطہ ہاروت رابیل سے نہیں بلکہ اولیو ہاورڈ سے ہے۔ اور وہیں اس کی طرف سے محتاط رہنا ہے۔"

"اس کا ذہن صاف کرنے کے لیے میں البرٹ کا حوالہ دوں گی اور کہوں گی کہ میں اسے فرار کرانے کی کوشش کر رہی ہوں۔"

"عرف عام میں اسے جلد بازی کہا جائے گا۔" میں مسکرا کر بولا۔ "تم یہ کام کرو گی مگر بعد میں... اس وقت جب البرٹ یہاں سے فرار ہو کر اولیو ہاورڈ تک پہنچ چکا ہو گا۔"

"میں یہ بات پہلے کروں یا بعد میں، بات تو ایک ہی ہے۔ میرے خیال میں تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"بہت فرق پڑتا ہے۔ تم میرے ساتھ ہو۔ اولیو ہاورڈ تمہاری طرف سے بالکل بے خبر ہے۔ اگر یہ اطلاع تمہارے ذریعے اس تک پہنچی تو وہ مشکوک ہو جائے گا۔"

"بعد میں جب البرٹ اسے یہ اطلاع فراہم کرے گا کہ تم نکی کے بارے میں معلومات کر رہے تھے تو اسے یقین آ جائے گا۔"

"البرٹ کا اس تک پہنچنا ہی یقینی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "باقی تمام باتیں تو خود ہی غیر یقینی ہو جاتی ہیں۔"

"تم خود ہی تو اسے فرار کرانے کی باتیں کر رہے تھے اور اب اسے غیر یقینی قرار دے رہے ہو۔"

"سب کچھ حالات پر منحصر ہے۔ ممکن ہے وہ فرار نہ ہو پائے۔ فرار ہونے کی کوشش میں کسی کی گولی کا نشانہ بن جائے تو تمہاری پوزیشن بلاوجہ ہی خراب ہو جائے گی۔"

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس قسم کے بھی کچھ امکانات موجود ہیں۔" سلویا نے کہا۔

"چلو کوئی بات نہیں، ہم فرض کیے لیتے ہیں کہ البرٹ کامیابی سے فرار ہو کر اولیو ہاورڈ تک پہنچ گیا ہے..."

"تب تو مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا۔ میری دی ہوئی اطلاع کی تصدیق البرٹ کے ذریعے ہونے پہ اولیو ہاورڈ کو فوراً یقین آ جائے گا۔"

"اس کے برعکس چونکہ تمہاری طرف سے یہ اطلاع ملنے پہ وہ پہلے سے مشکوک ہو گا۔ اس لیے البرٹ کا بیان بھی اس کے لیے اتنا اثر انگیز نہیں ہو گا۔ وہ اس کی باتوں کو بھی شبہے کی نظر سے دیکھے گا۔"

"معاف کرنا علی! تمہاری یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"بہت آسان سی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "مشکوک ذہن کو مطمئن کرنا بہت زیادہ مشکل ہوتا ہے۔"

"یہ بات تو سمجھ میں آ رہی ہے۔" سلویا بولی۔ "مگر یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اگر میں نے بعد میں اطلاع دی تو وہ کیوں مشکوک نہیں ہو گا؟"

"پہلے تم اسے اطلاع دو گی تو وہ سب سے پہلے یہی سوچے گا کہ شاید میں نے زبردستی تم سے کال کروائی ہے۔ جبکہ یہی اطلاع البرٹ کے ذریعے اسے ملے گی تو ممکن ہے پھر بھی اسے شبہ ہو مگر اس حد تک نہیں ہو گا کہ وہ اس کے بیان کو ہی غلط سمجھے۔ بعد میں جب تم البرٹ کی بات کی تصدیق کرو گی تو اس کا رہا سہا شبہ بھی زائل ہو جائے گا۔ اسے یقین ہو جائے گا کہ نکی واقعی میرے قبضے میں نہیں ہے۔ تم اسے بتاؤ گی کہ نکی کے نکل جانے سے میں پہلے ہی بہت پریشان تھا اور اب البرٹ کے فرار سے میرے اضطراب میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔"

"اب تمہاری بات میری سمجھ میں آئی۔" سلویا نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "ٹھیک ہے، پہلے البرٹ نکل جائے۔ پھر میں کال کروں گی۔"

ذرا ہی دیر بعد ایک ملازم نے آکر بڈ کے آنے کی خبر دی اور میں نے اسے خواب گاہ میں ہی بلوا لیا۔

"تم بڑے بے مروت ہو چیف۔" بڈ نے خواب گاہ میں داخل ہوتے ہی کہا۔ "آخر کتنی تیزی سے ٹھکانے تبدیل کرتے ہو۔"

"حالات ہی ایسے پیش آ رہے ہیں کہ چند گھنٹوں سے زیادہ ایک جگہ ٹکنا نصیب ہی نہیں ہو رہا۔"

"لیکن میں تمہاری مستقل مزاجی کا قائل ہو گیا چیف۔" بڈ نے معنی خیز نظروں سے سلویا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہاری اس بات کا تعلق میری ذات سے ہے؟" سلویا نے بڈ سے پوچھا۔

"ن... نہیں۔" بڈ اس کے براہ راست سوال پہ گڑبڑا گیا۔ حالانکہ سلویا کے لہجے میں ناگواری کا تاثر نہیں تھا۔

"تو پھر تم نے یہ بات کہتے ہوئے میری طرف کیوں دیکھا تھا؟" سلویا نے کہا۔

"کچھ نہیں... وہ تو میں چیف کی تعریف کر رہا تھا۔" بڈ نے بدستور بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "نظر اتفاقاً ہی آپ کی طرف اٹھ گئی ہو گی۔"

"تمہارے ذہن میں اگر کسی قسم کی خلش ہے تو اسے دور کرنے کے لیے صاف الفاظ میں بھی گفتگو کر سکتے ہو۔"

"توبہ، توبہ۔" بڈ نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔ "آپ کو یقیناً کسی قسم کی غلط فہمی ہو گئی ہے۔ میرے ذہن میں بھلا کیا خلش ہو سکتی ہے۔"

"حیرت ہے۔" سلویا بڑبڑائی، پھر میری طرف دیکھ کر بولی۔ "رات بھی مسٹر بڈ نے اسی قسم کی گفتگو کی تھی۔ تمہاری اور ان کی فطرت میں کس قدر تضاد ہے۔ معلوم نہیں تم انھیں کس طرح برداشت کرتے ہو گے۔"

"بیٹھ جاؤ بڈ۔" میں نے بڈ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور سلویا سے بولا۔ "بڈ کو مزاح پیدا کرنے کی عادت ہے۔ اس چکر میں بعض اوقات گڑبڑ ہو جاتی ہے۔"

"چیف بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" بڈ نے جلدی سے کہا۔ "لوگ میری باتوں سے غلط مطلب اخذ کر لیتے ہیں۔"

"دوسروں کے بارے میں بات کرتے وقت محتاط رہنا چاہیے بڈ۔" میں نے سرزنش کی، حالانکہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ بڈ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔

"آئندہ خیال رکھوں گا چیف۔" بڈ نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔ "لیکن تم کہاں غائب ہو چیف؟"

میں نے اسے رات سے اب تک کی کتھا سنا دی۔ "اور اب میں چاہتا ہوں کہ اولیو ہاورڈ کی نگرانی بھی ختم کر دی جائے۔"

"سوچ لو چیف۔ میڈم اس کی قید میں ہیں۔ اس کی نگرانی کر کے ہم کم از کم میڈم کے بارے میں تو باخبر رہیں گے۔"

"اسے پہلے ہی اپنے تعاقب کا شبہ ہو چکا ہے۔ اس وقت وہ بہت محتاط ہو رہا ہو گا۔ میں اسے مزید کسی شبہے کا موقع نہیں دینا چاہتا۔"

"جس طریقۂ کار کے تحت اس کی نگرانی ہو رہی ہے وہ سو فیصد محفوظ ہے۔" بڈ نے کہا۔ "تعاقب کا سلسلہ تو تمہاری ہدایت پہ پہلے ہی ترک کر دیا گیا ہے، لہٰذا اب کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ تم نے کیا طریقۂ کار اختیار کر رکھا ہے۔ اور وہ کس حد تک محفوظ یا غیر محفوظ ہے۔"

"اس عمارت سے کوئی ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ایک اور عمارت ہے جس کی مالک ایک بیوہ عورت ہے۔ اس نے اس عمارت کے مختلف کمرے کرائے پر دے رکھے ہیں۔ جن میں سے بیشتر خالی ہی پڑے رہتے ہیں۔ مجھے ایک ایسا کمرا مل گیا جس کی کھڑکی اولیو ہاورڈ والی عمارت کی طرف کھلتی ہے اور میں نے اسے کرائے پر حاصل کر لیا۔ وہاں سے چونکہ اس عمارت پر نظر رکھنا آسان ہے، اس لیے نگرانی تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔"

"ایک ڈیڑھ میل کے فاصلے سے بھلا کس طرح نگرانی کی جا سکتی ہے؟" سلویا نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"درمیان میں کوئی ایسی آڑ نہیں ہے جو نظر کی راہ میں مزاحم ہو سکے۔ اس لیے کیا مسئلہ ہو سکتا ہے۔"

"پھر بھی اتنے فاصلے تک بغیر دوربین کے دیکھنا تو ممکن ہی نہیں ہے۔" سلویا نے کہا۔ "اور یہ بہت مشکل کام ہے کہ کوئی ہر وقت آنکھوں سے دوربین لگائے بیٹھا رہے۔"

"ٹی وی کیمرہ آخر کس دن کے لیے ایجاد ہوا تھا۔" بڈ نے برجستہ کہا۔

"تو تم نے وہاں ٹی وی کیمرہ نصب کر رکھا ہے۔" میں نے تشویش سے کہا۔ "اور بہت مطمئن ہو کہ کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔"

"صرف ٹی وی کیمرہ کہاں چیف!" بڈ بڑے اطمینان سے بولا۔ "مانیٹر بھی تو ہے۔"

"تم تو بالکل ہی مروا دینے والی حرکتیں کرتے ہو بڈ۔ کیا مکان مالکہ کو یہ سب باتیں پُراسرار نہیں معلوم ہوتی ہوں گی جبکہ تم پہلے بتا چکے ہو کہ علی گروپ کے ارکان شفٹوں میں نگرانی کا کام کر رہے ہیں۔"

"ایسا نہ کہو چیف! مجھے ہول ہونے لگتی ہے۔ ویسے وہ بڑی غریب عورت ہے، غریب اور ضرورت مند... اسے کیا پڑی ہے کہ معقول کرایہ ملنے کے باوجود فضول باتوں میں اپنا مغز پچی کرتی پھرے۔"

"تم بہت مردود ہو بڈ۔ اپنی غلطی تسلیم کرنے کے بجائے بے سروپا دلیلیں دینا شروع کر دیں۔"

"تو کیا میں اسے بتا دوں کہ میں اس بہت بڑی فرم کا مالک نہیں ہوں جو پرائیویٹ طور پہ ٹی وی پروگرام تیار کر کے فروخت کرتی ہے۔"

"اس بے ہودہ گفتگو کا کیا مطلب ہوا؟" میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"یہ بھی بتانا پڑے گا کہ مستقبل قریب میں میرا کوئی پروگرام تیار کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ بلکہ میں نے تو دراصل اولیو ہاورڈ کی نگرانی کے لیے یہ درد سری مول لی ہے۔"

"یہ ساری باتیں تم سیدھی طرح نہیں کر سکتے تھے۔" میں نے دانت پیس کر کہا۔

"کمال ہے۔" سلویا بولی۔ "مسٹر بڈ نے کس قدر ذہانت کا مظاہرہ کیا ہے اور تم انھیں داد بھی نہیں دے رہے۔"

سلویا کی بات سن کر بڈ پھول گیا اور میں نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "ان لوگوں سے خطرہ ہی لگا رہتا ہے کہ کسی روز اپنی کسی حماقت سے مجھے ڈبو ہی نہ دیں۔"

"جتنی ذہانت کا انھوں نے مظاہرہ کیا ہے، اس کے پیش نظر ان سے کوئی ایسی توقع کی تو نہیں جا سکتی۔"

"یہی تو مصیبت ہے، بڈ کو کوئی سمجھتا ہی نہیں۔ کوئی قدر ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں ہے بڈی۔" بڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"ابھی چند ہی منٹ قبل تم میرے اور اس کے ساتھ پر حیرت کا اظہار کر چکی ہو۔" میں نے کہا اور سلویا جھینپ گئی۔

"وہ تو ان کی ایک بات پر میں نے اظہار رائے کیا تھا۔" اس نے کہا۔

"بڈ کی ذہانت سے مجھے بھی انکار نہیں ہے لیکن اس کی حرکتیں بعض اوقات ناقابل برداشت ہو جاتی ہیں۔"

"اگر بڈ کسی اور کے لیے اتنی تگ و دو کرتا تو وہ ساری عمر بڈ کا ممنون احسان رہتا۔"

"بکواس مت کرو۔ میرے پاس فضول باتیں سننے کے لیے وقت نہیں ہے۔ بہت سے کام کرنے ہیں۔"

"تم نے یہ نہیں بتایا کہ اولیو ہاورڈ کی نگرانی جاری رہے گی یا اسے ختم کر دیا جائے۔"

"میرا خیال ہے اب اس کی ضرورت نہیں رہی لیکن حتمی جواب میں تمھیں شاید شام تک دے سکوں۔"

"اس وقت تک کیا فرق پڑ جائے گا؟"

"میرا اندازہ ہے کہ اولیو ہاورڈ اب یہاں نہیں رکے گا۔ وہ اور ہاروت داابیل شام جائیں گے۔ میں شام کے سفارت خانے سے رابطہ قائم کر کے معلومات حاصل کر لوں اس کے بعد ہی اس ضمن میں کوئی فیصلہ ہو سکے گا۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ تمھیں میڈم سے زیادہ اولیو ہاورڈ اور ہاروت داابیل کی فکر ہے۔" بڈ نے کہا۔

"تہذیب کی اہمیت ہے مگر میرے مشن کے مقابلے میں اسے ثانوی حیثیت حاصل ہے۔"

"بڑا نہ ماننا علی۔" سلویا بولی۔ "لیکن میں نے محسوس کیا ہے کہ تم اولیو ہاورڈ کے ساتھ براہ راست تصادم سے گریز کر رہے ہو۔"

"یہ بات تو صاف ظاہر ہے سلویا لیکن تم اس کی وجہ سے واقف نہیں ہو۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی قسم کا خوف تمھیں براہ راست اقدام سے باز رکھے ہوئے ہے؟"

میں مسکرایا۔ "میں سمجھ سکتا ہوں کہ تم بھی پیٹر ہی کی طرح اس بات کی خواہاں ہو کہ اولیو ہاورڈ جلد از جلد اپنے انجام کو پہنچ جائے لیکن مجھے ہر قدم اٹھانے سے قبل بہت کچھ سوچنا پڑتا ہے۔ اولیو ہاورڈ کوئی معمولی آدمی ہوتا تو کب کا میرے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ چکا ہوتا مگر میں نے ہمیشہ اسے اس وجہ سے ڈھیل دی کہ وہ کسی نہ کسی طرح میرے کام آتا رہتا ہے اور اب جبکہ میں نے اسے ٹھکانے لگانے کا تہیہ کر لیا ہے تو اس کی خوش قسمتی آڑے آ گئی۔ یہ معلوم کرنے سے قبل کہ شام میں اس کی کیا دلچسپی ہے میں اس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔"

"لیکن تم نے پیٹر سے تو ایسی کوئی بات نہیں کہی۔ اسے تو تم یہی تاثر دیتے رہے ہو جیسے پہلی فرصت میں تم اولیو ہاورڈ کو ٹھکانے لگا دو گے۔"

"یہ ضروری ہے۔ اگر میں پیٹر کو اصل بات بتا دوں تو وہ کسی جلد بازی سے کھیل بگاڑ بھی سکتا ہے۔ اس لیے مصلحتاً اسے دھوکے میں رکھنا ضروری ہے۔"

"کیا کسی شخص کو دھوکے میں رکھنا بری بات نہیں ہے؟" سلویا نے کہا۔

"میں نے مصلحتاً کا لفظ بھی تو استعمال کیا ہے اور یہ بات بھی طے ہے کہ اب میں اولیو ہاورڈ کو زیادہ عرصے ڈھیل نہیں دوں گا۔ ہوگا آخر کار وہی ہے جو پیٹر کی خواہش ہے۔"

"تو پھر میرے لیے کیا حکم ہے چیف؟" بڈ نے پوچھا۔

"میں ابھی شام کے قونصل جنرل سے ملنے جاؤں گا۔ اس سے گفتگو کرنے کے بعد امید ہے کہ صورت حال واضح ہو جائے گی۔"

لیکن ایسا نہیں ہوا۔ میں شام کے قونصل جنرل سے ملا ضرور لیکن نتائج میری توقع کے بہت برعکس نکلے۔ اس کے آفس پہنچ کر میں نے ملاقات کے لیے اسے سلپ بھجوائی جس پر میں نے اپنا نام ایلن گراہم لکھا تھا۔ اور ملاقات کا مقصد ذاتی تحریر کیا تھا۔ سلپ بھجوانے کے تھوڑی دیر بعد اس نے مجھے اپنے آفس میں طلب کر لیا۔ اس کے اطوار سے شائستگی ٹپک رہی تھی۔

"میرا خیال ہے، ذاتی طور پر تو میں آپ سے واقف نہیں ہوں تاہم آپ کے کسی کام آ کر مجھے خوشی ہو گی۔" اس نے مجھے بٹھانے کے بعد کہا۔

"دراصل میں امریکا میں فرضی نام کے تحت موجود ہوں اور بعض رازداری کی غرض سے میں نے آپ کو اپنا نام نہیں لکھا۔ شاید آپ میرے نام سے واقف ہوں۔ میرا نام علی یار خان ہے۔"

قونصل جنرل کے چہرے کے تاثرات سے مجھے اندازہ کرنے میں دشواری نہیں ہوئی کہ وہ مجھ سے واقف ہے۔

"کیا آپ کا تعلق پاکستان سے ہے؟" اس نے بے ساختہ سوال کیا۔

"جی ہاں، میں وہی علی یار خان ہوں اور اس وقت ایک اہم مسئلے پر آپ سے تبادلہ خیال کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔"

قونصل جنرل مجھے جن نظروں سے دیکھ رہا تھا میں اسے

کوئی معنی نہیں پہنا سکا۔ اور اس کے بعد کا رویہ تو میری توقع سے بہت بعید نکلا۔ اس نے گھنٹی بجا کر ملازم کو طلب کیا اور اس سے بولا۔ "ذرا بیکل جیکل کو بلا لاؤ۔ ان کی ضرورت ہے۔"

"جو گفتگو میں کرنا چاہتا ہوں اس کے لیے رازداری بہت ضروری ہے۔" میں نے کہا۔

"ان دونوں کو آ جانے دو۔ انھیں ایسے ہی کاموں کے لیے زحمت دی جاتی ہے جن میں بہت زیادہ رازداری درکار ہوتی ہے۔۔۔"

اس کے انداز نے مجھے الجھن میں ڈال دیا۔ مجھے کسی گڑبڑ کا احساس ہوا مگر میری سمجھ میں نہیں آ سکا کہ گڑبڑ کی نوعیت کیا ہے۔ پھر دروازہ کھلنے کی آواز سن کر میں نے پلٹ کر دیکھا تو دو قوی ہیکل مسلح افراد اندر داخل ہوتے نظر آئے۔

"انھیں لے جاؤ۔" قونصل جنرل نے میری طرف اشارہ کر کے کہا۔ "فی الحال یہ ہمارے مہمان رہیں گے۔"

میں بری طرح بوکھلا گیا۔ مجھے اس سے اس سلوک کی توقع ہرگز بھی نہیں تھی۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟" میں نے احتجاجی لہجے میں کہا۔ "میں آپ کے پاس ایک اہم کام سے آیا تھا۔"

"جو نام تم نے استعمال کرنے کی کوشش کی ہے، اس نام کا حامل شخص عرصہ ہوا بم کے ایک حادثے میں جاں بحق ہو چکا ہے۔"

میرے چودہ طبق روشن ہو گئے۔ یہ تو میرے ذہن میں تھا ہی نہیں کہ میرے مرنے کی خبریں شائع ہو چکی ہیں۔ گو کہ میں نے بعد میں ظاہر ہو کر بہت کچھ کیا تھا مگر یہ خبر عام نہیں ہو سکی تھی۔ یوں وہ مجھ پر شبہ کرنے میں حق بجانب تھا۔

"چلو۔" مجھ پر مسلط افراد میں سے ایک نے خونخوار لہجے میں کہا۔

"میرے ساتھ جو کچھ بھی ہو گا میں اسے بھگتنے کو تیار ہوں۔" میں نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "لیکن۔۔۔"

"تمھاری اصلیت کا علم ہونے کے بعد ہی ہم یہ فیصلہ کریں گے کہ تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ معلوم نہیں تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔" قونصل جنرل نے بہت خراب لہجے میں کہا۔ "اس وقت تمھارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم خاموشی سے چلے جاؤ۔ میں بہت مصروف آدمی ہوں۔"

"جو چاہو کرو۔" میں نے پلٹتے ہوئے کہا۔ "لیکن اگر میری اصلیت جاننا چاہتے ہو تو گوف نے بل کے جنرل ٹیرس سے تمھیں بہت مدد مل جائے گی۔"

اس کے بعد اسلحے کے زور پر مجھے ایک کمرے میں جسے کمرے کے بجائے اسٹور کہنا زیادہ مناسب ہو گا، قید کر دیا گیا۔ میری یہ قید تنہائی پورے دن پر محیط تھی۔ کسی نے آ کر میری حالت تک پوچھنے کی زحمت نہیں کی۔ پھر کوئی شام چھ بجے کے قریب انھی دونوں افراد نے جنھیں میں بیکل اور جیکل کے خفیہ نام سے جانتا تھا، مجھے اس اسٹور سے نکالا اور دوبارہ اسی کمرے میں پہنچا دیا جہاں صبح قونصل جنرل سے ملاقات ہوئی تھی۔ اس بار قونصل کے علاوہ ایک اور شخص بھی موجود تھا۔

"اتفاق سے سفیر محترم آج ہی ایک کام کے سلسلے میں نیویارک آ گئے۔ اب یہی تمھارے بارے میں کوئی فیصلہ کریں گے۔"

شام کے سفیر نے گہری نظروں سے میرا جائزہ لیا۔ مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اور بولا۔ "تو تمھارا نام ایلن گراہم ہے؟"

"یہ میرا فرضی نام ہے۔" میں نے کہا۔ "اور یہ بات میں نے صبح ہی بتا دی تھی۔"

"تمھارا اصرار ہے کہ تم علی یار خان ہو جبکہ ہماری معلومات کے مطابق۔۔۔"

"وہ خبر مصلحتاً شائع کرائی گئی تھی اور اس میں میری مرضی کو دخل تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ کسی روز یہی بات میرے لیے زحمت کا سبب بن جائے گی۔" میں نے سفیر کی بات کاٹ دی تھی مگر اس کے چہرے سے ناگواری ظاہر نہیں ہوئی۔

"دیکھو، یہ امریکا ہے۔ یہاں کے لوگوں کو طرح طرح کے خبط ہیں۔ اخبار میں کسی جرم کی خبر چھپتی ہے تو بہت سے سرپھرے اعتراف جرم کے لیے تھانے پہنچ جاتے ہیں جبکہ درحقیقت ان کا اس جرم سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔"

"میں کوئی خبطی نہیں ہوں سفیر محترم!" میں نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔ "مجھے احساس ہے کہ آپ لوگوں کا وقت بہت قیمتی ہے لیکن آپ کو بخوبی اندازہ ہو گا کہ میرے وقت کی قیمت آپ لوگوں کے وقت کی بہ نسبت کتنی زیادہ ہے۔"

"تلخ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" سفیر نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ہمارے ساتھ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے آ کر کوئی دعویٰ کیا ہو۔ یہ پہلا موقع ہے اور تم نے دعویٰ بھی اس قسم کا کیا ہے جس نے ہمیں چکرا کر رکھ دیا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم تمھیں صرف نظر کر دیتے لیکن تم دیکھ رہے ہو کہ ہم تمھارے ساتھ سر کھپا رہے ہیں۔"

"کیا آپ مجھ پر کوئی احسان کر رہے ہیں؟" میں نے کہا۔ میرا لہجہ بدستور تلخ تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہرگز نہیں۔" سفیر نے نفی میں سر ہلایا۔ "پوری عرب دنیا علی یار خان کی خدمات سے واقف ہے جو اس نے فلسطین کے لیے سرانجام دیں۔ ہم اس شخص تک کا احترام کرنے پر مجبور ہیں جو اس نام سے متعلق بھی ہو۔"

"مجھے داد و تحسین کی نہیں بلکہ آپ کی توجہ کی ضرورت ہے۔ جب تک آپ کو یہ یقین نہیں ہو جائے گا کہ میں ہی علی یار خان ہوں بات آگے نہیں بڑھ سکے گی۔"

"ہم اسی لیے یہاں بیٹھے ہیں کہ اس مسئلے کا حل تلاش کیا جا سکے۔" سفیر نے بڑی متانت سے کہا۔

"یہ کوئی سفارتی مسئلہ نہیں ہے جناب! فوری توجہ طلب معاملہ ہے۔ آخر آپ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے کتنا وقت صرف کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟"

میری یہ بات اسے ناگوار گزری تھی مگر اس نے ظاہر نہیں کیا اور پہلے سے پُرسکون انداز میں بولا۔ "تمہارے دعوے کی تصدیق کرنے کے لیے ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ ویسے بھی بارِ ثبوت مدعی کے ذمے ہوتا ہے۔ یہ تو تمہارا کام ہے کہ تم اپنے دعوے کا کوئی ایسا ثبوت پیش کرو جو ہمارے لیے قابلِ قبول ہو۔"

"تمام دن مجھے حبس بے جا میں رکھنے کے بعد مجھ سے یہ فرمائش کی جا رہی ہے۔ کیا یہ زیادتی نہیں ہے؟"

"اگر تم کوئی قابلِ قبول ثبوت پیش کر سکو تو ہم تم سے معافی مانگ لیں گے۔"

"میں نے اس وقت بھی کہا تھا اور اب بھی کہہ رہا ہوں کہ گوٹے پل کے جنرل ٹیرس سے میرے دعوے کی تصدیق کی جا سکتی ہے۔"

میری بات سن کر سفیر نے سوالیہ نظروں سے قونصل کی طرف دیکھا اور وہ گڑبڑا کر بولا۔ "جی ہاں، اس نے کہا تو تھا۔"

"پھر تم نے کیا کیا؟" سفیر نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں نے اس بات کو زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ پھر معاملہ ایک سربراہِ حکومت کا تھا۔ اس لیے ہم آنکھ بند کر کے تو اس سے رابطہ نہیں کر سکتے۔"

"تمہیں کم از کم مجھ سے اس بات کا ذکر تو کرنا چاہیے تھا۔ یا یہ بھی غیر ضروری تھا؟"

"وہ..... دراصل مصروفیت بہت زیادہ تھی۔ اس لیے یہ بات میرے ذہن سے ہی نکل گئی تھی۔"

"چلو اب گوٹے پل فون کرو۔" سفیر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور قونصل نے فوراً ہی ریسیور اٹھا لیا۔

"تمہیں جنرل ٹیرس کا فون نمبر معلوم ہے یا.....؟"

میں نے اس کی بات پوری ہونے سے قبل ہی اسے جنرل ٹیرس کا فون نمبر بتا دیا۔ جو اس کے بہت ہی قریبی لوگوں کے لیے مخصوص تھا۔ "رابطہ ملنے پر تم کہہ سکتے ہو کہ علی یار خان، جنرل ٹیرس سے بات کرنا چاہتا ہے۔" میں نے کہا۔

"ہمیں کیا معلوم کہ یہ نمبر کس کا ہے۔" سفیر نے سرزنش کرنے والے انداز میں قونصل سے کہا۔ "صدارتی محل کے ان نمبروں پہ رنگ کرو جو تمہارے پاس موجود ہیں۔"

"جی بہتر۔" قونصل نے کہا۔ اور انٹرکام پر کسی کو ہدایت کی کہ اسے گوٹے پل کے صدارتی محل کے فون نمبر فراہم کرے۔

چند منٹ کے اندر ایک شخص کمرے میں داخل ہوا اور کاغذ کا ایک پُرزہ قونصل کے حوالے کر دیا۔ قونصل نے بلند آواز میں نمبر دُہرانے کے بعد طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یہ وہ نمبر تو نہیں ہیں جو تم نے بتائے تھے۔ تمہاری یادداشت کچھ کمزور لگتی ہے۔"

"کسی سربراہِ مملکت سے فون پہ بات کرنا بھی آسان نہیں ہوتا۔" میں نے اس کے لہجے کا اثر لیے بغیر کہا۔ "لہٰذا رابطہ ملنے پر یہی کہنا کہ علی یار خان جنرل ٹیرس سے بات کرنا چاہتا ہے، ورنہ اپنا وقت ضائع کرنے کے سوا تمہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

تھوڑی سی کوشش کے بعد لائن مل گئی۔ اور اس احمق قونصل جنرل نے میری ہدایت پر عمل کرنے کے بجائے اپنی عقل استعمال کر ڈالی۔

"میں نیویارک سے شام کا کونسلیٹ جنرل بات کر رہا ہوں۔" اس نے فون پہ کہا۔ "سفیرِ محترم ایک اہم مسئلے پہ جنرل ٹیرس سے بات کرنا چاہتے ہیں۔"

دوسری طرف سے جواب میں معلوم نہیں کیا کہا گیا مگر قونصل کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اسے بہت حوصلہ شکن جواب ملا ہے۔ اس نے جواب میں کچھ کہنے کی کوشش کی تھی مگر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا اور وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

"تم نے نہایت حماقت کا ثبوت دیا ہے۔" سفیر نے سخت لہجے میں کہا۔ "جو کچھ اس نے کہا تھا تمہیں اس پر عمل کرنا چاہیے تھا۔"

"جنرل ٹیرس آرام کر رہے ہیں جناب۔" قونصل نے کہا۔ "ظاہر ہے ان کے آرام میں ان کی اجازت کے بغیر تو مخل نہیں ہوا جا سکتا۔"

"اتنا تو میں بھی سمجھتا ہوں۔" سفیر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اور یہ بھی جانتا ہوں کہ ہمیں اس سے اس طرح رابطہ کرنے میں

کئی دن بھی لگ سکتے ہیں۔"

"دوبارہ فون کرو۔" میں نے کہا۔ "اور اس بار وہ کہو جو میں نے کہا ہے۔"

"اس وقت گوٹے پل میں رات ہو گی اور صبح ہونے سے قبل یہ قطعی ناممکن ہے کہ اس سے کسی بھی طرح رابطہ ہو سکے۔"

"میری بات پر عمل کر دیکھنے میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "میرا دعویٰ ہے کہ اگر اس بار بھی پہلے کی طرح کوئی حوصلہ شکن جواب ملا تو میں اپنے دعوے سے دستبردار ہو جاؤں گا۔"

"مجھے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔" سفیر نے کہا اور قونصل سے بولا۔ "نمبر دوبارہ ملاؤ۔"

قونصل جنرل نے جس کا نام زبیر بن حیان تھا، دوبارہ نمبر ملانے کی کوشش شروع کر دی اور رابطہ ملنے پر اس نے وہی بات دُہرائی جو میں نے کہی تھی۔ چند لمحے وہ دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سنتا رہا، پھر اس نے قلم دان میں سے قلم نکال کر ٹیبل کیلنڈر پہ کچھ لکھ دیا اور شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔

"کیا ہوا؟" سفیر نے پوچھا۔

"جنرل ٹیرس ایک گھنٹا قبل ہی سونے کے لیے گئے ہیں۔" زبیر نے کہا۔ "اس طرف سے بولنے والے کا کہنا ہے کہ علی یار خان کے لیے انھیں اٹھانے کی زحمت دی جا سکتی ہے لیکن چونکہ وہ گزشتہ چند روز کے دوران بے حد مصروف رہے ہیں اس لیے اگر زحمت نہ ہو تو انھیں اس براہِ راست نمبر پہ رنگ کر لیا جائے۔" زبیر نے لکھے ہوئے نمبر دُہرائے۔

"میں نے تو پہلے ہی تمھیں یہ نمبر دیا تھا مگر تم نہیں مانے۔"

"ٹھیک ہے۔" سفیر نے کہا۔ "اب اگر تم کہو تو صبح تک انتظار کر لیا جائے۔"

"نہیں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "میں مزید حبس بے جا میں رہنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"سوچ لو کہیں ایسا نہ ہو کہ نیند سے اٹھائے جانے پر وہ جھنجلا جائے۔"

"یہ سب کچھ سوچنا میرا کام ہے اور میں کہہ رہا ہوں کہ تم نمبر ملاؤ اور اس سے خود بات کرنے کے بجائے ریسیور مجھے دے دو۔"

میرے اصرار پر تیسری بار نمبر ملایا گیا اور رابطہ ملتے ہی زبیر نے ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔ سفیر نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔ میں نے ریسیور لے کر کان سے لگا لیا۔ گھنٹی بجنے کی آواز آ رہی تھی۔ پانچویں گھنٹی پر ریسیور اٹھا لیا گیا اور کیتھی براؤن کی نیند میں ڈوبی ہوئی خمار آلود آواز سنائی دی۔

"ہیلو....."

"ہیلو، کیا حال ہیں کیتھی! بہت گہری نیند سو رہی تھیں کیا؟" میں نے شوخ لہجے میں کہا۔

"کون، علی!" کیتھی کی چونکی ہوئی آواز آئی۔

"شکر ہے، تم میری آواز نہیں بھولیں، ورنہ میں تو سوچ رہا تھا شاید مجھے اپنی شناخت کرانی پڑ جائے۔"

"مذاق مت کرو۔" کیتھی نے بُرا مان کر کہا۔ "تم بہت بے مروت آدمی ہو۔ اتنے عرصے سے کہاں غائب ہو۔ فون تک کرنے کی زحمت نہیں کرتے۔"

"میری بے مروتی کا شکوہ بعد میں کر لینا۔ پہلے یہ تو پوچھ لو کہ مجھ پر کیا افتاد پڑی ہے جس کی وجہ سے آدھی رات گئے تمھیں زحمت دینے پر مجبور ہونا پڑا۔"

"تم رسمی باتیں بھی بہت کرنے لگے ہو۔" کیتھی نے شکایتی لہجے میں کہا۔ "دنیا کا کون سا ایسا کام ہے جو تمہارے لیے کر کے ہمیں زحمت ہو گی۔"

"ارے تو اس میں بُرا ماننے کی کون سی بات ہے ڈیئر۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "دراصل میں ایک معاملے میں اُلجھ گیا ہوں اور میری شناخت کا مسئلہ درپیش ہے۔"

"تم ہو کہاں؟" کیتھی کے لہجے میں اضطراب تھا۔ "خطرے کی تو کوئی بات نہیں ہے؟"

"نہیں ڈیئر، خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں یہاں نیویارک میں کچھ ایسے دوستوں کے درمیان ہوں جنھوں نے میرے مرنے کی خبر پڑھ لی تھی۔ اگر وہ میرے صورت آشنا ہوتے تو یہ کال نہ کرنی پڑتی۔"

"جنرل اٹھ گئے ہیں۔" کیتھی نے کہا۔ "لو ان سے بات کرو۔"

"ہیلو علی، تم کہاں ہو؟" جنرل کی آواز آئی۔

جواب میں مجھے دوبارہ دُہرانا پڑا کہ میں نیویارک میں ہوں اور میری شناخت کا مسئلہ درپیش ہے۔

"مجھے بہت خوشی ہے کہ کسی کام سے ہی سہی تم نے کم از کم فون تو کیا۔" جنرل ٹیرس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"مجھے بہرحال اس بات کا افسوس ہے کہ رات کے اس پہر مجھے تمہاری نیند میں مخل ہونا پڑا۔ لیکن معاملہ ایسا ہے کہ میں صبح تک صبر نہیں کر سکتا تھا۔"

"فضول باتیں مت کرو اور مجھے بتاؤ کہ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میرے سامنے شام کے سفیر تشریف فرما ہیں جو کچھ یہ تم سے میرے بارے میں پوچھیں تم انھیں بتا دو۔ میں نے اپنا نام لینے سے اس لیے گریز کیا ہے کہ کہیں اس پر بھی شبہ نہ کیا جائے۔"

"پروا مت کرو، میں انھیں سنبھال لوں گا۔" جنرل پاپس نے کہا۔ "تم ریسیور انھیں دو۔"

میں نے ریسیور سفیر کی طرف بڑھا دیا۔ اور اس نے کچھ گفتگو کے بعد کہا۔ "یہ صاحب جو ابھی آپ سے بات کر رہے تھے جناب عالی، یہ ہم سے ابن گراہم کے نام سے ملے اور بعد میں انھوں نے ایک ایسا شخص ہونے کا دعویٰ کر دیا جو ہماری معلومات کے مطابق گوٹے ہل میں بم کے ایک دھماکے میں جاں بحق ہو گیا تھا۔ انھوں نے اپنے بارے میں تصدیق کرنے کے لیے آپ کا حوالہ دیا تھا اس لیے...." سفیر خاموش ہو کر دوسری طرف سے کہی جانے والی بات سنتا رہا، پھر بولا۔ "جی ہاں جناب.... جی نہیں، میں مطمئن ہو گیا.... آپ شرمندہ کر رہے ہیں یور آنر، آپ کی تصدیق کے بعد شبہے کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے.... جی بہتر، میں ریسیور انھیں دے رہا ہوں۔" سفیر نے ریسیور میری طرف بڑھایا۔ "لیجیے جناب، وہ آپ سے مزید بات کرنا چاہتے ہیں۔" میں نے ریسیور اس سے لے کر کان سے لگا لیا۔ اور وہ اپنی جیب سے رومال نکال کر اپنے چہرے سے پسینہ پونچھنے لگا۔

"تم گوٹے ہل کب آ رہے ہو علی؟" جنرل پیرس کہہ رہا تھا۔ "میں اور کیتھی براؤن شدت سے تمھارے منتظر ہیں۔"

"فرصت ملتے ہی تمھاری طرف آؤں گا جنرل۔"

جنرل پیرس نے جواب میں ایک قہقہہ لگایا۔ "تم غلط کہہ رہے ہو، اگر تمھاری مصروفیت ہی تمھیں اس طرف کھینچ لائے تو دوسری بات ہے، ورنہ ایسے تو تم آنے والے نہیں ہو۔"

"اپنی مصروفیات کی وجہ سے مجھے بہت سے لوگوں کے روبرو شرمندہ ہونا پڑتا ہے جنرل، دعا کرو فلسطین آزاد ہو جائے تاکہ میں اپنے لیے بھی کچھ وقت نکال سکوں۔"

"میرا مقصد تمھیں شرمندہ کرنا نہیں تھا۔ میں تو دل سے چاہتا ہوں کہ کبھی تم فرصت سے یہاں آؤ.... خیر، آئندہ ملاقات تک کے لیے خدا حافظ.... کیتھی براؤن سے بات کرو۔"

چند لمحے بعد ریسیور سے کیتھی کی آواز ابھری۔ "خدا حافظ علی! بعض لوگ دل سے اتنے قریب ہوتے ہیں کہ دور رہ کر بھی دور نہیں ہوتے۔ میں تمھاری کامیابی کے لیے دل سے دعائیں کرتی ہوں۔"

"تم جیسے پرخلوص دوستوں کی محبت ہی میرا زادِ راہ ہے ڈیئر کیتھی۔"

"یقین کرو، اس وقت تم سے باتیں کر کے اس قدر خوشی ہوئی ہے کہ شاید اب صبح تک اس خوشی میں نیند ہی نہ آئے۔"

"تب تو میں نے اس وقت فون کر کے بہت برا کیا۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "صبح تک کے لیے تمھاری نیند برباد کر دی۔"

"ایسا نہ کہو علی! اور کبھی کبھی فون تو کرتے رہا کرو، اس طرح کم از کم تمھاری خیریت ہی ملتی رہا کرے گی۔"

"کوشش کروں گا ڈیئر۔" میں نے کہا۔ "اب اجازت دو، کال بھی بہت طویل ہو گئی ہے، بےچارے سفارت خانے والوں کے اخراجات میں اضافہ ہو رہا ہے۔"

کیتھی کی مترنم ہنسی سنائی دی۔ "خدا حافظ علی۔"

میں نے فون بند کر کے ان دونوں کی طرف دیکھا جو سناٹے کے عالم میں مجھے دیکھ رہے تھے۔

"امید ہے اب آپ لوگوں کو یقین آ گیا ہوگا کہ میں نے کوئی غلط دعویٰ نہیں کیا تھا۔"

"یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ جیسے سرفروش سے ملاقات ہو گئی۔" سفیر نے کہا۔ "میں نے آپ کا تذکرہ تو بہت سنا تھا، ملاقات کی خواہش بھی تھی مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ خواہش کبھی عملی روپ بھی اختیار کر سکے گی۔"

"اگر آپ کو یقین آ گیا ہو تو ان دونوں حضرات کو رخصت فرما دیجیے۔" میں نے ہکلی اور جیکل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو اب بھی میرے عقب میں دروازے کے پاس چوکس کھڑے تھے۔ "ان کی موجودگی سے وحشت ہو رہی ہے۔"

"اوہ ہاں۔" زبیر بن حیان نے بوکھلا کر کہا۔ "تم لوگ جاؤ، اب تمھاری ضرورت نہیں رہی۔"

"یہ بات میرے علم میں تھی کہ آپ اس حادثے سے زندہ بچ نکلے تھے۔" سفیر نے کہا اور میں نے اسے گھور کر دیکھا۔

"اگر یہ بات آپ کے علم میں تھی تو آپ کے رویے کو کیا کہوں۔" میں نے خاصے خراب لہجے میں کہا۔

"دیکھیے برا نہ مانیے گا، میں نے اس قسم کی خبریں سنی ضرور تھیں مگر ان میں سے کبھی کسی خبر کی تصدیق نہیں ہو سکی تھی جبکہ آپ کے مرنے کی خبر مصدقہ تھی۔ اس صورت میں آپ کے دعوے کی تصدیق کرنا زیادہ ضروری ہو گیا تھا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ "جو کچھ بھی ہوا، اچھا ہی ہوا۔"

"ہم اس وقت حالتِ جنگ میں ہیں۔" سفیر نے کہا۔

"بیروت کے انجام کے بعد اب اسرائیل کی نظریں شام پر لگی ہوئی ہیں۔ ہرچند کہ ہماری افواج سرحدوں کا دفاع کر رہی ہیں لیکن طاقت کا توازن واضح طور پر اسرائیل کے حق میں ہے۔ امریکا کی پشت پناہی کی وجہ سے یہ توازن اور زیادہ خراب ہو جاتا ہے۔ ایسے میں ہم کسی سازش کے امکان کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے اور ہمیں بہت محتاط رہنا پڑتا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں کہ سازش سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"یہ عین ممکن ہے کہ اسرائیل یا امریکا کے ایجنٹ ہماری صفوں میں گھسنے کی کوشش کریں اور اگر کوئی ایجنٹ علی یار خان جیسے معتبر نام سے ہمارے درمیان گھسنے میں کامیاب ہو جائے تو ہمارا اللہ ہی حافظ ہے۔"

"ٹھیک ہے سفیر محترم! مجھے جو زحمت ہوئی وہ اپنی جگہ لیکن اس بات کی خوشی بھی ہوئی کہ آپ لوگ انتہائی محتاط ہیں۔" میں نے کہا۔ "اور اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے ساتھی کو فون کر کے مطلع کر دوں۔ میں اس سے ایک آدھ گھنٹے میں واپس آنے کو کہہ کے نکلا تھا۔ میرے واپس نہ پہنچنے پر وہ بے حد پریشان ہو رہا ہوگا۔"

میں نے بڈ کو فون کیا۔ وہ واقعی بہت پریشان تھا۔ سلویا کو بھی تشویش تھی۔ بڈ نے بتایا کہ اب وہ میری تلاش شروع کرنے ہی والا تھا۔ میں نے انھیں تسلی دی اور ان سے کہا کہ میری واپسی میں ابھی کچھ دیر لگے گی۔

جس وقت میں فون پر بڈ سے بات کرنے میں مصروف تھا، زبیر بن حیان نے چائے منگوالی جس کے ساتھ خاصے لوازمات بھی تھے۔

"ان تکلفات کی کیا ضرورت تھی۔" فون بند کرنے کے بعد میں نے قونصل جنرل سے کہا۔

"یہ تکلفات کہاں، اس وقت تو ضرورت ہیں۔" زبیر نے شرمندگی سے کہا۔ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ سارا دن آپ نے کچھ کھائے پیے بغیر گزارا ہے۔"

"یہ بات میں آپ سے کہنے والا تھا زبیر! اگر دشمن بھی آپ کی قید میں ہو تو اس کی ضروریات کا خیال رکھنا آپ کے فرائض میں شامل ہو جاتا ہے اور میں تو صرف ایک مشتبہ آدمی تھا، کوئی مجرم بھی نہیں تھا۔"

"مجھے اس کا احساس ہے علی، اور اس میں میری غفلت کا بھی دخل ہے۔" زبیر نے کہا۔ "آئندہ تو خیر میں خیال رکھوں گا ہی لیکن اس وقت آپ کے ساتھ ہونے والی زیادتی کے ازالے کے لیے میں نے رات کے کھانے کا بندوبست کیا ہے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ نے جس قدر لوازمات کا اہتمام کر لیا ہے یہی بہت ہے۔"

"نہیں علی۔" سفیر نے دخل دیتے ہوئے کہا۔ "اگر آپ کھانا ہمارے ساتھ کھائیں تو ہمیں بہت خوشی ہوگی۔"

"وہ تو خیر دیکھا جائے گا۔ اس وقت تو آپ کو مجھ سے یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ یہاں میری آمد کا مقصد کیا تھا۔"

"وہ بھی ہو جائے گا۔ پہلے آپ کچھ کھا پی کر توانا تو ہو جائیں۔" سفیر نے کہا۔ "یہ سینڈوچ لیجیے۔"

"شکریہ۔" میں نے سینڈوچ لیتے ہوئے کہا۔ "آپ لوگ پارکنسن نامی کسی شخص سے واقف ہیں؟"

"کیوں نہیں۔" سفیر اور قونصل نے بیک وقت کہا، پھر قونصل بولا۔ "وہی مسٹر پارکنسن نا جو شام میں ادویات کی فیکٹری لگانے کے خواہش مند ہیں؟"

"ہاں، میرا خیال ہے یہ وہی مسٹر پارکنسن ہیں جن سے کل شام آپ کے کسی آدمی نے ملاقات بھی کی تھی۔"

"آپ کو اس ملاقات کا علم کس طرح ہوا؟" زبیر نے حیرت سے کہا۔ "مسٹر پارکنسن نے تو محض رازداری کی غرض سے باہر ملاقات کی تھی۔"

"انھیں کس بات کا خطرہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"شاید آپ مسٹر پارکنسن پر کسی قسم کا شبہ کر رہے ہیں علی؟" سفیر نے کہا۔ "اس لیے ضروری ہے کہ میں ان کے بارے میں کچھ تفصیلات آپ کے گوش گزار کر دوں۔"

"ضرور کیجیے سفیر محترم! میں ان کے معاملے میں خصوصی دلچسپی لے رہا ہوں۔"

"ان کی ذات میں آپ کی اس قدر دلچسپی مجھے تشویش میں مبتلا کر رہی ہے۔ تاہم ان کی ذات شک و شبہے سے بالاتر ہے۔ وہ دراصل سائنس کے شعبے سے متعلق آدمی ہیں اور کینسر پر ریسرچ کرتے رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ یہ کس قدر موذی مرض ہے جس کا علاج دریافت کرنے کے لیے پوری دنیا میں تحقیقات ہو رہی ہیں مگر تاحال اس کا علاج دریافت نہیں ہو سکا ہے۔ اپنی تحقیقات کے دوران مسٹر پارکنسن کو ایک بوٹی کے متعلق علم ہوا جو شام کے علاقے میں بکثرت پیدا ہوتی ہے۔ اور جسے زمانۂ قدیم سے ہی بگڑے ہوئے زخموں کے علاج کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ مسٹر پارکنسن نے شام جا کر اس بوٹی پر ریسرچ کی اور مختلف دواؤں کی آمیزش سے ایک ایسا مرکب تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے جو کینسر کے مرض کے لیے خاصا مؤثر ثابت ہوا ہے۔"

میں نے مضطربانہ انداز میں کرسی میں پہلو بدلا۔ اولیویا ووڈ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے خاصا گہرا جال بچھایا تھا اور اس سحر کو توڑنا آسان نہیں معلوم ہو رہا تھا۔

"یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ ان کا تیار کردہ مرکب کینسر کے لیے مؤثر ہے؟" میں نے پوچھا۔

"تجربے سے۔" سفیر نے حیرت سے کہا، میرے احمقانہ سوال پر اس کی حیرت بجا تھی۔ "اس مرکب کو کینسر کے مختلف مریضوں پر استعمال کر کے دیکھا گیا جس کے نتائج بہت حوصلہ افزا نکلے۔"

"خیر، آپ اپنی بات جاری رکھیے۔ اس کے بعد کیا ہوا؟"

"مسٹر پارکنسن کو یقین تھا کہ اس شعبے میں تحقیق کرنے والے دیگر لوگوں کو اس بوٹی سے متعلق علم نہیں ہو سکا ہے لہٰذا انھوں نے اپنی اس کامیابی کو صیغۂ راز میں رکھنے کا فیصلہ کیا اور اس سلسلے میں ایک منصوبہ بنایا جس کے لیے انھوں نے شام کی حکومت سے تعاون کی درخواست کی۔۔۔"

"میں اگر غلط نہیں سمجھا تو اس نے وہاں ادویات کی فیکٹری لگانے کی درخواست کی ہو گی۔" میں نے کہا۔ "لالچ یہ دیا ہو گا کہ اس دوا کی فروخت سے جو خطیر منافع ہو گا اور زرِ مبادلہ کی رقم حاصل ہو گی، اس کا بڑا حصہ شام کی حکومت کو ملے گا۔ میرا اندازہ غلط تو نہیں ہے سفیرِ محترم؟"

"جی نہیں لیکن آپ کے انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ مسٹر پارکنسن کی طرف سے بے حد بدگمان ہیں۔ حالانکہ دراصل وہ انسانیت کی بہت بڑی خدمت کر رہے ہیں۔"

"میری بدقسمتی یہ ہے کہ میں مسٹر پارکنسن کی اصلیت سے واقف ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ وہ کتنے بڑے محسن انسانیت ہیں۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "لیکن اسے چھوڑیے اور مجھے مزید تفصیلات بتائیے۔"

"ہماری حکومت اور مسٹر پارکنسن کے درمیان معاہدہ ہو گیا، جس کے بارے میں بہت کم افراد کو علم ہے اور دمشق سے تیس کلو میٹر جنوب مشرق میں فیکٹری کی تعمیر شروع ہو گئی۔"

"یہ تعمیر اب کس مرحلے میں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"مکمل ہو چکی ہے اور فیکٹری چند ہی روز میں کام شروع کرنے والی ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ کینسر کی واحد مؤثر دوا جب مارکیٹ میں آئے گی تو اس کی مانگ کا کیا عالم ہو گا جب کہ یہ مانگ دنیا کے ہر ملک میں ہو گی اور ہمیں ہر ملک کی مانگ پوری کرنا ہو گی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ دوا بے حد سستی تیار ہو گی اور اسے اپنی مرضی کی قیمت پر فروخت کیا جا سکے گا۔ مارکیٹ میں اس وقت کینسر کی جتنی بھی ادویہ دستیاب ہیں وہ سب انتہائی مہنگی ہیں اور لوگ انھیں اس بات کے باوجود بھی خریدتے ہیں کہ انھیں ان دواؤں کی عدم افادیت کے بارے میں علم ہوتا ہے۔"

سفیر معلوم نہیں کیا کیا کہتا رہا لیکن مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اولیو ہاورڈ نے بہت گہرا رنگ جمایا ہے۔ یقیناً اس نے شام کے حکام کو مطمئن کر دیا ہو گا۔ تبھی تو انھوں نے فیکٹری لگانے کی اجازت دے دی تھی۔ بصورت دیگر یہ ممکن ہی نہیں تھا۔ میں سفیر کی باتیں تسلیم کر لیتا اگر مجھے یہ علم نہ ہوتا کہ مسٹر پارکنسن دراصل اولیو ہاورڈ ہے اور میں اولیو ہاورڈ کو کسی بھی حال میں انسانیت کا دوست نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ تو تخریب کار تھا، انسانیت کا بدترین دشمن۔

میں کافی دیر تک اپنے خیالات میں ڈوبا رہا۔ سفیر کی آواز میری سماعت تک تو پہنچ رہی تھی مگر اس وقت فہم و سماعت کا رابطہ منقطع تھا۔ یہ رابطہ اس وقت بحال ہوا جب وہ خاموش ہو گیا اور خاموش ہونے کے بعد اس نے مجھ سے سوال کیا۔ "اب اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟"

"خیال ظاہر کرنا تو فی الحال مشکل ہے۔" میں نے کہا۔ "یہ بتائیے کہ فیکٹری کی تعمیر کس فرم نے کی ہے؟"

"تعمیر کا ٹھیکا کسی فرم کو دینے کے بجائے مسٹر پارکنسن نے اپنے اعتماد کے لوگوں سے تعمیراتی کام کرایا ہے۔"

"اس کی کیا ضرورت تھی؟" میں نے چونک کر پوچھا۔ اس گفتگو میں پہلی بار مجھے ایک ایسی بات نظر آئی تھی جو کھٹکنے کی زد میں آئی تھی اور مجھے اس میں دلچسپی کی رمق محسوس ہوئی تھی۔

"دراصل یہ ایک بہت بڑا پروجیکٹ تھا اور اس میں رازداری بہت ضروری تھی۔ اس لیے ہماری حکومت نے یہی مناسب سمجھا کہ سارا کام مسٹر پارکنسن پر چھوڑ دیا جائے تاکہ اگر کوئی اونچ نیچ ہو تو تمام ذمے داری انھی کی ہو۔"

"معاملہ اتنا ہی اہم تھا تو انھوں نے دوا ساز فیکٹری امریکا ہی میں کیوں نہ لگا لی۔ دیگر سہولتوں کے علاوہ یہاں مارکیٹ بھی بہت بڑی ہے اور ترسیل کے اخراجات بھی بچ جاتے۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں علی۔" سفیر نے کہا۔ "شام میں فیکٹری لگانے کی کئی وجوہات ہیں۔ ان میں سے ایک وجہ تو یہی تھی کہ یہاں رازداری برقرار رکھنا مشکل ہو جاتا۔ مسٹر پارکنسن اگر امریکی حکومت کے علم میں یہ معاملہ لاتے تو خبر عام ضرور ہوتی اور آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس سے کتنا نقصان ہوتا۔"

"یہ بات میری سمجھ میں بالکل نہیں آئی۔ آخر اس قسم کے فارمولے پیٹنٹ بھی تو کرائے جا سکتے ہیں۔ اس کے بعد کیا خطرہ باقی رہ جاتا ہے؟"

"پیٹنٹ کرانے کے لیے فارمولا جمع کرانا ضروری ہوتا ہے جو رازداری کے لیے خطرہ ہے۔ دوسرا کوئی شخص بھی اس دوا کے جزوِ اعظم سے واقف ہو سکتا ہے۔"

"مارکیٹ تو بہرحال یہیں ہے۔ مسٹر پارکنسن اپنے فارمولے کو پیٹنٹ نہ کرواتے۔ اسے خاموشی سے تیار کیا جا سکتا تھا۔"

"ایک بات تو یہ ہے کہ اسے تجارتی پیمانے پر تیار کرنے میں راز افشا ہو جانے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ محدود پیمانے پر البتہ اسے تیار کیا جا سکتا تھا مگر اس میں بھی ایک بہت بڑی قباحت تھی۔ شام میں پائی جانے والی بوٹی کو توڑنے کے بعد اگر زیادہ دیر رکھا جائے تو اس کی تاثیر زائل ہو جاتی ہے۔ لہٰذا یہ فیکٹری وہیں قائم کرنا ضروری ہو گیا، جہاں قرب و جوار میں وہ بوٹی پائی جاتی ہو۔"

مجھے اندازہ تھا کہ اولیو ہاورڈ نے کوئی پہلو کمزور نہیں چھوڑا ہو گا۔ اور میرا اندازہ درست ثابت ہوا تھا۔ میرے ہر اعتراض کا جواب موجود تھا اور اتنا معقول کہ اسے غلط ثابت کرنے کے لیے مجھے عملی طور پر بہت کچھ کرنا پڑتا، جس کے لیے میں ہر طرح تیار تھا، بس مجھے کچھ معلومات درکار تھیں۔

"جس حد تک رازداری برتی جا رہی ہے، اس میں تو خود فیکٹری بھی شامل ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا مطلب؟" سفیر نے چونک کر پوچھا۔

"شام میں کسی دوا ساز فیکٹری کا قیام بجائے خود ایک خبر ہے جو متعلقہ لوگوں کی توجہ مبذول کرا سکتی ہے۔"

"خبر کسی تک پہنچے تب نا۔" سفیر نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "کسی کو یہ علم ہی نہیں ہے کہ کس پروجیکٹ پر کام ہو رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟" اب چونکنے کی باری میری تھی۔

"ہم نے ہر مرحلے پر اس خبر کو خفیہ رکھنے کا اہتمام کیا ہے تعمیرات سے لے کر مشینری کی تنصیب تک۔"

"یہ کیسے ممکن ہے؟" میں نے کہا۔ "مشینری تو ظاہر ہے باہر سے خریدی گئی ہو گی اور یہ بات پوشیدہ نہیں رکھی جا سکتی۔"

"مسٹر پارکنسن نے اس کے لیے خاص اہتمام کیا ہے۔ اول تو مختلف مشینیں مختلف ممالک سے خریدی گئیں تاکہ کسی کو بھی یہ معلوم نہ ہو سکے کہ کسی بڑے پروجیکٹ کے لیے کام ہو رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ کوئی بھی چیز براہِ راست شام نہیں لے جائی گئی۔ ہر چیز پہلے کسی اور ملک لے جائی جاتی تھی، پھر دوسرے مرحلے میں اسے شام پہنچایا جاتا تھا۔ اس طرح ہم نے کامیابی سے فیکٹری قائم کر لی اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی۔"

"اس طرح تو اخراجات میں بے حد اضافہ ہو گیا ہو گا۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"اس کے عوض ہمیں جو فائدہ ہو گا اسے بھی تو دیکھیے، کینسر کے علاج کی دوا پوری دنیا میں تہلکہ مچا دے گی۔"

"اس پروجیکٹ کی نگرانی کے لیے شام کی طرف سے بھی تو کچھ لوگ مقرر کیے گئے ہوں گے۔"

"شروع میں ہمارا ارادہ یہی تھا لیکن مسٹر پارکنسن کی درخواست پر اسے ترک کر دیا گیا۔"

"یہ کتنی عجیب بات ہے کہ کسی غیر ملکی کو اس حد تک آزادی دے دی جائے۔" میں نے کہا۔

"ہماری حکومت نے ہر طرح کا اطمینان کر لینے کے بعد ہی مسٹر پارکنسن کو اتنی آزادی دی ہے جناب!"

"اس کے باوجود یہ رازداری میری سمجھ سے باہر ہے۔ کیا تعمیرات کے مختلف مراحل کے دوران یہ معائنہ کیا جانا ضروری نہیں تھا کہ آخر وہاں ہو کیا رہا ہے؟"

"عام اصول تو یہی ہے لیکن مسٹر پارکنسن کو ان کی خدمات کے عوض یہ خصوصی سہولت فراہم کی گئی تھی تاہم پچھلے دنوں حکومت کے چند بڑے عہدے داروں کے درمیان اس معاملے پر اختلاف رائے ہو گیا تھا۔ بعض لوگوں کا اصرار تھا کہ حکومت شام کی حدود میں جو کچھ بھی ہو رہا ہے اسے حکومت سے پوشیدہ نہیں رہنا چاہیے۔ یہ اختلاف زیادہ بڑھا تو حکومت نے مسٹر پارکنسن سے رابطہ قائم کیا۔ انھوں نے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کیا کہ چند مخصوص افراد فیکٹری کی تعمیرات کا معائنہ کر لیں۔"

"اس وقت فیکٹری کی تعمیر کس مرحلے میں تھی؟" میں نے بےصبری سے پوچھا۔

"فیکٹری کی تعمیر مکمل ہو چکی تھی بس فنشنگ کا کام ہونا باقی رہ گیا تھا۔"

"آپ لوگوں نے بہت دیر کر دی۔" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "یہ کام بہت پہلے ہو جانا چاہیے تھا۔"

"اس سے آخر کیا فرق پڑتا ہے؟" سفیر نے کہا۔ "یہ تو انسانیت کی خدمت کا کام ہے۔ ہماری حکومت نے ان سے معاونت کر کے کیا برا کیا؟"

"کیا آپ اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتے کہ انسانیت کی خدمت کے لیے اس قدر رازداری برتنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ہر آدمی کہہ سکتا ہے لیکن یہ بھی تو دیکھیے کہ اس کے عقب میں ایک عظیم مقصد کارفرما تھا۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ "آپ ٹھیک کہہ رہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں جناب! میں بھی شاید دھوکا کھا جاتا اگر مسٹر پارکنسن کی اصلیت سے واقف نہ ہوتا۔"

"اصلیت سے کیا مراد ہے؟" سفیر نے حیرت سے کہا

"وہ ایک بہت بڑا مجرم ہے۔ بین الاقوامی دہشت گرد اور عربوں کا دشمن جان۔"

"آپ کو یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے" سفیر نے ہنس کر کہا "وہ تو بہت شریف النفس انسان ہے۔" زبیر نے بھی سر ہلا کر سفیر کی تائید کی تھی۔

"ان کے شریف النفس ہونے کا کوئی ثبوت موجود ہے آپ کے پاس؟" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

"مسٹر پارکنسن ایسی گم نام شخصیت کے مالک بھی نہیں ہیں کہ ان کے لیے کسی ثبوت کی ضرورت ہو ــــ سائنسی رسائل میں ان کے مضامین چھپتے رہتے ہیں۔"

اس اطلاع پر مجھے قدرے حیرت ہوئی۔ "ممکن ہے وہ کوئی اور پارکنسن ہو۔" میں نے کہا۔

"ایک آدھ بار ان کی تصویر بھی چھپی ہے اور اسی وجہ سے ان کی شخصیت شبہے سے بالاتر ہے۔"

میں خاموش ہو گیا۔ میرے پاس فی الحال کوئی جواب نہیں تھا اور میں نے یہ اندازہ بھی کر لیا تھا کہ جب شامی سفیر کو میرے لیے مطمئن کرنا ممکن نہیں تھا تو شامی حکام کو مطمئن کرنا قطعاً میرے بس سے باہر ہوتا۔ سفیر تو اس معاملے میں براہِ راست ملوث بھی نہیں تھا جبکہ شامی حکام نے تو خود اس سب کی اجازت دی تھی۔

"آپ کو مسٹر پارکنسن پر کس قسم کا شبہ ہے؟" سفیر نے پوچھا۔

"میرے خیال میں آپ میری بات پر یقین نہیں کریں گے اس لیے اس بارے میں کچھ کہنا فضول ہی ہوگا۔"

"پھر بھی، کچھ تو بتائیے، ممکن ہے میں اپنی حکومت کو کسی حد تک قائل کر سکوں۔"

"جب آپ خود ہی قائل نہیں ہوں گے تو کسی اور کو کس طرح قائل کریں گے۔"

"میں آپ کی کہی ہوئی کسی بات کو اتنی آسانی سے تو رد نہیں کر دوں گا۔" سفیر نے اصرار کیا۔ "آپ بتائیے تو سہی۔"

"میں معذرت چاہتا ہوں سفیر محترم!" میں نے نرمی سے کہا۔ "موجودہ حالات میں میں جب تک کوئی ٹھوس ثبوت نہ حاصل کر لوں، زبان سے کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھتا اور یہ میرا وعدہ ہے کہ اگر کہیں کسی قسم کی کوئی سازش ہو رہی ہے تو میں اسے ناکام بنانے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دوں گا۔"

اس کے بعد سفیر نے اصرار نہیں کیا۔ میں اسی وقت واپس آنا چاہتا تھا مگر سفیر کے اصرار پر مجھے رات کے کھانے کے لیے رکنا پڑا اور جب میں کھانے کے بعد واپس ہوا تو رات کے تقریباً دس بج رہے تھے۔ بڈ اور سلویا نشست گاہ میں موجود تھے۔

"کیا رہا چیف؟" بڈ نے پوچھا۔ "مجھے یقین ہے کہ تم کامیاب لوٹے ہو گے اور معاملات تمہارے ذہن میں صاف ہو گئے ہوں گے۔"

"اس کے برعکس۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "معاملات اور زیادہ اُلجھ گئے ہیں۔"

"پہلے علی کو کھانا تو کھا لینے دو۔" سلویا نے قدرے خفگی سے کہا۔ "آتے ہی سوالات شروع کر دیے۔"

"میں کھانا کھا کر آیا ہوں۔"

"تب بھی ذرا دیر دم تو لے لو۔ سارا دن مصروف رہنے کے باعث تم تھک گئے ہو گے۔"

"ان نزاکتوں کا گزر ہم جیسے لوگوں کے قریب سے بھی ہونے لگے تو ہم ناکارہ تصور کیے جانے لگیں۔" میں نے ہنس کر کہا اور اس کے بعد میں نے صبح سے اب تک کی روداد بڈ کے گوش گزار کر دی۔

"تم نے غلطی کی چیف!" بڈ نے کہا۔ "تمہاری جگہ میں ہوتا تو پارکنسن کو فراڈ ثابت کرنے میں ذرا بھی دشواری نہ ہوتی۔"

"اوہو، وہ کیسے؟" میں نے پوچھا۔

"جب یہ بات تمہیں معلوم تھی کہ پارکنسن کے میک اپ میں اولیو ہاورڈ ہے تو اسے ثابت کرنا کیا دشوار رہ جاتا تھا۔"

"میں نے سختی سے یہ ہدایت دی ہے کہ ابھی یہ بات ظاہر نہ ہونے پائے کہ پارکنسن پر کسی قسم کا شبہ کیا جا رہا ہے۔ اگر میں پارکنسن کی اصلیت ظاہر کر دیتا تو سفارت خانے والوں کے لیے خود پر قابو رکھنا مشکل ہو جاتا۔"

"لیکن تم نے ایسا کیوں کیا چیف؟" بڈ نے حیرت سے کہا۔

"بات کو خواہ مخواہ طول دینے سے فائدہ؟"

"یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اولیو ہاورڈ نے اتنا لمبا چکر کیوں چلایا ہے۔ یقیناً اس نے کوئی بہت بڑی سازش کی ہے۔ میرا سب سے پہلا ہدف اس سازش کے تار و پود بکھیرنا ہے۔"

"مرضی کے مالک ہو چیف، جو چاہو کرو، بڈ کو تو بس یہ بتاتے رہو کہ اسے کیا کرنا ہے۔"

"اولیو ہاورڈ کی نگرانی ختم کرا دو اور علی گروپ کے تمام ارکان کو واپس بھجوا دو۔"

"اور اگر وہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا تو ....؟" بڈ

نے کہا۔

"نہیں ہوگا۔" میں نے کہا۔ "چند روز کے اندر اندر وہ شام چلا جائے گا جس کی اطلاع مجھے مل جائے گی۔"

"میڈم کا معاملہ بھی تو ہے چیف! کیا تم نے اسے بالکل ہی نظرانداز کر دیا ہے؟"

"اس کے لیے میں کوئی ایسا قدم اٹھاؤں گا جو آر یا پار کر دینے والا ہوگا۔ اس طرح نگرانی کرنا تو اب بالکل ہی بے سود ہوگا۔"

"او کے چیف، کل صبح ہی میں نگرانی ختم کرا کے ان سب کو واپس بھجوائے دیتا ہوں۔"

"بغیر سوچے سمجھے تو کوئی قدم اٹھانا غیر مناسب ہوگا۔" سلویا نے تشویش سے کہا۔

"میرا یہ مقصد نہیں کہ میں کوئی اندھا دھند قدم اٹھا بیٹھوں گا لیکن یہ ہے کہ اب مجھے اپنی حکمتِ عملی تبدیل کرنا ہو گی اور اس کے لیے تم میری مدد کرو گی۔"

"کتنی بار تو کہہ چکی ہوں کہ مجھے بھی کچھ بتاؤ مگر تم مجھے کوئی موقع ہی نہیں دے رہے۔"

"اب دوں گا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "آج صبح سے میرے ذہن میں یہ الجھن موجود ہے کہ اینڈریو پر کیا عمل کیا گیا ہو گا کہ وہ انتہائی ناتوانی کی حالت میں بھی اس قدر خوں خوار ہو گیا کہ اس نے تقریباً میری جان ہی لے لی تھی اور آخر وہ کیا چیز تھی جس کے ذریعے اس نے میری شناخت کر لی۔"

"تم نے خود ہی تو بتایا تھا کہ اس پر عملِ تنویم کیا گیا ہو گا۔" سلویا نے کہا۔

"گویا تم اس سلسلے میں میری کوئی مدد نہیں کر سکتیں۔" میں نے مایوسی سے کہا۔

"میں بتاؤں چیف۔" بڈ نے دخل دیتے ہوئے کہا۔ "عملِ تنویم کا کوئی ماہر یہ مسئلہ حل کر سکتا ہے۔"

"مجھے بھی معلوم ہے کہ عملِ تنویم کا کوئی ماہر اس سلسلے میں میری مدد کر سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن سلویا سے میں نے اس لیے پوچھا تھا کہ شاید اسے اس بارے میں کچھ معلوم ہو۔"

"میرے لیے خود یہ ایک حیران کن کیس ہے۔" سلویا نے کہا۔ "مجھے عملِ تنویم سے زیادہ دلچسپی تو نہیں ہے مگر کبھی کبھار کسی رسالے میں کوئی آرٹیکل نظر سے گزر جاتا ہے۔ اور جہاں تک مجھے معلوم ہے عملِ تنویم کے ذریعے کسی شخص کی جسمانی طاقت میں تو ہرگز اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔"

"میرا خیال بھی یہی ہے اور میں ان امکانات پر غور کر رہا ہوں کہ کیا کسی طرح یہی حربہ اولیو ہاورڈ کے خلاف استعمال نہیں کیا جا سکتا۔"

"اس کے لیے تو عملِ تنویم کے کسی ماہر کی خدمات حاصل کرنا پڑیں گی۔" بڈ نے کہا۔

"عملِ تنویم کا ایسا ماہر ہم کہاں سے مہیا کریں جو ہماری مرضی کے مطابق کوئی کام کر سکے۔"

"یہ مسئلہ حل کرنا پیٹر کی ذمے داری ہے۔ میں اسے بلا کر لاتا ہوں۔" بڈ نے کہا اور پیٹر کو بلانے چلا گیا۔ چند ہی منٹ بعد وہ پیٹر کے ساتھ کمرے میں دوبارہ داخل ہوا۔ "یہ کسی لیونارڈ کی بات کر رہا ہے۔" بڈ نے آتے ہی کہا۔ اس نے راستے میں ہی پیٹر سے معلومات حاصل کر لی تھیں۔

"میرا اس سے کبھی واسطہ تو نہیں پڑا لیکن اس کے بارے میں طرح طرح کی خبریں سننے کو ملتی ہیں۔ اس سے بہت سی پُراسراریتیں بھی منسوب کی جاتی ہیں۔"

"اس سے معلومات حاصل کرنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے؟"

"اس سے وقت لینا پڑتا ہے جو بعض اوقات کئی کئی دن بعد کا ملتا ہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ وہ صرف طبقۂ امرا کے کیس لیتا ہے۔"

"کیس سے تمہاری کیا مراد ہے؟" میں نے پوچھا۔

"عام تاثر یہی ہے کہ وہ عملِ تنویم کے ذریعے علاج کرتا ہے مگر میں نے یہ بھی سنا ہے کہ وہ مجرموں سے معاونت بھی کرتا ہے اور پولیس کی بلیک لسٹ پر ہے مگر اس کے خلاف کچھ ثابت نہیں کیا جا سکا۔"

"اوہو، تم نے یہ بات مجھے پہلے کیوں نہیں بتائی تھی؟" میں نے کہا۔

"پہلے تو خیر میں کیا سمجھ پاتا، مجھے تو اب بھی اندازہ نہیں ہو پا رہا کہ یہ معلوم کر کے تم کیا فائدہ اٹھانا چاہتے ہو۔"

"پہلے مرحلے میں تو میں اس سے صرف گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ فائدہ اور نقصان تو بعد میں دیکھا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "میں صبح ہی اس سے وقت لینے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"نہیں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "جو کام کرنا ہے، فوراً کرنا ہے۔ میں انتظار کرنے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر صبح اس کے مطب پہنچ کر ہم زبردستی اس سے مل لیں گے، یہ کون سا مشکل کام ہے۔"

"صبح تک انتظار کرنا بھی مشکل ہے۔ کوئی ایسی صورت نکالو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ اس سے ابھی ملاقات ہو جائے۔"

"تھوڑی دیر انتظار کرو۔ میں معلوم کرتا ہوں کہ وہ کہاں رہتا ہے، پھر اس کے گھر پر دھاوا بول دیں گے۔"

پیٹر کمرے سے چلا گیا اور میں نے سلویا سے کہا۔ "ہاروت رابیل نے عمارت میں کیا حفاظتی انتظامات کر رکھے ہیں؟"

"آج کل مسلح محافظوں کی تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے۔" سلویا نے بتایا۔ "ورنہ پہلے تو اتنے زیادہ محافظ نہیں ہوتے تھے۔"

"انھیں تو میں دیکھ چکا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ ان کے علاوہ اور کیا انتظامات ہیں؟"

"یہ بھی تمھیں معلوم ہی ہوگا کہ عمارت کے احاطے میں کتے گھومتے رہتے ہیں۔"

"نہیں۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "جب تم مجھے اس عمارت سے لے کر فرار ہوئی تھیں تو وہاں ایک کتا بھی نظر نہیں آیا تھا۔"

"وہ تو ایک طے شدہ پروگرام تھا لہٰذا کتے انھوں نے پہلے ہی بند کر دیے ہوں گے۔ لیکن تم یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس بات کے امکانات کا جائزہ لے رہا ہوں کہ اس عمارت میں گھسا جا سکتا ہے یا نہیں۔"

"میں تمھیں اس کا مشورہ ہرگز نہیں دوں گی۔ کتے نہایت خوف ناک اور تربیت یافتہ ہیں۔"

"انھیں گوشت کے پارچوں پر بے ہوشی کی دوا لگا کر کھلائی جا سکتی ہے۔ ان کا کیا مسئلہ ہے۔"

"ان کی تربیت میں اس بات کو خاص طور پر ملحوظِ خاطر رکھا گیا ہے۔ وہ کسی اجنبی کے ہاتھ سے کچھ نہیں کھاتے اور نہ ہی کوئی پڑی ہوئی چیز کھاتے ہیں۔"

"جب میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ مجھے اس عمارت میں داخل ہونا ہے تو میں ایک کوشش ضرور کروں گا۔ خواہ نتیجہ کچھ بھی برآمد کیوں نہ ہو۔"

"تم نے خودکشی کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے تو میں بھلا کیا کر سکتی ہوں۔" سلویا نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"سارے مسلح محافظ عمارت کے اندر ہوتے ہیں یا کوئی باہر احاطے میں بھی ہوتا ہے؟" میں نے سنی ان سنی کر کے اگلا سوال کیا۔

"عمارت کے دروازے پر ایک اور احاطے کے گیٹ پر دو مسلح افراد مستقل موجود رہتے ہیں۔ عمارت کے اندر مسلح محافظوں کی موجودگی ضروری نہیں ہوتی۔"

"اوہ، تب تو عمارت میں داخل ہونا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ تین آدمیوں سے تو بہ آسانی نمٹا جا سکتا ہے۔"

"کمپاؤنڈ میں کم از کم چار خوں خوار کتے آزاد گھومتے رہتے ہیں۔ ان کا کیا کرو گے؟"

"جانور بے چارہ بے وقوف ہوتا ہے۔ اسے جس حد تک تربیت دے دی گئی ہے اس سے آگے کچھ نہیں کر سکتا۔ کتوں کو دھوکا دینا بھی کوئی مسئلہ ہے۔"

"اب تو اولیو ہاورڈ کو تمھاری طرف سے بھی خطرہ ہے۔ ممکن ہے اس نے کچھ اضافی انتظامات بھی کر ڈالے ہوں۔" بڈ نے کہا۔

"اضافی انتظامات تو اس وقت کیے گئے تھے جب علی اس عمارت میں لائے گئے تھے۔ اس وقت ہر منزل پر مسلح محافظ تعینات کر دیے گئے تھے۔" سلویا نے کہا۔

"میرا مطلب ہے کہیں عمارت کی چھت پر بھی مسلح محافظ تعینات نہ کر دیے گئے ہوں۔" بڈ نے کہا۔

"نہیں۔" سلویا بولی۔ "میرے آنے تک ایسا نہیں ہوا تھا اگر ایسا کوئی انتظام کیا جاتا تو میرے علم میں ضرور ہوتا۔"

"اس کا امکان بھی نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "چار خوں خوار اور تربیت یافتہ کتے اور تین مسلح افراد بہت کافی ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں کوئی شخص چوری چھپے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ اور جب کسی کے اندر داخل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو چھت پر محافظوں کی موجودگی خود بخود خارج از بحث ہو جاتی ہے۔"

"ایک طرف تم کہتے ہو کوئی چوری چھپے اندر داخل نہیں ہو سکتا اور دوسری طرف اس ناممکن کام کو کرنے کا ارادہ بھی رکھتے ہو۔ آخر تم کیا بلا ہو؟"

"یقیناً میرے ذہن میں ان حفاظتی انتظامات کے حصار کو توڑنے کا کوئی طریقہ موجود ہوگا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"وہ طریقہ کسی اور کے ذہن میں بھی تو آ سکتا ہے۔" سلویا نے جھنجلا کے کہا۔ "جو طریقہ تمھارے ذہن میں آ سکتا ہے کیا اولیو ہاورڈ اس امکان پر غور نہیں کر سکتا؟"

"پہلے میں عمل تنویم کے اس ماہر سے مل لوں پھر بتاؤں گا۔ اس دوران تم یہ غور کرو کہ ہاروت رابیل کا کوئی ایسا نزدیکی آدمی ہے جو قد و قامت میں مجھ جیسا ہو۔"

"اس میں غور کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" سلویا نے برجستہ کہا۔ "ہاروت رابیل کا معتمد خصوصی ہی اس معیار پر پورا اترتا ہے۔"

"اوہ۔" میں چونک پڑا۔ "وہ کہاں ہوتا ہے اور اس کا نام کیا ہے؟"

"اس کا نام ڈینیل ہے اور ہاروت رابیل کا دست راست سمجھا جاتا ہے۔ میں یہ تو نہیں بتا سکتی کہ اس وقت وہ کہاں ہوگا لیکن تھا وہ ہاروت رابیل کے ساتھ ہی۔"

"اگر وہ وہاں تھا تو اب بھی وہیں ہوگا۔" میں نے کہا۔

"یہ کوئی ضروری تو نہیں ہے چیف۔" بڈ بولا۔ "وہ کہیں اور بھی تو جا سکتا ہے۔"

"مجھے یقین ہے کہ اگر وہ کہیں جائے گا تو اس جگہ کا نام شام ہوگا اور گزشتہ چند روز کے دوران اس ٹولے میں سے شام کوئی نہیں گیا۔"

کچھ دیر بعد پیٹر واپس آ گیا۔ "میں نے معلوم کر لیا ہے تمھیں زبردستی نہیں کرنا پڑے گی۔ لیونارڈ ایمرجنسی کیس بھی لے لیتا ہے مگر رات کے وقت گھر پر ملاقات کرنے کی اس کی فیس بہت زیادہ ہے۔"

"فیس کی پروا مت کرو پیٹر! اگر وہ کارآمد ثابت ہوا تو ہم کوئی بھی فیس ادا کر دیں گے۔"

"لیکن اس کی فیس بہت ہی زیادہ ہے۔" پیٹر نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "ایک ملاقات کے پانچ ہزار ڈالر۔"

میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ "کیا کہہ رہے ہو پیٹر! پانچ ہزار ڈالر تو بے انتہا رقم ہوتی ہے۔"

"مجھے تو یہ شخص کوئی ڈاکو معلوم ہوتا ہے۔" بڈ نے کہا۔ "تم حکم کرو چیف! میں اسے پکڑ کر یہیں لے آتا ہوں۔"

"واقعی اسے پکڑ لانا کچھ مشکل نہیں ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "اپنے اپارٹمنٹ میں وہ تنہا رہتا ہے۔"

"میں یہ رقم ادا کرنے کو تیار ہوں۔" میں نے کہا اور بڈ حیرت سے مجھے دیکھنے لگا۔

"تم مجھے صرف پانچ سو ڈالر دو چیف، میں اس کے پورے خاندان کو تمھارے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دوں گا۔"

"میں بلاوجہ کوئی ہنگامہ کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔ پیٹر! تم فون کر کے اس سے بات کر لو۔ ہم ابھی اس سے ملیں گے۔"

پیٹر نے اسے فون کیا اور وہ بلا حیل و حجت ملاقات پر آمادہ ہو گیا۔ ظاہر ہے پانچ ہزار ڈالر کسے بُرے لگتے ہیں۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد میں اور پیٹر لیونارڈ کے اپارٹمنٹ میں داخل ہو رہے تھے۔ اس کا اپارٹمنٹ مختصر مگر سلیقے سے سجا ہوا تھا۔ وہ خود ایک دبلا پتلا طویل القامت شخص تھا۔ اس کی عمر پچاس سے اوپر ہی رہی ہوگی لیکن جھریوں سے مسخ ہوا تھا کہ وہ ستر سے بھی زیادہ کا معلوم ہوتا تھا۔ اس کی ناک طوطے کی چونچ کی طرح مڑی ہوئی تھی اور آنکھوں میں اس قدر چمک تھی کہ عام لوگ تو اس سے نگاہ ہی نہیں ملا سکتے ہوں گے۔ اس نے ہمیں بٹھانے کے بعد سب سے پہلے اپنی فیس کا مطالبہ کیا جو میں نے اسے ادا کر دی۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے رقم گن کر جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔ "اب اپنا مسئلہ بیان کرو۔"

"میں ہپناٹزم کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہنا شروع کیا ہی تھا کہ اس نے میری بات کاٹ دی۔

"تم غلط جگہ آئے ہو۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "میں نے کوئی درس گاہ نہیں کھول رکھی ہے۔"

اس کے طرز تخاطب پر مجھے بڑی طرح غصہ آ گیا ویسے بھی میں نے اس کے بارے میں کوئی اچھی رائے قائم نہیں کی تھی۔

"پانچ ہزار ڈالر وصول کرنے کے بعد ہم نے تمھارا وقت خرید لیا ہے۔ تمھیں ہمارا مسئلہ حل کرنا ہی پڑے گا۔"

اس نے ایک لمحے میری بات پر غور کیا، پھر بولا۔ "ٹھیک ہے مگر میں ایک گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں دے سکوں گا۔"

"کیا عمل تنویم کے ذریعے کسی شخص کی جسمانی قوت میں اضافہ کیا جا سکتا ہے؟" میں نے فوراً ہی اس سے سوال کیا۔

"اس کے لیے طویل علاج کی ضرورت ہوگی لیکن اس سے بھی جسمانی قوت میں بہت زیادہ اضافہ نہیں ہو سکتا۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" میں نے کہا اور اینڈریو والا واقعہ اس کے سامنے دہرا دیا۔

"ہپناٹزم کا کوئی بہت بڑا ماہر ہی اتنے کامیاب سجیشن دے سکتا ہے لیکن اس کے باوجود یہ ناممکن معلوم ہوتا ہے۔"

"تم ہماری معلومات میں کچھ تو اضافہ کرو۔" میں نے کہا۔ "آخر تم خود بھی ایک ماہر ہو اور تم نے ہم سے پانچ ہزار ڈالر وصول کیے ہیں۔"

"میں تمھیں ہپناٹزم کے حوالے سے ہی جواب دے سکتا ہوں۔" لیونارڈ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "لیکن میرا اندازہ ہے کہ اس معمول کو کچھ غیر معمولی قسم کی ادویات بھی استعمال کرائی گئی ہوں گی۔ نہ تو تنہا میڈیکل سائنس اتنا بڑا کارنامہ کر سکتی ہے اور نہ ہی ہپناٹزم کے ذریعے کسی شخص میں اتنا بڑا تغیر رونما کیا جا سکتا ہے۔"

میں نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی۔ کسی حد تک تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمھاری بات سمجھ میں آتی ہے۔ کیا تم اس کی مزید وضاحت کرو گے؟"

"یہ بات سمجھنا تمھارے لیے مشکل ہوگا۔ اس لیے کہ مجھے ہپناٹزم کے بارے میں بہت کچھ بیان کرنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ میں نے ایک ایسا امکان پیش کیا ہے جو نہ تو اس سے پہلے میرے ذہن میں آیا اور نہ ہی میں نے اس کا کبھی تجربہ کیا۔ اس لیے میں جو کچھ بھی کہوں گا وہ محض میرا اندازہ ہی ہوگا۔"

"پھر بھی اس بارے میں مختصر طور پر ہی مجھے کچھ بتاؤ۔" میں نے اصرار کیا۔

لیونارڈ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "کیا تم نے محض یہ معلومات حاصل کرنے کے لیے پانچ ہزار ڈالر ادا کیے ہیں؟"

"اس کی پروا مت کرو کہ میں نے کس لیے کیا کیا ہے۔ ہم نے تمھارے وقت کی پوری قیمت ادا کی ہے۔"

"مجھے کیا۔" لیونارڈ بڑبڑایا۔ پھر سنبھل کر بولا۔ "ہم جو دوائیں استعمال کرتے ہیں، اس کا بہت کم حصہ جزو بدن بنتا ہے۔ زیادہ تر دوا جسم سے خارج ہو جاتی ہے۔ مجھے اس بارے میں زیادہ علم اس لیے نہیں ہے کہ یہ میرا شعبہ نہیں ہے۔ تاہم مجھے اندازہ ہے کہ جسم کا خود کار نظام اتنی ہی دوا قبول کرتا ہے یا غذا سے اتنی ہی توانائی حاصل کرتا ہے جس قدر ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کسی مصنوعی طریقے سے کسی طاقت ور دوا کو پوری طرح سے جزو بدن بنا دیا جائے تو میرے خیال میں یہ چیز جسم کے لیے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے۔ نقصان کا انحصار اس بات پر ہوگا کہ جسم کے ساتھ کس حد تک زیادتی کی گئی ہے۔ اب فرض کرو ایک شخص کو جو زخموں سے چور ہے یا کسی اور وجہ سے اس پر نقاہت طاری ہے، کوئی طاقت کی دوا دی جاتی ہے تو وہ اپنا عمل تو فوراً شروع کر دیتی ہے لیکن جسمانی قوت پوری طرح بحال ہونے میں ایک مخصوص مدت درکار ہوگی جو مختلف صورتوں میں مختلف ہوگی۔ اس کے برعکس اسٹیمنا بڑھانے والی دوائیں فوری طور پر اثر کرتی ہیں اور ایک مخصوص وقفے کے بعد ان کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ میں یقین سے تو نہیں کہہ سکتا لیکن ممکن ہے کہ عمل تنویم کے ذریعے ہم کسی شخص کے جسمانی نظام کے اس قدرتی فعل میں دخیل ہو سکیں۔ اگر یہ ممکن ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انتہائی نحیف شخص کو طاقت کی دوائیں دینے کے بعد عمل تنویم کے ذریعے ان کو مکمل طور پر جزو بدن بنا دیا جائے۔ تو انسان کی فوری صحت یابی ممکن ہو سکتی ہے مگر اس کے مابعد اثرات یقیناً خراب ہوں گے اس لیے کہ جب جسم پر اس کی بساط سے بڑھ کر بوجھ پڑے گا تو اس کے اثرات بھی لازماً سامنے آئیں گے۔"

"میں نے جو کہانی تمھیں سنائی ہے اس میں کوئی دوا تو کیا غذا تک استعمال نہیں ہوئی تھی۔" میں نے کہا۔

"میں نے جو مفروضہ بیان کیا ہے اگر اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ کسی کھلائی گئی دوا کے اثر کو کسی مخصوص وقت تک کے لیے روک دیا جائے۔ مثلاً میں تمھیں سر درد کی گولی کھلاؤں اور یہ ہدایت کر دوں کہ اس دوا کا اثر اس وقت شروع ہو جب کوئی شخص اس اپارٹمنٹ میں داخل ہو تو پھر دوا کا اثر اس وقت شروع ہوگا لیکن خیال رہے کہ یہ بات میں اس مفروضے کے تحت کہہ رہا ہوں کہ اگر عمل تنویم کے ذریعے جسم کی فطری صلاحیت میں دخیل ہونا ممکن ہو۔"

"شکریہ مسٹر لیونارڈ! تم میرے لیے بہت مفید ثابت ہوئے۔" میں نے کہا۔ "اب یہ بتاؤ کہ کسی شخص کو معمول بنا کر اس سے معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں؟"

لیونارڈ کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ ابھری۔ "اب تم اپنے اصل مقصد کی طرف آئے ہو۔" اس نے کہا۔ "نہیں، کسی شخص کو زبردستی معمول نہیں بنایا جا سکتا۔"

میں سمجھ گیا کہ وہ مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہے۔ "اگر یہ ممکن نہیں ہے تو تم اتنی بھاری فیس کس بات کی وصول کرتے ہو....؟"

"اس کی فیس علیحدہ سے ہوتی ہے۔" لیونارڈ عیاری سے مسکرایا۔ "کام ویسا ہی ہوگا جیسا تم چاہو گے۔"

"اور اس وقت ہوگا جس وقت میں چاہوں گا؟" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"بالکل اسی وقت ہوگا بشرطیکہ اس وقت پہلے سے میرا کوئی اپائنٹمنٹ نہ ہو۔"

"نہیں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "اگر مجھے ضرورت پڑ گئی تو تمھیں فوری طور پر مجھے وقت دینا ہوگا۔"

"اگر تم میری کل فیس کو دو سے ضرب دے سکو تو یہ بھی ممکن ہو جائے گا۔" لیونارڈ نے کاروباری لہجے میں کہا۔

اس کی اس بات پر پیٹر نے پہلو بدلا تھا مگر اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی میں بول پڑا۔ "کام وہ جو میں کہوں اور معاوضہ وہ جو تم طلب کرو، ٹھیک ہے؟"

"مجھے منظور ہے۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔ "تم ایک اچھے کاروباری ہو۔"

"آؤ۔" میں نے پیٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔ "اب ہم چلتے ہیں۔"

لیونارڈ کے اپارٹمنٹ سے نکل کر میں نے پیٹر کے ہمراہ ایک ڈیپارٹمنٹل اسٹور کا رخ کیا اور وہاں سے متعدد چیزیں خریدیں۔ جن میں گوشت کے پارچے، تین مختلف سائز کے کریپ سول جوتے اور کپڑوں کے کچھ جوڑے بھی شامل تھے۔

"یہ سب چیزیں خریدنے کی اس وقت کیا ضرورت ہے؟" پیٹر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"میں نے ہر احتیاط بالائے طاق رکھ کر اس عمارت میں گھسنے کا فیصلہ کر لیا ہے جہاں اولیویا، ورڈا اور ہاروت ایل موجود ہیں۔"

"تمھیں ایسا کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہیے جس سے تمھاری زندگی کو کوئی خطرہ لاحق ہو۔"

"تمھیں تو وہ فیصلے بھی ناگوار گزرتے ہیں جن سے مجھے مالی نقصان ہوتا ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"کون سے فیصلے؟" پیٹر نے حیرت سے پوچھا۔

"لیونارڈ کو.... پانچ ہزار ڈالر فیس ادا کرنے کا فیصلہ۔"

"ظاہر ہے یہ ناگوار گزرنے والی بات ہے لیکن میں نے تمھیں روکا تو نہیں۔ اب اگر تم یہ چاہو کہ اس کا لیٹر اپ بھی مجھے ناگوار نہ گزرے تو یہ زیادتی ہوگی۔"

"یہ تو آخر میں ہی پتا چلے گا کہ کون کس کو لوٹ رہا ہے ابھی تو وہ ہمارے لیے بہت کارآمد ہے۔"

"جو باتیں تم نے اس سے معلوم کی ہیں، وہ تو کوئی بھی بتا سکتا تھا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔"

"اور جو کام میں اس سے لینے والا ہوں، وہ اس کے سوا کوئی نہیں کرے گا۔ اگر کوئی ہوگا بھی تو ہم اسے کہاں ڈھونڈتے پھریں گے۔ اس وقت تو ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ وہ بیس ہزار ڈالر لے گا تو لے لے لیکن خود اسے یہ معلوم نہیں ہوگا کہ وہ کتنا بڑا کام کر رہا ہے اور میں اس سے جو فائدہ اٹھاؤں گا وہ لاکھوں ڈالر کے مساوی ہوگا۔"

"میرا خیال ہے اسے اس بات کا پوری طرح اندازہ ہے تبھی تو اس نے اتنی خطیر رقم طلب کی ہے۔"

"اسے یہ اندازہ تو نہیں ہو سکتا کہ میں کتنا اور کیا فائدہ اٹھا سکتا ہوں لیکن یہ اندازہ میں نے پہلی ہی نظر میں لگا لیا تھا کہ وہ مجرمانہ ذہنیت کا آدمی ہے اور اسے صرف پیسے سے غرض ہے۔"

"لیکن یہ بتاؤ کہ اس عمارت میں داخل ہونے کے لیے تمھارے پاس کوئی قابل عمل منصوبہ بھی ہے یا تم یوں ہی اندھا دھند اس عمارت میں گھس پڑو گے؟"

"ابھی واپس چل کر میں سلویا اور بڈ کو اپنا منصوبہ بتاؤں گا۔ تم بھی اس وقت سن لینا تاکہ مجھے اپنی باتیں دہرانا نہ پڑیں۔"

اپنی عارضی قیام گاہ پر واپس پہنچ کر میں سامان سمیت اندر پہنچا۔ بڈ مجھے اس حال میں دیکھ کر اپنی زبان پر قابو نہ رکھ سکا۔

"معلوم ہوتا ہے تم نے یہاں مستقل رہائش اختیار کرنے کا منصوبہ بنا لیا ہے چیف! چلو تم نے اچھا ہی کیا۔ تمھارے ساتھ آوارہ گردی کرتے کرتے بڈ بھی عاجز آ چکا تھا۔ اب سکون سے کہیں رہنا تو نصیب ہوگا۔"

"فضول گوئی سے پرہیز کرو اور کوچ کی تیاری کرو۔ اس سامان میں سے اپنا لباس اور جوتے نکال کر پہن لو۔"

بڈ نے میرے لائے ہوئے سامان کا اچھی طرح جائزہ لیا اور پھر اس نے وہ جوتے نکال لیے جو میں نے سلویا کے لیے خریدے تھے۔

"مانا کہ بڈ کا قد بہت چھوٹا ہے۔" اس نے مضحکہ خیز لہجے میں کہا۔ "مگر اب اتنا بھی مختصر نہیں ہے کہ تم میرے لیے اتنے چھوٹے ناپ کے جوتے لے آئے۔"

"یہ جوتے سلویا کے ہیں۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "وقت ضائع مت کرو اور جلدی سے تیار ہو جاؤ۔"

"بڈ تو احمق ہے۔ زبان کھولے تو اسے دبایا جاتا ہے۔ اور عالم یہ ہے کہ پیروں کا ناپ تک لیا جا چکا ہے۔"

"بہت مردود ہو تم! ارے احمق، میں نے محض اندازے سے جوتے خریدے ہیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔" بڈ نے سر ہلایا۔ "اگر جوتے فٹ آ گئے تو بڈ جو کچھ کہتا ہے صحیح کہتا ہے، ورنہ پھر تک تمھیں درست مان لوں گا۔"

سلویا اس گفتگو سے بہت محظوظ ہو رہی تھی۔ میں نے اسے ٹوکا۔ "صبح تو تم بڈ کی ایسی ہی باتوں پر برا مان رہی تھیں۔ اور اس وقت تمھاری ہنسی نکل رہی ہے۔"

"اس وقت مجھے بڈ صاحب کی شخصیت کے بارے میں پوری طرح اندازہ نہیں تھا۔ اب میں انھیں اچھی طرح سمجھ چکی ہوں۔"

"ایک ہی دن میں اتنا بڑا دعویٰ!" میں نے تحیرانہ انداز میں کہا اور سلویا ہنس پڑی۔

"بڈ صاحب بڑی باغ و بہار قسم کی طبیعت کے مالک ہیں۔ ان کی فطرت بھی بہت سادہ ہے۔ انھیں سمجھنا کیا مشکل ہے۔"

"گویا اب تمھیں اس بات پر حیرت نہیں رہی کہ میرا اور ان کا اکٹھے رہ کر گزارہ کس طرح ہوتا ہوگا؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہرگز نہیں" سلویا نے نفی میں سر ہلایا۔ "ان کے ساتھ تو بہت اچھا وقت گزرتا ہے۔"

"بہت بہتر!" میں نے سعادت مندی سے کہا۔ "لیکن بہتر ہو تا کہ آپ بھی جلدی سے لباس تبدیل کر لیتیں۔"

"لباس تبدیل کر کے کیا کرنا ہے؟" سلویا نے سیاہ رنگ کی وہ پتلون اٹھاتے ہوئے کہا، جو میں اس کے لیے لایا تھا۔

"ہمیں اولیو ہاورڈ کے مسکن کا رُخ کرنا ہے اور اس کے لیے یہ لباس ضروری ہے۔"

"اس وقت؟" سلویا نے حیرانی سے کہا۔ "وقت معلوم ہے کیا ہوا ہے۔ آدھی رات گزر چکی ہے۔"

"میرے پاس گھڑی ہے اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ وقت کیا ہوا ہے۔ رات کے اندھیرے سے فائدہ اٹھا کر ہی ہم کچھ کر سکتے ہیں، ورنہ دن کی روشنی تو ہمارے راستے کی سب سے بڑی دیوار بن جائے گی۔"

"لیکن وہاں جا کر تم کیا کرو گے؟" سلویا نے کہا۔ "میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ اس عمارت میں داخلہ ناممکن ہے۔"

"ایک ہی دن میں بڈ کا اتنا گہرا اثر!" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "میں تم سے کہہ رہا ہوں کپڑے تبدیل کر لو اور تم ہو کہ بحث کیے چلی جا رہی ہو۔"

"اس قسم کی مہم میں حصہ لینے سے مجھے ڈر لگتا ہے۔" سلویا بولی۔ "میں ڈاکٹر ہوں، فیلڈ ورکر نہیں ہوں۔"

"تمھارے بغیر تو کام ہی نہیں چلے گا۔" میں نے کہا۔ "مجبوراً تمھیں لے جا رہا ہوں۔"

"ایسی کیا خاص بات ہے جو تم پوشیدہ رکھنا چاہ رہے ہو۔" پیٹر نے کہا۔ "اگر تم اپنی اسکیم بتا دو تو ممکن ہے سلویا کو حوصلہ پکڑ لے۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ "میں نے سوچا تھا راستے میں بتا دوں گا تاکہ وقت کی بھی تھوڑی سی بچت ہو جائے۔ مگر اب یہ وقت ضائع کرنا ہی پڑے گا۔ گوشت کے پارچوں پر مہلک زہر چھڑک کر کتوں کو کھلانا ہے۔ کتے چونکہ تربیت یافتہ ہیں اور کسی اجنبی کے ہاتھ سے یا پڑی ہوئی چیز نہیں کھاتے، اس لیے سلویا کو ساتھ لے جانا ضروری ہے۔"

"میں کتوں کو گوشت کھلاؤں گی؟" سلویا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"کیوں؟" میں مسکرایا۔ "کیا کتے تم سے مانوس نہیں ہیں؟"

"بہت زیادہ مانوس ہیں۔" سلویا نے تھوک نگل کے کہا۔ "مگر میرے اندر اب اس عمارت میں قدم رکھنے کی بھی ہمت نہیں ہے۔"

"کچھ حاصل کرنے کے لیے قربانی تو دینا ہی پڑتی ہے۔" میں نے کہا۔ "اور میں تم سے اتنی سی ہی مدد کا خواہاں ہوں۔"

"اور پھر کتوں تک رسائی کس طرح ہو گی؟" سلویا نے کہا۔ "وہ تو کمپاؤنڈ وال کے دوسری طرف ہوں گے اور کمپاؤنڈ وال کم از کم آٹھ فٹ تو ضرور بلند ہو گی۔"

"میں نے سب انتظام کر لیا ہے۔ سیڑھی موجود ہے جس کے ذریعے عقبی جانب سے تم بہ آسانی دیوار پہ چڑھ سکو گی۔" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"وہاں صرف کتے ہی تو نہیں ہیں۔ مسلح نگراں بھی تو ہوتے ہیں۔ ذرا سی بھی گڑبڑ محسوس کر کے وہ فوراً گولی چلا دیں گے۔"

"میں نے سب کچھ سوچ لیا ہے۔" میں پھر جھنجلا گیا۔ "اگر تم تعاون نہیں کرو گی تو کھیل بگڑ جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" اس نے مردہ سی آواز میں کہا اور لباس اٹھا کر باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

"تم زیادتی کر رہے ہو چیف!" بڈ نے کہا۔ "مس سلویا اتنا خطرناک کام نہیں کر سکیں گی۔"

"تم چپ رہو!" میں نے اسے جھڑکی لگائی اور وہ منہ بنا کر خاموش ہو گیا۔

"اگر تمھیں مزید کچھ افراد کی ضرورت ہو تو اپنے کچھ آدمی تمھارے ساتھ کر دوں؟" پیٹر نے پیش کش کی۔

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "صرف میں، سلویا اور بڈ وہاں جائیں گے۔ کوئی چوتھا فرد نہیں ہو گا۔"

آدھے گھنٹے کے اندر اندر ہم پوری طرح تیار ہو گئے۔ ہم تینوں نے سیاہ رنگ کے چست لباس پہن رکھے تھے۔ اور پیروں میں کریپ سول جوتے تھے۔ جوتے اور لباس سلویا کے بالکل درست آئے تھے۔ بڈ نے پھر کچھ کہنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے اس کی باتوں پہ کوئی توجہ نہیں دی اور سلویا کی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ بڈ کے مسخرے پن سے محظوظ ہو سکتی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کچھ دیر بولتے رہنے کے بعد خاموش ہونے پر مجبور ہو گیا۔

ہم پیٹر کی کار میں ہی روانہ ہوئے تھے۔ بڈ کار ڈرائیو کر رہا تھا اور میں سلویا کے ساتھ عقبی نشست پر بیٹھا تھا۔

"کیا تم کتوں کی طرف سے کسی قسم کا خوف محسوس کر رہی ہو؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "کتے مجھے کچھ نہیں کہیں گے۔ میں تو ان انسان نما درندوں سے خوفزدہ ہوں۔"

"ان سے خوف زدہ ہونے کا کوئی جواز نہیں ہے۔ بالفرض اگر تم کسی کی نظروں میں آ جاؤ تو نہایت اطمینان سے بتا دینا کہ علی یار خان باہر موجود ہے۔ تم ان سے کہہ سکتی ہو کہ میں نے تمھیں زبردستی اس کام کے لیے مجبور کیا تھا۔ چونکہ تم ان کے باغی کی حیثیت سے مجھ سے ملی تھیں لہٰذا میرے کہنے پر عمل کرنا تمھاری مجبوری تھی۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں اپنی جان بچانے کی خاطر تمھیں خطرے میں ڈال دوں۔" سلویا نے کہا۔

"میں کسی بھی صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے پوری طرح تیار ہو کے آیا ہوں۔ اگر ایسی کسی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا تو میں انھیں بھون ڈالوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں تمھارے کہنے پر عمل کرنے کی کوشش کروں گی۔" سلویا نے مُردہ سی آواز میں کہا۔

"اگر تم نے ہمت کر لی تو ہم یہ بازی جیت جائیں گے۔ اب میری اسکیم غور سے سنو۔ ہم خاموشی سے اس عمارت کی طرف جانے والی سڑک پہ داخل ہوں گے۔ کار کی ہیڈ لائٹس بجھی ہوئی ہوں گی۔ عمارت سے کوئی آدھے میل کے فاصلے پہ بڈ کار روک دے گا اور ہم دونوں کار سے اُتر جائیں گے۔ میں تمھیں گوشت کے پارچے اور المونیم کی فولڈنگ سیڑھی دے دوں گا، جس کے ذریعے تم کمپاؤنڈ وال پھلانگ سکو گی۔ بے فکر رہو، سیڑھی بہت ہلکی ہے اور اسے اٹھا کر لے جانے میں تمھیں ذرا بھی دقت محسوس نہیں ہو گی۔ تمھیں عمارت تک پہنچنے کے لیے دس منٹ کا وقت دیا جائے گا۔ دس منٹ بعد بڈ کار اسٹارٹ کرے گا اور ہیڈ لائٹس جلا کر کار عمارت کے گیٹ پہ لے جا کر روک دے گا۔ جب تم بڈ کو عمارت کے نزدیک پہنچتے دیکھو، اسی وقت تمھیں بھی حرکت میں آ جانا ہو گا۔ بڈ ان لوگوں پہ یہ ظاہر کرے گا جیسے وہ کہیں جانا چاہتا ہے اور راستہ بھٹک کر اس طرف آ نکلا ہے۔ چونکہ وہ لوگ بڈ کی طرف متوجہ ہوں گے اس لیے اگر کمپاؤنڈ وال میں تھوڑی سی گڑبڑ ہوئی یا کتوں کی طرف سے کسی غیر معمولی ردِعمل کا اظہار ہوا تو انھیں اس کا اندازہ فوری طور پر نہیں ہو سکے گا۔ تم میری بات سمجھ رہی ہو نا؟"

"بہت اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔" سلویا نے کہا۔ "لیکن خود تم کہاں ہو گے؟"

"بڈ کی طرح میں بھی عمارت کے سامنے ہی ہوں گا مگر سڑک کے دوسری طرف اور کسی مناسب جگہ پوزیشن لے لوں گا۔ میرے ہاتھ میں بے آواز رائفل ہو گی۔ بڈ نے اگر ان تینوں کو بے وقوف بنا کر بیک جا کر دیا تو میں بہ آسانی انھیں ٹھکانے لگا سکوں گا۔ یہاں بھی اگر تھوڑی بہت گڑبڑ ہو گئی تو ہمیں یہ اطمینان ہو گا کہ عمارت کے اندر کوئی آواز اس لیے نہیں جا سکتی کہ وہ ساؤنڈ پروف ہے۔"

میں نے سلویا سے بہت زیادہ توقعات وابستہ نہیں کی تھیں، مگر مجھے امید تھی کہ اگر اس نے ذرا سی ہمت سے کام لیا تو وہ اپنے حصے کا کام بہ خوبی انجام دے لے گی۔

"کتے چند ہی منٹ میں گوشت کے پارچوں کا صفایا کر دیں گے۔ میں نے ان پہ بہت سریع الاثر زہر لگایا ہے لہٰذا زہر کو اثر کرنے میں بہ مشکل چند منٹ لگیں گے۔ اس دوران ہم اپنا کام مکمل کر چکے ہوں گے لیکن تم احتیاطاً دس منٹ مزید انتظار کرنے کے بعد سامنے والے گیٹ کی طرف آ جانا۔"

"میرا خیال ہے سب سے خطرناک کام بڈ صاحب کا ہے۔" سلویا بولی۔ "اگر یہ ان تینوں کو شیشے میں نہ اتار سکے تو کیا ہو گا؟"

"بڈ صاحب بہت منجھے ہوئے فنکار ہیں۔ بڑے بڑوں کو چٹکیوں میں اڑا دیتے ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں کہ انھیں کب کیا کرنا ہے۔"

"شکریہ چیف۔" بڈ نے کہا۔ "اب میں کار کی ہیڈ لائٹس بجھا رہا ہوں۔ ہم اپنی مطلوبہ سڑک پہ داخل ہو چکے ہیں۔"

بڈ نے ہیڈ لائٹس بجھا دیں اور اس کے ساتھ ہی کار کی رفتار سست ہو گئی۔ میں نے عقبی نشست کے نیچے ہاتھ ڈال کر سائلینسر لگی ہوئی گن نکال لی اور سلویا کو ایک بار پھر سمجھانے لگا کہ اسے کیا کرنا ہے۔

مطلوبہ عمارت سے تقریباً آدھ میل کے فاصلے پہ بڈ نے کار روک دی اور میں اور سلویا کار سے اُتر گئے۔ سلویا گھبرائی ہوئی تھی۔ میں نے ایک بار پھر اسے تسلی دی اور وہ پیکٹ میں لپٹے ہوئے پارچے اور مختصر سی سیڑھی ہاتھ میں لے کر اندھیرے میں آگے بڑھ گئی۔ میں سڑک کے دوسری طرف اندھیرے میں اتر گیا۔ میں نے اپنی رفتار بہت تیز رکھی تھی اس لیے کہ مجھے گیٹ کے سامنے کی مناسب جگہ پہ پوزیشن بھی سنبھالنی تھی۔

جھاڑیوں اور درختوں کے درمیان تیز رفتاری سے گزرتا ہوا میں تقریباً سات منٹ میں ہی عمارت کے سامنے پہنچ گیا۔ عمارت کے کمپاؤنڈ میں اندھیرا تھا اور گیٹ پہ ہلکی روشنی کا بلب جل رہا تھا، جس کی روشنی زیادہ دور تک نہیں پھیل رہی تھی۔ اندھیرے کی وجہ سے مجھے خود کو چھپانے میں زیادہ دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ گیٹ کے ساتھ اندرونی سمت میں بنے ہوئے کیبن میں دونوں مسلح افراد موجود رہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوں گے۔ میں ایک جھاڑی کے عقب میں لیٹ گیا۔ چند ہی منٹ بعد میں نے بڈ کو عمارت کی طرف آتے دیکھا۔ کار کی ہیڈلائٹس روشن تھیں اور رفتار زیادہ نہیں تھی۔ اس کے علاوہ وہ ریس دے کر اپنی آمد کا اعلان بھی کرتا جا رہا تھا۔

بڈ کی کارکردگی پر میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ مجھے امید تھی کہ اس کی کارکردگی بعد میں بھی ایسی ہی رہے گی۔ گیٹ کے عقب میں موجود چوکیداروں نے کار کی آواز سن لی تھی۔ اس لیے وہ کیبن سے نکل کر اب گیٹ سے لگے باہر جھانک رہے تھے۔ انھیں تجسس ہو رہا ہوگا کہ رات کے دو بجے کون ادھر آ گیا ہے۔

بڈ نے عین گیٹ کے سامنے کار روک دی اور کار میں بیٹھے بیٹھے ان سے کچھ کہا۔ کچھ دیر دونوں میں باتیں ہوتی رہیں پھر بڈ کار سے نیچے اتر آیا۔ اس کے ہاتھ میں کاغذ کا ایک پرزہ تھا جو اس نے ان دونوں کی طرف بڑھایا اور ان میں سے ایک نے ہاتھ بڑھا کر گیٹ کی سلاخوں کے درمیان سے بڈ سے وہ پرزہ لے لیا۔

میرا دل بہت تیزی سے دھڑکنے لگا۔ میری کامیابی کا انحصار بڈ کی اس کامیابی پر تھا کہ وہ بیک وقت تینوں محافظوں کو یکجا کرنے میں کامیاب ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر خدانخواستہ بڈ ناکام ہو جاتا تو میرا منصوبہ دھرا رہ جاتا۔ اب میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا تھا اور کسی بھی لمحے حرکت میں آنے کو تیار تھا۔

جس محافظ نے بڈ سے کاغذ کا پرزہ لیا تھا، میں نے اسے نفی میں سر ہلاتے دیکھا، پھر وہ بڈ سے کچھ کہہ کر پلٹا اور کمپاؤنڈ کی طرف چلا گیا۔ میری نظریں بے چینی سے گیٹ پر جمی ہوئی تھیں۔

محافظ جلد ہی پلٹ آیا تھا مگر وہ تنہا نہیں آیا تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا جو میرے اندازے کے مطابق تیسرا محافظ تھا۔ اس نے آتے ہی گیٹ پر موجود محافظ سے کچھ کہا اور وہ گیٹ کھول کر باہر نکل آیا۔ پھر میں نے اسے کار کی طرف بڑھتے اور کار کی تلاشی لیتے دیکھا۔ تلاشی کیا، اس نے کار میں صرف ایک نظر ڈالی تھی۔ غالباً وہ یہ اطمینان کرنا چاہتے تھے کہ کار میں بڈ کے علاوہ کوئی اور تو موجود نہیں ہے۔ محافظ نے پلٹ کر رپورٹ دی اور پھر میں نے بقیہ دونوں محافظوں کو بھی گیٹ سے باہر نکلتے دیکھا۔ میں نے فوراً ہی بندوق اپنے کندھے سے لگا لی۔ مجھے بہت تیزی سے ان تینوں کو نشانہ بنانا تھا تاہم اگر ان میں سے کوئی ایک بچ بھی جاتا تو خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔ اس لیے کہ بڈ اسے سنبھال لیتا۔

تیسرا محافظ باہر آ کر بڈ کو اشاروں سے کچھ بتانے لگا۔ غالباً بڈ نے ان سے کوئی پتا پوچھا تھا جو وہ اس کو سمجھا رہے تھے۔ وہ تینوں ایسے زاویے پر تھے کہ میں انھیں بہ آسانی نشانہ بنا سکتا تھا۔ میں نے خدا کا نام لے کر...... نشانہ باندھا اور فائر کر دیا۔ پہلے فائر کا انجام دیکھے بغیر میں نے دوسرا اور تیسرا فائر بھی کیا۔ تینوں فائر میں نے بہ مشکل تین سیکنڈ کے وقفے میں کیے ہوں گے اور اتنے کم عرصے میں کیے گئے فائروں کا انجام دیکھنے کی فرصت نہیں ہوتی لیکن بڈ کو فاتحانہ انداز میں اچھلتے دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ کامیابی نے میرے قدم چومے ہیں۔

میں اچھل کر کھڑا ہوا اور تیزی سے سڑک عبور کرتا ہوا بڈ کے پاس پہنچ گیا۔ "کیا کمال کا نشانہ ہے جیف۔" بڈ نے کہا۔ "تینوں میں سے ایک کے حلق سے بھی آواز نہیں نکل سکی۔"

میں نے جھک کر ان تینوں کا اچھی طرح سے جائزہ لیا۔ تینوں کے بھیجے اڑ گئے تھے۔

"کمپاؤنڈ میں ان تینوں کے علاوہ اور تو کوئی نہیں ہے۔" میں نے بڈ سے پوچھا۔

"کسی کی موجودگی کے آثار نہیں ہیں۔" بڈ نے کہا۔ "اور معلوم ہوتا ہے سلویا بھی کامیاب ہو گئی۔ اس لیے کہ جب میں یہاں رکا تھا تو اس وقت اندر کمپاؤنڈ سے کتوں کی اچھل کود اور بھاگ دوڑ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اب تو بالکل ہی سناٹا چھایا ہوا ہے۔"

"آؤ، اندر چل کر دیکھتے ہیں۔" میں نے کہا اور محتاط انداز میں عمارت کے احاطے میں قدم رکھ دیا۔ یہ وہی عمارت تھی جس کے اندر راولیو اور ڈ موجود تھا۔ ہاروت رابیل بھی یہیں مقیم تھا اور تہذیب بھی یہیں قید تھی لیکن میں نے خطرہ ان تینوں میں سے کسی کے لیے بھی مول نہیں لیا تھا۔ میرا ہدف تو ڈینیل تھا۔

کمپاؤنڈ میں واقعی سناٹا تھا۔ کتے تو کیا وہاں کسی بلی تک کے آثار موجود نہیں تھے۔ میں نے اندازہ کر لیا کہ سلویا نے کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اب کوئی خطرہ نہیں تھا۔ میں نے سلویا سے کہا تھا کہ وہ دس منٹ انتظار کرنے کے بعد سامنے کی طرف آئے لیکن اب اس کی ضرورت نہیں رہی تھی۔

"میں سلویا کو دیکھنے جا رہا ہوں۔" میں نے پلٹ کر بڈ سے کہا۔ "تم ان تینوں کو کھینچ کھانچ کر ایک طرف کر دو اور گاڑی بھی سائیڈ میں کر لو۔"

جواب میں بڈ کچھ بڑبڑایا تھا مگر میں رکے بغیر آگے بڑھ گیا۔ میرا رخ عمارت کے پہلو کی جانب تھا جہاں گہری تاریکی تھی۔

چونکہ اندھیرے میں سلویا کو تلاش کرنا ممکن نہیں تھا، اس لیے میں آہستہ آہستہ آوازیں دینے لگا۔ ذرا ہی دیر میں تاریکی سے ایک سایہ نکل کر میری طرف جھپٹا اور مجھ پر آ پڑا۔ میں نے بہ مشکل خود کو سنبھالا۔ وہ سلویا تھی جو مجھ سے لپٹ گئی تھی۔ اس کا جسم بری طرح لرز رہا تھا۔

"کیا بات ہے سلویا؟" میں نے آہستہ سے پوچھا۔ "کوئی گڑبڑ ہو گئی کیا؟"

جواب میں سلویا نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر اس کے منہ سے چند بے ہنگم آوازیں نکل کر رہ گئیں۔

میں نے اسے ہولے سے تھپکی دی۔ "تم نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے سلویا۔ ہم نے ان تینوں محافظوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے لیکن جو کام تم نے کیا ہے وہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا تھا۔"

سلویا کے جسم کی لرزش بتدریج کم ہو رہی تھی۔ "اوہ، علی اس قدر خوف..." اس نے ایک جھرجھری لی۔

"میں سمجھتا ہوں سلویا لیکن اب خوفزدہ ہونے کی کیا بات ہے۔ اب تو تم اس مرحلے سے گزر چکی ہو... اور میں تمھارے پاس ہوں۔"

وہ جلد ہی پُرسکون ہو گئی۔ "میں زندگی کے کسی لمحے میں بھی اپنے اس خوف کو فراموش نہیں کر سکوں گی۔" اس نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"آؤ۔" میں نے آہستگی سے اسے خود سے علیحدہ کیا۔ "بڈ ہمارا منتظر ہے۔"

ہم واپس گیٹ کی طرف آئے۔ بڈ نے بڑے سلیقے سے چند ہی منٹ میں گیٹ کے سامنے والی جگہ صاف کر دی تھی۔

"عمارت کا داخلی دروازہ مقفل تو نہیں رہتا ہوگا؟" میں نے سلویا سے پوچھا۔

"رہتا تو نہیں تھا۔" سلویا نے کہا۔ "اور اگر ہوا بھی تو کسی محافظ کے پاس اس کی چابی بھی ہوگی۔"

دروازہ مقفل نہیں تھا۔ سب سے آگے میں تھا۔ میں نے آہستگی سے دروازہ کھولا۔ راہداری میں مدھم روشنی تھی اور وہاں کوئی متنفس نہیں تھا۔

"ڈینیل کس کمرے میں مل سکے گا؟" میں نے پلٹ کر سرگوشی میں سلویا سے پوچھا۔

"دائیں طرف تیسرا کمرا...... وہ اس کا مخصوص کمرا ہے۔" سلویا نے بتایا۔

میں نے ان دونوں کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا اور عمارت کے اندر داخل ہو کر مرکزی دروازہ بند کر دیا۔ بندوق چونکہ میں نے پہلے ہی کار میں ڈال دی تھی، اس لیے سائلینسر لگا ہوا ریوالور نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور ہم ڈینیل کے کمرے کی طرف بڑھنے لگے۔

میں نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے آہستہ سے گھمایا اور یہ دیکھ کر میری خوشی کی انتہا نہ رہی کہ کمرے کا دروازہ بھی غیر مقفل تھا۔ میں نے دروازے میں ذرا سی جھری کر کے اندر جھانکا۔ کمرے میں نائٹ بلب جل رہا تھا مگر کسی قسم کی آواز نہیں تھی۔ گویا اگر کوئی کمرے میں تھا بھی تو سو رہا تھا۔ نہایت احتیاط سے کام لیتے ہوئے میں نے آہستہ سے پورا دروازہ کھول دیا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ سلویا پھر خوف کا شکار ہونے لگی ہے۔ وہ بار بار راہداری میں نظریں دوڑانے لگی تھی یوں جیسے اسے کسی کی آمد کا خدشہ رہا ہو۔

"اندر آ جاؤ۔" میں نے نہایت دھیمی سرگوشی کی اور وہ دونوں تیزی سے کمرے میں داخل ہو گئے۔ میں نے دروازہ بند کر کے بولٹ چڑھایا اور دیوار پر نصب بورڈ پر لگا ہوا بجلی کا بٹن دبا دیا۔ کمرے میں اچانک ہی تیز روشنی پھیل گئی۔ بیڈ پر سونے والا شخص جسے ڈینیل ہی ہونا چاہیے تھا، تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک حسینہ بھی محو خواب تھی۔ کمرے میں تیز روشنی ہوئی تو وہ دونوں ہی کسمسانے لگے پھر ڈینیل نے ہی پہلے آنکھیں کھولی تھیں۔ چند لمحے تو اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا پھر وہ اچھل کر اٹھ بیٹھا۔

"کون ہو تم؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اور کیا چاہتے ہو؟"

"تمھاری زندگی کے دن پورے ہو چکے مسٹر ڈینیل۔" میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔ اور ڈینیل کی آنکھیں خوف سے پھیلتی چلی گئیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہونٹ تنفر آمیز انداز میں بھینچ لیے گئے۔ میں اُس کی خوفزدگی کے سبب سے واقف تھا۔ اُس کے خیال میں اس عمارت میں کسی اجنبی شخص کا داخل ہونا ممکن نہیں تھا۔ پھر تو پہلے سے ہی یہاں کے حفاظتی انتظامات اچھے تھے اور پھر ادیو لاڈ کی دولت اور اُس کی صلاحیتوں پر بے جا اعتماد کے باعث ہاروت رابیل اور اس کے گرگے اب زیادہ ہی بے فکر ہو گئے تھے۔ انھوں نے اس اعتماد کو چند کتوں، تین مسلح محافظوں اور ایک اونیو ہارڈ کے بل پہ ایک ناقابلِ تسخیر قلعہ سمجھنا شروع کر دیا تھا۔ اُن کا یقین بہت پختہ تھا اور جب پختہ یقین پارہ پارہ ہوتا ہے تو آدمی پہ ایسی ہی شدید کیفیات طاری ہوا کرتی ہیں جیسی اُس وقت ڈینیل پہ طاری تھی۔

میرے ہاتھ میں موجود ریوالور کی نال کا رُخ ڈینیل کی طرف تھا اور ڈینیل کی خوفزدہ نظروں کا مرکز ریوالور کی نال پہ موجود سائیلنسر تھا جو اس بات کی واضح علامت تھا کہ اگر اُسے مار ڈالا گیا تو کسی کو کانوں کان پتا نہیں چلے گا۔ بڈ اور سلویا میرے عقب میں تھے اور ڈینیل نے ابھی تک اُن کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ اُس کے بیڈ پہ خوابیدہ لڑکی نے کسمسا کر کروٹ لی تھی اور آنکھ کھولے بغیر دوبارہ سو گئی تھی۔ شاید وہ بہت زیادہ تھکی ہوئی تھی۔

"ک۔۔۔کون ہو تم؟" ڈینیل کے ہونٹ ہلے اور اُس نے مُردہ سی آواز میں پوچھا۔

"تم اسی عالم میں ہمارے ساتھ چلو گے یا چلنے سے قبل کپڑے تبدیل کرنا پسند کرو گے؟" میں نے دھیمی آواز میں کہا تاکہ لڑکی کی آنکھ نہ کھل جائے۔

"میں کہیں نہیں جاؤں گا۔" ڈینیل نے بے حد خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"نہیں جاؤ گے تو ہم تم کو یہیں ٹھکانے لگا دیں گے۔" میں نے ٹریگر پہ انگلی کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "زندگی عزیز ہے تو فوراً لباس تبدیل کر لو۔"

"ٹھہرو۔۔۔ٹھہرو۔" وہ ہذیانی انداز میں بولا۔ "مجھے مار مت، میں چل رہا ہوں۔"

میں نے ریوالور والا ہاتھ جھکا لیا اور وہ بیڈ سے اُتر کر باتھ روم کے دروازے کی طرف بڑھا۔ "اِدھر کہاں جا رہے ہو؟" میں نے تحکمانہ انداز میں اُسے للکارا۔

"کپڑے تبدیل کرنے۔" ڈینیل نے ایک جھٹکے کے ساتھ رُکتے ہوئے کہا۔ یوں جیسے اُس نے رُکنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر کی تو میں اُسے گولی کا نشانہ بنا دوں گا۔

"ہم تمھیں اپنی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔ کپڑے تبدیل کرنے ہیں تو یہیں کر لو، ورنہ رہنے دو۔"

ڈینیل نے بے بسی سے سلویا کی طرف دیکھا اور چونک پڑا۔ اتنی دیر میں پہلی بار اُس کی نگاہ سلویا کی طرف اُٹھی تھی۔

"تم۔۔۔!" اُس نے حیرت سے کہا۔ "تم یہاں کیسے؟ تم تو لاپتا ہو گئی تھیں۔"

"باتیں کرنے سے گریز کرو۔" میں نے ایک بار پھر اُسے للکارا۔ "جو کچھ بھی کرنا ہے جلدی کرو، ورنہ یونہی ہمارے ساتھ چلو۔"

اُس نے ایک بار پھر بے بسی سے سلویا کو دیکھا اور سلویا نے اُس کی نگاہوں کا مفہوم سمجھ کر دوسری طرف منہ پھیر لیا۔

میں دل ہی دل میں دعائیں کر رہا تھا کہ بیڈ پر محو خواب حسینہ کہیں بیدار نہ ہو جائے۔ اگر وہ جاگ جاتی تو اُسے زندہ چھوڑنا میرے منصوبے کو تباہ کر سکتا تھا لہٰذا بہتر یہی تھا کہ اُس کے اُٹھنے سے قبل ہی ہم یہاں سے نکل جائیں مگر یہ بات میرے اختیار میں نہیں تھی اور میں بلاوجہ قتل و غارت گری سے گریز کرنا چاہ رہا تھا۔

ڈینیل نے کپڑے تبدیل کرنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ اُس کے تیار ہوتے ہی میں نے بڈ کو باہر راہداری میں چلے جانے کا اشارہ کیا۔ بڈ نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا اور میں نے سلویا کو باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ اس کے بعد ریوالور کے زور پر ڈینیل کو بھی کمرے سے باہر لایا۔ خود کمرے سے نکلنے سے قبل میں نے بیڈ پر سوتی ہوئی لڑکی پر نگاہ ڈالی۔ وہ بدستور بے خبر سو رہی تھی۔ میں نے کمرے کی لائٹ آف کی اور خود بھی راہداری میں آ گیا۔

"تم لوگ واپس جاؤ۔" میں نے بڈ اور سلویا سے کہا۔ "کار تم لے جا سکتے ہو، میں آ جاؤں گا۔"

"مگر تم کہاں جا رہے ہو چیف؟" بڈ نے حیرت سے کہا۔

"جاؤ۔" میں دانت پیس کر غرّایا۔ "ایک لمحہ بھی ضائع مت کرو اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اُس پر عمل کرو۔"

بڈ محض ایک لمحے کے لیے جھجکا تھا، پھر اُس نے سلویا کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔ "آ جاؤ، اس وقت چیف کا موڈ بہت خراب ہے۔"

میں اُن دونوں کو جاتے دیکھتا رہا، پھر جب وہ باہر نکل گئے تو میں نے ڈینیل کی طرف دیکھا جو خوفزدگی کے عالم میں میری طرف دیکھ رہا تھا۔

"تہذیب ناکم کہاں ہے؟" میں نے سپاٹ لہجے میں اُس سے سوال کیا۔

"تم۔۔۔تم علی یار خان ہو؟" وہ ہکلا کر بولا۔

"میرے سوال کا جواب دو۔" میں نے ریوالور کی نال اُس کے حلق پہ رکھتے ہوئے سفاکی سے کہا۔ "ورنہ میں تمھاری زندگی کی ضمانت نہیں دے سکوں گا۔"

"وہ۔۔۔وہ تہ خانے میں ہے۔" اُس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔

"تہ خانہ کدھر ہے؟ مجھے وہاں لے کر چلو۔" میں نے اُس کے حلق پہ ریوالور کی نال کا دباؤ بڑھا دیا۔

"تت۔۔۔تم کیا کر رہے ہو، ریوالور ہٹاؤ۔۔۔میں تمھیں لے کر چلتا ہوں لیکن تہ خانہ تو مقفل ہو گا۔"

"یہ مت کہنا کہ اُس کی چابی تمھارے پاس نہیں ہے، ورنہ میں تمھیں گولی مار دوں گا۔"

ڈینیل کے چہرے پہ مایوسی بکھر گئی۔ "ہے مگر اندر کمرے میں ہے۔" اُس نے مضمحل انداز میں کہا۔

"چلو۔" میں نے اُسے ریوالور سے کمرے میں چلنے کا اشارہ کیا۔ "لیکن اگر تم نے کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھنا کہ تم مجھ سے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ نہیں کر سکو گے۔"

اُس نے خوفزدہ انداز میں سر ہلایا اور دروازے کے ہینڈل پہ ہاتھ رکھ دیا۔

"یہ بھی ذہن میں رہے کہ کمرے میں کم سے کم آواز پیدا کرنا۔ اگر سوتی ہوئی لڑکی اُٹھ گئی تو مُفت میں جان سے جائے گی۔"

ڈینیل نے ایک بار پھر سر کو اثباتی جنبش دی اور دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہو گیا۔ اُس نے نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں ہی دیوار گیر الماری کا پٹ کھولا اور اندر سے چابیوں کا ایک گچھا نکال لیا۔ میں ریوالور بدستور اُس کے سر پہ سوار تھا اور اُس کی ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ مجھ سے اس قدر خوف زدہ ہو گیا ہو گا کہ کسی قسم کی غلط حرکت کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتا ہو گا مگر محتاط رہنا ضروری تھا۔

چابیوں کا گچھا نکال کر ڈینیل نے الماری کا پٹ احتیاط سے بند کیا اور ہم کمرے سے باہر نکل آئے۔ راہداری تک آ کر ڈینیل کا رُخ عمارت کے اندرونی حصے کی طرف ہو گیا۔ میں اُسے ریوالور سے کور کیے اُس کے پیچھے چل رہا تھا۔ نچلی منزل پہ واقع آخری کمرے کے سامنے پہنچ کر وہ رُک گیا۔

"تہ خانے میں جانے کا راستہ اس کمرے میں ہے۔" اُس نے مجھے بتایا اور میں نے آگے بڑھ کر دروازے کا ہینڈل گھمایا مگر دروازہ مقفل تھا۔

"اندر کوئی موجود ہے؟" میں نے اُس سے پوچھا۔

"ہاں۔" ڈینیل نے جواب دیا۔ وہ پوری طرح مجھ سے تعاون پہ آمادہ نظر آ رہا تھا۔ "تہ خانے کی حفاظت کے خیال سے اس کمرے میں ہمیشہ ایک آدمی موجود رہتا ہے۔"

"تمھارے پاس اس کمرے کی چابی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں ہے۔" ڈینیل نے کہا۔ "تم سامنے سے ہٹو، میں دروازہ کھولتا ہوں۔"

"اور اندر جو محافظ موجود ہے اُس کا کیا بنے گا؟" میں نے کہا۔ "کیا وہ مسلح ہوتا ہے؟"

"رات کے ڈھائی بج رہے ہیں، وہ بے خبر سو رہا ہو گا، ہم بہت خاموشی سے کام کریں گے۔"

میں نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔ ڈینیل کو اندر موجود محافظ کی صورت میں اُمید کی ایک کرن دکھائی دے رہی تھی، اس لیے وہ مجھ سے اس قدر تعاون کر رہا تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ اب وہ خوفزدہ بھی نہیں رہا مگر اب مجھے کسی بات کی پروا نہیں رہی تھی۔ تہذیب کی بازیابی کے امکان کے بعد میں وہاں کشت و خون بھی کر سکتا تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ کسی مرحلے پہ کوئی ایسی صورتِ حال پیش آ جائے جس کی وجہ سے میرا بعد کا منصوبہ تباہ ہو جائے مگر مجھے یہ بھی گوارا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ بعد کے مراحل کے لیے میں کوئی متبادل منصوبہ بھی بنا سکتا تھا مگر تہذیب کے اس قدر نزدیک پہنچ کر اُسے لیے بغیر واپس چلے جانا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔

ڈینیل نے اپنے پاس موجود چابی کے ذریعے دروازے کا مقفل قفل کھول لیا اور سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھنے لگا۔

"دروازہ آہستگی کے ساتھ مگر پورا کھول دو۔" میں نے دھیمی آواز میں کہا اور اُس کے عقب میں ہو گیا تاکہ اگر کمرے میں موجود محافظ کی جانب سے کوئی کارروائی ہو تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پہلے ڈینیل اس کی زد میں آ سکے۔

میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے ڈینیل نے دروازہ کھول دیا۔ خود اُس نے اپنی جگہ سے ہلنے کی بھی کوشش نہیں کی تھی۔ شاید اُسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ ایسی کوئی کوشش کر کے وہ زندہ نہیں بچ سکے گا۔

کمرے کے اندر سے خراٹوں کی آوازیں آرہی تھیں اور اندر روشن نائٹ بلب کی مدھم روشنی میں بیڈ پہ چت لیٹا ہوا شخص بھی صاف نظر آرہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے ڈینیل کی کمر سے ریوالور کی نال لگاتے ہوئے کہا۔ "اندر داخل ہو جاؤ۔"

ڈینیل آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور کمرے کے اندر داخل ہو گیا۔ میں اُس سے چند قدم پیچھے رہ گیا تھا۔ کمرے کے اندر داخل ہو کر وہ رک گیا۔

میں نے چند لمحے انتظار کیا اور جب میں مطمئن ہو گیا کہ اندر کوئی خطرہ نہیں ہے تو میں بھی کمرے میں داخل ہوا اور میں نے احتیاطاً دروازہ بند کر کے بولٹ کر دیا۔ ڈینیل کی طرف سے میں پوری طرح ہوشیار تھا۔

ایک محافظ کے سوا کمرے میں اور کوئی نہیں تھا اور وہ بھی سو رہا تھا۔ اس کا سونا بھی برحق تھا۔ سونے سے قبل اُس نے دروازہ مقفل کر لیا تھا جس سے اُس کی محتاط طبیعت کا اندازہ ہوتا تھا ورنہ عمارت کے گرد مضبوط حفاظتی حصار کے بعد کسی مزید حفاظتی تدبیر کی ضرورت کہاں باقی بچتی تھی۔

"تہ خانے کا راستہ کون سا ہے؟" میں نے سرگوشی میں ڈینیل سے پوچھا۔

"اس الماری کے اندر ہے۔" ڈینیل نے دیوار گیر الماری کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ دروازہ بھی مقفل ہو گا؟" میں نے سفاک لہجے میں کہا۔

"میں ساری چابیاں لے آیا ہوں۔" ڈینیل نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے تم نے عقل مندی کا مظاہرہ کیا ہے اور میں تم سے بہت خوش ہوں۔ شاید میں تمہاری جان بخشی کر دوں۔ چلو اب جلدی سے وہ دروازہ بھی کھول ڈالو۔"

ڈینیل الماری کی طرف بڑھا اور میں لپک کر محافظ کے نزدیک پہنچا۔ ڈینیل کی پشت میری طرف تھی۔ اس لیے وہ دیکھ نہیں سکا کہ میں نے سوئے ہوئے شخص کی پیشانی پر ریوالور کی نال رکھ کر فائر کر دیا ہے لیکن اُس نے وہ ہلکی سی آواز ضرور سن لی تھی جو سائیلنسر لگے ہوئے ریوالور کی نال سے

برآمد ہوئی تھی اور پھر محافظ کے حلق سے برآمد ہونے والے خراٹے بھی دفعتاً ایک طویل خرخراہٹ میں تبدیل ہو گئے۔

ڈینیل یہ آوازیں سن کر بڑی تیزی سے پلٹا اور پھر مدھم روشنی کے باوجود اُسے یہ اندازہ کرنے میں دشواری نہیں ہوئی کہ میں نے محافظ کی چھٹی کر دی ہے۔

"تم نے... تم نے اسے مار ڈالا؟" ڈینیل نے تقریباً ہذیانی انداز میں کہا۔

"اگر تم اپنے آپ میں نہ رہے تو تمہیں بھی مار ڈالوں گا۔" میں نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا۔ "تم جانتے ہو کہ میں کون ہوں اور ایک تہذیب کے لیے اس پوری عمارت کو بم سے بھی اُڑا سکتا ہوں۔"

"م... میں تو تم سے تعاون کر رہا ہوں۔" ڈینیل نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"اسی لیے زندہ نظر آ رہے ہو اور جب تک تعاون کرتے رہو گے تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہو گا۔"

"ہم سب بے قصور ہیں۔ وہ گورڈن ایا ہو یقین کرو تہذیب کو اولیو اور ڈے نے اغوا کرایا تھا۔"

"باتیں کم کرو۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "چلو تہ خانے کا دروازہ کھولو۔"

ڈینیل لرزتے ہاتھوں سے الماری کا دروازہ کھولنے لگا اور میں نے کمرے کی لائٹ جلا دی۔ بیڈ پر محافظ کی لاش پڑی تھی جس کی گردن ایک طرف کو ڈھلک گئی تھی اور پیشانی پر واقع گول سوراخ سے خون بہہ بہہ کر اس کے چہرے اور گردن پر سے ہوتا ہوا تکیے کو تر کر رہا تھا۔ اُس کا منہ یوں کھلا ہوا تھا جیسے آخری وقت میں اُس نے کوئی فریاد کرنے کی کوشش کی تھی مگر موت نے اُسے منہ بند کرنے تک کی مہلت نہیں دی۔

میں نے بیڈ پر موجود چادر سے اُس کے مُردہ جسم کو ڈھک دیا اور ڈینیل کی طرف بڑھا جس نے الماری کا پٹ کھول لیا تھا۔ اُس نے جان بوجھ کر بیڈ کی طرف دیکھنے سے احتراز کیا تھا اور الماری کی طرف منہ کیے کھڑا تھا۔

"بتاؤ اب مجھے کیا کرنا ہے؟" اُس نے میری طرف رُخ کیے بغیر پوچھا۔

میں نے الماری کی طرف دیکھا اور چونک گیا۔ الماری اندر سے خالی تھی اور اُس کے عقبی تختے صاف نظر آ رہے تھے۔

"کیا تم اپنی زندگی سے عاجز آ چکے ہو ڈینیل؟" میں نے سفاک لہجے میں کہا۔ "میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تہ خانے

کا دروازہ کہاں ہے؟"

ڈینیل مجھے کوئی جواب دیے بغیر آگے بڑھا اور اُس نے ایک چابی منتخب کر کے اُس چھوٹے سے سوراخ میں داخل کر دی جو مجھے نظر نہیں آ سکا تھا۔ چابی گھما کر اُس نے الماری کے عقبی تختے کو ایک طرف دھکیلا اور میں نے حیرت سے دیکھا کہ الماری کا تختہ اپنی جگہ سے یوں کھسک گیا جیسے سلائیڈنگ والا دروازہ کھسک جاتا ہے۔ جس جگہ الماری کا تختہ تھا وہاں اب تین فٹ چوڑا خلا نظر آ رہا تھا۔

میں لپک کر ڈینیل کے نزدیک پہنچا اور ریوالور کی نال اُس کی کنپٹی سے لگا کر بولا۔ "تم مجھے تہذیب تک پہنچاؤ گے سمجھے؟"

"سمجھ گیا۔" ڈینیل نے مُردہ سی آواز میں کہا۔ "لیکن اس کے لیے تمہیں میرے ساتھ تہ خانے میں چلنا پڑے گا۔"

"ضرور چلوں گا۔" میں نے سفاکی سے کہا۔ "مگر یاد رکھو کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہو گا۔"

"مجھے اپنی جان بہت پیاری ہے۔" ڈینیل بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تمہاری مرضی کے خلاف ایک قدم بھی نہیں اُٹھاؤں گا۔"

میں چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر میں نے اُس سے کہا۔ "اب ہم تہ خانے میں داخل ہوں گے۔ تم آگے آگے ہو گے اور میں تمہارے پیچھے رہوں گا۔ اگر تم نے کوئی آواز پیدا کرنے کی کوشش کی یا تہ خانے میں کچھ بولے تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تہ خانے کے اندر ہم صرف اشاروں کی زبان میں بات کریں گے، وہ بھی اگر ضرورت پڑی تو....."

ڈینیل کچھ کہے بغیر تہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھا۔ دوسری طرف اندھیرا تھا مگر اُس نے کوئی بٹن دبایا اور تہ خانے کی طرف آنے والی سیڑھیاں منور ہو گئیں۔ میں نے حیرت سے دیکھا کہ سیڑھیوں پر قالین بچھا ہوا ہے۔ سیڑھیوں کے اختتام پر پھر ایک دروازہ تھا۔ یہ دروازہ بھی مقفل تھا۔ ڈینیل نے اُسے بھی کھولا اور میں اس کے عقب میں تہ خانے کے اندر داخل ہو گیا۔ ڈینیل نے دیوار پہ ٹٹول کر ایک سوئچ دبایا اور تہ خانے میں تیز روشنی پھیل گئی۔ تہ خانے کی آرائش و زیبائش قابلِ دید تھی مگر اس کی طرف توجہ دینے کے لیے وقت نہیں تھا۔ اس لیے کہ ڈینیل اب اُس دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا جو دوسرے سرے پر دکھائی دے رہا تھا۔ اس دروازے کے مقفل ہونے پر

مجھے خاصی حیرت ہوئی لیکن جب ڈینیل نے دروازہ کھولا تو میری حیرت میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔

دروازہ ایک نیم تاریک راہداری میں کھلا تھا۔ راہداری کی چھت سے جھولتا ہوا ایک نہایت کم طاقت کا بلب وہاں کی فضا میں اپنی زرد روشنی بکھیر کر تاریکی کے احساس کو فزوں تر کر رہا تھا۔ راہداری کی دیواروں پر پلاستر بھی نہیں تھا اور فرش اُدھڑا ہوا تھا۔ اس راہداری میں دونوں جانب آمنے سامنے چند کوٹھریاں بنی ہوئی تھیں جن کے سلاخ دار دروازے بھی زنگ و روغن سے محروم تھے۔

ڈینیل انھی میں سے ایک کوٹھری کے سامنے جا کر رُکا اور اُس نے کوٹھری کا دروازہ کھول دیا۔ میں آگے بڑھ کر کوٹھری کے سامنے پہنچا تو میری آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ تنگ و تاریک کوٹھری کے نیم پختہ فرش پر پڑی ہوئی تہذیب کو پہچاننا مشکل تھا۔ اُس پر خاصا تشدد کیا گیا تھا۔

کوٹھری کا دروازہ کھلنے کی آواز سن کر تہذیب نے سر گھمایا تھا اور پھر دو آدمیوں کو دیکھ کر اُس نے اُٹھ بیٹھنے کی کوشش کی مگر شاید یہ بھی اس کے لیے ممکن نہیں تھا۔ میں اس کے ہاتھوں کی لرزش صاف محسوس کر رہا تھا۔ خون میری کنپٹیوں میں ٹھوکریں مار رہا تھا اور میرا جی چاہ رہا تھا کہ اس عمارت کو جہنم زار میں تبدیل کر دوں، اولیو اور ڈے کے پرخچے اُڑا دوں مگر مجھے اتنا ہوش تھا کہ اس وقت کوئی جذباتی قدم اُٹھانا خود میرے اور تہذیب کے لیے مہلک ثابت ہو گا۔

اس جذباتی کیفیت کے باوجود میں ڈینیل کی طرف سے بے خبر نہیں تھا جو آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ رہا تھا۔ میں نے سر گھما کر اُس کی طرف دیکھا تو وہ اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ اُس کے چہرے کی رنگت اُڑی ہوئی تھی..... اور وہ خوف سے بے حال ہو رہا تھا۔ میں اُس کے خوف کا سبب سمجھ سکتا تھا۔ اُسے خطرہ تھا کہ تہذیب کو اس حال میں دیکھ کر کہیں میں ڈینیل کے خلاف ہی کوئی قدم نہ اُٹھا بیٹھوں۔

میں نے خود کو حتی الامکان پُرسکون رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے ڈینیل کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا اور وہ لرزتا کانپتا میرے قریب آ گیا۔ اُسے اپنی نگاہوں کے سامنے رکھتے ہوئے میں کوٹھری کے اندر داخل ہوا اور تہذیب کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ ڈینیل کوٹھری کے دروازے پر کھڑا تھا اور میرے ریوالور کا رُخ اُس کی طرف تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ خطرہ آخری وقت سے ڈینیل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میری لمحاتی غفلت سے بھی فائدہ اُٹھا کر کم از کم بھاگنے کی کوشش ہی کر سکتا تھا، اس لیے میں کچھ زیادہ ہی محتاط ہو گیا تھا۔

تہذیب کی حالت بے حد خراب تھی۔ اُس کی ذہنی حالت بھی متاثر معلوم ہوتی تھی مگر اس کی قوتِ تجزیہ اس حد تک ضرور بیدار تھی کہ اُس نے مجھے اپنا کوئی دشمن نہیں سمجھا، اس لیے کہ اس کے دشمنوں میں ایک میرے ریوالور کی زد پر تھا۔ میں نے اُسے اشارے سے خاموش رہنے کو کہا۔ معلوم نہیں کیوں مجھے شبہ تھا کہ اس تہ خانے میں خفیہ مائکروفون ضرور نصب ہوں گے جن کے ذریعے یہاں کی آوازیں کہیں اور بھی سُنی جا سکتی ہوں گی۔

میرے اشارے پر تہذیب نے اثبات میں سر ہلانے کی کوشش کی اور میرا دل خوشی سے بلّیوں اچھلنے لگا۔ اُس کا ذہن پوری طرح کام کر رہا تھا ورنہ وہ میرا اشارہ کیسے سمجھتی۔ پھر میں نے تہذیب کو اُٹھانے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو اُس نے میرا سہارا قبول کر لیا۔ میں بہ مشکل اُسے بٹھانے میں کامیاب ہُوا۔ بہ مشکل اس لیے کہ مجھے اپنی زیادہ تر توجہ ڈینیل کی طرف مرکوز رکھنا پڑ رہی تھی۔ ڈینیل مجھ سے لاکھ خوفزدہ سہی مگر میں یہ امکان نظر انداز کرنے کو تیار نہیں تھا کہ وہ موقع پاتے ہی فرار ہونے کی کوشش کرے گا۔

میں نے تہذیب کو کھڑے ہونے کا اشارہ کیا اور اُس نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ اُسے کھڑے ہونے کے لیے اچھی خاصی جدوجہد کرنا پڑی تھی۔ اُس کے جسم پر رعشہ بھی تھا اور میں محسوس کر رہا تھا کہ اُس کے جسم پر زخم بھی ہیں لیکن میں اپنا ذہن ہٹائے رکھنے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ کسی قسم کی جذباتیت کا شکار ہونے سے بچا رہوں۔

کھڑے ہونے کے بعد تہذیب کو سہارا دے کر کوٹھری سے باہر نکال لانے میں زیادہ وقت نہیں ہوئی۔ ڈینیل کوٹھری کے دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا تھا اور اب مجھے اس کی طرف سے اتنا زیادہ خطرہ نہیں رہ گیا تھا۔

تہذیب کو کوٹھری سے نکالنے کے بعد میں اچانک ہی بڑی پھرتی سے جھکا اور پلک جھپکتے میں میں نے اُسے اپنے دونوں ہاتھوں پر اُٹھا لیا۔ ڈینیل نے حیرت سے مجھے دیکھا، اس لیے کہ ریوالور بدستور میرے دائیں ہاتھ میں دبا ہُوا تھا اور اُس کا رُخ اب بھی ڈینیل کی طرف تھا۔ تہذیب نے ذرا بھی مزاحمت نہیں کی تھی۔ شاید وہ مجھے پہچان چکی تھی۔

میں نے اپنے ریوالور والے ہاتھ سے ڈینیل کو چلنے کا اشارہ کیا جو حیرت سے پلکیں جھپکا رہا تھا۔ وہ کوٹھری کا دروازہ بند کرنے کے لیے آگے بڑھا مگر میں نے اُسے اشارے سے منع کیا اور اُس نے نہایت فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے میرے کہنے پر عمل کیا۔ شاید اُسے اپنی جاں بخشی کی اُمید پیدا ہو چلی تھی۔

تہ خانے سے باہر نکل کر اُس نے تہ خانے کا داخلی دروازہ بند کرنے کی کوشش کی مگر میں نے اُسے روک دیا۔

"سیدھے عمارت سے باہر نکل چلو۔" میں نے اُس سے کہا۔ "کہیں رُکنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

تہذیب بدستور میرے دونوں ہاتھوں پر موجود تھی۔ میری آواز سُن کر بولی "تم نے آنے میں بہت دیر کی علی۔" اس کی آواز بہت نحیف تھی۔

"تھوڑی دیر اور صبر کرو جانِ علی۔" میں نے کہا۔ "ذرا اس عمارت سے نکل جائیں پھر شکوے شکایت کر لینا۔"

عمارت کے دروازے سے باہر آ کر ڈینیل رُک گیا اور سوالیہ انداز میں میری طرف دیکھنے لگا۔

"تمھاری کار کہاں ہے؟" میں نے اُس سے کہا اور وہ بغیر کچھ کہے عمارت کے پہلو کی طرف چل پڑا۔ میں اُس کے پیچھے پیچھے تھا۔

عمارت کے پہلو میں کئی کاریں کھڑی نظر آئیں۔ ڈینیل اُن میں سے ایک کار کے نزدیک پہنچ کر رُک گیا۔ "یہ لو کار کی چابی۔" اُس نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ "کار تم لے جاؤ۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس چابی سے دروازہ کھولو اور ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ جاؤ۔"

"میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کیا کروں گا؟" اُس نے بوکھلا کر کہا اور میں نے اپنے ریوالور والے ہاتھ کو جنبش دی۔

"اس عالم میں بھی درست ترین نشانہ لے سکتا ہوں۔" میں نے خوفناک لہجے میں کہا۔ "یقین نہ ہو تو اب مجھ سے جرح کر کے دیکھ لو۔ میں تمھارے پیٹ میں گولی ماروں گا تاکہ تم تڑپ تڑپ کر مرو۔"

ڈینیل کی رنگت ایک بار پھر اُڑ گئی مگر اُس نے مزید ردّوقدح کرنے کے بجائے میرے کہنے کے مطابق ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ نہ صرف یہ بلکہ عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے عقبی نشست کا دروازہ کھول دیا۔ میں نے تہذیب کو عقبی نشست پر لٹایا اور پھر خود بھی اُس کے پاس بیٹھ گیا۔

"کار اسٹارٹ کر کے چلاؤ ڈینیل۔" میں نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ "جس قدر تم مجھ سے تعاون کرو گے اتنا ہی تمھارے زندہ رہنے کے امکانات بڑھتے چلے جائیں گے۔"

"ہمیں کہاں جانا ہو گا؟" ڈینیل نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا میں تمھیں نیویارک شہر جانے والے راستے کا نقشہ بنا کر دوں ڈیئر ڈینیل؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"مجھے کیا معلوم تھا کہ تمھیں کہاں جانا ہے۔" ڈینیل نے بڑبڑا کر کار چلا دی۔

تہذیب کا سر میرے زانو پر رکھا ہُوا تھا اور میں ہولے ہولے اس کا سر سہلا رہا تھا۔ تہذیب پر شاید غنودگی طاری ہو گئی تھی ورنہ وہ ضرور کچھ نہ کچھ بولتی۔ اس وقت مجھے اپنی رگوں میں خون کے بجائے دہکتا ہُوا لاوا دوڑتا محسوس ہو رہا تھا۔ تہذیب کو تشدد کا نشانہ بنا کر اُس نے اچھا نہیں کیا تھا۔ وہ اس خوش فہمی کا شکار ہو گیا تھا کہ مجھے تہذیب کے اغوا کا علم نہیں ہو سکے گا۔ اپنی اس خام خیالی کی بنا پر وہ کھل کھیلا تھا۔ میں تو خیر اس کا حریف تھا ہی... اگر وہ میرے خلاف کچھ کرتا یا مجھ پر تشدد کرتا تو درست تھا لیکن اُس نے جو بُزدلانہ حرکت کی تھی اُسے اس کا خمیازہ بھگتنا تھا اور بہت جلد بھگتنا تھا۔ میں نے جو منصوبہ بنایا تھا وہ اُس کی زد سے نکل نہیں سکتا تھا۔ مجھے اس بات کی خوشی تھی کہ عمارت میں میری سرگرمیاں کسی کی نظر میں نہیں آ سکی تھیں اگر مجھے وہاں دیکھ لیا جاتا تو میرا کام دُشوار تر ہو جاتا۔

صبح کے تین بجے نیویارک کی سڑکوں پر ڈینیل کی کار سبک رفتاری سے رواں دواں تھی۔ میں اُسے راستہ بتاتا جا رہا تھا اور وہ بے چون و چرا میری ہر ہدایت پر عمل کر رہا تھا۔ اُسے یہ علم جو تھا کہ میرے ہاتھ میں ریوالور دبا ہُوا ہے جس کا رُخ اسی کی طرف ہے اور تھوڑی ہی دیر قبل وہ اس ریوالور کی کارکردگی اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی چکا تھا۔

پیٹر کے بنگلے پر پہنچ کر میں نے اُس سے کار روک دینے کو کہا۔ پیٹر شاید بنگلے کے احاطے میں ہی تھا اور میری واپسی کا منتظر تھا، اس لیے کہ کار رُکتے ہی اُس نے پھاٹک سے سر نکال کر جھانکا تھا۔ میں نے عقبی کھڑکی سے سر باہر نکالا اور پیٹر نے مجھے دیکھ کر بنگلے کے چوکیدار سے پھاٹک کھلوا دیا۔

"تم اسے سنبھالو۔" بنگلے کے اندر کار رُکنے کے بعد میں نے ریوالور پیٹر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور پیٹر نے ریوالور میرے ہاتھ سے لے کر ڈینیل کو کور کر لیا۔

"چلو، نیچے اُترو۔" پیٹر غرایا۔ "تم لوگوں نے بہت تنگ کیا ہے اب میں تمھیں مزہ چکھاؤں گا۔"

"مزہ چکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے تہذیب کو کار سے نکالتے ہوئے کہا۔ "اسے میں ایک خاص مقصد کے تحت لایا ہوں لہٰذا ابھی اسے صرف قید رکھنا ہے۔"

"تم... میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟" ڈینیل نے ہکلا کر گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

میں اُسے جواب دینے کی زحمت کیے بغیر تہذیب کو ہاتھوں پر اُٹھائے بنگلے کی اندرونی سمت بڑھ گیا۔ اندر پیٹر اور سلویا موجود تھے اور بے چینی سے میرے منتظر تھے۔ مجھے دیکھ کر انھوں نے سوالات کرنے شروع کر دیے مگر میں انھیں خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے سیدھا بیڈروم کی طرف بڑھ گیا۔ وہ دونوں میرے پیچھے پیچھے آ گئے تھے۔

تہذیب کو بیڈ پر لٹا کر میں پیٹر کی طرف پلٹا۔ "جلدی سے کسی ڈاکٹر کا بندوبست کرو۔" میں نے اُس سے کہا۔ "تہذیب کی حالت خاصی تشویشناک ہے۔"

موقع کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے پیٹر نے کوئی سوال نہیں کیا اور فوراً ہی بیڈروم سے چلا گیا۔ تہذیب نے آنکھیں کھول دی تھیں اور ہولے ہولے کراہ رہی تھی۔

"اُن لوگوں نے مجھ پر بہت تشدد کیا ہے علی!" تہذیب نے اٹک اٹک کر کہا۔ "اب مزید تشدد برداشت کرنے کی تاب نہیں رہ گئی تھی اگر تم نہ آ جاتے تو بس اب میں ایک دو دن کی مہمان رہ گئی تھی۔"

میں تہذیب کے پاس بیٹھ گیا۔ "تم آرام کرو تہذیب!" میں نے اُسے ہولے سے تھپکا۔ "میں نے ڈاکٹر کو بلوایا ہے اب تم قید میں نہیں ہو کچھ مت سوچو اور سونے کی کوشش کرو۔"

"اولیویا اور ولڈ نے بہت بُرا کیا ہے علی!" تہذیب کراہی۔ "تم نے اُسے ہیلی شڈ ڈھیل دی اور اس نے یہ صلہ دیا۔"

"ماضی میں جو کچھ بھی ہُوا اُسے بھول جاؤ۔ اب نیا سورج طلوع ہو گا، نئے دن کا آغاز ہو گا۔ ممکن ہے کہ نیا آنے والا دن اولیویا اور ولڈ کے لیے احتساب کا دن ہو مگر میں تم سے آرام کرنے کو کہہ رہا ہوں۔"

"اس سے زیادہ آرام اور کیا ہو سکتا ہے۔" تہذیب نے مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔ "میں آرام دہ بیڈ پر دراز ہوں، قید میں نہیں ہوں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ تم میرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساتھ ہو۔"

سلویا اُٹھ کر میرے نزدیک آئی اور عقب سے میرے کندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے بولی "میں بھی تو ڈاکٹر ہوں اگر تم تھوڑی دیر کے لیے باہر چلے جاؤ تو میں ان کا معائنہ کر لوں۔"

"معاف کرنا سلویا!" میں نے شرمندگی سے کہا "میرا ذہن پوری طرح کام نہیں کر رہا ورنہ میں کسی اور ڈاکٹر کو کیوں بلواتا۔"

"میں سمجھتی ہوں۔" سلویا نے اثبات میں سر ہلایا "کل بھی تم رات بھر جاگے رہے تھے، ڈیڑھ دو گھنٹے سونے سے بھی کہیں نیند پوری ہوتی ہے اور اب یہ پریشانی۔" وہ تہذیب کے پاس بیٹھ گئی اور میں اُٹھ کر کمرے سے نکل آیا۔ میں اس وقت اپنی زندگی کی شدید ترین کشمکش میں گرفتار تھا۔ تہذیب کی حالت دیکھ کر میرا جی چاہتا تھا کہ اولیوارڈ کو اُس کے مسکن سمیت تباہ و برباد کر دوں مگر میرے پیروں میں مصلحت کی زنجیر پڑی ہوئی تھی۔

میں مضطربانہ انداز میں راہداری میں ٹہلنے لگا۔ میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ اولیوارڈ کی جرأتیں اس حد تک بھی بڑھ سکتی ہیں۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ تہذیب کو تشدد کا نشانہ بنا کر اس نے اپنے حق میں کتنا بُرا کیا ہے۔ جو کچھ اس نے بویا وہ اب کاٹنا تھا مگر فصل کی تیاری میں ابھی وقت تھا اور کوئی بھی فصل وقت سے پہلے کاٹنا ہمیشہ نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

چند ہی منٹ بعد مجھے بڈ نظر آیا جو بیڈ روم کی طرف آ رہا تھا۔ مجھے یوں ٹہلتے دیکھ کر اس نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں "خیریت تو ہے چیف؟" اس نے سنجیدگی سے کہا "میڈم کیسی ہیں؟"

"تم دیکھ ہی چکے ہو۔ اس پر سخت تشدد کیا گیا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"میں نے دیکھا تھا چیف! میڈم کی حالت خاصی خراب ہے مگر مجھے تمھارے سکون پر حیرت ہو رہی ہے۔"

"سکون!" میں تلخی سے ہنسا "تہذیب کو اس حال تک پہنچانے کے ذمہ داروں کے ساتھ میں جو کچھ بھی کروں کم ہے۔"

"مگر کب؟" بڈ نے بے صبری سے کہا "وہ لوگ تو فوری سزا کے مستحق تھے، تم انھیں سزا دیے بغیر واپس کیسے آ گئے چیف؟"

"ابھی اُن کی زندگی کی کچھ سانسیں باقی رہ گئی تھیں، جب تک وہ پوری نہیں ہو جائیں گی کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"مجھے حکم دو چیف! جو ہاتھ میڈم پر اٹھا ہے وہ زندہ وہ کسی پر نہیں اُٹھ سکے گا۔"

"سلویا، تہذیب کا معائنہ کر رہی ہے۔" میں نے بات بدلتے ہوئے کہا "اس لیے میں باہر ٹہل رہا ہوں۔ پیٹر سے میں نے کسی ڈاکٹر کا بندوبست کرنے کو کہا تھا، معلوم نہیں وہ کہاں رہ گیا؟"

میرا جملہ ختم ہونے سے قبل ہی راہداری کے موڑ پر پیٹر نمودار ہوا۔ اُس کے ہمراہ ایک لیڈی ڈاکٹر بھی تھی۔ میں نے وقت ضائع کیے بغیر لیڈی ڈاکٹر سے اندر جانے کو کہا اور پیٹر میرے ساتھ ہی رُک گیا۔

"ڈینیل کو کہاں قید کیا؟" میں نے بڈ سے پوچھا۔

"الیرسلے کے ساتھ ہی۔" بڈ نے بتایا "ڈینیل کے ساتھ ہی میں نے اُس کے ہاتھ پیر بھی باندھ دیے ہیں۔"

"ہوں!" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا اور بیڈ روم کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم نے ہمیں واپس بھیج دیا تھا چیف!" بڈ نے کہا "میڈم کو نکالنے میں تمھیں کوئی دشواری تو پیش نہیں آئی؟"

"نہیں۔" میں نے چونک کر کہا "ڈینیل، اولیوارڈ کے زور پہ مجھ سے تعاون کرنے کے لیے مجبور تھا۔"

"اس قسم کی مہمات تمھیں تنہا نہیں سرانجام دینی چاہئیں، تم کسی مشکل میں بھی پھنس سکتے تھے۔"

"مجھے تم پر حیرت ہوتی ہے۔" پیٹر بولا "یا تو یہ عالم تھا کہ ایک باقاعدہ منصوبہ بنا کر بھی تم نے اُدھر کا رُخ نہیں کیا یا اب یہ حالت ہے کہ اکیلے ہی عمارت میں گھس گئے۔"

"یہ سب وقت اور حالات کے تقاضے ہیں۔ کوئی بھی قدم اُٹھاتے وقت میں صرف یہ بات مدِنظر رکھتا ہوں کہ خطرہ کم سے کم لاحق ہو۔"

"مجھے تفصیل کا علم نہیں ہو سکا۔" پیٹر نے کہا۔ اُس کے لہجے سے اضطراب ظاہر ہو رہا تھا "کیا وہاں اولیوارڈ بھی موجود تھا؟ کیا تم نے اُسے ٹھکانے لگا دیا؟"

"نہیں پیٹر!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میرا اولین مشن تو تہذیب کو اس کے قبضے سے نکالنا تھا۔"

"میں نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، تمھاری دوست کی حالت بہت خراب ہے اور اس کا ذمہ دار بھی وہی مردود ہے۔" پیٹر نے کہا۔

"میں تمھارا مطلب سمجھ رہا ہوں پیٹر! تہذیب پر تشدد کرنے کا تنہا ذمہ دار اولیوارڈ ہی ہے لیکن یہ وقت ایسا نہیں تھا کہ میں اس کے خلاف کچھ کرتا۔"

"مجھے اتنا سنہری موقع ملتا تو کبھی اُسے معاف نہ کرتا۔ مجھے حیرت ہوتی ہے، تمھاری رگوں میں دوڑتا ہوا لہو بہت ٹھنڈا ہے۔"

"میری رگوں میں ایک ایسے آتش فشاں کا لاوا دوڑ رہا ہے جو کبھی ٹھنڈا نہیں ہوتا۔"

"تم غلط کہہ رہے ہو، اگر ایسا ہوتا تو تم کبھی سکون سے نہیں بیٹھ سکتے تھے۔ تمھیں دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم کسی غیر معمولی صورتِ حال سے دوچار ہو۔"

"ابھی مجھ میں اتنی سکت ہے کہ میں اولیوارڈ کی زیادتیاں برداشت کر سکوں، ابھی میرے ضبط کا پیمانہ لبریز نہیں ہوا۔ جس روز ایسا ہوا وہ اولیوارڈ کی زندگی کا آخری دن ہوگا۔"

پیٹر مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ اولیوارڈ کو فوراً سے پیشتر ہی اُس کے انجام تک پہنچا دینا چاہتا تھا مگر یہ اُس کے بس میں نہیں تھا۔ اُس کے خیال میں میں یہ کارنامہ سرانجام دے سکتا تھا، اس لیے وہ وقتاً فوقتاً مجھے اُکسانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ اپنی شدید خواہش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے مجھے استعمال کرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن اس طرح وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا تھا۔ میں ایک متعین وقت تک انتظار کرنے کے لیے مجبور تھا۔

کچھ دیر بعد سلویا کمرے سے باہر آئی۔ اُس کے ساتھ تو لیڈی ڈاکٹر بھی تھی۔ "میں نے انھیں سب کچھ سمجھا دیا ہے۔" لیڈی ڈاکٹر نے سلویا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پیٹر سے کہا اور خاموشی سے چلی گئی۔ میں نے سوالیہ نظروں سے سلویا کو دیکھا۔

"اُن کے پورے جسم پر زخم ہی زخم ہیں۔" سلویا نے دھیمی آواز میں کہا "مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ان پر اتنا شدید تشدد کیا گیا ہوگا۔ یقیناً وہ ایک غیر معمولی خاتون ہیں۔ کسی عام لڑکی کے لیے اتنا تشدد برداشت کرنا ممکن نہیں [illegible]۔"

"اب اُس کی حالت کیسی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ڈاکٹر نے مرہم اور دوائیں لگانے کو دی ہیں، کھانے کی دوائیں بھی ہیں، اس کے علاوہ مسکن دوا کا انجکشن بھی دے دیا ہے۔"

مسکن دوا کا نام سنتے ہی میں بیڈ روم کی طرف بھاگا۔ تہذیب کے چہرے سے قدرے طمانیت ظاہر ہو رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرائی بھی تھی۔

"ایک بار پھر میں تمھارے لیے زحمت کا باعث بن رہی ہوں۔" اس نے کہا "اور اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ تم سے علیحدہ رہ کر کام کروں گی۔"

"جو زحمت کا باعث بنا ہے وہ کیفرِ کردار کو ضرور پہنچے گا۔" میں نے اُس کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا "تم علیحدہ رہ کر کام کرنا چاہو گی تو میں تمھیں روکوں گا نہیں۔" اس وقت اُس سے اختلاف کرنا مناسب نہیں تھا۔

"تمھیں معلوم ہے اولیوارڈ نے مجھ پر اتنا تشدد کس مقصد کے تحت کیا ہے؟"

"میں جانتا ہوں۔" میں نے اثبات میں سر ہلایا "اُس کا خیال ہے کہ ہمارے پاس ڈی فوسٹر والے فارمولوں کی نقلیں موجود ہیں۔"

تہذیب کا منہ حیرت سے کھل گیا "تمھیں کیسے معلوم ہوا، کیا اُس نے تم سے بھی اس قسم کی کوئی بات کی تھی؟"

"نہیں، بلکہ اس نے تو مجھے یہ تاثر دیا تھا جیسے اُسے یقین ہو کہ فارمولوں سے متعلق اب ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔"

"بہت چالاک ہے۔" تہذیب بولی "اُسے اندازہ ہو گا کہ تمھاری زبان کسی طرح بھی نہیں کھلوا سکے گا۔"

"لیکن وہ تمھارے معاملے میں دھوکا کھا گیا۔ اُسے کیا معلوم تھا کہ تمھارے اعصاب اس قدر مضبوط ہوں گے۔"

"انھوں نے میرے جسم کی کھال تقریباً ادھیڑ کر رکھ دی ہے علی!" تہذیب نے کہا "اگر فارمولوں کی نقلیں ہمارے پاس ہوتیں تو اس تشدد سے بچنے کے لیے میں انھیں ضرور آگاہ کر دیتی۔"

"تم نے جس قدر تشدد برداشت کیا ہے اس کا مداوا تو نہیں ہو سکتا لیکن اس سے اتنا فائدہ تو بہرحال ہوا ہے کہ اولیوارڈ مزید احساسِ کمتری کا شکار ہو گیا ہوگا۔"

"وہ کس طرح؟" تہذیب نے حیرت سے پوچھا۔

"اس نے اس یقین کے ساتھ ہی تم پر تشدد کیا تھا کہ تمھاری زبان کھلوا لے گا۔ ظاہر ہے یہ ناکامی اُسے احساسِ کمتری میں مبتلا کرنے کے لیے کافی ہے۔ اس سے قبل بھی بہت سے مواقع پر وہ میرے خلاف ناکام ہوا ہے اور میرے مقابلے اگر کسی نہ کسی طرح خود کو کم تر ضرور محسوس کرنے لگتا ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ خود کو زبان کھلوانے کا ماہر تصور کرتا ہے۔"

"مجھ پر جو تشدد ہوا اُسے تھرڈ ڈگری سے زیادہ کچھ نہیں کہا جاسکتا۔" تہذیب بولی "ابھی اُس نے تشدد کے دوسرے طریقے تو آزمائے ہی نہیں تھے اور پھر مجھے کچھ معلوم بھی تو نہیں تھا۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ بہرحال خوف زدہ تھا ورنہ اُسے کسی بھی قسم کے تشدد سے روکنے والا کون تھا؟"

"میں نے بھی یہی محسوس کیا ہے۔ اُسے یہ خوف بہرحال لاحق تھا کہ مجھ پر جتنا تشدد کرے گا اُس کا حساب اُسے بہرحال دینا پڑے گا۔"

"اس کے علاوہ اُس نے لی کو میرے پیچھے لگا یا' جو میرے ہاتھوں انجام کو پہنچ گئی پھر اُس نے سلویا کو مجھ سے معلومات حاصل کرنے کے لیے منتخب کیا۔ یہ اُس کی بدقسمتی اور میری خوش قسمتی کہ سلویا، ہاروت دابیل سے پہلے سے ہی بدظن تھی۔ اُسے مجھ تک پہنچنے کا موقع ملا تو اُس نے اس موقع سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا اور اب وہ میرے ساتھ مل کر کام کر رہی ہے۔"

"کیا اُس عمارت میں تم اسی کی مدد سے داخل ہوئے تھے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"تربیت یافتہ کتوں کی موجودگی میں سلویا کی مدد کے بغیر عمارت میں خاموشی سے داخل ہونا ناممکن تھا۔" تہذیب کی آنکھوں سے نیند کا خمار جھلکنے لگا تھا۔ ڈاکٹر نے اُسے تکلیف سے نجات دلانے کے لیے جو خواب آور ادویات دی تھیں انھوں نے اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا تھا۔

"اب تم آرام کرو تہذیب۔" میں نے اُس کے پاس سے اُٹھنے کی کوشش کی مگر اُس نے میرے دونوں ہاتھ تھام لیے تھے۔

"نہیں علی!" وہ تڑپ کر بولی "آرام سے زیادہ مجھے تمھاری ضرورت ہے۔"

اُس کا دل بڑھانے کے لیے میں ہنسا ورنہ میرے اندر ایک ایسی آگ جل رہی تھی جس کی موجودگی میں ہنسنا تو دُور کی بات ہے میرے لیے مسکرانا تک ممکن نہیں تھا۔ "میں تمھارے پاس ہی تو ہوں جانِ علی، سو کر اُٹھو گی تو اپنے پاس ہی پاؤ گی۔"

"مجھے تم سے بہت سی باتیں کرنی ہیں، ابھی تو مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ تم پر کیا گزری تھی۔"

"یہ باتیں تم بعد میں بھی معلوم کر سکتی ہو۔" میں کوشش کے باوجود اُس سے اپنی اضطرابی کیفیت نہیں چھپا سکا۔

"میں تمھارے منہ سے سُننا چاہتی ہوں۔" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ خواب آور دواؤں کے خلاف شدید مزاحمت کر رہی تھی۔

"اس وقت تمھاری حالت بھی ٹھیک نہیں ہے، تہذیب! یہ باتیں کسی اچھے وقت کے لیے اُٹھا رکھو۔"

"کیوں؟ تمھیں کیا ہوا؟"

"کل رات میں صرف دو گھنٹے کی نیند لے سکا تھا اور اس وقت اتنے کام نمٹانے ہیں۔۔۔!"

"کام پھر ہوتے رہیں گے۔" تہذیب نے میری بات کاٹ کر کہا۔ "آرام کرنے کے بعد تم سکون اور یکسوئی سے کام کر سکو گے۔"

"وقت بہت کم ہے تہذیب اور کام بہت زیادہ۔۔۔ مجھے خدشہ ہے کہ وقت شاید ہی مجھے اپنے کام پورے کرنے کی مہلت دے۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں زیادہ اصرار نہیں کروں گی۔" تہذیب نے کہا۔ اب اس کے لیے آنکھیں کھلی رکھنا بھی مشکل ہو گیا تھا۔

چند منٹ کے اندر اندر وہ دُنیا و مافیہا سے بالکل بے خبر ہو گئی۔ میں نے اُسے چادر اوڑھائی اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

بڈ، سلویا اور پیٹر مجھے کمرۂ نشست میں ملے۔ اُن کے درمیان کسی مسئلے پر بڑی زوردار بحث ہو رہی تھی مگر مجھے دیکھ کر وہ خاموش ہو گئے۔

"میڈم کی طبیعت کیسی ہے چیف؟" بڈ نے پوچھا۔

"سلویا نے تمھیں بتا ہی دیا ہو گا۔" میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اُس کی حالت سنبھلنے میں چند دن لگیں گے۔"

"اب تمھارا کیا پروگرام ہے ایلن؟" پیٹر نے پوچھا۔

"سب سے پہلے تو البرٹ پر نفسیاتی تشدد کیا جائے گا تاکہ وہ اولیو ہاورڈ کو نجی کی زندگی کے بارے میں یقین۔۔۔ دلا سکے۔"

"میڈم تو آزاد ہو گئی ہیں چیف! اب ان سب باتوں کی کیا ضرورت ہے؟ بس اُسے موت کے گھاٹ اُتار دو۔"

"مسٹر بڈ کا کہنا درست ہے ایلن!" پیٹر بولا "ہم پہلے ہی بہت انتظار کر چکے ہیں، اب تو راست اقدام کی ضرورت ہے۔"

"میں ان دونوں سے متفق ہوں۔" سلویا نے تیزی سے کہا۔ "اولیو ہاورڈ ایک درندہ ہے کہ اب تمھارے پاس اُسے ڈھیل دینے کا کوئی جواز نہیں رہ گیا۔"

میں نے باری باری اُن تینوں کو دیکھا پھر میری نظر پیٹر پر ٹھہر گئی۔ "تم نے میرا بہت ساتھ دیا ہے پیٹر! اگر اتفاقاً تم سے ملاقات نہ ہوتی تو مجھے بہت دُشواریاں پیش آتیں۔"

"اس میں میری غرض بھی شامل تھی۔" پیٹر نے پہلو بدل کر کہا۔ "میں نے ایک شخص کے خلاف تم سے اتحاد کیا تھا۔"

"مجھے اپنی بات پوری کر لینے دو پیٹر!" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "میں جانتا ہوں کہ اولیو ہاورڈ سے دُشمنی کے باعث تم مجھ سے مل گئے تھے اور میں یہ جاننے کے باوجود بھی تمھارا مشکور ہوں۔ تم نہ ملتے تب بھی میرا مشن جاری رہتا تاہم میں اتنی آسانی سے کام نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ میں تمھارے دُشمن کو عبرت ناک موت سے ہمکنار کروں گا۔ میں اب بھی اپنے وعدے پر قائم ہوں مگر میری تم سے ایک درخواست ہے۔"

"درخواست نہیں حکم کرو اور پلیز مجھے شرمندہ کرنے کی کوشش مت کرو۔ میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔"

"تمھاری جلد بازی اور بے صبری شروع سے ہی میرے لیے تکلیف دہ رہی ہے۔ اگر تمھیں مجھ پر اعتماد ہے تو معاملہ مجھ پر چھوڑ کے مطمئن ہو جاؤ۔"

"بات بے اعتمادی کی نہیں ہے۔ اولیو ہاورڈ کو جلد از جلد کیفرِ کردار تک پہنچانے کے معاملے میں مسٹر بڈ تک مجھ سے متفق ہیں۔"

"یہ فیصلہ بہرحال مجھے کرنا ہے کہ یہ کام کب اور کس طرح انجام دینا ہے۔"

"میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں۔" پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔ "اور میں اتنا جلد باز بھی نہیں ہوں جتنا تم سمجھتے ہو لیکن کیا تم انسان کی فطری تجسس پسندی سے واقف نہیں ہو؟"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ "میں تمھارا مطلب سمجھ رہا ہوں مسٹر پیٹر!" میں نے کہا۔ "تمھاری بے چینی کا بنیادی سبب غالباً یہ ہے کہ تم میری اصل شخصیت سے واقف نہیں ہو۔"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا۔" پیٹر نے صاف گوئی سے کہا۔ "لیکن مجھے یہ خلفشار ہے اور شاید میری بے چینی کا سبب بھی یہی ہے۔"

"یہ قطعی ضروری نہیں تھا کہ میں تمھیں اپنے بارے میں کچھ بتاتا لیکن معاملات اب جس نہج پر پہنچ چکے ہیں اس کے پیشِ نظر میں ضروری سمجھتا ہوں کہ تمھیں اپنے بارے میں کچھ نہ کچھ ضرور بتا دوں۔"

"اگر اپنی شخصیت کو روشنی میں لانا تمھاری کسی مصلحت کے خلاف ہے تو میں اس پر اصرار نہیں کروں گا۔"

"میں نے کہا نا کہ اب تمھیں اپنے بارے میں بتانا میرے لیے ضروری ہو گیا ہے۔ اس بات کا امکان ہے کہ معاملہ طول کھینچ جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر ایسا ہو تو تم پُرسکون رہو کیونکہ اگر تم نے جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے طور پر اولیو ہاورڈ کے خلاف کوئی قدم اُٹھانے کی کوشش کی تو اس سے میرے معاملات متاثر ہونے کا خطرہ ہے اور میں یہ ہرگز پسند نہیں کروں گا۔"

"لیکن معاملے کو طول کیوں دیا جائے؟ آخر ایسی کون سی رکاوٹ ہے جسے عبور کرتے ہوئے تم ہچکچا رہے ہو؟"

"یہ بات تو تم جانتے ہی ہو گے کہ اولیو ہاورڈ یہودی مفادات کے لیے کام کر رہا ہے۔"

"ہاں یہ بات میرے علم میں ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "اور صرف اس لیے کہ میں برسوں سے اس کی تاک میں ہوں۔ وقتاً فوقتاً اس کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی رہتی ہیں۔"

"وہ عرب مفادات کے خلاف کام کر رہا ہے اور میں اس کے خلاف یعنی عرب مفادات کے لیے سرگرداں ہوں۔" میں نے کہا اور پیٹر چونک پڑا۔

"یہ اندازہ تو مجھے تھا اب تمھارے کہنے سے بات یقین کی حدود میں داخل ہو گئی ہے لیکن یہ بات اب بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ اس قدر شدید اختلاف کے باوجود تم اُسے ڈھیل دینے پر کیوں آمادہ ہو؟"

"اولیو ہاورڈ نے ہاروت دابیل کے ساتھ مل کر کوئی بہت خوفناک سازش کی ہے جس کے بارے میں ابھی مکمل معلومات حاصل نہیں ہو سکی ہیں۔"

"اُس کی تو پوری عمر سازشیں کرنے میں ہی گزری ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "اگر ان دونوں کو ختم کر دیا جائے تو سازش خود بخود ختم ہو جائے گی۔"

"یہ جاننا ضروری ہے کہ وہ سازش کیا ہے۔ ان دونوں کو ختم کرنے سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ سازش کی بیخ کنی کر دی جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے بعد کسی اور کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ذریعے سازش پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے۔"

پیٹر چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا "یہ میری تسلی کے لیے ضروری ہے کہ تم مجھے پوری بات بتاؤ، ممکن ہے میں کوئی ایسا حل پیش کر سکوں جو تمہارے لیے قابلِ قبول ہو۔"

میں نے مختصراً اسے اس فیکٹری کے بارے میں بتایا جو شام میں قائم کی گئی تھی "جب میں ایک سفیر کو ہی قائل نہیں کر سکا تو شام کے حکام کو کس طرح مطمئن کر سکوں گا۔" اسے سب کچھ بتانے کے بعد میں نے کہا۔

"فوری طور پر تو میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ معاملہ خاصا اُلجھا ہوا ہے لیکن تم نے یہ نہیں بتایا کہ تمہارے ذہن میں کیا ہے؟"

"تہذیب کو آزاد کرانے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میرے ذہن سے کوئی بوجھ ہٹ گیا ہے۔ اب میں بے خوف ہو کر کام کر سکوں گا۔ سلویا نے مجھے اس قابل بنا دیا ہے کہ اب میں کوئی فیصلہ کن قدم اٹھا سکتا ہوں۔ البرٹ تو پہلے ہی ہماری قید میں تھا۔ اب ہاروت رابیل کا اہم ترین مہرہ ڈینیل بھی ہماری گرفت میں ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ ہم اس سے کیا کام لے سکتے ہیں۔"

"اس پر تشدد کرو چیف۔" بڈ نے کہا "اس کی کھال اُدھیڑ کر رکھ دو اور اس سے ساری معلومات حاصل کر لو۔"

"اول تو مجھے یہی یقین نہیں ہے کہ ہم اس کی زبان کھلوا سکیں گے۔ بالفرض اس نے ہمیں معلومات فراہم کر بھی دیں تو ہمارے پاس ان معلومات کی تصدیق کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوگا۔"

"البرٹ اور ڈینیل پر علیحدہ علیحدہ تشدد کر کے معلومات حاصل کرو۔" پیٹر بولا "اگر ان کی فراہم کردہ معلومات میں تضاد نہ ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ دونوں میں سے ایک نے غلط بیانی کی ہے۔"

"یہ طریقہ اس لیے کارگر نہیں ہو سکتا کہ البرٹ غیر اہم ہے اور اس کی معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں لہٰذا دونوں سے فراہم شدہ معلومات کا موازنہ کرنا ممکن نہیں ہوگا۔"

"یوں سکون سے بیٹھے رہنے سے بھی کچھ نہیں ہوگا۔" سلویا نے کہا "تم ڈینیل پر تشدد کر کے کچھ نہ کچھ تو معلوم کر ہی لو گے۔ آگے بڑھنے کے لیے کوئی راستہ تو ملے گا۔"

"مجھے یقین ہے کہ اس کی فراہم کردہ معلومات انتہائی گمراہ کن ہوں گی۔ شاید ہم اس کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر منزل کا سراغ ہی کھو بیٹھیں گے۔"

"تب تو یہ مسئلہ لاینحل ہوا۔" پیٹر نے کاندھے اُچکائے۔ "آگے بڑھنے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے۔"

"ایک صورت ہے۔" بڈ نے کہا "اگر کسی طرح ہاروت رابیل کو اغوا کر لیا جائے تو مجھے یقین ہے کہ وہ ہمارے تشدد کے سامنے زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکے گا۔"

"تمہاری تجویز خاصی معقول ہے۔" میں نے تعریفی لہجے میں کہا "مگر اس میں یہ قباحت ہے کہ ہاروت رابیل کو اغوا کیا جانا ممکن نہیں ہے۔"

"تم ہر تجویز پر اعتراض کرتے چلے جا رہے ہو اور خود کوئی تجویز پیش کرنے سے گریز کر رہے ہو۔" پیٹر نے کسی قدر جھنجلا کر کہا۔

"میرا پروگرام یہ ہے کہ میں ڈینیل کا میک اپ کر کے ان لوگوں کے درمیان پہنچ جاؤں۔"

میری بات سن کر تینوں حیران رہ گئے۔ بڈ کا تو منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ "یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں چیف؟" بڈ نے بمشکل کہا۔

"کیا میں نے کوئی ناممکن قسم کی بات کہہ دی ہے؟" میں نے مسکرا کر اس سے پوچھا۔

"اس میں خطرات ضرور ہیں مگر میرے خیال میں تم نے بہت اچھا فیصلہ کیا ہے۔" پیٹر بولا "جتنی مہارت سے تم میک اپ کرتے ہو اس کے پیشِ نظر مجھے یقین ہے کہ تمہیں کوئی نہیں پہچان سکے گا۔"

"خود کو داؤ پر لگا دینا کہاں کی دانش مندی ہے۔" بڈ نے کہا "صرف میک اپ کر لینے سے تو کچھ نہیں ہوتا اور بھی بہت سی باتیں مدنظر رکھنا پڑتی ہیں۔"

"مسٹر بڈ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" سلویا اپنی مترنم آواز میں بولی "ڈینیل، ہاروت رابیل کا بہت قریبی آدمی ہے۔ اس کا رول نبھانا آسان نہیں ہوگا۔"

"کوئی کام آسان نہیں ہوتا۔ مجھے معلوم ہے کہ میں نے کتنا خطرناک فیصلہ کیا ہے لیکن یہ فیصلہ میں نے بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے۔ پہلے مرحلے میں ہم البرٹ پر تشدد کریں گے اور اس سے نکی لاورڈ کے بارے میں پوچھ گچھ کریں گے۔ ظاہر ہے نکی کے بارے میں اسے کچھ نہیں معلوم... اور ایک اُسے کیا، اولیو لاورڈ یا ہاروت رابیل کے آدمیوں میں سے کوئی بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ اس لحاظ سے صرف ہم ہی آگاہ ہیں کہ وہ اپنے آخری انجام کو پہنچ چکی ہے۔ یہ تشدد صرف نمائشی ہوگا تاکہ جب البرٹ آزاد ہو کر اولیو لاورڈ تک پہنچے تو اسے ایک تو یہ یقین ہو جائے کہ نکی نہ صرف زندہ

ہے بلکہ اس کے ہاتھ میرا کوئی اہم راز بھی لگ گیا ہے۔ دوسرے اسے یہ غلط فہمی ہو جائے گی کہ میں مکمل تاریکی میں ہوں اور اس کی سازش کی مجھے ہوا تک نہیں لگ سکی ہے۔ اس اثنا میں ہم ڈینیل سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور میں اس کے چہرے کا مکمل ماسک تیار کروں گا۔"

"ڈینیل سے معلومات حاصل کرنے کے امکان کو تو تم نے خود ہی رد کر دیا تھا۔" بڈ نے کہا "اور اب خود ہی اس سے معلومات حاصل کرنے کو کہہ رہے ہو۔"

"میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔ تشدد کے ذریعے اس سے حاصل کردہ معلومات پر تکیہ نہیں کیا جا سکتا۔ میرے ذہن میں اس سے معلومات حاصل کرنے کا دوسرا طریقہ ہے۔ تمہیں یاد ہوگا پیٹر کہ میں نے اس سلسلے میں تمہارے ہپناٹزم کے ماہر لیونارڈو سے بات کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ ہماری مرضی کے مطابق کام کرے گا۔"

"ہاں مجھے یاد ہے مگر اس نے اس کام کے عوض بہت بھاری معاوضہ طلب کیا تھا۔"

"معاوضے کو جہنم میں جھونکو۔ مجھے تو صرف کام سے غرض ہے تم اُسے فون کر دو۔"

"اس وقت؟" پیٹر نے حیرت سے کہا۔

"ہاں اس وقت۔" میں نے زور دے کر کہا "مجھے اس معاملے میں ایک لمحے کی تاخیر بھی گوارہ نہیں ہے۔"

"زیادہ جلد بازی کرنے سے کھیل بگڑ بھی سکتا ہے۔" سلویا نے دبی زبان سے کہا۔

"وہ کیسے؟" میں اس کی طرف پلٹ پڑا۔

"دیکھو غلط مت سمجھو۔" وہ جھجکتے ہوئے بولی "تم مستقل ہنگاموں میں اُلجھے ہوئے ہو۔ کل رات بھی تم دو گھنٹے ہی سو سکے تھے۔ کیا تمہاری کارکردگی متاثر نہیں ہوگی؟"

"تم خود بتاؤ ان معاملات کو میں التوا میں کس طرح ڈال سکتا ہوں۔ رہا کارکردگی کا سوال تو ابھی مجھے کچھ نہیں ہو رہا۔"

"ذرا آئینہ دیکھو تو پتا چلے چہرے پر وحشت برس رہی ہے اور آنکھیں سُرخ ہو رہی ہیں۔"

مجھے یقین تھا کہ وہ ٹھیک کہہ رہی ہے۔ اس لیے کہ مجھے خود اپنی آنکھوں میں جلن کا احساس ہو رہا تھا۔ میں ہلکی سی تھکن بھی محسوس کر رہا تھا مگر فوری طور پر میں آرام کیے بغیر بھی مزید کئی گھنٹوں تک کام چلا سکتا تھا۔

"ممکن ہے میرے چہرے پر وحشت برس رہی ہو اور آنکھیں سُرخ ہو رہی ہوں لیکن خود میں کسی قسم کی تھکن نہیں محسوس کر رہا۔ جب [illegible] کسی کو مجھ سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ [illegible] ڈینیل میرے لیے بہت زیادہ اہم ہے اور اس کی [illegible] سے زیادہ فکر بھی مجھے ہی ہے۔ یہ بات خوب اچھی طرح سے سمجھ لو کہ میں کوئی ایسا قدم نہیں اٹھاؤں گا جس سے میرے مشن کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو۔"

"میں نے تو محض تمہاری ہمدردی میں ایک بات کہی تھی ورنہ مجھے کیا۔" سلویا نے کہا۔ اس کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔

"ارے تم تو ناراض ہو گئیں۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "شاید میری باتوں کا تم نے غلط مطلب اخذ کیا ہے۔ مجھے تمہاری نیت پر شبہ نہیں ہے۔ ہو بھی نہیں سکتا۔ میری خاطر تو تم نے اپنی بساط سے بڑھ کر کام کیا ہے۔ یہ خیال اپنے دل سے نکال دو کہ میں تمہارے خلوص پر شبہ کر رہا ہوں۔ تمہاری بات کے جواب میں میں نے تمہیں ایک حقیقت سے آگاہ کیا تھا۔"

میرے اور سلویا کے درمیان ہونے والی گفتگو سن کر پیٹر فون کی طرف بڑھ گیا۔ دوسری طرف سے کال ریسیو کرنے میں تاخیر ہوئی تھی جس کا مطلب یہی تھا کہ لیونارڈو سو رہا تھا۔ کچھ دیر اس سے باتیں کرنے کے بعد پیٹر نے فون بند کر دیا اور میری طرف دیکھ کر بولا "وہ یہاں آنے کے لیے تیار ہے۔ میں اسے لانے کے لیے کار بھجوا رہا ہوں۔"

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور کمرۂ نشست سے باہر جاتے ہوئے پیٹر سے کہا "اس وقت کافی کا ایک کپ مزہ دے جائے گا۔"

"صرف کافی یا کافی کے ساتھ کچھ اور بھی چلے گا؟" اس نے رک کر کہا۔

"نہیں صرف کافی۔" میں نے جواب دیا "اور ہاں اگر ہو سکے تو البرٹ کو یہاں بلوا لو۔"

"اگر ہو سکے کا کیا مطلب ہے؟" پیٹر نے حیرت سے کہا "میں ابھی [illegible] سے بھجوا [illegible] دیتا ہوں۔"

"تم بڈ [illegible] ناراض ہو چیف؟" پیٹر کے جاتے ہی بڈ نے شکا[illegible] لہجے میں کہا۔

"میں تم سے ناراض ہوں!" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا "اس کا اندازہ بھلا تم نے کس طرح لگایا؟"

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تم خود ہی سب کچھ کر رہے ہو اور بڈ کو کسی خدمت کا موقع نہیں دے رہے۔"

"اوہ!" میں نے اطمینان کا سانس لیا "ایسی کوئی بات نہیں ہے بڈ! جو کام تمہارے کرنے کا ہوگا اس کے لیے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں تمھیں ضرور رحمت دوں گا۔"

"اور تم نے مس سلویا کو بھی ناراض کر دیا۔ تمھیں ان کی ناراضگی دور کرنا ہو گی چیف! معلوم نہیں کیوں میں انھیں اُداس نہیں دیکھ سکتا۔"

سلویا ہنس پڑی۔ "آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے مسٹر بڈ کہ میں علی یار خان سے ہرگز ناراض نہیں ہوں۔ ہو بھی نہیں سکتی، اس لیے کہ میں ان کا بے حد احترام کرتی ہوں۔"

بڈ کے چہرے پہ مایوسی بکھر گئی۔ "اس کے باوجود بھی میں آپ کو اُداس نہیں دیکھ سکتا۔" اس کے لہجے میں اداسی تھی اور میں صاف محسوس کر رہا تھا کہ وہ مصنوعی تاثر ہے۔

"میں اُداس بھی نہیں ہوں۔" سلویا پھر ہنسی۔ "آخر اداس ہونے کے لیے کوئی وجہ بھی ہو؟"

بڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور مغموم لہجے میں بولا۔ "اُداس ہونے کے لیے کسی وجہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں خود اکثر بغیر کسی وجہ کے اُداس ہو جاتا ہوں۔"

"غالباً آپ ہر لڑکی سے اس قسم کی گفتگو کرتے ہوں گے۔" سلویا نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں۔" بڈ نے کمال صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔ "اور ہر لڑکی یہی سوال کرتی ہے۔"

سلویا کو بڑے زور کی ہنسی آئی۔ "آدمی بہرحال آپ دلچسپ ہیں۔" اس نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"اس قدر دلچسپ کہ موقع محل بھی نہیں دیکھتے اور بہکی ہانکنے لگتے ہیں۔" میں نے منہ بنا کر کہا۔

"لڑکیوں میں بڈ کی مقبولیت دیکھ کر ہر شخص بڈ سے جلنے لگتا ہے۔" بڈ نے کہا۔

"ان کی ایسی ہی باتوں کی بنا پر شروع میں، میں نے ان کے بارے میں بہت خراب رائے قائم کر لی تھی مگر اب مجھے اندازہ ہوا کہ یہ صرف باتیں ہی ہیں۔" سلویا نے کہا۔

"مقصد صرف اتنا ہے کہ کوئی کام کی بات نہ ہو سکے ان سے تو بس زبان چلوا لو۔" میں نے کہا۔

"بڈ کی اوقات یہی ہے، جس کے لیے جان ہتھیلی پر لیے پھرے وہی ایسی باتیں کرے۔"

"اگر تم کسی طرح اپنی زبان پر قابو پا سکو تو بلاشبہ بہت کارآمد آدمی ہو۔"

بڈ کچھ کہنا ہی چاہ رہا تھا کہ کمرۂ نشست میں البرٹ داخل ہوا۔ اس کے پیچھے ایک مسلح شخص بھی تھا جس نے اسے کور کر رکھا تھا۔

"بیٹھو البرٹ۔" میں نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کیا اور محافظ سے بولا۔ "تم باہر ہی ٹھہرو۔"

محافظ کمرے سے باہر چلا گیا اور البرٹ ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔

"میں نے تو سنا تھا کہ تم بڑے جی دار آدمی ہو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "پھر تمھارے چہرے پہ بارہ کیوں بج رہے ہیں؟"

البرٹ نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔ "تم نے خواہ مخواہ مجھے قید کر رکھا ہے۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم مجھ سے کچھ معلوم نہیں کر سکو گے۔"

"میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم کتنے سخت جان ہو۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔" وہ احتجاجی انداز میں بولا۔ "جو بات تم مجھ سے معلوم کرنا چاہ رہے ہو وہ میرے علم میں ہے ہی نہیں تو میں تمھیں کیا بتا سکتا ہوں۔"

"تمھارے علم میں نہیں ہے تو پھر کس کے علم میں ہے؟" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"مجھے نہیں معلوم... یقین کرو میں نہیں جانتا۔" اس نے ہذیانی انداز میں کہا۔ "اگر مجھے معلوم ہوتا تو ضرور بتا دیتا۔"

"اتنے سیدھے تو تم کہیں سے بھی نہیں دکھائی دیتے۔" میں نے مضحکانہ لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ ایک ملازم ٹرالی دھکیلتا ہوا اندر لا رہا تھا۔ ٹرالی میں کافی پاٹ کے ساتھ چار پیالیاں تھیں۔ ملازم کے عقب میں پیٹر بھی نمودار ہوا تھا۔

"ایک پیالی اور لے آؤ۔" میں نے ملازم سے کہا اور وہ "بہتر جناب" کہہ کر واپس چلا گیا۔ البرٹ ندیدوں کی طرح کافی پاٹ کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"کافی بناؤ سلویا۔" میں نے کہا اور سلویا اٹھ کر پیالیوں میں کافی انڈیلنے لگی۔ اس دوران ملازم پانچواں کپ بھی لے آیا۔ سلویا نے سب سے پہلے کافی کا کپ میری طرف بڑھایا مگر میں نے البرٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "کافی کی سب سے زیادہ ضرورت تو البرٹ کو ہے۔"

سلویا نے مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھا مگر زبان سے کچھ کہے بغیر پہلے البرٹ کو کافی پیش کی۔

"میں نے سوچنے کے لیے تمھیں جو مہلت دی تھی اُسے ختم ہوئے بیس گھنٹے سے بھی زیادہ وقت گزر چکا ہے۔" میں نے البرٹ سے کہا۔ "اور اب میں تمھیں آخری موقع دے رہا ہوں۔ کافی پینے کے دوران تمھیں یہ فیصلہ کر لینا ہے کہ تم

یونہی معلومات فراہم کر دو گے یا اپنی کھال اُتروا لو گے؟"

البرٹ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی نظریں وال کلاک پر جمی ہوئی تھیں جو صبح کے ساڑھے چار بجے کا اعلان کر رہا تھا۔ میں بڑے غور سے اس کی تبدیل ہوتی ہوئی کیفیات دیکھ رہا تھا۔ اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ خود کو کسی طرح بھی تشدد سے نہیں بچا سکے گا اور غالباً اس نے دل ہی دل میں کوئی حتمی قدم اٹھانے کا فیصلہ بھی کر لیا تھا۔

کافی پینے کے دوران میں نے پیٹر سے پوچھا۔ "اگر میں کسی کو اُلٹا لٹکانا چاہوں تو کیا یہاں اس کا انتظام ہو سکے گا؟"

"پانچ منٹ کے اندر اندر۔" پیٹر نے خوش ہو کر جواب دیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اب البرٹ پر تشدد ہو گا اور چونکہ یہ اس کی دیرینہ خواہش تھی اس لیے وہ خوش ہو رہا تھا۔

"تو تم فوراً انتظام کر لو۔ میرا خیال ہے اس کے بغیر کام نہیں چلے گا۔"

کافی پی کر پیٹر اٹھ گیا۔ کمرے میں اب میرے اور البرٹ کے علاوہ سلویا اور بڈ رہ گئے تھے۔ محافظ کمرے سے باہر تھا۔ میں نے اندازہ کر لیا تھا کہ البرٹ نے جان پہ کھیلنے کا تہیہ کر لیا ہے اور میں نے جان بوجھ کر اسے موقع فراہم کیا تھا۔ آزادی حاصل کرنے کے لیے اُسے صرف مجھ پہ قابو پانا تھا۔ اُسے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ اگر اس نے کسی طرح مجھ پہ قابو پا لیا تو پھر اس کی راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہے گی۔

البرٹ کافی کی خالی پیالی ٹرالی میں رکھنے کے لیے اٹھا۔ میں اس پر یہ ظاہر کر رہا تھا جیسے میری توجہ اس کی طرف نہیں ہے اور میں کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہوں جبکہ درحقیقت ایسا نہیں تھا۔ میں پوری طرح ہوشیار تھا۔

پیالی ٹرالی میں رکھنے کے بعد اپنی نشست کی طرف پلٹنے کے بجائے البرٹ مجھ پہ جھپٹ پڑا۔ اپنی دانست میں اس نے ایک بے خبر آدمی پر حملہ کیا تھا اور اسے قطعی توقع نہیں تھی کہ پہلے مرحلے میں اُسے کسی قسم کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لیے اس نے اپنی ساری توانائی حملہ کرنے پر صرف کر دی تھی اور اپنی حفاظت کی طرف سے غافل ہو گیا تھا ورنہ اس کے حملہ کرنے کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کراٹے کا ماہر ہے اور کراٹے کا ماہر جب کسی پر حملہ کرتا ہے تو مقابل کو نقصان پہنچانے سے زیادہ اپنے تحفظ کی فکر کرتا ہے۔

وہ تیر کی طرح میری طرف آیا تھا مگر میں نے انتہائی پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود کو اس کے حملے سے نہ صرف بچایا بلکہ موقع غنیمت جانتے ہوئے اس کی ناک پر ایک بھرپور قوت والا گھونسہ رسید کر دیا۔ اس کی ناک پر یقیناً قیامت گزر گئی ہو گی۔ وہ سر جھٹکتا ہوا پیچھے ہٹا۔ اس کی نکسیر پھوٹ گئی تھی اور ناک سے بُری طرح خون بہہ رہا تھا۔ وہ اُلٹے ہاتھ سے خون پونچھ رہا تھا اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ شاید وقتی طور پر اس کی بینائی بھی متاثر ہوئی تھی۔ اس پر مزید کوئی حملہ کرنے کے بجائے میں اپنی جگہ جما کھڑا رہا۔

بڈ اور سلویا بھی اُچھل کر کھڑے ہو گئے تھے۔ سلویا تو ایک صوفے کے پیچھے دُبک گئی تھی مگر بڈ نے اپنی جیب سے ریوالور نکال لیا تھا۔ "اگر اپنی جگہ سے ذرا بھی حرکت کی تو گولی مار دوں گا۔" وہ گرجا۔

"ریوالور جیب میں رکھ لو بڈ۔" میں نے پُرسکون انداز میں کہا۔ "جدوجہد کرنا ہر شخص کا بنیادی حق ہے اور میں البرٹ کو اس بنیادی حق سے ہرگز محروم نہیں کروں گا۔"

بڈ کی گرج دار آواز شاید کمرے سے باہر چلی گئی تھی جبھی تو مسلح محافظ نے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا تھا اور پھر کمرے کا منظر دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت کی شدت سے پھیل گئی تھیں۔ وہ اپنی گن سیدھی کر کے تیزی سے کمرے میں داخل ہو گیا۔

"آپ نے مجھے باہر رکنے کو نہ کہا ہوتا تو یہ نوبت نہ آتی۔" اس نے کہا۔ اس کے لہجے سے معذرت بہرحال ٹپک رہی تھی۔

"تم سے جو کہا گیا ہے وہی کرو۔" میں نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "تم باہر ہی ٹھہرو اور جب تک تمھیں بلایا نہ جائے تمھیں اندر آنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

محافظ نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ اُسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ چند لمحے وہ حیرت سے ٹکٹکی باندھے مجھے دیکھتا رہا۔ شاید وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ اُسے کیا کرنا چاہیے۔ شاید وہ کچھ کہنا بھی چاہ رہا تھا لیکن پھر اس نے کچھ کہنے سننے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور بے پروائی سے کندھے جھٹک کر باہر نکل گیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے کہہ رہا ہو بھاڑ میں جاؤ، میرا کیا ہے، خود ہی بھگتو گے، میں تو بس حکم کا غلام ہوں۔

بڈ نے ریوالور جیب میں ڈال لیا تھا لیکن ابھی تک وہ اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ البرٹ کی ناک سے بہتا ہوا خون اب لوتھڑوں کی صورت میں جمنا شروع ہو گیا تھا تاہم اس نے خود پر کسی حد تک قابو پا لیا تھا۔ جو کچھ ہوا اس پر یقین کرنا اس کے لیے مشکل تھا۔ مجھ پر حملہ کرنے کی اب اس میں ہمت نہیں رہی تھی مگر اسے اپنے لیے دو صورتوں میں سے ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو منتخب کرنا تھا۔ بغیر ہاتھ پیر ہلائے خود کو ہواسے رحم و کرم پر چھوڑ دے یا پھر ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق ایک اور کوشش کرلے۔

"آؤ البرٹ!" میں نے اُسے للکارا۔ "اپنی حسرتیں پوری کرلو میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔"

البرٹ نے اپنے دونوں ہاتھ سامنے کی جانب پھیلا لیے اُس کے چہرے پر اچانک ہی وحشت برسنے لگی تھی۔ شاید اُس نے جدوجہد کا فیصلہ کیا تھا۔ اُس کے چہرے کا تاثر تو یہی بتاتا تھا۔

اُس نے مجھ پر دوسرا حملہ بڑی مہارت سے کیا اور اس کے بعد تابڑ توڑ حملے کیے چلا گیا۔ اُس کے حملوں میں بڑی برق رفتاری تھی۔ مجھ پر اُس نے گویا لکّوں کی بارش کردی تھی۔ میں بڑے تحمل سے اُس کے ہر حملے کو روک رہا تھا۔ اُس کی لِک کو بلاک کر رہا تھا۔ پھر میری توقع کے خلاف وہ اچانک ہی فضا میں اُچھلا۔ اُس نے مجھے فلائنگ کِک مارنے کی کوشش کی تھی۔ میں نے اضطراری طور پر اپنا چہرہ پیچھے ہٹا لیا ورنہ میرے چہرے کا بھرتہ بن گیا ہوتا۔ البرٹ میرے عقب میں زمین پر گرا اور گرتے ہی یوں اُچھل کر کھڑا ہو گیا جیسے اُس کے جسم پر اسپرنگ لگے ہوئے ہوں۔ اُس کی پھرتی میرے لیے حیران کن تھی اس لیے کہ اُس کے جسم سے اچھا خاصا خون بہہ چکا تھا اور جس کے نتیجے میں اُس پر کچھ نہ کچھ نقاہت تو ضرور طاری ہو جانی چاہیے تھی۔

وہ ایک بار پھر میرے مقابل تھا۔ اُس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال رکھی تھیں اور دونوں ہاتھ سامنے پھیلائے مجھ پر حملہ کرنے کے لیے کسی بہتر زاویے کی تلاش میں تھا۔ ہم دونوں ایک دائرے کی صورت میں دھیرے دھیرے گردش کر رہے تھے۔ پھر اُس کے حلق سے ایک خوف ناک دہاڑ برآمد ہوئی اور اُس نے اپنے سارے جسم کا بوجھ اپنی دائیں ٹانگ پر ڈال دیا۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ اپنی بائیں کِک سے مجھ پر حملہ کرے گا۔ میں بارہا ان مراحل سے گزر چکا تھا اس لیے نہ تو اُس کی دہاڑ سے خوف زدہ ہوا اور نہ ہی اُس کے انداز نے مجھے دھوکا کھلایا۔ اُس نے مجھے جھبکی دی تھی۔ درحقیقت اُس نے بائیں کے بجائے اپنی دائیں کِک مجھ پر آزمائی لیکن اُسے بہت دیر ہو چکی تھی۔ میں اس سے قبل ہی اُس کے بائیں پہلو پر حملہ کر چکا تھا۔ اُس کے لیے میری یہ حرکت اتنی غیر متوقع تھی کہ وہ میری کِک بلاک بھی نہیں کر سکا اور بوکھلا گیا۔ اُس کی بوکھلاہٹ سے میں نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور اُس پر مزید کوئی کِک آزمانے کے بجائے پوری قوت سے اُس کی ناک پر ٹکر رسید کردی۔ اُس نے آخری لمحوں میں پیچھے ہٹ کر خود کو بچانے کی کوشش تو کی تھی مگر وہ خود کو پوری طرح نہیں بچا سکا تا ہم پہلے سے پھوٹی ہوئی نکسیر کے لیے یہ اچٹتی ہوئی سی ٹکر بھی کسی قیامت سے کم نہیں تھی۔ اُس کی ناک سے دوبارہ خون جاری ہو گیا اور اُس کے دونوں ہاتھ بے اختیار اپنی ناک پر پہنچ گئے۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر اُس کے کان کے نیچے گردن پر ایک بھرپور قوت والا مُکا مارا جو اُس کے لیے تابوت کی آخری کیل ثابت ہوا۔ وہ چکرا کر زمین پر گر پڑا اور میں پیچھے ہٹ گیا۔ وہ فوری طور پر بے ہوش ہو گیا تھا۔

"تم نے خواہ مخواہ بات بڑھائی۔" بڈ نے کہا۔ "بس مجھے اپنی ایک اُنگلی کو ذرا سی زحمت دینی پڑتی اور یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جاتا۔"

میں نے بڈ کی بات کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا اور اطمینان سے واپس اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔

"مسٹر بڈ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" سلویا صوفے کے عقب سے نکلتی ہوئی بولی۔ "بات بڑھانے کی بھلا کیا ضرورت تھی؟"

"ڈرامے میں زیادہ سے زیادہ جان ڈالنے کی کوشش کر رہا ہوں۔" میں نے مسکرا کر کہا اور دروازے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ پیٹر کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔

"میں نے سب انتظام کر لیا ہے۔" اُس نے آتے ہی کہا۔ "لیونارڈ۔۔۔ ارے یہ کیا؟" اُس نے چونک کر فرش پر پڑے البرٹ کی طرف دیکھا۔

"اسے چھوڑو، یہ سب تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ یہ بتاؤ کہ لیونارڈ آ گیا ہے؟"

"ہاں وہ آ گیا ہے۔ کیا اُسے یہیں بُلا لاؤں؟" پیٹر نے مجھ سے کہا مگر اُس کی نظریں بدستور بے ہوش البرٹ پر جمی ہوئی تھیں۔

"البرٹ کو یہاں سے ہٹاؤ اور جب اسے ہوش آ جائے تو۔۔۔ اُٹھا لگوا دو اور لیونارڈ کو یہیں بُلا لاؤ۔"

میرے کہنے کے مطابق پیٹر نے چند آدمیوں کو بھیج کر البرٹ کو وہاں سے اُٹھوا لیا۔ اس کے بعد پیٹر اور لیونارڈ کمرے میں آ گئے۔

"میں نے تمہارے لیے کام کا بندوبست کر لیا ہے۔" میں نے لیونارڈ سے کہا۔

"کون ہے وہ؟" لیونارڈ نے سلویا اور بڈ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"اِن دونوں میں سے کوئی نہیں ہے۔ ایک اور شخص ہے جسے ہپناٹائز کرنا ہے۔"

"میں نے تمھیں بتایا تھا کہ کسی شخص کو اُس کی مرضی کے خلاف ہپناٹائز کرنے کی فیس علیحدہ ہوتی ہے۔"

"کوئی بات دُہرانے کی ضرورت نہیں۔" میں نے سرد مہری سے کہا۔ "صرف یہ بتاؤ کہ تم کیا فیس لو گے؟"

"چونکہ تم ایک سُلجھے ہوئے آدمی ہو، جرح بالکل نہیں کرتے اس لیے میں صرف دس ہزار ڈالر میں تمھارا یہ کام کر دوں گا۔"

دس ہزار ڈالر کی خطیر رقم سُن کر بڈ اپنی جگہ سے اُچھل پڑا۔ "ہمارے پاس حرام کی رقم نہیں ہے۔" وہ غرّایا۔ "تم جا سکتے ہو!"

لیونارڈ نے حیرت سے بڈ کی طرف دیکھا اور میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے لیونارڈ کی طرف۔ "یہ رقم تمھیں ادا کر دی جائے گی لیکن تم خوب غور کر لو۔ ممکن ہے وقت زیادہ لگ جائے۔"

"تم صاف گو بھی ہو۔" لیونارڈ نے خوش ہو کر کہا۔ "میں اپنے مؤکلوں کو عموماً ایک گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں دیتا لیکن تمھیں دو گھنٹے دے دوں گا۔"

"اور اگر دو گھنٹے کے دوران میرا کام نہ ہو سکا تو۔۔۔؟"

"چونکہ میں تمھیں پسند کرنے لگا ہوں اس لیے تم سے خاص رعایت کروں گا۔ دو گھنٹے کے بعد ہر اضافی گھنٹے کے ایک ہزار ڈالر لوں گا۔"

بڈ ایک بار پھر اُچھل پڑا۔ "اے تم تو بہت لٹیرے ہو۔" اُس نے ہاتھ نچا کر کہا۔ "کتنی رقم جمع کر لی ہے اب تک؟"

"اگر تم خاموش نہیں رہ سکتے تو یہاں سے چلے جاؤ۔" میں نے سخت لہجے میں بڈ سے کہا اور وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا کر رہ گیا۔

"لیکن ایک سلسلے میں میں تم سے کوئی رعایت نہیں کر سکوں گا۔" لیونارڈ بولا۔ "فیس میں ہمیشہ پیشگی وصول کرتا ہوں۔"

میں نے پیٹر کی طرف دیکھا اور میرے اشارے پر اُس نے دس ہزار ڈالر کی رقم لا کر لیونارڈ کے حوالے کر دی۔ لیونارڈ نے پہلے رقم گنی اور پھر احتیاط سے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال لی۔

"اب میں پوری توجہ سے تمھارے کیس پر کام کر سکوں گا۔" لیونارڈ نے کہا۔ "تفصیل سے بتاؤ کہ معاملہ کیا ہے؟"

"معاملہ صرف اتنا ہے کہ ایک شخص کو ہپناٹائز کر کے اُس سے معلومات حاصل کرنی ہیں۔" میں نے کہا۔

"وہ شخص کون ہے۔۔۔ میرا مطلب ہے اُس کا تعلق تمہارے اپنے گروہ سے ہے یا وہ تمھارا کوئی دشمن ہے؟"

"تم اپنے کام سے کام رکھو۔" میں نے جھڑک کر کہا۔ "غیر متعلق باتوں میں اُلجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں اپنے کام سے ہی کام رکھتا ہوں۔" لیونارڈ نے بُرا مانے بغیر کہا۔ "جو کچھ میں نے پوچھا ہے اُسے جاننا میرے لیے ضروری ہے۔"

"کیوں ضروری ہے؟" میں نے جرح کی۔

"اگر وہ کوئی دشمن ہے تو ہر چیز کے خلاف پوری قوت سے مزاحمت کرے گا جس سے نبرد آزما ہونے کے لیے مجھے پہلے سے تیار رہنا ہوگا اور اگر وہ تمھارے اپنے ہی گروہ کا کوئی آدمی ہے تو۔۔۔"

"نہیں، اُس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اُسے دشمن ہی سمجھو۔"

"اگر وہ تمھارا دشمن ہے تو کیا تم نے اب تک اُس پر کوئی تشدد کیا ہے؟"

"تشدد ہی کرنا ہوتا تو ہم ایک خطیر رقم تمھیں کیوں ادا کرتے؟"

"یہ بہت اچھی بات ہے۔ اس سے میرا کام آسان ہو جائے گا۔ تم ایسا کرو، کسی چیز میں یہ دوا ملا کر اُسے پلا دو۔" اُس نے اپنی جیب سے ایک پُڑیا نکال کر میری طرف بڑھائی۔

میں نے پُڑیا اُس سے لی اور اُسے کھول کر دیکھا۔ اُس میں ایک چٹکی بھر سفوف تھا۔ "یہ کیا چیز ہے؟" میں نے لیونارڈ سے پوچھا۔

"یہ ہے غیر متعلق سوال۔" اُس نے میری طرف ایک انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا اور میں سنبھل گیا۔

"سوری!" میں نے جلدی سے کہا۔ "کیا یہ سفوف ہم اُسے شراب میں ملا کر پلا سکتے ہیں؟"

"کسی بھی چیز میں ملا دو، شراب میں البتہ تیزی سے اثر کرے گی۔ اس کے اثر سے وقتی طور پر اُس کی قوت مزاحمت میں کمی واقع ہوگی اور میرا کام آسان ہو جائے گا۔"

"ڈینیل کو یہیں بلوا لو۔" میں نے پیٹر سے کہا۔ "میں اُسے اپنے سامنے یہ دوا پلاؤں گا۔"

"اس کے علاوہ چند ایسی باتیں اور بھی ہیں جن پر اگر عمل ہو سکے تو اُسے ٹرانس میں لانا آسان ہو جائے گا۔" لیونارڈ نے پیٹر کو رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "مثلاً اگر اُسے کسی طرح خوف زدہ کیا جا سکے۔۔۔ خوف زدہ تو وہ ہو گا ہی لیکن اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے خوف میں اگر اضافہ ہو جائے، اُسے یہ یقین ہو جانا چاہیے کہ اب وہ یہاں سے بچ کر نہیں نکل سکے گا اور اس کے بعد میں اُس کی حمایت کرتے ہوئے تم سے سفارش کروں کہ تم اُسے رہا کر دو تو مجھے یقین ہے کہ وہ بہت جلدی ٹرانس میں آ جائے گا۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ ہپناٹزم سے عدم واقفیت کے باعث مجھے نہیں معلوم تھا کہ لیونارڈ کو ان سب باتوں سے کیا فائدہ پہنچے گا لیکن اُس کی باتوں پر عمل کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے مسٹر لیونارڈ۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "ہم ابھی اُس کے ایک ساتھی پر تشدد شروع کرنے والے ہیں۔ تم کہو تو ہم اُس کے سامنے ہی تشدد کریں۔ اس سے وہ دہشت زدہ ہو جائے گا۔"

"یہ بہت مناسب رہے گا۔" لیونارڈ نے کہا۔ "جب میں تم سے اُسے رہا کرنے کی سفارش کروں تو تم اُسے رہا کرنے کا وعدہ کر لینا مگر یہ کہنا کہ شام سے قبل تم اُسے رہا نہیں کرو گے اس کے علاوہ مجھے ایک کاؤچ بھی درکار ہو گا۔"

میں نے پیٹر کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا اور اُس نے کہا۔ "کاؤچ تو یہاں نہیں ہے البتہ بیڈ ہے۔"

"کوئی بات نہیں، بیڈ سے بھی کام چل جائے گا۔ اب تم اُسے یہاں بُلوا لو۔"

کچھ دیر بعد ڈینیل کمرے میں داخل ہوا جس کے ہاتھ پُشت پر بندھے ہوئے تھے۔ اُس کے عقب میں پیٹر تھا۔ ڈینیل کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا۔

"ارے، تم نے اس کے ہاتھ کیوں باندھ رکھے ہیں؟" لیونارڈ نے پیٹر سے تیز لہجے میں کہا۔ "ہاتھ کھولو اس کے۔"

پیٹر کو لیونارڈ کا طرزِ تخاطب سخت ناگوار گزرا تھا۔ میں نے اُس کے ماتھے پر شکنیں پڑتی دیکھیں۔ وہ یقیناً جواب میں کوئی سخت بات کہنے والا تھا لیکن میں نے بروقت دخل اندازی کی ورنہ بات بگڑ جاتی۔

"بندشیں کھول دو پیٹر!" میں نے کہا۔ "مسٹر لیونارڈ ہمارے لیے بہت قابلِ احترام شخصیت ہیں۔ ان کی ہر بات ماننا ہمارے لیے ضروری ہے۔"

میرے بولنے پر پیٹر نے خود کو سنبھال لیا اور بادلِ نخواستہ ڈینیل کے ہاتھ آزاد کر دیے۔

"بیٹھ جاؤ ڈینیل۔" میں نے کہا اور ڈینیل مردہ قدموں سے چلتا ہوا ایک نشست پر بیٹھ گیا۔

"میں نے تم سے ہر طرح تعاون کیا۔" اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اس کے عوض تم میرے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ ابھی تک تمھارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوئی ہے۔" میں نے کہا۔

"یہ زیادتی کیا کم ہے کہ تم نے بغیر کسی جواز کے مجھے قید کر لیا ہے؟"

"البرٹ کا موقف بھی یہی ہے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "وہ بھی خود کو بے قصور سمجھتا ہے۔"

"وہ بھی صرف احکامات پر عمل کرنے کا مجرم ہے ورنہ ہم دونوں میں سے ایک کا بھی تم سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔"

"تم دونوں میں سے کوئی بھی مجھے لکی ہاورڈ کے بارے میں بتا دے تو میں تم دونوں کو رہا کرنے کو تیار ہوں۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"لکی ہاورڈ تو تمھارے ساتھ تھی۔ ہم بھلا اُس کے بارے میں کیا بتا سکتے ہیں؟"

"اُسے اولیو ہاورڈ نے میرے پیچھے لگایا تھا۔" میں نے مٹھیاں بھینچتے ہوئے کہا۔ "اور وہ میرے ایک اہم راز سمیت میرے پاس سے فرار ہو گئی۔ اُس نے یقیناً تم لوگوں سے رابطہ کیا ہو گا۔"

"ہم خود اس کے لیے بہت پریشان ہیں۔ اولیو ہاورڈ اُسے تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔"

"میں بھی اُسے تلاش کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہوں۔" میں نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا۔ "ابھی میں تمھیں اپنی کوششوں میں سے ایک کا نمونہ دکھاؤں گا لیکن وہ بعد کی بات ہے۔ اس وقت اگر تمھیں کچھ پینے کی خواہش ہو تو بتا دو۔"

"میں۔۔۔ میں تمباکو نوشی کا عادی ہوں۔" ڈینیل اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ "اس کے علاوہ اگر ہو سکے تو ایک پیگ۔۔۔"

"پیٹر! تم خود جا کر یہ چیزیں لے آؤ۔" میں نے کہا اور پیٹر کمرے سے باہر چلا گیا۔ اُس کے جاتے ہی میں بھی کمرے سے نکلا اور اُسے راہداری میں روک لیا۔ میں نے [illegible] اُس کے حوالے کی اور اُسے ضروری ہدایات دے کر پھر کمرۂ نشست میں واپس آ گیا۔ لیونارڈ اور ڈینیل آہستہ آہستہ کچھ باتیں کر رہے تھے اور سلویا بڈ سے کچھ کہہ رہی تھی مگر میں نے محسوس کیا کہ بڈ توجہ سے سلویا کی باتیں نہیں سُن رہا۔ اُس کے کان لیونارڈ اور ڈینیل کی طرف لگے ہوئے تھے۔

میں خاموشی سے اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا۔ میں نے کسی کی گفتگو میں دخل اندازی کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

کچھ دیر بعد پیٹر جام بدست آیا اور اُس نے ڈینیل کو جام پیش کیا۔ ڈینیل نے بڑی بے صبری سے جام اُس کے ہاتھوں سے جھپٹا مگر اُس نے پینے میں بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اُس نے بڑے سکون سے ایک چسکی لی اور پھر پیٹر کے دیے ہوئے سگریٹ کے پیکٹ میں سے ایک سگریٹ نکال کر سلگا لی۔

پیگ ختم کرنے میں ڈینیل نے کوئی بیس منٹ لگائے مگر اس دوران اُس نے تین سگریٹیں پھونک ڈالیں۔ میرے لیے یہ امر باعثِ تشویش تھا۔ آیندہ مجھے اُس کی جگہ لینی تھی اور خود کو شبے سے بالاتر رکھنے کے لیے مجھے بھی اسی حساب سے سگریٹ نوشی کرنا پڑتی جس حساب سے ڈینیل کر رہا تھا۔

"آؤ ڈینیل۔" میں نے دفعتاً اٹھتے ہوئے کہا۔ "تمھیں البرٹ سے ملاؤں۔ تم لوگ بھی آ جاؤ۔" میں نے دیگر لوگوں کو اشارہ کیا پھر پیٹر کے ساتھ ہم سب اُس کمرے تک پہنچے جہاں جہاں البرٹ چھت سے اُلٹا لٹک رہا تھا۔ اُس کا اوپری دھڑ برہنہ تھا۔ ہاتھ پُشت پر بندھے تھے اور ایک توانا شخص اُس پر ہنٹر برسا رہا تھا۔

"اس نے زبان کھولنے کی حامی بھری؟" میں نے اُس شخص سے پوچھا جس کے ہاتھ میں چمڑے کا ہنٹر تھا۔

"ابھی تو ابتدا ہے جناب۔" اُس نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "اس جیسے لوگ بہت مشکل سے زبان کھولتے ہیں۔"

"مجھے کچھ نہیں معلوم۔۔۔ میں کچھ نہیں جانتا۔" البرٹ جھلا کر چیخا مگر میں نے اُس کی چیخ و پکار پر کان نہیں دھرے اور سفاکانہ انداز میں کہا۔

"اس پر لاتے ہنٹر برساؤ کہ اس کے جسم پر کھال کا ایک ریشہ بھی باقی نہ رہے۔"

ڈینیل کی حالت بگڑنے لگی تھی۔ البرٹ کی چیخ و پکار اُس کے اعصاب پر بُری طرح اثر انداز ہو رہی تھی۔ لیونارڈ نے مجھے باہر چلنے کا اشارہ کیا اور ہم باہر نکل آئے۔

"تت۔۔۔ تم نے اس کی کیا حالت بنا دی۔" ڈینیل نے کپکپاتے ہوئے کہا۔ "وہ تو بُری طرح لہولہان ہو رہا ہے!"

"اس کا ذمے دار وہ خود ہے۔" میں نے بے رحمی سے کہا۔ "میں نے تو اسے اچھی خاصی مہلت دی تھی مگر اس نے خود ہی اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔"

"لیکن تم مسٹر ڈینیل کے ساتھ یہ سلوک نہیں کرو گے۔" لیونارڈ نے کہا۔

"اگر ضرورت پڑی تو ضرور کروں گا۔" میں نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔ "مجھے ہر حال میں لکی ہاورڈ کا پتا درکار ہے۔"

"میں کہہ رہا ہوں کہ تم ان کے ساتھ کوئی خراب سلوک نہیں کرو گے۔" لیونارڈ سخت لہجے میں بولا۔ "یہ شریف آدمی ہیں۔ اگر انھیں کچھ معلوم ہوتا تو ضرور بتا دیں گے۔"

میں نے چونک کر لیونارڈ کی طرف دیکھا اور بولا۔ "ٹھیک ہے۔ اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو میں ان پر تشدد نہیں کروں گا۔"

"یہی نہیں بلکہ تم انھیں رہا بھی کر دو گے۔" اُس نے زور دے کر کہا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ مجھ سے کوئی ایسی فرمائش نہ کریں جس کی تکمیل میرے بس سے باہر ہو۔"

"بس سے کیوں باہر ہے؟" لیونارڈ کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ "اچھا چلو تم مجھے یہی بتا دو کہ کیا مسٹر ڈینیل سے تمھاری کوئی دشمنی ہے؟"

میں نے لاجواب ہو جانے کی اداکاری کی۔ "نہیں، ان سے میری کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔"

"تمھاری دشمنی تو اولیو ہاورڈ سے ہے نا۔ تم اُس پر ہاتھ کیوں نہیں ڈالتے۔ چھوٹے چھوٹے ملازم لوگوں کو کیوں تنگ کرتے ہو؟"

"آپ اصرار کرتے ہیں تو میں انھیں رہا کر دوں گا لیکن یہ کام میں شام سے پہلے نہیں کروں گا۔" میں نے گویا ہتھیار پھینکتے ہوئے کہا۔

"کوئی بات نہیں، شام کو سہی۔" لیونارڈ نے فراخ دلانہ انداز میں کہا۔ "اب مسٹر ڈینیل آرام کریں گے۔ یہ بہت تھک گئے ہیں۔" لیونارڈ کا انداز ایسا تھا جیسے ڈینیل کوئی سربراہِ مملکت ہو۔

میں نے پیٹر کو اشارہ کیا اور وہ اُن دونوں کو لے کر اُس کمرے کی طرف چلا گیا جہاں اُس نے ڈینیل کے لیے انتظام کیا تھا۔

"تم کیا غضب کر رہے ہو چیف!" اُن لوگوں کے جاتے ہی بڈ نے بے تابی سے کہا۔ "یہ بڈھا لیونارڈ بڑا فنکار آدمی ہے۔ وہ ڈینیل کو واقعی فرار کرا دے گا۔"

"کیوں ہر وقت بکواس کرتے رہتے ہو۔" میں نے ذرا سا منہ بنا کر کہا۔ "کسی وقت فضولیات سے گریز بھی کر لیا کرو۔"

"یہ بکواس نہیں ہے چیف!" بڈ نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "جب تم مسٹر پیٹر کے پیچھے کمرۂ نشست سے باہر نکلے تھے اُس وقت میں نے اپنے کانوں سے اُن دونوں کی باتیں کرتے سُنا تھا۔ ڈینیل نے لیونارڈ کو آفر کی تھی کہ اگر وہ اُسے یہاں سے فرار کرا دے تو وہ اُسے ایک لاکھ ڈالر تک معاوضہ ادا کرنے کو تیار ہے اور جواب میں لیونارڈ نے اُس سے وعدہ کر لیا تھا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"شاید تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے یا تمہارے حواس معطل ہو گئے ہیں۔" میں نے بڈ کو گھورا۔

"بڈ کی بات پر کان دھرو چیف ورنہ بعد میں بہت پچھتاؤ گے۔ بڈ کے حواس کبھی معطل نہیں ہوتے۔"

"معلوم نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں مسٹر بڈ۔" سلویا بولی۔ "میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں سنی۔ حالانکہ میں آپ کے برابر ہی بیٹھی تھی۔"

"واہ تمہیں اتنی فرصت ہی کہاں تھی۔" بڈ نے ہاتھ نچا کر کہا۔ "تم تو چیف کی تعریفیں کرنے میں مگن تھیں۔ وہ ایسے لڑکے ہیں ویسے لڑتے ہیں۔ البرٹ جیسے شخص کو کس آسانی سے زیر کر لیا۔"

بڈ کے انداز پر سلویا بُری طرح جھینپ گئی اور میں نے بڈ سے کہا۔ "میں نے یہ تو نہیں کہا کہ تم نے غلط سنا ہے یا تم غلط کہہ رہے ہو۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ حواس میں رہ کر دو اور عقل استعمال کیا کرو۔ لیونارڈ نے پہلے کہہ دیا تھا کہ وہ ڈینیل سے ہمدردی کا اظہار کرے گا۔ اس وقت اس کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا ہمدردی ہو سکتی ہے کہ کوئی اسے رہا کرا دے۔"

"ہاں... لیکن چیف وہ ایک لاکھ ڈالر والا معاملہ تو ڈراما نہیں ہو سکتا۔"

"تم کیسے ہو۔" میں نے جھنجھلا کر کہا۔ "اگر وہ حقیقت ہو تب بھی ہماری صحت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ لیونارڈ خود تو ہماری مرضی کے بغیر یہاں سے نکل نہیں سکتا۔ کسی اور کو کیا رہائی دلائے گا۔"

بڈ سوچ میں ڈوب گیا پھر کھسیانے انداز میں بولا۔ "بہر حال ہوشیار رہنا چیف! کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں سے جا کر لیونارڈ مخبری کر دے۔"

"تمہاری یہ بات سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تم مجھے اتنا بے وقوف سمجھتے ہو کہ میں اسے یوں آسانی سے نکل جانے دوں گا۔"

بڈ نے ہونقوں کی طرح مجھے دیکھا اور پھر جھینپ کر چپ ہو گیا۔ ہم نے راہداری میں کھڑے کھڑے یہ ساری گفتگو کی تھی۔ دفعتاً ہمیں پیٹر اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔

"تم لوگ ابھی تک یہیں کھڑے ہو۔ میں تمہیں کوٹھی میں تلاش کرتے ہوئے آ رہا ہوں۔"

"تم نے ان دونوں کو اس کمرے میں پہنچا دیا۔" میں نے پیٹر سے پوچھا اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم نے چیف کو احمق سمجھ رکھا ہے بڈ! آؤ میں تمہیں دکھاؤں کہ میں نے کیسا انتظام کیا ہے۔ ہم لیونارڈ کی کارستانی اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے لیکن خیال رہے کہ اس دوران کسی کے منہ سے ذرا بھی آواز نہ نکلے۔"

میں نے پیٹر کو پہلے ہی ہدایت کر دی تھی کہ انھیں ایسے کمرے میں لے جائے جہاں ہم انھیں دیکھ بھی سکیں اور ان کی گفتگو بھی سن سکیں۔

پیٹر ہمیں ایک ایسے کمرے میں لے گیا جس کی ایک دیوار میں کھڑکی نظر آ رہی تھی۔ کھڑکی کے دوسری طرف والے کمرے میں روشنی تھی اور جس کمرے میں ہم داخل ہوئے تھے وہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اگر ہم کھڑکی سے دو قدم دور کھڑے ہو جاتے تو دوسرے کمرے سے ہمیں دیکھا نہیں جا سکتا تھا۔

ہم کھڑکی میں جا کھڑے ہوئے۔ پیٹر میرے دائیں جانب تھا اور سلویا اور بڈ بائیں جانب کھڑے تھے۔ کھڑکی پر شیشہ لگا ہوا تھا مگر ایک جگہ سے شیشہ کٹا ہوا تھا۔ ہم اس جگہ سے دوسرے کمرے میں کی جانے والی گفتگو بہ آسانی سن سکتے تھے۔ ڈینیل تڑسے کو بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"میں تو صرف ایک اکاؤنٹنٹ ہوں بھائی صاحب! ان لوگوں نے معلوم نہیں کس دھوکے میں مجھے پکڑ لیا ہے۔ میں تو ہارووت راجیل کے کاروبار کی حد تک اس سے وابستہ ہوں۔"

"اگر تم اتنے ہی معمولی آدمی ہو تو مجھے ایک لاکھ ڈالر کس طرح ادا کرو گے؟" لیونارڈ نے چونک کر کہا۔

"اس کی فکر مت کریں جناب! میں نے جو وعدہ کیا ہے اسے ہر حال میں پورا کروں گا۔"

"فکر کیسے نہ کروں۔ صرف اس رقم کی خاطر ہی تو میں تمہاری آزادی کے لیے کوشش کر رہا ہوں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہاری بات کیوں کر تسلیم کر لوں۔ ایک لاکھ ڈالر بہت بڑی رقم ہے۔"

"میرا ایک ذاتی اپارٹمنٹ ہے۔" ڈینیل نے بات بگڑتے دیکھ کر جلدی سے کہا۔ "اکتالیس نمبر اسٹریٹ پر... میں اسے فروخت کر دوں گا۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔" لیونارڈ نے یوں کہا جیسے واقعی اسے رقم کی وصولی کے لیے کوئی ٹھوس ضمانت مل گئی ہو۔

"آپ کا اطمینان ہی میرے لیے سب کچھ ہے۔ یقین کیجیے میں بہت شریف آدمی ہوں۔"

"مجھے یقین ہے۔" لیونارڈ نے کہا۔ "اب تم میری ہدایت پر عمل کرتے ہوئے سونے کی کوشش کرو تاکہ میں تمہاری رہائی کو مزید یقینی بنا سکوں۔"

"میں آپ کی ہر ہدایت پر عمل کروں گا۔" ڈینیل نے کہا۔ "آخر آپ میرے محسن ہیں۔"

"جوتے اتار کر بیڈ پر لیٹ جاؤ۔" لیونارڈ نے کہا اور ڈینیل نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔

"اپنے جسم کو ڈھیلا چھوڑ دو۔ بھول جاؤ کہ تم کسی کی قید میں ہو۔ خود کو بالکل آزاد تصور کرو بلکہ زبان سے یہ الفاظ دہراؤ کہ میں کسی کی قید میں نہیں ہوں۔ میں آزاد ہوں۔"

ڈینیل اس کی ہدایت پر حرف بحرف عمل کر رہا تھا۔ شاید یہ اس سفوف کا کمال تھا جو لیونارڈ نے اسے شراب میں پلوایا تھا۔ رہی سہی کسر لیونارڈ نے اس کی ہمدردیاں حاصل کر کے پوری کر دی تھی۔

کچھ دیر ڈینیل لیونارڈ کے بتائے ہوئے الفاظ دہراتا رہا پھر لیونارڈ نے اگلی ہدایت جاری کی۔ "تمہارا دایاں ہاتھ بھاری ہو رہا ہے۔" اس نے کہا مگر اب اس کی آواز کسی کنویں میں سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ بھاری اور پُراسرار آواز۔ "تمہارا جسم بالکل ہلکا پھلکا ہے مگر تمہارا دایاں ہاتھ بھاری ہو رہا ہے۔ تم اسے اپنی مرضی سے حرکت نہیں دے سکتے۔ اپنے دائیں ہاتھ کو حرکت دینے کی کوشش کرو لیکن یاد رہے کہ تم صرف کوشش کرو گے۔ اپنے ہاتھ کو حرکت نہیں دے سکو گے۔"

میں نے محسوس کیا کہ ڈینیل نے اپنے دائیں ہاتھ کو حرکت دینے کی کوشش کی تھی مگر وہ کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔

"اب مزید کوشش مت کرو۔" دفعتاً لیونارڈ نے کہا۔ "اس وقت تم کامیاب نہیں ہو سکو گے اس لیے کہ تمہیں نیند آ رہی ہے۔ تمہاری پلکیں بوجھل ہو رہی ہیں۔ تمہارے لیے آنکھیں کھلی رکھنا مشکل ہے۔ تمہیں نیند آ رہی ہے۔"

"ہاں مجھے نیند آ رہی ہے۔" ڈینیل نے بوجھل سی آواز میں کہا۔

"تم گہری نیند سو جاؤ گے۔ میری آواز کے علاوہ تم کسی اور آواز کو نہیں سن سکو گے۔ جو میں تم سے کہوں گا تم وہی کرو گے۔ میرے ہر سوال کا جواب دو گے۔"

لیونارڈ کچھ دیر ہدایتیں دیتا رہا اور میں حیرت سے دیکھتا رہا کہ ڈینیل گہری نیند سو گیا ہے۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد لیونارڈ نے اس کے پپوٹے الٹ کر دیکھے پھر مطمئن انداز میں سر ہلاتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔

میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہیں تھا۔ ڈینیل ہپناٹائز ہو چکا تھا اور اب اس سے معلومات حاصل کرنے سے مجھے کون روک سکتا تھا۔ لیونارڈ دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ شاید وہ کسی کو بلانا چاہتا تھا۔ میں نے شیشہ کھٹکھٹا کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا اور وہ چونک کر کھڑکی کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہم ادھر ہیں لیونارڈ۔" میں نے اونچی آواز میں کہا۔ "کیا ہم تمہارے پاس آ سکتے ہیں؟"

"آ جاؤ۔" لیونارڈ نے جواب دیا۔ "میں اپنا کام مکمل کر چکا ہوں۔ اب صرف تمہارا کام باقی رہ گیا ہے۔"

میں پیٹر کی طرف متوجہ ہوا۔ "میرا خیال ہے ہمیں ایک... ٹیپ ریکارڈر کی ضرورت پڑے گی۔"

"تم چلو۔" پیٹر نے کہا۔ "میں ٹیپ ریکارڈر لے کر ابھی

مشہور چور رنگ ویلوٹ جو بے قیمت چیزیں گرانقدر ... چراتا ہے
ان چور یا
کی دلچسپ
کہانیاں
وہ تمام کہانیاں
کتابیات
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آتا ہوں۔"

"کیا ہم لوگ بھی تمھارے ساتھ چل سکتے ہیں چیف؟" بڈ نے مجھ سے پوچھا۔

"تمھاری مرضی ہے۔ ویسے بہتر یہی ہوتا کہ تم سو جاتے۔ تمھیں نیند آ رہی ہوگی۔"

"آ رہی تھی۔" بڈ کے بجائے سلویا نے جواب دیا۔ "لیکن اب اُڑ گئی ہے۔ تم نے اتنی سنسنی خیز صورت حال پیدا کر دی ہے کہ اب نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

ہم تینوں افراد اس کمرے سے نکل کر برابر والے کمرے میں پہنچ گئے جہاں بیڈ پر ڈینیل گہری تنویمی نیند سو رہا تھا۔ لیونارڈ نے ہمیں کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"یہ میرے ٹرانس میں ہے۔" لیونارڈ نے مجھ سے کہا۔ "میری معرفت تم اس سے جو بھی پوچھو گے یہ اس کا جواب دے گا اور جو بھی کہو گے اس پر عمل کرے گا۔"

"میں نے ٹیپ ریکارڈر منگایا ہے وہ آ جائے تو اس کے بعد سوال جواب کا سلسلہ شروع کریں گا تاکہ اگر کوئی بات ذہن سے محو ہو جائے تو ہم اسے دوبارہ سن سکیں۔"

لیونارڈ نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر ہم چند منٹ تک خاموش رہے۔ یہ خاموشی اس وقت ٹوٹی جب پیٹر ٹیپ ریکارڈر لے کر کمرے میں داخل ہوا۔

"میں چند سادہ کیسٹیں بھی لے آیا ہوں۔" اس نے ٹیپ ریکارڈر لگاتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے اضافی کیسٹوں کی ضرورت پڑے گی۔"

ٹیپ ریکارڈر آن ہونے کے بعد میں نے لیونارڈ سے کہا۔ "اس سے اس کا نام پوچھو۔"

"ایک منٹ۔" بڈ نے دفعتاً ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ واقعی ٹرانس میں ہے۔ ممکن ہے یہ ایکٹنگ کر رہا ہو۔"

"ایسا ہو سکتا ہے۔" لیونارڈ نے اثبات میں سر ہلایا۔ "مگر ڈینیل کے معاملے میں ایسا نہیں ہے۔"

"تم یہ بات اتنے یقین سے کس طرح کہہ رہے ہو؟" بڈ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ اس کا انداز بہت جارحانہ تھا۔ میں نے اس موقع پر دخل اندازی نہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

"میں یہ بات اپنے تجربے کی بنا پر کہہ رہا ہوں لیکن میری غلطی ہے کہ میں نے آپ لوگوں کو مطمئن نہیں کیا۔" اس نے خاموش ہو کر اپنی جیب سے ایک ماچس نکالی۔ "اگر میں آپ چاروں میں سے کسی کو ماچس کی جلتی ہوئی تیلی لگاؤں تو کیا آپ اسے برداشت کریں گے؟"

"نہیں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "کسی بھی شخص کو اگر جلایا جائے تو وہ ردِ عمل ظاہر کیے بغیر نہیں رہ سکے گا۔"

"ٹھیک ہے اب آپ لوگوں میں سے کوئی ماچس کی تیلی سے ڈینیل کے پیروں کا انگوٹھا جلائے۔ اگر یہ تکلیف کا اظہار کرے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ اداکاری کر رہا ہے۔ یہ امتحان کافی ہوگا؟"

"اگر یہ ممکن ہو سکا تو ہم مطمئن ہو جائیں گے۔" بڈ نے اس کے ہاتھ سے ماچس لیتے ہوئے کہا۔

"ابھی نہیں، جب میں کہوں۔" لیونارڈ نے بڈ سے کہا پھر ڈینیل سے مخاطب ہوا۔ "کیا تم میری آواز سن رہے ہو ڈینیل؟"

"ہاں میں تمھاری آواز سن رہا ہوں۔"

"تمھارے بائیں پیر کے انگوٹھے میں درد ہو رہا ہے۔ تم سخت تکلیف محسوس کر رہے ہو۔ مجھے بتاؤ کہ تم کیا محسوس کر رہے ہو؟"

"میں شدید تکلیف میں ہوں۔ میرے بائیں پیر کے انگوٹھے میں سخت درد ہو رہا ہے۔" ڈینیل نے جواب دیا۔ اس کی آواز سے کرب ظاہر ہو رہا تھا۔

"کوئی بات نہیں ڈینیل! میں تمھارے انگوٹھے پر ایک دوا لگا رہا ہوں۔ اس سے تمھاری تکلیف بالکل زائل ہو جائے گی۔" اس نے بڈ کو اشارہ کیا اور بڈ نے بیڈ کے نزدیک جا کر ماچس کی تیلی جلائی اور ڈینیل کے بائیں پیر کے انگوٹھے سے لگا دی۔

"میں تمھارے انگوٹھے پر دوا لگا رہا ہوں ڈینیل! اس دوا سے تمھاری تکلیف فوراً زائل ہو جائے گی اور تم خاصا آرام محسوس کرو گے۔ بتاؤ اب تم کیا محسوس کر رہے ہو؟"

"میں آرام محسوس کر رہا ہوں۔" ڈینیل نے کہا اور ہم سب حیران رہ گئے اس لیے کہ بڈ نے اس کے انگوٹھے کو پوری تیلی سے جلا دیا تھا اور گوشت جلنے کی چراند پورے کمرے میں پھیل گئی تھی۔

"اب تو آپ کو یقین آ گیا مسٹر بڈ؟" لیونارڈ نے کہا۔ "یا اب بھی کوئی کسر رہ گئی ہے؟"

"اب بھی اگر کوئی بے یقینی کا اظہار کرے تو اُسے پاگل ہی کہا جائے گا۔" میں نے کہا۔ "اب تم اس سے اس کا نام پوچھو۔"

لیونارڈ نے میرا سوال دُہرایا اور ڈینیل نے کہا۔ "میرا نام ڈینیل گراہم اونیل ہے۔"

"تم کون سے ملک کے رہنے والے ہو اور تمھارے والدین کا تعلق کہاں سے تھا؟" میرے کہنے پر لیونارڈ نے سوال کیا۔

"میرے والدین کا تعلق آسٹریلیا سے تھا لیکن بعد میں وہ امریکا میں آباد ہو گئے تھے۔ میں امریکا کا ہی باشندہ ہوں۔"

میں نے اس کا بیک گراؤنڈ جاننے کے لیے کئی سوالات

کیے تاکہ اس کا رول ادا کرتے وقت مجھے کسی دشواری کا سامنا نہ کرنا پڑے پھر میں نے اینڈریو کے بارے میں سوال کیا۔

"اس پر عملِ تنویم کیا گیا تھا۔" ڈینیل نے بتایا۔ "اُسے ہدایت کی گئی تھی کہ جیسے ہی ایلن گراہم کی آواز سنے جو در اصل علی یار خان ہے اپنی پوری قوت سے اس پر حملہ کر کے اُسے ختم کر دے خواہ اس عمل کے دوران اُسے خود اپنی جان سے ہی کیوں نہ ہاتھ دھونے پڑ جائیں۔"

"عملِ تنویم کی احمقانہ تجویز پیش کرنے والا اولیو ہارڈ تھا یا یہ ہاروت رابیل کی حرکت تھی؟" میں نے اگلا سوال کیا۔

"یہ ہاروت رابیل کی حرکت تھی۔ اولیو ہارڈ نے تو اس تجویز کی سختی سے مخالفت کی تھی۔"

"تہذیب پر تشدد کیوں کیا گیا۔ تم لوگ اس سے کیا معلوم کرنا چاہتے تھے؟"

"ہمارا خیال تھا کہ ڈی فوسٹر والے فارمولوں کی نقلیں محفوظ کر لی گئی ہیں۔ انھی کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے اس پر تشدد کیا گیا تھا۔"

"عملِ تنویم کے ذریعے بھی تو اس سے معلومات حاصل کی جا سکتی تھیں پھر اس پر تشدد کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"کسی کو اس کا خیال ہی نہیں آیا تھا پھر جب اینڈریو پر عملِ تنویم کیا گیا تو اولیو ہارڈ نے یہ امکان پیش کیا اور اب ہمارا ارادہ یہی تھا کہ کسی طرح اسے ہپناٹائز کر کے اس سے معلومات حاصل کر لی جائیں مگر ہمیں اس کا موقع نہیں مل سکا۔"

"امریکا میں ہاروت رابیل کے کاروبار کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔"

"وہ ہتھیار سازی کے متعدد کارخانوں کا مالک ہے۔ عام لوگوں کا یہی خیال ہے کہ ہتھیار سازی کے باعث وہ اس قدر دولت مند ہے۔ یہ بات کسی حد تک درست بھی ہے تاہم اس کی دولت مندی کا اصل ذریعہ منشیات کا کاروبار ہے۔ ہتھیار سازی پر پابندی کے بعد بھی اس کا یہ بزنس برقرار ہے۔ امریکا میں ہاروت رابیل سے بڑا ہیروئن کا اسمگلر کوئی اور نہیں ہے۔"

"ہاروت رابیل کے گروہ میں تمھاری کیا پوزیشن ہے؟" میں نے پوچھا۔

"میرے مشورے کے بغیر وہ کوئی قدم نہیں اٹھاتا۔ ہر کاروباری معاملے میں میری رائے کو اہمیت دیتا ہے۔"

"شام میں دوا ساز فیکٹری کے قیام کا مشورہ بھی تم نے ہی دیا تھا؟"

"نہیں۔ میں نے اس فیکٹری کے قیام کی مخالفت کی تھی۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ وہ بہت خطرناک کام ہے۔ اگر ہم پکڑے گئے تو بچت کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔"

میں نے اپنے جسم میں ہلکی سی سنسنی دوڑتی محسوس کی۔ گفتگو اہم موڑ پر پہنچ گئی تھی۔

"اس دوا ساز فیکٹری میں کیا خطرناکی ہے۔ وہاں تو صرف کینسر کی دوا تیار کی جائے گی۔"

"دوا ساز فیکٹری تو صرف دکھاوا ہے۔ اصل کام تو زیرِ زمین ہوگا۔ اس فیکٹری کے نیچے وسیع و عریض تہ خانے ہیں۔ جہاں بڑے پیمانے پر جوہری اسلحہ تیار کرنے کے آلات نصب کیے گئے ہیں۔ فیکٹری کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے اور ہم ابھی تک محفوظ رہے ہیں لیکن کسی بھی وقت ہمارا بھانڈا پھوٹ سکتا ہے اور ہم شامی حکومت کی نظروں میں آ سکتے ہیں۔ اس خطرے کی بنا پر میں اس پروجیکٹ کے خلاف تھا۔"

میں سناٹے میں آ گیا۔ اس حد تک تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا۔ یہ بات تو میرے خواب و خیال میں بھی نہیں تھی کہ سازش اتنی بڑی بھی ہو سکتی ہے۔ مجھے شام کی حکومت پر حیرت ہونے لگی۔ اُن کی مملکت کی حدود میں اتنا بڑا واقعہ رونما ہو گیا اور انھیں اس کی ہوا تک نہیں لگ سکی۔

ڈینیل کا انکشاف ایسا تھا جس نے لیونارڈ تک کو چونکا دیا حالاں کہ اس کا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں تھا اس کے باوجود میں نے اس کی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک دیکھی۔ مجرمانہ فطرت کا حامل تو وہ تھا ہی۔۔۔ اب یقیناً اس امکان پر غور کر رہا ہوگا کہ ان معلومات سے وہ خود کس طرح فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

"تم کن لوگوں سے ٹکرا گئے ہو بھائی؟" پیٹر نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "ان کا پیچھا چھوڑ دو۔ میں بھی اولیو ہارڈ کا خیال ذہن سے نکالے دیتا ہوں۔"

"میں نے تم سے جو وعدہ کیا ہے اُسے ہر حال میں پورا کروں گا۔ تمھارا جو جی چاہے کرو۔"

"نہ تو خود میں خودکشی کر سکتا ہوں اور نہ ہی تمھیں خودکشی کرتے دیکھ سکتا ہوں۔" اُس نے کہا۔ اس کی آواز لرز رہی تھی۔ "مجھے ان کے بارے میں یہ اندازہ ہوتا تو میں پہلے ہی تائب ہو چکا ہوتا۔ ذرا اندازہ تو کرو کہ جو لوگ کسی دوسرے ملک کی حدود میں غیر قانونی طور پر جوہری ہتھیاروں کی فیکٹری قائم کر سکتے ہوں، ہم جیسے بے حقیقت آدمی اُن کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔"

"تم انھیں نہیں جانتے ہو گے مگر میں ان سب سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ "یہ بین الاقوامی غنڈے ہیں اور مجھے کسی غنڈے سے خوف نہیں محسوس ہوتا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو چیف!" بڈ نے کہا۔ "ایسے تھرڈ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کلاس شہد طلب سے تو کبھی بڈ بھی خوف زدہ نہیں ہوا۔ تم تو خیر بہت گریٹ آدمی ہو۔"

"تم علی یار خان سے پوری طرح واقف نہیں ہو" سلویا نے پیٹر سے کہا۔ "یہ وہ ہیں جنھوں نے اولیو اور ڈ کو ہمیشہ ناکوں چنے چبوائے ہیں۔ یہ وہ واحد شخصیت ہیں جن سے اولیو اور ڈ خائف رہتا ہے۔"

"تم کوئی بھی ہو میری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔" پیٹر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "سچی بات تو یہ ہے کہ میرا حوصلہ جواب دے چکا ہے۔"

"تمھیں میدانِ عمل میں آنے کی ضرورت بھی نہیں ہے پیٹر! میرا وعدہ ہے کہ تمھارے دشمن کو کیفرِ کردار تک پہنچانے میں اپنی جانب سے کوئی کسر نہیں چھوڑوں گا۔ اگر کامیاب ہو گیا تو تمھیں اس کی اطلاع بھی ضرور دوں گا۔"

"تمھیں کوئی اور سوال کرنا ہو تو بتاؤ۔" ورنہ میں اس کی تنویمی نیند کا خاتمہ کر دوں۔"

"ابھی تو ابتدا ہوئی ہے۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "اس سے پوچھو کہ اگر اسلحہ ساز فیکٹری شامی حکومت کی نظروں میں آ گئی تو کیا وہ اس سے فائدہ اٹھا کر ایک ایٹمی قوت نہیں بن جائیں گے۔"

لیونارڈ نے میرا سوال دُہرایا اور ڈینیل نے کہا۔ "نہیں! اس کا تدارک کر لیا گیا ہے۔ اگر کبھی اس فیکٹری کا راز افشا ہوا بھی تو اس سے کوئی اور فائدہ نہیں اٹھا سکے گا۔"

"کیوں؟" میں نے سوال کیا۔

"اس لیے کہ فیکٹری میں جگہ جگہ طاقت ور بم نصب ہیں۔ اگر کبھی ہمارا راز افشا ہوا تو پوری فیکٹری اڑا دی جائے گی۔"

"اس سے یہ معلوم کرو کہ بم کن کن مقامات پر نصب ہیں۔" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"یہ بات مجھے نہیں معلوم۔" ڈینیل نے جواب دیا۔

"تمھیں یہ بات کیوں نہیں معلوم... تم تو ہاروت رابیل کے خاص آدمی ہو؟"

"یہ منصوبہ ہاروت رابیل نے نہیں بلکہ اولیو اور ڈ نے بنایا تھا۔ اُس کے آدمیوں نے اس منصوبے پر کام کیا ہے۔ ہاروت رابیل نے تو صرف سرمایہ لگایا ہے۔ وہ خود بہت سی باتوں سے ناواقف ہے۔"

"یہ منصوبہ کب بنایا گیا تھا اور اس کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی؟"

"تقریباً دو سال قبل اولیو اور ڈ نے یہ منصوبہ بنایا تھا۔ اس نے ہاروت رابیل کو جوہری ہتھیار سازی پر آمادہ کیا تھا۔ فارمولے بھی اسی نے چوری کروائے تھے اور شامی حکام سے پارٹنر کی حیثیت میں معاملات بھی اسی نے طے کیے تھے چوں کہ امریکا میں اسے حکومت کی نظروں سے اوجھل رکھنا ناممکن تھا۔ لہٰذا طے یہ کیا گیا کہ جوہری ہتھیار شام میں تیار کیے جائیں گے چوں کہ اس سے کثیر منافعے کی توقع تھی۔ اس لیے ہاروت رابیل بھی راضی ہو گیا تھا۔"

"ڈی نوسٹر تو جوہری ہتھیاروں کے فارمولے لے کر فرار ہو گیا تھا۔ اب تو وہ فیکٹری تمھارے لیے بے کار ہو گئی ہوگی؟"

"نہیں اس فیکٹری میں عام ہتھیار بھی تیار کیے جا سکتے ہیں صرف جوہری اسلحے کی تیاری ضروری نہیں ہے اور چونکہ ہاروت رابیل کا کام امریکا میں ختم ہو گیا ہے اس لیے اب اس کا ارادہ یہ ہے کہ اپنا کاروبار وہیں شروع کرے گا۔ اس آڑے وقت میں یہ فیکٹری اس کے لیے بہت بڑا سہارا ثابت ہوگی۔"

میں نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ "اس طرح شامی حکومت کی نظروں میں زیادہ عرصے تو دھول نہیں ڈالی جا سکے گی۔"

"ہمیں اس کا احساس ہے اور اس خطرے سے بچنے کے لیے ہم شام میں فوجی انقلاب لانے کی کوشش کریں گے۔"

"یہ انقلاب لانے کے لیے جو منصوبہ بنایا گیا ہے وہ کیا ہے؟"

"مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ یہ اولیو اور ڈ کا شعبہ ہے وہی منصوبہ بنائے گا اور وہی اس پر عمل بھی کرے گا۔ اس کا کہنا ہے کہ شام کے قلب میں بیٹھ کر یہ کام زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔"

ڈینیل کے انکشافات میری توقع سے بڑھ کر سنگین تھے۔ مجھے پہلے ہی خدشہ تھا کہ اولیو اور ڈ کوئی بڑی سازش کرنے میں مصروف ہوگا لیکن مجھے یہ توقع بھی نہیں تھی کہ حالات اتنی سنگین نوعیت کے ثابت ہوں گے۔ بڈ بھی حیران بیٹھا تھا اور سلویا بھی کم حیران نہیں تھی اس کے لیے بھی یہ سب باتیں کسی حیرت انگیز انکشاف سے کم نہیں تھیں۔

"کیا ایسی کوئی صورت نہیں ہے کہ ان بموں کو تلاش کر کے ناکارہ کر دیا جائے جو وہاں نصب ہیں؟" میں نے اپنے اضطراب پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"بموں کو تلاش کرنا اس لیے ممکن نہیں ہے کہ انھیں دیواروں اور [illegible] کے اندر چھپا دیا گیا ہے۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا جب بموں تک رسائی ہی ممکن نہیں ہے تو انھیں استعمال کس طرح کیا جا سکے گا؟"

"وہ ریموٹ کنٹرول بم ہیں۔ اس لیے انھیں استعمال کرنے کے لیے ان تک پہنچنا ضروری نہیں ہے۔"

"ان بموں کا ریموٹ کنٹرول کس کے پاس ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"کل پانچ افراد ہیں جن کے پاس ان کا ریموٹ کنٹرول ہے۔ اولیو اور ڈ اور ہاروت رابیل کے علاوہ تیسرا خود میں ہوں۔ بقیہ دو کے بارے میں مجھے نہیں معلوم۔"

"اور اس ریموٹ کنٹرول کی رینج کتنی ہے؟"

"اتنی کہ اسے تل ابیب میں بیٹھ کر بآسانی استعمال کیا جا سکتا ہے۔"

مجھے اپنا دل بیٹھتا محسوس ہوا تاہم میں نے ڈوبتے دل سے اگلا سوال کیا۔ "جن لوگوں کے پاس ریموٹ کنٹرول ہیں انھیں کن حالات میں انھیں استعمال کرنے کی ہدایت کی گئی ہے؟"

"کسی بھی ایسی صورت میں جبکہ ہم دشمن کی نگاہ ہی آ جائیں اور فیکٹری اُن کے قبضے میں جانے کا اندیشہ ہو۔"

اولیو اور ڈ کا بنایا ہوا منصوبہ بہت تباہ کن تھا۔ ایسی کوئی تدبیر نہیں تھی جس پر عمل کر کے فیکٹری پر قبضہ کیا جا سکتا۔ جب تک اُن دو افراد کے بارے میں معلومات حاصل نہ ہو جائیں جن کے پاس ریموٹ کنٹرول تھے، فیکٹری پر قبضہ کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا... اور صرف معلومات حاصل کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ پانچوں ریموٹ کنٹرول قبضے میں لینے ضروری تھے۔ معلوم نہیں وہ دو افراد کون ہوں گے...؟ ممکن ہے وہ اسرائیل میں ہوں، یا اُن میں سے ایک اسرائیل میں ہو اور دوسرا دمشق میں ہی موجود ہو۔ اولیو اور ڈ نے معلوم نہیں کس قسم کا جال بچھا رکھا ہوگا۔ مجھے یقین تھا کہ شام کے سرکاری محکموں میں حکومتِ اسرائیل کے مخبر ضرور ہوں گے۔ ممکن ہے اُن میں سے کچھ افراد اولیو اور ڈ کے لیے بھی کام کرتے ہوں۔ مجھے اس بات کا پختہ یقین تھا کہ فیکٹری پر قبضہ کرنے کے لیے میں کتنا ہی خفیہ منصوبہ کیوں نہ بناؤں اُس کی اطلاع اُن دونوں میں سے کسی ایک فرد تک ضرور پہنچ جائے گی جن کے پاس بموں کو استعمال کرنے والے ریموٹ کنٹرول ہیں۔ جیسے ہی انھیں اطلاع ملے گی کہ فیکٹری کا راز افشا ہو گیا ہے اور اُس پر قبضہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، وہ ریموٹ کنٹرول کے ذریعے بم استعمال کر ڈالیں گے اور نتیجہ کیا نکلے گا۔ کم از کم سیکڑوں افراد مارے جائیں گے۔

"تمھیں کچھ اور پوچھنا ہے؟" لیونارڈ کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ ایک غیر متعلق آدمی تھا۔ نہ صرف غیر متعلق بلکہ وہ... مجرمانہ رجحان رکھنے کے علاوہ پیسے کی ہوس میں بھی مبتلا تھا۔ ڈینیل کی بتائی ہوئی جو باتیں اُس کے علم میں آ گئی تھیں وہ انھیں اپنے مفاد میں استعمال کرنے کی بھی کوشش کر سکتا تھا۔ اُس کا زندہ رہنا میری زندگی کے لیے خطرناک ہو سکتا تھا۔ مجھے اس بارے میں بھی فیصلہ کرنا تھا لیکن پہلے ڈینیل سے مکمل معلومات کا حصول بہت ضروری تھا۔

"فیکٹری کب سے کام کرنا شروع کرے گی؟" میں نے اپنی سوچوں سے باہر آتے ہوئے پوچھا۔

"ہم لوگ پرسوں شام کے لیے روانہ ہو جائیں گے ہتھیار ساز فیکٹری کا عملہ پہلے ہی وہاں پہنچ چکا ہے اس لیے وہ فیکٹری فوراً ہی کام شروع کر دے گی۔ دواؤں کی فیکٹری کا افتتاح ہمارے شام پہنچنے کے دو روز بعد ہوگا۔"

"دوا ساز فیکٹری میں وہاں کا مقامی عملہ بھی ملازم ہوگا یا تمام لوگ تمھارے ہوں گے۔"

"ہماری کوشش تو یہی ہے کہ تمام لوگ ہمارے ہی ہوں تاہم ایسا ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ شامی حکومت اپنے کچھ آدمیوں کی شمولیت پر ضرور اصرار کرے گی۔"

اس کے بعد بھی بڑی دیر تک ڈینیل سے ہاروت رابیل کے گروہ کے بارے میں کرید کرید کر سوالات کرتا رہا۔ سوال جواب کے اس سلسلے میں کوئی تین گھنٹے لگے اور تین کیسٹیں بھر گئیں۔ میں نے اُس سے ریموٹ کنٹرول کے بارے میں بھی معلوم کر لیا تھا جو اس کے کمرے میں موجود لاکر کے اندر محفوظ تھا۔

پیٹر، بڈ اور سلویا اس پورے عرصے بڑے سکون سے بیٹھے رہے۔ بلکہ وہ خاصی دلچسپی سے سب کچھ سن رہے تھے۔

بالآخر میں نے لیونارڈ سے سوال جواب کا سلسلہ ختم کرنے کو کہا۔

"اب تم صرف میری آواز سنو گے۔ میری کسی بات کا جواب نہیں دو گے اور جو کچھ میں کہوں اس پر عمل کرو گے۔" لیونارڈ نے ڈینیل کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔ "تم یوں ہی سوتے رہو گے اور نیند پوری ہونے پر اٹھو گے۔ جب تم جاگو گے تو تمھیں کچھ بھی یاد نہیں ہوگا۔ سونے کے دوران تم سے جو سوالات ہوئے تم انھیں فراموش کر چکے ہو گے۔"

کچھ دیر بعد ہم سب ڈائننگ روم میں آ گئے۔ لیونارڈ جانا چاہ رہا تھا مگر میں نے اصرار کر کے اُسے ناشتے پر روک لیا تھا تاہم میں نے موقع پا کر پیٹر کو ہدایت کر دی تھی کہ اب لیونارڈ کی زندگی ہمارے لیے خطرناک ہے اور اُس نے مجھ سے بے فکر ہو جانے کو کہا تھا۔

ناشتے کے بعد لیونارڈ نے اجازت چاہی اور پیٹر نے اُس سے کہا۔ "میں ڈرائیور سے کہہ دیتا ہوں، وہ تمھیں چھوڑ آئے گا۔" پیٹر اُسے ساتھ لے کر چلا گیا۔

"اس شخص کے علم میں بڑی خطرناک باتیں آ گئی ہیں چیف۔" بڈ نے کہا۔

"بے فکر رہو۔" میں نے پیٹر سے کہہ دیا ہے وہ لیونارڈ کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مناسب بندوبست کر دے گا۔"

"میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی مسٹر علی کہ انکل رابیل اتنی خوفناک سرگرمیوں میں ملوث ہوں گے۔" سلویا نے کہا۔

"پرواہ مت کرو، اب چند دنوں سے زیادہ کا کھیل نہیں بچا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہاروت رابیل کی موت کے بعد تم آزاد ہو جاؤ گی۔"

"کاش ایسا ہو سکے مسٹر علی، مجھے آزادانہ زندگی بسر کرنے کی بڑی تمنا ہے۔"

"بس تمھیں چند دن کے لیے روپوش رہنا پڑے گا۔ اس کے بعد تم ان لوگوں کی تباہی کی اطلاع سن لو گی۔"

"کیا تم ڈینیل کے ریموٹ کنٹرول کے ذریعے اس فیکٹری کو اُڑاؤ گے چیف؟" بڈ نے پوچھا۔

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے بڈ! لیکن وہ بعد کی بات ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ جس وقت میں ریموٹ کنٹرول استعمال کروں اُس وقت اس گروہ کے زیادہ سے زیادہ لوگ وہاں جمع ہوں۔ تاہم اس وقت تو تمھارے لیے ایک کام ہے۔"

"حکم کرو چیف!" بڈ نے مستعدی سے کہا۔ "بڈ تو پہلے ہی بے کاری کی وجہ سے بیزار بیٹھا ہے۔"

"ڈینیل کے چہرے کا ماسک تیار کر دو۔ مجھے دوسرے کام نمٹانے ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ کام ہو جائے۔"

"یہ کام میرے بس سے باہر ہے چیف۔" بڈ نے کہا۔ "تمھیں تو معلوم ہی ہے کہ میں میک اپ کا اتنا ماہر نہیں ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے بڈ! اور میں تم سے یہ نہیں کہہ رہا کہ پورا کام تم کرو گے۔ ظاہر ہے اُسے فائنل ٹچ تو میں خود دوں گا۔"

"تم اپنے چہرے کے نقوش تو تبدیل کر لو گے لیکن کیا تم اپنی آواز سے نہیں پہچان لیے جاؤ گے۔" سلویا نے کہا۔

"اس کا صحیح اندازہ تو تمھیں اس وقت ہو سکے گا جب میں ڈینیل کا میک اپ کر لوں گا۔" میں نے ڈینیل کی آواز کی نقل اُتاری اور سلویا مارے حیرت کے اُچھل پڑی۔

"یہ... یہ تم نے اپنی آواز کس طرح تبدیل کر لی؟" اُس نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"آدمی اگر آواز تبدیل کرنے کے فن سے ناواقف ہو تو میک اپ اپنی افادیت کھو بیٹھتا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد پیٹر آ گیا۔ "میں نے اُس کا مکمل انتظام کر دیا ہے۔" اُس نے بتایا۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے مطمئن انداز میں کہا۔ "اب تمھارے لیے میری یہ ہدایت ہے کہ جو کچھ تم نے ڈینیل کے منہ سے سُنا ہے اُسے یکسر فراموش کر دو۔"

"میں سمجھتا ہوں مسٹر ایلی یارہ" اُس نے پہلی بار مجھے میرے اصل نام سے مخاطب کیا۔

"یہ ہدایت میں نے محض احتیاطاً تمھیں دی ہے۔ دوسری بات یہ کہ تمھیں ان لوگوں کے انجام تک خود کو روپوش رکھنا ہو گا۔ کیا تم سلویا کی حفاظت کی ذمے داری قبول کر سکو گے؟"

"کیوں نہیں۔" پیٹر نے کہا۔ "یہ جب تک چاہیں میرے پاس رہیں۔ انھیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی لیکن مجھے آخر کتنے دن روپوش رہنا ہو گا؟"

"خواہ یہ روپوشی طویل ہی کیوں نہ ہو جائے لیکن احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ تم نہ صرف خود روپوش رہو بلکہ جیکسن کو بھی منظرِ عام پر سے ہٹا دو۔"

"ہماری اس روپوشی کا اختتام کب ہو گا۔ میرا مطلب ہے ہمیں کس طرح معلوم ہو گا کہ اب ہماری روپوشی کے دن ختم ہو گئے ہیں؟"

"ان لوگوں کو انجام تک پہنچانے کے فوراً بعد میں تمھیں مطلع کر دوں گا۔"

"میں تمھاری کامیابی کے لیے دل سے دُعا کروں گا مسٹر ایلی... اور معاف کرنا مسٹر ایلی۔"

"اور اب میں تمھیں ایک اور زحمت دوں گا سلویا۔ تم... ٹرانسمیٹر پر اولیو ہاورڈ سے رابطہ قائم کرو۔" میں اُسے آدھے گھنٹے تک سمجھاتا رہا کہ اُسے اولیو ہاورڈ سے کیا باتیں کرنی ہیں اور اُس کے کس سوال کے جواب میں کیا کہنا ہے۔ اس کے بعد میں اُسے اُس کی خواب گاہ میں لے گیا جہاں اُس کا ٹرانسمیٹر تھا۔ سلویا نے ٹرانسمیٹر پر اولیو ہاورڈ سے رابطہ قائم کر لیا۔ میری توقع کے عین مطابق دوسری طرف اولیو ہاورڈ نے خود کال ریسیو کی تھی اور یہ اس بات کی دلیل تھی کہ وہ بے حد پریشان تھا۔

"تم... تم کہاں سے بات کر رہی ہو، مطلع کیسا ہے؟" اولیو ہاورڈ کی آواز سے گہرا اضطراب جھلک رہا تھا۔

"نیویارک کا مطلع ابر آلود ہے جناب۔" سلویا نے کہا۔ یہ اُن کے درمیان طے شدہ کوڈ تھا جس کا مطلب تھا کہ سلویا نے یہ کال خود سے کی ہے، کسی کے دباؤ کے تحت نہیں کی۔ "مجھے نہیں معلوم میں کہاں ہوں۔"

"اس بات کا کیا مطلب ہوا سلویا؟" اولیو ہاورڈ کی غراہٹ سنائی دی۔

"وہ بہت محتاط ہے جناب! مجھے آنکھوں پر پٹی باندھ کر یہاں لایا گیا تھا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ اشد ضرورت کے بغیر کال مت کرنا۔ اس وقت تمھیں کال کرنے کی کیا ضرورت پڑ گئی؟"

"نکی فرار ہو گئی ہے جناب! اور وہ اس کے فرار کی وجہ سے بہت پریشان ہے۔ مجھے پہلے موقع نہیں ملا جناب ورنہ میں پہلے ہی آپ کو مطلع کر دیتی۔"

"اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ نکی فرار ہو گئی ہے، ممکن ہے وہ جھوٹ بول رہا ہو۔"

"وہ بہت پریشان ہے جناب! اُس کی پریشانی سے اندازہ ہوتا ہے کہ معاملہ بہت اہم ہے۔ اُس نے نکی کے بارے میں معلوم کرنے کے لیے البرٹ پر تشدد بھی شروع کر دیا ہے۔"

"اوہ! لیکن ایسی کیا بات ہے جس کی وجہ سے وہ البرٹ پر تشدد تک کرنے پر مجبور ہو گیا۔"

"اس کی باتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ نکی کسی ایسی بات سے واقف ہو گئی ہے جو اس کے علم میں نہیں آنی چاہیے تھی۔"

"وہ بہت چالاک ہے سلویا! ممکن ہے حقیقت کچھ اور ہو جسے چھپانے کے لیے وہ یہ سب کچھ کر رہا ہو۔"

"میں اُس کی قید میں ہوں۔ البرٹ اور ڈینیل بھی اُس کے قبضے سے نہیں نکل سکتے۔ اگر وہ چاہے تو ہمیں ختم بھی کر سکتا ہے۔ میں نہیں سمجھتی کہ وہ دکھاوے کے لیے کچھ کر رہا ہے۔"

"اوہ! کیا ڈینیل بھی وہیں ہے؟"

"جی ہاں! ڈینیل بھی یہیں ہے اور اُس نے ڈینیل پر بھی نکی کے سلسلے میں خاصا دباؤ ڈالا ہے۔"

"کیا وہ صرف نکی کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہا ہے یا کچھ اور بھی معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہے؟"

"ابھی تک تو اُس نے ان دونوں سے اس ایک بات کے علاوہ اور کچھ نہیں پوچھا۔ ہر پوچھ گچھ کے دوران اُس نے مجھے اپنے ساتھ ہی رکھا ہے۔"

"تب تو یہ امکان ہے کہ نکی واقعی کسی طرح اُس کی گرفت میں نکلنے میں کامیاب ہو گئی ہو گی۔"

"مجھے کہنا تو نہیں چاہیے جناب لیکن نکی کا راز افشا کر کے آپ سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ اُس وقت تک وہ نکی کو اپنا ہمدرد ہی سمجھ رہا تھا۔"

"جو کچھ ہوا اُسے بھول جاؤ۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "میرے لیے یہی بہت ہے کہ نکی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اور یہ فائدہ کیا کم ہے کہ تم اُس پر مسلط ہو۔"

"مجھے جو کچھ کرنا پڑ رہا ہے وہ میرے لیے بہت تکلیف دہ ہے جناب! اُس کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے مجھے خود اپنے لوگوں کے خلاف کام کرنا پڑ رہا ہے۔"

"وہ کس طرح؟" اولیو ہاورڈ کی چونکتی ہوئی آواز آئی۔

"میری ہی وجہ سے وہ عمارت میں داخل ہونے میں کامیاب ہوا تھا۔ اُس نے مجھے مجبور کیا تھا کہ میں گوشت کے زہریلے پارچے کتوں کو کھلاؤں۔"

"اوہ! تو یہ تم تھیں۔ اس بات پر تو میری ہاروت رابیل سے جھڑپ بھی ہو گئی تھی۔ میں نے اُسے کتوں کی کارکردگی پر طعنہ دیا تھا۔"

"یہ حقیقت ہے جناب کہ وہ کتے کسی اجنبی کے ہاتھوں سے کچھ نہیں کھاتے ہیں۔ اگر میں نہ ہوتی تو وہ کبھی عمارت میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔"

"تمھیں یہ بھی معلوم ہو گا کہ ڈینیل کے علاوہ وہ تہذیب ناظم اکیس کو بھی یہاں سے نکال لے گیا ہے۔"

"جی ہاں جناب! لیکن اُس نے مجھے صرف کتوں کے لیے استعمال کیا تھا۔ اس کے بعد اپنے ساتھی بڈ کے ساتھ مجھے واپس بھیج دیا تھا۔"

"اس کے باوجود تمھیں نہیں معلوم کہ تم کس مقام پر قید ہو؟"

"مجھے علاقے کا نام تک معلوم نہیں جناب! بڈ نے بھی میری آنکھوں پر رومال باندھ دیا تھا۔"

"اس کا مطلب ہے وہ تمھاری طرف سے مشکوک ہے سلویا! تمھیں کال کرنے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہیے تھا۔"

"میں یہاں قید نہیں ہوں جناب! عمارت میں آزادی سے گھوم پھر سکتی ہوں اور کال میں نے بہت دیکھ بھال کر کی ہے۔ رات بھر جاگنے کے بعد سب لوگ ابھی تھک کر سوئے ہیں۔ میں نے تو یہ سوچ کر کال کی ہے کہ شاید یہ اطلاع آپ کے لیے اہم ہو لیکن آپ کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے مجھ سے غلطی سرزد ہو گئی ہو۔"

"یہ بات نہیں ہے سلویا! تمھاری دی ہوئی اطلاع بہت اہم ہے لیکن اس سے بھی زیادہ ضروری ڈینیل کی رہائی ہے، تم تو اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر سکو گی۔"

"میں مسٹر ڈینیل کی اہمیت سے واقف ہوں جناب! اور اس بات سے خوف زدہ بھی ہوں کہ کہیں وہ مسٹر ڈینیل کی حقیقت سے باخبر نہ ہو جائے۔ اگر اُسے معلوم ہو جائے کہ مسٹر ڈینیل کتنے کارآمد آدمی ہیں تو اُن پر تشدد کی انتہا کر کے انکل کے بہت سے اہم راز اگلوا لے گا جو مجھے کسی صورت میں بھی گوارا نہیں ہے۔"

"شاباش سلویا! مجھے تم سے یہی اُمید تھی۔ مجھ سے غلطی یہ ہوئی کہ میں نے ہاروت رابیل کے حفاظتی انتظام پر اعتماد کر لیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا، تاہم اب میں نے سیکورٹی کے انتظامات اپنے ہاتھ میں لے لیے ہیں، اب کوئی عمارت میں داخل نہیں ہو سکے گا لیکن اس وقت سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ ڈینیل کو اس کی دست برد سے محفوظ رکھنا ہے۔"

"میں سمجھتی ہوں جناب،" سلویا نے کہا۔ "اور اس وجہ سے خود بھی بے حد تشویش میں مبتلا ہوں۔ میں وعدہ تو نہیں کر سکتی لیکن کوشش کروں گی کہ کسی طرح اُن دونوں کے کام آ سکوں۔"

"اس کوشش کے نتیجے میں تم خود بھی خطرے میں پڑ سکتی ہو۔" اولیو ہارڈی کی آواز آئی۔

"وہ تو میں اُسی وقت پڑ گئی تھی جناب جب اس کام کے لیے میرا انتخاب کیا گیا تھا۔ اب مجھے کسی خطرے کی پروا نہیں ہے۔ میری کوشش بہرحال یہی ہوگی کہ وہ دونوں یہاں سے نکل جائیں اور مجھ پر شبہ نہ کیا جا سکے۔"

"مجھے تم پر فخر ہے سلویا! تم ثابت کر رہی ہو کہ میں نے اس کام کے لیے تمھارا انتخاب کر کے غلطی نہیں کی ہے۔"

سلویا نے بہت بُرا سا منہ بنایا مگر جب وہ بولی تو اُس کے لہجے سے کسی قسم کی ناگواری ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔ "اگر میں اپنی جان دے کر بھی انکل رابیل کے کسی کام آ سکوں تو اسے اپنی خوش نصیبی تصور کروں گی۔"

"ایک بات اور سن لو۔ اگر تم محسوس کرو کہ ڈینیل کو رہا کرانا تمھارے لیے ممکن نہیں ہے تو انتظار کرنا اگر وہ اُس پر تشدد شروع کرے تو موقع دیکھ کر ڈینیل کو ٹھکانے لگا دینا۔"

اولیو ہارڈی کی اس بات نے سلویا کو سر سے پیر تک ہلا دیا۔ "یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکے گا جناب۔" اُس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اپنے انکل رابیل کو بچانے کے لیے تمھیں قربانی تو دینی ہی پڑے گی سلویا! اگر وہ ڈینیل کی زبان کھلوانے میں کامیاب ہو گیا تو یاد رکھو تمھارے انکل تباہ ہو جائیں گے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے جناب! مگر میرے پاس نہ تو کوئی ہتھیار ہے اور نہ ہی مجھے کوئی زہر میسر ہے۔ پھر میں اُسے کیسے ختم کر سکوں گی؟"

"کسی چیز کی ضرورت نہیں پڑے گی سلویا! بس بلیڈ کے ایک ٹکڑے سے کام ہو جائے گا۔ اُس کی شہ رگ کاٹ دینا باقی کام خود ہی ہو جائے گا۔"

"کیا اپنے آدمی کو مار دینے کی بہ نسبت یہ بہتر نہیں ہے کہ میں علی یار خاں کو ہی ٹھکانے لگا دوں؟"

"ایسی حماقت کرنے کی کوشش ہرگز مت کرنا۔" اولیو ہارڈی کی آواز میں تنبیہہ تھی۔ "ورنہ نتائج کی ذمے دار تم خود ہو گی۔"

"میں اُس سے بہت قریب ہوں جناب! ممکن ہے مجھے کوئی ایسا موقع مل ہی جائے جب میں اُس پر کاری وار کر سکوں۔"

"تم اُسے مجھ سے زیادہ نہیں جان سکتیں۔ وہ کسی کی طرف سے بھی مطمئن ہونے والا آدمی نہیں ہے۔ تم بلاوجہ اپنی جان سے جاؤ گی اور اس وقت میری بساط پر سب سے اہم مہرہ تم ہو۔"

"مجھے اتنی اہمیت مت دیجیے جناب! میں اپنی حقیقت سے بخوبی واقف ہوں۔"

"اس وقت میرے لیے سب سے زیادہ اہمیت اس بات کی ہے کہ اُس کی نقل و حرکت سے باخبر رہوں اور یہ کام تمھارے علاوہ کوئی اور نہیں کر سکتا۔"

"میں کوشش کروں گی جناب کہ آپ کی ہدایات پر کاربند رہوں۔" سلویا نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور اولیو ہارڈی نے اپنی ہدایات ایک بار پھر دہرانے کے بعد سلسلہ منقطع کر دیا۔

"میری پرفارمنس کیسی رہی؟" ٹرانسمیٹر آف کرنے کے بعد سلویا نے مسکرا کر مجھ سے پوچھا۔

"بہت شاندار۔" میں نے جوابی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔ "اب تم سو جاؤ، تمھارے حصے کا بقیہ کام میں تمھیں بعد میں بتاؤں گا۔"

میں نے بڈ اور پیٹر کو بھی سونے کی اجازت دے دی۔ وہ رات بھر کے جاگے ہوئے تھے اس لیے انھوں نے کوئی تعرض نہیں کیا۔ پھر تہذیب پر ایک نظر ڈالتا ہوا پیٹر کے بنگلے سے نکل آیا۔ تہذیب بے خبر سو رہی تھی اور اس کے چہرے پر سکون و اطمینان بکھرا ہوا تھا۔ ڈینیل کی طرف سے بھی مجھے اطمینان تھا کہ وہ فرار نہیں ہو سکے گا اور البرٹ کے لیے بھی میں نے ہدایت کر دی تھی کہ اُس پر وقفے وقفے سے تشدد کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔

میرا رُخ شام کے کونسلیٹ کی طرف تھا۔ قونصل سے ملنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ اُس نے فوراً ہی مجھے اپنے آفس میں بلوا لیا تھا۔

"آپ کو دوبارہ اپنے آفس میں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔" اُس نے مجھے بٹھاتے ہوئے خوش اخلاقی سے کہا۔ "اُمید ہے آپ نے مسٹر پارکنسن سے متعلق اپنی رائے تبدیل کر لی ہوگی۔"

"غلط فہمیاں دور ہونے کے لیے ہی ہوتی ہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "تاہم اس وقت میں ایک ذاتی کام کے لیے آپ کے

پاس آیا ہوں۔"

"میری خوش قسمتی کہ آپ کو مجھ سے کوئی کام پڑا۔"

"مجھے ایک تعارفی خط عنایت کر دیجیے جس میں آپ ذاتی طور پر تصدیق کریں کہ میں علی یار خاں ہوں اور ڈینیل گراہم نامی شخص کے میک اَپ میں ہوں۔"

"خیریت تو ہے؟" اُس نے مجھے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں ڈینیل گراہم کے میک اَپ میں شام جاؤں گا۔ وہاں اپنی شخصیت ظاہر کیے بغیر میں اعلیٰ حکام تک رسائی حاصل نہیں کر سکوں گا۔ آپ کے خط کے ذریعے میرا کام آسان ہو جائے گا۔"

"میں آپ کو خط دیے دیتا ہوں لیکن اگر کوئی حرج نہ ہو تو یہ بھی بتا دیں کہ آپ کس مشن پر کام کر رہے ہیں؟"

"مسٹر پارکنسن کی دواساز فیکٹری میرا ٹارگٹ ہے۔ میں نے کچھ ٹھوس ثبوت بھی حاصل کر لیے ہیں جنھیں قبل از وقت ظاہر کرنے سے کھیل بگڑنے کا اندیشہ ہے لیکن خدارا آپ اپنے رویے سے کوئی غیر معمولی بات ظاہر نہ ہونے دیجیے گا ورنہ مجھے پھر اُن لوگوں کو گھیرنے کے لیے معلوم نہیں کیا کیا جتن کرنے پڑیں گے۔"

قونصلیٹ نے مجھے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے مجھے دیوانہ سمجھتا ہو تاہم اُس نے مجھے تعارفی خط دے دیا۔ اس کے آفس سے نکل کر میں بازار گیا جہاں سے میں نے ماسک تیار کرنے کے لیے ضروری سامان خریدا اور پھر پیٹر کے بنگلے پر واپس آ گیا۔ ماسک تیار کرنے کا سامان میں نے بڈ کے کمرے میں چھوڑا تاکہ وہ اُٹھنے کے بعد ماسک تیار کرنا شروع کر دے اور میں خود اپنے بیڈ روم میں پہنچ گیا۔ تہذیب جاگ رہی تھی اور اُس کی حالت خاصی بہتر دکھائی دے رہی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرائی۔ "رات تم کہاں سوئے تھے؟" اُس نے پوچھا۔

"سویا کہاں تھا۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "اب سونے کا ارادہ ہے۔ جاگتے جاگتے آنکھیں جلنے لگیں۔"

"تب تو تم فوراً سو جاؤ۔" تہذیب نے تشویش سے کہا۔ "تمھارے ساتھ مشکل یہ ہے کہ تم کام میں اُلجھتے ہو تو آرام کی طرف سے بے نیاز ہو جاتے ہو۔ تمھیں اپنی یہ عادت تبدیل کرنی چاہیے۔"

"اب تبدیل کر لوں گا۔" میں نے بیڈ پر لیٹتے ہوئے بڑے خلوص سے کہا اور آنکھیں موند لیں۔ نیند کی مہربان دیوی نے مجھے فوراً ہی اپنی آغوش میں لے لیا۔

شام چار بجے کے قریب میری آنکھ کھلی۔ بھرپور نیند لینے کے بعد میں ازسرِنو چاق و چوبند ہو گیا تھا۔ رہی سہی کسر نہا کر پوری ہو گئی۔ تہذیب بیڈ روم میں موجود نہیں تھی۔ وہ مجھے کمرۂ نشست میں ملی جہاں اُس کے ساتھ سلویا اور پیٹر بھی موجود تھے۔

"تم تو کہہ رہی تھیں کہ تہذیب کی حالت بہت خراب ہے۔" میں نے سلویا سے کہا۔

"میں کیا کہہ رہی تھی، تم نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا... اور اب بھی کہہ رہی ہوں کہ انھیں پوری طرح فٹ ہونے میں کم از کم ایک ہفتہ لگے گا۔ اس وقت تو خیر دواؤں نے انھیں سہارا دے رکھا ہے۔"

"بڈ نظر نہیں آ رہا، وہ کہاں ہے؟" میں نے پوچھا۔

"وہ بیڈ روم میں ہی ہے۔" پیٹر نے جواب دیا۔ "تمھارے لیے ماسک تیار کر رہا ہے۔"

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور بیٹھ گیا۔ "اور ڈینیل کا کیا حال ہے؟"

"تمھاری ہدایت کے مطابق اُسے بیڈ روم میں ہی قید رکھا گیا ہے۔ کچھ دیر پہلے میں اُس کے کمرے میں گیا تھا تو وہ لیونارڈ کو پوچھ رہا تھا۔ میں نے اُس سے کہا کہ انھیں اچانک ایک ضروری کام سے نیویارک سے باہر جانا پڑ گیا ہے اور کل شام سے قبل اُن کی واپسی نہیں ہو سکے گی۔"

میں نے اُن لوگوں کے ساتھ چائے پی اور پھر بیڈ روم میں بڈ کے پاس پہنچ گیا۔ وہ ماسک تیار کر رہا تھا۔ میں بھی اُس کے ساتھ شامل ہو گیا۔ ماسک تیار کرنا بڑی مہارت کا کام تھا۔ بڈ کی مدد سے میں نے چھ گھنٹے مسلسل کام کر کے ماسک مکمل کر لیا۔

ماسک مکمل کرنے کے بعد میں نے اُسے اپنے چہرے پر فٹ کیا اور بڈ کے ساتھ بیڈ روم سے باہر آ گیا۔ سلویا، تہذیب اور پیٹر کھانے کے لیے ڈرائنگ روم کی طرف جا رہے تھے۔ مجھے دیکھ کر پیٹر اچھل پڑا اور اُس نے فوراً اپنی جیب سے ریوالور نکال لیا۔

"تم بیڈ روم سے باہر کس طرح نکلے؟" وہ غرایا لیکن پھر اس کی نظر بڈ پر پڑی جو بڑے سکون سے کھڑا تھا۔ "یہ کیا ماجرا ہے مسٹر بڈ! کیا آپ اُسے نکل جانے دیں گے؟"

"ہاں۔" بڈ کے بجائے میں نے جواب دیا مگر میں ڈینیل کی آواز میں بولا تھا۔ "مسٹر الیگ نے مجھے جانے کی اجازت دے دی ہے۔"

پیٹر گومگو کی کیفیت میں مبتلا ہو گیا اور بڈ نے جلدی سے کہا۔ "مسٹر ڈینیل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ چیف نے انھیں رہا کر دیا ہے۔"

سلویا کے چہرے پر پریشانی بکھر گئی تھی مگر تہذیب کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اُس نے پیٹر سے مخاطب ہو کر کہا: "علی عمان کا میک اپ کرتے ہیں۔"

"میک اپ؟" پیٹر نے حیرت سے کہا۔ "یقین نہیں آتا کہ یہ ڈینیل نہیں ہیں۔"

"تو اب یقین کر لو۔" میں نے ماسک اُتارتے ہوئے کہا اور پیٹر کے ساتھ سلویا کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئیں۔

"مجھے یقین ہے کہ اس میک اپ میں انھیں اسٹل رابیل بھی نہیں پہچان سکیں گے۔"

"چلو اب کھانا کھائیں۔" میں نے کہا۔ "صبح سے اب تک میں نے کچھ نہیں کھایا ہے۔"

کھانے کے دوران میں نے پیٹر اور تہذیب کو ضروری ہدایات دیں جن میں پیٹر کے لیے یہ ہدایت بھی شامل تھی کہ وہ ڈینیل کے نام آسٹریلیا سے ایک ٹیلی گرام بھجوانے کا بندوبست کرے اور پیٹر نے کہا تھا کہ اس کے لیے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ وہ زیادہ سے زیادہ کل شام تک یہ کام کر لے گا۔

کھانے کے بعد میں تہذیب کے ساتھ بیڈ روم میں آ گیا۔ تہذیب کے جسم کے زخم مندمل ہونا شروع ہو گئے تھے تاہم مکمل صحت یابی میں کچھ نہ کچھ وقت ضرور لگتا۔

بیڈ روم میں آ کر میں نے تہذیب سے اولیو ہاورڈ کو فون کرنے کو کہا اور میری ہدایت کے مطابق اُس نے اولیو ہاورڈ کو فون کیا۔ فون نمبر ڈینیل سے حاصل کیے گئے تھے اور میں نے اس سے یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ وہاں ایسا کوئی بندوبست نہیں ہے جس کے ذریعے کال ٹریس کی جا سکے۔

دوسری طرف سے فون کسی اور نے اٹھایا تھا۔ تہذیب نے اس سے اولیو ہاورڈ کو بلانے کے لیے کہا جس پر جواب ملا کہ وہاں اس نام کا کوئی آدمی نہیں رہتا۔

"میں لکی ہاورڈ بات کر رہی ہوں گدھے۔" تہذیب نے دانت پیس کر کہا۔ "کیا تم میری آواز نہیں پہچان رہے۔ فوراً ڈیڈی کو بلاؤ۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

پھر ایک منٹ سے بھی کم عرصے میں اولیو ہاورڈ لائن پر آ گیا۔ میں تہذیب کے سر سے سر جوڑے ریسیور کے ایئر پیس سے کان لگائے کھڑا تھا تاکہ دوسری طرف سے کہی جانے والی ہر بات اپنے کانوں سے سُن سکوں۔

"ہیلو، کون بات کر رہا ہے؟" اولیو ہاورڈ کی محتاط آواز سُنائی دی۔

"میں لکی بات کر رہی ہوں ڈیڈی۔" تہذیب نے گھبرائے ہوئے لہجے میں لکی کی آواز کی نقل اُتارتے ہوئے کہا۔ "میں واشنگٹن سے بات کر رہی ہوں۔ فارمولوں کا کچھ سراغ مل گیا ہے اور میں ایک شخص کے تعاقب میں ہوں۔ موقع ملا تو... دوبارہ فون کر کے تفصیل سے بتاؤں گی۔"

"مجھے ابھی تفصیل سے بتاؤ تم کہاں ہو اور کیا کر رہی ہو؟" اولیو ہاورڈ نے سخت لہجے میں کہا۔

"اوہ! وہ نکل جائے گا ڈیڈی! گھبرائیے گا مت، میں پھر فون کروں گی۔ خدا حافظ ڈیڈی۔" تہذیب نے جواب سُنے بغیر ریسیور رکھ دیا۔

"تمھاری وجہ سے بڑی آسانی ہو گئی۔" میں نے کہا۔ "ورنہ یہ کام جو تم نے کیا ہے ناممکن ہی تھا مگر اب تم کہہ رہی ہو کہ مجھ سے علیحدہ رہ کر کام کرو گی۔"

"ہاں علی! یہ ضروری ہے۔ لیکن میں اپنی سرگرمیوں سے جنرل ٹیرس کو باخبر رکھوں گی۔ تمھیں جب بھی میری ضرورت محسوس ہو اُسے اطلاع کر دینا۔ میں تم تک پہنچ جاؤں گی۔"

"جیسی تمھاری مرضی تہذیب۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "میں اپنا پروگرام تمھیں بتا ہی چکا ہوں۔ اُس میں کسی اور کی گنجائش ویسے بھی نہیں نکلتی۔"

"ہمیں اب علیحدہ رہ کر ہی کام کرنا ہو گا علی تاکہ فلسطین کی آزادی کے لیے مختلف سمتوں میں کام کر سکیں۔ ہماری مستقل یکجائی ویسے بھی فلسطین کی آزادی کے ساتھ مشروط تھی۔"

"ٹھیک ہے تہذیب! ہم دونوں اس وقت کا انتظار کریں گے۔ اب میں دو گھنٹے کے لیے سونا چاہتا ہوں تاکہ ڈینیل کے روپ میں یہاں سے فرار ہوتے وقت پوری طرح تازہ دم رہوں۔"

میں سو گیا اور تہذیب جاگتی رہی۔ اُس نے ٹھیک دو گھنٹے بعد مجھے اُٹھا دیا۔ میں نے ڈینیل کا ماسک اپنے چہرے پر فٹ کیا اور حرکت میں آ گیا۔ میں نے سلویا کو پہلے ہی سب کچھ سمجھا دیا تھا۔ پیٹر اور اُس کے آدمی کھیلے جانے والے ڈرامے کے لیے پوری طرح تیار تھے۔

ڈینیل کے میک اپ میں میں سلویا کے ساتھ اُس کمرے میں داخل ہوا جہاں البرٹ بند تھا۔ وہ غشی کی کیفیت میں تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور اوپری برہنہ جسم پر نیل ہی نیل دکھائی دے رہے تھے۔ اُس کے حلق سے کراہیں خارج ہو رہی تھیں۔ میں نے اُسے جھنجھوڑ کر بڑی مشکل سے ہوش میں لایا۔

"اٹھو البرٹ! سلویا نے ہماری رہائی کا بندوبست کر دیا ہے۔ ہمیں فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

البرٹ بوکھلائے ہوئے انداز میں اُٹھ بیٹھا۔ اُس کا ذہن پوری طرح کام نہیں کر رہا تھا اس لیے بات اُس کی سمجھ میں ذرا مشکل سے آئی۔ لیکن جب بات سمجھ میں آ گئی تو وہ لڑکھڑاتا ہوا

اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس کے بندھے ہوئے ہاتھ میں پہلے ہی کھول چکا تھا۔

میں نے اُسے سہارا دے کر کمرے سے باہر نکالا جہاں راہداری میں مسلح محافظ دیوار سے ٹیک لگائے سو رہا تھا۔ البرٹ اُس کی طرف جارحانہ انداز میں بڑھا تھا مگر میں نے اُسے سختی سے روک دیا۔ پھر سلویا کی رہنمائی میں ہم ڈینیل کی کار تک آ گئے جس کے اگنیشن میں کار کی چابیاں جھول رہی تھیں۔ ڈینیل کو کار میں بٹھا کر میں نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ سلویا نے جا کر گیٹ کھولا تھا۔ گیٹ پر موجود محافظ گیٹ کے ساتھ بنے کیبن میں خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے۔

"تمھارا اوپری جسم برہنہ ہے البرٹ اور تم زخمی بھی ہو۔ اگر تم عقبی نشست پر لیٹ جاؤ تو بہتر ہے ورنہ کسی نے دیکھ لیا تو ہم مشکل میں بھی پڑ سکتے ہیں۔"

البرٹ نے بے چون و چرا میرے کہنے پر عمل کیا۔ اُسے لٹانے سے میرا مقصد یہ تھا کہ وہ پیٹر کے بنگلے کا محل وقوع نہ سمجھ پائے۔ اس کے باوجود میں نے مرکزی سڑک پر نکلنے کے لیے خاصا پیچیدہ راستہ اختیار کیا۔ میں نے سلویا کو ہدایت کر دی تھی کہ ہمارے نکلنے کے بعد اولیو ہاورڈ کو ہمارے فرار سے مطلع کر دے تاکہ وہ ہمارے استقبال کے لیے تیار رہے۔

میری توقع کے عین مطابق عمارت کے گیٹ پر مسلح افراد ہمارا انتظار کر رہے تھے۔ گیٹ کے باہر کار روکتے ہی وہ تیزی سے کار کی طرف جھپٹے اور انھوں نے کار کے اندر جھانک کر دیکھا۔

"دیکھ کیا رہے ہو۔" میں نے غرا کر کہا۔ "گیٹ کھولو۔ البرٹ زخمی ہے اور اُسے طبی امداد کی ضرورت ہے۔"

انھوں نے گیٹ کھول دیا اور میں نے کار عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل کر دی۔ سب سے بڑا خطرہ مجھے کتوں کی طرف سے تھا۔ انھیں میک اپ کے ذریعے دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ کمپاؤنڈ میں کتے نہ دیکھ کر میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔

عمارت کے دروازے پر اولیو ہاورڈ اور ہاروت رابیل دونوں ہی موجود تھے۔ البرٹ کو اسٹریچر پر اندر بھجوانے کے بعد وہ میری طرف متوجہ ہوئے۔

"تم خوش قسمت ہو کہ اُس کے قبضے سے صحیح سلامت نکل آئے۔" اولیو ہاورڈ نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میری خوش قسمتی سے زیادہ اس میں آپ کی پلاننگ کا دخل تھا۔" میں نے کہا پھر دفعتاً چونک کر بولا۔ "لیکن میری سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ عمارت میں داخل کس طرح ہو سکا۔ کیا کتے نہیں تھے؟" میں نے چونک کر ادھر اُدھر دیکھا۔ "آج بھی کتے نظر نہیں آ رہے۔ یہ تو بڑی غیر مناسب بات ہے۔"

"آؤ، اندر چل کر بات کریں گے۔" ہاروت رابیل نے کہا اور ہم عمارت کی پہلی منزل پر اُسی کمرے میں آ گئے جہاں اس عمارت میں پہلی بار اُن دونوں سے میری ملاقات ہوئی تھی۔

"جانوروں کو دھوکا دیا جا سکتا ہے۔" اولیو ہاورڈ نے کمرے میں بیٹھنے کے بعد کہا۔ "اس لیے اُن کی چھٹی کر دی گئی ہے۔"

پھر میرے مزید استفسار پر اُس نے مجھے بتایا کہ عمارت میں داخل ہونا کس طرح ممکن ہو سکا تھا۔

"اب اُس سے انتقام لینے کے لیے آپ نے کیا منصوبہ بنایا ہے؟" میں نے اولیو ہاورڈ سے پوچھا۔

"اب ہم اُس سے اُلجھنے کی حماقت نہیں کریں گے۔ ہمیں شام جا کر فیکٹری کے معاملات بھی دیکھنے ہیں۔"

اُس نے مجھے لکی کی خیریت سے بھی مطلع کیا جس پر میں نے مسرت کا اظہار کیا۔ دونوں میں سے ایک کو بھی مجھ پر شبہ نہیں ہو سکا تھا۔ پھر اولیو ہاورڈ نے اچانک ہی سوال کیا۔ "تم اس عمارت تک دوبارہ پہنچ سکتے ہو جہاں سے فرار ہوئے ہو؟"

"مجھے اتنا ہوش ہی نہیں تھا جناب کہ راستوں کا خیال رکھ سکتا۔ میرے ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے تھے اور مجھے یہی دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کسی بھی لمحے میرے فرار کا راز کھل جائے گا۔ میں نے اندھا دھند ڈرائیونگ کی جناب اور سڑک سے زیادہ میری نگاہیں عقب نما پر لگی رہیں۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے میرا تعاقب شروع ہو جائے گا۔ مجھے تو یہ بھی یاد نہیں کہ کن راستوں سے گزر کر شہر سے باہر نکلا تھا۔"

"تم سے یہ توقع نہیں تھی۔" ہاروت رابیل نے ملامت آمیز لہجے میں کہا۔ "آدمی کو اپنے حواس میں رہنا چاہیے۔"

"ایسے مواقع پر بعض اوقات فیلڈ ورکر تک اپنے اوسان بحال نہیں رکھ پاتے۔" اولیو ہاورڈ بولا۔ "یہی بہت ہے کہ ڈینیل بچ گیا ورنہ اگر وہ اس کی زبان کھلوا لیتا تو ہم بڑے خطرے میں گھر جاتے۔"

"وہ تو لکی ہاورڈ کے سوا کچھ اور پوچھ ہی نہیں رہا تھا۔ جناب! کیا وہ بھی بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئی ہیں؟"

"ہاں ڈینیل! چند لمحے قبل اُس نے مجھے واشنگٹن سے کال کی تھی۔ اُس کے ہاتھ کچھ سراغ لگ گیا ہے اور وہ اُس پر کام کر رہی ہے۔"

"شکر ہے جناب!" میں نے پُر مسرت انداز میں کہا۔ "یہ تو ایک بہت بڑی خوش خبری ہے۔"

"لیکن وہ انتہائی احمق ہے۔ اُس نے مجھے تفصیل نہیں بتائی۔ وہ اپنے طور پر کام کرنا چاہتی ہے۔ کہیں کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"انھیں ابھی کامیابی کی نوید سنانی ہے جناب! ورنہ وہ آپ سے ضرور مدد طلب کریں اور سب سے بڑھ کر خوشی کی بات تو یہ ہے کہ علی کو قدم قدم پر ہزیمت اُٹھانی پڑ رہی ہے۔"

"اب ہم اُسے دھوکے میں رکھ کر شام چلے جائیں تو پھر وہ ہمارا سراغ کبھی نہیں لگا سکے گا۔" اولیور ہارڈ نے کہا اور میں نے ایک زوردار جماہی لی۔

"جی ہاں جناب! میرے خیال میں بھی بہتر یہی ہے کہ اب ہم چپ چاپ یہاں سے نکل جائیں۔"

"تمھیں نیند آ رہی ہوگی ڈینیل۔" ہاروت راہیل نے کہا۔ "تم آرام کرو، ہم بھی اب سو جائیں گے۔"

اُن سے رخصت ہو کر میں نچلی منزل پر واقع ڈینیل کے کمرے میں آ گیا۔ فوری طور پر سرگرم ہو جانا مناسب نہیں تھا اس لیے میں اطمینان سے لیٹ کر سو گیا۔ سونے سے قبل میں اندر سے دروازہ بند کرنا نہیں بھولا تھا۔

اگلا پورا دن میں نے ڈینیل کے انداز میں گزارا۔ اُس سے حاصل کی ہوئی معلومات قدم قدم پر کام آ رہی تھیں۔ وہاں موجود ہر شخص کو میں نے ڈینیل کے بیان کردہ حلیے کی روشنی میں پہچان کر اُسے اُس کے نام سے مخاطب کیا تھا اور ہر ایک سے اسی انداز میں ملا تھا جس طرح ڈینیل ملتا تھا۔

شام کو ہاروت راہیل نے مجھے اپنے کمرے میں بلوایا۔

"آسٹریلیا سے تمھارے نام ٹیلی گرام آیا ہے۔ تمھاری آنٹی بسترِ مرگ پر ہیں۔"

"وہ میری اکلوتی خالہ ہیں جناب! میں کافی عرصے سے اُن سے ملنا چاہ رہا تھا۔"

"اگر تمھارا اُن سے ملنا ضروری ہے تو تم جا سکتے ہو۔"

"ضروری تو شام جانا بھی ہے۔" میں نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"تم آسٹریلیا سے ہوتے ہوئے وہاں آ جانا۔ میں نے اولیور ہارڈ سے پوچھ لیا ہے۔ اُسے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

تمام ضروری تیاریاں کر کے اگلے روز شام کے وقت میں آسٹریلیا کے لیے پرواز کر گیا۔ اولیور ہارڈ نے میری بحفاظت روانگی کے لیے خصوصی انتظامات کیے تھے۔ اُس کے خیال میں میرا آسٹریلیا ہوتے ہوئے شام جانا زیادہ بہتر تھا۔ وجہ صرف یہ تھی کہ میں، علی یار خان، کی نظروں میں آ چکا تھا اور کسی مرحلے پر میری وجہ سے کوئی خرابی پیدا ہو سکتی تھی۔

آسٹریلیا کے شہر سڈنی کے ایک ہوٹل میں میں نے بہت مختصر سا قیام کیا۔ میرے پاس ایک چھوٹے سے سفری سوٹ کیس کے علاوہ صرف ایک بریف کیس تھا جس میں ڈینیل کے اعترافات کی کیسٹیں اور وہ ریموٹ کنٹرول تھا جس کے ذریعے اسلحہ ساز فیکٹری کو تباہ کیا جا سکتا تھا۔

سڈنی سے شام کے لیے روانہ ہونے والی پہلی فلائٹ سے میں دمشق کے لیے روانہ ہو گیا۔ یہ اطمینان میں پہلے ہی کر چکا تھا کہ میری نگرانی نہیں کی جا رہی ہے۔

دمشق میں کئی گھنٹے کی کوششوں کے بعد وزیرِ دفاع سے میری ملاقات ممکن ہو سکی۔ اس ملاقات میں قونصلیٹ کے تعارفی خط کو خاصا دخل تھا۔ اگر وہ خط میرے پاس نہ ہوتا تو اتنی آسانی سے اُن سے ملاقات کبھی نہ ہو پاتی۔ وزیرِ دفاع جس انداز سے مجھ سے ملے اُس کی وجہ سے میں خاصا شرمندہ ہوا۔ میں تو ایک معمولی سا آدمی تھا جسے وہ اتنی عزت دے رہے تھے۔

"دمشق سے تین کلومیٹر کے فاصلے پر تعمیر شدہ اسلحہ ساز فیکٹری میری آپ سے ملاقات کا سبب بنی ہے۔" میں نے اُن کے قیمتی وقت کے پیشِ نظر فوراً ہی مطلب کی بات شروع کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کے منہ سے اس فیکٹری کے بارے میں سُن کر مجھے سخت حیرت ہوئی ہے علی۔" وزیرِ دفاع نے کہا۔

"بہت رازداری برتنے کی ضرورت ہے جناب! یہ بات تنہائی میں بھی آپ کے منہ سے نہ نکلے کہ اُس فیکٹری کے نیچے ایک اسلحہ ساز فیکٹری تعمیر کی گئی ہے۔"

"آپ کے منہ سے نکلی ہوئی بات آسانی سے نظر انداز نہیں کی جا سکتی۔" انھوں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تاہم آپ کسی بڑی غلط فہمی کا شکار معلوم ہوتے ہیں۔"

"میں ثبوت سمیت حاضر ہوا ہوں جناب!" میں نے بریف کیس سے کیسٹ اور ٹیپ ریکارڈر نکالتے ہوئے کہا۔ یہ کیسٹ وہ تھی جس میں فیکٹری سے متعلق ڈینیل کے انکشافات تھے۔ میں نے بالکل ابتدا سے کیسٹ چلا دی۔ ابتدا میں تو وزیرِ دفاع کے چہرے سے قدرے بیزاری ظاہر ہو رہی تھی لیکن رفتہ رفتہ اُن کے چہرے سے دلچسپی ظاہر ہونے لگی اور پھر اس دلچسپی کی جگہ تشویش نے لے لی۔

"اب آپ کیا فرماتے ہیں جناب؟" میں نے فیکٹری کے بارے میں ڈینیل کے اعترافات مکمل ہونے پر ٹیپ ریکارڈر آف کرتے ہوئے کہا۔

"تم فوری طور پر ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ سے مل لو۔ اس معاملے کا فیصلہ وہی کر سکے گا۔" انھوں نے ہاٹ لائن پر... انٹیلی جنس کے سربراہ سے رابطہ قائم کرتے ہوئے کہا۔

آدھے گھنٹے بعد میں ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ کے دفتر میں بیٹھا تھا۔ اُس نے پوری توجہ سے میری باتیں سنیں اور پھر خود وہ کیسٹ بھی سُنی۔

"آپ کے پاس اس سلسلے میں کیا تجویز ہے؟" اُس نے پُرسکون انداز میں مجھ سے پوچھا۔

"میرے پاس ریموٹ کنٹرول موجود ہے۔ مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں تھی اور میں نے محض اس لیے آپ لوگوں سے رابطہ کیا ہے کہ مقامی طور پر کسی کا کوئی نقصان نہ ہونے پائے۔"

"ٹھیک ہے، ہم انتظامات کر لیں گے۔" اس نے بے تابی سے کہا۔ "کون سا وقت مناسب رہے گا؟"

"کل وہ یہاں پہنچیں گے اور شاید ایک آدھ روز میں ہی وہ فیکٹری کا باقاعدہ افتتاح کریں گے۔ بس وہی وقت مناسب رہے گا۔ اُس وقت [illegible] موجود ہوں گے۔"

"اس وقت وہاں ہمارے آدمی بھی تو موجود ہوں گے۔ ممکن ہے کوئی وزیر اس کا افتتاح کرے۔"

"وزیرِ صنعت و تجارت۔" میں نے کہا۔ "ہم وزیرِ موصوف کے پہنچنے سے قبل ہی ریموٹ کنٹرول استعمال کر ڈالیں گے۔ اوقات کا تعین میں آپ پر چھوڑتا ہوں۔"

اس کے بعد دو روز میں سرکاری مہمان کی حیثیت سے رہا۔ یہ معاملات بے حد خفیہ رکھے گئے تھے اور چند خاص افراد کے سوا کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ حتیٰ کہ وزیرِ صنعت و تجارت تک کو بے خبر رکھا گیا تھا۔

تیسرے روز شام چھ بجے فیکٹری کا افتتاح ہونا تھا۔ ہم نے سارے معاملات طے کر لیے تھے۔ ملٹری انٹیلی جنس کے سربراہ کرنل سعید نے پانچ بجے مجھ سے روانہ ہونے کو کہا اور ہم سادہ نمبر پلیٹ والی ایک کار میں بیٹھ کر فیکٹری کی طرف روانہ ہو گئے۔ کار میں ٹرانسمیٹر نصب تھا جس پر کرنل سعید کو ایک ایک لمحے کی اطلاع مل رہی تھی۔

"میں نے تصدیق کر لی ہے۔ تمام افراد فیکٹری کے اندر موجود ہیں اور ہمارا کوئی آدمی اس وقت وہاں موجود نہیں ہے۔" کرنل سعید نے راستے میں مجھے بتایا۔

آدھے گھنٹے میں ہم فیکٹری سے ایک میل کے فاصلے پر موجود تھے۔ کرنل سعید نے جھاڑیوں کے ایک جھنڈ کے پاس کار روکی تھی۔

"آپ ریموٹ کنٹرول نکال لیں علی! کسی وقت بھی اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔"

میں نے پاکٹ ٹرانسمیٹر سائز کا ریموٹ کنٹرول نکال کر ہاتھ میں لے لیا۔ پانچ ہی منٹ بعد ٹرانسمیٹر پر اطلاع ملی کہ وزیرِ صنعت فیکٹری آنے کے لیے روانہ ہو رہے ہیں۔

"بس علی! یہی موقع ہے۔ اب ہم مزید انتظار نہیں کریں گے۔ بسم اللہ کر کے اسے استعمال کیجیے۔"

میں نے ڈینیل کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ریموٹ کنٹرول کے مختلف بٹن دبائے اور پھر سانس روک کر فیکٹری کی طرف دیکھنے لگا۔ کرنل سعید کی نگاہیں بھی فیکٹری پر مرکوز تھیں۔

ایک منٹ گزرا۔ دو منٹ گزرے اور پھر تین منٹ بھی گزر گئے مگر کچھ نہیں ہوا۔ کرنل نے بے یقینی سے میری طرف دیکھا مگر میں کیا کرتا۔ میرے ماتھے پر تو پسینے کے قطرے اُبھر آئے تھے۔

"شاید ریموٹ کنٹرول استعمال کرنے میں مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا مگر جو کچھ میں نے کہا تھا مجھے اُس پر یقین نہیں تھا۔

"ممکن ہے ڈینیل نے صحیح طریقہ نہ بتایا ہو۔" کرنل سعید نے کہا مگر اُس کے لہجے سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنا اضطراب چھپانے کی پوری کوشش کر رہا ہے۔

"اب تو کچھ بھی ممکن ہے جناب!" میں نے متزلزل لہجے میں کہا۔ "میں دوبارہ کوشش کرتا ہوں۔"

میں نے دوبارہ کوشش کی اور جب اس بار بھی کچھ نہیں ہوا تو میرے ذہن پر مایوسی کی یلغار ہو گئی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ گڑبڑ کس مقام پر ہوئی ہے۔

"اب ہمیں واپس چلنا چاہیے۔" کرنل سعید نے کار اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ معاملہ نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں پورے معاملے کی خود تفتیش..." اس کا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی ایک کان پھاڑ دینے والا دھماکا ہوا اور اس کے بعد دھماکوں کی لائن لگ گئی۔ ایک میل کے فاصلے پر ہونے کے باوجود کار یوں لرز رہی تھی جیسے زلزلوں کے نہ رکنے والے جھٹکے اُسے ساکت ہونے کی مہلت ہی نہ دے رہے ہوں۔ میں ایکڑوں کے وسیع رقبے پر محیط فیکٹری ریزہ ریزہ ہو کر فضا میں بکھر رہی تھی۔

"مبارک ہو علی!" کرنل سعید نے بڑے جوش سے میرا شانہ دباتے ہوئے کہا۔ "آپ کی وجہ سے یہودیوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔" اُس کی نظریں اب بھی اس مقام پر جمی ہوئی تھیں جہاں چند لمحے پہلے فیکٹری تھی اور اب وہاں ناچتے شعلوں اور بلند ہوتے دھوئیں کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اس فیکٹری کے ساتھ ہی ہاروت راہیل اور میرے ازلی دشمن اولیور ہارڈ کا بھی خاتمہ ہو گیا تھا۔

شامی حکام مجھ سے بے حد خوش تھے اور وہ مجھے اعزاز سے نوازنے کے علاوہ میرے لیے کچھ تقاریب بھی کرنا چاہتے تھے مگر میں نے سختی سے اُن سے معذرت کی۔

"ہم آپ کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہیں جناب!" وزیرِ دفاع نے ایک مختصر سی تقریب کے دوران مجھ سے کہا۔ "عرب دنیا آپ کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

احسانات کا بدلہ نہیں اُتار سکتی تاہم آپ خود ہی ہمیں کسی خدمت کا موقع دیں۔"

"میں شامی افواج کے شانہ بشانہ اسرائیلی فوج سے جنگ کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا تھا اور انھوں نے میری خواہش فوراً ہی پوری کر دی تھی۔

کیپٹن کی وردی میں محاذِ جنگ پر روانہ ہونے سے قبل میں نے تہذیب سے فون پر گفتگو کی تھی اور اُسے اپنی کامیابی سے آگاہ کر دیا تھا۔ تہذیب کے علاوہ پیٹر نے بھی مجھ سے بات کی تھی اور مجھے مبارکباد دی تھی۔ ہاروت ماہیل کی موت کے بعد سلویا آزاد ہو گئی تھی اور اس نے مجھ سے فرمائش کی تھی کہ اگر میں کبھی امریکا آؤں تو اُس سے ضرور ملوں۔ بدر میرے پاس آنے کے لیے بے قرار تھا مگر میں نے اُسے سختی سے ہدایت کی کہ وہ تہذیب کے چارج میں کام کرے۔

میں بڑے جوش اور ولولے سے جنگ میں شریک ہوا تھا مگر مجھے پہلے ہی روز اندازہ ہو گیا کہ فوجی ڈسپلن اور حکمتِ عملی میرے مزاج کے مطابق نہیں ہے۔ میں تو کسی اور ہی قسم کا آدمی ہوں۔

شام کے سرکاری اور بااثر حلقوں میں میرے سابق کارنامے کی خبریں تیزی سے پھیلی تھیں اور اسی باعث مجھے وہ موقع ملا۔ تنظیمِ آزادیٔ فلسطین کی ایک بااثر شخصیت نے مجھ سے مل کر مجھے کام کرنے کی آفر کی۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ بیروت میں کتنے خراب حالات ہیں۔ اسرائیلی فوجوں کا کنٹرول وہاں بہت سخت ہے اور ہمارے بہت سے اچھے کارکن وہاں ضائع ہو چکے ہیں۔"

میں نے فوری طور پر بیروت جانے کی ہامی بھر لی۔ یہ ایک خطرناک فیصلہ تھا لیکن اس میں میری تسکین کا سامان تھا۔ میں رملی کے محاذ پر شامی افواج سے علیحدہ ہوا اور پانچ روز سفر پیدل طے کر کے بیروت پہنچ گیا جہاں اسلحے کے ذخائر تباہ کرنے کے بعد میں اسرائیلی افواج کے ہاتھوں گرفتار ہو کر بیرک نمبر گیارہ میں قید ہو گیا۔

میرے کانوں میں بسی کی دھن تائیں گر نجنے لگیں۔ بیلوں کے گلے میں بندھی ہوئی گھنٹیوں کی آوازیں، بانسری کی ان تانوں میں گھل مل گئی تھیں۔ میں ایک پاکستانی تھا۔ اگر ان لوگوں کو میری اصلیت کا علم ہو جاتا تو وہ یوں سکون سے نہ بیٹھے ہوتے۔ اُن میں کھلبلی مچ جاتی اور اُس کی صفوں میں ابتری پھیل جاتی۔ میری گرفتاری پر پورے اسرائیل میں جشن منایا جاتا۔ لوگ ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے۔

وزنی فوجی بوٹوں کی آوازیں مجھے اپنے خیالات سے باہر لے آئیں۔ صبح ہو چکی تھی۔ میں رات بھر اپنے خیالات میں گم رہا تھا اور اب شاید وہ مجھ پر تشدد کرنے کے لیے جا رہے تھے مگر میں نے بھی تہیہ کر لیا ہے کہ اپنی زبان نہیں کھولوں گا خواہ میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

اس کا اصل نام تو کچھ اور تھا مگر وہ اپنے ماتحتوں میں جنرل ایکس کے نام سے مشہور تھا۔ کٹر یہودی ہونے کے ساتھ ساتھ وہ انتہائی متعصب اسرائیلی اور فلسطینیوں کا جانی دشمن تھا۔ نہ صرف یہ بلکہ وہ ڈسپلن کا بھی بہت پابند تھا۔ ڈسپلن کی پابندی کا تو صرف نام تھا۔ اصل بات یہ تھی کہ وہ انتہائی سفاک شخص تھا۔ اس کے بھاری جبڑے اور پتلے ہونٹ بھی اُس کی سخت گیری اور سفاک فطرت کے غماز تھے۔ اپنے ماتحتوں پر اُس کی دہشت کا یہ عالم تھا کہ اُس کے آفس کے باہر بھی وہ دبے قدموں گزرتے تھے۔ کیا معلوم کب کوئی بات جنرل کو ناگوار گزر جائے۔

ڈسپلن کی آڑ لے کر وہ ذرا ذرا سی بات پر اپنے ماتحتوں کو سخت ترین سزائیں دیا کرتا تھا۔ بظاہر سب اُس کی عزت کرتے تھے۔ کسی فوجی تنظیم میں اپنے آفیسر کی عزت نہ کرنے کا سوال ویسے بھی پیدا نہیں ہوتا لیکن درحقیقت اسرائیلی فوج میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جو اُس کی عزت کرتا ہو۔ اس کے برعکس ہر ایک اُس سے نفرت کرتا تھا۔ انتہا تو یہ ہے کہ اُس کے سینئرز بھی اُسے اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے تھے مگر اُن میں بھی یہ مجال نہیں تھی کہ اُس سے اختلاف کر سکتے۔ اختلاف کرنا تو دور کی بات ہے وہ اس سے نظریں ملا کر بات بھی نہیں کر سکتے تھے۔ وہ اتنا ہی خودسر تھا۔

اسرائیل کے اعلیٰ احکام نے بھی اُس کی طرف سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ آنکھیں بند کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انھیں فلسطینیوں کو کچلنے کے لیے ایسے ہی سفاک لوگوں کی ضرورت تھی جو فطرتاً درندے ہوں۔ درندے کو بھی شاید کبھی کبھار کسی پر ترس آ جاتا ہو گا لیکن جنرل ایکس کی لغت میں ترس یا رحم کا لفظ تھا ہی نہیں۔ وہ تو لوگوں کی حالت قابلِ رحم بنا کر لطف اندوز ہونے کا عادی تھا۔

یوں تو اسرائیل کا ہر فوجی درندہ صفت تھا اور اُن کا کام ہی یہ تھا کہ جس طرح بھی ہو مظلوم فلسطینیوں کو کچل کر رکھ دیا جائے مگر وہ کھل کر ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ آخر انھیں دنیا والوں کو بھی تو منہ دکھانا تھا۔ خود کو انصاف پسند کہلوانا تھا اور اس مقصد کے حصول کے لیے ضروری تھا کہ فلسطینیوں کو دہشت گرد ثابت کیا جائے۔ فلسطین کے مظلوم عوام اپنی بقا کی جدوجہد کرتے تو انھیں دہشت گرد

قرار دے دیا جاتا تھا۔ دنیا والوں سے اپنا اصلی چہرہ چھپانا آسان تھا۔ غاصب یہودیوں کو نہ صرف یہ کہ غاصب نہیں کہا جاتا تھا بلکہ بیشتر عالمی اقوام نے اسرائیل کو یہودیوں کا وطن تسلیم کر لیا تھا۔

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اقوامِ متحدہ پر کچھ ذمہ داریاں عاید ہوتی تھیں۔ تیسری دنیا کے ممالک اور خصوصاً اسلامی ممالک سراپا احتجاج بن گئے تھے۔ فلسطین میں اسرائیلی فوج کے مظالم پر مزید خاموشی اختیار کرنے سے اقوامِ متحدہ جیسے ادارے کی پوزیشن مزید خراب ہونے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ جنگی قیدیوں پر اسرائیلی فوج کے مظالم کا جائزہ لینے کے لیے اقوامِ متحدہ نے ایک سہ رکنی کمیٹی تشکیل دی تھی۔ اس کمیٹی میں ایک ایسا شخص بھی شامل تھا جو اپنی غیر جانبداری کے لیے پوری دنیا میں مشہور تھا۔

جنرل ایکس کو اطلاع دے دی گئی تھی کہ اقوامِ متحدہ کی کمیٹی قیدیوں کی حالت کا جائزہ لینے آ رہی ہے۔ صبح سویرے اسرائیل کے وزیرِ دفاع نے اُس سے ہاٹ لائن پر گفتگو کی تھی۔

"یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔" جنرل ایکس کمیٹی کی آمد کی اطلاع پا کر ریسیور میں غرایا تھا۔ "کسی کو اس میں مداخلت کرنے کا حق نہیں ہے۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو جنرل!" وزیرِ دفاع نے نرم لہجے میں کہا۔ "اقوامِ متحدہ کے سامنے ہم بے بس ہیں۔"

"اپنی پوری زندگی میں میں نے کبھی خود کو بے بس محسوس نہیں کیا۔ مجھے ان لوگوں کی کوئی پروا نہیں ہے۔"

"لیکن وہ لوگ تل ابیب سے روانہ ہو چکے ہیں۔" وزیرِ دفاع کے لہجے میں پریشانی تھی۔ "زیادہ سے زیادہ آٹھ بجے تک بیروت پہنچ جائیں گے۔"

"میں ان سے نمٹ لوں گا۔" جنرل نے نخوت سے کہا۔ "اُن کا واسطہ آج تک کسی صحیح آدمی سے نہیں پڑا ہو گا۔"

"اُن سے نرمی سے پیش آؤ جنرل! اس لیے کہ اس کمیٹی کا سربراہ اسٹیفن ایوان ہے۔"

"اوہ!" جنرل کے حلق سے غراہٹ نکلی۔ "میں سمجھ گیا۔ ہمارے خلاف بڑی گہری سازش ہوئی ہے۔"

"تم اُس سے واقف ہو گے۔ وہ کسی کی طرفداری نہیں کرتا اور نہایت دوٹوک الفاظ میں اپنی رپورٹ پیش کرتا ہے۔"

"جو لوگ اس قسم کے دوٹوک لوگوں سے ڈر جاتے ہیں انھیں جنرل ایکس نہیں کہا جاتا۔"

"بات ڈرنے کی نہیں ہے جنرل! اگر اس کے ساتھ ذرا بھی ناروا سلوک ہوا تو وہ اسرائیل کو دنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑے گا۔ ہم رسوا ہو جائیں گے۔"

[illegible] میری توہین ہے۔" جنرل ایکس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔

"ہوش میں رہ کر گفتگو کرو جنرل!" وزیرِ دفاع کا لہجہ بہت خراب تھا۔ "محض تمھاری انا کی خاطر پوری اسرائیلی قوم کے وقار کو داؤ پر نہیں لگایا جا سکتا۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ اب اپنی ہر غیر ذمہ دار حرکت کے جواب دہ تم خود ہو گے۔" پھر وزیرِ دفاع نے کچھ سنے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا تھا اور جنرل ایکس نے ریسیور اس زور سے کریڈل پر پٹخا کہ وہ ٹوٹتے ٹوٹتے بال بال بچا تھا۔

اُس وقت سے جنرل ایکس اپنے آفس میں موجود تھا۔ اُس کا موڈ معمول سے کچھ زیادہ ہی خراب تھا۔ اس کے کیریئر میں یہ پہلا موقع تھا کہ اُسے اس قدر تذلیل برداشت کرنا پڑی تھی۔ اس کا بس چلتا تو اقوامِ متحدہ کی تشکیل دی ہوئی کمیٹی کے ہر رکن کو دھجیاں اڑا کر رکھ دیتا لیکن وہ جانتا تھا کہ عملاً یہ ناممکن ہے۔

وہ صورتِ حال سے نمٹنے کی مختلف تدبیروں پر غور کرتا رہا مگر اُسے کوئی تدبیر کارگر ہوتی نظر نہیں آئی۔ آخر کار اُس نے ہنگامی میٹنگ طلب کرنے کا فیصلہ کیا اور اس فیصلے کے پندرہ منٹ بعد جنرل ایکس کانفرنس روم میں اسرائیلی افسران کو موجودہ صورتِ حال سے آگاہ کر رہا تھا۔ اس کے تمام ماتحت افسران اس قسم کی میٹنگز کے انجام سے بخوبی واقف تھے۔ ضرورت پڑنے پر جنرل ایکس انھیں طلب کرتا، انھیں صورتِ حال سے آگاہ کرتا اور اس کے بعد فیصلہ سنا دیا کرتا تھا۔ وہ کسی سے رائے طلب کرنے کا عادی نہیں تھا اور نہ ہی کسی میں اتنی جرأت تھی کہ اُسے مشورہ دے سکے۔

مگر آج کا دن ان سبھی کے لیے حیرتوں کے پہاڑ لے کر آیا تھا۔ سب کچھ بیان کر چکنے کے بعد جنرل ایکس انھوں نے اس مسئلے کے کسی قابلِ قبول حل کا طلب گار تھا۔ جنرل ایکس اور مشورہ؟ بات بڑی ناقابلِ یقین تھی۔ وہ سب ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ اُن میں سے شاید ہی کسی نے پوری توجہ سے جنرل ایکس کی باتیں سنی ہوں۔ جنرل ایکس کی تقریر کے دوران سبھی کچھ نہ کچھ سوچنے میں مصروف تھے۔ ایسے میں کوئی مشورہ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

لیکن نہیں... اُن میں ایک ایسا بھی تھا جو بڑے غور سے جنرل کی باتیں سن رہا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ حال ہی میں جنرل کے ماتحتی میں آیا تھا اور اُسے ابھی تک کوئی تلخ تجربہ نہیں ہوا تھا۔ کسی میٹنگ میں شرکت کرنے کا بھی یہ اس کا پہلا اتفاق تھا اور سب سے حسین اتفاق یہ تھا کہ اُس نے کل ہی ایک دہشت گرد سے پوچھ گچھ کی تھی جس نے اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نکالنے سے انکار کر دیا تھا۔ ہر سوال کے جواب میں اُس نے خاموشی اختیار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"سر میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔" اسرائیلی افسر نے کھڑے ہو کر کہا اور دیگر تمام افسران حیرت سے اُسے دیکھنے لگے: "اگر اجازت ہو تو عرض کروں۔"

"میں نے جو بکواس کی ہے اس کے بعد اجازت لینے کا کیا جواز رہ جاتا ہے۔" جنرل میز پر گھونسہ مار کر بولا: "جلدی کہو۔"

توہین کے احساس سے افسر کا چہرہ سُرخ ہو گیا مگر وہ جنرل ایکس کے بارے میں بہت کچھ سُن چکا تھا اس لیے اپنے احساسِ اہانت کو نظر انداز کر کے جلدی سے بولا: "اُن کے سامنے کسی ایسے قیدی کو پیش کیا جائے جو انتہائی ہٹ دھرم ہو اور اُن کے کسی سوال کا جواب نہ دے۔ ظاہر ہے یہ منظر دیکھ کر اُن کی رائے فلسطینیوں کی طرف سے خراب ہو جائے گی اور رپورٹ ہمارے حق میں آئے گی۔"

"کیا بکواس کر رہے ہو۔" جنرل دانت پیس کر بولا: "ایسے قیدی کا بندوبست ہم کہاں سے کریں گے۔ ہر ایک تو انھیں اپنی مظلومیت کی داستانیں سنانے کھڑا ہو جائے گا۔"

"بیرک نمبر الیس میں ایک ایسا قیدی موجود ہے جناب! کل ہم اُس سے بہت دیر تک سوالات کرتے رہے اور ہمارے ہر سوال کے جواب میں وہ صرف مسکراتا رہا۔ زبان سے ایک لفظ بھی نہیں بولا۔"

"کہاں ہے وہ قیدی؟" جنرل دہاڑا: "کون ہے وہ؟ اور اس میں ایسی کون سی رازکی بات تھی کہ اُسے مجھ سے پوشیدہ رکھا گیا۔ بتاؤ۔"

"اُسے کل شام ہی گرفتار کیا گیا ہے جناب۔" افسر نے بوکھلا کر کہا: "آج صبح اس کا فائل آپ کو پیش کیا جانا تھا... حتمی فیصلے کے لیے۔"

"اگر کوئی ایسا سرکش قبضے میں آگیا تھا تو اُسے فوری طور پر میرے سامنے کیوں نہیں پیش کیا گیا۔ کیا میں کہیں مر گیا تھا؟"

جنرل ایکس گرج رہا تھا اور کانفرنس روم میں موجود تمام چھوٹے بڑے افسران دم بخود بیٹھے تھے۔ کسی میں اتنی مجال نہیں تھی کہ ایک لفظ بھی بول سکتا۔

"اگر تم نے اس خیال سے مجھے اطلاع نہیں دی تھی کہ میں اُس وقت آرام کر رہا تھا تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اُس کی زبان کھلوانے کے لیے اُس پر کتنا تشدد کیا گیا؟"

کوئی کچھ نہیں بولا۔ جس افسر نے یہ تجویز پیش کی تھی وہ ابھی تک کھڑا تھا اور اُس کا سر جھکا ہوا تھا۔

"ہوں۔" جنرل ایکس غرایا: "تم لوگوں کی خاموشی سے میں یہی نتیجہ اخذ کر سکتا ہوں کہ تم نے اُسے بڑے آرام سے رکھا ہوا ہے۔"

"آپ کے حکم کے بغیر ہم کوئی فیصلہ کیسے کر سکتے تھے سر۔" ایک افسر نے دل کڑا کر کے کہا مگر اُس کی آواز میں لرزش صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔

"تم سب نااہل ہو۔" جنرل نے حقارت سے کہا: "کس نے تم لوگوں کو افسر بنا دیا ہے۔ میرا بس چلے تو تم سب کی وردیاں اُتروا دوں۔"

"آپ اُس کی موت کا فیصلہ بھی تو صادر کر سکتے تھے جناب۔" ایک اور افسر نے کہا اور جنرل کا پارہ آسمان پر چڑھ گیا۔

"یہ سراسر میری توہین ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی قیدی جنرل ایکس کے سامنے زبان کھولے بغیر مر جائے۔ تم لوگ انتہائی ناکارہ ہو گئے ہو۔ میں جلد ہی تم سب کی رپورٹ اوپر بھیجوں گا۔"

تمام لوگوں کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ سبھی کو یہ احساس تھا کہ اپنی صفائی میں جتنا وہ بولیں گے اتنا ہی اُن کے حق میں بُرا ہوگا۔

"اگر اس وقت یہ سنگین مسئلہ درپیش نہ ہوتا تو میں فوری پر کوئی قدم اُٹھاتا لیکن کوئی بات نہیں۔ میں بعد میں تم لوگوں سے نمٹوں گا۔ مجھے اُس قیدی کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔"

"وہ ایک نوجوان ہے جناب اور اس پر شبہ ہے کہ وہ اسلحے کے ذخائر اُڑانے میں ملوث تھا۔" اُس افسر نے جو کھڑا ہوا تھا جلدی جلدی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"اتنے خطرناک مجرم سے تو جلد از جلد حقیقت اگلوا لینی چاہیے تھی۔ تم لوگوں کی جہالت سے اُس کے تمام ساتھی اب تک اپنے ٹھکانے تبدیل کر چکے ہوں گے۔ رات بھر میں تو مُردے بھی بول اُٹھتے ہیں۔" جنرل ایکس پھر سے اکھڑ گیا: "یہ جانتے ہوئے بھی کہ بیروت میں اسلحے کے ذخائر کی تباہی نے ہمیں کتنا نقصان پہنچایا ہے، تم لوگوں نے اُس سے نرمی برتی... تمھارا جرم ناقابلِ معافی ہے۔"

"ہماری اس کوتاہی کے باعث یہ ممکن ہو سکا ہے کہ ہم اقوامِ متحدہ کی تشکیل دی ہوئی کمیٹی کو مطمئن کر سکیں۔" اُسی افسر نے ہمت کر کے کہا جو پہلی بار جنرل ایکس کی ماتحتی میں آیا تھا۔

"کیا تم مجھے گدھا سمجھتے ہو؟" جنرل نے بڑے خراب لہجے میں کہا: "اپنی صفائی پیش کرنے کے چکر میں تم نے جاہلانہ باتیں کرنی شروع کر دی ہیں۔"

"میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں سر! لیکن ہمارے ہر قیدی کی حالت تباہ ہے۔ ہم کمیٹی کے سامنے اپنے قیدیوں پر تشدد کرنے کا کیا جواز پیش کریں گے؟"

جنرل کی آنکھیں سکڑ گئیں: "کیا میں یہ سمجھوں کہ تم فلسطینی... دہشت گردوں سے مل گئے ہو؟"

افسر نے بے چینی سے اپنے جسم کا بوجھ ایک ٹانگ سے دوسری ٹانگ پر منتقل کیا: "کمیٹی کے ہر رکن کو مطمئن کرنا ہماری ذمّے داری ہے سر! یہ بات آپ نے خود کہی ہے۔"

"جانتے ہو جنرل ایکس سے بحث کرنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔" جنرل نے سرد لہجے میں کہا اور کانفرنس روم میں موجود ہر شخص نے اپنی سانس روک لی۔ انھیں اپنے درمیان آنے والے اس نئے افسر کا انجام کچھ اچھا نظر نہیں آرہا تھا اور وہ افسر خود بھی اس بات کو سمجھ رہا تھا لیکن اب تو تیر کمان سے نکل ہی چکا تھا۔ اُس کی بنیادی غلطی یہ تھی کہ اُس نے اسرائیل سے ہمدردی میں ایک تجویز پیش کر دی... لیکن اُس نے سوچا کہ اب غلطی ہو ہی چکی ہے تو جان پر کھیل جانا چاہیے۔

"یہ نظریہ ہمارا ہے کہ فلسطینی دہشت گرد ہیں اور اُن میں سے جو بھی گرفتار ہو جائے اُس پر ہر قسم کا تشدد جائز ہے لیکن کمیٹی کے ارکان کا ہم سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔ ہمیں اُن کے سامنے اِن فلسطینیوں پر تشدد کرنے کا کوئی ٹھوس جواز پیش کرنا پڑے گا۔ ایسا جواز جو اُنھیں مطمئن کر دے۔"

غصّے کی شدت سے جنرل ایکس کا حال بُرا ہو رہا تھا۔ کسی کو اُس کے سامنے اتنی باتیں کرنے کی جراُت نہیں ہوتی تھی۔

"جس قیدی کا میں نے ذکر کیا ہے سر!" افسر اپنی لَو میں کہے جا رہا تھا: "اُس کے سلسلے میں ہماری کوتاہی پر بعد میں سزا دے لیجیے گا۔ اس وقت تو اُس سے فائدہ اُٹھانے کی سوچیے۔"

"تو اب میں تم جیسے ماتحتوں سے فائدے اور نقصان کی باتیں سیکھوں گا؟" جنرل غرّایا۔

"آپ نے خود ہی تجویز طلب کی تھی سر! اگر میں نے خود سے بولنے کی جراُت کی ہو تو میں ہر سزا قبول کرنے کو تیار ہوں۔"

"ہوں۔" جنرل نے پہلو بدلا۔ وہ غیظ و غضب کی مُنہ بولتی تصویر نظر آرہا تھا: "جو کچھ کہنا ہے ایک دفعہ میں بک دو۔"

"شکریہ سر۔" افسر نے خون کے گھونٹ پیتے ہوئے کہا: "جو نکہ وہ قیدی کسی سوال کا جواب نہیں دیتا اس لیے ہم اُسے کمیٹی کے سامنے پیش کر کے بتائیں گے ہم نے اسے اسلحے کے ذخائر اُڑاتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑا تھا اور ہم اس کے ساتھیوں کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہیں اور اس کے عوض ہم اسے معاف تک کر دینے کو تیار ہیں لیکن اس کا جو رویّہ ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ ہم انھیں بتائیں گے کہ ہر فلسطینی دہشت گرد کا یہی رویّہ ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے سر کہ اس قیدی کی وجہ سے ہم اُن اراکین کی رائے متاثر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

"میٹنگ ڈس مس۔" جنرل نے غرّا کر کہا اور تمام افراد کانفرنس روم سے باہر چلے گئے۔ جنرل کو آئیڈیا بہرحال پسند آیا تھا مگر وہ اس کی برملا تعریف کر کے اپنے ماتحتوں کا دماغ نہیں خراب کر سکتا تھا۔

پونے آٹھ بجے کے قریب پتھریلی عمارت کے سامنے ایک ہیلی کاپٹر اُترا جس میں کمیٹی کے ارکان کے علاوہ سینیٹ کا ایک رکن بھی تھا۔ جنرل کو اسرائیلی پارلیمنٹ کے ارکان سے بھی خدا واسطے کا بیر تھا تاہم خوش اخلاقی سے انھیں ریسیو کرنا اس کی مجبوری تھی۔

وہ انھیں لے کر سیدھا اپنے آفس میں گیا اور اُس نے فوراً ہی بیرک نمبر الیس والے قیدی کو حاضر کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ دو فوجی علی یار خان کو لیے ہوئے جنرل کے آفس میں داخل ہوئے تو کمیٹی کے تینوں اراکین نے حیرت سے اُسے دیکھا۔ پھر سربراہ اسٹیفن الوان نے جنرل سے کہا: "یہ کون ہے؟"

"بہت خطرناک قیدی ہے۔" جنرل نے فخریہ لہجے میں کہا: "اس نے بیروت میں ہمارے اسلحے کے ذخائر تباہ کیے ہیں اور ہم نے اسے رنگے ہاتھوں گرفتار کیا ہے۔"

"کیا یہ اسرائیلی افواج سے بھی زیادہ خطرناک ہے؟" اسٹیفن الوان نے طنزیہ لہجے میں کہا اور جنرل کا چہرہ غصّے سے سُرخ ہو گیا۔

"کیا مطلب؟" اُس نے جارحانہ لہجے میں کہا۔

"ایک نہتے شخص کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنے دیکھ کر یہی تاثر ملتا ہے۔" اسٹیفن نے اس کے لہجے کا نوٹس لیے بغیر کہا۔

"اس کے ہاتھ پیر کھول دو۔" جنرل نے جھنجھلا کر کہا: "لیکن اگر یہ فرار ہو گیا تو کون ذمّے دار ہوگا؟" اسٹیفن الوان نے کہا: "اگر اسرائیلی افواج اتنی ہی ناکارہ ہیں تو فرار ہو جانا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کا حق ہے۔" استیفن ایوان کا لہجہ اب بھی طنزیہ تھا۔

علی یار خان کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کھول دی گئیں۔ اتنی دیر میں علی نے صورتِ حال کا اندازہ کر کے اپنا لائحہ عمل متعین کر لیا تھا۔

"یہ بالکل جھوٹ ہے جناب کہ مجھے رنگے ہاتھوں گرفتار کیا گیا ہے۔" اس نے دبنگ انداز میں کہا اور کمیٹی کے اراکین کے علاوہ سینیٹ کا رکن اور جنرل بھی چونک پڑا۔ "اگر یہ جنرل سچا ہے تو اس سے پوچھیے کہ مجھے کس مقام سے گرفتار کیا گیا تھا۔ اس کے بعد ان لوگوں سے تصدیق کیجیے جو مجھے زبردستی میرے گھر سے پکڑ لائے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان کے بیانات میں تضاد ہوگا۔" علی کی آواز سے کمرا گونج رہا تھا اور جنرل کا یہ عالم تھا کہ بس وہ مارے حیرت کے بے ہوش ہونے والا تھا۔

"تم اس بارے میں کیا کہتے ہو جنرل۔" استیفن ایوان نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا مگر جنرل بے چارہ کیا کہتا۔ اس کی تو گویا روح ہی قبض کر لی گئی تھی۔

سینیٹ کے رکن نے بروقت مداخلت کرنے کا فیصلہ کیا۔ "معلوم ہوتا ہے کوئی بڑی غلط فہمی ہو گئی ہے۔ اگر یہ بے قصور ہے تو اسے فوری طور پر رہا کرنے کے احکامات صادر کرو۔"

"ٹھیک ہے۔" جنرل کے حلق سے بڑی مشکل سے آواز نکلی۔ "اسے فوراً رہا کرو۔" اس کا دماغ مارے غصے کے کھول رہا تھا۔ اسے اس افسر پر غصہ آ رہا تھا جس نے اسے ذلیل کروایا تھا۔ اب وہ اس افسر کے خلاف کوئی کارروائی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے کہ اس ساری ناکامی کا نتیجہ خود جنرل ایکس کو ٹھہرا کر اسے ریٹائر کر دیا جاتا۔

دونوں فوجیوں نے بڑے ادب سے جنرل کو سلیوٹ کیا اور علی کو باہر چلنے کا اشارہ کیا۔ قدرت کی اس مدد پر علی سخت حیران تھا۔ جس کیمپ سے فرار کا تصور تک ناممکن تھا وہاں سے اسے رہا کر دیا گیا تھا لیکن ابھی اسے بہت کڑے مراحل سے گزرنا تھا۔

اسے کرنل ڈیوڈ کے سامنے پیش کیا گیا جس نے جنرل کا حکم سننے کے بعد مسکرا کر علی یار خان کو مبارک باد دی اور کہا۔ "آپ خوش قسمت ہیں اور ایسے خوش قسمت شخص کو میں خود اپنی جیپ میں چھوڑ کر آؤں گا۔"

"میرے سر سلامت رہیں۔" علی نے خشک لہجے میں کہا۔ وہ کرنل کے مذموم عزائم کا اندازہ لگا سکتا تھا۔

"یہ تو ممکن ہی نہیں ہے جناب کہ ہم آپ کو یوں چلا جانے دیں۔" کرنل نے پھر مسکرا کر کہا۔ اس کے لہجے میں موجود کمی علی سے پوشیدہ نہ رہ سکی اور اس نے دل ہی دل میں ایک فیصلہ کر لیا۔

"میں اس کرم نوازی کے لائق تو نہیں ہوں، تاہم آپ کی یہی خواہش ہے تو یوں ہی سہی۔" اس نے بھی مسکرا کر جواب دیا تھا۔

پندرہ منٹ بعد وہ ایک کھلی فوجی جیپ میں اس کیمپ سے باہر نکل رہا تھا۔ کرنل ڈیوڈ اگلی نشست پر تھا اور اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اس قیدی کو اس کے گھر پر لے جا کر ہلاک کر دے گا۔

پچھلی سیٹ پر علی دو فوجیوں کے درمیان پھنسا بیٹھا تھا۔ اس وقت وہ بیروت کی ایک مضافاتی سڑک سے گزر رہے تھے۔ جیپ بہت تیز رفتاری سے سفر کر رہی تھی اور آگے ایک موڑ آ رہا تھا۔ علی سنبھل کر بیٹھ گیا۔ موڑ کے نزدیک پہنچ کر بھی جیپ کی رفتار سست نہیں ہوئی تھی مگر علی کو کسی چیز کی پروا نہیں رہی تھی۔ موڑ کے نزدیک پہنچتے ہی اس نے بائیں ہاتھ سے اسرائیلی فوجی کی گردن جکڑتے ہوئے خود کو جیپ سے باہر لڑھکا دیا۔ فوجی حواس باختہ ہو گیا تھا مگر علی نے اپنے حواس بحال رکھے تھے۔ پہلے فوجی سڑک پر گرا تھا اور علی اس کے اوپر گرا تھا۔ چوٹیں تو علی کے بھی آئیں مگر فوجی کے مقابلے میں بہت کم آئیں۔ فوجی کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی تھی۔ اس کی کوئی ہڈی چٹخ گئی تھی۔

وہ دونوں سڑک پر دور تک قلابازیاں کھاتے چلے گئے تھے۔ علی خود کو متوازن کرتے ہوئے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اسے اندازہ تھا کہ فوجی ناکارہ ہو گیا ہے۔ اس لیے اس نے صرف اس کی گن چھین لینے پر اکتفا کیا اور سڑک سے نیچے اتر کر پوری قوت سے دوڑنا شروع کر دیا۔

مڑتی ہوئی جیپ نے دائیں جانب والا فوجی خود کو متوازن کرنے میں مصروف تھا۔ چند لمحوں تک تو اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ پھر جب اسے ہوش آیا تو تیز رفتار جیپ مڑ کر بہت دور نکل چکی تھی۔ کرنل ڈیوڈ کو بھی کسی گڑبڑ کا دھڑکا ہوا تھا تبھی تو اس نے پلٹ کر دیکھا تھا۔ اور پچھلی سیٹ پر سے دو افراد کو غائب پا کر اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے تھے۔

"جیپ روکو۔" اس نے چیخ کر کہا اور ڈرائیور نے بے ساختہ پورے بریک لگا دیے اور جیپ الٹتے الٹتے بچی۔

"وہ... وہ قیدی اسے لے کر جیپ سے کود گیا جناب۔" فوجی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "موڑ سے اس طرف..."

"جیپ موڑو۔" کرنل دہاڑا۔ "جلدی کرو۔"

ڈرائیور نے بڑی بدحواسی کے عالم میں جیپ موڑی اور واپسی کا سفر شروع ہو گیا۔ جیپ پہلے سے بھی زیادہ تیز رفتاری سے چل رہی تھی لیکن موڑ سے مڑتے ہی اسے پھر پورے

بریک لگانے پڑے۔ اس لیے کہ فوجی سڑک پر پڑا ہا تھ پیر پٹخ رہا تھا۔

تینوں افراد اضطراری طور پر جیپ سے اتر کر فوجی کے نزدیک پہنچ گئے جس کے چہرے سے کرب ظاہر ہو رہا تھا۔

"وہ کہاں گیا؟" کرنل نے فوجی کو جھنجھوڑتے ہوئے مضطربانہ لہجے میں پوچھا اور فوجی نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"وہ... اس طرف جناب۔" دوسرے فوجی نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور کرنل نے اس سمت میں دیکھا۔ علی دوڑتا ہوا بہت دور نکل گیا تھا۔

"اسے بچ کر نہیں نکلنا چاہیے۔" کرنل نے فوجی سے کہا اور فوجی نے علی کے تعاقب میں دوڑ لگا دی۔ مگر اس طرح وہ کبھی بھی علی تک نہیں پہنچ سکتا اور علی تو پہلے ہی گن کی رینج سے باہر تھا۔

"اس کے پیچھے جیپ لگا دو۔" کرنل نے ڈرائیور سے کہا اور وہ دونوں اچھل کر جیپ میں سوار ہو گئے۔ ڈرائیور نے بڑی برق رفتاری سے جیپ سڑک سے اتار دی۔

"جیپ میں بیٹھ جاؤ۔" علی کے تعاقب میں دوڑتے ہوئے فوجی کے نزدیک پہنچ کر کرنل ڈیوڈ نے چیخ کر کہا۔ جیپ کی رفتار لمحہ بھر کو سست ہوئی اور فوجی کود کر جیپ میں سوار ہو گیا۔ وہ جیپ کا ڈنڈا پکڑ کر کھڑا ہو گیا تھا اور اس نے گن سنبھال لی تھی۔ پھر جیسے ہی اس نے محسوس کیا کہ علی رینج میں آ گیا ہے اس نے ایک برسٹ مارا لیکن کچے راستے پر اچھلتی ہوئی جیپ کی وجہ سے اس کا ہاتھ بہک گیا۔ ... ایک بھی گولی علی کو نہیں لگ سکی لیکن اس کے جواب میں علی نے پلٹ کر جو برسٹ مارا اس کی بیشتر گولیاں جیپ کی باڈی میں دھنس گئیں۔ جیپ کا ونڈ اسکرین بھی ٹوٹ گیا تھا مگر اتفاق ہی تھا کہ کوئی گولی کسی کے نہیں لگی تھی۔

ڈرائیور نے اضطراری طور پر فل بریک لگائے۔

فوجی عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے جیپ سے کود پڑا جیپ ویسے بھی صحیح نشانہ لینا ممکن نہیں تھا۔

علی یار خاں بڑی تیزی سے دوڑ رہا تھا۔ اس کی منزل بہت قریب آ گئی تھی۔ بس چند لمحوں کی بات تھی۔ اسے یقین تھا کہ وہ نکل جانے میں کامیاب ہو جائے گا اسی لیے وہ پلٹ کر گولیاں چلانے کے بجائے دوڑتے رہنے کو ترجیح دے رہا تھا۔ لیکن اس کے اندازے میں لمحاتی فرق پڑ گیا۔ اپنی منزل سے چند قدم پہلے اس نے گولیوں کی تڑتڑاہٹ سنی اور اس کے پورے وجود میں انگارے بھر گئے۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ کتنی تعداد میں گولیاں اس کے جسم میں پیوست ہوئی ہیں۔

فوجی نے دوڑتے ہوئے ہی نشانہ لے کر برسٹ مارا اور کافی فاصلے کے باوجود اس نے علی کو لڑکھڑاتے دیکھا۔ اتنے فاصلے کے باوجود اس کا لباس خون میں سرخ ہوتا نظر آیا تھا۔ پھر علی لڑکھڑاتا ہوا گرا اور ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ کرنل ڈیوڈ نے یہ منظر دیکھا تو پھر جیپ میں سوار ہو گیا۔ وہ تینوں افراد اس مقام پر پہنچے جہاں علی کو گولیاں لگی تھیں اور وہ ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ ... خیال ہی نہیں رہا تھا کہ ادھر دریا ہے۔" ڈرائیور نے کہا۔ "اس نے دریا میں چھلانگ لگا دی۔"

"بکواس مت کرو۔" کرنل ڈیوڈ نے غصے سے ... دریا میں نظریں دوڑانے کے بعد اس نے ایک وحشیانہ قہقہہ لگایا۔ "وہ دیکھو اس کی لاش دریا کی لہروں پر... اس کی موت کی خبر سن کر جنرل ایکس بہت خوش ہوگا..... چلو واپس چلیں۔"

وہ فتح و کامرانی کے احساس کے ساتھ واپسی کے لیے روانہ ہو گئے۔

قارئین: علی یار خان کی سرفروشانہ سرگزشت کا ایک باب اس ماہ جاسوسی ڈائجسٹ میں اپنے اختتام کو پہنچ گیا۔ مصنف کا خیال تھا کہ اس سلسلے کو اسی موڑ پر ختم کر دیا جائے لیکن ہمارا اصرار یہی رہا کہ علی یار خان کی زندگی کا دوسرا باب بھی رقم کیا جائے جو یقیناً پہلے باب سے کم دلچسپ نہیں ہے۔ اس معاملے میں پہلا مسئلہ تو بہر حال مصنف کی آمادگی ہی کا تھا جو بالآخر حل ہو گیا مگر دوسرا مسئلہ زیادہ دشوار اور اذیت ناک تھا۔ سرگزشت کی اشاعت کے بعد تین سلسلے وار کہانیوں کی وجہ سے پرچے کا توازن ہی بگڑ گیا، خصوصاً پہلی کہانی شائع کرنا ناممکن ہو کر رہ گیا جو یقیناً قارئین کی اکثریت کا ایک بڑا نقصان تھا اور وہ اسے زیادہ عرصے تک برداشت کرنے کے لیے قطعی تیار نہ تھے۔ اکثر خطوط میں اس طرف مسلسل توجہ دلائی جا رہی تھی چنانچہ اس کا حل اب صرف یہی تھا کہ اس لازوال داستان کو ادارے کے نئے پرچے ماہنامہ "سرگزشت" میں جاری رکھا جائے۔ اس طرح "جاسوسی" کی بگڑی ہوئی صورت بھی درست ہو جائے گی اور علی یار خان کی زندگی کا دوسرا رُخ بھی قارئین کے سامنے آ جائے گا۔ لہٰذا مجاہد کی آئندہ قسط کے لیے "سرگزشت" کے پہلے شمارے کا انتظار فرمائیے جو انشاء اللہ دسمبر ہی میں آپ تک پہنچ جائے گا اور یوں یہ سلسلہ کسی درمیانی تعطل کا شکار بھی نہ ہوگا۔ (ادارہ)

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجاہد

علی یار خان

عالمِ اسلام کے خلاف یہودیوں کی سازشیں سالہا سال سے جاری ہیں۔ اسرائیل کا قیام بھی درحقیقت اسی سلسلے کی ایک کڑی تھا۔ یہ آپ بیتی ایک ایسے سرفروش کی ہے جس کی زندگی کا مقصد صہیونی مفادات و مقاصد کے خلاف سرگرم و برسرِپیکار رہنا بن گیا تھا۔ یہودی اُس کے خون کے پیاسے ہو گئے تھے اور وہ ہر محاذ پر اُنہیں شکست سے دوچار کرنے کے لیے کمربستہ تھا۔

آزمائش کی کڑی دھوپ میں [illegible]

علی یار خان کون؟

میرے شاہ کے شہر قصور میں میری پیدائش ہوئی' علی یار خان میرا نام ہے۔ امریکا میں زیرِ تعلیم تھا کہ ایک صہیونی تقریب میں شرکت کا اتفاق ہوا۔ ایک یہودی مقرر کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف تقریر نے مجھے مشتعل کر دیا۔ میری جوابی تقریر امریکا کے یہودیوں کو میرا دشمن بنانے کا سبب بن گئی۔ امریکن سی آئی اے کا یہودی ایجنٹ اولیو ہاورڈ میرا سخت ترین دشمن بن گیا۔ اس نے مجھے شدید اذیتوں سے دوچار کیا۔ اسی دوران میں عالمِ اسلام اور مسلمانوں سے یہودیوں کی نفرت کا مجھے اندازہ ہوا اور میں نے بھی عہد کر لیا کہ اپنی زندگی فتنۂ یہود کے خلاف وقف کر دوں۔ امریکا سے فرار ہو کر میں تنظیم آزادیٔ فلسطین میں شامل ہو گیا۔ وہاں میری باقاعدہ تربیت ہوئی جس کے بعد میں نے تنظیم کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیں اور ایک نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ لیکن اولیو ہاورڈ نے میرے خلاف اپنی مہم جاری رکھی اور تنظیم کے اہم افراد کو مجھ سے بدظن کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس سانحے نے مجھے بہت مایوس کیا اور میں نے اپنے طور پر صہیونیت کے خلاف مصروفِ عمل رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ اپنے مشن کے آغاز ہی میں مجھے ایک قابلِ اعتماد ساتھی تہذیب مالکم ایکس کی صورت میں مل گیا۔ تہذیب مشرق و مغرب کے حسن کا دلکش امتزاج تھی۔ وہ ایک بین الاقوامی دہشت گرد تنظیم سے وابستہ رہ چکی تھی۔ مجھ سے ملاقات کے بعد رفتہ رفتہ وہ میرے قریب آتی چلی گئی اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ ہم ایک دوسرے کے لئے ناگزیر ہو گئے۔ ہم نے دنیا بھر میں قدم قدم پر اسرائیلی مفاد کو زک پہنچائی۔ میرا نام ہی کسی یہودی کے لئے خوف و نفرت کی علامت بن گیا۔ ایک اہم معرکے میں اولیو ہاورڈ کو میں نے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں جھونک کر اس خبیث یہودی سے نہ صرف اپنی جان چھڑائی بلکہ اس کی ریشہ دوانیوں سے عالمِ اسلام کو بھی نجات دلادی۔ لبنان کے محاذ پر اسرائیلیوں نے مجھے گرفتار کر لیا لیکن وہ علی یار خان کی حیثیت سے مجھے شناخت نہ کر سکے۔ ان کے نزدیک میں ایک عام تخریب کار تھا۔ ایک موقعے پر فرار کی کوشش کے دوران اسرائیلیوں کی گولیوں کا نشانہ بن کر میں ایک گہری کھائی میں کود گیا۔ اس حادثے کے بعد مجھ پر کیا گزری' یہی میری کتابِ زندگی کا دوسرا باب ہے جس کی ابتداء ماہنامہ سرگزشت میں ہو رہی ہے۔

وہ میری زندگی کا اہم ترین دن تھا۔ مجھے سخت ترین حفاظتی انتظامات کے درمیان دشمنوں کے بھٹ میں گھس کر ایک انتہائی اہم مشن کی تکمیل کے لئے بنیاد فراہم کرنا تھی۔ شام کا وقت تھا۔ مزدور چھٹی کر کے گھر جارہے تھے۔ باہر کمپنی کی گاڑیاں قطار لگائے کھڑی تھیں اور مزدور ان میں بیٹھ رہے تھے۔ پلانٹ کے اندر کچھ لوگ موجود تھے جو اب بھی کام کر رہے تھے۔ پلانٹ کے اندر کام کرنے والے ان لوگوں میں میں بھی شامل تھا۔

میرے جسم و جاں میں' ہر رگ و پے میں سنسنی جیسے خون کے ساتھ گردش کر رہی تھی۔ میں ایک اہم ترین مشن کی تکمیل کے مراحل میں داخل ہو رہا تھا۔ وہ اہم ترین مشن میری زندگی کے دوسرے عہد کا نقطۂ آغاز تھا۔ زندگی کا دوسرا عہد جو میرے لئے سراسر عطیہ خداوندی تھا۔

صبح سے ہی میرا یہ حال تھا۔ اس وقت سے جب میں بس سے اتر کر گیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسی وقت سے میرے رگ و پے میں یہ سنسنی دوڑ رہی تھی۔ میرے جسم پر موجود سفید ڈانگری کی جیبیں کنوؤں جیسی گہری تھیں اور ان جیبوں میں جو کچھ بھی تھا' اس سے پورے اسرائیل میں بلکہ پوری دنیا میں تہلکہ مچنے والا تھا۔

"ہیلو سلامی!" سیکیورٹی گارڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "سنا ہے' تمہارا موجودہ کام مکمل ہونے والا ہے؟"

"ہاں جیرالڈ! تم نے ٹھیک سنا ہے۔" میں بھی مسکرایا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ "جہاں تک میرے کام کا تعلق ہے تو وہ آج ہی مکمل ہو جائے گا۔"

میں زیرِ لب مسکراتا ہوا پلانٹ میں داخل ہو گیا۔ میں سوچ رہا تھا' اگر گارڈ کو میرا اصل نام معلوم ہو جائے تو اس پر کیا گزرے گی اور اگر اسے یہ پتا چل جاتا کہ میں وہاں کیا کام کر رہا ہوں تو شاید اس کا ہارٹ فیل ہو جاتا۔ وہ بے چارہ تو مجھے نوری سلامی سمجھ رہا تھا۔

نوری سلامی پلانٹ میں ملازم تھا... نسلاً وہ الجزائری تھا مگر اس کا تعلق الجزائر کے ان باشندوں سے تھا جو ترکِ وطن کر کے فرانس میں آباد ہو گئے تھے اور اب فرانس ہی ان کا وطن تھا۔ گارڈ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اصل نوری سلامی اس وقت فلسطینی مجاہدین کی تحویل میں تھا۔ وہ تو شاید اس بات سے بھی ناواقف تھا کہ فرانس میں فلسطینی مجاہدین کی سربراہی احمد رشی کر رہا ہے۔ احمد رشی جو اسرائیل میں صفِ اوّل کے ایک فلسطینی دہشت گرد کی حیثیت سے جانا جاتا تھا اور دنیا کا ہر یہودی اس کے خون کا پیاسا تھا۔

اور جہاں تک میرا تعلق ہے تو گارڈ یقیناً میرے نام سے واقف رہا ہوگا۔ میرا نام صرف اسرائیلیوں کے لئے ہی اہم نہیں رہا تھا بلکہ ماضی میں میں نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے تھے' ان کی وجہ سے اسرائیلیوں کے مغربی حلیف بھی میرے نام سے لرزہ براندام رہنے لگے تھے۔

آپ پوچھیں گے میں کون ہوں۔ آپ میں سے ہر شخص مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہے اور میں بھی آپ کو آپ کے تمام جذبوں سمیت جانتا ہوں۔ میں تو آپ کا آئینہ ہوں۔ آپ کے جذبہ جہاد کی تصویر ہوں۔ آپ کے شوقِ شہادت کا عکس ہوں' آپ ہی کی طرح میں بھی ارضِ بیت المقدس کو یہودیوں کے ناپاک قدموں سے محفوظ رکھنے کا خواہاں ہوں۔ مسجدِ اقصیٰ کی حرمت کے پاسبانی کرنے والے خدام کی فہرست میں ایک ادنا کارندے کی حیثیت سے اپنا نام درج کرانا ہی میرا مقصدِ حیات ہے۔ آپ سب.. ہر مسلمان' ہر پاکستانی مجھے اسی طرح جانتا اور پہچانتا ہے جیسے خود اپنے آپ کو پہچانتا ہے۔ میں آپ کا ... عالمِ اسلام کا سپاہی ہوں۔ ہر مسلمان کی طرح میرے دل میں بھی جذبۂ جہاد ایک ننھی سی چنگاری کی صورت میں موجود تھا۔ میں دنیا داری کے ہنگاموں میں الجھتا تو شاید یہ چنگاری بجھ کر راکھ ہو چکی ہوتی لیکن ایک چھوٹے سے حادثے نے اس حقیری چنگاری کو بھڑکا دیا تھا اور اب یہ ایک ایسی آتشِ شوق میں تبدیل ہو چکی تھی جو کبھی سرد نہیں ہوتی۔

میں ایبرن ہال کے اس خوبصورت سانحے کو دہراؤں گا نہیں جس نے میری زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا کر دیا تھا ایبرن ہال والے سانحے سمیت آپ میری زندگی کی کتاب کے ہر ورق سے اتنا ہی واقف ہیں' جتنا میں خود ہوں۔ اپنی زندگی کے پہلے عہد کا ہر وہ واقعہ میں آپ کے گوش گزار کر چکا ہوں جو ذرا سی بھی اہمیت کا حامل تھا۔ میں نے اپنی داستان میں اپنے ان تمام بھائیوں کو شامل کیا جنہیں اگر حالات میسر آجاتے تو شاید ان کے کارناموں کے سامنے میری کارکردگی بھی ماند پڑ جاتی۔ میں جانتا ہوں کہ میرے پاکستانی بھائیوں کے دل اپنے مظلوم فلسطینی بھائیوں کے لئے کس طرح دھڑکتے ہیں وہ پورے عالمِ اسلام کے ہر واقعے سے کس طرح متاثر ہوتے ہیں۔ ان کا بس چلے تو کسی بھی مسلمان کی طرف بدنیتی سے اٹھنے والے ہاتھ توڑ ڈالیں' جو ان کے کسی مسلمان بھائی کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے بھی دیکھے' اس کی آنکھ نکال کر پھینک دیں لیکن انہیں کوئی موقع ہی نہیں ملا۔

جس طرح یہودیوں کے خلاف برسرِپیکار رہنا میرا مشن ہے' انہیں ہر قدم' ہر محاذ' ہر گلی کوچے میں زک پہنچانا میرا اوّلین مقصد ہے' اسی طرح میں اپنی کاوشوں اور جہدِ مسلسل کی داستان ہر مسلمان تک پہنچانا بھی اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

مجھے احساس ہے' میں نے غیر معمولی زندگی بسر کی ہے۔ اگر ایبرن ہال والے واقعے سے قبل کوئی شخص مجھے بتاتا کہ تم اپنی آئندہ زندگی میں کیا کچھ کرنے والے ہو تو میں اس کی باتوں کو ہنسی میں اڑا دیتا۔ میں تو بہت امن پسند آدمی تھا۔ میں نے تو اپنی زندگی میں کسی سے اونچی آواز سے بات بھی نہیں کی تھی۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میں اتنی پرخطر زندگی بسر کروں گا۔ میں نے تو خود کو ہمیشہ بہت کم حوصلہ جانا تھا۔ عام لوگوں کی طرح میں بھی ہنگاموں سے خوف زدہ رہنے والا آدمی تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ قدرت نے مجھ میں کتنی صلاحیتیں پوشیدہ کر رکھی ہیں۔ کوئی بھی اپنی صلاحیتوں سے باخبر نہیں ہوتا۔ ممکن ہے میری داستان پڑھنے والوں میں سے بعض لوگوں کو میرے بیان کئے ہوئے بعض واقعات غیر یقینی معلوم ہوتے ہوں۔ وہ میری داستانِ حیات کو محض کسی مصنف کے زورِ قلم کا نتیجہ سمجھتے ہوں مگر بیشتر لوگ جانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے۔ میں اپنی داستانِ حیات کو غیر یقینی قرار دینے والے حضرات کو موردِ الزام نہیں ٹھہراتا۔ اپنے سرانجام دیے ہوئے بعض کارناموں پر مجھے خود بھی حیرت ہوتی ہے۔ اگر یہی واقعات کسی اور کے ساتھ پیش آئے ہوتے اور خود میں نے انہیں کہیں پڑھا ہوتا تو شاید میں خود ان پر یقین کرنے کو تیار نہ ہوتا لیکن یہ بے یقینی کیوں؟ آخر ہم آئے دن اخبارات میں غیر معمولی خبریں پڑھتے رہتے ہیں لوگ محیر العقول کارنامے انجام دیتے ہی رہتے ہیں۔ ڈکیتی کی بڑی بڑی وارداتیں ہوتی رہتی ہیں' ہزار حفاظتی انتظامات کے باوجود طیارے اغوا ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات مجرم بڑی بڑی حکومتوں کو بلیک میل کر جاتے ہیں اور ایک ایسی حکومت جس کے پاس ہر قسم کی قوت موجود ہوتی ہے وہ مٹھی بھر لوگوں کے سامنے بے بس ہو جاتی ہے۔ ایسے کارنامے سرانجام دینے والے بھی تو انسان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہی ہوتے ہیں میری طرح' آپ کی طرح' ہم سب کی طرح تو پھر ہم محض اس بنیاد پر کیوں کسی حقیقت کو جھٹلائیں کہ وہ عام ڈگر سے ہٹ کر ہے۔

اور پھر یوں بھی تو ہے کہ قدرت ہمیشہ حق کا ساتھ دیتی ہے قدرت نے عربوں کو ان کی تن آسانی کی سزا یہ دی کہ ان پر یہودیوں کو مسلط کردیا اور پھر انہی نہتے فلسطینیوں کو ایک طاقت ور حکومت کے مقابل لاکر کھڑا کردیا۔ فلسطینیوں کی گوریلا کارروائیوں نے اسرائیلی حکومت کو عاجز کر رکھا تھا۔ تمام تر وسائل میسر ہونے کے باوجود ان کارروائیوں کا تدارک کرنے سے عاجز و لاچار ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ آپ مجھے پہچان گئے ہوں گے۔ جی ہاں میں علی یار خاں ہوں۔ یہ میری زندگی کا دوسرا عہد ہے۔ اللہ نے مجھے موت کے چنگل سے نکالا مجھے دوسری زندگی عطا کی اور اس بنیاد پر مجھے یقین ہے کہ اسے مجھ سے کوئی بڑا کام لینا مقصود ہے۔

اپنی زندگی کے پہلے عہد میں میں اسرائیل کی قید میں تھا اس قید سے فرار ہونے کا میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا عام حالات میں تو شاید فرار کا کوئی امکان ہوتا بھی مگر جس طرح سے مجھے گرفتار کیا گیا تھا اس کے بعد مجھے ان سے کسی نرمی کی توقع نہیں تھی۔ ہتھکڑیوں اور بیڑیوں سمیت فرار ہونے کا خیال بھی دیوانے کی بڑ ہوتا اور اس بات کا بھی کوئی امکان نہیں تھا کہ کال کوٹھری سے باہر بھی مجھے بیڑیوں اور ہتھکڑیوں سے آزاد بھی کیا جاسکتا ہے لیکن مقدر کے لکھے کو کون مٹا سکتا ہے۔ میں آج بھی سوچتا ہوں تو حیران ہو جاتا ہوں۔ کیا ضروری تھا کہ اقوام متحدہ کی جانب سے بھیجی گئی ٹیم کے سامنے مجھے ہی پیش کیا جاتا۔

یہ بھی ایک اتفاق ہی تھا کہ میں اس اسٹیفن ایوان سے واقف تھا۔ یہ تو مجھے یاد نہیں کہ میں نے اسکی تصویر کہاں دیکھی تھی تاہم ذہن پر ذرا سا زور دینے سے مجھے یہ یاد آگیا تھا کہ وہ انتہائی غیر جانبدار قسم کا آدمی ہے۔ اگر میں اسے نہ پہچانتا تب بھی ہوتا تو وہی تھا جو ہوا۔ اس کے انداز سے صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ اسے اس جنرل پر بھی برتری حاصل ہے جو وہاں کا بے تاج بادشاہ تھا۔

میں نے سر جھٹک کر سوچوں سے چھٹکارا پایا اور گرد و پیش کا جائزہ لیا۔ میرا یہ مشن بہت اہم تھا۔

باہر ایئر پورٹ کی روشنیاں جلنا شروع ہو گئی تھیں۔ معراج طیاروں کا ایک اسکواڈرن فضا میں انگریزی حرف "وی" تشکیل دیتے ہوئے پرواز کر رہا تھا۔ باہر کمپنی کی بسیں عملے کو لے جانے کے لئے تیار کھڑی تھیں۔ چھٹی کرکے نکلنے والے افراد ان بسوں میں بیٹھ رہے تھے۔

اندر پلانٹ میں اضافی دودھیا روشنیاں آن ہوئیں تو میں چونک پڑا۔ میں نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی ایک اور الجزائری اوور ٹائم کے لئے رکا تھا۔ میں نے اسے دیکھا تو نہ جانے کیوں وہ گڑبڑا گیا اور مجھ سے نظریں چرانے لگا۔

اب میں آہنی مچان پر بیٹھے ہوئے عظیم العجبہ پرندے کے سامنے تھا۔ وہ عظیم العجبہ پرندہ جسے دنیا کا نکرڈ کے نام سے جانتی ہے۔ اپنی مچان پر بیٹھا ہوا وہ پرندہ بظاہر اڑنے کے لئے تیار نظر آتا تھا لیکن میں جانتا تھا کہ ابھی اس کی وائرنگ فائنل ہونا باقی ہے۔ وائرنگ فائنل کرنے کے دوران ہی مجھے اپنا کام دکھانا تھا۔

میں سیڑھیاں چڑھ کر آہنی مچان کے سب سے بلند پلیٹ فارم پر پہنچا اور رینگتا ہوا اس چرخی کی طرف بڑھا جو بارہ فٹ اونچی دم کے متوازی قائم کی گئی تھی۔ دم کے قریب رنگ و روغن سے محروم ایلومونیم کی ایک پلیٹ پر پروڈکشن نمبر درج تھا ... 4X - LPN

میں نے گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ چھٹی ہوئے دس منٹ ہوچکے تھے۔ اب میرے کام کرنے کا وقت آگیا تھا۔ دوسری شفٹ میں کام کرنے والے آتے تو وہ مجھے جہاز کے دم والے حصے میں بند کردیتے جو ٹیل سیکشن کہلاتا ہے۔ میں نے چرخی سے لٹکا ہوا کلپ بورڈ تھاما اور جلدی جلدی اس کا جائزہ لیا پھر میں نے پلٹ کر اپنے کندھوں کے اوپر سے عقب میں دیکھا۔ نیچے وہی الجزائری کھڑا تھا جس نے چند منٹ قبل مجھ سے نظریں چرائی تھیں۔

میرے چہرے پر پسینہ نمودار ہوا پھر فیکٹری کے سرد ماحول نے اسے خشک کردیا۔ میں نے آستین سے اپنا چہرہ پونچھا جہاز کے پشتی حصے میں جہاں سیڑھیاں جڑے شہتیر کھڑے تھے وہاں بعض جگہوں پر باڈی ورک مکمل نہیں تھا۔ میں سیڑھیوں والے دو شہتیروں کے درمیان گھس گیا۔

میں نے گیارہ نمبر ٹرم ٹینک کے عین اوپر پاؤں جمائے پھر میں جھک کر کچھوے کی طرح چلتا ہوا پریشر بلک ہیڈ کی طرف بڑھا جس کا کام ابھی تک مکمل نہیں ہوا تھا۔ اوپر کیبن پر سفید روشنی والے بلب نصب تھے جو کام کرنے والوں کو مدد دیتے تھے۔ ایک لائٹ جہاز کی دم میں بھی نصب تھی۔ میں چاہتا تو اس لائٹ کو روشن کرسکتا تھا مگر میں نے دانستہ اسے روشن نہیں کیا اور جہاز کے دم والے حصے میں نیم تاریکی میں بلک ہیڈ کے پاس کھڑا رہا۔

پھر میں نے کھنکار کر گلا صاف کیا اور قدرے بلند آواز میں پکارا "انسپکٹر لاویل !"

آواز سن کر طویل القامت فرانسیسی میری طرف مڑا۔ وہ ایمرجنسی ڈور کا معائنہ کر رہا تھا "ارے سلامی" اس نے چونک کر کہا "یہ تم چوہے کی طرح اندھیرے میں کیا کر رہے ہو؟" اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

میں نے جواباً مسکرانے کی کوشش کی مگر میرا اعصابی تناؤ بہت بڑھ گیا تھا۔ اعصابی تناؤ بڑھ جانے کی وجہ خوف ہرگز نہیں تھا۔ مجھے تو صرف اس بات کی فکر لاحق تھی کہ میرا مشن خوش اسلوبی سے مکمل ہوجائے۔ ہمارے پورے منصوبے کا دارومدار اسی کامیابی پر تھا۔ جو کام مجھے کرنا تھا اس کا کوئی متبادل انتظام نہیں کیا گیا تھا اور اگر میں خدانخواستہ کسی وجہ سے ناکام ہوجاتا تو پورا منصوبہ دھرا رہ جاتا۔

میں نے کلپ بورڈ لہرا کر انسپکٹر کو دکھایا "یہ اب فائنل ہونے والا ہے' ہے نا؟" میں نے پوچھا۔

انسپکٹر لاویل نے ٹارچ کی روشنی بلک ہیڈ پر ڈالی اور وہیں سے اس کا سرسری معائنہ کیا۔ پھر اس نے دوسرا ہاتھ بڑھا کر کلپ بورڈ مجھ سے لے لیا اور تیزی سے اس کے ورق الٹنے لگا وہ انسپکشن شیڈول کے معاملے میں الجزائریوں پر بھروسا کرنے کا قائل نہیں تھا۔ اس نے ہر صفحے پر ہر انسپکٹر کے دستخط خاص طور پر چیک کئے۔ ہر انسپکٹر کا تبصرہ پڑھا۔ میں پرسکون انداز میں کھڑا رہا۔ ان سب چیزوں کی طرف سے مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا۔ سب کچھ اصلی تھا لہٰذا فکر مند ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ الیکٹریکل' ہائیڈرالک اور فیول ٹینک انسپکشن معمول کے مطابق تھا۔ انسپکٹر لاویل کا اپنا شعبہ اسٹرکچر تھا' جہاز کا ڈھانچہ۔ اس نے خود اپنے ریمارکس پڑھے اور بولا "ہاں تمام انسپکشن ہوچکے ہیں۔ سب ٹھیک ہے۔"

"اور میرا کام... میرا مطلب ہے جہاز میں برقی تنصیبات کام؟" میں نے پوچھا۔

"تمہاری کارکردگی شاندار رہی ہے" اس نے تعریفی لہجے میں کہا "برقی تنصیبات کا کام مکمل ہوچکا ہے اور آج اسے سیل کردیا جائے گا" اس نے کلپ بورڈ دوبارہ مجھے تھمایا اور مجھے گڈنائٹ کہتا ہوا باہر چلا گیا۔

میں نے کلپ بورڈ اپنی بیلٹ سے لٹکایا اور شہتیروں کے نیچے جھک کر بڑی احتیاط سے آگے بڑھنے لگا۔ آگے بڑھنے کے دوران میں وقفے وقفے سے پلٹ کر عقب میں بھی نگاہ ڈالتا جارہا تھا۔ انسپکٹر لاویل واپس جاچکا تھا اور انسولیٹرز اپنے اپنے اوزار سنبھال کر واپسی کی تیاری کر رہے تھے۔ پھر کسی نے کیبن کی بیشتر روشنیاں بجھادیں' کیبن کی روشنیاں بجھ جانے کے باعث جہاز کے ٹیل سیکشن میں چھایا ہوا اندھیرا اور زیادہ گہرا ہوگیا۔

میں نے ڈانگری کی جیب سے ٹارچ نکال کر روشن کی اور اس کا رخ کھوکھلی دم کی طرف کرکے آہستہ آہستہ اوپر چڑھنا شروع کردیا یہاں تک کہ اس مقام تک پہنچ گیا جہاں دم کے دونوں حصے ملتے تھے۔ عظیم العجبہ کا نکرڈ طیارے کا مستقبل میرے آئندہ پانچ منٹ کے عمل سے وابستہ تھا۔

میں نے اپنی ڈانگری کی پھولی ہوئی جیبوں میں سے ایک جیب سے سیاہ رنگ کا الیکٹریکل باکس نکالا۔ یہ باکس اپنے سائز کے اعتبار سے سگریٹ کے پیکٹ کے برابر تھا۔ باکس کے اوپر دھات کی ایک نمبر پلیٹ تھی جس پر بی ڈی۔ ۲۱۰۵۰۹۲۲ ویں ایف این ای اسے تحریر تھا لیکن وہ باکس اس نمبر پلیٹ کے مطابق ہرگز نہیں تھا۔

ڈانگری کی اوپری جیب سے میں نے ایپوکسی کی ٹیوب نکالی اور ایلومونیم کی ایک پلیٹ پر گلو لگایا اور باکس کو پوری طاقت سے جہاز کی ایک سائیڈ پر چپکا کر کچھ دیر دباؤ ڈالتا رہا پھر میں نے باکس میں سے ٹیلی اسکوپنگ انٹینا کھینچا اور اسے اس حد تک باہر نکالا کہ وہ دم کی آہنی سائیڈوں سے ہٹ کر باہر نکل گیا۔

اس کام کی طرف سے مطمئن ہونے کے بعد میں نے اپنی پوزیشن تبدیل کی اور دم کے اندر داخل ہوگیا۔ ٹیل سیکشن میں گرمی میری توقع سے بہت کم تھی پھر بھی میری پیشانی پسینے سے تر ہوگئی۔ میں نے چاقو کی مدد سے ایک سبز تار چھیلا جو ٹیل لائٹ سے منسلک تھا پھر میں نے اس رنگ کا ایک تار اپنی جیب سے نکالا۔ تار کے ایک سرے سے سگریٹ کے سائز کا ایک دھاتی سلنڈر منسلک تھا۔ دوسرے سرے پر محض تانبے کا ایک تار تھا۔ میں نے اس سرے کو نیوی گیشن لائٹ وائر سے ملا دیا اور پھر بڑی احتیاط سے اس پر ٹیپ لپیٹ دیا۔

اس کے بعد میں آہستہ آہستہ نیچے اتر آیا۔ سبز تار میرے ہاتھ میں تھا۔ دم کے اندر رنگ برنگے تاروں کا جال بچھا ہوا تھا۔ میں نے اس سبز تار کو بھی تاروں کے اس جال میں ملا دیا۔ پھر میں اس تار کو گیارہ نمبر کے ٹرم ٹینک میں لے گیا۔

نیچے کھڑے ہوئے مزدور مجھے صاف نظر آرہے تھے۔ دم کے اندرونی حصے میں گرمی کے اندر کام کرنے کے باعث پسینہ میرے چہرے پر پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔ مجھے خدشہ محسوس ہوا کہ پسینے کے قطرے ان میں سے کسی پر نہ جاگریں مگر خیریت گزری اور کسی نے سر اٹھا کر نہیں دیکھا۔

دوسری جیب سے میں نے سفید پڈنگ جیسا پلاسٹر نکالا اس کا وزن تقریباً آدھا کلو گرام رہا ہوگا۔ میں نے بڑی احتیاط سے اس مادے کو گیارہ نمبر فیول ٹینک کے اوپر چپکا دیا۔ پھر میں نے ٹٹول کر سبز تار نکالا اور اس وقت تک کھینچتا رہا جب تک اس سے منسلک سلنڈر میری انگلیوں سے مس نہیں ہوگیا میں نے سلنڈر کو پلاسٹر میں گھسایا اور پلاسٹر سے اسے اچھی طرح ڈھک دیا۔

اسی وقت دوسری شفٹ کی گھنٹی بجی۔ گھنٹی کی آواز نے مجھے بری طرح چونکا دیا۔

میں جلدی سے اٹھا اور اپنے پسینے سے تر ہاتھ ڈانگری پر پونچھے پھر میں آہستہ آہستہ دم کے اس حصے کی طرف آیا جو بالکل سامنے تھا۔ وہاں سے میں نے آہنی مچان کے سب سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اونچے پلیٹ فارم پر چھلانگ لگائی۔ اپنا پورا کام نمٹانے میں مجھے صرف چار منٹ کا مختصر سا عرصہ لگا تھا مگر مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے صدیاں بیت گئی ہوں۔ کچھ یوں بھی تھا کہ چار منٹ کے اس مختصر سے کام کے لئے طویل منصوبہ بندی کی گئی تھی جو کئی مہینوں پر محیط تھی۔ اس وقت دوسری شفٹ کے دو کاریگر آ پہنچے۔ ان کا کام چیک کرنا تھا۔ اس پلیٹ فارم پر مجھے دیکھ کر ان کی نگاہوں میں تجسس ابھرا مگر اس وقت تک میں خود پر پوری طرح سے قابو پا چکا تھا۔ ان دونوں میں سے ایک فرانسیسی تھا اور دوسرے شخص کا تعلق الجزائر سے تھا۔ الجزائری نے ہاتھ اٹھا کر جہاز کی دم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرانسیسی زبان میں مجھ سے پوچھا۔ "یہ تیار ہے؟"

ایک لمحے کو تو میری سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ کیا جواب دوں۔ مجھے یوں لگا جیسے وہ میرے کام کے متعلق پوچھ رہے ہوں لیکن میں نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھال لیا۔ میرے کام سے ان کا کیا تعلق ہو سکتا تھا۔ یہ تو میرے اور تنظیم آزادی فلسطین کے درمیان ایک ایسا راز تھا جس کا علم کسی بھی غیر متعلق شخص کو نہیں ہو سکتا تھا۔ ہم نے بہت بڑا منصوبہ بنایا تھا اور بڑے منصوبوں کے لئے رازداری بنیادی شرط ہوتی ہے۔ ہم نے تو اس حد تک رازداری برتی تھی کہ تنظیم کے بھی صرف وہی لوگ اس منصوبے کے بارے میں جانتے تھے جن کا اس سے تعلق تھا۔ دیگر لوگوں کو یہ تک معلوم نہیں تھا کہ ہم کس منصوبے پر کام کر رہے ہیں۔ جب ہم نے رازداری کا اس حد تک خیال رکھا تھا تو پھر اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ الجزائری کے سوال کا تعلق میرے کام سے رہا ہو۔ میں نے فقط ایک لمحے میں سمجھ لیا کہ وہ دم کا کام مکمل ہونے کے بارے میں استفسار کر رہے ہیں۔

میری نظر اپنی بیلٹ سے لٹکے ہوئے کلپ بورڈ پر پڑی میں نے کلپ بورڈ الجزائری کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "یہ کام ہر اعتبار سے مکمل ہو چکا ہے الیکٹریکل 'اسٹرکچر' ہائیڈرالک ہر انسپکشن مکمل ہو چکا ہے۔ اب اسے بند کرنا ہے۔"

انہوں نے کلپ بورڈ پر انسپکشن رپورٹ چیک کی اور مطمئن ہو کر وہ الومینیم پلیٹیں تیار کرنے اور انہیں کسنے میں مصروف ہو گئے۔ میں چند لمحے کھڑا انہیں کام کرتے دیکھتا رہا اور پھر میں سیڑھی کے ذریعے نیچے اترا اور اپنا کارڈ پنچ کرنے کے بعد میں باہر آ گیا۔

بس میں دوسرے مزدوروں کے ساتھ بیٹھا میں انہیں وائن پیتا دیکھتا رہا۔ بس سینٹ نزائر کی طرف جا رہی تھی۔ میرے ذہن پر پھر ماضی کی یادیں حملہ آور ہو گئی تھیں۔

یہ بات مجھے بہت بعد میں معلوم ہوئی کہ جس شخص نے مجھے رہا کرنے کے لئے کہا تھا وہ اسرائیلی پارلیمنٹ نیسٹ کا ایک رکن تھا۔ اس نے یہ تجویز صرف اس لئے پیش کی تھی کہ کسی طرح اقوام متحدہ کی کمیٹی کے اراکین کے سامنے اسرائیل کی ساکھ خراب ہونے سے بچالے۔ واقعات جس طرح سے پیش آئے تھے اس میں یہ کچھ ہونا ناگزیر تھا۔ اقوام متحدہ کی کمیٹی کے اراکین کے سامنے مجھے پیش کرنے کا مقصد تھا کہ وہ فلسطینیوں پر کوئی بھی الزام عائد کر دیں۔ اسرائیل کے فوجی افسران مجھے پہچان نہیں سکے تھے ورنہ ان سے یہ حماقت ہرگز سرزد نہ ہوتی۔ ایک ہی روز قبل تو میں کسی بھی قیمت پر اپنی زبان کھولنے پر آمادہ نہیں ہو رہا تھا۔ ان بے چاروں کو کیا معلوم تھا کہ میں بدلتے ہوئے حالات کو اپنے حق میں استعمال کرنے کا ماہر ہوں۔ ان کے سان و گمان میں بھی نہیں تھا کہ میں ایک ذرا سا موقع ملتے ہی یوں فر فر بولنے لگوں گا۔

میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تاہم میرا اندازہ ہے کہ اس وقت میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو وہی کرتا جو میں نے کیا تھا۔ قدرت تو صرف موقع فراہم کرتی ہے۔ ان سے فائدہ اٹھانا یا نہ اٹھانا انسان کے اپنے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ قدرت نے مجھے جو موقع عطا کیا میں نے اس سے فائدہ اٹھانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور اس کے نتیجے میں جنرل ایکس کو مجبوراً میری رہائی کا فرمان جاری کرنا پڑ گیا تھا۔

کس طرح ممکن ہے کہ مجھے اپنی رہائی کے حکم کا خیال آنے کے ساتھ ساتھ کرنل ڈیوڈ نہ یاد آ جائے جب بھی مجھے کرنل ڈیوڈ یاد آتا ہے میرے جسم میں غصے کی ایک شدید لہر دوڑ جاتی ہے۔ کرنل ڈیوڈ وہ شخص تھا جس نے فوجی حکم کی خلاف ورزی اس طرح سے کی تھی کہ اس پر خلاف ورزی کرنے کا الزام بھی عائد نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مجھے کامل یقین ہے کہ اس کی نیت میں فتور تھا۔ میں خود کو اس کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ کچھ تو یہودیوں کی فطرت سے آگاہ ہونے کے باعث اور کچھ اس کے انداز سے میں نے اس کے عزائم کا اندازہ لگا لیا تھا۔

قید سے فرار ہوتے وقت میرے جسم میں ان گنت گولیاں اتر گئی تھیں۔ یہ سانحہ لمحاتی فرق سے پیش آیا تھا اگر مجھے ایک لمحہ بھی مزید مل جاتا تو میں نے دریا میں چھلانگ لگا دی ہوتی لیکن کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ کمند اس وقت بھی ٹوٹ جاتی ہے جب لب بام دو چار ہاتھ سے بھی کم فاصلہ ہوتا ہے۔ گولیاں جسم میں اترتے ہی میں گر پڑا تھا تاہم قدرت کا غیبی ہاتھ اس وقت بھی میری مدد پر آمادہ تھا جس وقت مجھے گولیاں لگیں میں دریا کے کنارے پہنچ چکا تھا اور دریا میں چھلانگ لگانے ہی والا تھا۔ گولیاں کھا کر میں گرا ضرور مگر خشکی پر نہیں دریا کی نرم آغوش میں اور دریا کی مہربان لہریں مجھے یہودی درندوں سے دور بہا کر لے گئیں۔

فرار ہوتے ہوتے بھی میں نے اسرائیل پر ایک کاری ضرب لگا دی تھی۔ اسٹیفن ایوان اور اس کے دونوں ساتھی اراکین نے اسرائیلی افواج کے رویئے کو جارحیت پر مبنی قرار دیا تھا اور ان کی رائے میں فلسطینی مظلوم ٹھہرے تھے۔ اس بیان کو عام ہونے سے بچالیا گیا تھا ان کی رائے متاثر کرنے میں بہرحال میں نے نمایاں کام کیا تھا اور پھر جنرل ایکس کو بھی تو ریٹائر کر دیا گیا تھا۔

جنرل ایکس تو خیر ریٹائر کر دیا گیا تھا مگر کرنل ڈیوڈ ابھی تک اپنی جگہ موجود تھا۔ اس نے اپنے ذاتی فیصلے سے مجھے موت کے منہ میں پہنچا دیا تھا اور اس کی یہ حرکت ایک قرض تھی۔ یہ قرض مجھے ہر حال میں چکانا تھا۔ میں اب پہلے جیسا نہیں رہا تھا مجھ میں بڑی تبدیلیاں آ گئی تھیں۔

موت کے منہ سے بچ نکلنا میرے لئے ایک نیا تجربہ تھا۔ کئی گولیاں لگنے کے باوجود زندہ رہ جانا کوئی معمولی بات نہیں ہوتی۔ میں کئی روز موت و زیست کی کشمکش میں مبتلا رہا تھا۔ مجھے ابتدائی طبی امداد بھی پورے طور پر نہیں مل سکی تھی۔ میرے جسم سے گولیاں نکالنے کا کام لبنان کے ایک گاؤں کے جراح نے کیا تھا۔ یہ تو محض اتفاق تھا کہ چند روز گزرنے کے بعد ہی تنظیم آزادی فلسطین کے لوگ مجھے تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

وہ چند روز جب میں موت و زیست کی کشمکش میں گرفتار رہا تھا' میرے لئے اپنی زندگی کا قیمتی ترین تجربہ ہیں۔ اس دوران بیشتر وقت میں ہوش و حواس سے بے گانہ رہا تھا تاہم میری یادداشت میں ان چند دنوں کی دھندلی یادیں اب تک موجود ہیں۔ ان یادوں میں سب سے نمایاں چیز وہ ناقابل برداشت تکلیف ہے جس سے میں ان چند دنوں کے دوران گزرا تھا۔ نقاہت' کمزوری' تکلیف اور بے ہوشی کے علاوہ ان دنوں کا سرمایہ وہ چند غیر واضح اور دھندلی اشکال ہیں جو کبھی واضح شکل اختیار نہیں کر سکیں۔ کچھ نامانوس آوازیں ہیں ہاں صرف آوازیں' ان کا کوئی مفہوم نہیں ہے۔ میں آج بھی اپنے ان محسنوں سے ملنے کا مشتاق ہوں جنہیں اللہ تعالیٰ نے میرا نجات دہندہ بنایا تھا۔ میں ان ہاتھوں کو دیکھنے کا متمنی تھا جنھوں نے میرے لئے مسیحائی کی تھی لیکن تنظیم کے ہر فرد نے میری اس خواہش کو پورا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

"تم ان لوگوں سے مل کر کیا کرو گے؟" میرے روز روز کے اصرار سے تنگ آ کر ایک روز میرے میزبان نے سوال کیا۔

"یہ میری خواہش ہے۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہر شریف آدمی اپنے محسنوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہے۔"

"وہ بہت غریب لوگ ہیں۔" عبداللہ سروانی نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "محنتی کسان جو اگر محنت نہ کریں تو انہیں دو وقت کی روٹی بھی نہ میسر آئے۔"

"اوہ۔" میں اس جواب پر مضطرب ہو گیا۔ "گویا ناوانستگی میں میں ان پر بوجھ بنا؟"

"عربوں کی مہمان نوازی سے واقف ہونے کے باوجود تم اس قسم کی باتیں کر رہے ہو؟"

"میں اپنے محسنوں کے لئے کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ انھوں نے میری زندگی بچا کر مجھ پر میری زندگی کا سب سے بڑا احسان کیا ہے۔"

"یہ مت بھولو کہ زندگی اور موت کا اختیار صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے جسے چاہا اس کام کے لئے وسیلہ بنا دیا۔"

"میں جانتا ہوں۔ بیشک وہی ایک کو دوسرے کے لئے وسیلہ بناتا ہے لیکن تم لوگ یہ کیوں چاہتے ہو کہ میں اپنے محسنوں کے لئے وسیلہ نہ بننے پاؤں؟"

"تمہیں پوری طرح فٹ ہونے میں کئی ماہ کا عرصہ لگے گا اور یہ پورا عرصہ تم خاموشی سے گزارو گے... جیسے ہم چاہیں گے ویسے۔"

"دیکھو عبداللہ میں تنظیم آزادی فلسطین کا بھی شکر گزار ہوں۔ تم لوگوں نے مجھے بہترین علاج کی سہولتیں مہیا کی ہیں مگر میں نے کبھی خود کو کسی کا پابند نہیں بنایا۔ اب بھی نہیں بناؤں گا۔"

میری بات سن کر عبداللہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا پھر چند لمحے بعد اس نے کہا۔ "ہم اپنے مفاد میں نہیں بلکہ تمہارے فائدے کے لئے یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔"

"میں اپنا اچھا برا خود سمجھ سکتا ہوں۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میری طرف سے تنظیم کے بڑوں کا شکریہ ادا کر دینا۔" اس وقت تک میری توانائی پوری طرح بحال نہیں ہوئی تھی اور میرے بائیں پیر میں ہلکی سی لنگڑاہٹ بھی موجود تھی۔ ایک گولی نے میرے بائیں پیر کی ہڈی کو نقصان پہنچایا تھا۔

"تم بہت جذباتی ہو علی!" عبداللہ نے بے بسی سے کہا۔ "ہمارا خیال تھا کہ اب تمہارے جذبات کسی حد تک تمہارے قابو میں آ جائیں گے۔"

"ہاں میں بہت جذباتی ہوں عبداللہ! یہ جذباتیت نہ ہوتی تو اس وقت بڑے سکون سے زندگی گزر رہی ہوتی مگر تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ میرے جذبات میرے قابو میں نہیں ہیں شاید ہی کبھی میرے جذبات میرے قابو سے باہر ہوتے ہوں اور اپنے محسنوں کے لئے تو میں جان کی بازی بھی لگا سکتا ہوں۔"

"بیٹھ جاؤ علی! ہمیں غلط نہ سمجھو۔ جن لوگوں نے تم پر احسان کیا ہے وہ بالواسطہ طور پر ہمارے محسن بھی بن گئے ہیں۔ دونوں کے مفادات کا خیال رکھنا ہماری ذمے داری ہے۔"

"تو پھر مجھے ان لوگوں کا پتا بتاؤ جنھوں نے مجھے دریا سے نکال کر میرا علاج کرایا تھا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہمارا خیال ہے کہ تمہیں ان کا پتا بتانا ان کے مفاد میں نہیں ہوگا۔"

"ٹھیک ہے اگر تمہارا یہی خیال ہے تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا تاہم اب تم مجھے روک بھی نہیں سکو گے۔ میں خود انہیں تلاش کروں گا۔"

"نہ تو میں تمہیں اس کا مشورہ دوں گا اور نہ ہی اجازت دوں گا۔"

"کیا تم مجھے زبردستی روکو گے؟" میں نے عبداللہ کو گھورتے ہوئے کہا تھا اور وہ ہنس پڑا تھا۔

"تم بہت ضدی ہو علی! نہیں ہم زبردستی تمہیں نہیں روک سکتے تاہم اب میں بعض حقائق تمہارے علم میں لانے کے لئے مجبور ہوگیا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے کہا "تم نے مجھ سے کچھ چھپایا بھی ہے؟"

"ہاں علی!" عبداللہ نے ایک طویل سانس لے کر کہا "ہم نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ تمہیں ان باتوں سے بے خبر ہی رکھا جائے گا تاہم اب ان کا تمہارے علم میں لانا ناگزیر ہوگیا ہے ورنہ تم اپنے ساتھ ان غریب کسانوں کو بھی مشکل میں پھنسا دو گے۔"

اس کی مبہم باتوں نے مجھے الجھن میں مبتلا کر دیا۔ "جو کچھ تمہیں کہنا ہے جلدی کیوں نہیں کہہ دیتے؟"

"تمہاری خوش قسمتی یہ تھی کہ اسرائیلی فوج کا کوئی بھی شخص تمہیں شناخت نہیں کرسکا تھا اگر انہیں یہ معلوم

ہو جاتا کہ تم علی یار خان ہو تو وہی باتیں ہوتیں یا تو اس وقت تم زندہ نہ ہوتے یا زندہ ہوتے تو ان لوگوں نے تمہیں اس حال تک پہنچا دیا ہوتا کہ تم موت کی دعائیں مانگ رہے ہوتے۔"

"مگر اس بات سے ان لوگوں کا کیا تعلق ہے جنھوں نے میری زندگی بچائی ہے؟"

"جنرل ایکس نے بڑی مجبوری کے تحت تمہاری رہائی کا حکم جاری کیا تھا۔ شاید زندگی میں پہلی بار اسے اپنی فطرت کے خلاف کام کرنے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔ جب کمیٹی کے ارکان کیمپ کا معائنہ کر کے چلے گئے تو جنرل ایکس نے سب سے پہلے تمہارے بارے میں پوچھا۔ کرنل ڈیوڈ نے اسے جب اپنے کارنامے سے آگاہ کیا تو وہ بہت خوش ہوا لیکن دوسری طرف نیسٹ کے رکن کی رپورٹ پر ہائی کمان حرکت میں آگئی اور جنرل ایکس سے اس قیدی کے بارے میں تفصیلات طلب کر لی گئیں جس کی وجہ سے اسرائیل کی پوزیشن خراب ہوئی تھی۔ جنرل ایکس بے چارہ تفصیلات کیا فراہم کرتا اسے کچھ معلوم ہی نہیں تھا تاہم وہ تمہارا حلیہ تو بیان کر ہی سکتا تھا سو وہ اس نے کر دیا اور ہیڈ کوارٹر کو یہ معلوم کرنے میں دیر نہیں لگی کہ دراصل وہ قیدی کون تھا..."

میں نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ اس وقت تک میں یہی سمجھتا رہا تھا کہ اسرائیلی میری اصلیت سے بے خبر ہی رہے لیکن عبداللہ کے اس انکشاف سے معلوم ہوا کہ میرے فرار کے بعد انہیں میرے بارے میں علم ہوگیا تھا۔ میرے لئے ایک حیران کن بات یہ بھی تھی کہ تنظیم نے یہ بات مجھ سے چھپائی کیوں

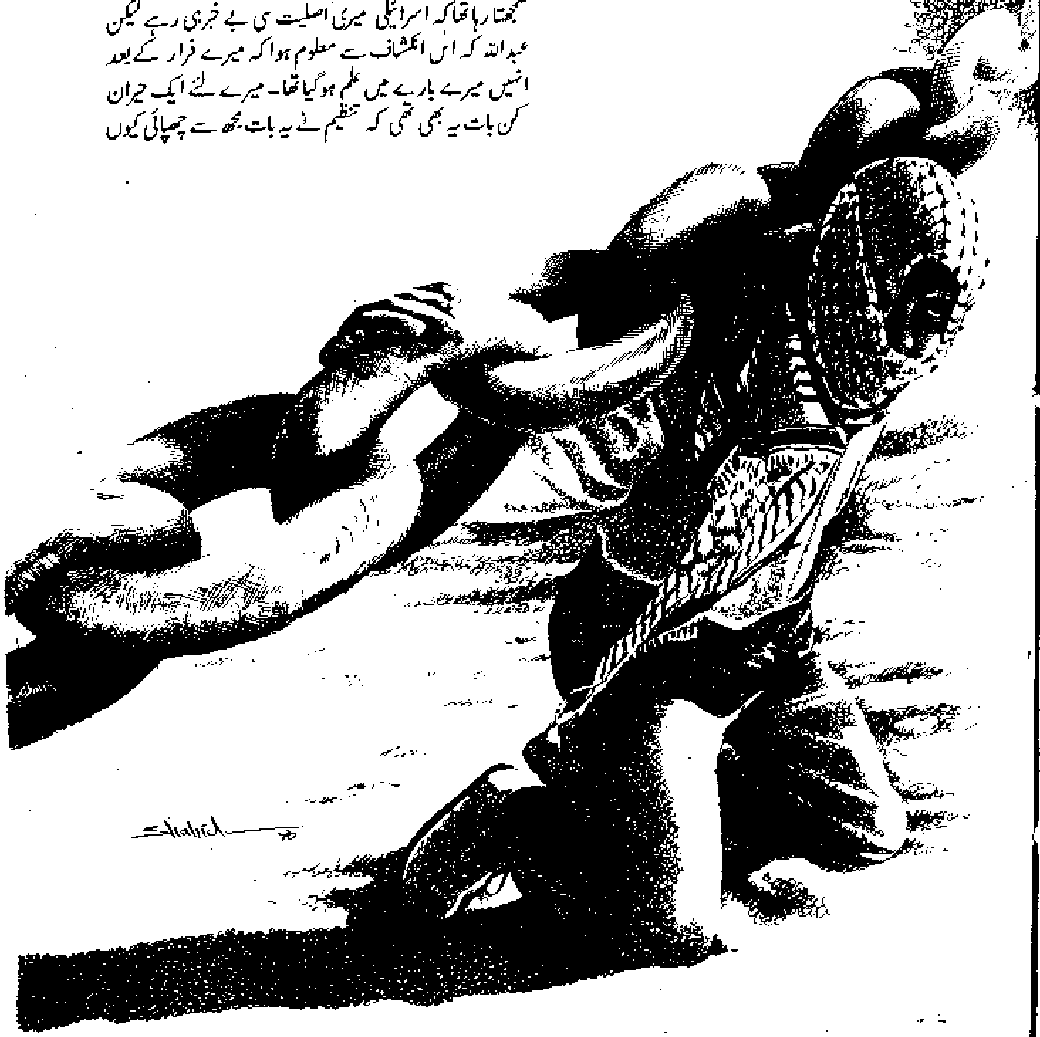

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی۔

عبداللہ نے گویا یہ سوال میری آنکھوں میں پڑھ لیا۔ مسکرا کر بولا "ہم نے سوچا تھا کہ تمہارے پوری طرح صحت یاب ہونے تک تم سے یہ خبر پوشیدہ ہی رکھیں گے تاکہ تم پوری یکسوئی کے ساتھ خود کو مستقبل کے لئے تیار کر سکو۔ ہمیں اندیشہ تھا کہ کہیں تم ایک بار پھر اسرائیلیوں سے الجھنے کے لئے بے تاب نہ ہو جاؤ۔ ہمارا خیال تھا کہ یہ خبر سن کر ممکن ہے تم کسی قسم کی جلد بازی کا مظاہرہ کرو اور اس کے نتیجے میں کسی نقصان سے دوچار ہو جاؤ۔"

"انسان کے ردِ عمل کے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن تم نے یہ خفیہ خبر اب کیوں منکشف کر دی؟" میں نے پہنچتے ہوئے لہجے میں کہا۔

وہی بتانے جا رہا تھا" عبداللہ نے بڑے تحمل سے جواب دیا "تمہاری اصلیت سے باخبر ہوتے ہی وسیع پیمانے پر مگر نہایت خفیہ طریقے سے تمہاری تلاش کا کام شروع کر دیا گیا۔"

"جب میں مر چکا تھا تو وہ کسے تلاش کر رہے تھے؟" میں نے عبداللہ کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"معاملہ کسی عام آدمی کا ہوتا تو کوئی بات نہیں تھی لیکن تمہارے معاملے میں وہ کسی بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھے۔ تمہارے بچ جانے کے امکانات بہرحال موجود تھے۔ تمہارا زخمی ہو کر دریا کی لہروں کی نظر ہو جانا تو یقینی تھا لیکن تمہاری موت پر وہ اس وقت تک یقین نہیں کر سکتے تھے جب تک کہ تمہاری لاش اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیتے۔ ہمیں بروقت اس بات کی اطلاع مل گئی اور ہم نے اس کا توڑ بھی کر لیا چنانچہ اسرائیلی جاسوس تمہارے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں کر سکے لیکن انہیں ابھی تک توقع ہے کہ کہیں نہ کہیں سے انہیں کوئی نہ کوئی سراغ ضرور مل جائے گا چنانچہ دریا کے کنارے والی تمام آبادیوں میں ان کے جاسوس تمہاری بو سونگھتے پھر رہے ہیں۔ تمہیں یہ تو معلوم ہوگا کہ چھوٹی بستیوں میں کسی اجنبی کے لئے خود کو چھپانا تقریباً ناممکن ہوتا ہے اس لئے اگر تم نے اس سلسلے میں کسی غیر معمولی سرگرمی میں ملوث ہونے کی کوشش کی تو عین ممکن ہے کہ تم اپنے محسنوں تک پہنچنے سے قبل ہی ان کی گرفت میں آجاؤ۔

عبداللہ کی باتوں نے مجھے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا یہ حقیقت ہے کہ اس وقت میں ان فٹ تھا۔ فیلڈ میں آنے کی کوشش کرتا تو ایک عام آدمی کی طرح مارا جاتا۔ اس وقت مجھے نہیں معلوم تھا کہ میں دوبارہ فیلڈ میں اترنے کے قابل بھی ہو سکوں گا یا نہیں لیکن یہ ضرور تھا کہ میں اپنے طور پر اتنا عمدہ علاج نہیں کرا سکتا تھا جتنا تنظیم کی زیرِ نگرانی ہو رہا تھا۔ بہترین ڈاکٹروں کے علاوہ متعدد ماہرین مجھے مشقیں کرانے اور تربیت دینے میں مصروف تھے۔ انہیں امید تھی کہ میں دوبارہ پہلے کی طرح فٹ ہو جاؤں گا۔

"میں بہت عرصے یہودیوں سے برسرِ پیکار رہا ہوں عبداللہ! میں نے انہیں جس قدر نقصانات پہنچائے ہیں اس کے بعد اصولاً مجھے مطمئن ہو جانا چاہئے تھا لیکن معاملہ بالکل برعکس ہے۔ یہودی غاصبوں کے خلاف میرے سینے میں جلتی ہوئی آگ پہلے سے بھی زیادہ شدید ہو گئی ہے اور اس بنیاد پر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب کچھ عرصہ خاموشی سے ان کے خلاف تیاری کرنے کے بعد ان کے لئے زیادہ خطرناک بن کر میدانِ عمل میں اتروں گا۔"

"اللہ تمہارا بھلا کرے برادر!" عبداللہ نے خوش ہو کر کہا "ہماری خواہش بھی یہی ہے۔"

"تم مجھے ان کے بارے میں کچھ نہ بتاؤ لیکن میری خواہش ہے کہ میرے نادیدہ و نامعلوم محسنوں کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کیا جائے۔"

فی الحال تو اسرائیلی جاسوسوں کی وجہ سے یہ ممکن نہیں ہے لیکن یقین رکھو کہ مطلع صاف ہوتے ہی ہم تمہاری خواہش ضرور پوری کریں گے۔"

قصبے کے وسط میں میں بس سے اترا اور بل کھاتی سڑکوں سے گزرتا ہوا اینٹ زائر کے عسرت زدہ علاقے کی طرف بڑھا جہاں گوشت کی ایک دکان کے اوپر نوری سلامی کا فلیٹ تھا۔ نوری سلامی کے فلیٹ کی طرف جاتے ہوئے بھی میرے ذہن پر ماضی کی یادوں کی یلغار تھی۔

وہ عرصہ جس میں میں غیر متحرک رہا تھا میں نے بے کار نہیں جانے دیا تھا۔ یہ درست ہے کہ میں فیلڈ ورک کے لائق نہیں تھا تاہم اس دوران میں نے بہت کچھ سیکھا تھا۔ مجھے جہازوں سے دلچسپی ہوئی تھی۔ جہازوں کے بارے میں میں نے بہت کچھ پڑھا بھی تھا اور پھر ہوا بازی کی باقاعدہ تربیت بھی حاصل کی تھی۔ میں خود کو صیہونیت کے لئے بہت زیادہ مہلک بنا دینا چاہتا تھا۔

پہلے میں بہت زیادہ سرگرم تھا۔ مجھ میں تحرک کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ قسمت ہمیشہ میرا ساتھ دیتی تھی مگر موت کے منہ سے بچ نکلنے کے بعد میرے مزاج میں خاصا ٹھہراؤ آ گیا تھا۔ سیمابیت میرے اندر کہیں بہت گہرائی میں اب بھی موجود تھی مگر پہلے سے زیادہ میرے کنٹرول میں تھی۔ جب میں چاہتا تھا تب ہی ابھر کر آتی تھی۔

پہلے میں منصوبہ بندی پر زیادہ توجہ نہیں دیا کرتا تھا مگر اب میں منصوبہ بندی پر بہت زور دینے لگا تھا۔ مجھے احساس ہو گیا تھا کہ فیلڈ میں کام کرنے والوں کی کوئی کمی نہیں ہے جب کہ اس کے مقابلے میں منصوبہ ساز نہ ہونے کے برابر ہیں اگر کام کرنے والوں کو ایک مکمل منصوبہ دے دیا جائے تو ان کے کامیابی سے ہمکنار ہونے کے امکانات بہت روشن ہو جاتے ہیں لیکن میں نے یہ بھی دیکھا تھا کہ جو لوگ اچھے منصوبے بناتے ہیں وہ عملی طور پر صفر ہوتے ہیں۔ میدانِ عمل میں وہ ریوالور تک چلانے کے متحمل نہیں ہو سکتے اور میرے لئے عملی زندگی سے کنارہ کش ہونا ممکن نہیں تھا لہٰذا میں نے فیصلہ کیا تھا کہ جو بھی منصوبہ بناؤں گا اس پر عمل کرنے کے دوران خود بھی اس میں شامل رہا کروں گا۔ عضوِ معطل بننا مجھے کسی حال میں بھی گوارا نہیں تھا۔

میں تنظیم آزادی فلسطین کے بڑوں کے اس اجلاس میں شریک ہوا تھا جس کی سربراہی مجاہدِ اعظم جناب یاسر عرفات کر رہے تھے۔ اس اجلاس کا مقصد یہودیوں کی نئی چال کے بارے میں غور کرنا اور اس کے سدباب کے بارے میں سوچنا تھا۔

مشرقِ وسطیٰ کی صورتِ حال تبدیل ہوئی تھی۔ ظالموں کو امن کا خیال آیا تھا۔ نفرت کرنے والے اب محبت کی باتیں کر رہے تھے۔ امن کانفرنس کے انعقاد کی کوشش ہو رہی تھی عربوں کا رویّہ بھی تبدیل ہو رہا تھا اور بیشتر عرب ممالک اس کانفرنس میں شرکت کرنے پر رضامند ہو گئے تھے۔

"اسرائیل امن نہیں چاہتا۔ اسے صرف مہلت درکار ہوتی ہے وہ اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کے لئے ایک اور قدم اٹھا رہا ہے۔ وہ دھوکا دے رہا ہے" یاسر عرفات نے زور دے کر کہا تھا "وہ یکسوئی سے اپنا دفاع مضبوط کرنے اور اپنی طاقت بڑھانے کے لئے مہلت حاصل کرنا چاہتا ہے۔"

"آپ درست فرما رہے ہیں سیدی!" ایک رہنما نے کہا تھا "لیکن ہم عربوں کو یہ بات کس طرح سمجھائیں؟"

"ہمیں جو کچھ بھی کرنا ہے خود ہی کرنا ہے" یاسر عرفات نے کہا "جو کسی اور سے توقع رکھتے ہیں انہیں نقصان کے سوا کچھ میسر نہیں آتا۔"

"لیکن ہم کر کیا سکتے ہیں؟" ایک اور رہنما نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدل کر کہا "ہمارے وسائل بہت محدود ہیں۔"

یاسر عرفات یہ سن کر بڑے مدبرانہ انداز میں مسکرائے۔ "ہماری کارروائیاں بہت چھوٹے پیمانے پر ہوتی ہیں لیکن کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ اسرائیل سب سے زیادہ ہماری طرف سے فکرمند رہتا ہے۔"

کانفرنس میں موجود تمام شرکا نے اثبات میں سر ہلا کر یاسر عرفات سے متفق ہونے کا اظہار کیا تھا۔

"ہم اپنی انہی چھوٹی چھوٹی کارروائیوں کے ذریعے اسے الجھائے رکھتے ہیں" یاسر عرفات نے مزید کہا "قومی سطح پر اسے سکون اور یکسوئی میسر نہیں آنے دیتے ورنہ اسرائیل اور امن کی بات۔"

"ہمیں اندازہ ہے سیدی کہ ہم اسرائیل کے لئے خطرہ ہیں لیکن اس کی قوت کے سامنے ہماری کیا حقیقت ہے؟"

"اس کے باوجود ہمیں اپنی بقا کے لئے سب سے بڑا خطرہ سمجھتا ہے" یاسر عرفات نے فضا میں مکا لہراتے ہوئے کہا "وہ صرف ہمیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے تیاری کرنے کی مہلت چاہتا ہے۔ ہمارے عرب مدبرین امن معاہدہ کر کے حماقت کا ثبوت دیں گے۔"

"یہ ایک ایسا جال ہے جس سے بچنا ان کے لئے ممکن بھی نہیں ہے۔ پوری دنیا کی نظریں ان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔" کسی نے کہا تھا۔

"یہی تو مسئلہ ہے کہ ہم عرب ممالک کو یہ معاہدہ کرنے سے نہیں روک سکتے" یاسر عرفات کے لہجے میں تاسف تھا۔ "بین الاقوامی سطح پر اپنی پوزیشن صاف رکھنا ہر ملک کے لئے اہم ہوتا ہے۔"

"مشکل یہ ہے سیدی کہ ہم برادر عرب ممالک کے خلاف طاقت استعمال نہیں کر سکتے ورنہ ہم انہیں امن معاہدہ کرنے سے بہ آسانی روک سکتے تھے" میٹنگ میں شریک ایک رہنما نے کہا۔

"اپنے بھائیوں کے خلاف طاقت استعمال کرنے کا تو تصور بھی نہیں کر سکتے تاہم انہیں یہ باور کرایا جا سکتا ہے کہ ہم مکر میں لپٹے ہوئے نام نہاد امن کے خواہاں نہیں ہیں۔"

"آپ خود تو کہہ رہے تھے سیدی کہ عرب ممالک کو امن معاہدہ کرنے سے کسی طرح بھی نہیں روکا جا سکتا؟"

"پوری دنیا دیکھے گی کہ ہم اسرائیل کی اس چال کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں تو عرب ممالک کو خود ہی عقل آجائے گی۔"

"آپ کی بات وضاحت طلب ہے سیدی! ہم کس طرح احتجاج کریں گے؟"

"امن کانفرنس کے انعقاد سے کچھ پہلے اور انعقاد کے دوران ہمیں کارروائیاں کرنی ہوں گی۔"

"میرے ذہن میں کچھ منصوبے ہیں" یاسر عرفات نے کہا تھا اور اس کے بعد ان منصوبوں پر تفصیلی گفتگو ہوئی تھی۔ اہم ترین منصوبے میں کلیدی کردار مجھے ادا کرنا تھا میرا نوری سلامی کی جگہ لینا بھی اس منصوبے کا ایک جزو تھا۔ نوری سلامی نامی الجزائری جو کانکرڈ طیارے بنانے والی کمپنی میں ملازم تھا۔ میں نے اس کی جگہ لے لی تھی اور خود فلسطینی مجاہدین کی تحویل میں تھا۔

اور اب میں اپنا کام مکمل کر کے واپس جا رہا تھا۔ ایک طیارے کا کام میں پہلے ہی کر چکا تھا اور آج دوسرے طیارے کا کام بھی مکمل ہو گیا تھا۔

فلیٹ میں نوری سلامی کی بیوی اور اس کے چار بچے اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے منتظر تھے۔ مجھے دیکھ کر وہ کھل اٹھے۔ میں نے عربی میں ان سے حال احوال پوچھا۔ کھانے کے بعد میں نے کہا "کاشم! مجھے ایک ضروری کام سے شہر سے باہر جانا ہے۔ ایک ماہ لگ جائے گا واپسی میں، تم یہ رقم رکھ لو۔"

اس نے زیادہ تفتیش نہیں کی۔ نوری سلامی سال میں دو ایک بار اسی طرح جایا کرتا تھا۔ یہ ہدایت مجھے احمد رش سے ملی تھی۔ میں نے اس سے سبب بھی پوچھا تھا۔ اس پر اس نے کہا تھا کہ وہ نوری سلامی سے ایک اور کام لینا چاہتا ہے۔ اس میں ایک ماہ بہرحال لگے گا۔ دوسری طرف میں فیکٹری میں نوری سلامی کی طرف سے ایک ماہ کی چھٹی کی درخواست دے چکا تھا اور وہ منظور بھی ہو چکی تھی۔

"تو کیا آج ہی جا رہے ہو؟" سلامی کی بیوی نے حیرت سے پوچھا۔

"ابھی، اسی وقت۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اور میں جانتا ہوں کہ تم حوصلہ مند اور باہمت بیوی ہو۔ اسی لئے بے فکر ہو کر جا رہا ہوں۔"

نیچے آ کر میں نے زینوں کے پاس کھڑی نوری سلامی کی سائیکل سنبھالی اور باہر نکل آیا۔ تنگ سڑکوں سے گزرتا ہوا میں اس طرف چل دیا، جہاں دریائے لوار خلیج بسکے سے ملتا ہے۔ چڑھائی پر سائیکل چلانے میں بہت لطف آ رہا تھا۔ تاریک ہوتی سڑکوں پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر رہ گیا تھا۔ دریا کا کنارہ آ گیا تھا اور اب میں بارونق حصے سے سنسان حصے کی طرف جا رہا تھا۔ یو بوٹس کے لئے جرمنوں کے بنائے ہوئے کنکریٹ کے احاطے اسی علاقے میں تھے۔ وہ بم پروف احاطے تھے جو دیکھنے میں نہایت بدنما لگتے تھے میں سائیکل کو ان زنگ آلود زینوں تک لے گیا جو نیچے جا رہے تھے۔ سائیکل کو میں نے جھاڑیوں میں کھڑا کیا اور زینوں پر قدم رکھا۔ نیچے اترتے اترتے سیلن اور ڈیزل کی ملی جلی بو دماغ پر چڑھنے لگی۔ میں نے زنگ آلود آہنی دروازے کو دھکیلا اور کنکریٹ کے اس احاطے میں داخل ہو گیا جو کبھی یو بوٹس کی پناہ گاہ کے طور پر استعمال ہوا کرتا تھا۔

باہر جو موجیں دیواروں سے سر ٹکرا رہی تھیں، ان کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ اندر بہت مدھم روشنی تھی۔ صرف چند شمعیں روشن تھیں۔ دراصل وہ متروک پناہ گاہیں تھیں، کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ فلسطینی مجاہدین انہیں استعمال کر رہے ہوں گے۔

میں جانتا تھا کہ پہرے پر موجود مجاہد اوپر ہی سے مجھ پر نظر رکھے ہوئے ہوں گے۔ مگر میں انہی میں سے تھا۔ اس لئے انہوں نے مجھ سے تعرض نہیں کیا تھا۔

اندر بہت ٹھنڈ تھی۔ مجھے اپنے جسم میں خفیف سی لرزش محسوس ہوئی۔

"رش..." میں نے پکارا "احمد رش۔"

جواباً مجھے احمد رش کی آواز سنائی دی "اندر چلے آؤ۔" بظاہر تو وہاں صرف احمد رش ہی تھا مگر میں جانتا تھا کہ وہاں دوسرے لوگ بھی موجود ہیں۔

"آؤ برادر!" اس نے چہک کر کہا۔ پھر اس نے مجھے منہ کھولتے دیکھ کر ہاتھ اٹھایا "نہیں علی! کچھ نہ کہو۔ میں سمجھ چکا ہوں۔ تم اپنا کام مکمل کر آئے ہو۔ یہی بات ہے نا؟"

"ہاں..."

"بہت خوب اور تم جب کوئی کام کرتے ہو تو اس کے مکمل ہونے میں اور کامیابی میں شک و شبہے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی" اس کی آواز اور لہجے میں تفاخر تھا۔ وہ یوں خوش ہو رہا تھا جیسے میری کارکردگی اس کی اپنی کارکردگی ہو۔

"تمام انسپکشن ہو چکے ہیں۔ آج جہاز کا دم والا حصہ بند کر دیا جائے گا" میں نے کہا "میں نے ریڈیو کو دم والے حصے میں سب سے اونچی جگہ نصب کر دیا ہے۔ انٹینا کھول دیا ہے۔ ریڈیو کو جہاز کی بیٹری سے توانائی ملتی رہے گی اور اس کام کے لئے جو تار میں نے استعمال کیا ہے اس پر کسی کو جہاز سے غیر متعلق ہونے کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ خواہ وہ کتنی ہی باریک بینی سے معائنہ کر لیں۔ ریڈیو بھی کسی کو نظر نہیں آ سکتا۔ میں نے اس پر طیارے کے پرزوں کے لئے مخصوص نمبر پلیٹ چڑھا دی ہے۔ اب کوئی بھی اسے دیکھے تو جہاز کا کوئی اہم اور ضروری پرزہ ہی سمجھے گا اور جہاز میں اتنے پرزے استعمال ہوتے ہیں کہ کسی ایک آدمی کو تمام پرزوں کے متعلق علم نہیں ہوتا۔"

"بہت خوب علی! بہت خوب" اس نے مجھے داد دی "اور ڈائنامائیٹ؟"

"اسے میں نے فیول ٹینک کے منہ پر لگایا ہے" میں نے جواب دیا "ٹینک اس جگہ خاص گولائی میں ہے ڈائنامائیٹ چوڑائی دس سینٹی میٹر کے قریب ہوگی اس کے عقبی حصے میں بیچوں بیچ میں ڈیٹونیٹر لگا دیا ہے دھماکا ٹینک پر مطلوبہ اثر ڈالے گا اور ڈائنامائیٹ کسی کو نظر نہیں آئے گا۔"

"بہت خوب برادر۔ مبارک ہو۔"

"لیکن اس مبارک باد میں نوری سلامی کا بھی حصہ ہے۔ اسے تو بلاؤ۔"

ایک لمحے کے لئے مجھے احمد رش کا رنگ بدلتا ہوا محسوس ہوا۔ پھر اس نے قہقہہ لگایا۔ مجھے اپنا خون رگوں میں سرد ہوتا محسوس ہوا۔ اس قہقہے میں سفاکی تھی۔ "علی! تم نوری سلامی کی بیوی اور اس کے بچوں کو بتا آئے نا؟"

"ہاں، لیکن تم نے نوری سلامی کے بارے میں جواب نہیں دیا" اس بار میں ناخوش گواریت کو اپنے لہجے سے نہ رکھ سکا۔ درحقیقت میرا تحمل جواب دے رہا تھا۔

"اسے میں نے ایک مشن پر بھیج دیا ہے" احمد رش نے کہا۔

"کہاں؟"

"یہ تو اللہ جانتا ہے کہ وہ جنت میں گیا ہوگا یا دوزخ میں۔"

اس کے لہجے میں بے نیازی بھی تھی اور سفاکی بھی۔ لیکن اس کا جواب بے حد واضح تھا۔ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ نوری سلامی کی بیوی اور بچوں کے چہرے میری نگاہوں میں پھر گئے "کیا مطلب؟ تم نے مروا دیا اسے؟" میں نے کہا۔

"ہاں، یہ ضروری تھا۔ وہ کمزور آدمی تھا۔ راز فاش بھی کر سکتا تھا۔ اس طرح کے کاموں میں کمزور لوگوں کے لئے عارضی گنجائش تو نکل آتی ہے لیکن انہیں مستقل طور پر نہیں رکھا جا سکتا۔"

اس بے رحمی پر میرا خون کھول کر رہ گیا "یہ فیصلہ تم نے مجھ سے پوچھے بغیر کیسے کر لیا؟" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"منصوبے پر عمل درآمد سے پہلے ہر بات طے کر لی گئی تھی یہ بھی پہلے سے طے کر لیا گیا تھا کہ نوری سلامی کو ٹھکانے لگا دیا جائے گا اور کوئی صورت تھی بھی نہیں۔"

"مجھے تو شروع سے علم نہیں تھا اس بات کا اگر یہ ضروری تھا تو تمہیں مجھے بتا دینا چاہئے تھا۔"

"تو تم کیا کرتے؟"

"میں اس کام کے لئے کوئی اور طریقہ سوچتا۔ کام تو مجھے کرنا تھا۔"

"دیکھو علی! تم ہمارے لئے بہت محترم ہو لیکن ایک بات یاد رکھو، ایسی تنظیموں میں ڈسپلن کی بڑی اہمیت ہوتی ہے تمہاری اہمیت اپنی جگہ لیکن فرانس میں تنظیم کا سربراہ میں ہوں۔ ہر ذمے داری میری ہے۔ تم تو آج ہی یہاں سے چلے جاؤ گے لیکن مجھے یہیں رہنا ہے یہیں کام کرنا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ کس غلطی کے ہم متحمل ہو سکتے ہیں اور کس کے نہیں، سمجھے۔"

"لیکن نوری سلامی بھی مسلمان تھا اور ہمارے کاز سے مخلص بھی تھا" میں نے احتجاج کیا "اور میں کسی ایسے شخص کی جان نہیں لے سکتا بلکہ میں تو انسانی جانوں کا احترام کرتا ہوں ہم کوئی متبادل منصوبہ بھی بنا سکتے تھے۔"

"علی! ہمارے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت ہمارے کاز کی ہے" احمد رش کا لہجہ تند ہو گیا "اور ہم جانتے ہیں کہ عظیم مقصد کے لئے جانوں کی قربانی دینا پڑتی ہے۔ یہ تو شطرنج کی بازی ہے۔ بازی بچانے کے لئے تو مہرے بھی کٹوانے پڑ جاتے ہیں، تم پیدل کی بات کرتے ہو۔ نوری سلامی تو بے حیثیت آدمی تھا برا نہ ماننا۔ کسی بڑے مقصد کے لئے تو میں تمہیں بلکہ خود کو بھی اپنے ہاتھوں ختم کر سکتا ہوں۔"

میرے لئے یہ دلیل قابل قبول نہیں تھی مگر میں اپنی پوزیشن سے بھی واقف تھا، اور اس کی پوزیشن بھی سمجھتا تھا۔ وہ اس ملک میں تنظیم کا سربراہ تھا۔ میں محض ایک مشن کا انچارج تھا لیکن میں بھی کیا کرتا۔ میری سرشت میں انسانی زندگی کا احترام کرتا تھا۔ میں انسان کو نہ پیدل سمجھتا تھا نہ ہی مہرہ مجھے تو نوری سلامی کی بیوی اور بچوں کی بھی فکر تھی، جو اب بے سہارا رہ گئے تھے۔

"میں بہرحال یہی کہوں گا رش کہ یہ خون بہانا ضروری نہیں تھا" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"چھوڑو ان باتوں کو، اپنی روانگی کی فکر کرو۔ سب سے پہلے اس میک اپ سے پیچھا چھڑاؤ" اس نے بے پروائی سے کہا۔

میں نے دل ہی دل میں عہد کیا کہ اس سلسلے میں تنظیم کی ہائی کمان سے ضرور بات کروں گا۔ مجھے یاد تھا کہ تنظیم سے ایک بار پہلے بھی میرے اختلافات ہو گئے تھے۔

☆○☆

وادیٔ شیرون کے سامنے سارین ہلز میں ہم چار افراد کھڑے تھے۔ سپیدہ سحر رات کی تاریکی کا جگر کاٹنے کا آغاز کر چکا تھا۔ نیچے وادی پھیلی ہوئی تھی۔ نو کلومیٹر دور سے لاڈ ائیرپورٹ کی روشنیاں نظر آ رہی تھیں۔ لاڈ کے عقب سے تل ابیب کی دھندلی روشنیاں پلکیں جھپکا رہی تھیں۔ ان کے پیچھے ڈوبتے چاند کی کرنوں کو منعکس کرتا بحیرہ روم کا پانی نظر آ رہا تھا۔

یہ وہ مقام تھا، جو چھ روزہ عرب اسرائیل جنگ سے پہلے اردن کا علاقہ تھا۔ ۶۷ء میں جنگی نکتہ نگاہ سے یہ ایک اہم مقام تھا۔ اس لئے کہ یہاں سے اسرائیل میں جھانکا جا سکتا تھا۔ لاڈ ائیرپورٹ سامنے ہی تھا۔ یہاں سے اردنی توپ خانے نے چند راؤنڈ فائر کئے تھے مگر پھر اسرائیل کے جنگی طیاروں نے ان کی زبان بند کر دی تھی۔ پھر عربوں نے دریائے اردن کے مغربی کنارے کی ہر پوزیشن کے ساتھ اس مقام کو بھی چھوڑ دیا تھا۔

اب اس پوزیشن کی کوئی جنگی اہمیت نہیں رہی تھی۔ اب یہ اسرائیل کا حصہ تھا، خاردار تاروں کی باڑھیں ہٹا لی گئی تھیں۔ بنکرز توڑ دیئے گئے تھے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ اب اسرائیلی فوجی یہاں گشت نہیں کرتے تھے۔

لیکن اسرائیلیوں کو یہ علم نہیں تھا کہ عرب یہاں سے پسپا ہوتے ہوئے کچھ اسلحہ اور کچھ لوگ یہاں چھوڑ گئے ہیں۔ وہ اسلحہ ۱۲۰ ملی میٹر کی تین مارٹر توپیں تھیں، جن میں راؤنڈز موجود تھے، اور آدمی تین فلسطینی تھے، جو اس وقت جوان تھے انہیں یہ کہہ کر یہاں چھوڑا گیا تھا کہ انہیں آئندہ ... کا انتظار کرنا ہے۔ یہ بہت پرانا طریقہ کار، بے حد آزمودہ رہا ہے۔ جدید عسکری دور کی ہر فوج پسپا ہوتے وقت اس امید پر اپنے افراد اور اسلحہ چھوڑتی رہی ہے کہ کسی نہ کسی موقعے پر وہ کام آئیں گے اس موقعے پر جب وہ دوبارہ اپنی قوت مجتمع کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے دشمن پر حملہ آور ہونے کی پوزیشن میں ہو گی۔

تینوں فلسطینی مقامی تھے اور بدرس نامی گاؤں کے رہنے والے تھے' جس پر اب اسرائیل کا قبضہ تھا۔ وہ اپنے گاؤں واپس گئے اور پرسکون زندگی گزارتے رہے۔ برسوں انہیں یاد بھی نہ رہا کہ تین توپیں اور کچھ گولہ بارود ان کے سپرد کیا گیا تھا۔ انہیں یہ بات میں نے یاد دلائی۔ انہیں حیرت ہوئی کیونکہ انہیں امن کانفرنس سے صرف ایک دن پہلے برسوں پرانی بات یاد دلائی گئی تھی۔

وہ صنوبر کے درختوں میں جھکے اور انہوں نے ہاتھوں سے نرم مٹی ہٹائی۔ خاصا نیچے سے پلاسٹک کا ایک بڑا تھیلا برآمد ہوا تھیلے میں گتے کا ایک پیکٹ تھا۔ پیکٹ میں کینوس سے لپٹے ہوئے ۱۲۰ ملی میٹر کے درجن بھر گولے تھے۔

ان میں سے ایک' صباح خابالی' ایک پہاڑی کیمپ کی طرف بڑھا۔ وہاں سے اس نے جھک کر وادی میں دیکھا اگر خوش قسمتی سے مشرق کی ہوا چل جائے تو فائر لاڈ ائیرپورٹ تک پہنچ سکتے تھے۔ انہیں مرکزی ٹرمنل اور رن وے کو نشانہ بنانا تھا۔

اور اسی وقت میری پشت سے گرم ہوا کا ایک تیز جھکڑ ٹکرایا۔ وہ مشرق کی ہوا تھی۔ شاید صباح کی دعا قبول ہو گئی تھی۔

تینوں فلسطینیوں نے مل کر ایک بھاری پتھر کھسکایا۔ پتھر کے نیچے چھپے گرگٹ بھاگے۔ پتھر ہٹنے کے بعد ایک سوراخ نظر آیا' جو ۱۲۰ ملی لیٹر سے کچھ بڑا ہی تھا۔ صباح نے سوراخ میں ہاتھ ڈال کر تیل میں لتھڑے ہوئے چیتھڑے نکالے پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر سوراخ کو ٹٹولا۔ چند لمحے بعد اس نے ہاتھ باہر نکالا "بہت اچھی حالت میں ہے" اس نے اپنے ہاتھ کا معائنہ کرتے ہوئے کہا "زنگ کا نام ونشان بھی نہیں" اس نے گریس سے لتھڑی ہوئی انگلیاں اپنی پینٹ پر رگڑیں پھر اس نے اس سوراخ کو دیکھا' جو بظاہر بہت بے ضرر دکھائی دے رہا تھا۔ کوئی اسے سرسری طور پر دیکھ کر اس کی ہلاکت خیزی نہیں بھانپ سکتا تھا۔

یہ ایک بہت پرانی گوریلا ترکیب تھی۔ یہ ویت نام گوریلوں کی اختراع تھی' جسے بعد میں دوسری فوجوں نے بھی اپنا لیا تھا۔ مارٹر کی ٹیوب ایک بڑے سوراخ میں رکھی جاتی ہے اسے کئی افراد تھامتے ہیں پھر مارٹر کے راؤنڈ اس میں ڈالے جاتے ہیں۔ فائرنگ شروع ہوتی ہے اور جیسے ہی ہدف نشانہ بنتا ہے' فائرنگ روک دی جاتی ہے۔ سوراخ میں بڑی احتیاط سے پتھر اور مٹی بھر دی جاتی ہے' اس طرح کہ شست نہ بدلے۔ یوں ٹیوب کی نال چھپ جاتی ہے۔ فائر کرنے والے کھسک لیتے ہیں۔ دوبارہ ضرورت پڑنے پر انہیں صرف مٹی اور پتھر ہٹانا ہوتے ہیں۔ اس میں سب سے بڑی سہولت یہ ہے کہ مارٹر کے دوسرے بھاری حصے استعمال نہیں کرنے پڑتے۔

ان تینوں کو چار چار گولے فائر کرنا تھے پھر مارٹر کو چھپا کر نکل بھاگنا تھا۔

میں اپنا کام کر چکا تھا۔ اب مجھے واپس جانا تھا۔ مصروفیت بہت زیادہ تھی۔

☆○☆

"کوئی کام کی بات؟" میں نے آپریٹر سے پوچھا۔ اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔ وہ بہت اہم کام پر مامور تھا۔ میں نے جان بوجھ کر اسرائیلی ائیرفورس کے اہم ترین پائلٹ ٹیڈی لاسکوف کے اپارٹمنٹ اور ائیرپورٹ بلڈنگ میں واقع سیکیورٹی چیف کے کانفرنس روم میں بگ فٹ کر دیے تھے اسے ہمہ [illegible] کے ریسیورز پر الرٹ بیٹھنا تھا۔

"کچھ ہوا بھی؟" میں نے چھیڑنے والے انداز میں پوچھا۔

جابر نامی' اس فلسطینی نے دانت نکال دیے "بہت کچھ ہوا مگر تمہارے کام کا نہیں۔ البتہ میں اتنا بور نہیں ہوا' جتنا امکان نظر آ رہا تھا۔ رات بھر وہ ولد الخنزیر اسرائیل کی نائب وزیر مریم برنسٹن کے ساتھ رنگ رلیاں مناتا رہا ہے۔ اب شاید سو رہا ہے۔"

وہ ایک کشادہ غار تھا' بے حد محفوظ غار۔ باہر سے تلاش کرنے پر بھی اس کا دہانہ نظر نہ آتا۔ میں تھکے تھکے انداز میں ایک کونے میں پڑی ہوئی کاؤچ پر دراز ہو گیا۔ فوراً ہی میری آنکھ لگ گئی۔

لیکن جیسے ہی جابر نے مجھے ہیجانی لہجے میں پکارا' میری آنکھ کھل گئی۔ "براور ... براور! کوئی اس سے ملنے آیا ہے۔"

میں اٹھا اور لپک کر ریسیور سیٹ پر پہنچا۔ بیل کی آواز ایسے سنائی دے رہی تھی' جیسے غار میں بج رہی ہو۔ مجھے جو الیکٹرونک آلات دیے گئے تھے وہ بے حد حساس تھے۔

پھر دور جاتے ہوئے قدموں کی چاپ ابھری "کون ہے؟" مجھے لاسکوف کی آواز پہچاننے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ بند دروازے کے دوسری طرف سے کسی نے پھنسی پھنسی آواز میں کچھ کہا۔ لاسکوف نے دروازہ کھول دیا "اوہ رچرڈسن!" وہ بڑبڑایا۔

میں نام رچرڈسن کو جانتا تھا۔ وہ اسرائیل میں امریکا کا ائیر اتاشی تھا۔

اب ان دونوں کی آوازیں بے حد واضح تھیں۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے تھے۔ میں نے بگ بھی وہیں فٹ کیا تھا۔

"کیا بات ہے رچرڈسن! یہ تمہارا نجی وزٹ ہے یا سرکاری؟" لاسکوف نے پوچھا۔

"میں فل یونیفارم میں ہوں اور ابھی تک سورج طلوع

نہیں ہوا ہے۔"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ آوازوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ لاسکوف کافی بنا کر لایا ہے پھر کرسی کھسکنے کی آواز آئی اور لاسکوف نے کہا "جو کچھ کہنا ہے' جلدی کہہ ڈالو۔ آج میرے سامنے بے شمار کام ہیں۔"

"میرا بھی یہی حال ہے" رچرڈسن نے کہا "میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم کانکرڈ طیاروں کو کس طرح کا کور دے رہے ہو؟"

میرا دل خوش گوار انداز میں دھڑکنے لگا۔ میری محنت بار آور ثابت ہوتی نظر آ رہی تھی۔

"مجھے آج کے آپریشن کے بارے میں مکمل رپورٹ درکار ہے" رچرڈسن کی آواز سنائی دی۔

"اس قسم کی معلومات کے بارے میں ہم بہت محتاط رہتے ہیں کہ کس کو دی جا رہی ہیں" لاسکوف کا لہجہ خشک تھا۔

"کیا ... کیا مطلب ہے تمہارا؟" رچرڈسن کی آواز غصے سے لرز رہی تھی۔ میں تصور میں اس کا غصے سے تمتمایا ہوا چہرہ دیکھ سکتا تھا "دیکھو' مجھے بھی رپورٹس آگے بڑھانی ہیں۔ مجھے بحر روم میں اپنے بیڑے کو بھی مطلع کرنا ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔ تم لوگوں کی کوئی بات کبھی ہم سے ڈھکی چھپی نہیں رہی اگر تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہمارے پاس سے معلومات باہر نکلتی ..."

"تحمل سے بات کرو رچرڈسن ... کرنل!"

شاید رینک کے حوالے نے رچرڈسن کے غصے کو ٹھنڈا کر دیا تھا کیونکہ اس نے کہا "سوری جنرل!"

لاسکوف نے شاید فون پر کوئی نمبر ملایا تھا۔ اس کی آواز سنائی دی "ای ٹو ڈی ملاؤ۔"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ میں جانتا تھا' ای ٹو ڈی گرومین کا جدید ترین فلائنگ ریڈار ہے۔ زمین پر' ہوا میں اور سمندر میں اسے ڈیٹیکشن کے معاملے میں جو درستی حاصل تھی' اس کا اس سے پہلے تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اسرائیل کے پاس ایسے تین ریڈار تھے جن میں سے ایک فضائی ریڈار ہمہ وقت زیر استعمال رہتا تھا۔

مجھے محرومی کا احساس ہونے لگا کیونکہ دوسری طرف سے ہونے والی گفتگو میں نہیں سن سکتا تھا۔ لاسکوف خاموشی سے سنتا رہا ہوگا۔ پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"تم ایف۔۱۴ استعمال کرو گے؟" رچرڈسن نے پوچھا۔

"ظاہر ہے' اس وقت گرومین ایف۔۱۴ دنیا کا بہترین فائٹر ہے لیکن طیاروں کے معاملے میں اصل اہمیت ہمیشہ سے اس بات کی رہی ہے کہ اسے کون اڑا رہا ہے۔"

"تو تم بھی پرواز کرو گے؟"

"یقیناً۔"

"یہ کام نوجوانوں پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟"

"تم اپنے کام سے کام کیوں نہیں رکھتے؟"

رچرڈسن ہنس دیا "تم کتنی دور تک ان کے ساتھ جاؤ گے؟"

"اپنی فضائی حدود تک ... کم از کم۔"

"میں سمجھا تھا' تم کم از کم انہیں لیبیا' تیونس' مراکش اور الجزائر کی فضائی حدود سے ضرور نکالو گے۔ دیکھو اگر تم اتنی دور تک جانا چاہو تو ہمارا سسلی والا اڈہ استعمال کر سکتے ہو اور اگر تم چاہو تو ہم تمہارے طیاروں کو آگے کے لئے فیول بھی فراہم کر سکتے ہیں۔"

"دیکھو رچرڈسن! کانکرڈ طیاروں کا روٹ آخری لمحے میں تبدیل کیا جائے گا۔ ہم نے فرانس اور اٹلی سے اپنے کانکرڈ طیاروں کی پرواز کے لئے خصوصی اجازت لے لی ہے۔ سسلی سے وہ مشرق کی طرف پرواز کریں گے۔ وہاں سے تم چاہو تو ان کا ساتھ دے دینا مگر میرے خیال میں اس کی ضرورت نہیں۔ یہ مت بھولو کہ وہ ساٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر ماخ ۲.۲ اسپیڈ پر جا سکتے ہیں۔ اتنی بلندی پر انہیں نشانہ نہیں بنایا جا سکتا۔"

"تم کوئی خطرہ محسوس کر رہے ہو؟ ہماری انٹیلی جنس نے تو اوکے رپورٹ دی ہے۔"

"ہم تو ہمیشہ ہی خطرے کی توقع کرتے ہیں لیکن میں صاف گوئی سے کہتا ہوں کہ اس بار کوئی خطرہ نہیں۔ البتہ ہم کوئی احتیاطی تدبیر نظر انداز نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ ان دونوں جہازوں میں بہت بڑے لوگ ہوں گے۔ ہمارا تو سب کچھ داؤ پر لگا ہوا ہے سب کچھ' ایک ذرا سی گڑبڑ بھی ہوئی تو سب کچھ ختم ہو جائے گا۔"

"گراؤنڈ سیکیورٹی کے متعلق کیا کہتے ہو؟" رچرڈسن نے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے میرے خیال میں" لاسکوف نے کہا۔ "ہم وی ایچ ایف چینل ۱۳ پر ہوں گے۔ ۱۳۴.۲۵ میگا ہارٹز۔ میری متبادل فریکوئنسی لاسٹ منٹ سیکیورٹی طے کرے گی۔ وہ میں تمہیں بعد میں بتا دوں گا۔ میرا کوڈ نیم اینجل جبرائیل ہو گا نمبر ۳۲۔ دیگر طیاروں کے ساتھ اینجل کے علاوہ ان کے طیاروں کی ٹیل کا نمبر لگے گا۔"

"اور کانکرڈ؟"

"ایل ال ۰۱ اور ایل ال ۰۲۔ فریکوئنسیز بھی ایل ال کی۔"

میں زیرلب مسکرا دیا۔ اچھی خاصی کارآمد معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ وہ مطمئن تھے۔ انہوں نے بہت اچھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حفاظتی انتظامات کیے تھے لیکن انہیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ کیا ہونے والا ہے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ وار کس طرف سے ہوگا۔

○☆○

میں نے مریم برنسٹن کے متعلق فلسطینی ہیڈ کوارٹر میں موجود معلومات پڑھی تھیں جو ایک ڈوزیر کی شکل میں تھیں وہ خاص یورپین مزاج کی عورت تھی۔ اتحادی فوجیوں کو وہ ایک جرمن کیمپ میں ملی تھی۔ اسے اس وقت بھی یاد تھا کہ کبھی اس کے ماں باپ تھے ... کنبہ تھا' ایک چھوٹی بہن تھی اور یہ کہ وہ یہودی تھی اس کے علاوہ اسے بہت تھوڑا یاد تھا اور وہ بھی دھندلا دھندلا۔ وہ ٹوٹی پھوٹی جرمن بھی بول لیتی تھی جو شاید اس نے کیمپ میں سیکھی ہوگی۔ وہ تھوڑی بہت پولش بھی بول لیتی تھی کیونکہ کیمپ میں پولش بچے بھی تھے۔

لیکن مجموعی طور پر وہ ایک خاموشی پسند بچی تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ وہ جرمن ہے اور نہ اسے اس بات کی پروا تھی۔ وہ یہودی تھی اور یہی اس کے لئے بہت کافی تھا۔

اتحادیوں کی فتح کے بعد وہ ایک اسپتال میں زیر علاج رہی پھر اسے ایک بوڑھے میاں بیوی کے سپرد کردیا گیا۔ وہ اسے یورپ سے حیفہ لارہے تھے کہ راستے میں ان کا انتقال ہوگیا۔ مریم کو ان کے نام بھی معلوم نہیں تھے۔

حیفہ میں ایک اور یہودی جوڑے نے اسے اپنا لیا۔ انہوں نے برطانوی فوجیوں کو بتایا کہ اس بچی کا نام مریم برنسٹن ہے اور وہ ان کی بیٹی ہے جو چپکے سے گھر سے نکل گئی تھی اور راستہ بھول گئی تھی۔ انہوں نے کہا کہ وہ فلسطین ہی میں پیدا ہوئی ہے وہ میاں بیوی جوان تھے اور ٹھیک طرح سے جھوٹ نہیں بول پارہے تھے لیکن مریم کو یاد تھا کہ برطانوی فوجی اسے ان کے سپرد کرکے چلے گئے تھے۔

پھر عربوں اور یہودیوں کی ایک جھڑپ میں برنسٹن بھی مارا گیا۔ اس کے بعد مریم کو پتا چلا کہ جس یوسف برنسٹن کو وہ برنسٹن کا سگا بیٹا سمجھتی تھی' وہ بھی اس کی طرح بے سہارا تھا جسے برنسٹن نے اپنا بیٹا بنالیا تھا۔ مریم کو کوئی حیرت نہیں ہوئی اس کے خیال میں دنیا کے تمام بچے یتیم تھے جنہیں محبت کرنے والے لوگوں نے لے پالک بنالیا تھا۔

یوں مریم اور یوسف کے درمیان محبت کا سلسلہ شروع ہوا جو شادی پر منتج ہوا۔

مریم برنسٹن ابتدا ہی سے پرائیویٹ امن گروپس میں دلچسپی لیتی رہی تھی۔ اس وجہ سے مقامی عرب اس کی عزت کرتے تھے اور اسی وجہ سے وہ دوسرے یہودیوں سے الگ تھلگ رہتی تھی۔ یوسف مریم کو سمجھتا تھا لیکن فائٹر پائلٹ ہونے کی وجہ سے وہ خود بہت مصروف تھا۔ ویسے بھی ایک فائٹر پائلٹ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک فاختہ صفت عورت کا شوہر ہونا اس کے لئے کوئی آسان کام نہیں تھا۔

۱۹۷۳ء میں اسرائیلی عربوں میں مقبولیت اور امن دوست ہونے کی وجہ سے اس کی پارٹی نے اسے اسرائیلی پارلیمنٹ نیسٹ میں خالی ہونے والی ایک نشست پر نامزد کردیا۔ جلد ہی اس نے اسرائیلی وزیر اعظم مسز گولڈا میئر کی توجہ حاصل کرلی۔ ۱۹۷۴ء میں جب مسز گولڈا میئر نے استعفیٰ دیا تو یہ سمجھا جانے لگا کہ اب نیسٹ میں مریم برنسٹن "گولڈا میئر کی آواز" ہے۔ مسز گولڈا میئر کی پشت پناہی نے اسے نائب وزیر کے عہدے تک پہنچادیا۔ اور وہ اپنے اس عہدے سے چپکی رہی' حکومتوں کی تبدیلی اور بڑے بڑے بحرانوں کے باوجود۔ بظاہر تو ایسا لگتا تھا اور اسے خود بھی یقین تھا کہ کابینہ کی بارہا تبدیلی کے باوجود وہ اپنے عہدے پر صرف اس وجہ سے موجود ہے کہ وہ اپنے کام میں ماہر ہے۔ اس کے مخالفین کا کہنا تھا کہ اسے اپنے تو بہ شکن حسن کی وجہ سے تحفظ حاصل ہے۔ حقیقت یہ تھی کہ اس میں جبلی طور پر زندہ رہنے کی صلاحیت موجود تھی۔ اپنے مزاج اور فطرت کے اس پہلو سے وہ خود بھی بے خبر تھی۔

اور اب وہ اسرائیلی امن وفد کی رکن تھی۔ نیویارک میں سرکاری کام کے علاوہ اسے نجی کام بھی تھے۔ یوسف تین سال سے غائب تھا۔ خیال تھا کہ نیویارک میں وہ اس کے متعلق معلومات کرسکے گی کہ وہ زندہ ہے یا مرگیا اور یہ بات اسے عرب ہی بتاسکتے تھے۔

یہ آخری معلومات تازہ ترین تھیں۔

اسرائیلی امن وفد میں نیسٹ کا ایک مسلمان رکن عبالماجد جابری بھی شامل تھا۔ وہ اپنے گھر والوں سے بچھڑا ہوا ایک ایسا عرب تھا جس سے عرب نفرت کرتے تھے غدار سمجھتے تھے۔ وہ اس امن کے نتیجے میں اپنے گھر واپس جانے کے خواب دیکھ رہا تھا حالانکہ جانتا تھا کہ اس خواب کی کوئی تعبیر نہیں۔

میں نے فائل بند کرکے ایک طرف رکھی اور آنکھیں موند لیں۔

دو گھنٹے بعد میں صباح خلیلی اور اس کے ساتھیوں کی پوزیشن دیکھنے کے لئے گیا۔

صباح خلیلی دوربین آنکھوں سے لگائے ایئرپورٹ کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ "باقی! ایک گھنٹا رہ گیا ہے۔ ایک گھنٹے بعد وی آئی پی لاؤنج کھچا کھچ بھرا ہوا ہوگا۔ اس کے بعد اور ٹیک آف سے پہلے کوئی بھی وقت مناسب رہے گا۔"

میں نے سر کو اثباتی جنبش دی۔

"ٹرمینل مارٹر کی پہنچ سے کچھ دور ہے۔" صباح نے کہا۔ "دعا کرو کہ مشرقی ہوا چل جائے۔ اس صورت میں گولے ٹرمینل تک پہنچ سکیں گے۔"

"نہیں پہنچے' تب بھی وہاں تک تو ضرور پہنچیں گے

جہاں کانکرڈ کھڑے ہیں۔" میں نے کہا۔

"لیکن مقصد کیا ہے؟"

"صرف اتنی سی بات ہے کہ فلائٹ کینسل ہوجائے۔"

صباح کے ایک ساتھی نے عجیب سی آواز نکالی۔ وہ ایک طرف اشارہ کررہا تھا۔ میں نے اور صباح نے اشارے کی سمت دیکھا۔ دونوں کانکرڈ آگے پیچھے لاڈ ایئرپورٹ کی طرف آرہے تھے۔ میں نے صباح سے دوربین لے کر انہیں دیکھا۔ وہ بہت خوب صورت طیارے تھے۔

"دونوں طیاروں میں ملا کر ڈھائی لاکھ کلوگرام فیول ہے۔" میں نے صباح کو دوربین واپس دیتے ہوئے کہا۔ "اس کے زور پر تو اتنا بڑا دھماکا ہوسکتا ہے کہ یروشلم بھی لرز اٹھے گا۔"

پھر میں اپنے غار کی طرف واپس چل دیا۔

جابر نے مجھے بتایا کہ لاڈ ایئرپورٹ کے کانفرنس روم میں ابھی تک کوئی سرگرمی شروع نہیں ہوئی ہے۔ ڈکٹافون خاموش ہے۔

میں نے اس بار جیکب ہیسنو کا ڈوزیر سنبھالا۔

اب وہ لاڈ ایئرپورٹ سیکیورٹی فورس کا چیف تھا۔ وہ یہودیوں کی اس جنریشن سے تعلق رکھتا تھا' جو ہٹلر کے طاقت میں آنے سے پہلے ہی جرمنی سے نکل آئے تھے اور فلسطین میں آبسے تھے۔ اس کے نتیجے میں وہ یورپ میں ہونے والی تباہی سے محفوظ رہے تھے۔ وہ اپنے ساتھ سرمایہ بھی لائے تھے اور ہنر بھی۔ وہ تمام کے تمام اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ ان میں سے بیشتر حیفہ میں آباد ہوئے۔

دوسری جنگ عظیم شروع ہوئی تو سترہ سالہ جیکب ہیسنو نے ایم آئی ۶' برٹش سیکرٹ انٹیلی جنس سروس جوائن کرلی۔ یہی وجہ تھی کہ اس کا اپنا اسٹائل اب بھی برطانوی سیکرٹ سروس کا سا تھا۔ دوسرے جنگ کے دوران اس نے محض شوقیہ طور پر یہ کام کیا تھا۔ ورنہ وہ بے حد خوشحال تھا۔ دیکھنے میں وہ کہیں سے بھی جاسوس نہیں لگتا تھا اور یہی خوبی اس کی کامیابی کی ضامن تھی۔

حیفہ سے باہر وہ جرمن ہونے کا دعویٰ کرتا تو اس پر کوئی بھی شک نہیں کرسکتا تھا۔ اس کا ذہن جزئیات جمع کرنے اور انہیں محفوظ رکھنے کا ماہر تھا۔ دہری زندگی گزارنا آسان کام نہیں ہوتا لیکن اسے یہ کام بے حد دلچسپ لگتا تھا۔

اس دوران فرصت کے ایام میں یورپ سے بچنے کے لیے ہیسنو نے ایک پرائیویٹ فلائنگ کلب جوائن کرلیا تھا اب وہ فلسطین کے چند گنے چنے لائسنس یافتہ پائلٹس میں شامل تھا۔

جنگ کے بعد وہ یورپ گیا اور اس نے غیر قانونی ہگاناہ ایئرفورس کے لئے جنگ سے متاثرہ طیارے خریدے۔ وہ پہلا برٹش اسپٹ فائر اسی کا خریدا ہوا تھا جو جنرل لاسکوف نے اڑایا تھا۔

سو اس خوبی کی بنا پر کہ وہ بنیادی طور پر انٹیلی جنس کا آدمی تھا اور جہاز بھی اڑا سکتا تھا' اسے ایل ال کا پہلا سیکیورٹی چیف مقرر کردیا گیا۔ دوسرے یہودیوں کے برعکس اس نے بہت سہل زندگی گزاری تھی۔ ہرزلیہ میں اس کا چھوٹا سا بنگلا تھا۔ وہ نہایت عیش پرست آدمی تھا۔ عورت اس کی کمزوری تھی۔ اپنے گھر والوں سے وہ اس حد تک وفاداری نبھاتا تھا کہ مذہبی تہواروں کے موقع پر حیفہ' اپنے گھر ضرور آتا تھا۔

وہ اندازے لگانے اور خدشے پالنے کا قائل نہیں تھا۔ اپنے ملک کی انٹیلی جنس پر اسے بہت زیادہ ناز تھا...

"برادر! کانفرنس شروع ہورہی ہے۔" جابر نے مجھے چونکادیا میں اٹھا اور ریسیور سیٹ کی طرف بڑھ گیا۔ اس کانفرنس میں بہت اہم لوگ شریک ہورہے تھے۔ ان میں شن بیتھ (اسرائیل کی انٹرنل سیکیورٹی سروس) کا سربراہ شائم بازر تھا۔ بریگیڈیئر جنرل اسحاق سلمان تھا جو ایئرفورس کا چیف آف آپریشنز تھا۔ آرمی چیف آف اسٹاف کی نمائندگی جنرل بنجمن ڈویکن کررہا تھا۔ ٹرانسپورٹ کی نائب وزیر مریم برنسٹن تھی۔ انسداد دہشت گردی گروپ کا سربراہ آئزک برگ بھی تھا۔ مریم برنسٹن کے علاوہ نیسٹ کے پانچ ارکان اور بھی تھے۔

یہ تمام لوگ دراصل اس ایڈہاک کمیٹی میں شامل تھے جو کانکرڈ طیاروں کے حفاظتی انتظامات کا جائزہ لینے کے لئے بنائی گئی تھی۔ اس سلسلے میں انہیں جیکب ہیسنو سے سوال کرنے تھے۔

"میں اس میٹنگ میں اس لئے شریک ہورہا ہوں" ریسیور سیٹ پر جیکب ہیسنو کی آواز ابھری۔ "تاکہ آپ لوگوں کو قائل کرسکوں کہ لاڈ ایئرپورٹ سے کسی بھی طیارے کی محفوظ پرواز کے انتظامات کرنے کی اہلیت رکھتا ہوں۔"

احتجاجی آوازیں سنائی دیں۔

"چلیں... میرے اس جملہ معترضہ کو نظرانداز کردیں۔" ہیسنو کا موڈ یقیناً خراب تھا۔ میں جانتا تھا کہ ہیسنو کے گارڈز نے دونوں طیاروں کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہوگا۔ اس کے باوجود آرمی نے انفنٹری کے دس جوان طیاروں کی حفاظت کے لئے بھیج دیے تھے۔ یہ بات ہیسنو کے لئے اہانت آمیز تھی۔

"آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اسرائیلی ایئرلائنز ایل ال نقصان میں جارہی ہے؟" ہیسنو کی آواز ابھری۔ "اس کی وجہ جانتے ہیں آپ؟ کہنے کو ہم تمام مسافروں سے فرسٹ کلاس کا کرایہ لیتے ہیں۔ جس فی صد سرچارج اس کے علاوہ ہے۔ ہونا تو منافع چاہئے لیکن نہیں ہوسکتا اس لئے کہ میں سخت ترین سیکیورٹی کا مطالبہ کرتا ہوں۔ اس سے زیادہ سیکیورٹی انسانی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بساط سے باہر ہے۔ اب سے چند ماہ پہلے آپ میں سے کچھ منافع کے طلب گار تھے اور اس کے لئے سیکیورٹی کو غیر اہم قرار دینے پر آمادہ تھے اور اب وہی لوگ سیکورٹی کی طرف سے تشویش میں مبتلا ہیں۔ ان کے خیال میں میں نے طیاروں کی حفاظت کے لئے تمام ضروری انتظامات نہیں کئے ہیں۔ اب میرے انتظامات کی تفصیل بھی سن لیں۔ جب سے ہمیں طیاروں کا قبضہ ملا ہے ' وہ ایک منٹ کے لئے بھی میرے سیکیورٹی اسٹاف کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوئے ہیں۔ ہم نے فیکٹریوں تک میں حفاظتی انتظامات کئے جہاں یہ طیارے بنائے جارہے تھے۔ آج میں نے خود ان میں فیول ڈلوایا ہے اپنی نگرانی میں۔ دنیا بھر کے کانکرڈ طیارے بیرونی گراؤنڈ پاور یونٹ کی مدد سے اسٹارٹ ہوتے ہیں جبکہ میں نے ان میں بطور خاص انٹرنل پاور یونٹ نصب کرایا ہے تاکہ ہمارے طیاروں کو دوسرے ایئرپورٹس پر یہ تحفظ ملے کو ووڑک ' جو ضروری ہوتے ہیں ' ان کے قریب بھی نہ آئیں۔" پھسنو نے چند لمحے توقف کیا۔ پھر اپنی بات جاری کی "چھوٹے چھوٹے تمام کام یہیں مکمل کئے گئے ہیں ہماری نگرانی میں۔ جہاز کے چپے چپے کو سیکیورٹی کے نکتہ نظر سے چھانا گیا ہے کہ کہیں کسی نے کوئی آتش گیر مادہ ' کوئی بم تو نہیں چھپا دیا سیٹ کے نیچے۔ اس جہاز کے لئے کھانا یہیں تیار ہو رہا ہے اور یقین کریں ' وہ صرف خوش ذائقہ اور لذیذ ہی نہیں ' ہر اعتبار سے محفوظ بھی ہوگا۔ قصہ مختصر یہ کہ دنیا کی کوئی فلائٹ اس سے زیادہ سیف اور پر تحفظ نہیں ہو سکتی۔

میرے نائب مئی یادن نے کانکرڈ ۰۱ پرے ۰۰ ٹیم کی قیادت کی ذمے داری قبول کرنے کی رضاکارانہ پیش کش کی ہے۔ یہی پیش کش میں نے کانکرڈ ۰۲ کے لئے کی ہے۔ تاہم ابھی تک وزیراعظم کی طرف سے جواب نہیں ملا کہ میں اس مشن کے ساتھ جارہا ہوں یا نہیں۔ خیر اسے چھوڑیں۔ اب آپ لوگ طیارے کی سیکیورٹی کے لئے کوئی سوال کرنا چاہیں تو میں حاضر ہوں۔"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر پھسنو نے کہا "کسی کو کچھ نہیں پوچھنا۔ گڈ... ویری گڈ۔ مسٹر شائم نازر۔ اب آپ رپورٹ پیش کریں۔"

کرسی کھسکنے کی آواز سنائی دی۔ شاید شائم کھڑا ہو رہا تھا۔ اس کی تصویر میری آنکھوں میں پھر گئی۔ وہ طویل القامت اور دبلا پتلا تھا۔ اس کی آنکھیں آرپار دیکھنے کا بھرپور تاثر دیتی تھیں۔ اس کے انداز کی بدتمیزی سے لوگ نالاں رہتے تھے۔

اس وقت بھی اس نے بلا تمہید بات شروع کی "اس وقت فکر ہے تو صرف ایسے کسی جنونی کی ' جو حرارت پر لپکنے والا میزائل لئے کسی چھت پر کھڑا ہوگا اور وہ چھت یہاں سے ساحل تک ' درمیان میں کسی جگہ بھی ہو سکتی ہے لیکن میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ پوری فلائٹ کے دوران کہیں ' کسی بھی چھت پر کسی جنونی کو ایسا کوئی موقع نہیں ملے گا۔ میں نے وزیر دفاع سے بات کرکے فلائٹ کے راستے میں مختصر فضائی مشقوں کا انتظام کرادیا ہے۔ اس پورے علاقے میں ہیلی کاپٹر موجود ہوں گے۔ اس کے علاوہ اس وقت پورے اسرائیل میں کہیں گوریلا سرگرمیوں کی کوئی علامت نظر نہیں آرہی ہے۔ مجھے اعتماد ہے ' یقین ہے کہ آپ کی راہ میں کوئی دشواری نہیں آئے گی۔ تھینک یو۔"

"اب میں مسٹر آئزک برگ سے درخواست کروں گا۔" پھسنو نے کہا۔

آئزک برگ کے تمام بال سفید تھے۔ وہ پستہ قامت تھا اس کی شخصیت باوقار تھی لیکن وہ محض دھوکا تھا۔ جو کچھ نظر آتا تھا ' ویسا نہیں تھا۔ اس کی عمر بھی اتنی زیادہ نہیں تھی جتنی لگتی تھی۔ اس کی نیلی آنکھوں میں بلا کی چمک تھی وہ کسی انسان کو یوں قتل کر سکتا تھا جیسے کسی لال بیگ کو بے پروائی سے جوتے کے نیچے دبا کر کچل دیا جاتا ہے۔ اس نے پوری دنیا میں فلسطینی گوریلوں کو ختم کرنے کا عہد کیا تھا اور اس سلسلے میں بہت موثر طریقے سے کام بھی کرتا رہا تھا۔ اس کے ایجنٹ بھی بے حد سفاک تھے۔ آئزک برگ درحقیقت لبنان میں فلسطینی مجاہدین کے قتل عام کا ذمے دار تھا۔

"گزشتہ روز ہم نے پیرس میں ایک فلسطینی گوریلے کو پکڑا۔" آئزک برگ کی آواز ریسیور سیٹ پر ابھری۔ "وہ بلیک ستمبر تنظیم کا بہت اہم رکن رہا ہے۔ ہم نے اس سے پوچھ گچھ کی۔ اس نے ہمیں یقین دلایا کہ کم از کم اس کے علم میں ایسا کوئی منصوبہ نہیں ہے جو ہمارے امن مشن کو روکنے کے لئے بنایا گیا ہو۔ گوریلے اس بری طرح منتشر ہوئے ہیں اور اتنے بے اعتماد ہو چکے ہیں کہ اب ایک دوسرے سے بھی بات کرتے ہوئے ڈرتے ہیں مگر ہمارا ایک آدمی جو فلسطین انٹیلی جنس سروس کا اہم رکن ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ امن مشن کے خلاف کوئی منصوبہ زیر غور تک نہیں آیا۔

دوسری طرف ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ ہماری طرح عرب ممالک بھی اس کانفرنس کی کامیابی کے دل سے خواہاں ہیں۔ انہوں نے مختلف ذریعوں سے ہمیں مطلع کیا ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں گوریلوں پر بطور خاص نظر رکھے ہوئے ہیں۔ سی آئی اے نے بھی یقین دلایا ہے کہ کہیں کوئی گڑبڑ نہیں۔ سی آئی اے کے مسٹر میکلیور چھٹی پر جارہے ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ ہی سفر کریں گے۔"

"مسٹر بنجمن ذوبکن..."

"پس ماندہ ممالک کے دور دراز کے علاقوں میں کچھ بھی ہو سکتا ہے" ذوبکن نے کہا۔ "یہ مسئلہ ہمیشہ سے ہے ' اب بھی ہے اور رہے گا کہ گوریلے کہیں بھی چھپے ہو سکتے ہیں اور کچھ

بھی کر سکتے ہیں۔ اسرائیلی فوج نے ان کا صفایا کردیا ہے۔ باقی کام عرب فوجوں نے پورا کردیا لیکن یہاں موجود دوسرے دوستوں کے برعکس فوج کسی گوریلا کارروائی کے امکان کو یکسر مسترد نہیں کر سکتی۔ سرزمین عرب کے دشوار گزار صحراؤں اور پس ماندہ علاقوں میں مٹھی بھر گوریلوں کی موجودگی سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہماری انٹیلی جنس کے افراد عربوں کے بھیس میں ایسے علاقوں کو کھنگالتے رہتے ہیں۔ عرب ممالک نے بھی یقین دلایا ہے کہ وہ بچے کھچے گوریلوں سے بھی پیچھا چھڑا رہے ہیں۔"

"مسٹر ذوبکن! یہ بتائیں کہ یہ بچے کھچے گوریلے اگر ہمارے امن مشن کے خلاف کارروائی کریں گے تو وہ کس طرح کی ہو سکتی ہے؟" شائم نازر نے پوچھا۔

"ہم سمندر اور فضا کی طرف سے فکرمند ہیں۔" ذوبکن نے کہا۔ "تاہم نیوی نے ہمیں یقین دلایا ہے کہ بحیرہ روم میں کانکرڈ طیاروں کی پرواز کے راستے پر نیوی کی پٹرولنگ جاری رہے گی۔ امریکا کا چھٹا بحری بیڑہ بھی الرٹ ہے۔ ناٹو کی مشقیں بھی شروع کرادی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ کانکرڈ جس بلندی پر جس رفتار سے پرواز کریں گے ' انہیں سمندر سے نشانہ بنانا جن جدید میزائلوں کے لئے ممکن ہو سکتا ہے ' وہ ٹٹ پونجیے دہشت گردوں کو میسر نہیں اور نہ وہ انہیں آپریٹ کر سکتے ہیں اور اگر یہ ممکن بھی ہے تو وہ کانکرڈ کے ایئرفورس کے محافظ طیاروں سے نہیں بچ سکیں گے۔ ٹھیک ہے نا جنرل طلمان؟"

اب ریسیور سیٹ پر جنرل آئزک طلمان کی آواز ابھری "میرا بہترین فائٹر آفیسر جنرل لاسکوف خود محافظ اسکواڈرن کی قیادت کرے گا۔ اسکواڈرن کے تمام پائلٹ ہماری ایئرفورس کی کریم ہیں۔ ٹیڈی لاسکوف کا کہنا ہے کہ وہ آسمان پر نظر آنے والی ہر چیز کو نہ صرف ڈھونڈ نکالنے بلکہ مار گرانے کی اہلیت رکھتا ہے۔ ایئرفورس انٹیلی جنس کا کہنا ہے کہ گوریلوں کے پاس فضائی حملے کی اہلیت کبھی نہیں رہی ' اب بھی نہیں ہے اور ان کانکرڈز پر ناکام حملے کے لئے بھی بحیرہ روم کا بہترین اسکواڈرن درکار ہوگا۔ مجھے ٹیڈی لاسکوف پر پورا پورا اعتماد ہے اور میں بغیر کسی ہچکچاہٹ کے ہر طرح کی ذمے داری قبول کرتا ہوں۔"

"مسٹر پھسنو!" یہ مریم برنسٹن کی آواز تھی۔

"جی ' فرمائیے۔"

"میں بھی کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ یہاں جو کچھ کہا گیا ' میں نے پوری توجہ سے سنا۔ آپ لوگوں نے سیکیورٹی کے متعلق گفتگو جس زبان میں کی اور جس جذبے سے کی ' میں اس کی طرف سے فکرمند ہوں۔ یہ نہ بھولیں کہ ہم امن مشن پر جارہے ہیں۔ ہمارا مقصد قیام امن ہے۔ یہاں ہر اڑنے والی چیز کو مار گرانے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ بتایا جارہا ہے کہ ہم عرب ممالک میں جاسوس بھیجتے رہے ہیں اور وہاں ہمارے جاسوس اب بھی موجود ہیں۔ ممکن ہے ' یہ سب کچھ کسی طرح کے حالات میں جائز قرار دیا جاسکے لیکن اس تاریخی لمحے میں میں غیر جارحانہ طرز عمل کا خطرہ مول لینے کو تیار ہوں۔ ہم اقوام متحدہ شوٹنگ کرنے ... انسانی جانوں سے کھیلنے نہیں پہنچنا چاہتے ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہم قیام امن کے لئے کوئی سنجیدہ اور مخلصانہ کوشش کرنے آئے ہیں۔ میں آپ لوگوں کے لئے مسئلہ کھڑا نہیں کرنا چاہتی۔ صرف یہ چاہتی ہوں کہ آپ فوری طور پر تمام ملٹری اور انٹیلی جنس آپریشنز رد کردیں۔ یہ ہماری طرف سے جذبہ خیر سگالی کا اظہار ہوگا۔ دیکھیں کسی نہ کسی کو تو اپنا ریوالور ہولسٹر میں رکھنے کے سلسلے میں پہل کرنا ہوگی۔ جنرل طلمان! میں کہتی ہوں ' اگر آپ کو ریڈار اسکرین پر شیطان بھی نظر آئے تو اس پر بے دریغ میزائل استعمال نہ کریں۔ آپ اسے بتائیں کہ ہم ایک امن مشن پر جارہے ہیں اور ہمیں کسی بھی طرح جارحیت پر نہیں اکسایا جاسکتا۔ وہ آپ کی بات یقیناً سمجھ لے گا اور بلا تاخیر واپس چلا جائے گا۔ میں جانتی ہوں ' ہم میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں کہ جو کچھ انہوں نے خون کے عوض حاصل کیا ہے ' اسے امن کی میز پر واپس نہیں دینا چاہتے۔ میں ان کا نکتہ نظر سمجھتی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ ہر قیمت پر امن ' کے فلسفے کے کیا مضمرات ہیں لیکن میں امید کرتی ہوں کہ آپ میری بات پہ غور کریں گے۔"

ریسیور پر ایسی خاموشی چھائی جیسے کبھی کوئی آواز ابھری ہی نہیں تھی۔ میں لاڈ ایئرپورٹ کے کانفرنس روم کے سکوت کا تصور کر سکتا تھا۔

پھر اچانک بھانت بھانت کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ کانفرنس ختم ہوگئی تھی۔ میرے اشارے پر جابر نے ریسیور آف کردیا۔

مریم برنسٹن کی باتوں میں خلوص تھا ' سچائی تھی ' لیکن تمام یہودی ایسے نہیں ہوتے۔ دو چار ہی ہوں تو بہت ہیں پھر مسئلہ یہ تھا کہ انہوں نے طاقت کے زور پر جو وطن حاصل کیا تھا ' وہ ان کا وطن نہیں تھا۔ جن کا وطن تھا ' انہیں واپس دیے بغیر امن کی بات کرنا بیکار تھا۔ امن کے نام پر غاصبانہ قبضہ تو گوارا نہیں کیا جاسکتا۔ بے غیرتی تو نہیں لادی جاسکتی۔ حکمراں اپنا شوق حکمرانی پورا کرنے کے لئے ' اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے ایسا کر سکتے ہیں ' افراد نہیں کر سکتے ' قومیں نہیں کر سکتیں۔

اب مجھے قبرص پہنچنا تھا۔

○☆○

سب کچھ شیڈول کے مطابق ہوا اور درحقیقت اس بات کی بہت زیادہ اہمیت تھی۔ فلائٹ پلان پہلے ہی تیار کرکے منظور کرایا جاچکا تھا۔ قبرص میں ہی ہمیں پتا چلا کہ لاڈ ایئرپورٹ پر گولے برسانے کا منصوبہ ناکام ہو چکا ہے۔ اسرائیلی انٹیلی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جس نے صباح خلابائی اور اس کے ساتھیوں کو عین اس وقت پکڑا جب وہ مارٹر سے فائر کرنے والے تھے۔

ہمارے پاس لیئر جیٹ تھا۔ اس میں ہم چھ افراد تھے احمد رش بھی تھا۔ نوری سلائی والے واقعے کے بعد میں اسے شدت سے ناپسند کرنے لگا تھا لیکن اس منصوبے کی حد تک بہرحال مجھے اس کے ساتھ کام کرنا تھا۔

ہم نے پرواز شروع کی۔ قبرص کی حدود سے نکلتے ہی جہاز کا رخ لاڈ کی طرف کر دیا گیا۔ لاڈ ایئرپورٹ سے دونوں اسرائیلی کانکرڈ پرواز کرنے ہی والے ہوں گے۔ ان کے ساتھ جنگی محافظ طیاروں کا اسکواڈرن بھی ہو گا۔ ہم ان تمام حفاظتی انتظامات کے باوجود ان دونوں طیاروں کو ہائی جیک کرنے والے تھے۔ یہ ہائی جیکنگ کی تاریخ کا منفرد ترین واقعہ ہوتا تھا۔ ہم نے ہائی جیکنگ کے مروجہ طریقوں سے ہٹ کر کام کیا تھا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ہماری پلاننگ کیا ہے۔ اسرائیلی مطمئن تھے کہ ان کے یہ طیارے کم از کم ہائی جیک نہیں کئے جاسکتے۔ حملے کی صورت میں بچاؤ کے لئے انہوں نے جو حفاظتی انتظامات کئے تھے' وہ درحقیقت موثر ترین تھے۔ میں یہ اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس سے زیادہ احتیاط برتی نہیں جاسکتی اور اس سے موثر حفاظتی انتظامات ممکن نہیں۔

ہمیں اس معاملے میں اسرائیلیوں پر جہاں جہاں فوقیت حاصل تھی' اسرائیلی اس سے بے خبر تھے۔ اس اعتبار سے ہماری فوقیت کی اہمیت اور بڑھ جاتی تھی۔ اسرائیلیوں کو علم نہیں تھا کہ ہمیں علم ہے' دونوں کانکرڈ طیاروں میں کون کون سفر کر رہا ہے۔ محافظ اسکواڈرن کی قیادت کون کر رہا ہے۔ ہمیں تمام طیاروں کی خفیہ فریکوئنسی اور خفیہ ناموں کا بھی علم تھا۔ ہمارے اپنے لیئر جیٹ میں تین ریڈیو تھے۔ یعنی ہم ان سب کی گفتگو الگ الگ بھی سن سکتے تھے۔ ہمیں یہ علم بھی تھا کہ ایک جہاز میں موثر ترین ریڈار بھی موجود ہے۔ ہمارے طیارے میں دو بٹن نصب تھے' جن پر ۱۰ اور ۲۰ لکھا تھا۔ وہ بٹن دونوں کانکرڈ طیاروں کی مکمل تباہی کا سامان تھے۔

اور ہمیں اسرائیلیوں پر سب سے بڑی اور اہم ترین فوقیت یہ حاصل تھی کہ وہ ہمارے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے تھے .... نتیجتاً وہ بے خبر تھے اور بے حد مطمئن۔ ایسے میں اچانک آگہی ان کے حواس پر حملہ آور ہوتی اور وہ کچھ سوچنے سمجھنے اور فیصلہ کرنے کے قابل نہ رہتے۔ رہتے بھی تو وہ کچھ کر نہیں سکتے تھے۔ ترپ کے تمام پتے ہمارے ہاتھ میں تھے۔ میں اپنی مسکراہٹ نہ روک سکا۔

ہمارا جہاز گھوم کر لاڈ سے آگے نکلا۔ جلد ہی ہمیں وہ ہوائی قافلہ نظر آ گیا۔ وہ ہم سے تقریباً ۱۸۰ کلومیٹر کے فاصلے پر تھے۔ ۸۳ درجے پر۔

"میں ان کے شاک کا تصور کر رہا ہوں۔" احمد رش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میں نے احمد رش کی طرف دیکھا۔ "مگر ایک بات یاد رکھنا رش!" میں نے کہا۔ "ہمیں اس صورت حال سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا ہے۔ ہمارا مقصد صرف ان لوگوں کو اڑانا نہیں۔ میں بلاوجہ انسانی جانوں سے کھیلنے کا قائل نہیں ہوں۔"

آخر میں میرا لہجہ طنزیہ ہو گیا تھا۔ احمد رش کے چہرے پر تکدر کا سایہ سا لہرایا' مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اور یہ بھی یاد رکھنا کہ اس آپریشن کا انچارج میں ہوں۔" میں نے مزید کہا۔ "تم تنظیم کے فرانسیسی اسٹیشن کے انچارج ضرور ہو' مگر یہ فرانس نہیں ہے۔"

اس بار اس کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ ابھری۔ "انچارج کیا ہوتا ہے' جس کے پاس طاقت ہو اور وہ اسے استعمال کرنا جانتا ہو' وہ انچارج ہوتا ہے۔ کوئی لمحہ کسی کا ہوتا ہے اور کوئی کسی کا۔"

"اچھا' اب ریڈیو آن کرو۔" میں نے کہا۔ میں اس سے بلاوجہ الجھنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

پہلے ریڈیو پر کانکرڈ کی فریکوئنسی سیٹ تھی۔ اس پر محافظ اسکواڈرن کا انچارج جنرل لاسکوف کانکرڈ ۲۰ کے پائلٹ بیکر سے مخاطب تھا جس کا کوڈ نیم مینوکل تھا۔

"مینوکل! میں جبرائیل ۳۲ بول رہا ہوں' ہاں' تمہاری آواز صاف آ رہی ہے۔ میں تمہیں اور کلیو کو دیکھ رہا ہوں۔ اس فریکوئنسی پر ایک ریڈیو آن رکھو۔"

"راجر جبرائیل! ہم اے ٹی سی سے کلیرنس ملنے کے بعد ماخ ۲.۰ رفتار سے ساٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کریں گے۔ ۲۸۰ درجے پر۔"

"راجر! میں تمہارے ساتھ ہوں گا' اب تک سب ٹھیک ہے نا؟"

"سب ٹھیک ہے۔ اب میں کمپنی فریکوئنسی پر جا رہا ہوں۔ کوپائلٹ تم سے رابطہ رکھے گا۔"

رابطہ منقطع ہو گیا۔

میں نے دوسرا ریڈیو آن کیا۔ اس پر ای ٹو ڈی عقابی آنکھ کی فریکوئنسی سیٹ تھی۔ وہ کانکرڈ اور محافظ طیاروں کے عین اوپر کوئی پانچ کلومیٹر کی بلندی پر تھا۔

جنرل لاسکوف نے عقابی آنکھ کی فریکوئنسی ملائی تھی۔ "عقابی آنکھ ... دس از جبرائیل ۳۲۔ تمہارے بلپس کی کیا پوزیشن ہے۔ ریڈار کے نقطے کیا کہہ رہے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"تم سب مجھے ریڈار پر نظر آ رہے ہو۔" عقابی آنکھ سے جواب ملا۔ "جبرائیل! ایک طیارہ ۸۳ درجے سے تمہاری طرف بڑھ رہا ہے۔ فاصلہ کوئی ۱۸۰ کلومیٹر ہے۔ تمہیں وہ نظر آ رہا ہے؟ وہ کوئی شیڈول کی پرواز نہیں۔ یہ مجھے معلوم ہے۔"

میں مسکرا دیا۔ کھیل شروع ہو رہا تھا۔

لاسکوف نے انٹرکام پر اپنے فلائٹ آفیسر سے پوچھا۔ "ڈان! تمہیں کچھ نظر آ رہا ہے؟"

"ہاں' ریڈار کے جنوب مشرقی کنارے پر کچھ نظر تو آ رہا ہے۔ وہ ہم سے ۱۶۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اور ہمارے مقررہ راستے کی طرف بڑھ رہا ہے۔"

"ہم اس طیارے سے رابطے کی کوشش کر رہے ہیں مگر اب تک ہمیں کوئی جواب نہیں ملا ہے۔" عقابی آنکھ سے کہا گیا۔

چند لمحے خاموشی رہی۔ میں پرسکون تھا مگر احمد رش کے چہرے اور انداز سے اس کے اندرونی ہیجان کا اندازہ ہو رہا تھا۔

"جبرائیل! نامعلوم طیارہ ۹۶۰ کلومیٹر کی رفتار سے تمہارے مقررہ راستے کی طرف بڑھ رہا ہے۔ تمہارا اس سے ٹکراؤ ہو گا۔ البتہ وہ تم سے اور کانکرڈ طیاروں سے ڈھائی ہزار فٹ کم بلندی پر اڑ رہا ہے۔"

"راجر عقابی آنکھ! اس منحوس سے فوری طور پر رابطہ کرو اس سے کہو' وہ اپنا راستہ یا رفتار تبدیل کرلے بلکہ بہتر ہو گا کہ راستہ اور رفتار دونوں تبدیل کرلے۔"

"راجر جبرائیل! ہم کوشش کر رہے ہیں۔"

جبرائیل یعنی لاسکوف اپنے فلائٹ آفیسر سے مخاطب ہوا اس کے لہجے میں ہلکی سی پریشانی تھی۔ "تقریباً ایک منٹ بعد یہ نامعلوم طیارہ ہم سے ۱۶۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہو گا۔ اگر اس میں روسی ساخت کے ایکرڈ میزائل نصب ہوئے' تب بھی وہ ایک سو تیس کلومیٹر سے زیادہ فاصلے سے کانکرڈ طیاروں کو نشانہ نہیں بنا سکے گا۔ ایف ۱۶ کو اسی لئے آسمان کا بادشاہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس کی رینج زیادہ ہے۔ اس لحاظ سے اس وقت تو ایڈوانٹیج ہمارے پاس ہے مگر چند منٹ بعد یہ صورت حال نہیں رہے گی۔"

"جی ہاں جنرل!"

لاسکوف نے پھر عقابی آنکھ سے رابطہ کیا۔ "میں اس طیارے کو ۱۳۰ کلومیٹر سے زیادہ قریب نہیں آنے دوں گا۔" اس نے کہا۔ "یا تو تم اس کی شناخت حاصل کرلو' یا وہ خود اپنے بارے میں بتادے' ورنہ میں ایک سو تیس کلومیٹر کی حد تک پہنچتے ہی اسے اڑا دوں گا۔"

میں نے احمد رش کی طرف دیکھا اور مسکرا دیا۔ احمد رش کے اعصاب تن رہے تھے۔

ریڈیو پر جنرل طلمان کی آواز ابھری۔ "جبرائیل! میں آپریشن کنٹرول سے مداخلت کر رہا ہوں۔ یہ درست ہے کہ فیصلہ تمہیں کرنا ہے۔ ہم گراؤنڈ والوں کے سامنے صحیح صورت حال تو نہیں ہے تاجکہ تم اس سے دوچار ہو۔ مگر فار ٹیک سیک' فیصلہ کرنے سے پہلے ہر زاویے سے سوچ سمجھ لینا۔ نتیجہ کچھ بھی ہو' میں بہرحال تمہاری پشت پر ہوں۔ اب میں رابطہ منقطع کر رہا ہوں۔ ریڈیو زیادہ دیر تک انگیج رکھنا مناسب نہیں۔"

میں لاسکوف کی سوچیں بھی پڑھ سکتا تھا۔ جنرل طلمان کا پیغام اس کے لئے یقیناً مایوس کن تھا۔ وہ چاہتا ہو گا کہ جنرل طلمان سیدھا سیدھا اسے فائر کرنے کا حکم دے۔ وہ خود اس معاملے میں جلد بازی نہیں کر سکتا تھا۔

میں نے احمد رش اور اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ ان کے چہروں پر دبا دبا ہیجان تھا۔ احمد رش نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا مگر میں نے ریڈیو کی طرف اشارہ کیا تو وہ رک گیا میں نے ہاتھ بڑھا کر ریڈیو آف کر دیا۔ "ہاں' اب کہو' کیا بات ہے؟" میں نے کہا۔

"ہمیں انہیں بتا دینا چاہئے۔" احمد رش بولا۔

"ابھی نہیں' مناسب وقت پر بتائیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"اور تمہارے خیال میں مناسب وقت کون سا ہو گا؟" اس کا لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

"مشن کا انچارج ہونے کی حیثیت سے ضروری نہیں کہ میں تمہیں یہ بات بتاؤں لیکن میں [illegible] نہیں چاہتا' ہمیں مل جل کر ایک کام کرنا ہے اور وہ کام [illegible] ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ ہمارے طیارے کی طرف سے تشویش میں مبتلا رہیں' گومگو کا شکار رہیں۔ میں ان کے اعصاب پر ہر ممکن دباؤ ڈالنا چاہتا ہوں' تاکہ جس وقت ہم ان کی سماعت پر دھماکا کریں تو وہ ذہنی اور اعصابی طور پر بہت زیادہ منتشر ہو جائیں۔ اس طرح ہم زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں گے۔"

"اور اگر گھبراہٹ میں انہوں نے ہمیں نشانہ بنا لیا تو؟"

"تو کیا' ہم تو سرفروش ہیں۔ سر ہتھیلی پر رکھے شہادت کی آرزو میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ البتہ یہ بات طے ہے کہ ہم جاتے جاتے دونوں کانکرڈ طیاروں کو ضرور تباہ کر دیں گے۔"

"میرے نزدیک یہ رسک غیر ضروری ہے۔ خودکشی کرنے والے کبھی شہید نہیں ہوتے۔"

"انچارج میں ہوں۔" میں نے اسے یاد دلایا۔

خلاف توقع اس نے سپر ڈال دی۔

میں نے پھر ریڈیو آن کر دیا۔ دوسری طرف کی صورت حال سے باخبر رہنا ضروری تھا۔ جنرل لاسکوف کسی بھی وقت ہمیں اڑانے کا فیصلہ کر سکتا تھا۔ میں نے تو صرف انسانی نفسیات پر انحصار کر کے انہیں تڑپانے کا فیصلہ کیا تھا۔

دوسری طرف ریڈار بردار طیارہ عقابی آنکھ' جنرل لاسکوف سے رابطہ کر رہا تھا۔

"جبرائیل! میری بات غور سے سنو۔ وہ طیارہ فوجی طیارہ بہرحال نہیں ہی۔ میں پھر دہرا رہا ہوں' وہ طیارہ فوجی طیارہ نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تو پھر ۹۶۰ کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار کا کیا مطلب ہے؟" لاسکوف نے بھنا کر کہا۔

"وہ شاید سویلین جیٹ ہے۔ ایک منٹ، ہمارے ریڈیو پر اشارے موصول ہو رہے ہیں۔"

"سنو، وہ سویلین ہو یا فرشتوں کا جیٹ، مجھے کوئی پروا نہیں۔ فضا سے فضا میں مار کرنے والے میزائل تو سویلین جیٹ میں بھی نصب ہو سکتے ہیں۔ اس کی شناخت طلب کرو، ورنہ میں اسے اڑا دوں گا۔" لاسکوف حلق کے بل چیخ رہا تھا مگر عقابی آنکھ سے کوئی جواب نہ ملا۔

پھر ریڈیو پر لاسکوف کے ماتحت فلائٹ آفیسر کی آواز ابھری "سنو جنرل! یہ مجھے خطرناک معاملہ معلوم ہو رہا ہے۔ میں ذمے داری قبول کرنے کو تیار ہوں۔ تم کہہ دینا کہ گھبراہٹ میں لیون سے بٹن دب گیا تھا۔"

میں نے احمد رش کی طرف دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں جھنجلاہٹ تھی اور وہ مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔ مجھے احساس تھا کہ میں بہت بڑا خطرہ مول لے رہا ہوں۔ یہودی اپنی بقا کو موہوم سا غیر یقینی خطرہ لاحق دیکھ کر بھی بری طرح گھبرا جانے کے عادی تھے اور انسانی جانوں کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں، یہ بات وہ بہت عرصے سے مسلسل ثابت کرتے آ رہے ہیں۔

"تمہیں صرف احکامات پر عمل کرنا ہے۔ اپنے کام سے کام رکھو۔" لاسکوف نے اپنے فلائٹ آفیسر کو ڈانٹا۔

اسی لمحے عقابی آنکھ نے پھر جبرائیل سے رابطہ کیا۔ "جبرائیل! ابھی ہم نے قبرص کے ایئرٹریفک کنٹرول سے بات کی ہے۔ اس طیارے کے متعلق معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ یہ ایک سویلین لیئرجیٹ ہے۔ ماڈل ۲۳۔ اس کا رجسٹریشن فرانسیسی ہے۔ فلائٹ پلان کے مطابق اسے قاہرہ سے قبرص، قبرص سے استنبول، استنبول سے ایتھنز جانا ہے۔ طیارے پر چھ افراد سوار ہوئے ہیں جو بزنس مین ہیں۔ ان کے پاسپورٹ فرانسیسی ہیں۔ ہم نے قبرص سے ان کی فریکوئنسی معلوم کر لی ہے اور ان سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

ہمارے ریڈیو پر اشارات موصول ہو رہے تھے مگر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں ابھی انہیں اور پریشان کرنا چاہتا تھا۔

چند لمحے بعد لاسکوف نے عقابی آنکھ سے رابطہ کیا۔ "کیا رہا تمہاری کوشش کا؟" وہ بھنایا ہوا تھا۔ "اب وہ صرف ۱۳۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ مسئلہ کیا ہے آخر؟ فریکوئنسی مل گئی ہے تو رابطہ کیوں نہیں کرتے؟"

"ہم کوشش کر رہے ہیں۔"

لاسکوف نے باری باری کانکرڈ ۱۰ اور ۲۰ کے پائلٹوں سے رابطہ کیا۔ "ایئرٹریفک کنٹرول سے رابطہ کر کے اپنا راستہ شمال کی طرف بدلنے اور ۱۹۰۰۰ فٹ کی بلندی پر جانے کی اجازت مانگو۔"

۱۰ کے پائلٹ نے ایئرٹریفک کنٹرول سے اس سلسلے میں بات کی۔ مجھے خوشی ہو رہی تھی کہ ہم ہر مرحلے پر ان کی آواز سن رہے ہیں۔ یہ میرے لگائے ہوئے بکس کا کمال تھا۔

"اس وقت ٹی ڈبلیو اے کا ایک بوئنگ ۷۴۷ اور لفتہنسا کا ایک بوئنگ ۷۰۷ اوپر موجود ہیں۔ تمہیں پانچ منٹ بعد اس بلندی پر پرواز کی اجازت مل سکتی ہے۔" ایئرکنٹرول سے جواب ملا۔

یہ جواب لاسکوف کو پہنچا تو اس کا دماغ گھوم گیا۔ اس نے اپنے اسکواڈرن میں کسی سے بات نہیں کی البتہ انٹرکام پر اپنے نائب فیرلیون سے کہا "لیون... ٹارگٹ انگیج کرنے کی تیاری کرو۔" پھر اس نے عقابی آنکھ سے رابطہ کیا "عقابی آنکھ... اگر یہ طیارہ اپنی شناخت نہیں کرائے گا تو ساٹھ سیکنڈ سے زیادہ فضا میں نہیں رہ سکے گا۔"

"راجر جبرائیل!" عقابی آنکھ سے جواب ملا "ہم رابطہ نہیں کر پا رہے ہیں۔ میں مزید کچھ نہیں کر سکتا۔ مجھے تمہاری پوزیشن کی نزاکت کا بھی احساس ہے۔ جو مناسب سمجھتے ہو، وہ کرو۔"

گراؤنڈ کنٹرول سے جنرل طلمان نے کہا "میں تمہارے ساتھ ہوں جبرائیل! کوئی گڑبڑ ضرور ہے اس معاملے میں۔ اگر لیئرجیٹ کا ریڈیو خراب ہو گیا تھا تو اسے واپس جا کر اسکندریہ میں لینڈ کر لینا چاہئے تھا۔ اور اگر ریڈیو ٹھیک ہے تو وہ جواب کیوں نہیں دے رہے ہیں۔ ان سے رابطے کے دوران پہلے فرانسیسی میں، پھر انگریزی میں، پھر پرواز کی بین الاقوامی زبان میں اور آخر میں عربی میں بات کی گئی۔ مگر کوئی جواب نہ ملا۔ کوئی گڑبڑ ہے ضرور۔"

"راجر؟" لاسکوف نے کہا۔ پھر انٹرکام میں بولا "وہ ہے کہاں؟"

لیون کا جواب سنائی دیا "۶۵ کلومیٹر دور... اور بلند ہو رہا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ٹارگٹ انگیج کر دو۔"

"رائٹ جنرل۔"

میرے خیال میں رابطہ کرنے کا وقت آ گیا تھا۔ میرے رابطے کے دوران ہی ۲۰ کے پائلٹ بیکر نے ریڈیو پر لاسکوف کو اس رابطے سے مطلع کیا۔ لاسکوف نے فوری طور پر لیون کو کارروائی سے روک دیا۔

بیکر اب پھر لائن پر موجود تھا۔

"ایل ال کانکرڈ ۱۰ اور ۲۰۔ ہم لیئرجیٹ نمبر فائیو فور سے بول رہے ہیں۔ تم سن رہے ہو؟"

"ہاں۔ ہم سن رہے ہیں۔" دوسری طرف سے پائلٹ نے جواب دیا۔

"میری بات توجہ سے سنو" میں نے کہا "میں تمہیں بے حد اہم اطلاعات فراہم کر رہا ہوں۔"

دوسرے ریڈیو پر جنرل لاسکوف کی آواز ابھری "میرا خیال ہے، وہ وقت حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیون، جیسے ہی میں ہاتھ اٹھاؤں، میزائل فائر کر دینا۔"

"دونوں کانکرڈ طیاروں کی دموں میں ریڈیو سے کنٹرول ہونے والے بم فٹ ہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ صورتِ حال ہمارے لئے بھی نازک ہوتی جا رہی تھی۔ مگر میں جانتا تھا کہ اگر سب کچھ میرے منصوبے کے مطابق ہو گیا تو صورتِ حال پوری طرح ہمارے قابو میں ہوگی اور یہودی بوکھلائے ہوئے ہوں گے۔ ان کی قوتِ فیصلہ اور ان کے اعصاب جواب دے چکے ہوں گے۔ میں نے اپنے دھماکا خیز الفاظ کو زیادہ موثر بنانے کے لئے توقف کیا۔ پھر میں نے ریڈیو پر کہا "اس سلسلے میں شک کرنے کی حماقت نہ کرنا۔ ۱۰ میں یہ بم سینٹ نزائر میں فٹ کیا گیا تھا اور ۲۰ میں تولوس میں۔ یہ بھی سن لو کہ بم گیارہ نمبر فیول ٹینک کے منہ پر فٹ کیا گیا ہے۔ مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تمہاری حفاظت کے لئے ایف ۱۶ طیاروں کا ایک اسکواڈرن تمہارے ساتھ پرواز کر رہا ہے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر مجھے ان کی طرف سے میزائلوں کا دھواں اپنے جہاز کی طرف بڑھتا دکھائی دیا تو میں ریڈیو ڈیٹونیٹر کا بٹن دبا کر دونوں کانکرڈ تباہ کرتے ہوئے ذرا بھی نہیں ہچکچاؤں گا۔ سمجھ گئے میری بات؟"

کو پائلٹ نے چیخ کر بہت گندی گالی دی۔

"میں زبانی جمع خرچ کا قائل نہیں ہوں" میں سرد لہجے میں کہا "میں گالی کا جواب بھی دوں گا تو عملی طور پر..."

"ہم سمجھ گئے" پائلٹ نے جلدی سے مدافعت کی۔ رابطہ منقطع ہو گیا۔

پائلٹ بیکر نے فوراً ہی پیسنجر اناؤنسمنٹ کا بٹن دبایا اور بڑے ہموار لہجے میں کہا "مسٹر ہیسنو، جنرل ژوبکن اور مسٹر برگ کاک پٹ میں تشریف لے آئیں۔ یہ ایمرجنسی ہے۔"

میں جنرل لاسکوف کی مایوسی کا تصور کر سکتا تھا۔ ڈینگیں مارنے والوں اور خود پر حد سے زیادہ انحصار کرنے والوں کا یہی حشر ہوا ہے۔ میں نے تصور میں اسے دیکھا۔ اس کا سر سینے پر ٹکا ہوا ہوگا۔ اسے یقین ہی نہیں آ رہا ہوگا۔ دونوں جہازوں کی حفاظت کے لئے اس نے کیسے کیسے محتاط منصوبے بنائے تھے۔ پھر اس نے دوربین اٹھا کر جائزہ لیا ہوگا۔ لیکن ہم محفوظ پوزیشن میں تھے۔ کم سے کم سولہ کلومیٹر تک مار کرنے والے میزائل کی حد کے اندر اور زیادہ سے زیادہ آٹھ کلومیٹر تک فائر کرنے والے سائیڈ ونڈر کی حد سے باہر۔ اس کے علاوہ اب ہم ۹۰ درجے کے زاویے پر کانکرڈ کے سائے میں پرواز کر رہے تھے۔ ہم نے منصوبہ بندی کرتے وقت تمام جزئیات ذہن میں رکھی تھیں۔

ہمارا ایک ساتھی خود دوربین سنبھالے بیٹھا تھا۔

یہ جو آٹھ کلومیٹر اور سولہ کلومیٹر کے درمیان کا محفوظ فاصلہ تھا جس میں کسی طیارے کو نشانہ بنانا ممکن نہیں ہوتا تھا اس نے مغرب کے جرنیلوں کو ہمیشہ پریشان رکھا تھا۔ لیکن عام طور پر کسی بھی صورتِ حال میں وہ سنگین ثابت نہیں ہوتا تھا۔ میں نے منصوبہ بندی کرتے وقت اس کمزوری سے بطور خاص فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا تھا۔ کانکرڈ کی آڑ لینا اضافی احتیاط تھی۔ اب میزائل چلاتے وقت انہیں دس بار سوچنا پڑتا کیونکہ ان کی ذرا سی غلطی ان کے ہی جہاز کو نقصان پہنچا دیتی۔ اور اس جہاز میں تمام افراد وی آئی پی تھے۔

ریڈیو سے ابھرنے والی لاسکوف کی آواز نے مجھے چونکا دیا وہ اپنے فلائٹ آفیسر لیون سے کہہ رہا تھا "سائیڈونڈر تیار کرو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ رینج میں آ جائے۔"

میں جانتا تھا کہ وہ یونہی آس لگا رہا ہے۔ درحقیقت وہ ہم سے یہ امید نہیں رکھ سکتا تھا۔ ہم کانکرڈ سے قریب تر ہو کر پرواز کر رہے تھے۔ ہم نے کانکرڈ ۲۰ کے ۱۵۰ میٹر نیچے اور اس کی چونچ سے ذرا آگے پوزیشن لی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ ایف ۱۶ طیاروں کے اسکواڈرن کے لئے ہمیں پوری طرح سے دیکھنا بھی آسان کام نہیں تھا۔ نشانہ بنانا تو بہت دور کی بات ہے۔

پائلٹ بیکر، ہیسنو، ژوبکن اور برگ کو صورتِ حال سمجھا رہا تھا۔ امریکن ملٹری اتاشی ٹام رچرڈسن اور سی آئی اے مین جان میکلیو ربھی بن بلائے کاک پٹ میں آ گئے تھے۔ میرے خیال میں انہوں نے بھی ہمارے لیئرجیٹ کو دیکھا ہوگا اور انہیں گڑبڑ کا احساس ہو گیا ہوگا۔

"مجھے پان ایم کی پرواز سے وطن واپس جانا چاہئے تھا۔" بیکر کی رپورٹ سن کر جان میکلیو نے صرف اتنا کہا۔ وہ تعطیلات پر وطن جا رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

برگ نے بیکر سے کہا "وزیر خارجہ کو بلا لاؤں ؟ "
" نہیں ۔ میں سیاست دانوں کے زیر ہدایت کام نہیں کرنا چاہتا ۔ فیصلے یہیں ہونے ہیں اور اس صورت حال میں جمہوری اصول کام نہیں آتے ۔ بس آپ لوگ الرٹ رہیں مسٹر پیسنو ' ایک بات بتائیں ۔ یہ بلف تو نہیں ۔ کیا واقعی طیارے میں بم نصب ہونا ممکن ہی ؟ "
کچھ دیر خاموشی رہی ۔ شاید پیسنو سوچ رہا تھا ۔ لاڈ ایئرپورٹ کے کانفرنس روم میں جو کچھ اس نے کہا تھا ' مجھے یاد تھا ۔ اس نے کہا تھا کہ جب سے ہمیں طیاروں کا قبضہ ملا ہے ' وہ ایک منٹ کے لئے بھی میرے سیکورٹی اسٹاف کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوئے ہیں ... اب وہ سوچ رہا ہوگا کہ قبضے میں آنے سے پہلے ...
" ہاں ۔ یہ ممکن ہے ۔ آئی ایم سوری " پیسنو نے میرے خیال کی تائید کر دی ۔ اس وقت وہ خود کو دنیا کا سب سے بڑا احمق سمجھ رہا ہوگا ۔
بیکر نے لاسکوف سے رابطہ کیا " اب ہمیں کیا کرنا ہے کبرائیل ؟ "
" پلیز اسٹینڈ بائی " جواب ملا ۔
میں نے کانکرڈ ۲۰ کی فریکوئنسی ملائی " میری بات غور سے سنو مسٹر ۔ اپنے محافظ اسکواڈرن کو خبردار کردو ۔ میرا ایک آدمی دوربین لئے بیٹھا ہے ۔ اگر انہوں نے کوئی چالاکی دکھائی تو دونوں کانکرڈ طیاروں کو کوئی نہیں بچا سکے گا ۔ مجھے زندگی کی کوئی پروا نہیں ۔ میں اسلام کا سپاہی ہوں ۔ شہادت کا آرزو مند ۔ تمہیں اڑانے کے لئے مجھے صرف ایک بٹن دبانا ہوگا ۔ "
" اس کے لئے تمہیں اسکواڈرن لیڈر سے بات کرنا چاہئے " پائلٹ نے جواب دیا ۔
" اس کی فکر نہ کرو ۔ میں اس سے بھی بات کرلوں گا ۔ تمہیں صرف صورت حال کی سنگینی کا احساس دلانا چاہتا تھا ۔ "
پھر میں نے جنرل لاسکوف سے رابطہ کیا " میں لیئرجیٹ سے بول رہا ہوں ۔ میری بات توجہ سے سنو ۔ میں تمہیں اپنے اسکواڈرن سمیت واپس جانے کا حکم دے رہا ہوں ۔ تمہارا یہاں کوئی کام نہیں ۔ ساٹھ سیکنڈ کے اندر اندر واپس چلے جاؤ ' ورنہ مجھے تم پر اپنی سنجیدگی ثابت کرنے کے لئے کانکرڈ ۱۰ کو اڑانا پڑے گا " میں نے جواب کا انتظار کئے بغیر رابطہ منقطع کر دیا ۔
اوڈیار نے فوراً ہی لاسکوف سے رابطہ کیا " اب کیا کیا جائے جبرائیل ؟ "
دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا ۔ لاسکوف شاید اپنی بوٹیاں نوچنے میں مصروف تھا ۔
" بتاؤ نا جبرائیل ۔ ہمیں کیا کرنا ہے " اوڈیار نے دہرایا ۔
میں نے مداخلت کی " کانکرڈز ... میرا خیال ہے ' تم اپنے محافظوں سے بات کر رہے ہو ۔ میں تمہیں بتا دوں ۔ اب صورت حال تم لوگوں کے حق میں کسی بھی طرح بہتر نہیں ہو سکتی ۔ محافظ اسکواڈرن کی واپسی کی مہلت ختم ہونے میں صرف پندرہ سیکنڈ باقی ہیں " میں نے رابطہ منقطع کر دیا ۔
چند لمحے بعد لاسکوف نے ہم سے رابطہ کیا ۔ یہ پہلا موقع تھا کہ وہ ہم سے براہ راست مخاطب تھا " لیئر ... میں محافظ اسکواڈرن کا لیڈر بات کر رہا ہوں ۔ ہم واپس نہیں جائیں گے ۔ میں دہرا رہا ہوں ... ہم کسی قیمت پر واپس نہیں جائیں گے ۔ ایک صورت یہ ہے کہ ہم سب لاڈ ایئرپورٹ کی طرف پلٹ رہے ہیں ۔ تمہارا جی چاہے تو ہمارے پیچھے آؤ اور لاڈ پر شوق سے اترو ۔ اگر تم اس ہدایت پر عمل نہیں کروگے تو میں .. " وہ ہچکچایا ۔ شاید وہ ... تمہیں انگیج کرلوں گا ... کہنا چاہتا تھا ۔ مگر صورت حال ایسی نہیں تھی ۔ چنانچہ اس نے دانت پیستے ہوئے اپنی بات پوری کی " میں ... میں تمہیں ختم کردوں گا "
مجھے بے ساختہ ہنسی آگئی " سنو جنرل ... تمہارا وقت پورا ہو چکا ہے ' اس لئے دیوانوں جیسی گفتگو کر رہے ہو ۔ عزت سے واپس چلے جاؤ ' ورنہ ان اموات کے ذمے دار تم ہوگے "
اسی وقت احمد رش ریڈیو پر بول پڑا " لاسکوف ... تم سب کتے کی موت مارے جاؤ گے ۔ "
کانکرڈ ۲۰ پر وہ گفتگو سنی جا رہی تھی کیونکہ پیسنو نے بیکر سے کہا " بیکر ... میں یہ آواز پہچان گیا ہوں ۔ لاسکوف کو بتاؤ کہ لیئرجیٹ میں احمد رش موجود ہے ۔ اور وہ ایسا آدمی ہے کہ جو کچھ کہہ رہا ہے ' کر بھی گزرے گا ۔ لاسکوف سے کہو کہ واپس چلا جائے "
میں نے احمد رش کو گھور کر دیکھا ۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میں یا میرے ساتھی پہچانے جائیں ۔
کانکرڈ ۲۰ پر رچرڈسن نے کہا " وہ ہمیں ختم نہیں کرنا چاہتے ' ورنہ اب تک طیارے اڑا چکے ہوتے ۔ یہ تو سیدھا سادا سا ہائی جیکنگ کا کیس ہے ۔ ان ہی پوچھو کہ وہ چاہتے کیا ہیں ؟ "
" ہاں ... یہ ٹھیک ہے " ڈونکن اور برگ بیک آواز بولے ۔
بیکر نے لاسکوف سے بات کی اور پھر ہم سے رابطہ کیا " تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو ؟ "
اس بار رش نے ہی جواب دیا ۔ میں خاموش رہا ۔
" اس سے تمہیں کوئی غرض نہیں ہونی چاہئے کہ ہم کون ہیں ۔ ہمارا مقصد تمہیں کہیں لے جا کر یرغمال بنانا ہے ۔ ہماری ہدایات پر عمل کروگے تو کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا اب اگر محافظ اسکواڈرن واپس نہیں ہوگا تو میں کانکرڈ ۱۰ کو تباہ کرنے والا بٹن دبا دوں گا ۔ "
لیون نے انٹرکام پر لاسکوف سے کہا " جنرل ... اگر دونوں جہازوں میں بم فٹ ہیں تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے ۔ ہمیں واپس جانا ہی ہوگا ۔ ہاں ... اگر ہم واپس جانے کے بہانے ۱۸۰ کلومیٹر کا فاصلہ قائم کرکے اسے نشانہ بنانے کی کوشش کریں ... "
لاسکوف نے گراؤنڈ کنٹرول سے بات کی " کنٹرول ... میں واپس آرہا ہوں ۔ "
جنرل طلمان کی آواز سنائی دی " جبرائیل ... غلطی میری ہی ہے ۔ وہ لوگ تو تمہارا نام بھی جانتے ہیں ۔ "
" میرے خیال میں قصوروار ہم میں سی کوئی نہیں ۔ لیکن قصوروار ہمیں ہی ٹھہرایا جائے گا " لاسکوف کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی " مجھے یقین ہے کہ انہیں ہماری فریکوئنسی معلوم ہے ۔ کیسے ... یہ میں نہیں کہہ سکتا ۔ بہرحال وہ میری گفتگو سن رہے ہیں ۔ اب متبادل فریکوئنسی استعمال کی جائے "
پھر لاسکوف نے کانکرڈز سے رابطہ کرکے انہیں متبادل فریکوئنسی استعمال کرنے کو کہا ۔ پھر اس نے کہا " ہم تمہیں چھوڑ کر واپس نہیں جائیں گے ۔ ہو سکتا ہے ' ان کے پاس متبادل فریکوئنسی بھی ہو ۔ مگر مجھے کوئی پروا نہیں ۔ میں بہرحال تم سے رابطہ رکھوں گا ۔ بات کروں گا ۔ عقابی آنکھ تم پر نظر رکھے گا اور ہم چند سو میل کا فاصلہ بڑھا کر تمہارے پیچھے چلتے رہیں گے ۔ کہیں نہ کہیں تو موقع ملے گا ۔ سمجھ رہے ہونا ؟ "
میں مسکرایا ۔ اسے محض گمان تھا ۔ ہمیں درحقیقت ان کی ہر فریکوئنسی معلوم تھی ۔
احمد رش نے لاسکوف سے رابطہ کرکے کہا " اب مجھے یقین دلانا ہی پڑے گا ۔ تم اپنے ساتھیوں سمیت صرف فاصلہ نہیں بڑھاؤ گے ۔ تمہیں واپس جانا ہے اور ہماری طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھنا ۔ میں جانتا ہوں ' تم شرافت کی زبان نہیں سمجھتے ۔ یہ لو ... "
اور اس سے پہلے کہ میں کچھ سمجھ سکتا ' اس نے ۱۰ والا بٹن دبا دیا ۔
ایل ال ۱۰ سے نارنجی شعلے اٹھتے دکھائی دیئے اور اس نے موت کا خوب صورت رقص شروع کر دیا ۔
ایل ال ۲۰ میں چیخ و پکار مچ گئی ۔ کوئی شخص اپنی بیوی کو رو رہا تھا جو ۱۰ میں تھی ۔
میں نے جھپٹ کر دوربین اٹھائی اور تباہ ہونے والے طیارے کا جائزہ لینے لگا ۔ مجھے معلوم تھا کہ طیارے میں بم کس جگہ فٹ تھا اور اس سے کس قسم کی تباہی پھیلی ہوگی ۔ طیارے کو تباہ ہونے سے نہیں روکا جا سکتا تھا تاہم مجھے اندازہ تھا کہ جدید ترین کانکرڈ کا کمپیوٹر ابھی تک کام کر رہا ہے ۔ کمپیوٹر جو انسان کی مایہ ناز ایجاد ہے ' ایک مشینی دماغ ہے ۔ کسی جاندار کے دماغ کی طرح اسے بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ خطرے میں ہے لیکن جاندار کا دماغ یہ اندازہ کر لیتا ہے کہ اسے پہنچنے والا زخم کس قدر کاری ہے ۔ وجہ یہ ہوتی ہے کہ دماغ کا رابطہ حسیات سے ہوتا ہے ۔ جاندار کے تمام حواس حسیات اپنی معلومات کا نچوڑ دماغ کو پیش کر دیتی ہیں جن کے ذریعے وہ اس بات کا بخوبی اندازہ کر لیتا ہے کہ اسے پہنچنے والا نقصان کس نوعیت کا ہے ۔
مگر وہ ایک بے جان دماغ تھا ۔ ہر قسم کے محسوسات سے عاری ' اس مشینی دماغ کے پاس یہ تجزیہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا کہ ایل ال ۱۰ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے ۔ وہ تو مشینی انداز میں اپنا فرض پورا کئے جا رہا تھا ۔ اسے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ طیارے کا برقی اور ہائیڈرالک نظام فیل ہو چکا ہے چنانچہ اس نے برقی ہائیڈرالک نظام کی بحالی کے لئے متبادل طریقہ اختیار کیا ہوگا ۔ یہ صورت مزید تباہ کن تھی ۔ اس لئے کہ آگ کی زد میں آئے ہوئے طیارے کے ٹوٹے ہوئے ہائیڈرالک پائپوں میں مزید فیول پہنچ کر اس کی تباہی کو نزدیک تر کر دیتا ۔
میں نے فضا میں آگ اور موت کا رقص پیش کرتے ہوئے طیارے کا جائزہ لینے کے بعد دوربین واپس رکھ دی ۔ اسرائیلی ایئرلائن کا پہلا کانکرڈ تباہی کے دہانے پر پہنچ چکا تھا ۔ ۲۰ میں چیخ و پکار مچنے کی وجہ بھی یہی تھی کہ اس کے مسافروں کو بھی ۱۰ کی تباہی کا یقین ہو گیا تھا ۔ ریڈیو پر آنے والی آوازوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ بہت سے مسافر ۲۰ کے کیبن میں گھس آئے ہیں ۔ وہ سب بیک وقت بول رہے تھے اس لئے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں تاہم ایک شخص کی آواز سب پر حاوی تھی اور وہ شخص اپنی بیوی کو رو رہا تھا جو ایل ال ۱۰ میں سوار تھی ۔
ایل ال ۲۰ ' ایل ۱۰ سے زیادہ دور نہیں تھا ۔ تباہ ہونے والے جہاز کے ٹکڑے اسے بھی نقصان پہنچا سکتے تھے ۔ پھر میں نے ۱۰ کے بہت سے جلتے ہوئے ٹکڑے اڑتے ہوئے دیکھے ۔ ۲۰ کے پائلٹ نے بھی دیکھے ہوں گے تبھی تو اس نے اپنے طیارے کو دیوانہ وار غوطہ دیا تھا ۔ فضا میں کانکرڈ کی ڈائیو بڑی خوبصورت تھی مگر یہ محظوظ ہونے کا وقت نہیں تھا ۔
۲۰ کے غوطہ لگاتے ہی اس سے آنے والی چیخ و پکار ایک لمحے کو تھمی ۔ کیبن میں موجود مسافر طیارے کے فرش پر گر پڑے ہوں گے اور سیٹوں پر بیٹھے مسافر بھی اتھل پتھل ہو گئے ہوں گے ۔ ۲۰ میں چھانے والا سناٹا محض لمحاتی تھا ۔ اس کے بعد پہلے سے بھی زیادہ شدت سے شور غل شروع ہو گیا ۔ اب اس طیارے کے مسافروں کو اپنی جانوں کی فکر لاحق ہو گئی تھی ۔
" اپنی نشستوں پر سکون سے بیٹھے رہیں اور سیٹ بیلٹ کس لیں ' بیکر نے پبلک اناؤنسمنٹ سسٹم پر اعلان کیا ۔ "ہمارے طیارے کو فی الوقت کوئی خطرہ درپیش نہیں ہے ۔ "
احمد رش نے اس بار ۲۰ سے رابطہ کیا " تمہارے محافظ اسکواڈرن نے مجھے انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور کیا ہے " اس نے چیخ کر کہا ۔ اس کی آواز میں ہسٹریائی تاثر تھا " کان کھول کر سن لو اگر تم لوگوں کو اپنی خیریت درکار ہے تو چپ چاپ میری ہدایات پر عمل کرو ورنہ تمہارے طیارے کا بھی وہی حشر ہوگا ۔
بیکر نے جواب میں کچھ کہنا چاہا تھا مگر ایسا معلوم ہوا کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیسنو نے مائیکرو فون اس سے جھپٹ لیا ہے۔ ریڈیو پر پیسنو کی آواز ابھری "رش... بدباطن درندے... میں جیک پیسنو بول رہا ہوں۔ قاتل، خونی... نیچے اترتے ہی میں تجھے اپنے ہاتھوں سے ختم کردوں گا۔ اس کے بعد عربی میں گالیوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

پیسنو کی باتیں سن کر رش غصے میں آپے سے باہر ہوگیا تھا مگر جب وہ بولا تو اس کی آواز سے جذباتی ہیجان کا اندازہ کرنا مشکل تھا "بس تم خیریت سے لینڈ کر جاؤ پیسنو!" رش کہہ رہا تھا "لینڈ کرنے کے بعد پہلا نیک کام میں یہ کروں گا کہ زمین کو تمہارے ناپاک وجود سے نجات دلادوں گا۔"

جواب میں پیسنو کی گالیوں ابھریں۔ اس پر شاید کسی قسم کا دورہ پڑگیا تھا اس کی گالیاں کسی صورت ختم ہونے میں ہی نہیں آرہی تھیں۔ پھر شاید بیکر نے اس سے مائیکرو فون چھین لیا تھا اور متبادل فریکوئینسی پر لاسکوف سے رابطہ قائم کیا تھا مگر دوسری طرف بلند آواز سے رونے کے سوا کوئی آواز نہیں آئی۔

"اب تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ تم اپنے محافظ کو بھول جاؤ اور میرے پیچھے آؤ" رش نے کہا۔

بیکر نے تمام ریڈیو آن کردیے "ان کے پاس ہماری ہر فریکوئینسی موجود ہے" اس نے ہذیانی لہجے میں کہا "اور ممکن ہے بہت طاقتور ٹرانس میٹر بھی موجود ہو۔"

میں سناٹے کے عالم میں بیٹھا تھا۔ احمد رش نے جنونیوں والا کام کیا تھا۔ اس مہم کا انچارج میں تھا اور اس قسم کے مہمات میں ڈسپلن کی اہمیت کلیدی ہوتی ہے۔ احمد رش نے خود سری کا مظاہرہ کیا تھا جبکہ اسے ہر حال میں میرے تابع رہنا تھا وہ میرے کسی بھی حکم کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کا مجاز نہیں تھا کجا یہ کہ اس نے اپنے طور پر ایک انتہائی قدم اٹھا لیا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کیا اور احمد رش کو گھورنے لگا تھا۔

"کیا بات ہے؟" اس نے غصیلے لہجے میں کہا "تم نے ٹرانسمیٹر کیوں آف کردیا۔ میں ان سے بات کر رہا تھا۔"

"تم نے اس کو کیوں تباہ کیا؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"کیا میں نے تمہیں اس کا حکم دیا تھا؟"

"اسے تباہ کرنا ناگزیر ہوگیا تھا۔ اگر میں اسے تباہ نہ کرتا تو خود ہمیں بھی کوئی نقصان پہنچ سکتا تھا۔"

"یہ سوچنا تمہارا نہیں میرا کام ہے اور یہ مت بھولو کہ اس مشن کا انچارج میں ہوں۔"

"لیکن تمہیں یہ حق حاصل نہیں ہے کہ تم اپنے ساتھ میری زندگی بھی داؤ پر لگادو۔"

"تم انتہائی جلد باز آدمی ہو رش! مجھے حیرت ہے کہ اس مہم کے لئے تمہارا انتخاب کیوں کیا گیا؟"

"میں نے بہت سے کارنامے سرانجام دیے ہیں" احمد رش نے فخریہ لہجے میں کہا "اسرائیل سمیت دنیا کا ہر یہودی میرے نام سے کانپتا ہے۔"

"مجھے معلوم ہے" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا "لیکن تم اس تحمل سے محروم ہو جو اس قسم کی مہمات کے لئے انتہائی ضروری ہوتا ہے۔"

"اگر اپنی زندگی بلاوجہ خطرے میں ڈالنے کا نام تحمل ہے تو میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں اس سے محروم ہوں۔ تمہیں تو شاید اپنی زندگی کی پروا ہی نہیں۔"

"تمہیں بھی نہیں ہونی چاہئے مسٹر رش! کسی بھی فدائی کو نہیں ہونی چاہئے۔ ہم نے تو اپنے سروں سے کفن باندھ رکھے ہیں۔ اس سے بڑی خوش قسمتی اور کیا ہوسکتی ہے کہ شہادت ہمارے قدم چوم لے۔"

"شہادت!" احمد رش نے طنزیہ لہجے میں کہا "کیا تم شہادت اور خودکشی میں فرق نہیں کرسکتے مسٹر علی؟"

"کرسکتا ہوں مسٹر رش! لیکن تم جہاد اور فساد کے درمیان تمیز کے شعور سے محروم ہو۔"

"کیا مطلب؟" احمد رش نے پہلو بدلا۔

"خدا کی راہ میں لڑنے کو جہاد کہا جاتا ہے اور بلاوجہ کشت وخون کرنا فساد کے زمرے میں آتا ہے۔ کیا سمجھے؟"

"تم میری توہین کر رہے ہو" رش غصے سے کھول گیا۔ "اگر میں بروقت قدم نہ اٹھاتا تو وہ ہمیں ہٹ کرسکتے تھے۔ کیا اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئی؟"

"آتی ہے" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن اتنی انسانی جانوں سے کھیلنے پر میں اپنا جہاز ہٹ کرانے کو ترجیح دیتا..."

"تمہاری منطق میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اور یوں تم مجھے قائل نہیں کرسکو گے۔"

"تم نے محض اس وہم کی بنیاد پر کانکرڈ تباہ کردیا کہ وہ ہمارا جہاز ہٹ کردیں گے۔"

"یہ وہم نہیں، ایک ٹھوس حقیقت ہے۔ کیا تم نے خود ان کی گفتگو نہیں سنی تھی؟"

"کاش تم نے مجھے موقع دیا ہوتا۔ وہ آسانی سے اتنا بڑا اقدام نہیں اٹھا سکتے تھے۔ ہمارا جہاز ہٹ کرنے سے پہلے وہ بہت کچھ سوچتے۔"

"اپنی زندگی کو خطرے میں ڈالنے سے ہزار درجہ بہتر ہے کہ دشمن کو زندگی سے محروم کردیا جائے۔"

"اگر وہ ہمارا جہاز ہٹ کرنے کی حماقت کرتے تو ہم ان کے دونوں کانکرڈ تباہ کردیتے۔"

"میں نے تو ان کا ایک ہی طیارہ تباہ کیا ہے اور تم دونوں طیارے تباہ کرنے کی بات کر رہے ہو؟"

احمد رش جس طرح مجھ سے جرح کر رہا تھا اس سے صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ میری کوئی بات نہیں مانے گا لہٰذا اس سے الجھنا بے سود تھا۔ میں نے خاموشی اختیار کرلی۔

مجھے خاموش دیکھ کر احمد رش نے ٹرانسمیٹر آن کردیا۔ ریڈیو پر برگ کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی "مجھے وزیر خارجہ سے بات کرنی ہوگی۔ اب یہ بہت ضروری ہوگیا ہے۔"

"اور مسافروں کو بھی صورت حال سے آگاہ کردینا" ڈوبکن نے کہا۔

ٹام رچرڈسن نے کھنکار کر گلا صاف کیا "میرا خیال ہے اب ہمیں ان کی ہدایت پر عمل کرنا چاہئے۔"

"ہاں" ڈوبکن کی آواز آئی "اس کے علاوہ ہمیں ہر مسافر سے فرداً فرداً گفتگو بھی کرنی ہوگی۔ انہیں معلوم ہوجانا چاہئے کہ ہم کس قسم کے حالات سے دوچار ہیں۔ یہ بات تو صاف ظاہر ہے کہ زمین پر اترنے کے بعد ہمیں یرغمال بنایا جائے گا یہ ضروری ہے کہ ہر شخص یرغمال بننے کے لئے ذہنی طور پر پہلے سے تیار ہو۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت طویل اسیری ہوگی۔ کم از کم تمہارے لئے" پیسنو بولا۔

"اس کی فکر نہ کرو۔ میرا خیال ہے وہ خبیث تمہیں صرف دھمکی دے رہا تھا" رچرڈسن نے کہا۔

میکلیور نے بہت دیر بعد زبان کھولی "احمقانہ باتیں مت کرو رچرڈسن! احمد رش وہ شخص ہے جس نے ابھی چند لمحے قبل ہم سب کی آنکھوں کے سامنے پچاس افراد کو موت کی نیند سلادیا ہے۔ ہمیں کسی قسم کی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ اس نے مسٹر پیسنو کو دھمکی دی ہے تو اس پر عمل بھی کرے گا۔ وہ انہیں قتل کردے گا۔"

"میں بہت حقیقت پسند آدمی ہوں۔ شتر مرغ کی طرح ریت میں گردن چھپانے کا عادی نہیں ہوں" پیسنو کا جواب تھا۔

احمد رش نے فاتحانہ انداز میں میری طرف دیکھا جیسے کہہ رہا ہو "دیکھا، میرے اقدام سے وہ کس طرح سیدھے ہوگئے۔"

میں نے اسے نظر انداز کردیا۔ اب ہمارا رخ جنوب کی طرف تھا اور کانکرڈ ہمارے طیارے کے پیچھے آرہا تھا۔ ایف۔16 طیاروں کے اسکواڈرن کا دور دور تک پتا نہیں تھا۔ یہ بات یقینی تھی کہ اب وہ ہمارا تعاقب کرنے کی ہمت نہیں کرسکتے تھے۔ احمد رش نے صورتحال کی سنگینی ان پر ثابت کردی تھی۔ اس کے اقدام سے میرا اختلاف اپنی جگہ، لیکن یہ حقیقت تھی کہ اس کی سفاکی کے نتائج مثبت نکلے تھے۔ ہم خطرات سے محفوظ ہوگئے تھے۔ مجھے یہ بات بھی اچھی نہیں لگی مجھے تو خطرات سے کھیلنے میں لطف آتا تھا۔

ادھر کانکرڈ میں پیسنو کے علاوہ تمام لوگ کاک پٹ سے باہر چلے گئے تھے، پیسنو بدستور کاک پٹ میں موجود تھا میں ان کے درمیان ہونے والی گفتگو سے اندازہ لگا سکتا تھا کہ پیسنو شرمندہ ہے وہ اس سانحے کے لئے خود کو ذمے دار ٹھہرا رہا تھا اور اس کے لئے وی آئی پی مسافروں کا سامنا کرنا آسان نہیں تھا۔

○☆○

ہمارے طیارے کی بلندی تیزی سے کم ہو رہی تھی۔ کانکرڈ بھی ہماری پیروی میں بلندی کم کرتا جا رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ہمیں ای ٹو ڈی ریڈار پر صاف دیکھا جا رہا ہوگا لیکن انتہائی کم بلندی پر پرواز کرنے کی صورت میں ہم اس جدید ترین ریڈار کی زد سے بھی نکل جاتے۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ ہم مسلسل اپنی بلندی کم کرتے دیکھ کر گرا[illegible] اس حکمت عملی سے آگاہ ہوتے رہے۔

اس وقت ہم سینائی کے ساحل پر پرواز کر رہے تھے رفتار پیما کے مطابق ہمارا جہاز صرف دو سو پچاس کی [illegible] رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس کم رفتار سے اڑنے پر کانکرڈ کے انجن جواب دے جائیں گے۔ ہم نے بلندی بھی بے حد کم کردی تھی۔ صرف تین سو فٹ کی بلندی پر پرواز کرتے رہنا کانکرڈ کے لئے ایک نیا اور دلچسپ تجربہ ثابت ہو رہا ہوگا۔

"اتنی کم بلندی پر پرواز کرنے کے لئے بیکر کو طیارے کی چونچ جھکانی پڑی ہوگی تاکہ سامنے کا منظر اسے بخوبی نظر آسکے" میں نے احمد رش سے کہا۔

اس نے جواب میں ایک قہقہہ لگایا "میں اپنے طیارے کی رفتار اور کم کر رہا ہوں" اس نے کہا۔

"رفتار مزید کم مت کرنا رش!" میں نے تیزی سے کہا۔ "کانکرڈ کے انجن سیز بھی ہوسکتے ہیں۔"

احمد رش پھر ہنسا "کیا مہیب پرندہ ہے مگر ہم نے اسے بکری بنا کر رکھ دیا ہے۔"

"تمہیں معلوم ہے اتنی کم بلندی اور اس قدر کم رفتار پر اڑنے کی وجہ سے کانکرڈ پر کیا گزر رہی ہوگی؟"

احمد رش نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ "طیاروں کے بارے میں میری معلومات بہت کم ہے۔ میں نے سنا ہے کہ تم طیاروں کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہو۔"

"اسی لئے تو مجھے اس مشن کا انچارج مقرر کیا گیا ہے" میں نے مسکرا کر کہا "اس وقت کانکرڈ طیارہ تقریباً چھ سو کلو گرام فی منٹ کے حساب سے ایندھن جلا رہا ہوگا۔"

رش کا منہ حیرت سے کھل گیا "چھ سو کلو گرام فی منٹ۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں" میں نے جواب دیا۔ "اور انہیں طیارے کا توازن برقرار رکھنے کے لئے دس نمبر کے درمیانی ٹینک میں ایندھن بھرنا پڑے گا۔"

"مجھے یہ سب کچھ نہیں معلوم" رش بڑبڑایا "واقعی تمہاری معلومات حیرت انگیز ہے۔"

اس وقت ہم جس مقام پر پرواز کر رہے تھے وہاں ہمارے دائیں جانب نہر سوئز تھی اور ہمارے نیچے درۂ متلا تھا۔ سامنے زمین کی سطح بتدریج بلند ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔ کافی فاصلے پر صحرائے سینائے کے جنوب میں واقع پہاڑی سلسلہ نظر آرہا تھا۔ اس پہاڑی سلسلے میں واقع کوئی پہاڑی بھی ڈھائی ہزار فٹ سے زیادہ بلند نہیں تھی۔

دفعتاً ٹرانسمیٹر جاگ اٹھا۔ کانکرڈ کا پائلٹ ہم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"رش! لیڈر! ہم اتنی نیچی پرواز نہیں کر سکتے" بیکر کی آواز سنائی دی "تم سن رہے ہو رش! کانکرڈ گر کر تباہ ہو جائے گا"

رش کوئی جواب دینے ہی والا تھا کہ میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور وہ سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ ہماری طرف سے کوئی جواب نہ پا کر بیکر نے پھر اپنی بات دہرائی اور اس کے بعد وہ برہم ہو کر گالیاں بکنے پر اتر آیا۔ میں نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کیا اور رش سے بولا۔

"بیکر کا کہنا درست ہے۔ پہاڑی سلسلہ شروع ہو چکا ہے طیارے کو بلند کرنا شروع کردو۔"

اس نے سر کو اثباتی جنبش دی اور ریڈیو آن کردیا۔ اب ہم جہاز کے کاک پٹ میں ہونے والی گفتگو دوبارہ سن سکتے تھے۔

"اس بات کے کیا امکانات ہیں کہ ہمارا زمینی عملہ ہماری نقل و حرکت سے واقف ہوگا؟" پھسنو کی آواز بہت دیر بعد سنائی دی تھی۔

"اس وقت سطح زمین سے ہماری بلندی تقریباً صفر کے برابر ہے" بیکر نے جواب دیا "اگر ای نوڈی ریڈار میں کسی قسم کا کمپیوٹر نصب ہے جو ارضی نشیب و فراز سے مبرا ہو کر اپنا کام جاری رکھ سکتا ہے تاہم چونکہ ہم کافی دیر سے مصری علاقے پر محو پرواز ہیں اس لئے میں نہیں سمجھتا کہ وہ اب بھی ہماری پوزیشن سے واقف ہوں گے۔"

"ہاں ... یلی ریڈار کی پہنچ سے باہر ہیں مگر مصری ریڈار ... ہوں گے" پھسنو نے کہا۔

"... مشرقی سمت میں ہے اور وہ اسرائیل کی لائن ... ہے" بیکر نے جواب دیا "ہمیں ریڈار پر تو نہیں دیکھا جاسکا ہوگا تاہم ممکن ہے کہ ہمیں بغیر ریڈار بھی دیکھ لیا گیا ہو۔ لیکن جب تک مصری حکام یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہوں گے کہ ہم کون ہیں اور کہاں سانحہ رونما ہوا ہے، ہم بحیرہ احمر پر پہنچ چکے ہوں گے۔"

"بحیرہ احمر پر؟" پھسنو کی حیرت زدہ آواز سنائی دی۔

"ہاں، جس رخ پر ہم پرواز کر رہے ہیں اگر اسی سمت میں پرواز کرتے رہے تو بالآخر ہم بحیرہ احمر پر جا نکلیں گے۔ اس وقت تک اگر کسی طرح مصری حکام اصل صورت حال سے آگاہ ہو بھی گئے تو وہ چاہنے کے باوجود بھی ہماری مدد نہیں کر سکیں گے اس وقت بھی نہیں کر سکتے۔ کیا سمجھے؟"

"سمجھ گیا" پھسنو کی آواز آئی "اب مجھے میزائل مارنے کے بارے میں لاسکوف کی تجویز یاد آرہی ہے۔ کاش اس تجویز پر عمل درآمد ہو گیا ہوتا۔"

"جو نہیں ہو سکا اسے رونا لاحاصل ہے۔ یہ سوچو کہ اب کیا کرنا ہے؟" بیکر نے کہا۔

"اگر ہم لاسکوف کے ریڈار پر ظاہر ہو سکیں تو کیا اس تجویز پر اب عمل نہیں ہو سکتا؟" پھسنو نے پوچھا۔

"عمل ہو کیوں نہیں سکتا لیکن اس کے لئے دو شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے"

"کون سی شرائط؟"

"نمبر ایک، ہم اندھیرا ہونے کے بعد تک پرواز کرتے رہیں۔ نمبر دو، ہم اس وقت تک لاسکوف کے ریڈار پر موجود رہیں۔"

"ریڈار پر موجود رہنے والی شرط تو سمجھ میں آتی ہے مگر اندھیرے والی بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"میزائل سے خارج ہونے والا غبار آنکھوں سے بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ اگر دن کے وقت کوئی ایسی کوشش کی تو وہ اس سے قبل از وقت آگاہ ہو جائیں گے اور اس کے بعد کیا ہو گا اس سے ہم سب بہت اچھی طرح واقف ہیں۔ جو حشر ۱ کا ہوا ہے وہی ۲ کا بھی ہو گا۔ کیا تم اپنی تباہی کی قیمت پر ان کی ہلاکت کا سودا کر سکو گے؟"

"ہرگز نہیں" پھسنو نے کہا "اس خطرے کی موجودگی میں یہ سوچا بھی نہیں جاسکتا۔"

"اس کے علاوہ ایک خطرہ اور بھی ہے مسٹر پھسنو! ہمارے اور ان کے طیاروں کے درمیان بہت کم فاصلہ ہے۔ ریڈار اسکرین پر اتنا کم فاصلہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے۔ اور ایسی صورت میں اس بات کی کوئی ضمانت نہیں ہوگی کہ ریڈار اسکرین کی مدد سے فائر کیا گیا میزائل ان کے طیاروں کے بجائے ہمارے طیارے کو ہٹ نہیں کر دے گا۔"

"تو یوں کیوں نہیں کہتے کہ اس تجویز پر عمل درآمد ہونا عملاً ناممکن ہے" پھسنو کے لہجے میں جھنجلاہٹ تھی۔

"اگر میں سادہ الفاظ میں یہ بات کہتا تو تم اتنی آسانی سے ... اسے تسلیم نہ کر لیتے۔"

"خیر، میں جا رہا ہوں۔ اب پریشر بلیک ہیڈ تک پہنچنے کی کوشش کرنے کے سوا اور کوئی صورت باقی نہیں رہ گئی ہے" پھسنو نے کہا

"ضرور جاؤ" بیکر نے کہا "لیکن اس پر میں پہلے ہی غور کر چکا ہوں۔ جہاز کے اندر رہتے ہوئے پریشر بلیک ہیڈ تک پہنچنے کی کوئی صورت نہیں ہے تاہم اگر تم جہاز کے دروازے سے باہر نکل کر جہاز کی دم تک پہنچنے کی ہمت کر سکو تو کامیابی تمہارے قدم چوم سکتی ہے"

میں نے بیکر کے ریمارک سن کر بڑی مشکل سے اپنی ہنسی روکی۔ میرافٹ کیا ہوا بم اور ٹرانسمیٹر ان کے لئے بہت بڑا مسئلہ بن گیا تھا۔ ان کے لئے اس تک پہنچنا کسی طرح ممکن نہیں تھا۔ لینڈنگ کے بعد وہ ممکن ہے اسے تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتے مگر اس وقت تک ہم اپنا کام کر چکے ہوں گے اور ہمیں ان چیزوں کی مزید ضرورت نہیں رہ جائے گی۔

احمد رش نے ٹرانسمیٹر کا سوئچ آف کیا اور بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا "اب وہ لوگ بم تلاش کر کے اسے ناکارہ کردیں گے"

"بم تلاش کرنا تو بہت دور کی بات ہے رش! وہ اس حصے تک پہنچ ہی نہیں سکیں گے جہاں میں نے بم فٹ کیا ہے"

"کیا تم نے سنا نہیں کہ پھسنو خود بم تلاش کرنے گیا ہے؟"

"احمقانہ باتیں مت کرو رش! میں نے پھسنو کی بات بھی سنی ہے اور اس پر پائلٹ کا تبصرہ بھی سنا ہے"

"ہمیں کوئی امکان نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ ممکن ہے وہ بم تک پہنچنے کی کوئی صورت نکال ہی لے"

"میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ اپنے حواس قابو میں رکھو" میں نے قدرے ناگواری سے کہا۔ اس کی اعصاب زدگی میرے لئے مسئلہ بنتی جارہی تھی۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں وہ ۲ کو بھی نہ اڑا دے۔

اس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری "ہم نے ان کے ٹرانسمیٹر کو جام کر رکھا ہے۔ وہ کسی سے بھی رابطہ قائم نہیں کر سکتے۔ ان پر جھنجلاہٹ طاری ہونا فطری امر ہے"

"تم پر مایوسی اور ناامیدی حملہ آور ہو رہی ہے رش! تمہارے لئے میرا مشورہ ہے کہ تم لاسکوف یا جنرل طلمان کو کسی فریکوئینسی پر تلاش کرنے کی کوشش کرو۔ اگر وہ مل گئے تو مجھے یقین ہے کہ ان کی باتیں تمہارا حوصلہ پھر سے بلند کرنے میں معاون ثابت ہوں گی"

خلاف توقع رش نے بحث کئے بغیر میرے مشورے پر عمل کیا۔ اس نے سب سے پہلے لاسکوف کی فریکوئینسی پر طبع آزمائی کی۔ اس کی پہلی ہی کوشش کامیابی سے ہمکنار ہوئی لاسکوف اور جنرل طلمان آپس میں گفتگو کر رہے تھے۔

"میں ایندھن لینے کے لئے ایلاط پر اتر رہا ہوں" لاسکوف کہہ رہا تھا "میں ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا اس لئے ایندھن بھرنے کی ساری تیاریاں مکمل کر رکھو۔ اور ہاں، ایلاط سے پرواز کرنے کے بعد میں اس وقت تک لینڈ نہیں کروں گا جب تک کانکرڈ کا سراغ نہیں مل جائے گا لہٰذا اسٹیشن پر امریکن ٹینکر منگوالو تاکہ آئندہ ہمارے طیاروں میں فضا میں ہی ایندھن بھرا جاسکے۔ کانکرڈ کی تلاش میں چپہ چپہ چھان ماروں گا۔ میرے اسکواڈرن کے پائلٹ اور فلائٹ آفیسر باری باری آرام اور پرواز جاری رکھیں گے مگر زمین پر نہیں اتریں گے۔"

لاسکوف کی باتیں سن کر رش کے چہرے پر چھایا ہوا اضطراب کم ہو گیا تھا۔

"ایک منٹ صبر کرو جبرائیل! میں ذرا اپنے سامنے پھیلے ہوئے نقشوں پر ایک نظر ڈال لوں" جنرل طلمان کی آواز ابھری پھر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ دوبارہ بولا "کانکرڈ کے ہماری نظروں سے اوجھل ہونے کے آدھے گھنٹے بعد اس کی تلاش شروع کردی گئی تھی۔ اس آدھے گھنٹے کے دوران اس کی سمت میں کیا تبدیلی ہوئی ہم اس سے لاعلم ہیں۔ اس وقت سے اب تک کانکرڈ کو تقریباً پانچ سو کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے تلاش کیا جارہا ہے۔ چونکہ کانکرڈ کی سمت میں کوئی بھی تبدیلی ہو سکتی ہے لہٰذا اس کی سابقہ آخری رفتار کو مدنظر رکھتے ہوئے اس وقت ہمیں اس کی تلاش کے لئے ڈھائی سو کلومیٹر کے حلقے کو چھاننا ہوگا۔ تمہیں اندازہ ہے کہ اس طرح ہمیں کتنے رقبے میں انہیں تلاش کرنا پڑے گا؟"

"نہیں" لاسکوف کی آواز آئی "یہ خاصا لمبا حساب ہے۔ تم خود ہی بتادو"

"سارے اعداد و شمار میں نے کمپیوٹر کی مدد سے تیار کئے ہیں۔ اس وقت کانکرڈ کو تلاش کرنے کے لئے ہمیں ایک لاکھ چھیانوے ہزار مربع کلومیٹر فضا کو کھنگالنا ہوگا۔ اس میں ایک سو پچاس میٹر سے لے کر آٹھ کلومیٹر تک کی بلندی شامل نہیں ہے۔ ہر گزرنے والا منٹ ہماری تلاش کے مربع کلومیٹر اور مکعب کلومیٹر میں اضافہ کرتا چلا جارہا ہے۔ گمشدہ کانکرڈ کو تلاش کرنے کے لئے ہم نے ایک ہی دن میں غیر ملکی فضائی حدود کی بہت زیادہ خلاف ورزی کرلی ہے۔ مصریوں نے بے حد تحمل کا مظاہرہ کیا ہے مگر اب ان کا تحمل بھی جواب دے چکا ہے اور انہوں نے ہمیں اپنی فضا کی حدود سے نکل جانے کو کہا ہے۔ لہٰذا تم واپس آجاؤ۔ مصریوں نے کانکرڈ کی تلاش کے لئے اپنے طیارے فضا میں بھیجنے کا وعدہ کیا ہے۔ ہمیں جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کانکرڈ کہاں ہے۔"

"جب ہم اسے تلاش نہیں کر سکتے تو مصری اسے کیسے تلاش کرلیں گے؟ کیا وہ اتنی دل جمعی سے اسے تلاش کرسکیں گے جتنی دل جمعی کا مظاہرہ ہم کریں گے؟"

"واپس آجاؤ جبرائیل! مصریوں کے علاوہ اور بھی ذرائع استعمال کئے جارہے ہیں جن پر انحصار کیا جاسکتا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مجھے بتاؤ کہ کون کون سے ذرائع استعمال کئے جا رہے ہیں؟" لاسکوف نے بے صبری سے کہا۔
"واپس آؤ گے تو تمہیں خود ہی پتا چل جائے گا۔ اس قسم کی باتوں کے لئے ٹرانسیٹر غیر محفوظ ہے۔"
"یا تو تم مجھے بتاؤ ورنہ میں واپس نہیں آؤں گا۔" لاسکوف کے لہجے میں ہٹ دھرمی تھی۔
"امریکی مواصلاتی سیارے کے ذریعے طیارے کو تلاش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔" طلمان نے کہا اور احمد رش کے علاوہ میں بھی چونک پڑا۔ معاملہ اگرچہ بے حد اہم تھا مگر مجھے یہ اندازہ بھی نہیں تھا کہ بات مواصلاتی سیارے تک جا پہنچے گی۔
"اس کے علاوہ" طلمان مزید کہہ رہا تھا "یو-۲ بنانے والی امریکن لاک ہیڈ کمپنی کے ایس آر اے کرافٹ بھی فضا میں بھیجے جا چکے ہیں جو آواز سے تین گناہ رفتار سے پرواز کرتے ہوئے جزیرہ نمائے سینائی کے ایک ایک چپے کی تصویریں اتار رہے ہیں۔"
"لیکن مواصلاتی سیارے اور ایس آر اے کی تصاویر کو سمجھنے میں کئی دن لگ جائیں گے۔" لاسکوف نے اعتراض کیا۔
"تمہارا کہنا درست ہے مگر یہ کچھ نہ کرنے سے تو بہتر ہی ہے۔ ہمارا سب سے بڑا ہتھیار وہ الیکٹرانک ڈیوائس ہے جسے امریکن نیشنل سیکیورٹی ایجنسی اور اسرائیلی انٹیلی جنس مشترکہ طور پر استعمال کریں گے۔ یہ الیکٹرانک آلہ ان لہروں کا سراغ لگائے گا جن کے ذریعے کانکرڈ کے ٹرانسیٹر کو جام کیا گیا ہے۔"
"یہ طریقہ بھی زیادہ کار آمد ثابت نہیں ہو سکے گا" لاسکوف کی آواز آئی "اس لئے کہ لیئر اور کانکرڈ کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہو گا اور فاصلہ کم ہونے کے باعث کانکرڈ کا ٹرانسیٹر جام کرنے کے لئے لیئر سے بہت کم طاقت کے سگنل نشر کئے جا رہے ہوں گے۔ اتنے کم طاقت کے سگنل کا سراغ لگانا مشکل ہوتا ہے۔"
"اس کے امکانات کم سہی مگر کامیابی کے امکان کو یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔" جنرل طلمانی نے کہا "اب تم واپس آ جاؤ۔"
"میں واپس آ رہا ہوں۔" لاسکوف کی آواز آئی اور رش نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانس میٹر آف کر دیا۔
"تم نے سنا علی!" احمد رش نے کہا "ان کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی ہے اور وہ ہمیں تلاش کرنے کے لئے کون کون سے ذرائع اختیار کر رہے ہیں۔"
"خوش قسمتی ہے ہماری۔" میں مسکرایا "اتنے بڑے پیمانے پر شاید ہی کبھی کسی کو تلاش کیا گیا ہو۔"
"میں کہتا ہوں ہم زیادہ دیر ان کی نظروں سے اوجھل

نہیں رہ سکیں گے۔ جس طرح سے وہ ہماری تلاش کر رہے ہیں اس کے پیشِ نظر ہم کیا، کوئی سوئی بھی ان سے چھپی نہیں رہ سکتی۔"
"اگر وہ ہمیں تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے تب بھی کون سا فرق پڑ جائے گا؟" میں نے بے پروائی سے کہا۔
"تمہیں صورتِ حال کی سنگینی کا ذرا بھی احساس نہیں ہے علی؟"
"وہ ہمیں تلاش کرنے کے باوجود ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ ان کا کانکرڈ طیارہ ہمارے ایک اشارے کا محتاج ہے اور اب ذرا یہ معلوم کرو کہ ۲۰ پر کیا ہو رہا ہے؟"
رش نے ریڈیو آن کر دیا۔ کچھ دیر تک ہمیں فضول قسم کی گفتگو سننا پڑی اس کے بعد دفعتاً پیسنو کی آواز سنائی دی وہ شاید ابھی ابھی کاک پٹ میں داخل ہوا تھا۔
"میرے کمانڈوز نے اپنے چاقوؤں سے دیواروں کا سارا پلاسٹک چھیل ڈالا مگر طیارے کی فولادی دیواروں سے گزرنے کا کوئی راستہ نہیں ملا۔"
"یہ بات تو میں نے تمہیں پہلے ہی بتا دی تھی۔" بیکر نے سپاٹ لہجے میں کہا۔
"ہاں، لیکن بم کو ناکارہ کرنے کی ترکیب میری سمجھ میں آ گئی ہے۔" پیسنو کی آواز میں جوش جھلک رہا تھا۔
یہ اندازہ کرنا مشکل تھا کہ بیکر پر اس اطلاع کا کیا ردِ عمل ہو گا لیکن رش تو میرے سامنے تھا۔ اس کے چہرے کی رنگت متغیر ہو گئی تھی۔
"سنو، بم سے منسلک ریڈیو کے لئے توانائی کے حصول کا ذریعہ دم پر نصب نیوی گیشن لائٹس ہیں۔" پیسنو کہہ رہا تھا۔ "انہیں بجھا دو، ہم محفوظ ہو جائیں گے۔"
"تمہارا اندازہ درست بھی ہو سکتا ہے۔" بیکر نے کہا "رش نے نیوی گیشن لائٹس جلائے رکھنے کو کہا تھا حالانکہ کوئی بھی طیارہ پرواز کے دوران انہیں بجھاتا نہیں۔"
"اس کے اصرار سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ گئی کہ میرا اندازہ درست ہے۔"
"لیکن توانائی کے حصول کے لئے نیوی گیشن لائٹس کے علاوہ اور بھی ذرائع ہیں۔ دم میں موجود تمام ہائیڈرالکس برقی رو سے چارج ہوتے ہیں جن میں دم کا ہیرو وھیل اور روڈر بھی شامل ہیں۔ میں نیوی گیشن لائٹس آف کر سکتا ہوں۔ دم کے ہیرو وھیل کی سپلائی بھی منقطع کر سکتا ہوں مگر میں روڈر کی سپلائی بند نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ روڈر کے بغیر اڑان کا تصور بھی محال ہے۔"
"میں نے بھی اس پہلو پر غور کیا تھا کہ نیوی گیشن لائٹس کے ذریعے توانائی حاصل کی جا سکتی ہے۔" فلائٹ انجینیئر کی آواز سنائی دی "مگر ریڈیو سے کنٹرول ہونے والے

ہر بم کے ساتھ عموماً ایک بیٹری بھی منسلک ہوتی ہے اور وہ دم میں موجود کسی بھی ذریعے سے چارج ہو سکتی ہے۔ اگر وہ بیٹری برسوں قبل بھی نصب کی گئی ہو تب بھی طیارے کا انجن اسٹارٹ ہوتے ہی وہ بیٹری چارج ہو گئی ہو گی۔"
فلائٹ انجینیئر کے انکشاف نے سب کو دم بخود کر دیا تھا۔ کوئی کچھ نہیں بولا پھر پیسنو کی آواز ابھری "یہ ایک مفروضہ ہے جو غلط بھی ہو سکتا ہے۔"
"قطعی ضروری نہیں کہ میرا اندازہ درست ہی ہو۔ ممکن ہے اس بم کے ساتھ کوئی بیٹری نصب نہ کی گئی ہو لہٰذا یوں کرتے ہیں کہ نیوی گیشن لائٹس آف کئے دیتے ہیں۔ ہیرو وھیل کی سپلائی بھی قطع کر دیتے ہیں اور پھر ہم یہاں سے نکل چلتے ہیں۔ ممکن ہے طیارہ اڑا دیا جائے۔ ممکن ہے کچھ بھی نہ ہو، کیا خیال ہے... تجربہ کیا جائے۔"
کوئی کچھ نہ بولا۔ سب کو سانپ سونگھ گیا تھا۔ کسی میں اتنا بڑا رسک لینے کی ہمت نہیں تھی۔ ادھر احمد رش مطمئن ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔
پیسنو نے جلد ہی خود کو سنبھال لیا "اگر ہم کیبن کا کوئی حصہ اکھاڑنے میں کامیاب ہو جائیں اور اس کے پیچھے موجود تاروں کا جال اور انسولیشن بھی ہٹا دیں تو ہم سامان والے کمپارٹمنٹ میں اتر سکیں گے۔ پیکیج کمپارٹمنٹ میں پہنچنے کے بعد بلک ہیڈ سے گزر کر دم والے حصے میں پہنچنا خاصا آسان ہو جائے گا۔"
"میں ایسے لوگوں کو سخت ناپسند کرتا ہوں جو میرے طیارے میں سوراخ کرتے پھریں۔" بیکر بڑبڑایا۔
"کیا کہہ رہے ہو؟" پیسنو نے کہا۔ شاید وہ بیکر کی بات سمجھ نہیں سکا تھا۔
"تمہیں شاید معلوم نہیں کہ پیکیج کمپارٹمنٹ پریشرائزڈ ہے اور اس کے بلک ہیڈ کی موٹائی کیبن کے بلک ہیڈ کی موٹائی سے کسی طرح بھی کم نہیں ہے۔ اگر تم اس سے گزر سکو تو بھی میں طیارے میں کوئی سوراخ ہونا پسند نہیں کروں گا۔ طیارے کے فرش کے ذریعے آمدورفت کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا۔ اس میں بہت سے تار ہیں کوئی بھی نقصان ہو سکتا ہے۔"
"تب تو تم یہ بھی پسند نہیں کرو گے کہ ہم گولیوں سے بارود نکال کر دھماکے سے پریشر بلک ہیڈ میں سوراخ کر دیں۔"
بیکر زور سے انداز میں ہنسا "اس بحرانی صورت میں تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے؟" اس نے کہا۔
"یہ تجویز کچھ دیر قبل میرے ایک آدمی نے پیش کی تھی۔ اس وقت میں نے اس کی مخالفت کی تھی۔"
پیسنو کی پیش کی ہوئی تجویز انتہائی احمقانہ تھی مگر میں اس کے محسوسات کو سمجھ سکتا تھا۔ اگر وہ طیارے کو اس بحران

سے نہ نکال پاتا تو وہ شاید زندہ رہنے پر موت کو ترجیح دیتا۔ ایسا شخص کوئی بھی انتہائی اقدام کر سکتا تھا۔ یہ بیکر کا کام تھا کہ اسے ایسی کوئی تجویز پر عمل کرنے سے روکے۔
"آپ اس طیارے کو بچانے کے لئے جو کوششیں کر رہے ہیں ان کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں مسٹر پیسنو" بیکر کی آواز سنائی دی "لیکن اس طیارے کے کپتان کی حیثیت سے میں ایسی کسی بھی تجویز کو ویٹو کرنے کا اختیار رکھتا ہوں جس پر عمل کرنے سے طیارہ یا اس کے مسافروں کی جان کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو۔ جب تک ہم فضا میں ہیں میں کمانڈر ہوں۔ نہ تم، نہ برگ اور نہ ہی وزیرِ خارجہ.. صرف میں.. سمجھے تم؟" اس کے بعد کچھ دیر خاموشی رہی پھر بیکر دوبارہ بولا۔ "ہم سب ایک ہی کشتی کے سوار ہیں۔ بہتر یہی ہو گا کہ ہم تحمل مزاجی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انتظار کریں۔ ہمارا طیارہ تقریباً دو گھنٹے مزید پرواز کر سکتا ہے۔ ممکن ہے اس دوران میں بہتری کی کوئی صورت نکل آئے۔"

○☆○

جزیرہ نما سینائی سے گزرنے کے بعد ہمارا رخ بدستور بحیرہ احمر کی طرف تھا لیکن پھر ہمارا لیئر طیارہ بائیں جانب مڑا اور ہمارا رخ سعودی عرب کی جانب ہو گیا۔ کسی کو ہماری منزل سے متعلق کچھ علم نہیں تھا۔ کسی کو علم ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ اس راز سے صرف چند افراد ہی واقف تھے اور ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں تھا جس کی طرف سے افشائے راز کا خطرہ رہا ہو۔
بحیرہ احمر پر نیچی پرواز کرتے ہوئے اپنی جھکی ہوئی چونچ اور پروں کی وجہ سے کانکرڈ کسی ایسے بڑے بحری پرندے کی مانند نظر آ رہا تھا جو پانی پر اترنے کی کوشش تو کر رہا ہو مگر کسی وجہ سے اتر نہ پا رہا ہو۔
"پھر سعودی عرب کا ساحل [illegible] سے گزر گیا۔ اب ہم سعودی عرب پر پرواز کر رہے تھے۔ یہاں تا حدِ نگاہ زمین ہموار نظر آ رہی تھی۔"
"جزیرہ نمائے سینائی سے نکل آنے پر بیکر نے شکریہ ادا کیا ہو گا" میں نے رش سے کہا۔
"کیوں، وہاں اسے کیا تکلیف تھی اور یہاں کیا آرام ہے؟" رش نے غرا کر کہا۔
"سینائی کی پہاڑیوں پر کانکرڈ کو اتنی کم بلندی پر اڑانا آسان نہیں تھا۔ بیکر نے ثابت کر دیا کہ وہ ایک ماہر پائلٹ ہے۔"
"اس نے کوئی کارنامہ تو بہرحال نہیں کیا ہے۔ جتنی بلندی پر وہ تھا اتنی ہی بلندی پر میں بھی طیارہ اڑا رہا تھا۔"
اس ننھے لیئر جیٹ کو اس عظیم الجثہ کانکرڈ سے ملا دینا تمہارا ہی کمال ہے رش! یہ ہر ایک کی بس کی بات نہیں ہے۔"
رش نے برا سا منہ بنایا مگر کچھ بولا نہیں۔ اپنی احمقانہ بات کے جواب میں وہ جو کچھ بھی سنتا کم ہوتا۔ اور اسے اس بات کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

احساس بھی تھا۔

"میرا خیال ہے تم اتنا پیچیدہ راستہ خواہ مخواہ اختیار کر رہے ہو۔" دفعتاً رش نے کہا۔ "اس وقت ہم کسی کی نظروں میں بھی نہیں ہیں۔ اگر سیدھے اپنی منزل کی طرف نکل چلیں تو کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی۔"

"تم پھر بحث کرنے لگے رش! ہم طے شدہ راستے پر ہی سفر کریں گے۔ کانکرڈ کا ایندھن ختم کرانا بے حد ضروری ہے۔"

"اگر تم کہو تو میں زیادہ بلندی پر پرواز کروں؟" رش نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے سختی سے کہا۔ "ہم پانچ سو فٹ سے زیادہ پر ہرگز پرواز نہیں کرسکیں گے۔"

"تو پھر رفتار بڑھانے کی اجازت دو۔ آخر ہم کب تک اس جیٹ کو گدھا گاڑی کی طرح چلاتے رہیں گے؟" اس نے جھنجلا کر کہا اور مجھے ہنسی آگئی۔

"ٹھیک ہے، تم رفتار میں اضافہ کرسکتے ہو۔" میں نے کہا اور رش نے ایک دم ہی طیارے کی رفتار بڑھادی اور آٹھ سو کلو میٹر کی رفتار سے پرواز کرنے لگے۔

زمین سے صرف پانچ سو فٹ کی بلندی پر اتنی تیز رفتاری کانکرڈ کے لئے بہت زیادہ خطرناک تھی مگر یہ ضروری تھا۔ بلندی پر جانے کی صورت میں ہم کسی بھی ریڈار کی زد میں آسکتے تھے اور اگر اپنی رفتار کم رکھتے تو منزل تک پہنچنے سے قبل ہی کانکرڈ کا ایندھن ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا۔

سامنے کچھ فاصلے پر ہمیں بدو اونٹوں پر سوار نظر آئے وہ اپنے سر اٹھا کر حیرت سے دونوں طیاروں کو دیکھ رہے تھے۔ مغرب کی طرف جھکتے ہوئے سورج کی روشنی میں ان پر ہمارے [illegible] پڑے اور پھر چنگھاڑتے ہوئے ان کے [illegible] میں نے ہاتھ بڑھا کر ریڈیو آن کر دیا کانکرڈ سے [illegible] کی آواز آئی۔

"ہمارے [illegible] ایک گھنٹہ پچاس منٹ پرواز کرنے کا ایندھن موجود ہے۔"

پائلٹ جیکر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر شاید ڈوبکن کاک پٹ میں داخل ہوا تھا۔ "حالات کیسے چل رہے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"حالات بدستور ہیں۔" بیکر نے کہا۔ "کوئی خاص بات؟"

"ہم نے ابھی موجودہ صورتحال پر تھوڑی سی مغز سوزی کی ہے۔"

"کس نتیجے پر پہنچے؟" بیکر نے پوچھا۔

"اس نتیجے پر کہ ہمارے اغواہ کنندگان بے حد چالاک لوگ ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ انہوں نے کوئی سیاسی تقریر نہیں کی جیسا کہ اور قسم کے لوگ عموماً کیا کرتے ہیں لہٰذا ہم اس بات سے لاعلم ہیں کہ وہ لوگ کون ہیں۔ علاوہ اس کے کہ شاید وہ فلسطینی ہوں۔ اگر ہیسنر نے رش کی آواز پہچان نہ لی ہوتی تو ہم اس سے بھی بے خبر رہتے اس تاریکی کی بنا پر ہماری انٹلی جنس کے لوگوں کے لئے اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے کام کرنا بہت مشکل ہوگا۔

"یہ تو بڑا حوصلہ شکن تجزیہ ہے۔" بیکر نے کہا۔

"بالکل۔" ڈوبکن بولا۔ "اس کے علاوہ انہوں نے ہمارے ٹرانسیٹر جام کر کے ہمیں پوری دنیا سے کاٹ دیا ہے جس کا واحد مطلب یہ ہے کہ ہمیں کسی خفیہ مقام پر لے جایا جارہا ہے۔ گویا ہم جہاں بھی اتریں گے کوئی انٹرنیشنل ایئرپورٹ نہیں ہوگا وہاں گرما گرم خبروں کی تلاش میں آئے ہوئے ہزاروں کی تعداد میں صحافیوں کی فوج بھی نہیں ہوگی اور نہ ہی ہمیں رہائی دلانے کے لئے کوئی کمانڈوز کارروائی کی جائے گی اس لئے کہ کسی کو علم ہی نہیں ہوگا کہ ہم کہاں ہیں۔"

"میں بھی اسی صورتِ حال پر غور کرتا رہا ہوں اور میں نے بھی تقریباً یہی نتائج اخذ کئے ہیں۔" بیکر نے کہا۔ "مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ کہیں ان لوگوں کی طرف سے طیارے کو ریگستان میں اتارنے کی فرمائش نہ کردی جائے اور اب تو مجھے اس بات کا یقین ہوگیا ہے کہ ہمیں طیارہ ریت پر ہی اتارنا پڑے گا۔ کاش وہ سخت زمین پر طیارہ اتارنے کی فرمائش کریں۔"

"اور اگر ایسا نہ ہوا تو؟" ڈوبکن کہا۔ اس کے لہجے میں تشویش تھی۔

"پروا مت کرو۔" بیکر ہنس کر بولا۔ "میں کسی بھی جگہ طیارہ اتار سکتا ہوں۔"

○☆○

ہم نے اپنا طیارہ شمال کی سمت موڑ لیا اور کانکرڈ نے ہماری تقلید کی۔ ہم سعودی عرب سے نکل کر عراق کی فضائی حدود میں داخل ہو رہے تھے۔ ہم نے یہاں تک پہنچنے کے لئے جو طوفانی اور پیچیدہ راستہ اختیار کیا تھا اس کے پیش نظر اسرائیلیوں کے لئے ہمارا سراغ لگانا ممکن نہیں رہ گیا تھا۔

سورج بس غروب ہوا ہی چاہتا تھا۔ افق پر نارنجی رنگ کے لہریے دکھائی دے رہے تھے مجھے معلوم تھا کہ کانکرڈ میں آدھے گھنٹے سے زیادہ کا ایندھن نہیں بچا ہوگا۔ میں نے چارٹ بک کھول لی جس مقام پر ہم تھے وہاں پر غروب آفتاب کا وقت چھ بجکر سولہ منٹ تھا۔ غروب آفتاب کے پانچ منٹ بعد تک مصنوعی روشنی کے بغیر لینڈ کیا جاسکتا تھا اس کے بعد یہ ممکن نہ رہ جاتا میں اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی چھ بج کر ایک منٹ ہوا تھا گویا کانکرڈ میں انیس منٹ کا ایندھن باقی تھا جبکہ روشنی صرف بیس منٹ کی باقی رہ گئی تھی۔

میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ افق پر چاند نظر آنے لگا تھا چند ایک تارے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ نیچے بہت فاصلے پر زمین ڈھلوان ہوتی نظر آرہی تھی اور سرسبز تھی کیوں نہ ہوتی ایک دریا بالکل ہمارے جہاز کے نیچے تھا اور دوسرا دور کھجور کے درختوں کے درمیان بہتا نظر آرہا تھا۔ یہ دجلہ و فرات تھے۔

دجلہ و فرات کو دیکھ کر میرے ذہن کے دریچے وا ہو گئے

ان دونوں دریاؤں کا تعلق مسلمانوں کے ماضی سے، ان کی پوری تاریخ سے رہا ہے۔ مسلمانوں کا عروج و زوال ان سے زیادہ کسی نے نہیں دیکھا ہوگا۔

میں نے سر جھٹک کر بمشکل خود کو خیالات کے دھارے پر بہنے سے روکا ورنہ شاید میں خلافت عباسیہ کے مشہور ترین بادشاہ ہارون الرشید کے دور میں جا پہنچا۔ بچپن میں سنی ہوئی اس عظیم المرتبت بادشاہ کی بہت سی کہانیاں ذہن کے [illegible] انگڑائی سی لے کر رہ گئیں۔

دریائے دجلہ کے عقب میں ایران کے پہاڑ سر اٹھا کر کھڑے تھے۔ کانکرڈ بدستور ہمارے تعاقب میں تھا۔ اس وقت ہماری بلندی ایک ہزار فٹ تھی۔ میں نے کانکرڈ پر ہونے والی گفتگو سننے کی غرض سے ریڈیو آن کردیا۔

"ممکن ہے اب ہمیں بغداد کے لئے شمال کی [illegible] پڑے۔" بیکر کی آواز آئی۔ وہ اپنے فلائٹ انجینئر سے [illegible] کر رہا تھا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اسی وقت ہی ہمارے جہاز نے بائیں جانب ایک طویل چکر لگایا۔ کانکرڈ نے پیروی کی اور پھر بلندی کم کرتے دیکھ کر انھوں نے اپنا خیال تبدیل کردیا۔

"گویا ہمیں یہیں کہیں لینڈ کرنا پڑے گا۔" بیکر کی آواز آئی۔ "ہماری منزل بغداد نہیں ہے۔" پھر اس نے مائیکرو فون سنبھالا اور مسافروں سے مخاطب ہوا۔ "ہم لینڈ کرنے والے ہیں۔ سیٹ بیلٹ باندھ لیجئے اور سگریٹ بجھا دیجئے۔"

"ان سے کہو ایل ال سے سفر کرنے کا شکریہ۔" فلائٹ انجینئر نے کہا۔

"مذاق مت کرو اور یہ بتاؤ ایندھن کتنا رہ گیا ہے؟" بیکر بولا۔

"فی [illegible] جہاز میں ایندھن ختم ہو چکا ہے۔" فلائٹ انجینئر [illegible]۔

"میں [illegible] بارے نہیں پوچھ رہا۔ الیکٹرانک آلات اور کمپیوٹر سے صرفِ نظر کرتے ہوئے ایندھن کی وہ مقدار بتاؤ جسے ہوا باز مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔"

فلائٹ انجینئر نے واضع طور پر ہچکچاتے ہوئے جواب دیا۔ "تقریباً دو ہزار کلو گرام"

"گویا ہم پانچ منٹ مزید پرواز کرسکتے ہیں اور اگر لینڈنگ میں تاخیر نہ ہو تو ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

لیئر اپنا دائرہ مکمل کرتے ہوئے نوے درجے کے زاویے پر مڑا اور پھر لینڈ کرنے کے لئے اس کا رخ نیچے کی طرف ہوگیا۔ مجھے توقع تھی کہ بیکر کو بھی وہ سڑک نظر آگئی ہوگی جہاں اسے ہماری پیروی میں طیارہ اتارنا تھا۔ اگرچہ سورج غروب ہو چکا تھا اور سڑک بمشکل دکھائی دے رہی تھی تاہم وہاں مصنوعی روشنی ......کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔

نیچے کچھ گاڑیاں موجود تھیں جن کی ہیڈ لائٹ کی روشنی میں ہم نے لیئر کو اس شکستہ سڑک پر اتار لیا تھا۔ اور اب کانکرڈ بھی اترنے کی تیاری کر رہا تھا۔ پھر اچانک ہی کانکرڈ کے کیبن میں ڈوبکن اور ہیسنو گھس گئے وہ چیخ چیخ کر کچھ کہہ رہے تھے۔

"تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو۔ واپس اپنی سیٹوں پر جاؤ" بیکر نے ناراضگی سے کہا۔ "کیا تمہیں نہیں معلوم طیارہ لینڈنگ کے مرحلے میں ہے۔"

"ہم نے ایک ووٹ حاصل کرلیا ہے۔" ہیسنو کی آواز سنائی دی۔

"خاموش رہو۔" بیکر نے اسے جھڑک دیا۔ "یہ ٹیسٹ نہیں ہے۔"

"طیارہ لینڈ کرنے کے بعد ہم طیارے کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ زیادہ سے زیادہ طیارے کی دم کو ہی نقصان پہنچے گا۔" ہیسنو نے کہا۔

"کہے جاؤ، میں سن رہا ہوں۔" بیکر بولا۔

"ہم نے زمین پر لڑنے کا فیصلہ کیا ہے۔" ہیسنو نے کہا۔ میرے آدمیوں کے پاس کچھ ہتھیار ہیں۔ کیا تم ہمیں طیارے سے اتار سکتے ہو؟"

میں سناٹے میں آگیا۔ ہیسنو کسی صورتِ ہتھیار پھینکنے پر آمادہ نہیں تھا۔

"خدا کی پناہ۔" بیکر کی مضطربانہ آواز سنائی دی۔ "تم نے دو منٹ پہلے یہ بات کیوں نہیں بتائی؟"

"ہم نے انہیں پوری طرح ٹریپ کرلیا ہے۔" رش نے کہا ہم لینڈ کرچکے تھے اور کانکرڈ بس لینڈ کرنے ہی والا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔" میں نے کہا۔ "کانکرڈ میں فیول ختم ہوچکا ہے۔ اس کے علاوہ اسے اس پوزیشن میں لینڈ کرنا ہی پڑے گا۔"

کانکرڈ کے وھیل شکستہ سڑک سے ٹکرائے اور طیارہ اچھلا مگر فوراً ہی اس نے دوبارہ زمین پکڑلی۔ اب وہ تیزی سے اچھلتا کودتا ٹیکسی کرتا ہوا ہماری طرف بڑھنے لگا اس وقت وہ ہم سے کوئی دو کلو میٹر کے فاصلے پر رہا ہوگا، پھر اچانک کانکرڈ بہت زور سے اچھل کر ہوا میں بلند ہوا، کم از کم میں اور رش یہی سمجھے تھے لیکن حقیقت کچھ اور تھی۔ اس نے زمین چھوڑ دی تھی اور فضا میں بلند ہو رہا تھا۔ وہ فرار ہو رہا تھا۔

صورتِ حال کی سنگینی محسوس کرتے ہوئے رش نے کانکرڈ کے ٹرانسمیٹر کو جام کر دینے والی ڈیوائس کا بٹن آف کردیا اور ٹرانسمیٹر میں چیخنے لگا۔ "رکو، ٹھہر جاؤ۔" لیکن کانکرڈ نے اس کی بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔ کانکرڈ چنگھاڑتا ہوا ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔ ہم ایک یقینی تصادم کی زد میں تھے۔ میں نے دیکھا کہ رش اپنا ہاتھ ایل ال ۲۰ کو تباہ کردینے والے بٹن کی طرف بڑھ رہا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بڑا عجیب وقت تھا۔ میں رش کو روکنا چاہتا تھا مگر روک نہیں سکتا تھا۔ ایل آل ۲۰ نے فرار ہونے کی کوشش کر کے ہمارے سارے راستے مسدود کر دیے تھے۔ اسرائیل سے عراق تک طویل سفر کے دوران میں نے بیکر کو ایک ماہر پائلٹ کے روپ میں دیکھا تھا اگر وہ نہ ہوتا تو کانکرڈ کو تباہ ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا تھا۔ رش نے اسے بے حد مشکل پرواز کرائی تھی۔ ذرا سی غفلت سے کانکرڈ تباہ ہو سکتا تھا لیکن یہ بیکر کی مہارت تھی جس نے طیارے کو بچائے رکھا تھا۔

اور اب اس نے حیران کن حرکت کی تھی اس کی وجہ سے میں بھی چکرا کر رہ گیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس کی اس حرکت کا محرک پیسنو بنا ہے۔ بیکر کو خود سے کوئی توقع تھی ہی نہیں۔ ایل آل ۲۰ کی تباہی کے بعد اس نے ہتھیار پھینک دیے تھے اور تن بہ تقدیر ہو کر ہمارے ہر کہنے پر عمل کرتا رہا تھا جبکہ پیسنو اس تمام عرصے میں مختلف تدبیروں پر غور کرتا رہا تھا۔ یہ الگ بات تھی کہ بیکر نے اس کی ہر تجویز رد کر دی تھی مگر اس کی آخری تجویز ایسی تھی جس نے بالآخر بیکر کو اپنے جال میں جکڑ ہی لیا۔

سامنے بائیں جانب ایک پہاڑی سر اٹھائے کھڑی تھی۔ اس پہاڑی کی وجہ سے دریائے فرات نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ ہمارے طیارے سے کچھ فاصلے پر مختلف گاڑیوں کا ایک چھوٹا سا گروپ موجود تھا جن کی ہیڈ لائٹس روشن تھیں۔ کانکرڈ کو اس مقام پر رکنا تھا۔

کانکرڈ کی رفتار ایک سو اسی ناٹ تو ضرور رہی ہوگی۔ اس کا رخ اوپر کی جانب ضرور تھا مگر اس کا لینڈنگ گیئر زمین سے چند انچ سے زیادہ نہیں اٹھ سکا تھا۔ کانکرڈ کا رخ ہماری ہی جانب تھا' ممکن ہے بیکر نے ہمیں فنا کر دینے کا تہیہ کر لیا ہو مگر کیا اس نے یہ نہیں سوچا ہو گا کہ اس طرح کانکرڈ تباہ ہو جائے گا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ صرف دو افراد کو مارنے کے لئے نہ صرف پورا کانکرڈ تباہ کر دے بلکہ اس میں سوار تمام مسافروں کی جان سے بھی کھیل جائے۔

میرا ذہن بے انتہا برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ ہم خطرے میں ضرور تھے مگر ہم سے کہیں زیادہ خطرہ خود ایل آل ۲۰ کو لاحق تھا اور اسی ایک بنیاد پر یہ بات کہی جا سکتی تھی کہ بیکر نے اتنا خطرناک قدم اٹھانے سے قبل یقیناً بہت کچھ سوچا ہو گا ... کیا سوچا ہو گا ... یہ بات میری سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

اس وقت کانکرڈ جس خطرناک پوزیشن میں تھا اس کے پیش نظر تھروٹل اور آفٹر برنر استعمال کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ہمیں یا دوسرے لفظوں میں کانکرڈ کو ہمارے طیارے سے بچانے کے لئے اگر بیکر کانکرڈ کو محدود درمیانی فاصلے میں اچانک بلند کرنے کی کوشش کرتا تو کانکرڈ کی دم زمین سے ٹکرا کر تباہ ہو سکتی تھی اور اگر دم تباہ ہو جاتی تو کانکرڈ کی تباہی لازمی تھی۔ بغیر دم کے طیارہ پرواز نہیں کر سکتا تھا۔ کانکرڈ کے ساتھ ساتھ اس میں موجود ہر مسافر بھی ہلاک ہو جاتا اور اگر بیکر آفٹر برنر استعمال کرتا تو طیارے میں بچا کھچا ایندھن بڑی تیزی سے جل جاتا۔ ایندھن کے بغیر طیارہ کیا خاک اڑ پاتا۔

اور بیکر نے طیارے کو اچانک بلند کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ وہ بہت نیچی پرواز کرتا ہوا ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔ بظاہر یہی معلوم ہو رہا تھا کہ دونوں طیاروں میں تصادم ہوئے بغیر نہیں رہ سکے گا۔ کسی یقینی نتیجے پر پہنچنا محال تھا۔

احمد رش نے ایل آل ۲۰ کو تباہ کرنے والا بٹن دبا دیا اور میں نے اسے روکا بھی نہیں۔ وقت اتنا کم تھا کہ کسی نتیجے پر نہیں پہنچا جا سکتا تھا۔ اس وقت ہماری جو پوزیشن تھی اس میں کانکرڈ کو تباہ کرنے کے علاوہ اور کیا ہی کیا جا سکتا تھا۔ گو وہ فرار ہو کر زیادہ دور نہیں جا سکتا تھا۔ تاہم ہمیں ہر جھنجھٹ سے دور ہی رہنا تھا۔

بٹن دباتے ہی اس نے لیئر سے باہر چھلانگ لگا دی۔ میں نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ ہم اپنے طیارے میں ہی بیٹھے رہتے تو شاید نہ بچ پاتے۔ کانکرڈ جیسے دیو ہیکل جہاز کی ٹکر سے ہمارے چھوٹے طیارے کے پرخچے اڑ جاتے۔

میں اور رش جہاز سے باہر گرے تھے۔ گرنے سے کچھ چوٹیں تو ضرور لگی تھیں مگر یہ چوٹیں سہلانے کا موقع نہیں تھا۔ میں نے اپنے دونوں کان بند کر لئے اور عین اسی وقت کانکرڈ چنگھاڑتا ہوا ہمارے سروں پر سے گزر گیا۔ ہمارا جہاز اس سے بال بال بچا تھا۔ تاہم وہ لرز کر ضرور رہ گیا تھا اس لئے کہ کانکرڈ کے بلند ہونے سے ہوا کا شدید دباؤ پیدا ہوا تھا۔ اسی دباؤ کی وجہ سے زمین سے گرد و غبار کا ایک بادل فضا میں بلند ہوا اور ماحول پر چھائی ہوئی تاریکی اور سوا ہو گئی۔

بہت دھندلی روشنی میں میں نے کانکرڈ کو پہاڑی کے اوپر سے گزرنے کی کوشش کرتے دیکھا۔ میرا اندازہ ہے کہ اس کا عقبی لینڈنگ گیئر پہاڑی سے ٹکرا گیا تھا اور شاید یہی وجہ تھی کہ وہ فضا میں مزید بلند ہونے کے بجائے پہاڑوں کے درمیان دوسری طرف نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ شاید وہ گر گیا تھا۔

احمد رش کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ ہم دونوں گرد میں اٹ گئے تھے۔ رش پر جنونی کیفیت طاری تھی۔

"اسے ہر حال میں تباہ ہونا تھا۔" اس نے ہذیانی انداز میں کہا "ہم نہ چھٹے تب بھی وہ بچ نہیں سکتے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو رش۔" میں نے زمین سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "ویسے بھی اس کا وہیل پہاڑی سے ٹکرا گیا تھا۔"

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" اس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔

"محض میرا اندازہ ہے۔ تم نے دیکھا نہیں' وہ بلند نہیں ہوا۔ شاید پہاڑی کے دوسری طرف گر گیا ہو گا۔"

رن وے کے دونوں طرف کھڑی ہوئی گاڑیوں میں سے

بہت سے لوگ اتر کر ہماری طرف دوڑ پڑے تھے۔ ان سب کا تعلق تنظیم آزادی فلسطین سے تھا اور وہ پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق وہاں موجود تھے مگر اب منصوبے سے ہٹ کر کام کرنا تھا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہو گی۔" رش نے بڑے وثوق سے کہا۔ "اندھیرے میں اتنے فاصلے کی چیز نظر آنا کیسے ممکن ہے؟"

"ممکن ہے مجھے غلط فہمی ہی ہوئی ہو لیکن تم کانکرڈ کے پرواز نہ کر سکنے کی کیا توجیہہ کرو گے؟"

"میں نے بم کا بٹن دبا دیا تھا۔" رش نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "اسی وجہ سے کانکرڈ تباہ ہو گیا ہو گا۔"

"اس مرحلے پر جب کہ کانکرڈ میں برائے نام ایندھن رہ گیا تھا۔ میرا فٹ کیا ہوا بم اتنا زیادہ موثر نہیں ثابت ہو سکتا کہ پورے جہاز کو تباہ کر دے۔" میں نے کہا۔ "بم گیارہ نمبر کے درمیانی ٹرم ٹینک پر فٹ کیا گیا تھا۔ اس ٹینک میں اب بھی تھوڑا بہت ایندھن ضرور ہو گا تاہم موجودہ حالت میں بم پھٹنے سے جو نقصان ہو گا وہ صرف اتنا ہی ہو گا کہ پائلٹ جہاز کو تباہ ہونے سے قبل ہی زمین پر اتار سکے گا۔"

"تو پھر یہی ہوا ہو گا۔ بیکر کو پتا چل گیا ہو گا کہ بم پھٹ گیا ہے اور اس نے فوری طور پر جہاز اتار لیا ہو گا۔"

"کچھ تو عقل استعمال کرو رش!" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا "ڈھلوان پہاڑی پر تو جیپ کا چلانا ناممکن ہوتا ہے۔ جہاز کیا خاک لینڈنگ کرے گا۔"

"تم آخر کہنا کیا چاہتے ہو؟" رش جھلا گیا۔

"کچھ نہیں۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ اصل صورتِ حال جاننے کے لئے ہمیں پہاڑی کے اوپر پہنچنا ہو گا۔"

میں اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر تیزی سے پہاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں پر موجود فلسطینی' احمد رش کے نزدیک پہنچ گئے تھے اور اس سے سوالات کر رہے تھے چونکہ تمام لوگ بیک وقت بول رہے تھے اس لئے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

"خاموش ہو جاؤ۔" میں نے عقب سے رش کو دھاڑتے ہوئے سنا۔ "ہمیں پہاڑ کے اوپر پہنچنا ہے۔" پھر میں نے ان سب کو اپنے پیچھے آتا ہوا محسوس کیا' مگر میں نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔

سورج غروب ہوئے دیر ہو گئی تھی اور اب آسمان پر چمکتے ہوئے تارے صاف نظر آنے لگے تھے۔ فضا میں خفیف سی خنکی کا احساس ہونے لگا تھا جس کا مطلب تھا کہ رات میں ٹھنڈ بڑھ جانے کا امکان ہے۔

مجھے پہاڑی کی چوٹی تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ رش اور دیگر لوگ بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ مجھے سب سے زیادہ فکر کانکرڈ اور اس پر سوار لوگوں کی تھی اگر کانکرڈ بحفاظت اتر گیا ہے تو ہمیں خود کو جنگ کے لئے تیار کرنا ہو گا۔ ایک ایسی جنگ جس میں مارو یا مر جاؤ کے سوا کوئی راستہ نہ ہوتا۔

پہاڑی کی چوٹی پر سینے کے بل لیٹ کر میں نے دوسری طرف کا جائزہ لیا اور یہ حقیقت مجھ پر فوراً ہی آشکارا ہو گئی کہ بیکر نے نہ صرف کانکرڈ کو زمین پر اتار لیا ہے بلکہ ایل آل ۲۰ کے مسافر بھی خیریت سے ہیں۔ کانکرڈ کے اطراف ان لوگوں کی سرگرمیاں واضح طور پر نظر آ رہی تھیں۔ جس مقام پر کانکرڈ نظر آ رہا تھا۔ وہ قدرے ہموار تھی اور اس کے دونوں طرف ڈھلان نظر آ رہی تھی جن میں ایک کا رخ یقیناً دریائے فرات کی طرف تھا۔

کچھ ہی دیر بعد رش اور دیگر لوگ بھی میرے پاس پہنچ گئے۔ رش میرے برابر آ کر لیٹ گیا تھا جبکہ دیگر افراد ذرا فاصلے پر تھے۔

"تم نے سنا تھا وہ مردود جیکب پیسنو ہم سے زمین پر مقابلہ کرنے کی باتیں کر رہا تھا۔" رش نے کہا۔

"ہاں' میں نے سنا تھا اور اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ یہ تو اس کی ذمے داری ہے جسے پورا کرنے کی وہ کوشش کر رہا ہے۔"

"میں اسے خاک میں ملا دوں گا۔" رش نے دانت پیس کر کہا۔ "آخر وہ خود کو سمجھتا کیا ہے۔"

"ہمیں جذبات سے نہیں عقل سے کام لینا ہو گا رش! موثر منصوبہ بندی کے بغیر ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔"

"منصوبہ بندی تم کرتے رہو۔" رش نے تضحیک آمیز لہجے میں کہا۔ "جب تک تمہاری منصوبہ بندی مکمل ہو گی اس وقت تک میں ان سب کو جہنم رسید کر چکا ہوں گا۔"

مجھے رش پر شدید غصہ آیا۔ وہ بہت خود سر تھا اور بجائے تعاون کرنے کے مستقل میری راہ میں مشکلات پیدا کرتا رہا تھا۔

"کیا تم تنہا اتنا بڑا کام کر سکو گے؟" میں نے مشتعل ہوئے بغیر اس سے کہا۔

"تنہا کیا مطلب؟" اس نے حیرت سے کہا۔ "اتنے بہت سے لوگ جو میرے ہمراہ ہوں گے۔"

"میں اس مشن کا انچارج ہوں اور میری مرضی کے بغیر ان میں سے کوئی ایک قدم بھی نہیں اٹھائے گا۔"

رش غصے میں اپنے بال نوچنے لگا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ سو فی صد حقیقت ہے۔ کوئی اس کا ساتھ نہ دے گا۔

"اگر تم اپنا دماغ ٹھنڈا نہیں رکھ سکتے تو یہاں سے میرے اور تمہارے راستے الگ الگ ہو جائیں گے۔ میرے ساتھ کام کرنے کی صورت میں تمہیں میرا پابند رہنا ہو گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رش کی بے بسی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ وہ منہ سے کچھ نہیں بولا لیکن اس کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ اس نے ہتھیار پھینک دیئے ہیں۔ "سنو رش! بلندی پر ہونے کی وجہ سے ہم بہت محفوظ پوزیشن میں ہیں۔ کیا تم اس بات سے متفق ہو؟"

"یہ بات تو ایک بچہ بھی جانتا ہے کہ پہاڑی علاقے میں اسی کی پوزیشن مضبوط ہوتی ہے جو بلندی پر ہو۔"

"اور تم یہاں سے نیچے اتر کر ان پر حملہ کرکے اپنی پوزیشن کمزور کر دینا چاہتے ہو۔ اتنی بڑی غلطی تو کوئی بچہ بھی نہیں کرے گا۔" میں نے رش کو اسی کی زبان میں جواب دیا۔ رش تلملا گیا لیکن اس نے کچھ کہا نہیں۔ اس کے پاس کہنے کو کچھ تھا بھی نہیں۔

"اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمیں دشمن پر اور کیا برتری حاصل ہے... ہمارے پاس اجتماعی طور پر اعشاریہ دو دو کے چھ پستول ہیں، ایک یوزی مشین گن اور ایک رائفل کے علاوہ ایک اعشاریہ چار پانچ کا امریکن کولٹ ریوالور ہے۔ جیکب پیسنو نے ہم سے مقابلہ کرنے کی بات کی ہے تو یقیناً ان کے پاس وافر مقدار میں اسلحہ ہوگا۔"

رش نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا۔ وہ میرا مطلب اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ "اس کے علاوہ انہیں یہ توقع بھی نہیں ہوگی کہ ہم اتنی تیزی سے پہاڑی پر پہنچ گئے ہوں گے۔ لہٰذا جیکب پیسنو ہم پر حملہ کرنے کے لئے ادھر آنے کی کوشش ضرور کرے گا۔"

"میں تم سے اتفاق کرتا ہوں۔" رش نے دھیمی آواز میں کہا۔ "ہمیں چھپ کر لڑنے سے ہی فائدہ ہوگا لیکن میں اس بات پر حیران ہوں کہ کانکرڈ صحیح سلامت نظر آرہا ہے۔ بکر نے ہوابازی کی تاریخ میں ایک نئے ریکارڈ کا اضافہ کیا ہے۔" میں نے کہا۔ "تاہم یہ طیارہ اب دوبارہ کبھی پرواز نہیں کر سکے گا۔"

"میرے سامنے یہودیوں کی تعریف مت کیا کرو۔" رش نے کہا۔ اس کا لہجہ بے حد غصیلا تھا۔

"کسی کی اچھائیوں سے محض اس کی برائیوں کی وجہ سے صرفِ نظر نہیں کیا جاسکتا۔"

"بکر میری طرف سے بھاڑ میں جائے۔" رش نے بھنا کر کہا۔ "میں تو سوچ رہا ہوں کہ بم کیوں نہیں پھٹا۔"

"بم یقیناً پھٹ گیا ہوگا رش! مجھے اس بات کا مکمل یقین ہے۔"

"اگر بم پھٹ گیا ہے تو طیارہ کیوں صحیح سلامت نظر آرہا ہے؟" رش نے اعتراض کیا۔

"فیول ٹینک پر بم نصب کرنے کی وجہ یہی تھی کہ بم پھٹے تو ایندھن آگ پکڑلے اور فضا میں اگر طیارے کو آگ لگ جائے تو اس کی تباہی یقینی ہوجاتی ہے۔"

"میں مانے لیتا ہوں کہ طیارے میں ایندھن بالکل ختم ہوچکا تھا لیکن بم کو کچھ تو تباہی پھیلانی چاہئے تھی۔ کم از کم طیارے کی دم ہی تباہ ہوجاتی۔"

"دم کے اندرونی حصے میں تو اس نے یقیناً تباہی پھیلائی ہوگی مگر اس کی قوت اتنی نہیں تھی کہ پوری دم کو اڑا سکتا۔"

"تم نے ایک بات نظر انداز کردی۔" یکایک رش نے چونک کر کہا۔

"کیا؟" میں نے پوچھا۔

"اندھیرے میں اضافہ ہورہا ہے۔ کیا ضروری ہے کہ وہ ہم سے مقابلہ کرنے کی ہی کوشش کریں۔"

رش کی بات نے مجھے چونکا دیا۔ اس پہلو پر تو میں نے غور ہی نہیں کیا تھا۔ "ٹھیک کہہ رہے ہو، عین ممکن ہے کہ وہ سب یا ان میں سے کچھ دریائے فرات کے ذریعے یا کنارے کنارے بغداد کی طرف نکلنے کی کوشش کریں۔ انہیں گھیرے میں لینا بہت ضروری ہے۔" میں نے وہاں موجود فلسطینیوں کو ضروری ہدایات دے کر ان ڈھلانوں کی طرف روانہ کردیا جہاں سے فرار ہوا جاسکتا تھا۔

"تم نے تو سب کو ہی بھیج دیا۔" رش نے حیرت سے کہا۔ "اور یہاں صرف ہم دونوں باقی رہ گئے۔"

"جو بات تم کہہ رہے ہو مجھے بھی نظر آرہی ہے رش! مگر میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"ان کے فرار ہونے کے امکانات بہت کم ہیں جبکہ وہ کسی بھی لمحے ہم پر حملہ آور ہوسکتے ہیں۔"

"میں یہ بات بھی مانتا ہوں رش! لیکن اس کے باوجود بھی میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔" میں نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"اس وقت سمجھ میں آئے گا جب وہ ہم پر ہلہ بول دیں گے اور ہماری چٹنی بن کر رہ جائے گی۔"

"اپنے بارے میں تو مجھے معلوم ہے۔ میری چٹنی بنانا ہنسی کھیل نہیں ہے.... البتہ تمہارے بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

رش بھنا گیا۔ میں اس کی کیفیت سے لطف اندوز ہورہا تھا قبرص سے پرواز کرنے کے بعد سے اس نے میرا ناطقہ بند کئے رکھا تھا اور اب میرا نمبر تھا۔

"تمہیں یاد ہے رش؟" میں نے تفریح لیتے ہوئے کہا۔ "تم نے بیسنر سے کہا تھا کہ زمین پر اترنے کے بعد تم اسے زندہ نہیں چھوڑو گے؟"

"یقیناً میں نے کہا تھا اور میں اپنی بات پر اب بھی قائم ہوں۔ بس موقع ملنے کی دیر ہے۔"

"فرض کرو تم سے پہلے اس کا وار چل جائے... تو کیا ہوگا؟"

"اس کی تمام تر ذمے داری تم پر عائد ہوگی۔" اس نے دانت پیس کر کہا۔ "تم نے اس اہم ترین محاذ کو خالی چھوڑ دیا... کاش میں انچارج ہوتا۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔

"کوئی محاذ خالی نہیں ہے رش! یہاں ہم دونوں جو موجود ہیں یاد رکھو کہ جنگیں صرف حوصلے سے جیتی جاتی ہیں۔"

"میں اپنا حوصلہ بلند کئے لیتا ہوں۔ کیا صرف بلند حوصلے سے ہم ان کے اسلحے کا مقابلہ کرلیں گے۔"

"مجھے غصہ مت دلاؤ رش! اسرائیل اسلحے کی برتری کے زور پر ہی قائم ہوا ہے۔ عربوں نے محض اسی بنا پر شکست کھائی ہے اور آج تم بھی یہی بات کررہے ہو۔"

"یہ ایک حقیقت ہے علی! اور میں نہیں سمجھتا کہ تم جیسا معقول آدمی کسی حقیقت سے روگردانی بھی کرسکتا ہے۔"

"شاید تم کسی اور کو تو ان باتوں سے بہلا سکو لیکن مجھ پر یہ دلیلیں بے اثر ثابت ہوں گی۔ میں جانتا ہوں کہ تنظیم آزادی فلسطین اسی تلخ حقیقت کے باوجود ہی قائم کی گئی تھی۔ جس طاقت سے پورے عرب کی تمام حکومتیں مل کر بھی نہیں ٹکرا سکیں اسی طاقت کو ایک چھوٹی سی تنظیم نے ناکوں چنے چبوا دیے ہیں۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں رش؟"

رش نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "نہیں، تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن عقل مندی کا تقاضا یہ تھا کہ ہم جیکب پیسنو کے عزائم خاک میں ملانے کے لئے اپنی پوری قوت مرکوز کردیتے۔"

"تم ہی نے میری توجہ اس جانب مبذول کرائی تھی کہ وہ دوسری طرف سے فرار بھی ہوسکتے ہیں۔" میرے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔

"میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا کہ انہیں روکنے کی خاطر ہم اپنی تھوڑی بہت طاقت کو بھی تقسیم کردیں۔"

"یہ تو پہلے سوچنے کی بات تھی۔ اس وقت جب ہم نے اس مشن کی منصوبہ بندی کی تھی۔"

"اس وقت ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسی کوئی صورتِ حال بھی پیش آسکتی ہے ورنہ ہم پیش بندی کے طور پر یہاں زیادہ قوت مجتمع کرلیتے۔"

"کوئی منصوبہ بھی مکمل نہیں ہوتا رش! کہیں نہ کہیں کوئی خلافِ توقع بات ہوسکتی ہے اور یہ ذمے داری انچارج کی ہوتی ہے کہ وہ تبدیل شدہ صورتِ حال سے کس طرح نمٹتا ہے۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ تمہاری ذمے داری ہے۔ اس مشن کے انچارج تم ہی سہی لیکن اگر تم نہ ہوتے تو انچارج میں ہوتا۔ اس وقت بھی تمہارے بعد میں ہی ہر بات کا ذمے دار ہوں۔ دوسرے الفاظ میں میں تمہارا نائب خصوصی ہوں۔"

کیا اس حیثیت میں، میں تمہیں کوئی مشورہ بھی نہیں دے سکتا؟"

"مشورہ ضرور دے سکتے ہو، فیصلہ نہیں کرسکتے۔" میں نے کہا۔ "تمہارے مشورے کو قبول کرنا یا نہ کرنا سراسر میرا کام ہے۔"

"میں نے اس امکان کی طرف اشارہ کیا کہ وہ لوگ دوسری طرف سے فرار ہونے کی کوشش کرسکتے ہیں تو تم نے ساری قوت انہیں فرار سے روکنے کے لئے جھونک دی۔ حالانکہ یہ امکان بھی موجود ہے کہ وہ فرار ہونے کی کوئی کوشش کرنے کے بجائے ہم سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کریں اور ہم پر حملہ کر بیٹھیں یا تمہارے خیال میں ایسا ممکن نہیں ہے؟"

"بالکل ممکن ہے بلکہ زیادہ امکان اسی بات کا ہے۔" میں نے کہا۔

"تو پھر عقل مندی کا تقاضا یہ تھا کہ ہم اپنی قوت اس محاذ پر جمع رکھتے جو زیادہ قرینِ قیاس ہے۔"

"تم نے یہ حقیقت نظر انداز کردی کہ جنگی نکتۂ نگاہ سے ہم محفوظ ترین مقام پر ہیں۔ اس مقام پر ہمیں شکست دینے کے لئے ایک پوری تربیت یافتہ بٹالین درکار ہوگی۔"

"ہم لاکھ محفوظ مقام پر سہی لیکن ہم کتنی دیر ان کا مقابلہ کرسکیں گے۔ ہمارے پاس زیادہ اسلحہ تو ہے نہیں۔"

"ہم دونوں تجربے کار ہیں اور اس وقت ہمیں یہی ثابت کرنا ہے کہ اگر تدبیر، حوصلہ اور تجربہ یکجا ہوجائے تو تعداد اور اسلحے کی برتری کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔"

احمد رش خاموش ہوگیا لیکن مجھے اندازہ تھا کہ وہ مجھ سے متفق نہیں ہوا ہے محض مروتاً یا مجبوراً خاموش ہوگیا ہے۔

"اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے رش!" چند لمحوں بعد میں نے دوبارہ کہا۔ "میں کسی قیمت پر یہ پسند نہیں کروں گا کہ وہ لوگ فرار ہوجائیں۔ میں مرجانا گوارا کرلوں گا لیکن اتنی بڑی شکست منظور نہیں کروں گا۔"

"ہم میں سے ہر شخص کی جان قیمتی ہے علی! ان کے فرار سے ہمیں کوئی نقصان نہ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آدمی مرگیا تو..."

"وہ شہید ہوجائے گا۔" میں نے رش کی بات کاٹ دی۔ مجھے اس پر شدید غصہ آرہا تھا۔ بلاشبہ وہ ایک دہشت گرد تھا اور اندر سے بزدل تھا۔ مجھے وہ وقت یاد تھا جب اس نے فرانس میں نوری سلامی نامی الجزائری کو جان سے مار دیا تھا۔ وہی نوری سلامی جس کے میک اپ میں' میں نے کانگرڈ میں بم فٹ کئے تھے۔ اس وقت جب میں نے رش سے اس کے اس عمل پر احتجاج کیا تھا تو اس نے بڑی رعونت سے کہا تھا کہ وہ انچارج ہے اور جو چاہے گا کرے گا۔ میری نظر میں نوری سلامی کا قتل قطعی غیر ضروری تھا۔ اس وقت میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا تھا۔ ظاہر ہے جو ہوگیا تھا میں اسے واپس نہیں لاسکتا تھا۔

دوسروں کو اتنی بے دردی سے قتل کردینے والا آج خوف زدہ تھا۔ اسے صرف اپنی جان کا خوف تھا اور میں یہ بات اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ جہاں مجھے اس پر غصہ آرہا تھا وہیں اس بات کی خوشی بھی تھی کہ میں اسے اس حد تک خوف زدہ کرنے میں کامیاب ہوگیا ہوں۔ ابھی کچھ ہی دیر قبل وہ جیکب ہیسنو کو قتل کرنے کے لئے پہاڑی سے نیچے اترا جارہا تھا۔ وہ صرف قوت اور نفری کا گھمنڈ تھا۔ اب جبکہ وہ میرے ساتھ خسارہ گیا تھا تو اسے یہ خوف کھائے جارہا تھا کہ کہیں جیکب ہیسنو ہم پر حملہ نہ کردے۔

میں نے یہ سب کچھ سوچا ضرور مگر اس سے کچھ نہیں کہا میں مصلحت کے ہاتھوں مجبور تھا' احمد رش کچھ بھی تھا مگر تنظیم کے لئے کام کررہا تھا۔ میں اس کے طریقہ کار سے اختلاف کرسکتا تھا لیکن یہ بھی ایک حقیقت تھی کہ یہودیوں کے لئے ایسے ہی درندوں کی ضرورت تھی جو انہیں چیر پھاڑ کر کھا جائیں۔ جن کے دل میں ہمدردی اور انسانیت کا شائبہ تک نہ ہو اگر میں رش کو نوری سلامی کا حوالہ دیتا تو ممکن تھا اس سے تکرار ہوجاتی۔ ہم دونوں مسلح تھے اور جس فطرت کا وہ مالک تھا اس کے پیش نظر اس کے علاوہ اور کوئی توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ وہ غصے سے بے قابو ہوکر مجھ پر ہی حملہ کربیٹھے گا۔ ایسی صورت میں کچھ بعید نہیں تھا کہ متحد ہوکر دشمن کا مقابلہ کرنے کے بجائے ہم آپس میں ٹکراجاتے۔ نتیجہ ہم دونوں میں سے ایک کی جان کے نقصان کی صورت میں ظاہر ہوتا جو کسی بھی قیمت پر برداشت نہیں کیا جاسکتا تھا۔

"ہم سب اپنے سروں سے کفن باندھ کر نکلے ہیں رش!" میں نے کہا۔ میری پوری کوشش یہی تھی کہ اپنے لہجے پر حتی الامکان قابو ہی رکھوں "ہم شہادت کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہیں رش! اگر ہم میں سے کوئی ایک بھی شہید ہوا تو میں اس کی خوش قسمتی پر رشک کروں گا لیکن اس بات کا یقین رکھو کہ اگر ہم دونوں افراد شہید ہوگئے تب بھی وہ لوگ بچ کر نہیں نکل سکیں گے۔ ہمارے ساتھی انہیں بھون ڈالیں گے۔"

احمد رش یقیناً اندر ہی اندر تلملا رہا تھا مگر مجبور تھا' اظہار نہیں کرسکتا تھا اگر کرتا تو اس کی بزدلی کھل کر سامنے آجاتی۔

میں نے مزید وقت ضائع کئے بغیر ایم ہمارا ئفل ایک چٹان پر ٹکائی۔ رائفل پر برقی طاقت کی مدد سے کام کرنے والی دوربین نصب تھی۔ اس دوربین کی مدد سے تاروں کی روشنی میں بھی صاف دیکھا جاسکتا تھا۔ میں نے دوربین آنکھوں سے لگا کر دیکھا تو ہر چیز انتہائی سبز رنگ کی نظر آرہی تھی۔ میں نے دوربین اڈجسٹ کی تو منظر صاف ہوگیا۔

"اوہ!" میرے منہ سے نکلا "یہاں تو کسی قدیم شہر کے کھنڈرات دکھائی دے رہے ہیں۔"

"اس مقام کا چناؤ اسی لئے تو کیا گیا تھا۔" رش نے جواب دیا "کہ ایک قدیم شہر کے کھنڈرات کے علاوہ دور دور تک کسی قسم کی آبادی نہیں پائی جاتی۔"

اس منظر نے مجھے مسحور کردیا ہوتا اگر دو سو گز کے فاصلے پر پہاڑی کے اوپر چڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے مسلح یہودی مجھے نظر نہ آجاتے۔ میں گن تو نہیں سکا۔ تاہم میرا اندازہ ہے کہ ان کی تعداد بیس کے قریب رہی ہوگی۔ وہ ایک قطار کی صورت میں آگے پیچھے چلتے ہوئے اوپر کی طرف آرہے تھے۔ میں نے رائفل کا رخ قطار میں سب سے پچھلے والے شخص کی طرف کیا اور دوربین میں نظر آنے والے کراس کو اس کے دل کے مقام پر فکس کرتے ہوئے رائفل کا ٹریگر دبادیا۔ سائیلنسر لگی ہوئی رائفل سے صرف آپریٹنگ راڈ کے آگے پیچھے ہونے کی محدود آواز ابھری۔ کوئی دھماکا نہیں ہوا اور میں نے اس شخص کو لڑھکتے دیکھا۔ آگے چلنے والوں میں سے کسی کو احساس بھی نہ ہوسکا کہ ان میں سے ایک فرد کم ہوگیا ہے۔

رش نے مجھے رائفل چلاتے دیکھ لیا تھا۔ وہ بوکھلا کر میرے نزدیک آگیا "کیا ہوا' تم نے کس پر گولی چلائی ہے۔ کیا وہ اس طرف آرہے ہیں؟"

"ذرا سا صبر کرلو رش! ابھی بتاتا ہوں" میں نے ہونٹ بھینچ کر کہا "اور رائفل اس یہودی کی طرف گھمائی جو قطار کے سب سے آخر میں تھا۔ ایک بار پھر رائفل سے بولٹ اور آپریٹنگ راڈ کے آپس میں ٹکرانے کی ہلکی سی دھاتی آواز ابھری اور ایک اور یہودی اپنے منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر لڑھک گیا۔

میرے ہونٹوں پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ بکھر گئی۔ تھوڑی دیر قبل رش نے جن خدشات کا اظہار کیا تھا موجودہ منظر اس کے بالکل برعکس تھا۔ میرے ہاتھوں نے پھر حرکت کی۔ اب میں تیسرے یہودی کا نشانہ لے رہا تھا۔ میں نے اسے بھی موت کے منہ میں پہنچادیا لیکن شاید اس مردود کے منہ سے کوئی آواز نکل گئی تھی۔ اس لئے کہ اس کے لڑھکنے کے ساتھ ہی میں نے یہودیوں کو منتشر ہوتے دیکھا اور دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے مختلف چٹانوں کی آڑ میں پناہ لے لی۔

"کچھ مجھے بھی تو بتاؤ" رش نے مجھے تقریباً جھنجوڑ ڈالا "تم آخر کیا کررہے ہو؟"

میں بڑے سکون سے اس کی طرف پلٹا "میں نے تین فائر کئے ہیں رش!" میں نے نہایت اطمینان سے کہا "اور ایک گولی بھی ضائع نہیں کی۔ ہمارے دشمنوں کی تعداد میں تین کی کمی ہوچکی ہے۔"

میں نے رش کے چہرے سے خوف کے بادل چھٹتے دیکھے اس کا خوف اس امید پر کم ہوگیا تھا کہ دشمن کے تین افراد مر گئے ہیں اور اب وہ حملہ آور ہونے کی ہمت مشکل سے ہی کریں گے۔

خود کو کسی قدر محفوظ سمجھتے ہی اس کی فطرت عود کر آئی۔ "کیا مرنے والوں میں ہیسنو بھی شامل ہے؟" اس نے فوراً ہی پوچھا۔

"میرا خیال ہے ان تینوں میں سے کوئی بھی ہیسنو نہیں تھا" میں نے کہا "بلکہ وہ تینوں ہی میرے لئے اجنبی تھے۔"

"وہ کس مقام پر تھے؟" اس نے بے صبری سے کہا "میرا مطلب ہے کیا وہ کانگرڈ کے قریب ہی تھے؟"

"نہیں' وہ ہم پر حملہ کرنے کے ارادے سے اس طرف آرہے تھے۔ جن تین یہودیوں کو میں نے ٹھکانے لگایا ہے وہ سب سے پیچھے تھے۔"

"تم سے بہت بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے" رش مضطربانہ انداز میں بولا "تمہیں چاہئے تھا کہ سب سے آگے موجود فرد کو سب سے پہلے نشانہ بنانے کی کوشش کرتے۔"

"یہ تو کھلی ہوئی حماقت ہوتی۔ اس طرح صرف ایک ہی شخص مرپاتا جبکہ میں نے تین یہودی شکار کرلئے ہیں۔"

"اوہ! تم سمجھے نہیں" رش نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا "مجھے یقین ہے کہ جیکب ہیسنو خود انہیں لیڈ کررہا ہوگا۔"

میں نے رش کو ترحم آمیز نظروں سے دیکھا۔ اس کے اعصاب پر ہیسنو سوار تھا۔ مجھے یقین تھا کہ ہیسنو کے اعصاب پر بھی رش اسی طرح سوار ہوگا۔

"اگر ہماری اس مہم کا مقصد صرف جیکب ہیسنو کو ٹھکانے لگانا ہوتا تو یقیناً میں نے اسے ٹھکانے لگادیا ہوتا لیکن تم خود بھی اچھی طرح جانتے ہو کہ ایسا نہیں ہے۔"

"وہ ایل آل ایرلائنز کا چیف سیکورٹی آفیسر ہے" رش نے پہلے ہی کے سے لہجے میں کہا "اس کے مرتے ہی ان کے حوصلے پست ہوجاتے۔"

"اگر اس بات کا شائبہ بھی ہوتا تو میں نے یہی کیا ہوتا لیکن تم جانتے ہو کہ وہ اکیلا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں جو ظاہر ہے کہ باقاعدہ تربیت یافتہ لوگ ہیں۔ ہیسنو

زندگی سنوارنے اور نکھارنے والی
کتابوں کے سلسلے کی ایک کڑی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

کامیاب زندگی گزارنے کے اصول کیا ہیں
کیا آپ واقعی احساس کمتری کے شکار ہیں یا صرف یہ آپ کا خیال ہے۔
ہوسکتا ہے کہ صرف اس کتاب کے مطالعہ سے ہی آپ کا یہ احساس ختم ہوجائے۔

سید اسلام حسین
قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۶ روپے

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴
کراچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی موت کے بعد اس کا کوئی ماتحت اس کی جگہ لے لیتا۔ انہیں تو زندگی اور موت کی جنگ کرنی ہے۔ اس خیال میں مت رہنا کہ وہ ہتھیار پھینک دیں گے۔"

"خیر اس بحث کو چھوڑو' یہ بات تو بہرحال ثابت ہو گئی کہ وہ فرار ہونے کی کوشش نہیں کر رہے۔"

"اور یہ کہ میں نے ان کے تین آدمی مار کر باقاعدہ جنگ کا آغاز کر دیا ہے۔"

"تم پیسنو سے واقف نہیں ہو۔ اب تک اسے اندازہ ہو چکا ہو گا کہ ہم ان سے کمزور پڑ رہے ہیں" رش نے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا "ہمارا کوئی نقصان نہیں ہوا' ان کے تین آدمی مر گئے اور کمزور بھی ہم پڑ رہے ہیں؟"

"ان کے تین آدمی ضرور مر گئے مگر انہیں اندازہ بھی ہو گیا ہو گا کہ فائر کرنے والا ایک ہی تھا۔ اس کے لئے یہ نتیجہ اخذ کرنا کیا دشوار ہو گا کہ یہاں جو بھی ہے اکیلا ہی ہے ورنہ اور لوگ بھی فائر کرتے۔"

"نتیجہ تو کچھ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "لیکن اس کے مطابق عمل کرنا آسان نہیں ہو گا۔ اسے بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ ہماری پوزیشن بہت محفوظ ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے" رش نے ہچکاتے ہوئے کہا "کیا اب وہ اس طرف آنے کی ہمت نہیں کریں گے؟"

"میں نے کہا نا کہ اگر انہوں نے اس طرف آنے کی کوشش کی تو ہمیں اپنے استقبال کے لئے پوری طرح تیار پائیں گے۔ میں اکیلا ہی ان کے لئے لوہے کا چنا ثابت ہو سکتا ہوں" میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔

رش محض ایک لمحے کے لئے مطمئن ہوا پھر اس پر دوبارہ خوف غالب آنے لگا "یہ بھی تو سوچو کہ ان کے پاس وافر اسلحہ موجود ہے' پھر آخر انہوں نے اب تک ایک بھی گولی کیوں نہیں چلائی۔ آخر وہ کس چکر میں ہیں؟"

"ضروری تو نہیں کہ میں صحیح نتیجہ اخذ کر لوں۔ بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ایمونیشن ضائع کرنے کے موڈ میں نہ ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ہمیں غلط فہمی میں مبتلا کرنا چاہتے ہوں" میں نے ایک بار پھر رائفل پر لگی ہوئی دوربین آنکھوں سے لگائی۔ پہاڑی پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ بہت فاصلے پر کانکرڈ کی چونچ اور اگلے پہیے زمین میں دھنسے نظر آ رہے تھے۔ اسے دیکھ کر کسی ایسی ہیبت ناک مخلوق کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا جسے گھٹنوں کے بل جھکنے پر مجبور کر دیا گیا ہو۔ پہاڑیوں پر مسلط سناٹے میں ابھرنے والی واحد آواز کانکرڈ کے ان چار رولس رائس اولمپس انجنوں کی تھی جو کانکرڈ میں کولنگ کر رہے تھے۔

کانکرڈ کی کیبن لائٹس روشن نظر آ رہی تھیں۔ شاید بکر ابھی تک جہاز کے اندر ہی موجود تھا۔ کچھ مسافر جہاز کے گرد پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر جاتے نظر آ رہے تھے۔ شاید ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کہاں جائیں اور کیا کریں حالانکہ میرے خیال کے مطابق یہ ممکن نہیں تھا کہ انہیں ہدایات نہ دی گئی ہوں۔

اچانک ایک دریائی پرندہ تیز آواز بلند کرتا ہوا ہمارے سروں پر سے گزرا اور رش کے علاوہ میں بھی بری طرح چونک پڑا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا۔ سفید رنگ کے پرندوں کا ایک غول ہمارے سروں پر سے گزر رہا تھا۔ پہلے پرندے کے آواز نکالنے کے بعد وہ سب باری باری آوازیں نکال رہے تھے۔ شاید وہ یہاں روز آتے تھے اور آج اجنبی قسم کی سرگرمیاں دیکھ کر اظہار حیرت کر رہے تھے۔

"کیا پوزیشن ہے علی؟" رش نے پوچھا۔ اس کی آواز میں خفیف سی لرزش تھی جو ظاہر ہے اس کے اندرونی خوف کی غماز تھی۔

"کانکرڈ کے گرد جہاز کے کچھ مسافر پریشان گھومتے دکھائی دے رہے ہیں" میں نے کہا "باقی ہر طرف سناٹا ہے۔"

رش رائفل کی طرف بڑھا۔ میں اپنی جگہ سے ہٹ گیا تاکہ وہ خود دوربین سے منظر دیکھ سکے۔

"کانکرڈ رائفل کے رینج سے باہر ہے رش!" میں نے تنبیہی انداز میں کہا "اگر تمہیں جیکب پیسنو بھی دکھائی دے تو اس پر بھی فائر مت کرنا۔"

مجھے توقع نہیں تھی کہ رش میری ہدایت پر عمل کرے گا اس لئے میں اس کے نزدیک ہی موجود رہا اگر وہ ٹریگر پر انگلی رکھتا تو میں اسے روک دیتا لیکن شاید اسے پیسنو دکھائی نہیں دیا۔

کچھ دیر دوربین کی مدد سے جائزہ لینے کے بعد رش میری طرف متوجہ ہو گیا "ان کے درمیان تو واقعی بڑی بے ترتیبی پائی جاتی ہے۔"

"یہ جہاز کے عام مسافر ہیں رش! خاص لوگوں نے ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو تھی جس کا انہوں نے نتیجہ بھی بھگت لیا۔ لاؤ ذرا میں ایک بار پھر جائزہ لوں" میں ایم ۳۴ پر نصب دوربین پر جھک گیا۔ میں نے نشیب کی جانب نگاہ دوڑائی۔ تینوں یہودی اسی مقام پر پڑے نظر آئے جہاں میں نے انہیں گرایا تھا۔ ان کے نزدیک وہ اے کے ۴۷ خودکار رائفلیں بھی پڑی نظر آ رہی تھیں۔

"سنو رش!" میں نے دوربین سے آنکھ ہٹاتے ہوئے کہا "جن یہودیوں کو میں نے نشانہ بنایا تھا ان کے نزدیک ان کی خودکار رائفلیں بھی موجود ہیں۔"

"اچھا" رش نے احمقانہ انداز میں کہا "پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے؟"

"اگر کسی طرح ہم وہ رائفلیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو ذرا سوچو کہ ہمارا محاذ کس قدر مضبوط ہو جائے گا!"

"ہاں یہ بات تو ہے" اس نے تائید کی "مگر ہم وہ رائفلیں کس طرح حاصل کر سکیں گے؟"

"تم ایم ۳۴ سنبھالو اور مجھے کور دیتے رہو۔ میں نیچے جا کر وہ رائفلیں حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

"لل... لیکن یہ تو خطرناک ہو گا... اور پھر میں یہاں اکیلا رہ جاؤں گا۔"

"میری تو پروا ہی مت کرو۔ میرے لئے تو تمہارا اسمتھ اینڈ ریسن اعشاریہ دو دو ہی کافی رہے گا۔"

"یہ" رش نے حیرت سے کہا "یہ تو ایک کھلونے کی مانند ہے۔ کیوں خود کو خطرات میں ڈال رہے ہو؟"

"اس پر لگا ہوا سائلنسر اسے بہت مہلک بنا رہا ہے رش! اور میری تو فکر ہی مت کرو۔ خطرات سے کھیلنے میں مجھے ہمیشہ لطف آتا ہے۔ بس تم مجھے کور دیتے رہنا۔"

میں نے دوسری طرف ڈھلان پر اترنے سے قبل بڑی احتیاط سے قرب و جوار کا جائزہ لیا۔ کہیں کسی کی موجودگی کے آثار نظر نہیں آ رہے تھے میں تیزی سے دوسری طرف اتر گیا اور اس کے بعد میں نے ایک چٹان کی آڑ لے لی۔ چند لمحے تک سن گن لینے کے بعد میں تیزی سے دوڑتا ہوا دوسری چٹان تک پہنچ گیا اور اس کے بعد میرا نیچے اترنے کا سفر اسی طرح شروع ہو گیا۔ اس طرح دوڑنے کے دوران مجھے یہ اندازہ ہوا کہ جنہیں میں چٹانیں سمجھ رہا تھا وہ تو دراصل خشک مٹی کے بڑے بڑے تودے تھے جو بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑی کے اوپر سے ٹوٹ کر نیچے لڑھک آئے ہیں۔ میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ بھاگ دوڑ کے دوران میرے پیروں سے مٹی کے ٹکڑے ٹوٹ ٹوٹ کر نیچے گر رہے ہیں۔ اس کا مطلب تھا کہ دشمن اگر حملہ کرتا تو اسے دہری مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ ایک تو اسے ہماری طرف سے چلائی جانے والی گولیوں سے بچنا پڑتا دوسرے مٹی کے ان تودوں سے ٹوٹ کر گرنے والے ٹکڑے ان کے آزادانہ اوپر چڑھنے کی راہ میں حائل ہوتے۔ گویا میں اور رش غیر معمولی طور پر محفوظ محاذ پر تھے۔

اندھیرے میں دور تک دیکھنا مشکل تھا۔ تاہم میں نے کوشش کی تھی کہ سیدھا اس مقام تک پہنچ جاؤں جہاں تینوں یہودیوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ اس مقام کی سب سے بڑی پہچان یہ تھی کہ وہاں مٹی کے تودوں کی شکل کسی کشتی کے بادبان سے ملتی جلتی تھی۔ میں نے ایک مقام پر رک کر وہ جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی جہاں مجھے پہنچنا تھا مگر تاریکی میری راہ میں مزاحم تھی۔

میں نے دوبارہ نیچے اترنا شروع کر دیا۔ رش یقیناً مجھے دیکھ رہا ہو گا۔ اس کے اعصاب کمزور تھے۔ مجھے حیرت تھی کہ اس نے بڑی بڑی مہمات کس طرح سر کی ہوں گی۔ اسرائیلیوں کے لئے وہ ایک ہوّا تھا اور اس کی وجہ غالباً صرف یہ تھی کہ وہ جذبہ رحم سے نا آشنا تھا۔ سفاکی کے معاملے میں اس نے یہودیوں کو بہت پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ اس کا نام سنتے ہی بڑے بڑے سورماؤں کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے تھے۔ اسرائیلی سیکرٹ سروس موساد کا سربراہ اس کا جانی دشمن تھا اور اسے ختم کرنے کی کوشش میں متعدد بار ناکام ہو چکا تھا۔ رش اسرائیلیوں کی قید میں بھی رہ چکا تھا اور اس کے کارناموں میں ایک یہ بھی کارنامہ شامل تھا کہ وہ ان کی قید سے فرار ہو گیا تھا قید کے دوران کبھی جیکب پیسنو نے احمد رش کو ایک تھپڑ مار دیا تھا جس کی وجہ سے رش اب اس کی جان لینے کے درپے ہو رہا تھا۔ اس کا یہ جذبہ پاگل پن کی حد تک بڑھا ہوا تھا۔ یہ امکان تھا کہ اگر پیسنو اسے نظر آ گیا تو وہ ہر بات سے بے پروا ہو کر اس پر فائر کرنے کی کوشش ضرور کرے گا۔ شاید وہ یہ بات بھی نظر انداز کر دے کہ اس کی اس حرکت سے میری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔

میں ہر بات سے واقف ہونے کے باوجود نیچے اترنے کا خطرہ مول لینے کے لئے مجبور تھا۔ یہودیوں کو شکست دینے کے لئے یہ ضروری تھا۔ احمد رش کو اس لئے نیچے نہیں بھیجا جا سکتا تھا کہ اس کے اعصاب کم از کم میرے نزدیک ناقابل اعتبار تھے۔ اس کے علاوہ مجھے ان فلسطینیوں کی طرف سے بھی خطرہ لاحق تھا جنہیں میں نے دوسرے دو مقامات پر متعین کیا تھا۔ انہیں معلوم نہیں تھا کہ میں نیچے اترا ہوں اگر اس دوران ان کے اور اسرائیلیوں کے درمیان کوئی تصادم ہو جاتا تو وہ بے دریغ فائرنگ کرتے اور مجھے فائرنگ بند ہونے تک کسی مناسب مقام پر پناہ گزیں رہنا پڑتا۔

لیکن اس کا امکان بہت کم تھا اور اسلحہ بہرحال ہماری ضرورت تھا جس کی خاطر میں تمام خطرات مول لینے پر مجبور تھا۔ میری دشواریوں میں پہاڑی کے پیچیدہ راستوں کی وجہ سے اور اضافہ ہو رہا تھا۔ کافی کوشش کے باوجود میں اندازہ نہیں کر پا رہا تھا کہ مجھے کس مقام پر پہنچنا ہے۔

اچانک میں نے کوئی آواز سنی اور میں بڑی پھرتی سے ایک چٹان سے چپک گیا۔ میری سماعت نے دھوکا نہیں کھایا تھا۔ یقیناً وہ کوئی آواز تھی۔ کوئی انسانی آواز... جسے کراہ سے مشابہ بھی قرار دیا جا سکتا تھا۔ کسی نے کچھ کہا تھا مگر الفاظ اور مفہوم میری سمجھ میں نہیں آ سکے تھے۔

میں سانس روکے منتظر کھڑا رہا۔ احمد رش کا سائلنسر لگا ہوا اسمتھ اینڈ ریسن میرے ہاتھ میں تھا اور میں لمحاتی نوٹس پر فائر کرنے کو تیار تھا۔ مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ وہی آواز دوبارہ ابھری تھی۔ اس بار میں نے آواز صاف سنی تھی "میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہاں ہوں" کسی نے عبرانی میں کہا تھا۔ آواز بہت نحیف تھی اور یقیناً زیادہ دور تک نہیں جا سکی ہوگی۔

میرا دماغ بہت تیزی سے کام کر رہا تھا پھر میں ایک نتیجے پر پہنچ گیا "میں آ رہا ہوں" میں نے بھی عبرانی میں کہا مگر اپنی آواز زیادہ بلند نہیں ہونے دی۔ میں اب پہلے سے بھی زیادہ چوکنا ہو گیا تھا۔

"میں یہاں ہوں" نحیف آواز پھر ابھری "میں زخمی ہوں۔"

مجھے یقین ہو گیا کہ یہ کسی قسم کا جال نہیں ہے۔ وہ شخص واقعی زخمی معلوم ہوتا تھا۔ آواز سے کرب کا اظہار ہو رہا تھا۔ میں نے آواز کی سمت کا تعین بھی کر لیا تھا۔

"میں آ رہا ہوں" میں نے اپنی بات دہرائی اور رینگتا ہوا اس تنگ راستے میں داخل ہو گیا جس سے آواز آئی تھی۔ مجھے زیادہ دور نہیں جانا پڑا۔ راستے کا اختتام جس مقام پر ہوا تھا وہی میری مطلوبہ جگہ تھی۔ یہاں ٹیلے اس ترتیب سے ابھرے ہوئے تھے کہ انہیں دیکھ کر کسی کشتی کے بادبان کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا۔ یہیں میری گولیوں کا شکار ہونے والے تینوں افراد گرے تھے اور نئے چاند کی مدھم روشنی میں مجھے وہ نظر بھی آ گئے لیکن ان میں سے ایک زندہ تھا اور مجھے دیکھ کر اس نے اپنی جگہ سے اٹھنے کی کوشش کی تھی اس کی اے کے ۴۷ رائفل اس کے ہاتھ سے لٹکی ہوئی تھی۔

میں نے ایک لمحے صورت حال پر غور کیا۔ وہ اعشاریہ دو دو کی رینج سے باہر تھا اگر میں اس پر گولی چلاتا تو ممکن ہے اس پر چلائی ہوئی گولی کارگر نہ ہوتی لیکن اگر وہ جوابی فائرنگ کر بیٹھتا تو اے کے ۴۷ کی آواز میلوں دور تک سنی جاتی۔ اس کے ساتھی اس مقام پر ہلہ بول دیتے اور میرے لئے اپنی جان تک بچانا مشکل ہو جاتا۔ ایک فوقیت مجھے بہرحال حاصل تھی اور وہ یہ کہ میرے جسم پر فلسطینیوں کا مخصوص لباس نہیں تھا۔

میں نے پستول جیب میں ڈالا اور اٹھ کر تیزی سے زخمی کی طرف بڑھا۔ یہ وہی شخص تھا جو میری تیسری گولی کا شکار ہوا تھا اگر گولی بالکل درست نشانے پر لگی ہوتی تو وہ آواز نکال کر اپنے ساتھیوں کو ہوشیار نہ کر سکا ہوتا۔

ابھی میں زخمی سے بیس فٹ کے فاصلے پر ہی تھا کہ اسے مجھ پر شبہ ہو گیا "کون ہو تم؟" اس نے عبرانی میں کہا۔ ساتھ ہی اس نے رائفل بھی سیدھی کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ زخمی تھا، مجھ سے زیادہ پھرتی کا مظاہرہ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے اپنی رفتار کم کئے بغیر جیب سے پستول نکالا اور قبل اس کے کہ وہ اپنی رائفل سیدھی کر پاتا میرے پستول سے نکلی ہوئی گولی اسے چاٹ گئی۔

میں نے تیزی سے تینوں اے کے ۴۷ گنیں، ایمونیشن اٹھایا اور واپسی کے لئے پلٹ پڑا۔ میرے پاس خاصا وزن ہو گیا تھا لیکن اس وزن کو لے کر اوپر تک پہنچنا میرے لئے کوئی بڑا مسئلہ نہیں تھا۔ میں کچھ ہی دور گیا تھا کہ میری چھٹی حس نے کسی خطرے کا اعلان کیا۔ میں اپنی چھٹی حس کے اس سگنل کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا مگر مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ خطرے کی نوعیت کیا ہے اور کس سمت سے خطرہ درپیش ہے۔ رک کر جائزہ لینے سے خطرات میں اضافہ ہو سکتا تھا۔ اس لئے میں بڑی پھرتی سے ایک ٹیلے کی طرف جھپٹا۔ میرا بروقت حرکت میں آنا اور برق رفتاری میرے کام آ گئی۔ عین اسی وقت فضا گولیوں کے پے در پے دھماکوں سے ـــــ

لرز اٹھی تھی۔ جس مقام سے میں نے حرکت کی تھی۔ گولیاں اسی مقام پر ٹکرائی تھیں مٹی کے تودوں سے بہت سے ریزے اڑ کر فضا میں بکھر گئے مگر خدا نے مجھے بچا لیا تھا۔ میرے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ ابھری۔ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ دشمن کس طرف ہے۔ میں ایک ٹیلے کی آڑ لے کر محفوظ ہو چکا تھا۔ اگلے ہی لمحے میں نے آٹومیٹک اے کے ۴۷ سنبھالی اور خود کو جوابی فائرنگ کرنے کے لئے تیار کر لیا مگر اس سے قبل ہی وہ ٹیلہ فائرنگ کی زد میں آ گیا جس کے عقب میں میں موجود تھا۔ پہاڑیاں متواتر فائرنگ کی وحشت ناک آوازوں سے گونج رہی تھیں اور میں چٹانوں کے عقب میں مزید دبک جانے پر مجبور ہو گیا تھا۔ وہ لوگ مجھے اس ٹیلے کے عقب میں چھپتے ہوئے دیکھ چکے تھے اور اب وہ ہر قیمت پر مجھے شکار کر لینا چاہتے تھے۔ گولیوں سے اڑنے والی مٹی کے ریزے اور ٹکڑے اڑ اڑ کر مجھ پر گر رہے تھے۔

چند منٹ بعد فائرنگ رک گئی۔ اس دوران میں میں اپنا لائحہ عمل طے کر چکا تھا۔ فائرنگ رکتے ہی میں چٹان کی آڑ سے ذرا سا باہر نکلا اور میں نے اے کے ۴۷ کا پورا بھرا کلپ خالی کر دیا۔ میں نے پورا برسٹ اس جانب مارا تھا جس جانب سے مجھ پر فائرنگ کی جاتی رہی تھی۔ مجھ پر فائرنگ کرنے والے دبک جانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ تیس راؤنڈ کا برسٹ مارنے کے دوران میں نے اپنی پوزیشن بھی تبدیل کر لی تھی۔ اب میں ایک دوسرے ٹیلے کی آڑ میں تھا۔ اس ٹیلے کی آڑ میں پہنچ کر میں رکا نہیں بلکہ میں تیزی سے دوڑ کر اس تنگ راستے تک پہنچ گیا جس سے گزر کر اس طرف آیا تھا۔ اسی وقت دوبارہ فائرنگ شروع ہو گئی۔ وہ لوگ اب بھی اس ٹیلے پر فائرنگ کر رہے تھے جس کے عقب میں میں نے پہلی بار پناہ لی تھی۔ گولیوں کے کان پھاڑ دینے والے دھماکوں کے درمیان میں نے جلدی جلدی تنگ راستہ عبور کیا۔ مجھے یقین تھا کہ تھوڑی دیر کے لئے تو میں محفوظ ہو گیا ہوں اگر وہ لوگ فوری طور پر بھی اپنی جگہ چھوڑ دیتے تب بھی انہیں مجھ تک پہنچنے کے لئے وقت درکار ہوتا اور میں اس تھوڑی سی مہلت سے بہت زیادہ فائدہ اٹھانے کے موڈ میں تھا۔

میں زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ مجھے ٹھٹک کر رک جانا پڑا۔ میرے رکنے کا باعث گولیوں کی وہ نئی آوازیں تھیں جو پہلی آواز میں شامل ہو گئی تھیں۔ یہ یوزی سب مشین گن کی آوازیں تھیں اور میں نے اس آواز کو صاف پہچان لیا تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ فلسطینیوں کا وہ گروپ جس کے پاس سب مشین گن تھی۔ اس جنگ میں شریک ہو گیا ہے۔ یقیناً اس نے یہودیوں پر عقب سے حملہ کیا ہوگا۔

میں ان لوگوں کی حماقت پر ماتم کرنے کو زیادہ دیر نہیں رکا انہوں نے میری ہدایات کی خلاف ورزی کی تھی اور اب نقصانات کے ذمے دار بھی وہی تھے۔ میں ان لوگوں سے بہت عاجز تھا۔ ان میں جذبہ جہاد کچھ زیادہ ہی کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ اس حد تک کہ وہ عقل و خرد کا دامن بھی ہاتھوں سے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ پہاڑیوں میں فائرنگ ہوتے دیکھ کر وہ خود پر قابو نہیں رکھ سکے تھے اور خود بھی جنگ میں کود پڑے۔ انجام سے بے پروا ہو کر...... یہ سوچے سمجھے بغیر کہ وہ یہاں کی پوزیشن سے لاعلم ہیں۔ ان کی اس حماقت سے انہیں خود بھی نقصان پہنچ سکتا ہے۔

لیکن ان کی یہ حماقت میرے لئے تو فائدہ مند ہی ثابت ہوئی تھی۔ میں پوری طرح محفوظ ہو گیا تھا۔ اب فائرنگ کا رخ تبدیل ہو گیا تھا۔ اس نئی افتاد پر یہودی یقیناً بوکھلا گئے ہوں گے اور اس امکان پر غور کر رہے ہوں گے کہ ہم نے انہیں گھیرنے کے لئے کوئی چال چلی ہے۔

کچھ دیر بعد فائرنگ بالکل ہی تھم گئی۔ فضا پر مہیب سناٹا چھا گیا تھا۔ اتنی دیر فائرنگ کے بعد یہ سناٹا بھی عجیب سا معلوم ہو رہا تھا۔ مرتعش مرتعش سا سناٹا...... کانوں میں سیٹیاں سی بجتی معلوم ہو رہی تھیں مگر میں رکے بغیر اوپر کی طرف بڑھتا رہا۔

"چلے آؤ علی!" کافی فاصلے سے ہی میں نے رش کی آواز سنی "ہمارے ساتھیوں نے انہیں بروقت الجھا لیا تھا۔ تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے"

"اور تم کیا کر رہے تھے؟" میں نے اوپر پہنچتے ہی اس سے سوال کیا۔

"وہ بہت محتاط تھے علی!" رش نے جواب دیا "میں نے کوشش کی تھی مگر کوئی بھی میری زد میں نہیں آیا"

"بس میری قسمت ہی اچھی تھی کہ بچ کر نکل آیا" میں نے تینوں رائفلیں زمین پر ڈالتے ہوئے کہا "ورنہ اس کا امکان بہت معدوم تھا"

"مجھے خود یقین نہیں آ رہا" رش بولا "اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ خدا کو تمہاری زندگی منظور تھی۔"

"مگر تمہیں جو ذمے داری میں سونپ کر گیا تھا تم اسے پورا کرنے میں ناکام رہے"

"یقین کرو انہوں نے مجھے ایک بھی موقع نہیں دیا ورنہ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں انہیں بخشتا؟"

رش ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اسے واقعی موقع نہیں ملا ہوگا ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ کشت و خون کا کوئی موقع ضائع کر دے وہ تو ایسے مواقع کی تاک میں رہنے والا شخص تھا۔

"وہ بڑے منظم طریقے سے اس مقام کی طرف بڑھے تھے" رش کہہ رہا تھا "ایک ایک کر کے اور مختلف چٹانوں کی آڑ لیتے ہوئے...... تم خود ہی بتاؤ ایسے میں فائر کرنا گولیاں ضائع کرنے کے مترادف نہ ہوتا؟"

"میں تمہاری بات مانتا ہوں لیکن عین اس وقت جب میں اس طرف جا رہا تھا، وہ لوگ بھی ادھر جا رہے تھے۔ کیا انہوں نے مجھے دیکھ لیا تھا؟"

"میں نہیں سمجھتا کہ ایسا ہوا ہوگا" رش نے کہا "ایک تو رات کی تاریکی میں دور تک دیکھنا ممکن نہیں ہے دوسرے تم بہت زیادہ محتاط تھے"

"اسی لئے تو میں ان کے وہاں عین وقت پر پہنچنے پر حیران ہو رہا ہوں"

"پیسنر بہت مردود آدمی ہے۔ جب تک ان کے درمیان وہ موجود ہے۔ ہمارے لئے مشکلات پیدا کرتا ہی رہے گا"

"بات کسی فرد واحد کی نہیں ہے رش! یہ خاصا تشویشناک معاملہ ہے۔ ہمیں اس پر غور کرنا پڑے گا"

"میرے پاس غور کرنے کے لئے وقت نہیں ہے" رش منہ بنا کر بولا "میں تو اسی مردود کو ہر بات کا ذمے دار سمجھتا ہوں۔ تمہارا جو جی چاہے غور کرتے رہو"

"مجھے اس کی ایک ہی صورت ممکن نظر آتی ہے" میں نے کہا "وہ اپنے ساتھیوں کی لاشیں اٹھانے آئے ہوں گے"

"اور ٹھیک اسی وقت وہاں پہنچے جب تم وہاں سے رائفلیں اٹھا کر واپس آ رہے تھے" رش کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"اسے محض اتفاق قرار دیا جا سکتا ہے اگر تم اس واقعے کی اور توجیہہ کر سکو تو میں اس سے صرف نظر نہیں کروں گا"

"اپنے ساتھیوں کی لاشیں انہیں اتنی ہی عزیز ہوتیں تو پہلے ہی لے گئے ہوتے بعد میں واپس آنے کی کیا تک تھی؟"

"ان پر بے آواز فائر ہوئے تھے۔ جس نے انہیں بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔ وہ یقیناً اپنی جانیں بچا کر وہاں سے بڑی افراتفری میں فرار ہوئے تھے۔ ممکن ہے وہ یہ سمجھے ہوں کہ انہیں چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے"

"ان کے پاس اسلحے کی کمی تو نہیں تھی...... کیا وہ جوابی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فائرنگ بھی نہیں کرسکتے تھے؟"

"صرف ہوائی فائرنگ کرسکتے تھے۔ اس لئے کہ انہیں یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ان پر کس سمت سے حملہ کیا گیا ہے۔ ان کے تین آدمی مارے گئے تھے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے وہ خاموشی سے پسپا ہوگئے اور تم نے دیکھا کہ جب وہ دوبارہ اس طرف آئے تو کس قدر منظم طریقے سے آئے۔ تمہیں ایک گولی چلانے کا بھی موقع نہیں ملا۔"

"جو ہونا تھا وہ ہوگیا" رش نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا "اس پر بحث کرنے سے تو کچھ حاصل ہو نہیں سکتا۔"

"جب تک ہر پہلو پر نظر نہ رکھی جائے' اچھی جنگی حکمت عملی ترتیب نہیں دی جاسکتی"

"پہلوؤں پر تم ہی نظر رکھو' تم انچارج ہو' یہ سب کچھ سوچنا تمہارا کام ہے۔ میں کیوں اپنا مغز کھپاؤں" رش نے ایک رائفل اٹھاتے ہوئے کہا۔

"تم آخر میرے نائب ہو" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تم سے مشورہ نہیں کروں گا تو اور کس سے کروں گا؟"

"تم نے واقعی کمال کردیا علی! رش نے شاید میری بات سنی ہی نہیں تھی" رائفلوں کے ساتھ کافی بنانا کلپ بھی ہیں۔ اب ہماری پوزیشن خاصی مستحکم ہوگئی ہے۔"

اچانک میں نے محسوس کیا کہ عقب سے کوئی اوپر چڑھ رہا ہے۔ میں تیزی سے پلٹا۔ ایک فلسطینی فدائی اوپر آرہا تھا۔ رش بھی مڑ کر اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"یہ یہاں کیوں آرہا ہے؟" احمد رش نے کہا "جب ان لوگوں کو دوسرے محاذ پر تعینات کیا گیا تھا تو انہیں وہیں رہنا چاہئے تھا"

"ایک غلطی تو یہ پہلے بھی کرچکے ہیں۔ انہوں نے پہاڑیوں میں بلا جواز فائرنگ کی تھی" میں نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"اسی غلطی کی وجہ سے تم وہاں سے اتنی آسانی سے نکلنے میں کامیاب ہوئے ورنہ شاید وہ تمہیں گھیر لیتے"

"مجھے اس سے کوئی بحث نہیں کہ غلطی سے کیا فائدہ ہوا تم تو ظاہری فائدے کو دیکھ رہے ہو۔ تمہیں نہیں معلوم کہ اس سے کتنا بڑا نقصان ہوا ہے"

"نقصان تو اس وقت ثابت ہوگا جب ہمارے کسی آدمی کا جانی نقصان ثابت ہوجائے" رش نے کہا اور میں غصے سے کھول اٹھا۔

"تمہاری نظر میں صرف جانی نقصان ہی اہمیت رکھتا ہے حالانکہ انہوں نے میری ترتیب دی ہوئی پوری جنگی حکمت عملی تباہ کرکے رکھ دی ہے"

"کسی کو کیا معلوم کہ تم نے کیا جنگی حکمت عملی ترتیب دی ہے۔ وہ بے چارے تو ایک طرف رہے' خود مجھے بھی نہیں معلوم کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو"

احمد رش سے بات کرنا تقریباً فضول ہی ثابت ہوتا تھا۔ وہ ہمیشہ اوندھی سیدھی باتیں کرتا تھا۔ اس کے اور میرے کام کرنے کے انداز میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ ہمارے درمیان کوئی مماثلت نہیں تھی۔ اب میں اس کے ساتھ پھنس گیا تھا تو مجھے کسی نہ کسی طرح گزارا کرنا تھا۔

میں نظریں جمائے اس فلسطینی کو دیکھتا رہا جو ہماری طرف آرہا تھا۔ یقیناً کوئی خاص بات ہوئی تھی ورنہ وہ محاذ چھوڑ کر نہ آتا۔

وہ ہمارے نزدیک پہنچا تو میں نے اسے پہچان لیا۔ اس کا نام صید تھا اور میں نے اسے دریائے فرات کی سمت والے دستے کا کمانڈر مقرر کیا تھا۔

"کیا بات ہے صید؟" میں نے اس سے کہا "تمہارا یہاں آنا ظاہر کرتا ہے کہ کوئی غیر معمولی بات ہوئی ہے"

وہ چند لمحے اپنی بے ترتیب سانسیں درست کرنے کی کوشش کرتا رہا' پھر بولا "ہمیں آپ لوگوں کی طرف سے تشویش تھی جناب! نیچے بہت شدید فائرنگ ہوئی تھی۔ کیا آپ نیچے اترے تھے؟"

"تم دیکھ ہی رہے ہو کہ ہم محفوظ ہیں" میں نے کہا۔ "لیکن کیا تم صرف ہماری خیریت معلوم کرنے آئے تھے؟"

"ہمارے دو آدمی زخمی ہوگئے ہیں جناب" صید نے ہچکچاتے ہوئے کہا "انہیں ابتدائی طبی امداد دے دی گئی ہے۔ لیکن ......" وہ رک گیا۔

"تم رک کیوں گئے صید؟" میں نے بے صبری سے پوچھا "جو کچھ بھی ہے جلدی سے کہہ ڈالو"

"ان کی حالت ٹھیک نہیں ہے جناب! ہمارے پاس موجود طبی اشیاء ناکافی ہیں اگر رات یونہی گزر گئی تو ......"

"انہیں فوراً کسی بھی نزدیکی قصبے کی طرف روانہ کردو۔ جہاں انہیں مناسب طبی امداد مل سکے۔ ہمارے پاس کئی گاڑیاں موجود ہیں۔ اپنے کسی آدمی کے ساتھ انہیں روانہ کردو۔"

"اس طرح تو ہماری پوزیشن بہت کمزور ہوجائے گی جناب! تین محاذوں کے لئے ہماری تعداد بھی کم ہے اور اسلحہ بھی اس قدر ناکافی ہے کہ ......"

"تعداد اور اسلحے کی پروا مت کرو۔ وقت آنے پر میں تنہا بھی ان سب کے لئے بہت کافی ثابت ہوسکتا ہوں" میں نے خوں خوار انداز میں کہا "جو میں کہہ رہا ہوں اس پر عمل کرو"

"بہت بہتر جناب!" صید نے کہا "آپ کی ہدایت پر عمل کرنا ہمارا فرض ہے" وہ واپس جانے کے لئے مڑا۔

"ٹھہرو" میں نے اسے آواز دی اور وہ رک کر میری

طرف مڑا۔

"میں نے تمہیں واضح ہدایات دی تھیں لیکن اس کے باوجود تم نے اپنے آدمیوں کو جنگ میں جھونک کر میرے واضح احکامات کی خلاف ورزی کی ہے۔ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ جب تک ان میں سے کوئی تمہاری طرف سے فرار ہونے کی کوشش نہ کرے تم کوئی عملی قدم نہیں اٹھاؤ گے؟"

"میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں جناب" صید نے سر جھکا کر کہا "لیکن میری جگہ آپ ہوتے تو شاید آپ بھی وہی کرتے جو میں نے کیا؟"

"تمہارے پاس وضاحت کا پورا موقع ہے صید!" میں نے سرد لہجے میں کہا "تم کہو' میں سن رہا ہوں"

"مجھے یہ بات معلوم تھی جناب کہ اگر اسرائیلیوں کی جانب کوئی پیش قدمی کی گئی تو آپ ہی کی جانب سے کی جائے گی اور آپ کے پاس ایک رائفل اور ایک پستول کے سوا کچھ بھی نہیں تھا۔ اسرائیلیوں سے بھی صرف دو ہی امیدیں تھیں یا تو وہ دریائے فرات والی سمت سے فرار ہونے کی کوشش کرتے یا پھر آپ والے محاذ پر حملہ کرتے۔ جب ان دونوں میں سے کوئی بات نہیں ہوئی اور ایک مختلف مقام پر فائرنگ شروع ہوگئی تو میں تشویش میں مبتلا ہوا۔ ظاہر ہے وہ لوگ آپس میں تو لڑ نہیں سکتے تھے اور نہ ہی ہوائی فائرنگ کرنے کی حماقت کر سکتے تھے اس کا مطلب یہی تھا کہ آپ دونوں میں سے کوئی نیچے اترا ہے جسے ان لوگوں نے گھیر لیا ہے۔ فائرنگ کے انداز سے بھی یہی معلوم ہورہا تھا کہ جیسے انہوں نے کسی کو ایک مقام پر گھیر لیا ہو۔ بس یہ خیال آتے ہی مجھ پر دیوانگی سی طاری ہوگئی کہ آپ دونوں میں سے کوئی ایک گھر گیا ہے۔"

صید کے مدلل تجزیے نے مجھے حیران کردیا۔ میں تو اب تک یہی سمجھتا رہا تھا کہ وہ ایک جذباتی اقدام تھا لیکن جس طرح اس نے تجزیہ کیا تھا اس سے صاف ظاہر ہوگیا تھا کہ ان کا اٹھایا ہوا اقدام حالات کے تحت بہت ضروری تھا اگر اس کی جگہ خود میں ہوتا تو میں بھی یہی کرتا لیکن میں نے اپنے ان خیالات کا اظہار نہیں کیا۔ میں اسے مزید ٹٹولنا چاہتا تھا۔

"محاذ جنگ پر احکامات کی اہمیت سب سے زیادہ ہوتی ہے صید! کیا تم اس بات سے واقف نہیں ہو؟"

"ہم کوئی باقاعدہ تربیت یافتہ فوجی نہیں ہیں جناب! ہم تو فدائین ہیں اور جس قسم کی جنگیں ہمیں لڑنی پڑتی ہیں ان میں بعض اوقات ہمیں احکامات سے تجاوز بھی کرنا پڑتا ہے.... اس کے باوجود اگر میں نے آپ کی حکم عدولی کرکے کوئی بڑی غلطی کردی ہے تو میں اس پر نہ صرف نادم ہوں بلکہ معافی کا بھی خواستگار ہوں"

"تم ایک جاگتے ہوئے ذہن کے مالک ہو۔ تم نے جو کچھ بھی کیا' حالات کے تحت اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ میں تم سے بہت خوش ہوں"

"اس عزت افزائی کے لئے میں آپ کا شکر گزار ہوں جناب؟" صید نے کہا

"شکر گزار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب تم جاؤ اور زخمیوں کو روانہ کرنے کے بعد مزید ہدایات لینے کے لئے واپس آؤ...... اور ہاں یہ رائفلیں اور میگزین بھی ساتھ ہی لیتے جاؤ؟ شاید تمہارے آدمیوں کو ان کی ضرورت پڑ جائے" میں نے دو رائفلیں اور ان کے چند فالتو کلپ صید کی طرف بڑھائے۔

"اور اگر ہمیں یہاں ضرورت پڑ گئی تو کیا ہوگا؟" صید کے جاتے ہی احمد رش نے کہا۔

"ہمارے پاس ایک ایم سولہ بھی تو موجود ہے۔ ہم دو آدمی ایک وقت میں دو رائفلیں ہی استعمال کرسکتے ہیں اور ہمارے پاس دو رائفلیں ہیں۔ مزید اسلحے کی کیا ضرورت ہے؟"

"برا وقت کہہ کر نہیں آتا" رش نے کہا "شاید کوئی ضرورت پڑ ہی جائے"

میں نے اس کی بے تکی بات کے جواب میں خاموش رہنا ہی بہتر سمجھا مگر اس نے میرے جواب کا انتظار نہیں کیا۔ "کیا خیال ہے اگر ہم اپنی پوری قوت مجتمع کرکے ان پر خود ہی حملہ کردیں؟"

عجیب آدمی تھا' ایک ہی لمحہ قبل اسلحے کی کمی کا رونا رو رہا تھا اور اب ان پر حملہ آور ہونے کی تجویز پیش کر بیٹھا تھا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن اسرائیلیوں کو بے خبر مت سمجھنا۔ وہ پوری طرح تیار بیٹھے ہوں گے"

اس کا ردعمل میری توقع کے مطابق ظاہر ہوا۔ "میں نے تو صرف ایک تجویز پیش کی تھی۔ فیصلہ تمہارے اختیار میں ہے تم انچارج ہو۔"

"ہر اچھی تجویز پر عمل ہونا چاہئے" میں نے دھیمے سے مسکرا کر کہا مگر اندھیرے میں وہ مجھے مسکراتے ہوئے نہ دیکھ سکتا تھا۔

"تم ایک بات کو نظر انداز کررہے ہو" اس نے جلدی سے کہا "ہیسو نے خود ہم سے مقابلہ کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی"

"تمہارا خیال غلط ہے..... میں نے یہ بات ہرگز نظر انداز نہیں کی..... مجھے یاد ہے' اس نے بیکرے سے یہی کہا تھا کہ وہ زمین پر ہم سے مقابلہ کرسکے گا"

"تم نے شاید غور نہیں کیا کہ اس کے ان الفاظ کا کیا مطلب تھا؟" خود کو خطرے میں دیکھ کر اس کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ تو بڑی سادہ سی بات ہے۔ اس پر غور کرنے کی کیا ضرورت ہے" میں نے اس کی حالت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کہا "وہ ہاتھ پیر ہلائے بغیر مرنا پسند نہیں کرتا"

"تم سمجھے نہیں" رش نے بوکھلا کر کہا "اگر اس کے پاس کافی قوت موجود نہ ہوتی تو ہرگز ایسی خواہش ظاہر نہ کرتا"

"ہاں یہ تو ہے" میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا "لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ ایسا نہ ہو؟"

"عقل مندی کا تقاضا یہی ہے کہ ہم محتاط رہیں اگر اس نے واقعی طاقت کے بل پر ایسی بات کہی تھی تو ہم خواہ مخواہ نقصان اٹھا جائیں گے"

"پھر کیا کیا جائے؟" میں نے خاصی تشویش سے کہا۔

"دفاعی اعتبار سے ہم بہت اچھی پوزیشن میں ہیں اگر انہوں نے خود سے ہم پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو نقصان ان کا ہوگا جبکہ دوسری صورت میں ہم خسارے میں رہیں گے۔"

"ہم کوئی اعلان جنگ کر کے تو ان پر حملہ کریں گے نہیں" میں نے بڑی معصومیت سے کہا "بس چپکے سے انہیں گھیر لیں گے"

"یہ بہت مشکل ہوگا علی!" رش پر اضطراب طاری ہونے لگا "بلندی سے نیچے کی طرف جاتے ہوئے ہم ضرور ان کی نظروں میں آجائیں گے"

"اندھیرا بہت گہرا ہے رش! پھر یہ کہ ہم مزید انتظار کر لیں گے اور رات گئے حرکت میں آئیں گے"

"ان کے پاس اسلحہ بھی بہت زیادہ ہے۔ ہم سے ذرا سی بھی چوک ہوئی تو وہ ہوشیار ہو جائیں گے اور پھر ہم زیادہ دیر ان کے مقابلے پر نہیں ٹھہر سکیں گے"

"ممکن ہے ان کے پاس ہمارے مقابلے میں بہت زیادہ اسلحہ ہو مگر وہ اس جذبے سے محروم ہیں جو ہمارے ہر ساتھی کی رگوں میں خون کے ساتھ دوڑ رہا ہے۔"

احمد رش پر جیسے سکتہ سا طاری ہو گیا اگر اسے معلوم ہوتا کہ میں اس کی تجویز پر عمل کرنے کے لئے تیار ہو جاؤں گا تو اپنی زبان کو قابو میں رکھتا مگر اب تو تیر کمان سے نکل چکا تھا اور وہ دم بخود بیٹھا تھا۔

"تمہیں کچھ اندازہ ہے رش کہ ہم اس وقت کس مقام پر ہیں؟" یکایک میں نے کہا اور رش میرے سوال کی نوعیت پر حیران رہ گیا۔

"کیوں نہیں معلوم ہوگا" اس نے حیرت سے کہا "ہم عراق میں ہیں۔"

"یہ بات تو ان لوگوں کے علم میں بھی ہوگی جنہیں زبردستی یہاں لایا گیا ہے۔"

"انہیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ ہم دریائے فرات کے کنارے موجود ہیں۔"

"ضرور معلوم ہوگا۔" میں نے کہا "فضائی عملے کو خاصی جغرافیائی معلومات ہوتی ہیں"

"آخر وہ کون سی ایسی بات ہے جو ان کے علم میں نہ ہوگی اور تم مجھے بتانا چاہتے ہو؟" رش نے الجھن آمیز لہجے میں پوچھا

"تم نے ان پہاڑیوں کی ساخت پر غور کیا..... تمہیں کوئی عجیب بات محسوس نہیں ہوئی؟"

"عجیب بات...... نہیں تو' یہ عام قسم کی پہاڑیاں ہیں ان میں عجیب بات کون سی ہو سکتی ہے؟"

"جس مقام پر ہم موجود ہیں۔ وہ حصہ آگے کی طرف نکلا ہوا ہے۔ بالکل ویسے ہی جیسے کوئی بالکونی ہوتی ہے۔"

رش چند لمحے غور کرتا رہا پھر حیرت زدہ لہجے میں بولا "تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ واقعی یہ کوئی بہت بڑی بالکونی معلوم ہوتی ہے۔"

"اس بات پر بھی غور کرو کہ بعض مقامات پر پہاڑی ڈھلان نوے درجے کا زاویہ بناتی ہے جیسے کوئی دیوار ہوتی ہے"

"یہ تو ایسی کوئی خاص بات نہیں ہے" رش بولا۔

"پہاڑوں میں یقیناً ایسا ہوتا ہے مگر پہاڑیوں میں ایسی ڈھلانوں کا پایا جانا غیر معمولی بات ہے"

"میں بالکل نہیں سمجھ پارہا کہ ان سب باتوں سے تمہارا مقصد کیا ہے؟"

"صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ جس مقام پر ہم موجود ہیں اس کی تاریخی اہمیت کیا ہے"

"اس واہیات مضمون سے مجھے کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی" رش نے بیزاری ظاہر کی۔

"مجھے اس کا اندازہ ہے۔ اسی لئے میں تمہیں یہ سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اس مہم کے لئے خاص طور پر یہی مقام کیوں منتخب کیا گیا ہے"

"میرا خیال ہے کہ کانگروز کو اغوا کر کے یہاں لانے کی تجویز تمہاری ہی پیش کردہ تھی"

"یہ تجویز میں نے ایک خاص مقصد کے تحت پیش کی تھی اور کوئی اس مقصد کو نہیں سمجھ سکا۔ سب کا خیال یہی ہے کہ محض ایک ویرانہ ہونے کے باعث میں نے اس جگہ کا نام پیش کیا تھا"

"تم بڑی حیران کر دینے والی باتیں کر رہے ہو۔ شاید تم مذاق کے موڈ میں ہو"

"دجلہ اور فرات وادئ بابل کے دو دریاؤں کے نام سے بھی پہچانے جاتے ہیں"

"مجھے یہ بات نہیں معلوم........ اگر ایسا ہو بھی تو اس کی اہمیت کیا ہے؟"

"تمہارے نزدیک ممکن ہے نہ ہو مگر یہودیوں سے جا کر پوچھو۔ بابل کی سرزمین کا تذکرہ تو ان کی مذہبی کتب تک میں موجود ہے"

رش بے اعتباری سے ہنسا "اس بے سروپا بات پر یقین نہیں کر سکتا"

"مجھے یقین ہے کہ اسرائیلیوں میں سے کسی نہ کسی .... نے اب تک یہ بات محسوس کر لی ہوگی کہ انہیں کہاں لایا گیا ہے"

"فرض کرو ایسی کوئی بات ہے تو بھی اس سے ان کی صحت پر کیا اثر پڑے گا؟"

"ان کی صحت برباد ہو کر رہ جائے گی۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں ان کو قیدی کی حیثیت سے لایا گیا تھا"

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم اتنے اچھے افسانہ گو بھی ہو" رش نے خوش دلی سے کہا۔

"یہ افسانہ گوئی نہیں ہے رش! ٹھوس حقیقت ہے۔ اگر تم پسند کرو تو میں ان کی موجودہ زبور سے کوئی گیت حوالے کے طور پر تمہیں سناؤں؟"

"اب تم مجھے اس طرح مرعوب کرنے کی کوشش کرو گے؟" رش نے ہنس کر کہا۔

"تم یقین کرو یا نہ کرو۔ یہ تمہاری اپنی مرضی ہے تاہم میں تمہیں زبور کا ایک گیت ضرور سناؤں گا" میں نے کہا اور اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر گیت شروع کر دیا۔

ہم بابل کے دریا کے کنارے بیٹھے
بیت المقدس کو یاد کر کے رو رہے ہیں
اپنے بربط ہم وہیں بید کے درختوں پر ٹانگ آئے ہیں
اس لئے کہ ہمیں قید کرنے والے ہم سے گیت سننے کی فرمائش کر رہے تھے۔
ہمیں برباد کر دینے والے ہم سے خوشیوں کے طلبگار تھے
ہم سے بیت المقدس کا کوئی گیت سنانے کی فرمائش کر رہے تھے
ایک اجنبی سرزمین پر ہم رب عظیم کا کوئی گیت کس طرح گائیں گے؟
اے یروشلم! اگر میں تجھے فراموش کروں
تو میرا دایاں ہاتھ اپنی مہارت بھول جائے
اگر میں تجھے یاد نہ رکھوں
تو میری زبان میری تالو سے چپک کر رہ جائے
اگر میں یروشلم کو اپنی ہر خوشی پر فوقیت نہ دوں

احمد رش سناٹے کے عالم میں بیٹھا تھا۔ گیت سننے کے بعد بھی کافی دیر تک وہ کچھ نہیں بولا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا "یہ گیت تمہارے علم میں کیسے آیا؟"

"میں یہودیوں کے خلاف صف آرا ہوں رش! میں نے اپنے لئے کوئی خاص میدان مقرر نہیں کیا ہے۔ ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ علم ہونا میری ضرورت ہے تاکہ ہر محاذ پر انہیں شکست سے ہمکنار کر سکوں"

"یہودیوں کے خلاف تو میں بھی ہوں" رش نے کہا "اور میں نے انہیں بہت سے نقصانات بھی پہنچائے ہیں مگر مجھے تو بالکل معلوم نہیں کہ ان کی مذہبی کتابوں میں کیا لکھا ہے؟"

"میں نے کہا نا کہ میں یہودیوں کو صرف میدان جنگ میں ہی شکست دینے کا خواہاں نہیں ہوں بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں انہیں نیچا دکھانا میرا مشن ہے۔ اس کام کے لئے مجھے خود کو بہت زیادہ باخبر رکھنا پڑتا ہے"

"کمال ہے" رش بڑبڑایا "تمہاری معلومات واقعی حیران کن ہیں لیکن کیا اس کے علاوہ ان کی مذہبی کتابوں میں بابل یا وادئ بابل کا کوئی اور حوالہ بھی ملتا ہے؟"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۲۳ کراچی

"زبور میں ہی اس کا ایک اور حوالہ جو مجھے یاد آ رہا ہے اس میں بابل کو اپنے وقت کی عظیم ترین مملکت قرار دینے کے بعد اس کی تباہی کی پیشن گوئی کی گئی ہے۔"

"جس وقت تم نے طیارہ اغوا کر کے لانے کے لئے اس مقام کو تجویز کیا تھا کیا اس وقت یہ سب باتیں تمہارے ذہن میں تھیں؟" احمد رش نے پوچھا۔

"نہ صرف یہ باتیں موجود تھیں بلکہ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ اس سے کیا فائدے حاصل کئے جاسکیں گے۔" میں نے کہا

"غالباً تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ انہیں اپنی تاریخ یاد ہے اور اس مقام پر آنے کے بعد ان کے اعصاب متاثر ہوں گے۔"

"قدرتی بات ہے رش! ہر یہودی کو اپنی تاریخ ازبر ہے۔

آج ان کے لئے تاریخ خود کو دہرا رہی ہے۔ پہلی بار وہ یروشلم سے قید کر کے جس مقام پر لائے گئے تھے آج پھر وہیں موجود ہیں۔ وہ نام نہاد امن کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے اپنے وطن سے روانہ ہوئے تھے اور ایک طویل دباؤ میں رہنے کے بعد خود کو جس مقام پر قیدی محسوس کر رہے ہیں۔ اس سے انہیں اپنی پہلی ذلت آمیز جلاوطنی یاد آ گئی ہوگی۔ انہیں اندازہ ہوگا کہ جلد یا بدیر ان کی پوری قوم کو پہلے کی طرح ایک بار پھر فلسطین سے نکلنا ہوگا۔ میں نے ان کے خلاف ایک نفسیاتی چال چلی ہے۔"

"تمہارا یہ نفسیاتی وار بے حد کارگر ثابت ہوگا علی! اور تمہارا یہ کہنا بھی درست ہے کہ کسی کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ تم کتنی دور تک دیکھ رہے ہو۔ سب کا خیال یہی تھا کہ تم نے محض اس مقام کی ویرانی کے سبب اس جگہ کا انتخاب کیا ہے۔ تم نے اصل بات چھپانے کے لئے دلیلیں بھی تو کیا کیا دی تھیں۔"

"میری تمام دلیلیں اپنی جگہ درست تھیں رش! یہاں تک پہنچنے کے لئے میں نے جس طویل راستے کا چناؤ کیا۔ وہ بے حد ضروری تھا اگر کانکرڈ میں ایندھن ختم نہ ہو گیا ہوتا تو وہ یوں ہم سے نزدیک نہ ہوتا۔ آخری وقت میں کہیں دور نکل گیا ہوتا۔ ہم اسے چاو تو کر سکتے تھے مگر ان لوگوں کو گھیر نہیں سکتے تھے اور اگر ہم نے اس قدر پیچیدہ راستہ نہ منتخب کیا ہوتا تو ہمیں کب کا تلاش کیا جا چکا ہوتا۔ اس کے علاوہ نیچی پرواز کرنے سے ہمیں دو فوائد حاصل ہوئے۔ ہمیں کسی بھی ملک کے ریڈار پر نہیں دیکھا جاسکا اور دوسرے یہ کہ اس طرح کانکرڈ کا ایندھن جلدی ختم ہو گیا۔"

"مجھے یاد ہے علی! تم نے اپنے پلان کے حق میں یہ تمام دلیلیں پیش کی تھیں مگر تم نے یہودیوں کی تاریخ کا تذکرہ نہیں کیا تھا"

"ہمارے مشن کے لئے یہ ایک غیر اہم بات تھی۔ اس لئے میں نے اس کا تذکرہ کرنا ضروری نہیں سمجھا لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ باقی تمام باتیں ایک طرف اور ان پر یہ کاری ضرب ایک طرف۔ میں نے ان کے زخموں پر نمک چھڑکنے کا کام کیا ہے اور سب سے زیادہ لطف مجھے اسی وقت آ رہا ہے۔ ان لوگوں کو مارنے کے بجائے انہیں ذہنی اذیت میں مبتلا کر کے مجھے زیادہ تسکین حاصل ہوتی ہے۔"

"اگر تمہاری طرح میں بھی یہودیوں کی تاریخ سے واقف ہوتا تو یقیناً میں بھی اسی طرح فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا جس طرح تم نے کیا ہے۔" احمد رش نے کہا۔

"اس بات سے تو سبھی واقف ہیں کہ یہودی ایک بے وطن قوم ہے۔ ان کی نافرمانیوں کے باعث خدا نے ذلت اور رسوائیاں ان کا مقدر کر دی ہیں"

"یہاں تم غلطی کر رہے ہو علی! اب یہودی بے وطن کہاں رہے۔ عرب قوم کے وسط میں اسرائیل کا ناسور ہر گزرتے دن کے ساتھ اپنی جڑیں مضبوط کرتا جا رہا ہے۔"

"ہزاروں سال سے رسوا اور بے وطن رہنے والوں نے سازشوں کا جال بچھا کر اپنے لئے ایک وطن حاصل کر لیا ہے لیکن اس سے صرف ہماری کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔ مسلمان اگر چھوٹی چھوٹی مملکتوں میں بٹے ہوئے نہ ہوتے۔ ان کے درمیان آپس کے اختلافات نہ ہوتے تو اسرائیل کبھی وجود میں نہیں آسکتا تھا۔ یہ تو ایک سزا ہے جو قدرت کی طرف سے ہمارے لئے مقرر کی گئی ہے"

"قدرت نے اسرائیل کے لئے فلسطینیوں کے دلوں میں جذبہ جہاد بھی تو پیدا کیا۔" احمد رش بولا "تم تو فلسطینی بھی نہیں ہو بلکہ عرب بھی نہیں ہو۔ تم کیوں ان کے خلاف سرگرم عمل ہو؟"

"بے شک دلوں میں جذبے پیدا کرنے والی وہی ذات اقدس ہے جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے جس کے لئے عبرت کا سامان بنا دیتا ہے۔ عربوں کی بداعمالیوں کے باعث پہلے اس نے ان پر اسرائیل کا فتنہ مسلط کیا پھر مٹھی بھر فلسطینیوں کو اس مضبوط مملکت کے مقابل لے جا کر کھڑا کر دیا جس سے عرب کی تمام حکومتیں مل کر بھی شکست کھا گئیں۔ اب بھی اگر مسلمان ہوش میں نہ آئے تو پھر کب آئیں گے؟"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر احمد رش نے کہا "کچھ دیر قبل تم زبور سے اقتباسات سنا رہے تھے۔ میں نے تو سنا ہے کہ زبور اب کہیں بھی نہیں پائی جاتی"

"زبور عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی اور عبرانی زبان بذات خود ختم ہو گئی تھی۔ جب وہ زبان ہی نہ رہی جس میں کوئی کتاب تھی تو اس کتاب کے بچنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے جو اس زبان میں نازل ہوئی تھی"

"تو پھر تم نے ایک معدوم کتاب سے اقتباسات کس طرح سنا دیے؟" احمد رش نے حیرت سے کہا۔

عبرانی ایک مردہ زبان تھی جسے یہودیوں نے زندہ کیا' اسے دوبارہ رائج کیا۔ آج یہودی اپنا مذہبی فریضہ سمجھ کر عبرانی سیکھتا ہے تاکہ یہ دوبارہ ختم نہ ہونے پائے۔ بلاشبہ یہ یہودیوں کا ایک بڑا کارنامہ ہے لیکن انہوں نے غلط حرکت یہ کی کہ زبور بھی جمع کرنے کی کوشش کر ڈالی۔ جس کے تراجم تو تھے مگر وہ اصل زبان میں نہیں تھی اور تراجم بھی ایسے جن میں تحریف ہو چکی تھی پھر اسلام آجانے کے بعد پچھلی تمام شریعتیں اور آسمانی کتب' عمل کرنے کی حد تک منسوخ ہو چکی تھیں۔ ہمارے لئے ان منسوخ شدہ شریعتوں اور آسمانی کتب کا ماننا تو ضروری ہو گیا مگر ان میں سے کسی پر بھی عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے۔"

"کیا ایک تحریف شدہ کتاب کے حوالے تمہارے نزدیک مستند ہو سکتے ہیں؟" رش نے پوچھا۔

"کسی کے لئے بھی نہیں ہونے چاہئیں" میں نے جواب دیا "لیکن یہودی اسے مانتے ہیں بابل کی اس وادی سے ہمارا کوئی نظریہ وابستہ نہیں ہے۔ میں نے یہودیوں کے اس نقطہ نظر سے اس جگہ کا انتخاب کیا ہے زبور میں جو کچھ لکھا ہے اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ صحیح ہے یا غلط...... اس لئے کہ یہ تو تحریف شدہ زبور ہے لیکن یہودی اس کے ایک ایک حرف پر ایمان رکھتے ہیں۔ ہم چونکہ ان کے خلاف ہیں ان سے بزد آزما ہیں لہٰذا ہمیں ان کی ہر کمزوری سے فائدہ اٹھانا ہے۔"

"تو پھر یہی کیا ضروری ہے کہ یہ جگہ جہاں ہم موجود ہیں بابل کی وادی ہو؟" رش نے سوال کیا۔

"اس بات کا تعلق زبور سے نہیں جغرافیہ سے ہے۔ میں نے تم سے یہ تو نہیں کہا کہ ہم مریخ پر ہیں جو تم اتنا الجھ رہے ہو۔ بابل کی سلطنت ہماری زمین پر واقع تھی۔ جغرافیہ دانوں کے لئے بابل کے نام میں بے حد کشش ہے اس لئے کہ یہ صرف ایک نام نہیں بلکہ ایک حقیقت بھی ہے"

"نہ بھی ہو تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے" رش نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا "یہودیوں پر تو اس کا نفسیاتی اثر ہوگا ہی...... اس کے علاوہ ہمیں اور چاہئے بھی کیا"

"میں خود اس مقام پر پہلی بار آیا ہوں اور یہاں اتنی دیر گزارنے کے بعد اب میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہوں۔"

"کیا سوچنے پر مجبور ہو؟" رش نے پوچھا۔ اس کے لہجے میں اشتیاق جھلک رہا تھا۔

"بابل کے بارے میں طرح طرح کی کہانیاں مشہور ہیں۔ انہی میں سے ایک یاد آ رہی تھی" میں نے رش کے اشتیاق کو ہوا دینے کی کوشش کی اور میں اس میں کامیاب بھی رہا۔

"کہانیاں مشہور ہیں!" اس نے حیرت سے کہا "میں نے تو کوئی کہانی نہیں سنی؟"

"روایت ہے کہ انہوں نے ایک بہت بلند عمارت تعمیر کرنے کی کوشش کی تھی۔ اتنی بلند کہ اس پر چڑھ کر خدا تک پہنچا جاسکے یا کم از کم اس کی آواز سنی جاسکے"

رش ہنسنے لگا "تم بڑے مزاحیہ آدمی ہو" رش نے کہا۔ "ایسی ناقابل یقین کہانیاں سناتے ہو جن پر یقین کیا ہی نہیں جاسکتا"

"یہ میرا نہیں اہالیان بابل کا کمال ہے۔ معلوم نہیں اس دور میں علمیت کا معیار کیا تھا...... لیکن اس وقت جس مقام پر ہم موجود ہیں یقیناً یہ وہ عمارت نہیں ہو سکتی"

"عمارت" رش کے لہجے میں تحیر تھا "شاید تم اپنے ہوش میں نہیں ہو۔ ارے ہم ایک پہاڑی پر موجود ہیں"

"حالانکہ کچھ دیر قبل تم نے خود تسلیم کیا تھا کہ ہم نے جس جگہ مورچہ بنایا ہے وہ کسی بہت بڑی بالکونی سے مشابہ ہے"

"تم اس بات پر کیوں مصر ہو کہ اس کے پیچھے انسانی ہاتھ کی کاریگری موجود ہے۔ ممکن ہے کسی قدرتی عمل کے ذریعے کوئی چٹان ایسی صورت اختیار کر گئی ہو؟"

"اچھا تو اب اس بات پر غور کرو کہ ان پہاڑیوں کی بلندی دو سو فٹ کے قریب ہے۔ موجودہ دور میں کوئی بیس منزلہ عمارت ہی اتنی بلند ہو سکتی ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"اس حد تک تو تمہاری بات درست ہے" رش نے کہا۔ "مگر اس سے تو کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔"

"وہی بتانے جا رہا ہوں...... یہ دیکھو کہ اس کی چوٹی کتنی ہموار ہے۔ جیسے کسی میز کی سطح ہموار ہوتی ہے"

"تمہاری بات دل کو لگتی ہے۔ ایک تو یہ بالکنی نما حصہ اور پھر اس کی سطح کا ہموار ہونا واقعی قابل غور ہے"

"میرا خیال ہے یہ شہر کی شمالی دیوار ہے جو شہر پناہ کے طور پر تعمیر کی گئی ہوگی۔ صدیاں گزرنے پر اڑنے والی گرد اور مٹی نے جم جم کر اصل عمارت کو اپنے اندر چھپا لیا اور اب تو ہزاروں سال گزر چکے ہیں یہ مٹی اس قدر پختہ ہو چکی ہے کہ اس پر پہاڑی کا گمان گزرتا ہے"

"ممکن ہے بابل والے اس عمارت کو شہر پناہ کے طور پر استعمال کرتے ہوں لیکن مجھے تو اس کا شبہ بھی نہیں ہوا تھا کہ یہ پہاڑی غیر قدرتی بھی ہو سکتی ہے کسی اور کو بھی نہیں ہوا ہوگا' پھر تم نے یہ اندازہ کیسے لگا لیا؟"

"جب میں نیچے اترا تھا اس وقت مجھے گمان بھی نہیں تھا کہ یہ پہاڑیاں غیر قدرتی بھی ہو سکتی ہیں لیکن جب میں نے دیکھا کہ جنہیں میں پہاڑیاں سمجھ رہا ہوں وہ محض مٹی کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

توڑے ہیں اور پہلے بھاگ دوڑ کے دوران اور اس کے بعد گولیاں چلنے کے دوران میں نے محسوس کیا کہ جگہ جگہ سے مٹی اڑ رہی ہے تو میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہوا اور واپس یہاں پہنچنے پر میں نے یہ سارے نتائج اخذ کئے جو تمہیں بتا چکا ہوں"

"تمہاری ہر بات میں وزن ہے مگر یہ معلومات میرے لئے کس طرح کار آمد ہو سکتی ہیں ؟"

"جتنا زیادہ ہم اس مقام سے واقف ہوں گے اتنے ہی بہتر انداز میں جنگ کر سکیں گے ۔ اجنبی مقام پر جنگ کرنا بہت مشکل ہوتا ہے ۔" میں نے کہا

"اگر یہاں کھدائی کی جائے تو کیا یہاں کوئی عمارت دریافت کی جاسکے گی ؟"

"ظاہر ہے ...... میرے اندازے کے مطابق یہ شہرپناہ کی فصیلیں ہیں اور وہ سامنے ابھری ہوئی چوٹی غالباً نگرانی کے کام آتی ہوگی۔ شہرپناہ کے محافظ وہاں سے دور دور تک نگرانی کرتے ہوں گے ۔"

"تم نے اتنی دماغ سوزی کرکے اتنے اندازے لگائے ہیں تو اب تم ہی کوئی جنگی حکمت عملی بھی ترتیب دو" رش نے کہا

"یہ پہاڑیاں دریائے فرات کے متوازی شمالاً جنوباً پھیلی ہوئی ہیں اور سال کے اس حصے میں دریائے فرات اپنے پورے بہاؤ پر ہوتا ہے ۔ دریا کا پانی پہاڑی کی ڈھلان تک آجاتا ہے ...... یہی ڈھلان یہودیوں کے فرار کا ذریعہ ہو سکتی تھی مگر ہم نے کچھ آدمی وہاں متعین کردیے ہیں لہٰذا وہ حصہ تو محفوظ ہوا ۔ یہودی اس طرف سے فرار نہیں ہو سکیں گے "

"لیکن اس طرف تو بہت کم آدمی ہیں اور تربیت یافتہ یہودیوں کے لئے بہت ناکافی ہیں"

"یہودیوں کو ہماری طاقت کا کوئی اندازہ نہیں ہے ۔ کچھ دیر قبل صید نے جس جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان پر فائرنگ کی تھی اس کے بعد تو وہ اور بھی خوف زدہ ہو گئے ہوں گے ۔ اب کم از کم اس جانب سے تو ہمیں بے فکر ہو جانا چاہئے ان میں اتنی جرأت نہیں ہوئی کہ اس طرف اب کوئی بڑا حملہ کریں"

"ٹھیک ہے وہ حصہ تو محفوظ ہوا لیکن وہ کسی اور جانب سے بھی تو حملہ کر سکتے ہیں ؟"

"یہ واقعی ایک مسئلہ ہے ۔ شمالاً جنوباً پہاڑی کی لمبائی کوئی آدھا کلو میٹر کے لگ بھگ ہوگی ۔ سڑک اور میدان کی جانب اس کی ڈھلان بتدریج اور ہموار ہے ۔ ان میں سے بہت سے مقامات پر قدرتی کٹاؤ بھی موجود ہیں ۔ یہی ہمارے لئے خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں کہ دشمن ان کی آڑ لے کر ہم تک پہنچ سکتا ہے اس کے علاوہ جو مقامات ہیں ان پر کوئی رکاوٹ نہیں ہے ۔ ایک بار نقصان اٹھانے کے بعد وہ دوبارہ محتاط رہیں گے اور کسی کھلے ہوئے حصے تک پہنچنے کی کوشش بھی نہیں کریں گے"

"لیکن یہاں تو ہم صرف دو افراد ہیں" رش نے کہا "اگر وہ چھپ کر ہمارے عقب میں پہنچ گئے تو کیا ہوگا ؟"

"انہیں وقت لگے گا ۔ اس کا امکان ضرور ہے تاہم اس مقام کی اجنبیت کی وجہ سے وہ فوری طور پر یہ اقدام نہیں اٹھا سکیں گے ۔"

"مانا کہ راستے تلاش کرنے میں انہیں وقت لگے گا لیکن ان راستوں کے تحفظ کا کچھ بندوبست بھی تو ہونا چاہئے "

"ہوگا" میں نے مسکرا کر آہستہ سے کہا "ذرا صید کو واپس آنے دو پھر میں ایسے مقامات پر محافظ متعین کر دوں گا"

"تمہارا کیا خیال ہے ...... رات میں وہ ہم پر دوبارہ حملہ کرنے کی کوشش کریں گے ؟"

"اگر نہ کی تو انہیں زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے جتنی زیادہ ان کی طرف سے دیر ہوگی اتنا ہی ہم منظم ہوتے چلے جائیں گے"

"میرا خیال ہے رات گزرنے کے بعد دن کی روشنی میں تو وہ ہم پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں کر سکیں گے ؟"

"رات کی تاریکی ان کی سب سے بڑی معاون ہے اگر وہ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے تو دن میں کیا خاک فائدہ اٹھائیں گے اس وقت تو ہم انہیں بھون ڈالیں گے "

صید کی واپسی تک میں اور رش وقفے وقفے سے اسٹار لائٹ ٹیلی اسکوپ کی مدد سے پہاڑی ڈھلانوں کا جائزہ لیتے رہے ۔ اسٹار لائٹ ٹیلی اسکوپ کا مستقل استعمال اس لئے نہیں کیا جاسکتا تھا کہ وہ بیٹری کے ذریعے کار آمد ہوتی تھی اور بیٹری ایگزہاسٹ ہونے کے بعد دوربین بھی بے کار ہو کر رہ جاتی ۔

صید کے واپس آتے ہی میں نے اس سے کہا کہ دریا کی جانب والی ڈھلان پر چند افراد کو چھوڑ کر اپنے تمام آدمیوں کے ساتھ میرے پاس واپس آجائے ۔ اس نے بے چون و چرا میرے کہنے پر عمل کیا ۔ میں نے فلسطینیوں کو ضروری ہدایات دیں اور رش اور صید کو لے کر پہاڑی کا جائزہ لینے نکل کھڑا ہوا۔

پہاڑی کی چوٹی پر چلنے کے دوران رش کو میری اس بات پر یقین آگیا کہ پہاڑیاں غیر قدرتی ہیں ۔

"یہ تو واقعی اتنی ہموار ہے کہ اس کے نیچے کسی باقاعدہ تعمیر کا یقین کرنا ہی پڑتا ہے" رش نے کہا ۔

"یہ جو بعض مقامات پر گول ابھرے ہوئے مینارے نظر آرہے ہیں یہ اس فصیل کی برجیاں ہو سکتی ہیں" میں نے کہا اور رش نے اثبات میں سر ہلا کر میری بات کی تائید کی ۔

"میرا خیال ہے جناب کہ ہر برجی پر ایک آدمی کو تعینات کر دینا چاہئے" صید نے کہا ۔

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا" میں نے کہا "تم جاکر اپنے آدمیوں کو ہدایات دے دو ۔"

صید چلا گیا اور ذرا ہی دیر بعد بڑی خاموشی سے تیس افراد برجیوں کے عقب میں پوزیشنیں سنبھال چکے تھے ۔

"ہم نے آدمی تو تعینات کردیے ہیں جناب لیکن اسلحے کی کمی کیسے پوری کی جائے ؟" صید نے کہا ۔

"اس کی ایک ہی صورت ہے" میں کچھ سوچتے ہوئے بولا "اور وہ یہ کہ ہم اپنی پوزیشن سے فائدہ اٹھائیں ۔"

"وہ کس طرح جناب ؟" صید نے پوچھا ۔

"دشمن نیچے سے اوپر کی طرف آئے گا اور کھلی جگہ میں ہوگا جبکہ ہمارے آدمیوں کو آڑ میسر ہوگی ۔ ان کے لئے ہم پر فائر کرنا ضروری ہوگا ۔ اس کے بغیر وہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے جبکہ ہمارے لئے یہ قطعی ضروری نہیں ہوگا کہ انہیں نقصان پہنچانے کے لئے ان پر فائر ہی کریں ...."

"میں سمجھ گیا جناب !" صید نے بڑے جوش سے کہا ۔ "آپ کا مطلب ہے کہ ہم بڑے بڑے پتھر لڑھکا کر بھی انہیں اوپر چڑھنے سے روک سکیں گے ۔"

"تم نے بالکل درست اندازہ لگایا صید !" میں نے خوش ہو کر کہا "میں اسی امکان پر غور کر رہا تھا ۔"

"آپ نے بہت عمدہ ترکیب سوچی ہے جناب ! دراصل ہم اسلحے کے اتنے عادی ہو گئے ہیں کہ اب کوئی سادہ سی بات بھی مشکل ہی سے سجھائی دیتی ہے ۔"

"ضرورت ایجاد کی ماں والا محاورہ ایسے ہی مواقع کے لئے ایجاد کیا گیا ہے صید !" میں نے کہا اور صید ہنس پڑا ۔

"میں ابھی جاکر اپنے لوگوں کو ہدایات دیتا ہوں جناب !" صید نے کہا اور تیزی سے مورچوں کی طرف چلا گیا ۔

"صید ایک نچلی سطح کا آدمی ہے علی ! اس کے جانے کے بعد رش نے کہا "اسے اتنا زیادہ منہ مت لگاؤ ۔"

"مت بھولو رش کے انچارج میں ہوں ... فرانس میں تم انچارج تھے اور تم نے جو چاہا کیا ۔ یہاں جو میں چاہوں گا وہی ہوگا"

"اوہ !" رش کی تیوریوں پر بل پڑ گئے "مجھے یاد ہے نوری سلامی کے قتل پر تم نے کس رد عمل کا اظہار کیا تھا ۔ کیا تم اس طرح مجھ سے بدلہ لے رہے ہو ؟"

"موت کا بدلہ موت ہوتا ہے رش !" میں نے بڑے تحمل سے کہا "میں تم سے کسی چیز کا بدلہ نہیں لے رہا ہوں ۔ اس مشن کی کامیابی کے لئے جو میں مناسب سمجھوں گا کروں گا"

"تم نے اس وقت بھی میرے اس عمل پر اعتراض کیا تھا" اس نے ہٹ دھرمی سے کہا "اور اس وقت اس واقعے کا حوالہ دینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم ابھی تک اس واقعے کو نہیں بھولے ۔"

"مجھے تمہارے کام کرنے کے انداز پر اس وقت بھی اعتراض تھا اور آج بھی میں تم سے مطمئن نہیں ہوں" میرا لہجہ قدرے تلخ ہو گیا "جس طرح میں نے تمہارے اس عمل پر اعتراض کیا تھا اسی طرح تم نے بھی میرے کام کرنے کے انداز پر اعتراض کیا ہے ۔ جس طرح تم نے اس وقت اپنے انچارج ہونے کا حوالہ دیا تھا اسی طرح میں نے اس وقت اپنے انچارج ہونے کا حوالہ دیا ہے ۔ جس طرح میں نے اس وقت خاموشی اختیار کرلی تھی ، تمہیں چاہئے کہ بالکل اسی طرح اس وقت تم بھی خاموشی اختیار کر لو ۔"

رش کے چہرے پر زلزلے کے سے آثار نظر آئے "تو میرا اندازہ درست تھا ... تم مجھ سے بدلہ لینے کی کوشش کر رہے ہو ۔"

مجھے رش پر بڑا شدید غصہ آیا ۔ کوئی اور موقع ہوتا تو میں سزا دیے بغیر نہ رہتا مگر اس وقت میں مصلحت کے ہاتھوں مجبور تھا ۔

"ہم ایک ہی مقصد کے حصول کے لئے کوشاں ہیں رش !" میں نے خون کے گھونٹ پیتے ہوئے نرم لہجے میں کہا ۔ "اختلافات کہاں نہیں ہوتے ۔ ہر ایک کے کام کرنے کا انداز مختلف ہوتا ہے ۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ ہم ایک دوسرے سے الجھ جائیں ۔ ہمارا یہ کام نہیں ہے کہ ایک دوسرے سے بدلہ لینے کی کوشش کریں ۔ ہم ایک تنظیم کے ماتحت ہیں اگر ہمیں ایک دوسرے سے کوئی شکایت ہو بھی تو ہمیں چاہئے کہ تنظیم کے بڑوں سے رجوع کریں ۔ کسی کے خلاف تادیبی کارروائی ہوگی تو وہ کریں گے ۔ ہمیں اس کا کوئی حق حاصل نہیں ہے ۔"

"تم تنظیم کے بڑوں کو مانتے ہی کب ہو ۔ ایک بار پہلے بھی تم تنظیم میں شامل ہو کر اس سے علیحدہ ہو چکے ہو ۔ کیا پتا پھر کب علیحدہ ہو جاؤ ۔"

میں نے ایک طویل سانس لے کر اپنے غصے کو کم کرنے کی کوشش کی "تم کوئی نئی بات نہیں کہہ رہے ہو رش ! جن لوگوں نے مجھے دوبارہ تنظیم میں قبول کیا ہے وہ بھی اس حقیقت سے واقف تھے اگر میں کسی اختلاف کی بنا پر تنظیم سے علیحدہ ہو گیا تھا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں نے اپنے لئے کسی اور منزل کا تعین کرلیا تھا ۔ میں نے راستہ ضرور تبدیل کرلیا تھا لیکن ہماری منزل کل بھی ایک تھی ، آج بھی ایک ہے ۔"

"مجھے راستوں اور منزلوں کی بھول بھلیوں میں بھٹکانے کی کوشش مت کرو ۔ ہم کل بھی تنظیم کے ساتھ تھے اور آج بھی تنظیم کے ساتھ ہیں ۔ تمہارا کچھ پتا نہیں کب تنظیم سے علیحدہ ہو جاؤ ۔"

"کیا بات ہو گئی جناب ؟" صید نے حیرت سے پوچھا ۔ وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بی ابھی واپس آیا تھا اور اس نے رش کا جملہ سن لیا تھا۔

"جو بات تم سے متعلق نہیں ہے اس میں ٹانگ اڑانے کی کوشش مت کرو" رش نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔ میں بری طرح جھنا گیا۔ رش میری مجبوری سے بری طرح فائدہ اٹھا رہا تھا۔ وہ طبعاً بلیک میلر تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ اس موقع پر میں اس سے بگاڑ مول نہیں لوں گا۔ اسی لئے اپنی حدود سے اس قدر تجاوز کئے جا رہا تھا۔

"تم نے اپنے لوگوں کو ہدایات دے دیں صید؟" میں نے ایک بار پھر ضبط کا مظاہرہ کیا اور رش کی حرکت کا ازالہ کرنے کے لئے اظہار اپنائیت کے طور پر صید کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس سے سوال کیا۔

"جی ہاں جناب!" صید نے سر جھکا کر آہستگی سے جواب دیا "انہوں نے بہت سے پتھر جمع کر لئے ہیں۔ اب وہ اسلحے کے بغیر بھی یہودیوں کو اوپر پہنچنے سے روک سکیں گے، میرے لئے کوئی اور حکم؟"

"ہم میں سے کسی کو محض اس لئے انچارج بنایا جاتا ہے کہ ہم افراتفری کا شکار نہ ہونے پائیں۔ میرے انچارج ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں تمہارا حکمراں ہوں۔ تم سب میرے ساتھی ہو۔ ہم ایک مقصد کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ مجھے اپنی بڑائی جتانے کا کوئی خبط نہیں ہے۔ تم میں سے کوئی بھی کسی بھی وقت مجھے کوئی مشورہ دے سکتا ہے۔"

احمد رش کے حلق سے غراہٹ نکلی اور صید نے سر جھکا لیا۔ میں اس کے دل سے رش کی بات کا تاثر زائل نہیں کر سکا تھا۔

"مجھے تم بار بار انچارج ہونے کا حوالہ دے کر احساس کمتری میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہو اور دوسروں کے ساتھ تمہارا رویہ بالکل برعکس ہے" رش غرایا۔

"تم بھی میرے ساتھی ہو رش! میں تم سے بھی تعاون کی توقع رکھتا ہوں" میں نے پھر نرمی سے کہا۔

"تمہارے قول و فعل میں تضاد ہے، تم جو کچھ کہہ رہے ہو وہ صرف دکھاوا ہے۔ تمہارا ہر عمل میرے جذبات کو مجروح کرنے کے لئے ہے۔"

"کاش میں کسی طرح تمہاری غلط فہمی کا ازالہ کر سکتا رش!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"مجھے دھوکا دینا آسان نہیں ہے علی!" رش نے زہریلے لہجے میں کہا "اپنی یہ چکنی چپڑی باتیں دوسروں کے لئے اٹھا رکھو، مجھ پر ان کا کوئی اثر نہ ہوگا۔"

"میرے بعد تم ہی انچارج ہو رش! ہمارے درمیان اختلافات کی یہی صورت رہی تو ہم دشمن کا مقابلہ کس طرح کریں گے؟"

"مجھے تمہارا نائب خصوصی بنایا گیا تھا لیکن تمہارا طرز عمل ظاہر کرتا ہے کہ میری حیثیت ایک عام رکن سے بھی گئی گزری ہے۔"

"تم نے میری مرضی کے خلاف ایل آل ۱۰ کو تباہ کر دیا اور میں نے تم سے کچھ نہیں کہا۔ تم آخر مجھ سے اور کیا توقع رکھتے ہو؟"

"اس کے لئے تو تمہیں میرا احسان مند ہونا چاہئے اگر میں ذرا سی بھی تاخیر کرتا تو ہم خود تباہ ہو جاتے۔"

"میں تم سے بحث نہیں کرنا چاہتا رش! تاہم انچارج کی اجازت کے بغیر کوئی اتنا بڑا قدم اٹھانا بہرحال ڈسپلن کی خلاف ورزی ہے جس پر میں نے تم سے جواب طلب نہیں کیا۔"

"یہی تو وہ امتیازی سلوک ہے جس نے مجھے تم سے برگشتہ کیا ہے۔ صید نے بھی تمہارے احکامات کی خلاف ورزی کی تھی مگر تم نے اسے داد و تحسین سے نوازا..."

"تم غلط بیانی کر رہے ہو رش! میں نے اس سے فوری طور پر جواب طلب کیا تھا اگر اس کی وضاحت ناقابل قبول ہوتی تو میں اس کے خلاف تادیبی کارروائی بھی کر سکتا تھا۔"

"تم کسی کے خلاف بھی تادیبی کارروائی نہیں کر سکتے" رش نے اپنی نیش زنی جاری رکھی "اپنی حد سے بڑھی ہوئی نرم دلی کی وجہ سے تم ایسے کسی بھی مشن کے لئے نااہل ہو۔"

"میں جتنا نرم دل ہوں رش اس سے کہیں زیادہ سفاک بھی ہوں۔ تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ میں کسی کے خلاف تادیبی کارروائی نہیں کر سکتا۔"

"زبان سے کہنا جتنا آسان ہوتا ہے عمل کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ انچارج اگر سخت نہ ہو تو ماتحت بغاوت کر دیتے ہیں۔ میں تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو کوئی تمہارا حکم نہیں مانتا۔"

رش کا انداز گفتگو بتا رہا تھا کہ وہ زبان سے نہیں ملنے گا۔ میں نے اسے راہ راست پر لانے کی بہت کوششیں کر کے دیکھ لی تھیں۔ تاہم آخری کوشش کرنا ضروری سمجھتے ہوئے میں نے اس سے کہا "تمہیں مجھ سے انتہائی شدید اختلاف ہے لیکن کیا تم تھوڑا سا صبر نہیں کر سکتے۔ ہم اپنے جھگڑے بعد میں بھی طے کر سکتے ہیں۔"

"تم نے میری تذلیل کرنے کی دانستہ کوشش کی ہے۔ جھگڑا نمٹنے کی واحد صورت یہ ہے کہ تم اس کی تلافی کرو۔"

"اگر میری کسی بات سے تم نے توہین محسوس کی ہے تو میں اس کے لئے تم سے معافی مانگنے کو بھی تیار ہوں" میں نے انتہائی نرمی سے کہا۔ صید حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"میں نے معافی مانگنے کی بات نہیں کی" رش مکاری سے مسکرایا "تم نے میری توہین کی ہے اور تمہیں اس کی تلافی کرنا ہوگی۔"

"اس مشن کی کامیابی کی خاطر میں تمہاری یہ بات ماننے کے لئے بھی مجبور ہوں" میں نے ایک طویل سانس لی "بتاؤ

میں تلافی کے لئے کیا کروں؟"

"انچارج مجھے بنا دو" رش نے ایک قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ اے کے ۴۷ کے دستے پر اس کی گرفت مضبوط ہو گئی تھی۔

"رش" میں نے جارحانہ انداز میں کہا "تم نے ہر حد عبور کر لی۔ میری قوت برداشت کو آزمانے کی کوشش مت کرو۔"

"تم نے اپنی پوزیشن سے ناجائز فائدہ اٹھایا تھا" رش نے زہرخند کیا "اب اس کی تلافی کی یہی ایک صورت ہے۔"

"میری صحت پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا رش کہ انچارج کون ہے۔ میں تو صرف یہودیوں کو شکست خوردہ دیکھنا چاہتا ہوں" میں نے ایک بار پھر نرم پڑتے ہوئے کہا۔

"میں تمہاری دفاعی حکمت عملی کے خلاف ہوں۔ اس طرح ہم کبھی انہیں شکست نہیں دے سکیں گے۔ ہمیں چاہئے کہ ان پر یکلخت ٹوٹ پڑیں۔"

"تم مجھ سے اختلاف ضرور کر سکتے ہو مگر مجھ پر اپنا کوئی فیصلہ تھوپ نہیں سکتے۔ میں وہی کروں گا جو مناسب سمجھوں گا۔"

"بس تو پھر تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ میری بات مان جاؤ اور اپنی جگہ مجھے انچارج بنا دو۔"

"تمہارا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکے گا رش!" میں نے پرسکون لہجے میں کہا مگر اس لہجے کی تہہ میں جو طوفان مچل رہے تھے رش ان سے بے خبر تھا۔

"تو پھر مجھے مجبوراً یہ اعلان کرنا پڑے گا کہ اب میں انچارج ہوں" رش نے سرکشی کی انتہا کرتے ہوئے کہا "تم میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ کوئی جنگ جیت سکو۔"

صید حیرت سے گنگ کھڑا تھا۔ وہ کبھی میری طرف اور کبھی رش کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس موقع پر اس کا کردار کیا ہونا چاہئے۔

اچانک میں صید کی طرف مڑا "میں تم لوگوں کو کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا" میں نے بلند آواز میں اس سے کہا "میں رضاکارانہ طور پر احمد رش کے حق میں دست بردار ہو رہا ہوں۔ اب یہی تمہارا انچارج ہے۔"

رش نے ایک بلند قہقہہ لگایا "اگر تم پہلے ہی یہ فیصلہ کر لیتے تو..."

وہ اپنا جملہ مکمل نہیں کر سکا۔ میں نے اچانک ہی پلٹ کر اس پر حملہ کر دیا تھا۔ میری دائیں لات بھرپور قوت سے اس کے دائیں ہاتھ پر پڑی تو اس کے ہاتھ میں موجود اے کے ۴۷ رائفل اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ میرا اگلا نشانہ اس کی کنپٹی تھی۔ میں نے اسے سنبھلنے کا موقع دیئے بغیر اس کی کنپٹی پر ایک گھونسا رسید کر دیا تھا۔ گھونسا بالکل صحیح جگہ پر لگا تھا۔ اس کی آنکھوں میں تارے ناچ گئے ہوں گے۔ وہ تیورا کر زمین پر گر پڑا۔

"اس برتے پر تمہیں انچارج بننے کا شوق چرایا تھا؟" میں نے مضحکانہ لہجے میں کہا۔

احمد رش نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ زمین پر پڑا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ جو کچھ اس کے ساتھ ہوا وہ اس کے لئے بڑا غیر متوقع تھا۔

"تم گواہ رہنا صید! میں نے اسے سمجھانے کی انتہا کر دی تھی اور بہت مجبور ہو کر میں نے اس پر ہاتھ اٹھایا ہے۔"

"درحقیقت آپ نے انتہا کر دی تھی جناب!" صید نے اتنی آہستہ آواز میں کہا جسے رش نہ سن سکے "میں تو آپ کی قوت برداشت پر حیران ہو رہا ہوں۔"

"میں گروپ بندی پسند نہیں کرتا صید! سرکشی برداشت کرنا بھی میرے لئے ناممکن ہے مگر اس وقت ہم جس صورت حال سے دوچار ہیں اس کے تحت میں آپس میں تصادم سے بچنا چاہ رہا تھا۔"

"تم نے بے خبری میں مجھ پر حملہ کیا ہے" رش نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ مجھے معلوم تھا کہ اس وقت اس کے لئے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا آسان نہیں ہوگا۔ اسے چکر آ رہے ہوں گے۔ یہی گھونسا اگر میں نے ذرا زیادہ قوت سے مارا ہوتا تو وہ بے ہوش ہو گیا ہوتا مگر میں نے آخری وقت میں بھی اس کے ساتھ رعایتی سلوک کیا تھا۔

"تمہاری طرح میں کوئی دہشت گرد نہیں ہوں رش!" میں نے تلخ لہجے میں کہا "اسلحے کے بل پر نہتے لوگوں کو خوف زدہ کرنا اور ان کی جانوں سے کھیلنا میرا شیوہ نہیں ہے۔"

"اگر تم نے مجھے للکار کر مجھ پر حملہ کیا ہوتا تو میں دیکھتا کہ تم کتنے بہادر ہو" رش نے کہا۔ اپنے پیروں پر کھڑا نہ ہو سکنے کے باوجود اس کی زبان قابو میں نہیں آ رہی تھی۔

"اب میں نے تمہیں سیدھا کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے رش! جب تم اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو جاؤ گے تو میں تمہیں اگلا سبق بھی دوں گا" میں نے اس کے ہاتھ سے گری ہوئی رائفل اٹھاتے ہوئے کہا۔

رش اکڑوں بیٹھا ہوا تھا اور اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام رکھا تھا۔ اس بار اس نے میری بات کے جواب میں کچھ کہا بھی نہیں تھا۔

"لور اب میں انچارج کی حیثیت سے تمہیں معزول کر رہا ہوں" میں نے دبنگ انداز میں کہا "میرے نائب اب تم نہیں صید ہوگا۔"

رش اچانک ہی اٹھ کر کھڑا ہو گیا مگر وہ اب بھی جھوم رہا تھا جس کا مطلب تھا کہ ابھی تک وہ خود پر پوری طرح قابو نہیں پا سکا ہے۔

"مجھے معزول کرنا تمہارے اختیار سے باہر ہے" اس نے جھومتے ہوئے کہا "مجھے ہائی کمان نے تمہارا نائب مقرر کیا تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور ہائی کمان کی مرضی کے بغیر معزول نہیں کیا جاسکتا۔"

"اب یہاں میں ہی ہائی کمان ہوں... صید! اسے کسی مناسب مورچے پر تعینات کردو۔"

صید مخمصے میں پھنس گیا۔ احمد رش بہرحال تنظیم آزادی فلسطین میں ایک نمایاں حیثیت کا حامل تھا۔ اس نے بہت سے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنی ہر مہم کے دوران اس نے قتل و غارت گری کا بازار گرم کئے رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ یہودی مجھ سے زیادہ اس کے جانی دشمن تھے۔ مستقلاً تنظیم سے وابستہ رہنے کے باعث اس کا تنظیم میں بھی ایک اہم مقام تھا اور مجھے معلوم تھا کہ اس سے تحکمانہ لہجے میں بات کرنا صید کے لئے ایک نہایت مشکل مرحلہ ثابت ہوگا۔

"چلو رہنے دو" صید کو جھجکتے دیکھ کر میں نے کہا۔ "یہ نیک کام میں خود سرانجام دے لوں گا" میں احمد رش کی طرف متوجہ ہوا "چلو" میں نے رائفل سے اسے چلنے کا اشارہ کیا۔

"اس بات کو یاد رکھنا کہ تم نے بندوق کی نال پر مجھ سے اپنی بات تسلیم کرائی تھی" رش غرایا۔

"آتشیں اسلحہ تو کمزوروں کے لئے بنایا گیا ہے رش!" میں نے اپنی اے کے ۴۷ صید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "میں تو سب سے زیادہ اپنے ہاتھوں پر بھروسا کرنے کا قائل ہوں' آؤ" میں نے اسے للکارا۔

احمد رش کے ہوش اڑ گئے۔ وہ آگے بڑھتے ہوئے کترا رہا تھا۔ وہ لاکھ بدعقل سہی مگر اتنی بات تو اس کی سمجھ میں آچکی تھی کہ وہ جسمانی قوت کے اعتبار سے مجھ سے برتر نہیں۔

"میں اس وقت تم سے الجھنا نہیں چاہتا" رش نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "ہمارے اختلافات سے دشمن کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔"

بے اختیار میرا جی چاہا کہ ایک زوردار قہقہہ لگاؤں مگر میں نے اپنی اس خواہش کا گلا گھونٹ دیا۔ میں کوئی بھی موقع ضائع کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"میں تم سے پوری طرح متفق ہوں رش!" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا "تم نے بہت بروقت فیصلہ کیا ہے۔"

"یہ مت سمجھنا کہ میں تم سے ڈر گیا ہوں۔ اس مہم سے نمٹنے کے بعد میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں۔"

"تمہارے خوف زدہ ہونے کا تصور بھی عجیب لگتا ہے۔ تمہارے نام کی تو اسرائیلیوں تک پر بھی دہشت ہے تم بھلا کیوں خوف زدہ ہو سکتے ہو۔"

"اور یہ بھی سن لو کہ میں اگر تمہارے ساتھ رہوں گا تو اپنی موجودہ حیثیت میں رہوں گا ورنہ میں یہیں سے واپس چلا جاؤں گا۔"

"تمہیں میرا خصوصی نائب اس لئے مقرر کیا گیا تھا کہ تم میری مدد کرو گے۔ اس لئے نہیں کہ تم میری ہی جگہ پر قابض ہونے کی کوشش کرو گے۔ جب تک تم اپنی حدود میں رہو گے تمہاری حیثیت بحال رہے گی۔ مجھے کسی سے اس کے اختیارات چھیننے کا شوق نہیں ہے۔ اب یہ فیصلہ تمہیں خود کرنا ہے کہ تم اپنے لئے کیا پسند کرتے ہو۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ اس مہم کی حد تک تم سے تعاون کروں گا۔ اس کے بعد میں کیا کروں گا اور کیا نہیں کروں گا' یہ وقت ہی بتائے گا" اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"احمد رش کو رائفل واپس کردو صید!" میں نے کہا اور صید نے بڑے احترام سے اسے رائفل واپس کردی۔ احمد رش نے صید سے رائفل جھپٹی اور پلٹ کر ایک طرف بڑھتا چلا گیا۔

"ہمیں اس وقت جس یکجہتی کی ضرورت تھی' افسوس وہ نہیں رہی" میں نے کہا۔

"مجھے حیرت ہے جناب!" صید نے کہا "مسٹر رش نے جو کچھ کہا ان سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔"

"چھوڑو" میں نے بے پروائی سے کہا "اس قسم کے واقعات تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔ یہ بتاؤ کہ تم دفاعی حکمت عملی سے مطمئن ہو؟"

"ذاتی طور پر تو میں اس کے حق میں ہوں کہ چاند کے غروب ہونے تک ہمیں انتظار کرنا چاہئے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم جیسا تجربے کار سپاہی میرے ساتھ موجود ہے۔ خود میرا ارادہ بھی یہی ہے کہ چاند غروب ہونے کے بعد ہم ان پر حملہ کرنے کی کوشش کریں گے۔"

میں بابل کی وادی میں دیکھنے لگا جہاں کافی فاصلے پر دریائے فرات کی جھاگ اڑاتی لہریں چاند کی روشنی میں چمکتی نظر آرہی تھیں۔

"تمہارا تجربہ کیا کہتا ہے صید؟" دفعتاً میں نے کہا "اگر وہ لوگ ہم پر حملہ کر بیٹھے تو کیا نتیجہ نکلے گا؟"

"اس کا انحصار تو ان کے عزم پر ہوگا جناب!" صید نے نپے تلے انداز میں کہا "اگر منظم اور بھرپور طریقے سے حملہ کیا جائے تو ایک پلٹن بھی ان پہاڑیوں کو فتح کرسکتی ہے جبکہ اس کے برعکس اگر دشمن ناتجربے کاری یا اناڑی پن کا مظاہرہ کرے تو پانچ سو افراد پر مشتمل بٹالین بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ ہمارا دفاع کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو۔ مہارت کے بغیر وہ ہم پر فتح حاصل نہیں کرسکیں گے۔"

صید نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اس کے جواب سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ جنگی چالوں سے بخوبی واقف ہے۔

"تمہارے خیال میں ہیسنو کی قیادت میں یہ پہاڑی فتح کی جاسکتی ہے؟" میں نے اگلا سوال کیا۔

"ہیسنو ایل آل ایئرلائنز کا چیف سیکیورٹی آفیسر ہے جناب!" صید نے کہا "اس کی صلاحیتوں پر تو شبہ نہیں کیا جاسکتا تاہم اس کے ساتھ جو لوگ ہیں ان میں بہت کم ایسے ہوں گے جنہیں عملی طور پر کسی جنگ میں حصہ لینے کا موقع ملا ہوگا۔ ان کی اکثریت ناتجربے کار لوگوں پر مشتمل ہے۔"

"گویا مجموعی طور پر ان میں اہلیت نہیں ہے کہ ہم سے جنگ جیت سکیں؟" میں نے پوچھا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں جناب! اس کا انحصار تو ان لوگوں کے جذبہ قربانی پر ہے اگر ان میں صیہونیت پر قربان ہوجانے کا جذبہ موجود ہے تو ہیسنو کی قیادت ان کے لئے بہت کافی ثابت ہوگی۔"

"قربانی کا جذبہ تو ہمارے لوگوں میں بھی ہے اور ان سے زیادہ ہے۔ پھر وہ ہم پر کس طرح قابو پاسکیں گے۔"

"عددی برتری کے علاوہ انہیں اسلحے کی برتری بھی حاصل ہے۔ ہمیں ان پر صرف یہ فوقیت ہے کہ ہم بہتر جگہ پر ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ ہمارے ایک بھی آدمی کو زندہ گرفتار نہیں کرسکیں گے۔ قربانی کا جذبہ ان میں ہم سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔ وہ غاصب ہیں۔ انہوں نے ہماری زمینیں غصب کی ہیں۔ ہم اپنی جانیں قربان کردیں گے مگر ہتھیار نہیں ڈالیں گے۔"

"یہ جذبہ شہادت ہی ہے صید! جو مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار کرتا چلا آیا ہے اور اللہ نے چاہا تو اس محاذ پر بھی فتح ہماری ہی ہوگی۔"

"ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہاں ایسی کوئی صورت حال پیدا ہوسکتی ہے" صید نے کہا "ہمیں اس کا ذرا سا بھی اندازہ ہوتا تو ہم پوری تیاری سے آتے۔ ہمارے پاس ایک مارٹر گن بھی ہوتی تو ہم انہیں ایک گھنٹے کے اندر اندر گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کردیتے۔"

"یہ غلطی تو ہوئی ہے صید! اور اس کے لئے کسی کو الزام بھی نہیں دیا جاسکتا۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ آخری وقت میں ایسی کوئی حرکت کر گزریں گے۔"

"انہوں نے جو حرکت کی ہے اس کا خمیازہ بھی انہی کو بھگتنا پڑے گا۔"

"تم اس علاقے سے اچھی طرح واقف ہو صید؟"

"بہت اچھی طرح واقف ہوں جناب" صید نے کہا۔ "یہاں صرف کھنڈرات بکھرے ہوئے ہیں... لیکن آپ کس لئے یہ بات پوچھ رہے ہیں؟"

"کتنی عجیب بات ہے کہ یہ علاقہ دریا کے کنارے واقع ہونے کے باوجود اس قدر بنجر اور غیر آباد ہے۔ اسے تو بہت زرخیز اور بارونق ہونا چاہئے تھا۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جناب!" صید نے کہا۔ "لیکن عربوں کے خیال میں یہ آسیب زدہ علاقہ ہے۔ اسی وجہ سے کوئی ادھر کا رخ نہیں کرتا۔"

"میں نے بھی اس علاقے کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں صید! میں نے سنا ہے یہاں ایسے قبائل بھی آباد ہیں جنہیں چند سال قبل تک یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ عراق کی حدود میں رہ رہے ہیں۔"

"صحرائی علاقوں میں یہی ہوتا ہے جناب! وہ تو فوجی مشقوں کے دوران ایسے قبائل کا سراغ لگ بھی گیا ورنہ وہ اب تک تاریکی میں رہتے۔"

میں نے شمال کی سمت دیکھا جہاں تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر میدان میں ایک اونچی پہاڑی سر اٹھائے کھڑی تھی۔

"یہ کیا ہے صید؟" میں نے اس طرف اشارہ کرکے پوچھا۔

"بابل کی پہاڑی ہے جناب!" صید نے کہا "بعض ماہرین آثار قدیمہ اسے مینار بابل کے مقام کے طور پر شناخت کرتے ہیں۔"

"تمہاری معلومات بہت وسیع ہیں صید!" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا "تمہیں ان داستانوں پر یقین ہے جو بابل سے منسوب ہیں؟"

"خدا ہی بہتر جانتا ہے جناب!" صید دھیرے سے ہنسا۔ "بابل تو جادو نگری تھی۔ میرے پاس اتنی فرصت کہاں کہ جادوئی داستانوں میں سر کھپاؤں۔"

"اور معلق باغات کس طرف ہیں" میں نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا "کیا وہ یہاں سے نظر آسکتے ہیں؟"

"اب تو سنا ہے ان کے صرف آثار ہی باقی رہ گئے ہیں۔ خود میں اس طرف کبھی نہیں گیا تاہم وہ یہاں سے جنوب کی سمت ہیں۔"

"کتنی عجیب بات ہے صید! رش یہاں کا باشندہ ہے اور اسے یہاں کی تاریخ کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم؟"

"یہ تو دلچسپی کی بات ہے جناب! بہت سے لوگ یہاں کے باشندے نہیں ہیں لیکن یہاں کے باشندوں سے زیادہ یہاں کی تاریخ سے واقف ہیں۔"

میں نے احمد رش کو اپنی طرف آتے دیکھا "اسرائیلی خاموش ہیں" اس نے کہا "کوئی غیر معمولی نقل و حرکت دکھائی نہیں دے رہی" اس کے لہجے میں ناگواری تھی جسے میں نے بخوشی نظر انداز کردیا۔

"اس وقت چاند کی ہلکی سی روشنی پھیلی ہوئی ہے" میں نے کہا "انہیں اگر ہم پر حملہ کرنا بھی ہوا تو چاند غروب ہونے کے بعد کریں گے۔"

"اس وقت تک انتظار کرنے سے بہتر یہ ہوگا کہ ہم خود

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان پر حملہ کردیں" رش نے کہا۔

"اسلحے کی کمی ہماری راہ میں حائل ہے۔ ہمارا محدود اسلحہ زیادہ دیر تک ہمارا ساتھ نہیں دے سکے گا اور ہمارے ساتھی بلاوجہ مارے جائیں گے۔"

"تم نے اس صورتِ حال سے نمٹنے کی کوئی تدبیر سوچی؟" احمد رش نے ہتک آمیز لہجے کہا۔

"مجھے توقع ہے کہ وہ ہم پر حملہ ضرور کریں گے۔ اس وقت ہم انہیں شدید نقصانات سے دوچار کرسکیں گے۔"

"اس وقت تک ہم یونہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے ان کا انتظار کرتے رہیں گے؟"

"جنگ لڑنے کے لئے بڑے مضبوط اعصاب کی ضرورت ہوتی ہے" میں نے نرمی سے کہا۔

"میرے ذہن میں ایک تجویز ہے" رش نے کہا "اگر تم اجازت دو تو..."

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اپنے کسی بھی ساتھی کی ہر اس تجویز کا خیر مقدم کروں گا جو کسی بھی اعتبار سے سودمند ثابت ہوسکے۔ تمہیں اجازت طلب کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"تم انچارج ہو نا" رش نے طنزیہ لہجے میں کہا "میں نے سوچا کہ تم برا نہ مان جاؤ۔"

میں خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ وہ مستقل میرا خون جلانے پر تلا ہوا تھا "میں برا نہیں مانوں گا رش" میں نے آہستہ سے کہا۔

"اسرائیلیوں سے مقابلہ کرنے کے لئے ہم مزید کمک طلب کرسکتے ہیں۔"

میں نے اور صید نے چونک کر رش کو دیکھا "کمک کہاں سے طلب کریں گے؟" میں نے کہا۔

"فلسطینیوں کے بیس کیمپ سے" رش نے جواب دیا۔ "جو یہاں سے سو کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔"

"تجویز تو اچھی ہے" صید نے کہا "لیکن بیس کیمپ بہت دور ہے۔ وقت بہت لگ جائے گا۔"

"اس کا حل بھی میں نے سوچ لیا ہے" رش بولا "میں اپنے طیارے کے ٹرانسمیٹر پر ان سے رابطہ قائم کرسکتا ہوں"

"اگر ایسا ہوجائے تو ہماری ساری مشکلیں حل ہوجائیں گی" صید نے پرجوش انداز میں کہا۔

"میرا خیال ہے اس طرح ہماری مشکلات اس قدر بڑھ جائیں گی کہ انہیں حل کرنا بالکل ہی ناممکن ہوجائے گا" میں نے کہا۔

"مجھے معلوم تھا" رش نے زہریلے انداز میں کہا "تم ہرگز میری تجویز سے اتفاق نہیں کرو گے۔"

"اگر تم نے کوئی قابلِ عمل تجویز پیش کی ہوتی تو میں ہرگز اسے رد نہ کرتا" میں نے اس کے لہجے کو نظرانداز کرتے ہوئے بڑے سکون سے کہا۔

"یہ تجویز تو بالکل قابلِ عمل ہے جناب!" صید نے کہا۔ "مجھے حیرت ہے کہ یہ بات میرے ذہن میں کیوں نہیں آئی؟"

"تم یہ بات کہہ سکتے ہو صید! اس لئے کہ تم بہت سی باتوں سے لاعلم ہو۔ احمد رش ان باتوں سے واقف ہے اگر اس کو غور کرنے کا موقع ملا ہوتا تو یہ خود ہی اپنی تجویز مسترد کردیتا۔"

"اگر تم کوئی ایسی وجہ پیش کرسکو جس کی بنا پر میری پیش کی ہوئی تجویز ناقابلِ عمل قرار پائے تو میں تمہاری طرف سے اپنا دل صاف کرلوں گا" رش نے چیلنج کرنے والے انداز میں کہا۔

"تم یہ وعدہ کرو کہ اس مہم کے خاتمے کے بعد بھی ہمارے درمیان کوئی دشمنی نہیں ہوگی"

"مجھے منظور ہے" رش نے بڑی تیزی سے کہا۔ اسے اپنی تجویز کے قابلِ عمل ہونے کا پورا یقین تھا۔

"تمہیں معلوم ہے کہ گم شدہ کانگرڈ کی تلاش کس پیمانے پر کی جارہی ہے" میں نے کہا اور رش سناٹے میں آگیا۔ اس کی سمجھ میں فوراً ہی پوری بات آگئی تھی لیکن صید کچھ بھی نہیں سمجھ سکا تھا۔

"یہ کیا بات ہوئی جناب؟" صید نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"گمشدہ کانگرڈ کو بہت بڑے پیمانے پر تلاش کیا جارہا ہے ...اس کی انتہا یہ ہے کہ زمین کے مدار میں موجود امریکی سیٹلائٹ تک سے مدد لی جارہی ہے۔ ایسے میں ٹرانسمیٹر کا استعمال مخدوش ثابت ہوسکتا ہے اگر ہمارا پیغام کہیں بھی سن لیا گیا تو فوری طور پر ہماری نشاندہی ہوجائے گی اور پھر فلسطینیوں سے پہلے اسرائیلی بمبار طیارے ہمارے سروں پر موجود ہوں گے۔"

"لیکن آپ کو یہ بات کس طرح معلوم ہوئی کہ کانگرڈ کو کس پیمانے پر تلاش کیا جارہا ہے؟"

"یہ بات رش کو بھی معلوم ہے۔ کانگرڈ کو اغوا کرنے کے بعد ہم نے ٹرانسمیٹر پر ہونے والی ان کی ایک گفتگو سن لی تھی جس سے ہمیں یہ بات معلوم ہوئی تھی۔"

صید نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا "واقعی جناب پھر تو ٹرانسمیٹر استعمال کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لایا جاسکتا" اس نے کہا۔

"تمہاری بات تسلیم کرلی جائے تب بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کانگرڈ کے ڈپلٹ ہیکر نے انہیں ٹرانسمیٹر پر اپنی پوزیشن سے کیوں مطلع نہیں کردیا؟" رش نے کہا۔

"میرے فٹ کئے ہوئے بم نے کانگرڈ کی وائرنگ تو کم از کم تباہ کردی ہوگی اور ان کا ٹرانسمیٹر ناکارہ ہوگیا ہوگا ورنہ ہم

اب تک کبھی کے راہیِ ملکِ عدم ہوچکے ہوتے۔"

"ٹھیک ہے دوست" رش نے میری طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا "میں تم سے اپنے سارے اختلافات ختم کرتا ہوں۔"

میں نے بڑی گرمجوشی سے اس سے ہاتھ ملایا "میرے لئے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات اور کوئی نہیں ہوسکتی" میں نے کہا۔

"مجھے ویسے بھی احساس ہوگیا تھا کہ غلطی میری ہے" رش نے ندامت سے کہا "معلوم نہیں کبھی کبھی کیا ہوجاتا ہے۔ غصہ آتا ہے تو دماغ کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہ جاتا۔"

"کوئی بات نہیں رش" میں نے اس کے شانے پر ہلکی سی تھپکی دی "ہم سب کسی نہ کسی کمزوری کا شکار ہوتے ہیں۔ بس آدمی کو اپنی کمزوریوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ خود پر قابو رکھنے کی کوشش کروں گا" احمد رش نے بڑے خلوص سے کہا پھر صید کی طرف مڑ کر بولا "میں تم سے بھی معذرت خواہ ہوں۔"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں جناب!" صید نے کہا۔ "میں نے آپ کی کسی بات سے اپنی توہین محسوس نہیں کی۔"

"چاند غروب ہونے والا ہے" میں نے کہا "اب ہمیں فیصلہ کرلینا چاہئے کہ ہمارا آئندہ اقدام کیا ہوگا۔"

"ہمارے پاس دونوں صورتیں موجود ہیں۔ مکمل تاریکی پھیلتے ہی ہم ان پر حملہ کردیں یا پھر انہیں خود پر حملہ آور ہونے کا موقع دیں۔"

"میرے خیال میں جنگ کا فیصلہ جتنی جلد ہوجائے اتنا ہی اچھا ہے" رش نے کہا۔

"اور تم کیا کہتے ہو؟" میں نے صید کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"جنگ کا فیصلہ جلد ہو یا دیر سے... اہم بات یہ ہے کہ وہ فیصلہ ہمارے حق میں ہونا چاہئے" صید نے کہا۔

"رش! تمہارے خیال میں اگر ہم آگے بڑھ کر حملہ کردیں تو نتائج ہمارے حق میں نکلنے کے کیا امکانات ہوسکتے ہیں؟" میں نے رش سے پوچھا۔

رش نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا "اس کے امکانات کم ہوں گے۔"

"نہ ہونے کے برابر" میں نے تصحیح کی "اس کے برعکس ہم انہیں جتنا طویل انتظار کرائیں گے اتنا ہی ہمارے حق میں بہتر ہوگا۔"

"میں آپ سے متفق ہوں جناب!" صید نے کہا "بہتر صورت یہی ہے کہ ہم دفاعی جنگ لڑیں۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہ ہم پر ضرور حملہ کریں گے؟" رش نے اعتراض کیا "فرض کرو ہماری طرح وہ بھی دفاعی جنگ لڑنے کا فیصلہ کرلیں تو کیا ہوگا؟"

"وہ اتنا مخدوش فیصلہ کرہی نہیں سکتے" میں نے کہا "وہ جلد از جلد لڑ بھڑ کر یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے اگر ہم نے انہیں زیادہ دیر گھیرے رکھا تو وہ بھوکے مرجائیں گے۔ ان کے پاس نہ تو راشن ہے اور نہ ہی ان کی کوئی سپلائی لائن ہے جبکہ ہمارے پاس کئی دنوں کی خوراک موجود ہے۔"

"گویا اگر ہم نے چوبیس گھنٹے تک انہیں یہاں سے نہ نکلنے دیا تو وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوجائیں گے" رش نے خوش ہوکر کہا۔

"ان کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ ہی نہیں رہے گا... لہٰذا مجھے یقین ہے کہ ان کی طرف سے ہم پر ضرور حملہ ہوگا۔"

"تب تو ہم دفاعی جنگ ہی لڑیں گے" رش نے کہا اور میں نے سکون کا ایک گہرا سانس لیا۔

سب سے پہلے میں نے انہیں دیکھا.... پہاڑی ڈھلان پر اپنی قائم کردہ چیک پوسٹ پر متعین نگرانی کرنے والوں سے بھی پہلے... اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ میں دوربین سے نگرانی کر رہا تھا۔

چاند غروب ہوئے کچھ دیر ہوچکی تھی اور میں نے یہودیوں کے استقبال کے لئے ساری تیاریوں کو آخری شکل دے دی تھی۔ ان تیاریوں میں وہ نگراں چوکیاں بھی شامل تھیں جو میں نے ڈھلان پر خاصا نیچے قائم کی تھیں اور ان پر متعین افراد کی ذمے داری صرف اتنی تھی کہ جیسے ہی وہ دشمن کو اوپر کی طرف آتے دیکھیں ہمیں فوراً اس کی اطلاع بہم پہنچائیں۔

وہ مجھے سایوں کی مانند نظر آرہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں خودکار رائفلیں موجود تھیں۔ تاروں کی روشنی میں کام کرنے والی دوربین نے برائے نام روشنی کو بھی اتنا بڑھا دیا کہ میں رات کے جانوروں سے بھی زیادہ واضح طور پر دیکھ سکتا تھا۔ مجھے تاروں کی چھاؤں میں ان کے سائے تک نظر آرہے تھے۔ ان کے چہروں پر رینگتے خوف کے سائے بھی میری نظروں سے پوشیدہ نہیں تھے۔ مجھے ان کے ہلتے ہوئے لب بھی دکھائی دے رہے تھے۔ شاید وہ لوگ زیرِ لب اپنی مذہبی دعاؤں کا ورد کر رہے تھے۔

میں نے رائفل ایک طرف رکھتے ہوئے بہت آہستہ آواز میں کہا "وہ آرہے ہیں۔"

رش سنبھل کر بیٹھ گیا "مشرقی ڈھلانوں کے محافظوں کو چوکنا کردو" رش نے صید سے کہا اور وہ فوراً ہی مشرقی سمت میں دوڑ گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں احمد رش اور صید کے ساتھ پہاڑی کی مشرقی سمت والے حصے کے وسط میں ایک برجی کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس جگہ کا نام میں نے کمانڈنٹ آبزرویشن پوسٹ رکھا تھا۔ جنگ کے دوران ضروری ہدایات حاصل کرنے کے لئے کچھ افراد متعین تھے جن کا کام صرف یہ تھا کہ وہ دوڑتے ہوئے کمانڈنٹ پوسٹ تک آتے اور ہدایات حاصل کرکے مطلوبہ محاذ تک پہنچادیتے۔ اس کے علاوہ اگر خدانخواستہ اسرائیلی ہمارا دفاعی حصار توڑنے میں کامیاب ہوجاتے تو یہ جگہ ہمارے لئے ایک اور دفاعی چوکی کا کام کرسکتی تھی۔

کچھ دیر بعد صید نے آکر بتایا کہ مشرقی سمت کے محافظوں کو چوکنا کردیا گیا ہے اور اس کے چند ہی منٹ بعد پہاڑی ڈھلان والی چیک پوسٹ سے دو افراد دوڑتے ہوئے آئے اور کمانڈنٹ پوسٹ کے نیچے تقریباً بے دم ہوکر گر پڑے۔ انہوں نے ہمیں وہی اطلاع فراہم کی جو پہلے سے ہی ہمارے علم میں تھی "وہ آرہے ہیں۔"

"وہ بتدریج اوپر کی طرف بڑھ رہے ہیں" احمد رش نے کہا۔ جس کے ہاتھ میں ایم ۱۴ رائفل تھی اور اسٹار لائٹ دوربین اسی رائفل پر نصب تھی۔

"لاؤ دوربین مجھے دو" میں نے رش سے کہا اور اس نے رائفل میری طرف بڑھادی۔

میں نے رش سے دوربین لے کر اپنی آنکھوں سے لگالی اس بار وہ بہت محتاط تھے اور ایک دوسرے سے فاصلے پر تھے وہ وقفے وقفے سے کسی چٹان کی آڑ بھی لے لیتے تھے اور پھر نکل کر تیزی سے اوپر چڑھنے لگتے تھے۔ انہوں نے ایک چوٹ کھاکر سبق لے لیا تھا۔

"اگر ان میں ہیسنر دکھائی دے تو اسے شوٹ کردینا" رش نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"تم خود دیکھ چکے ہو، ان میں کسی مخصوص فرد کو تلاش کرنا کتنا مشکل کام ہے" میں نے رش سے کہا "ان سب کو دیکھنے کے لئے پوری ڈھلان کا ایک سرے سے دوسرے سرے تک جائزہ لینا پڑے گا۔"

"ہاں۔ میں نے دیکھا ہے.... وہ مردود کسی تربیت یافتہ فوج کا منظر پیش کررہے ہیں۔"

"اس بار ان کی رائفلوں پر سنگینیں بھی نصب ہیں" میں نے دوربین آنکھوں سے لگاتے ہوئے کہا۔ ممکن ہے کسی اور کے لئے وہ منظر خوف زدہ کردینے والا رہا ہو۔ مگر میں ذرہ برابر بھی خوف زدہ نہیں تھا۔ اس کے برعکس مجھے ان کا اس وقت کا ردعمل دیکھنے کا اشتیاق تھا جب ہماری جانب سے ان پر گولیاں برسائی جاتیں۔

میرے لئے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ ہماری جانب سے گولیوں کے جواب میں وہ کس طرح کے ردعمل کا اظہار کریں گے۔ ظاہر ہے کہ ان میں سے ہر ایک آڑ لینے کی کوشش کرے گا۔ جسے جو بھی آڑ میسر آئے گی اس کے پیچھے دبک کر بیٹھ رہے گا۔ وہ سب تو بعد کی باتیں تھیں۔ اس وقت تو وہ بڑے منظم پیمانے پر ہم پر حملہ کرنے آرہے تھے اور یہ حملہ وہ محض اپنی جانیں بچانے کی خاطر کررہے تھے۔ یہودی قوم کا اس میں کوئی فائدہ نہیں تھا۔

"اب وہ کتنی دور رہ گئے ہیں؟" احمد رش نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔

"ابھی تو وہ بہت دور ہیں" میں نے کہا "کوئی آدھا کلومیٹر کا فاصلہ تو ضرور ہوگا۔"

"تو پھر تم کس بات کا انتظار کررہے ہو.... فائر کھولنے کا حکم کیوں نہیں دیتے؟" رش نے کہا۔

"ان کے قریب آنے کا منتظر ہوں" میں نے جواب دیا۔ "ابھی وہ بہت دور ہیں۔"

"ہماری دفاعی لائن بہت کمزور ہے اس لئے ضروری ہے کہ انہیں خود سے قریب آنے ہی نہ دیا جائے۔"

"انہیں خود سے دور رکھنے کے چکر میں بہت ایمونیشن ضائع ہوگا اور ہم ایمونیشن ضائع کرنے کے متحمل نہیں ہوسکتے" میں نے جواب دیا۔

"اور اگر ان کے پاس دستی بم ہوئے تو وہ قریب پہنچ کر ہمیں تہس نہس کردیں گے۔"

"مگر ان کے پاس دستی بموں کی موجودگی کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔"

"ہیں تو سہی" رش بے تابی سے بولا "اندازے کی ذرا سی غلطی سے ہم سب کی زندگیاں خطرے میں پڑجائیں گی۔"

"ہمیں کوئی نہ کوئی خطرہ تو مول لینا ہی ہے" میں نے کہا۔ "اگر انہیں دور رکھنے کی کوشش کی گئی تو ایمونیشن ختم ہوجائے گا۔ اس صورت میں ہماری شکست لازمی ہوجائے گی۔"

"تم بہت بڑا خطرہ مول لے رہے ہو.... ممکن ہے ہماری فائرنگ سے خوف زدہ ہوکر وہ پسپا ہی ہوجائیں۔"

"ایسا کرتے ہیں کہ اس مسئلے پر صید کی رائے لے لیتے ہیں" میں نے سوالیہ نظروں سے صید کی طرف دیکھا۔

"ان کے نزدیک آنے میں جتنا ہماری جانوں کو خطرہ لاحق ہوگا اس سے کہیں زیادہ خطرے میں خود ان کی جانیں پڑجائیں گی" صید نے کہا "ہم کم سے کم ایمونیشن کے ذریعے انہیں زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچانے کی پوزیشن میں ہوں گے۔ لہٰذا میری رائے تو یہی ہے کہ ہم انہیں زیادہ سے زیادہ نزدیک آجانے دیں۔"

"میرا کیا ہے" رش بڑبڑایا لیکن میرا مشورہ ہے کہ انہیں زیادہ قریب مت آنے دینا، کہیں ہم دستی بموں کے دائرہ کار

کے اندر نہ آجائیں" اس کے بعد میں نے ایم ۱۴ رائفل رش کو تھمادی اور وہ اس کی دوربین پر جھک گیا۔

"ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں اے کے ۴۷ رائفل ہے اور ان کے عزائم بھی اچھے نظر نہیں آتے" رش نے کہا مگر میں نے اس کی بات کے جواب میں کچھ کہنا ضروری نہیں سمجھا۔

"اب وہ کتنے فاصلے پر رہ گئے ہیں" کچھ دیر بعد میں نے رش سے پوچھا۔

"ساڑھے تین سو میٹر کے فاصلے پر" رش نے سر اٹھائے بغیر جواب دیا۔

"اور ان کی پوزیشن کیا ہے؟"

"ان کی رائفلوں پر سنگینیں موجود ہیں اور زیادہ تر آڑ میں ہیں۔ کچھ کھلے میں بھی موجود ہیں۔"

میں اس فلسطینی کی طرف مڑا جسے پیغام بر کا کام کرنا تھا۔

"اے کے ۴۷ کی پوزیشن پر جاکر کہو کہ فائرنگ شروع کردی جائے" میں نے اس سے کہا اور وہ بڑی پھرتی سے اٹھ کر روانہ ہوگیا۔

میں دوبارہ رش کی طرف پلٹا "اب ان کا فاصلہ بتاؤ" میں نے کہا۔

"تین سو میٹر" رش کی آواز واضح طور پر کپکپا رہی تھی۔

"بہت مناسب فاصلہ ہے" میں نے مطمئن انداز میں کہا "فائرنگ شروع کردو۔"

رش تو جیسے اشارے کا منتظر تھا۔ اس نے فوراً ہی ٹریگر دبادیا۔ سائیلنسر لگی ہوئی رائفل سے ہلکی سی دھماکی آواز ابھری۔ اس نے رائفل ذرا سی گھمائی اور دوبارہ ٹریگر دبادیا۔ پھر رائفل گھمائی اور تیسری بار ٹریگر دبادیا۔ اس موقع پر پہلی اے کے ۴۷ سے فائرنگ شروع کردی گئی۔ جنگ کا باقاعدہ آغاز ہوچکا تھا اور اس کے بعد تو جیسے قیامت ہی آگئی۔ یہودیوں نے بھرپور جوابی فائرنگ شروع کردی تھی۔ پہاڑ کی چوٹی پر اور ڈھلانوں میں ہر طرف رائفلیں گرج رہی تھیں اور ان سب میں نمایاں ترین آواز نائن ایم ایم کی یوزی سب مشین گن کی تھی۔

رفتہ رفتہ شور اس قدر بڑھا کہ کانوں کے پردے پھٹتے محسوس ہونے لگے۔ ہر طرف شعلے لپک رہے تھے۔ گولیاں ٹکرارہی تھیں اور گردوغبار کا ایک طوفان سا ہر طرف چھا گیا تھا۔

یہ سب کچھ تھا مگر اس جنگ میں جنگ کا لطف نہیں تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ مقابلہ صرف گولیوں سے ہورہا تھا۔ نہ کوئی توپ تھی، نہ ٹینک تھا۔ گن گرج کا فقدان تھا۔

ہماری جانب سے بڑے تواتر کے ساتھ فائرنگ کی جارہی تھی۔ ہم ذرا سا بھی تساہل برتتے تو اس کا مطلب یہی ہوتا کہ ہم دشمن کو آگے بڑھنے کا موقع دے رہے ہیں۔ مجھے حیرت تھی کہ اسرائیلیوں کی جانب سے اتنی جرأت کا مظاہرہ کیا جارہا تھا۔ انہیں یہ خوف بھی نہیں تھا کہ ہمارے پاس زیادہ اسلحہ ہوسکتا ہے۔ کم از کم مارٹرگنوں کی موجودگی تو خارج از امکان نہیں تھی۔

مجھے خدشہ تھا کہ اگر چند منٹ تک مزید یہی عالم رہا تو ہمارے پاس ایمونیشن ختم ہوجائے گا۔ عین اس وقت جب کہ میں یہ بات سوچ رہا تھا اچانک فلسطینیوں کی جانب سے فائرنگ میں تیزی آگئی۔ یوں محسوس ہورہا تھا جیسے انہوں نے میرے خیالات پڑھ لئے ہوں۔

اسرائیلی اب ہم سے محض سو گز کے فاصلے پر رہ گئے تھے اور ہیولوں کے مانند نظر آرہے تھے۔ بڑھتی ہوئی فائرنگ نے ان کے آگے بڑھنے کی رفتار میں فرق ڈال دیا تھا بلکہ وہ آگے بڑھ ہی نہیں پارہے تھے اور یہ ایک خوش آئند بات تھی مگر تشویش ناک بات یہ تھی کہ وہ پیچھے بھی نہیں ہٹ رہے تھے اور اب ان کا پسپا ہونا بہت ضروری ہوگیا تھا۔

پھر میں نے چند ایسے افراد کو دیکھا جو غالباً انہیں آگے بڑھنے کے لئے اکسا رہے تھے۔ وہ کچھ زیادہ ہی دلیر تھے مگر انہیں اپنی دلیری بہت مہنگی پڑی۔ احمد رش تو ایسے مواقع کی تاک میں رہا کرتا تھا۔ اس نے ان میں سے یکے بعد دیگرے دو کو ڈھیر کردیا۔ ایم ۱۴ رائفل سب سے زیادہ مہلک ثابت ہوئی تھی۔ دو افراد کے ڈھیر ہوتے ہی یہودیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔

دفعتاً میں نے محسوس کیا کہ احمد رش بہت زیادہ مضطرب ہوگیا ہے۔ یہودیوں کی طرف سے پہلے ہی فائرنگ رک گئی تھی اور اب فلسطینی بھی فائرنگ نہیں کررہے تھے۔ بے پناہ فائرنگ کے بعد یک دم طاری ہونے والا سناٹا بڑا غیر فطری سا محسوس ہورہا تھا۔

"کیا بات ہے رش؟" میں نے کہا "تم کچھ مضطرب نظر آرہے ہو؟"

"مجھے.... مجھے شبہ ہے کہ میں نے ہیسنر کو دیکھا تھا" اس نے دوربین پر جھکے جھکے جواب دیا "میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔"

"اسے مارنا مت رش" میں نے کہا مگر شاید اس نے میری بات سنی ہی نہیں تھی۔ میں نے اس کی انگلی کو ایم ۱۴ رائفل کے ٹریگر پر دباؤ ڈالتے دیکھا اور اس کے بعد وہ بڑے جوش کے ساتھ اچھل کر کھڑا ہوگیا "میں نے اسے ہلاک کردیا ہے علی! میں کامیاب ہوگیا ہوں علی! میں کامیاب ہوگیا۔"

میں حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ یوں خوش ہورہا تھا جیسے جیکب ہیسنو کو ہلاک کرنا ہی اس کی زندگی کا سب سے بڑا مشن رہا ہو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں یہ نہیں کہتا کہ تم نے غلطی کی ہے رش!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "لیکن یہ ہمارا مشن تو نہیں تھا۔"

رش نے ایک طویل قہقہہ لگایا اور ہذیانی انداز میں بولا۔ "اب کوئی امن کانفرنس نہیں ہوگی۔ ہم کامیاب ہوگئے۔"

"جیکب ہیسنو سے تمہاری ذاتی دشمنی تھی رش! اور یہ وقت ذاتیات سے مبرا ہو کر سوچنے کا تھا۔ ہیسنو کے علاوہ اور لوگ بھی تو ہیں۔"

"ہیسنو ہماری راہ کی سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔ ایل آل کا چیف سیکیورٹی آفیسر ہونے کی وجہ سے وہی ان کا سربراہ تھا"

"بیشک اس کے مرنے سے کچھ نہ کچھ اثر تو ضرور پڑے گا مگر ان کے حوصلے بالکل ہی پست نہیں ہو جائیں گے۔ ہم اب بھی مشکلات سے نہیں نکلے۔"

میری بات سن کر رش اچانک سنجیدہ ہو گیا "اب تک ہم ان کے دو حملے پسپا کر چکے ہیں۔ ان کے حوصلے پست ہونا لازمی امر ہے۔"

"میرا اندازہ ہے کہ انہیں زیادہ جانی نقصان نہیں ہوا۔ یہ عددی برتری کا کھیل ہے۔ اس بار زیادہ سے زیادہ چند آدمی ہلاک ہوئے ہوں گے۔"

"اس بار وہ لوگ محتاط بھی تو بہت تھے" رش نے کہا "وہ آگے ضرور بڑھ رہے تھے مگر چٹانوں کی آڑ لے کر بڑھ رہے تھے۔"

"ہمیں نتائج سے غرض رکھنی چاہئے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ ان کا جانی نقصان کم کیوں ہوا۔ بات تو یہ ہے کہ وہ پھر ہم پر حملہ کریں گے۔"

"میں اندازہ کر چکا ہوں کہ وہ تربیت یافتہ نہیں ہیں" رش بے نیازی سے بولا "ہیسنو کے مرنے کے بعد وہ اتنی دیدہ دلیری کا مظاہرہ نہیں کر سکیں گے۔"

"میں تمہارے اندازے کی داد دیتا ہوں" میرا لہجہ طنزیہ ہو گیا "مگر تم نے یہ اندازہ بھی لگایا کہ اس وقت ہمارے پاس ایمونیشن کی کیا پوزیشن ہے؟"

احمد رش چونک پڑا "یہ سوچنا تمہارا کام ہے" اس نے کہا "میری توجہ تو اس طرف تھی ہی نہیں .... مگر ہمارے پاس ایمونیشن ختم تو نہیں ہوا ہوگا؟"

"ختم ہوتے ہوتے رہ گیا.... اگر یہ جنگ محض چند منٹ اور جاری رہ جاتی تو شاید ہمارے آدمیوں کے پاس ایک گولی بھی نہ باقی بچتی۔"

"فکر مت کرو علی!" احمد رش کے لہجے میں اچانک ہی بے پروائی کا عنصر شامل ہو گیا "جیکب ہیسنو کو ہلاک کر کے میں نے جو کارنامہ....."

"ہوش کی دوا کرو رش!" میں نے سخت لہجے میں کہا "اتنی دیر سے میں تمہیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ خطرہ ٹلا نہیں ' بڑھ گیا ہے۔"

رش نے بے بسی سے میری طرف دیکھا "میں نہیں سمجھ سکتا" وہ بڑبڑایا "خود کو ان لوگوں کی جگہ رکھ کر سوچو تو تمہیں اندازہ ہوگا....."

"وہی کر رہا ہوں رش" میں نے اس کی بات کاٹ دی۔ "ان کے پاس دو ہی راستے ہیں۔ مقابلہ کریں یا ہتھیار ڈال دیں۔ تیسرا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جناب!" صید نے کہا "اگر یہ رات انہوں نے یونہی گزار دی تو ان کی شکست لازمی ہو جائے گی۔"

"شکست سے تو ہم انہیں پہلے ہی دوچار کر چکے ہیں"

رش بولا "ہم نے ان کے طیارے اغوا کیے جس کا انہیں وہم و گمان بھی نہیں تھا۔ پھر ہم نے ان سے مقابلہ کر کے ان کے چیف سیکیورٹی آفیسر کو ہلاک کر دیا۔ انہیں دوبار پسپا کیا ....."

"ان کے پاس راشن نہیں ہے رش!" میں نے قدرے تلخ لہجے میں کہا "یہ تو عام لوگ ہیں۔ راشن کے بغیر تو کوئی فوج بھی زیادہ دیر نہیں لڑ سکتی۔"

"یہ تو میری بات کی تائید ہوئی" رش خوش ہو کر بولا۔ "ہمیں بس کسی طرح یہ رات گزارنی ہے۔ اس کے بعد تو یہ لوگ لڑنے کے قابل ہی نہیں رہ جائیں گے۔"

"خود کو ان کی جگہ رکھ کر سوچو" میں نے رش کی نقل کی "تم ان کی جگہ ہوتے اور تمہیں معلوم ہوتا کہ تمہارے پاس خوراک نہیں ہے تو تم کیا کرتے؟"

"اگر میں اس صورت حال میں پھنستا تو کبھی پیچھے نہ ہٹتا۔" رش نے بڑے جوش سے کہا "آخری سانس تک مقابلہ جاری رکھنے کو ترجیح دیتا۔"

"وہ عقل مند لوگ ہیں رش! وقتی طور پر پیچھے ہٹ گئے ہیں۔ منظم ہو کر نئی حکمت عملی کے ساتھ دوبارہ ہم پر حملہ آور ہوں گے۔ میں اسی بارے میں فکر مند ہوں۔"

"تمہاری بات میرے حلق سے نہیں اترتی" رش نے کہا "اگر تم ان کی جگہ ہوتے تو کیا حکمت عملی اختیار کرتے.... مجھے بتاؤ" اس کے لہجے میں چیلنج تھا۔

میں سوچ میں پڑ گیا۔ رش کے کہنے کے مطابق میں خود کو تو ان کی جگہ نہیں رکھ سکتا تھا اس لئے کہ میرا انداز یکسر مختلف تھا مگر پھر بھی میں نے کوشش کی کہ ایک یہودی کے انداز میں سوچوں۔

"ہمیں مسٹر رش کی بات پر غور کر لینا چاہئے جناب!" اچانک صید نے کہا "اگر ہم ان کی آئندہ حکمت عملی پر غور کر سکیں تو بہتر طور پر ان کا مقابلہ کر سکیں گے۔"

"میں اسی پر غور کر رہا ہوں صید" میں نے کہا "اس بات میں وزن ہے کہ وہ اپنی حکمت عملی تبدیل ضرور کریں گے۔"

"میں ایک بار پھر کہہ رہا ہوں کہ تم بلاوجہ پریشان ہو رہے ہو" رش نے کہا "اب وہ ہم پر حملہ کرنے کی جرأت ہی نہیں کر سکیں گے۔"

"یہ ممکن ہے جناب!" صید بولا "یہ بات تو ہم جانتے ہیں کہ ہمارے پاس اسلحہ کم ہے۔ وہ تو یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ ہمارے پاس بہت اسلحہ ہے۔"

یکایک میں اچھل پڑا "میں نے ان کی آئندہ حکمت عملی کا اندازہ کر لیا ہے صید!" یہ تو بالکل سامنے کی بات تھی جو میری سمجھ میں نہیں آسکی۔"

میں نے اندھیرے کے باوجود محسوس کیا کہ صید مسکرایا تھا "ایسا ہوتا ہے جناب!" اس نے کہا "میں خود ابھی ابھی اس نتیجے پر پہنچا ہوں ....."

"کہ اب وہ کسی اور جانب سے نکل جانے کی کوشش کریں گے" میں نے اس کی بات مکمل کر دی "یہی نتیجہ اخذ کیا ہے نا تم نے؟"

"قدرتی بات ہے جناب" صید نے کہا "ایک محاذ پر دوبار شکست کھانے کے بعد ان کا کسی اور جانب متوجہ ہو جانا قدرتی امر ہے۔"

"یہ بات تو طے ہوئی کہ اب وہ اس طرف حملہ نہیں کریں گے" میں نے متفکرانہ انداز میں کہا "اب ہمیں یہ غور کرنا ہے کہ ان کا اگلا ہدف کون سا ہوگا؟"۔

"وہ ہماری تعداد سے بھی لاعلم ہیں جناب" صید بولا "وہ تو یہی سمجھ رہے ہوں گے کہ ہم نے چاروں طرف سے انہیں گھیر رکھا ہے۔"

"لہٰذا اب وہ صرف اپنی سلامتی کی فکر کریں گے" رش نے فاتحانہ انداز میں کہا "اور کسی بھی طرف حملہ کرنے سے گریز کریں گے۔"

"میں تم سے متفق نہیں ہوں صید!" میں نے رش کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا "انہیں کم از کم یہ اندازہ ضرور ہے کہ ہم مضبوط پوزیشن میں نہیں ہیں۔"

صید نے چند لمحے میری بات پر غور کیا پھر اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بولا "میں سمجھ گیا جناب! اگر ہماری تعداد زیادہ ہوتی تو ہم خود ان پر ٹوٹ پڑتے۔"

"ہاں" میں نے کہا "ان کے لئے یہ نتیجہ اخذ کرنا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہم دفاعی جنگ لڑ رہے ہیں۔"

"وہ اگر مکمل طور پر پسپا ہو چکے ہیں جناب!" صید نے نشیب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ہمارے پاس سوچنے کے لئے زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"وقت کی کمی نہیں ہے صید! ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم بالکل درست فیصلہ کریں۔ انہیں منظم ہونے میں خاصا وقت لگے گا ہمارے پاس بہت وقت ہے۔"

صید نے اثبات میں سر ہلایا "میں تو خدا کا شکر ادا کر رہا ہوں جناب! اگر وہ دریا والی سمت حملہ کر بیٹھتے تو اس وقت کیا پوزیشن ہوتی؟"

"تیزی سے روانہ ہو جاؤ صید!" میں نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا "مجھے یقین ہے کہ اب وہ لوگ اسی سمت سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔"

صید بڑی پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا تھا "اپنے ساتھ کتنے آدمی لے جاؤں جناب؟" اس نے پوچھا۔

"تمام لوگوں کو اپنے ساتھ لے جاؤ" میں نے کہا "ہمیں اپنی ساری قوت اس محاذ پر جھونک دینی ہے جو ان کا متوقع ہدف ہے۔"

صید جانے کے لئے مڑا ہی تھا کہ میں نے اسے روک لیا "تم یہیں رکو گے صید! اپنے آدمیوں کو ضروری ہدایات دے کر واپس آجاؤ۔"

کوئی سوال کیے بغیر وہ چلا گیا۔ اس کی یہ عادت مجھے بہت پسند آئی تھی۔ غیر ضروری طور پر کوئی بات نہیں کرتا تھا اور احکامات پر بے چون چرا عمل کرتا تھا۔

"آج میں بہت خوش ہوں" احمد رش نے کہا "جیکب ہیسنو نے مجھے جو تھپڑ مارا تھا۔ میں نے اس کا انتقام لے لیا ہے۔"

"تھپڑ کا بدلہ تو تھپڑ ہی ہو سکتا ہے رش! اگر یہ انتقام تھا تو دنیا کے کسی قانون کی رو سے اسے جائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔"

"اس نے میری بے عزتی بھی کی تھی" اس نے بے پروائی سے کہا "اس بات کا بہرحال مجھے افسوس رہے گا کہ میں اس کی بے عزتی نہیں کر سکا۔"

میں نے حیرت سے اسے دیکھا "تمہارا مطلب یہ ہے کہ اس کی جان لینے کے باوجود بھی تمہارا انتقام تشنہ رہ گیا؟"

"خود پر ہاتھ اٹھانے والے کسی شخص کو میں معاف کر ہی نہیں سکتا" رش مسکرایا "اس کے اس عمل سے میری جو بے عزتی ہوئی ہے اس کے بدلے میں زیادہ سے زیادہ اس کی جان ہی لی جاسکتی تھی۔"

"ہمارا مذہب تو اس بات کے خلاف ہے رش! تھپڑ کا بدلہ تھپڑ اور بے عزتی کا بدلہ بے عزتی ہی ہو سکتا ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔"

"اس شخص کی بے عزتی کس طرح کی جاسکتی تھی جس کی کوئی عزت ہی نہ ہو" اس نے میری بات کا برا مانتے ہوئے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہ ایل آل کا سیکیورٹی چیف تھا رش!" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا "اور تم کہتے ہو کہ اس کی کوئی عزت ہی نہیں تھی؟"

"وہ ایک یہودی بھی تھا" اس نے ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا "اور میرے دل میں کسی یہودی کی کوئی عزت نہیں ہے خواہ وہ کتنے ہی بلند مرتبے پر کیوں نہ فائز ہوں۔"

میں خاموش ہو گیا۔ اس سے معقولیت کی توقع کرنا عبث تھا۔ وہ تو ایک انتہا پسند تھا جس کی زندگی کے کسی بھی پہلو میں اعتدال کا شائبہ تک نہ تھا۔

کچھ دیر بعد صید واپس آگیا "میں نے ان سب کو دریا والی سمت روانہ کر دیا ہے جناب" اس نے کہا "لیکن اگر اس طرف حملہ ہو گیا تو وہ لوگ زیادہ دیر مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔"

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے صید! میں جانتا ہوں کہ ایمونیشن کی کیا صورت حال ہے۔ تمہیں روکنے کا مقصد یہی تھا۔ ابھی ہم نیچے چلیں گے۔ مجھے امید ہے کہ پسپا ہونے والے ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑ گئے ہوں گے۔"

"میں سمجھتا ہوں جناب! یقیناً ہمیں کافی اسلحہ مل جائے گا۔ پسپائی کے وقت انہیں اتنا ہوش کہاں رہا ہو گا کہ اپنی جانوں کے ساتھ اپنے اسلحے کی فکر بھی کرتے لیکن ہمیں اسلحہ تلاش کرنے میں خاصا وقت لگے گا۔ اس دوران میں اگر انہوں نے دریا والی سمت میں حملہ کر دیا تو کیا ہو گا؟"

"اول تو اس کا امکان بہت کم ہے۔ انہیں از سر نو حملہ کرنے کے لئے تیاری میں خاصا وقت لگے گا تاہم اگر انہوں نے زیادہ تیزی کا مظاہرہ کیا تو ہم ان کے عقب میں موجود ہوں گے۔"

صید نے سر کو تفہیمی جنبش دی۔ وہ میری بات کا مطلب سمجھ گیا تھا۔

ہم دونوں نیچے جائیں گے جب کہ رش اسی مقام پر رکے گا۔ اس کے پاس ایم ۱۴ رائفل موجود ہے جس پر نصب دوربین کی مدد سے وہ ڈھلانوں کا جائزہ لیتا رہے گا اگر ہمیں کوئی خطرہ درپیش ہوا تو رش ہمیں کور فراہم کرے گا۔ مجھے یقین ہے کہ اس کی نوبت نہیں آئے گی.... تمہارے پاس پستول تو موجود ہے نا؟" میں نے صید سے پوچھا۔

"جی ہاں جناب" صید نے مجھے پستول نکال کر دکھاتے ہوئے کہا "میرا خیال بھی یہی ہے کہ ڈھلانوں پر کسی سے مڈبھیڑ نہیں ہو گی۔"

"ایک پستول میرے پاس بھی ہے" میں نے کہا "اگر کوئی بدقسمت وہاں موجود ہوا بھی تو یہ دو پستول اس کے لئے کافی ہوں گے۔"

میں نے صید کے ساتھ پہاڑی ڈھلان پر قدم رکھ دیے اور نشیب کی سمت اترنے لگا۔ ہمارا انداز محتاط تھا مگر ہم تیز رفتاری سے نیچے اتر رہے تھے۔ پندرہ منٹ کے اندر اندر ہم سو گز کے فاصلے پر اس جگہ پہنچ گئے جہاں تک پہنچنے کے بعد یہودیوں کو پسپا ہونا پڑا تھا ذرا سی تلاشی کے بعد ہمیں تین یہودیوں کی لاشیں مل گئیں۔

"تم یہیں سے واپس پلٹ جاؤ" میں نے ان تینوں کی رائفلیں لیں اور فالتو کلپ صید کے حوالے کرتے ہوئے کہا "فوری طور پر اتنا اسلحہ کافی رہے گا؟"

"بہت کافی رہے گا" صید نے کہا "اور اس بار ہم ایمونیشن بہت احتیاط سے خرچ کریں گے تاکہ زیادہ بہتر نتائج حاصل کر سکیں۔"

"کوشش کرنا کہ جب وہ تم سے زیادہ سے زیادہ قریب آجائیں تب ان پر فائرنگ شروع کرو ورنہ ایمونیشن ضائع ہونے کا اندیشہ رہے گا۔"

"آپ بالکل بے فکر رہیں جناب! میں ہر ممکن احتیاط کا مظاہرہ کروں گا" صید نے کہا کہ میری کوشش یہی رہے گی کہ ایک گولی بھی ضائع نہ ہونے پائے۔"

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں ایم ۱۴ کی ضرورت بھی نہیں رہی... اسے بھی تم ہی لے جاؤ۔ بلکہ چلو میں خود ہی رش سے تمہیں رائفل دلوا دوں۔"

میں صید کے ساتھ اوپر واپس آیا اور احمد رش سے ایم ۱۴ رائفل لے کر صید کے حوالے کر دی۔ رش نے کوشش کی تھی کہ رائفل اس کے قبضے سے نہ نکلنے پائے مگر میں نے اس کی ایک نہ سنی۔

"ہم دونوں کے پاس پستول موجود ہیں" صید کے جانے کے بعد میں نے رش سے کہا "اور ہمیں کوئی خطرہ بھی نہیں ہے۔ ہمارے لئے بارہ گولیاں بھی بہت ہیں۔"

"خطرہ کیوں نہیں ہے۔ تم دوبارہ نیچے اترنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاؤ گے اور کہتے ہو کہ کوئی خطرہ نہیں ہے۔ معلوم نہیں نیچے کیسے حالات کا سامنا کرنا پڑا۔"

"کچھ نہیں ہو گا" میں نے اسے تقریباً کھینچتے ہوئے کہا۔

"تم خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ اب وہ ہم پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کریں گے اور اب تم ہی یہ کہہ رہے ہو کہ خطرے کا امکان موجود ہے۔"

"بلندی پر تو ہم کسی قدر محفوظ بھی رہیں گے لیکن نیچے اگر کسی سے مڈبھیڑ ہو گئی تو صورتِ حال بہت مختلف بھی ہو سکتی ہے۔"

"ہمارے پاس بارہ گولیاں اور دو پستول ہیں" میں نے ڈھلان پر اترتے ہوئے بڑے اطمینان سے کہا "اور مجھے امید ہے کہ ابھی ہمیں مزید اسلحہ بھی ملے گا۔"

احمد رش خاصا چوکنا تھا اور ذرا ذرا سی آہٹ پر بھڑک رہا تھا "یہاں کس قدر اندھیرا ہے" اس نے کہا "اگر کسی نے ہمیں چھپ کر نشانہ بنا دیا تو دونوں پستول اور تمام گولیاں دھری رہ جائیں گی۔"

"دشمن ہم سے کہیں زیادہ خوف زدہ ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر کسی سے ہماری مڈبھیڑ ہوئی بھی وہ یا تو کوئی زخمی ہو گا یا پھر مر چکا ہو گا۔"

"اس کے باوجود ہمیں کوئی امکان نظر انداز نہیں کرنا چاہئے" اس نے کہا "عقل مندی کا تقاضا یہی تھا کہ میں ایم ۱۴ کے ساتھ اوپر ہی موجود رہتا۔"

"کیا تم اس مقام کی نشان دہی کر سکو گے جہاں تم نے ہیسنو کو نشانہ بنایا تھا؟" میں نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے سوال کیا۔

"کیوں؟" رش، چلتے چلتے رک گیا "تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو؟" اس نے کہا۔

"چلتے رہو" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "جیکب ہیسنو کی لاش اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا جی چاہ رہا ہے۔ معلوم نہیں مرنے کے بعد کیسا لگ رہا ہو گا۔"

"تمہیں یہ بات اوپر ہی کہنی چاہئے تھی" رش نے کہا۔ "اتنا نیچے اتر آنے کے بعد اس جگہ کی صحیح نشان دہی کرنا میرے لئے آسان نہیں ہے۔"

"اندازہ لگانے کی کوشش کرو رش! ہم بالکل سیدھ میں نیچے اتر رہے ہیں اگر تم ذرا سا ذہن پر زور دو تو یہ کام زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔"

"میں اس مقام پر تھا" رش نے پلٹ کر چوٹی کی طرف دیکھا "اور میں نے ذرا سا بائیں جانب فائر کیا تھا فاصلہ تقریباً ڈیڑھ سو گز رہا ہو گا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو، میرا بھی یہی اندازہ تھا" میں نے اپنے چلنے کی سمت تبدیل کرتے ہوئے کہا۔ رش بھی میرا ساتھ دے رہا تھا۔

"میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ تم کیا کرنا چاہ رہے ہو" رش نے کہا۔ اس کے لہجے میں الجھن عیاں تھی۔

"بنیادی مقصد تو یہ ہے کہ جو یہودی جنگ میں کام آچکے ہیں ان کا اسلحہ سمیٹ لیا جائے" میں نے کہا "ہمیں اسلحے کی اشد ضرورت ہے۔"

"یہ بات تو میں بھی سمجھ رہا ہوں" رش جھنجھلا کر بولا۔ "لیکن اس وقت تو تم جیکب ہیسنو کے بارے میں پوچھ رہے تھے؟"

"میں تمہاری بے نیازی پر حیرت ہی ظاہر کر سکتا ہوں رش! اگر میں نے اپنے کسی دشمن کو ٹھکانے لگایا ہوتا تو سب سے پہلے اس کی لاش دیکھنے کی خواہش ہوتی۔"

"یہ خواہش تو اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کسی قسم کا شبہ ہو" رش نے کہا "مجھے یقین ہے کہ میں نے ہیسنو کو ٹھکانے لگا دیا ہے پھر خواہ مخواہ خود کو خطرے میں ڈالنے کی کیا ضرورت ہے؟"

رش کو کوئی جواب دیے بغیر میں خاموشی سے چلتا رہا۔ پھر جب میرے اندازے کے مطابق ہم ڈیڑھ سو گز کا فاصلہ طے کر چکے تو میں نے اس سے کہا "اب وہ جگہ پہچاننے کی کوشش کرو۔"

رش رک کر چند لمحے ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر ایک جانب ہاتھ اٹھا کر بولا "یہ وہ جگہ ہے۔ میں نے اسے اس چٹان کی آڑ میں دیکھا تھا اور یہیں نشانہ بنایا تھا۔"

میں نے چند لمحے آس پاس نگاہ دوڑائی اور اس نتیجے پر پہنچا کہ اسے غلط فہمی نہیں ہو سکتی۔ جس چٹان کی طرف اس نے اشارہ کیا تھا وہ دوسری چٹانوں سے خاصی مختلف تھی۔

"آؤ" میں نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "میں تمہارے شکار کو قریب سے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

چٹان کے عقب میں پہنچتے ہی ہمیں ایک تاریک ہیولا نظر آگیا جو مڑا تڑا زمین پر پڑا تھا "دیکھا" میں نے تم سے کہا تھا نا کہ وہ مر چکا ہے۔"

رش کو جواب دینے کی زحمت کئے بغیر میں اس لاش کے پاس پہنچ گیا جو تاریکی میں ایک ہیولے کی مانند نظر آرہی تھی۔ اس کا چہرہ بہت قریب سے دیکھنے کے بعد میں رش کی طرف مڑا "یہ جیکب ہیسنو تو نہیں ہے۔"

میری بات سن کر احمد رش بوکھلائے ہوئے انداز میں لاش پر جھک گیا "یہ.... یہ تو واقعی ...." وہ مسکرا کر رہ گیا۔

میری نگاہ تیزی سے آس پاس کا جائزہ لے رہی تھی مگر وہاں اس کے علاوہ کوئی اور لاش ہوتی تو دکھائی دیتی۔

"تمہیں اس جگہ کو شناخت کرنے میں کوئی غلط فہمی تو نہیں ہوئی" میں نے رش سے پوچھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا" رش نے بدستور بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا "مجھے پورا یقین ہے کہ ...."

وہ اپنا جملہ مکمل نہیں کر سکا اس لئے کہ اسی وقت ایک چٹان کے عقب سے ابھرنے والی آواز ہم دونوں کے اعصاب پر بم کی طرح گری تھی۔

"اچھا ہوا تم لوگ آگئے۔ مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔"

آواز سنتے ہی میں نے بڑی تیزی سے خود کو زمین پر گرا دیا اسی مختصر سے وقفے میں میں نے پستول بھی جیب سے نکال لیا تھا۔ سب سے زیادہ حیرت مجھے اس بات پر تھی کہ چٹان کے عقب سے ابھرنے والی آواز نسوانی تھی۔ ہمیں کسی عورت نے مخاطب کیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

احمد رش بھی پیچھے نہیں رہا تھا اور میرے نزدیک ہی موجود تھا۔ میری طرح اس نے بھی خود کو زمین پر گرا دیا تھا۔ میں سینے کے بل رینگتا ہوا اس کے بالکل برابر پہنچ گیا۔

"فائر مت کرنا رش!" میں نے سرگوشی کی۔ اس کی طرف سے مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں وہ آواز کی سمت فائر نہ کر بیٹھے۔ پستول تو اس کے ہاتھ میں موجود ہی تھا۔

"میں اندازہ ہی نہیں کر سکا کہ یہ آواز کس سمت سے آئی تھی ورنہ اسے ہرگز نہ چھوڑتا" احمد رش نے غصیلے لہجے میں کہا۔

میں نے اس کی بات پر خدا کا شکر ادا کیا کہ وہ سمت کا اندازہ نہیں کر پایا تھا۔ اس موقع پر فائر کرنا بہرحال خطرے سے خالی نہ ہوتا۔ فائر کی آواز دوسروں کو متوجہ کر سکتی تھی۔

"یہ ہمارے لئے کوئی چال بھی ہو سکتا ہے رش!" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی "ممکن ہے وہ اندازہ کرنے کی کوشش کر رہے ہوں کہ ہمارے ساتھ اور کتنے لوگ ہیں۔"

"تب تو یہ جگہ ہمارے لئے خطرناک ہے" رش نے سرگوشیانہ انداز میں کہا "محفوظ رہنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم کسی چٹان کے عقب میں رینگ جائیں۔"

"اندھیرے کی چادر اس قدر دبیز ہے کہ ہمیں چند قدم کے فاصلے سے بھی نہیں دیکھا جا سکے گا" میں نے اسے ایک بار پھر پرسکون کرنے کی کوشش کی۔

"اگر دوسری طرف سے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی گئی تو ہماری خیر نہیں ہو گی" احمد رش نے کہا۔ اس کا انداز بدستور ہیجانی تھا۔

"ساکت و صامت پڑے رہو رش!" میں نے آہستہ مگر تحکمانہ آواز میں کہا "اگر ہم نے حرکت کی تو ہمیں لازمی طور پر دیکھ لیا جائے گا۔"

یہ بات اس کی عقل میں آ گئی اور میں نے خدا کا شکر ادا کیا اس لئے کہ اس کی عقل خاصی موٹی تھی مگر جان بچانے والی بات وہ بہ آسانی سمجھ جایا کرتا تھا۔

کچھ دیر سکوت چھایا رہا اس کے بعد ایک بار پھر وہی نسوانی آواز سنائی دی "تم لوگ کہاں چلے گئے" پہلے کی طرح اس بار بھی بولنے کے لئے عربی زبان استعمال کی گئی تھی۔

"میں نے اندازہ کر لیا" رش نے مضطربانہ انداز میں سرگوشی کی "وہ جو کوئی بھی ہے' سامنے والی چٹان کے عقب میں موجود ہے" اس نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کیا۔

"میں پہلے ہی اندازہ کر چکا تھا" میں نے کہا "لیکن اس سے ہم کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہمارے پاس ہتھیار بھی نہ ہونے کے برابر ہیں اور ہمارے ساتھی بھی ہم سے بہت دور ہیں۔"

"اگر ہم ذرا سی ہوشیاری کا مظاہرہ کریں تو اسے بہ آسانی گھیر سکتے ہیں۔ بس ہمیں خاموشی سے اس کے عقب میں پہنچنا ہو گا اور ہم اس پر قابو پا لیں گے۔"

احمد رش ہر موقع پر اپنی عقل استعمال کرنے کی کوشش ضرور کرتا تھا جو اس کے پاس تھی ہی نہیں اور اس کی یہ عادت میرے لئے مستقل طور پر تکلیف کا باعث بن گئی تھی۔ خاموش رہنا شاید اس کے لئے ممکن ہی نہیں تھا۔

"تم اگر ذرا سی عقل مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کچھ دیر کے لئے خاموش ہو جاؤ تو میں کچھ سوچ لوں" میں نے غصہ ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"اس میں سوچنے کی کون سی بات ہے؟" اس کے انداز میں حیرت تھی "میں نے تو بہت آسان سی تجویز پیش کی ہے جس پر عمل کرنا کچھ مشکل بھی نہیں ہے۔"

"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے یہ آواز پہلے بھی کہیں سنی ہے۔ میں ذہن پر زور دے کر یاد کرنے کی کوشش کر رہا ہوں مگر تم مستقل بولے چلے جا رہے ہو۔"

"مجھ سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں" نسوانی آواز ایک بار پھر گونجی "میں تم لوگوں سے کچھ بات کرنا چاہتی ہوں۔ کیا تم مجھے اس کا موقع دو گے؟"

"ضرور دیں گے" میں نے رش کے کان میں سرگوشی کی۔ "لیکن اس سے پہلے ہم دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جانا چاہئے' کیا خیال ہے؟"

"ٹھیک کہہ رہے ہو' میں تم سے متفق ہوں" رش نے بھی سرگوشی کی "اگر ہمیں پھانسنے کی کوشش کی جا رہی ہے تو ہم اس کا مقابلہ کر سکیں۔"

میں نے اپنا پستول رش کی طرف بڑھایا "تم یہ پستول لے لو اور اپنا پستول مجھے دے دو" میں نے اس سے کہا۔

میری اس عجیب فرمائش نے رش کو چونکا دیا "تم پستول کیوں تبدیل کرنا چاہتے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"تم اس جگہ ٹھہرو گے" میں نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا "جبکہ میں گھوم کر اس کے عقب میں پہنچنے کی کوشش کروں گا۔"

"تم لوگ خاموش کیوں ہو۔ میری بات کا جواب تو دے دو" نسوانی آواز ابھری۔ اس بار لہجے میں اضطراب جھلک رہا تھا۔

"جلدی کرو" میں نے رش سے کہا "وقت زیادہ نہیں ہے۔ ہمیں تیزی سے عمل کرنا ہے۔ لاؤ اپنا پستول میرے حوالے کر دو۔"

رش نے اپنا پستول مجھے دیا اور میں نے اپنا پستول اسے دے دیا۔ اس طرح پستول تبدیل کرنے کی ایک خاص وجہ تھی۔ میں اپنا پستول خالی کر چکا تھا۔ احمد رش جیسے شخص پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا تھا اگر میں اس سے کہتا کہ فائر نہ کرے تو وہ ہرگز میری ہدایت پر عمل نہ کرتا اور کسی نہ کسی موقع پر فائر کر کے کھیل بگاڑ دیتا جبکہ میرے اندازے کے مطابق ہمیں کوئی خطرہ نہیں تھا۔

میں نے وہ آواز پہچان لی تھی اور اسی وجہ سے مطمئن تھا۔ وہ مریم برنسٹین کی آواز تھی جو نیسٹ کی رکن تھی اور باوجود اس کے کہ وہ یہودی تھی میں اس پر یقین کر سکتا تھا۔ اس کے اندر اچھائی کا جذبہ تھا۔ نام نہاد امن گروپ کی وہ واحد رکن تھی جس کی سوچ مثبت تھی۔ میں نے اپنے کانوں سے اسے اسرائیلیوں کے اس طرز عمل کی مخالفت کرتے سنا تھا کہ امن مشن کے اراکین کو غیر مسلح ہونا چاہئے۔ بنیادی طور پر وہ تشدد کے خلاف تھی۔ چاہتی تھی کہ امن مذاکرات اس طرح ہوں جس طرح امن مذاکرات ہونے چاہئیں۔ کوئی فریق بھی اپنی قوت کا مظاہرہ نہ کرے کہ ایک فریق کا اپنی قوت کا اظہار کرنا ہی دوسرے فریق کو برہم کرتا ہے۔ اس نے قیام امن کے لئے کی جانے والی کوششوں کو غیر سنجیدہ قرار دیا تھا پھر بھی ان کے ساتھ تھی۔ اس کی وجہ یہی ہو سکتی تھی کہ وہ دل سے امن کی خواہاں ہے اور اپنے ہم وطنوں کی حماقتوں کو بادل ناخواستہ برداشت کر رہی ہے۔

میں بڑی آہستگی سے رش سے علیحدہ ہوا اور سینے کے بل بے آواز رینگتا ہوا ایک چٹان کی آڑ میں جا پہنچا۔ مجھے اندازہ تو تھا کہ وہ کس چٹان کی آڑ میں ہے لہٰذا میں نے اندازے سے سمت کا تعین کیا اور بڑی پھرتی سے اونچے نیچے ٹیلوں کو پھلانگتا ہوا اس چٹان کے اوپر جا پہنچا جس کے عقب سے میں نے مریم برنسٹین کی آواز آتے سنی تھی۔ چٹان کے اوپر پہنچ کر میں اوندھا لیٹ گیا اور میں نے ذرا سا سر نکال کر نیچے کی سمت جھانکا۔ میرا اندازہ تھا کہ یہ چٹان دس بارہ فٹ سے زیادہ بلند نہیں ہے لیکن یقین سے کچھ کہنا مشکل ہی تھا۔ دوسری طرف تاریکی میں کچھ دیکھنا مشکل تھا تاہم ذرا سی کوشش کے بعد مجھے وہ ہیولا نظر آ گیا جو اسی چٹان کے ساتھ پیوست تھا۔ وہ یقیناً مریم برنسٹین ہی تھی۔ میں نے آس پاس کا جائزہ لیا مگر اور کوئی ہیولا نظر نہ آ سکا۔

اس بات کا مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ مریم برنسٹین کوئی دھوکے بازی نہیں کرے گی اور اب میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا کہ وہاں اس کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔ معلوم نہیں اس نے خود کو اس خطرے میں کیوں ڈالا تھا۔ وہ فیلڈ ورکر نہیں تھی اور دوران جنگ فلسطینیوں سے کسی درگزر کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی تھی پھر اس نے اپنی زندگی کا خطرہ کیوں مول لیا؟

میں نے سر جھٹک کر اپنے خیالات سے چھٹکارا پایا اور سطح چٹان کے اوپر رینگتا ہوا عین مریم برنسٹین کے اوپر جا پہنچا۔ وہ میرے وجود سے بے خبر چٹان کی آڑ سے دوسری طرف جھانکنے کی کوشش کر رہی تھی جہاں کچھ دیر قبل میں اور احمد رش موجود تھے احمد رش تو خیر اب بھی وہیں تھا مگر میں مریم برنسٹین کے سر پر مسلط تھا۔

میں چٹان کے اوپر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحے خود کو متوازن کرنے کے بعد میں نے مریم برنسٹین کے عقب میں چھلانگ لگا دی۔ میں پنجوں کے بل زمین پر گرا اور تیزی سے اچھل کر مریم برنسٹین پر جا پڑا۔ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ کوئی اس کے عقب میں کودا ہے۔ وہ اچھل کر کچھ کرنا چاہتی تھی مگر اس سے قبل ہی پوری طرح میری گرفت میں آ گئی تھی اور اب میرے بازوؤں میں مچل رہی تھی۔ اسرائیلی پارلیمنٹ کی ایک اہم رکن کے منہ سے نکلنے والی ممکنہ چیخ کے تدارک کے لئے میں نے اس کے منہ پر سختی سے اپنا بایاں ہاتھ جما دیا تھا اور وہ میری گرفت سے نکلنے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

"میں تمہیں صرف اس شرط پر چھوڑ سکتا ہوں کہ تم اپنے منہ سے کوئی آواز نہیں نکالو گی" میں غرایا "بولو منظور ہے؟"

اس نے سر کو تیزی سے اثباتی جنبش دی اور میں نے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر سے ہٹا لیا مگر وہ بدستور میرے آہنی بازوؤں کی گرفت میں تھی۔

"اس طرح مجھے پکڑنے کی کیا ضرورت تھی؟" اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میں تو خود تم سے کچھ باتیں کرنا چاہ رہی تھی۔"

"تم مریم برنسٹین ہو نا" میں نے کہا اور اندھیرے کے باوجود میں نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے پر حیرت کے تاثرات پھیل گئے ہیں۔

"ہاں" اس نے خود کو میری گرفت سے چھڑانے کی کوشش کئے بغیر کہا "لیکن تم مجھے کس طرح جانتے ہو؟"

"اس بات کو چھوڑو کہ میں تمہیں کس طرح جانتا ہوں۔ یہ بتاؤ کہ تم ہم سے کیا چاہتی ہو؟"

"بتا دوں گی" اس نے بڑے سکون سے کہا "لیکن تم نے مجھے بہت زور سے پکڑ رکھا ہے۔ کم از کم اپنی گرفت ہی ذرا ڈھیلی کر دو تاکہ مجھے تکلیف تو نہ ہو۔"

"پہلے یہ بتاؤ کہ آس پاس تمہارے کتنے ساتھی چھپے ہوئے ہیں؟" میں نے کہا۔

"تمہیں کس بات کا خطرہ ہے۔ تم مسلح ہو اور تمہارا ایک ساتھی اور بھی تو ہے جو کہیں چھپا ہوا ہو گا۔"

"ٹھیک ہے میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں لیکن یہ خیال رکھنا کہ اگر تم نے کوئی گڑبڑ کرنے کی کوشش کی تو سب سے پہلے تم ہی نشانہ بنو گی۔"

"تم شاید یقین نہ کرو مگر یہ حقیقت ہے کہ یہاں میرے علاوہ کوئی بھی نہیں ہے بلکہ میرے ساتھیوں کو تو یہ معلوم بھی نہیں ہو گا کہ میں یہاں رک گئی ہوں۔"

"غلط بیانی کرو گی تو اس کا خمیازہ بھی تمہیں ہی بھگتنا پڑے گا۔" میں نے اسے چھوڑتے ہوئے کہا "اب یہ بتاؤ کہ تم کیا چاہتی ہو؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مجھے احمد رش کے پاس لے چلو" مریم بر نسٹین نے کہا۔ "میں اسی سے بات کرنا پسند کروں گی۔"

"تم احمد رش کو کیسے شناخت کروگی؟" میں نے کہا "ممکن ہے میں ہی احمد رش ہوں۔"

"نہیں، تم احمد رش نہیں ہو سکتے" اس نے بڑے یقین سے کہا اور میں حیران رہ گیا۔

"کیا تم اسے پہچانتی ہو" میں نے پوچھا "تم نے اس کی تصویر کہیں دیکھی ہے یا اس سے ملاقات ہو چکی ہے؟"

"نہ میں نے اس کی تصویر دیکھی ہے اور نہ ہی اس سے کبھی میری ملاقات ہوئی ہے" مریم بر نسٹین نے کہا۔

"پھر آخر تمہارے پاس اس کی شناخت کا کیا ذریعہ ہے؟" میں نے الجھ کر پوچھا۔

"میں اسے اس کی آواز سے پہچان سکتی ہوں۔ دوران پرواز ٹرانس میٹر پر میں نے اس کی آواز سنی تھی۔"

"اوہ۔" میرے ہونٹ دائرے کی صورت اختیار کر گئے۔ وہ خاصی ذہین تھی۔ ذہین نہ ہوتی تو نیسٹ کی رکن کیوں کر منتخب ہو پاتی۔

"تم کیا سوچنے لگے؟" مریم بر نسٹین نے مجھے ٹوکا "مجھے اس کے پاس لے جانے میں تمہیں کیا قباحت محسوس ہو رہی ہے؟"

"میں سوچ رہا ہوں ایسی کیا بات ہے جو تم احمد رش کے علاوہ کسی اور سے نہیں کر سکتیں؟"

"بات تو میں کسی سے بھی کر سکتی ہوں لیکن وہ انچارج ہے نا" مریم بر نسٹین نے مضطربانہ انداز میں کہا "جلدی کرو ورنہ دونوں فریق کہیں آپس میں نہ بھڑ جائیں۔"

"تم احمد رش سے ملنا تو چاہتی ہو لیکن کیا تمہیں اندازہ ہے کہ وہ فطرتاً کس قسم کا شخص ہے؟"

"میں اس سے ایک سفیر کی حیثیت سے ملنا چاہتی ہوں۔ اس کی فطرت سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے۔"

"تم ایک عورت ہو، جوان اور خوش شکل بھی ہو اس لئے میں تمہیں خبردار کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔"

"اگر صرف اتنی سی قیمت پر بلاوجہ ہونے والا خون خرابہ رک جائے تو میں اسے بہت سستا سودا سمجھوں گی" مریم بر نسٹین نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"تم اس حماقت کا ارتکاب کرنے پر مصر ہو تو میں احمد رش سے تمہاری ملاقات کرائے دیتا ہوں" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا اور وہیں سے رش کو آواز دی۔

"تم خطرے میں تو نہیں ہو" رش نے اونچی آواز میں پوچھا اور میں سمجھ گیا کہ اسے اب بھی اپنی سلامتی کی فکر لاحق ہے۔

"میں خطرے میں ہوتا تو تم کو کیوں آواز دیتا، چلے آؤ۔ کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"کیا احمد رش یہیں موجود ہے؟" مریم بر نسٹین نے کپکپاتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ اس کے لہجے سے مسرت جھلک رہی تھی۔

"ہاں، وہ یہیں موجود ہے۔ ہم دونوں ساتھ ہی اس طرف آئے تھے۔"

"اوہ۔ میں کتنی خوش قسمت ہوں.... میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ اس سے ملاقات اتنی آسانی سے ہو جائے گی۔"

"کیا بات ہے علی!" اندھیرے میں سے احمد رش کی آواز ابھری "تم کس سے باتیں کر رہے ہو؟"

"قریب آجاؤ رش! یہ مریم بر نسٹین ہیں، نیسٹ کی رکن، تم سے کچھ مذاکرات کرنا چاہتی ہیں۔"

"یہ بھی یہودیوں کی کوئی چال معلوم ہوتی ہے" احمد رش نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یہ سوچنا تمہارا کام ہے" میں نے بے نیازی ظاہر کی "تم سے یہ اس لئے ملنا چاہ رہی ہیں کہ اس مشن کے انچارج تم ہو"

"اوہو۔ تو یہ سفیر بن کر آئی ہیں۔ کیا تم لوگ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ ہو؟"

"میں سفیر بن کر نہیں آئی، اپنی ذاتی حیثیت میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں۔"

"تمہاری ذاتی حیثیت بھی تو کچھ کم نہیں ہے۔ آخر تم پارلیمنٹ کی رکن ہو۔"

"یہ بھی درست نہیں ہے" مریم بر نسٹین نے احتجاجی لہجے میں کہا "میں تم سے انسانیت کے نام پر اپیل کرنا چاہتی ہوں کہ خون خرابہ مت کرو۔"

"تم لوگ تو ویسے بھی امن کانفرنس کے انعقاد کے لئے نکلے تھے۔ تمہاری یہ اپیل حیران کن تو نہیں ہے۔"

"یہ تو بحث طلب باتیں ہیں، سوال یہ ہے کہ جیکب ہیسنر کہاں ہے؟" میں نے کہا۔

"واپس چلا گیا" مریم بر نسٹین بولی "حملہ ناکام ہونے کے سبب سب کے سب پسپا ہو گئے۔"

"لیکن احمد رش کا خیال ہے کہ جیکب ہیسنر اس کی گولی کا نشانہ بن گیا تھا۔"

"وہ ہیسنر نہیں تھا۔ میں اس وقت یہیں موجود تھی۔ ہیسنر نے اس چٹان کے عقب سے جھانکا تھا۔ اس نے پسپائی کا اعلان کیا اور واپس پلٹ پڑا۔ اس کے ساتھ موجود بد قسمت شخص نے جس کی لاش تم نے تھوڑی دیر قبل دریافت کی ہے، اس کے حکم پر عمل کرنے سے قبل جھانکنے کی کوشش کی تھی اور وہی لمحہ اس کی زندگی کا آخری لمحہ ثابت ہوا۔"

"شاید اسی وجہ سے تمہیں غلط فہمی ہوئی تھی کہ جیکب ہیسنر تمہاری گولی کا نشانہ بن گیا ہے" میں نے احمد رش سے کہا۔

"وہ کب تک مجھ سے بچتا رہے گا" رش غرایا "میں اسے

ہرگز زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"فی الحال وہ زندہ ہے" میں نے کہا "اور ہمیں وقت ضائع کرنے کے بجائے جلد از جلد اسلحہ اکٹھا کر لینا چاہئے۔"

"سنو، کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ..." مریم بر نسٹین نے کہنا چاہا مگر میں نے اس کا جملہ مکمل نہیں ہونے دیا۔

"تم بھی ہمارے ساتھ آؤ" میں نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا "تم سے بعد میں بات ہوگی۔"

"تم بدتمیز ہو" مریم بر نسٹین غرائی "میں تمہارے انچارج سے بات کر رہی ہوں۔ تم کیوں دخل اندازی کر رہے ہو؟"

"انچارج قسم کی فضولیات تمہارے ہاں ہوتی ہوں گی" میں نے ہنس کر کہا "ہماری طرف تو ہر شخص انچارج ہوتا ہے۔"

"میں کہتی ہوں میرا ہاتھ چھوڑ دو ورنہ اچھا نہیں ہوگا" مریم بر نسٹین نے مجھ سے زور آزمائی کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"چلتی رہو ورنہ میں تمہارے بھیجے میں سوراخ کر دوں گا" رش نے پستول کی نال اس کی کنپٹی سے لگا دی۔

مریم بر نسٹین کے ہاتھ پر میری گرفت برقرار تھی۔ اس نے بھی جدوجہد کرنا ترک کر دیا تھا اور سحر زدہ انداز میں اونچے نیچے راستوں پر ہمارے ساتھ چل رہی تھی۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم لوگ چلتے ہوئے باتیں بھی کرتے جاؤ" کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

"ہو کیوں نہیں سکتا" میں نے کہا "لیکن اس سے کچھ حاصل نہیں ہوگا، جو باتیں تم کرنا چاہتی ہو ان کی اہمیت ثانوی ہے۔"

"میں بے حد اہم باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ تم نے بغیر سنے کس طرح فیصلہ کر لیا۔"

"جس طرح میں نے اس بات پر اعتبار کر لیا تھا کہ تم تنہا ہو اور ہمارے ساتھ کوئی چال نہیں چل رہی ہو۔"

"مجھے اس پر بھی حیرت ہے۔ تم نے میری تلاشی تک لینے کی زحمت نہیں کی۔"

"مجھے معلوم ہے کہ تمہارے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔ ذرا سا شبہ بھی ہوتا تو میں تمہاری تلاشی ضرور لیتا۔"

"یہ تم نے کیا حماقت کی" رش چلتے چلتے رک گیا "کسی بھی یہودی پر آنکھ بند کر کے اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ میں اس کی تلاشی لوں گا۔"

"ضرور لو" میں نے مریم بر نسٹین کا ہاتھ چھوڑ دیا "اگر تم اس کے پاس سے کچھ برآمد کر سکے تو مجھے خوشی ہوگی۔"

احمد رش نے مریم بر نسٹین کی جامہ تلاشی لی مگر اسے سخت مایوسی ہوئی۔ اس کے پاس سے واقعی کچھ برآمد نہیں ہو سکا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آتا" رش نے بے اعتباری سے کہا "ہمارے خلاف کوئی گہری سازش ہو رہی ہے۔"

"جو بھی سازش ہوگی سامنے آجائے گی۔ اس وقت تو ان سے مقابلہ کرنے کی تیاری کرو" میں نے کہا اور ہم ایک بار پھر پہاڑی راستوں پر چل پڑے۔

کافی تلاش و جستجو کے بعد ہم چھ مزید آٹومیٹک رائفلیں اور خاصی تعداد میں فالتو میگزین تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

"اتنا بہت ہے رش! میرے خیال میں ہمیں فوراً واپس نکل چلنا چاہئے" میں نے کہا اور رش واپسی کے لئے فوراً ہی تیار ہو گیا واپسی کا سفر ہم نے بہت تیزی سے طے کیا۔ کچھ ہی دیر بعد ہم دوبارہ بلندی پر موجود تھے۔ مریم بر نسٹین نے چپ سادھ رکھی تھی۔

"میں یہیں رکوں گا" میں نے احمد رش سے کہا "کیا تم یہ اسلحہ صید تک پہنچا سکو گے؟"

"اگر ہم اپنے لئے بھی ایک یا دو رائفلیں رکھ لیتے تو بہتر ہوتا" رش بولا۔

"دو رائفلیں ہمارے پاس رہیں گی۔ بقیہ اسلحہ صید کو پہنچانا ہے۔"

احمد رش اسلحہ لے کر چلا گیا اور میں نے نیچے تاریکی میں نگاہ دوڑائی جہاں کسی نقل و حرکت کے آثار دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

"سچ بتاؤ تم کون ہو؟" دفعتاً مریم بر نسٹین نے عقب سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میں ایک فدائی ہوں، تنظیم آزادی فلسطین سے میرا تعلق ہے۔ اس کے علاوہ تم اور کیا جاننا چاہتی ہو؟"

"اپنے انداز و اطوار سے تم کوئی عام آدمی نہیں لگتے" مریم بر نسٹین نے کہا۔

"عام آدمی نہ ہوتا تو یوں احمد رش کے ماتحت کام نہ کر رہا ہوتا۔"

"ہم لوگ یہی سمجھتے رہے تھے کہ احمد رش انچارج ہے۔ مگر اب میں نے قریب سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ انچارج وہ نہیں ہے!"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ انچارج احمد رش ہی ہے۔ تمہارا پہلا خیال درست تھا۔"

"اگر وہ انچارج ہوتا تو تمہاری ہر بات پر بے چون و چرا عمل نہ کرتا۔"

"ہم سب ایک ہی انداز سے سوچتے ہیں۔ وہ میرے کہنے پر عمل نہیں کرتا بلکہ اس کا انداز فکر بھی وہی ہے جو میرا ہے۔"

"اس کا اندازہ تو مجھے اسی وقت ہو گیا تھا جب اس نے تمہارے منع کرنے کے باوجود میری تلاشی لی تھی۔"

"ان چکروں میں مت پڑو... یہ بتاؤ کہ تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"کوئی ایسی صورت ہے کہ جس سے بلاوجہ ہونے والا خون

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خرابہ رک سکے۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ ایسا کوئی طریقہ ممکن ہے۔ تمہارے ذہن میں کوئی تجویز ہو تو بتاؤ۔"

"میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا" مریم برنسٹین دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھامتے ہوئے بولی۔

"تمہیں چاہئے تھا کہ پہلے اپنے ساتھیوں کو یہ بات سمجھانے کی کوشش کرتیں۔"

"میں پاگل تو نہیں ہوں جو اس طرح تم لوگوں کے درمیان چلی آئی۔ پہلے میں نے ان کو ہی سمجھانے کی کوشش کی تھی' جب وہ نہیں مانے تو مجبوراً تمہارے پاس آئی ہوں۔"

"تم نے بہرحال بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے۔ شکر کرو تم بچ گئیں ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ تمہیں اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑ جاتے۔"

"میں جانتی ہوں... ہر خطرے سے بخوبی واقف ہوں اور میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ قدم اٹھایا ہے۔"

"تمہارا یہ اقدام میرے لئے ہر اعتبار سے حیران کن ہے۔ تم نے کس بنیاد پر یہ فرض کر لیا تھا کہ ہم لوگ وہاں ضرور آئیں گے۔"

"میں تو پہلے ہی تم لوگوں سے مذاکرات کرنا چاہ رہی تھی۔ میں نے یہ تجویز جیکب ہیسز کے سامنے بھی رکھی تھی مگر اس نے میری تجویز یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ فلسطینی گوریلے صرف ایک ہی زبان سمجھتے ہیں اور وہ زبان ہے طاقت کی زبان... میں نے ہر ممکن کوشش کی کہ خون خرابہ نہ ہونے پائے مگر کسی نے میری ایک نہ سنی۔ اس کے بعد ظاہر ہے یہی صورت رہ جاتی تھی کہ میں کسی طرح تم لوگوں تک پہنچ کر تم سے اس بات کی اپیل کروں شاید اس طرح کچھ بات بن جائے..."

"خواہ اس کوشش میں تمہیں اپنی جان سے ہی کیوں نہ ہاتھ دھونے پڑ جائیں۔"

"اس کا خطرہ تھا مگر میرے لئے ان لوگوں کے درمیان سے نکلنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔ یہ موقع مجھے اس وقت ملا جب میں ان کے ساتھ حملے میں شریک ہوئی اور انہیں افراتفری کے عالم میں فرار ہونا پڑا۔ کسی کو احساس بھی نہیں ہو سکا ہو گا کہ میں پیچھے رہ گئی ہوں۔ مجھے یقین تھا کہ جلد یا بدیر تم لوگوں میں سے کوئی نہ کوئی نیچے ضرور اترے گا۔"

"معاف کرنا مریم! تم لوگوں کو اپنی طاقت کا زعم بہت زیادہ ہے ورنہ یہ نوبت نہ آتی۔"

"تم شاید میری بات کا یقین نہ کرو لیکن یہ حقیقت ہے کہ میں شروع سے ہی طاقت کے استعمال کے خلاف رہی ہوں۔"

"خصوصاً امن کانفرنس میں ہتھیار بدست شرکت کی مخالفت کی ہے" میں نے کہا۔

"ہاں" مریم کے منہ سے روا روی میں نکلا اور پھر وہ یکدم ہی چونک کر مجھے دیکھنے لگی "تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ایسی ہی معلومات پر ہم اپنے ہر مشن کی بنیاد رکھتے ہیں" میں نے مسکرا کر کہا۔

"یہ تو اندر کی بات ہے۔ اس کے باہر نکلنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"تو پھر تم مجھ کو اندر کا آدمی تسلیم کر لو۔ باہر کے آدمی کے علم میں تو یہ بات ہو نہیں سکتی۔"

"میں شروع سے ہی اس ادھیڑبن میں ہوں کہ آخر تم کون ہو... کس ملک سے تعلق رکھتے ہو؟"

"ملک سے نہیں تنظیم سے" میں نے اسے ٹوکا "ہم لوگوں کا تعلق کسی ملک سے نہیں ہوتا' ہم تو بس ایک تنظیم کے لئے کام کرتے ہیں۔ ہم کوئی بھی ہوں۔ ہمارا مقصد ایک ہے۔"

"میں جانتی ہوں کہ تنظیم آزادی فلسطین میں مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے مسلمان شامل ہیں۔ مثال کے طور پر احمد رش عراقی ہے لیکن زیادہ تر کا تعلق عرب ممالک سے ہے۔ اس کے علاوہ کچھ افریقی مسلمان بھی اس تنظیم میں شامل ہیں مگر وہ سب کے سب اپنے لب و لہجے سے پہچانے جاتے ہیں مگر تم..."

"میں اپنے لب و لہجے کے باعث کسی یورپی ملک کا باشندہ لگتا ہوں" میں نے اس کا جملہ مکمل کر دیا "کیوں' یہی بات ہے نا؟"

"ہاں" مریم برنسٹین نے کہا "تم واقعی کسی یورپی کی طرح انگریزی بول رہے ہو مگر میں اسے تسلیم نہیں کر سکتی کہ تمہارا تعلق یورپ سے ہو سکتا ہے۔"

"تم بالکل غلط سمجھ رہی ہو۔ میں امریکی ریاست کیلی فورنیا کا باشندہ ہوں" میں نے خالص امریکی لہجے میں کہا۔

"کمال ہے!" مریم حیرت سے بولی "کوئی سننے والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم امریکی نہیں ہو۔"

"لیکن یہ بھی غلط ہے" میں ہنس کر بولا "صحیح بات تو یہ ہے کہ میں ایک یہودی ہوں" اس بار میں نے عبرانی زبان استعمال کی تھی۔

مریم برنسٹین چونکی اور پھر اس نے ایک طویل سانس لی۔ "میں سمجھ گئی کہ تم کئی زبانیں اہل زبان کی طرح بول سکتے ہو۔ تمہاری قومیت کا اندازہ لگانا ناممکن نہیں ہے۔"

"آخری بات میں نے بالکل درست کہی ہے" میں نے بڑی سنجیدگی سے عبرانی میں کہا "کچھ عرصہ قبل تک میں اسرائیلی شہری تھا۔"

"یہ ناممکن ہے" مریم نے غصیلے لہجے میں کہا "کوئی اسرائیلی ایسی حرکت نہیں کر سکتا جیسی تم نے کی ہے۔"

"کوئی کر سکتا ہو یا نہ کر سکتا ہو" میں نے بے پروائی سے کہا "مگر میں نے تو یہی کچھ کیا ہے۔"

"تم بکواس کرتے ہو۔ دنیا کا کوئی یہودی اپنے مفادات سے

غداری نہیں کر سکتا۔"

"کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں اپنے مفادات سے زیادہ دوسروں کے مفادات کی فکر ہوتی ہے۔ میرا شمار بھی شاید ایسے ہی لوگوں میں ہوتا ہے۔"

"دوسروں کے مفادات پر اپنے مفادات بہرحال قربان نہیں کئے جا سکتے" مریم برنسٹین بولی "اور یہ بھی خیال رہے کہ مجھے تمہاری کسی بات پر بھی اعتبار نہیں ہے۔"

اسے میری کسی بات پر یقین ہوتا یا نہ ہوتا مجھے اس سے کوئی دلچسپی تھی بھی نہیں... میں نے تو محض اس کی توجہ اپنی ذات کی جانب سے ہٹانے کے لئے اوٹ پٹانگ گفتگو چھیڑ دی تھی۔ معلوم نہیں کیوں وہ اچانک مجھ میں دلچسپی لینے لگی تھی۔ میں چونکہ اپنی شخصیت کو فی الحال تاریکی میں رکھنا چاہتا تھا اس لئے ضروری تھا کہ اس کی توجہ اپنی جانب سے ہٹا دیتا... اور میں اپنی اس کوشش میں کامیاب رہا تھا۔ جن خطوط پر وہ پہلے سوچ رہی تھی اگر انہی پر سوچتی رہتی تو کچھ عجب نہیں تھا کہ علی یار خان تک پہنچ جاتی۔ اسرائیلی حکام کے لئے یہ نام بہت زیادہ آشنا تھا۔ گو کہ گوئٹے ملا کے جنرل ٹیریس کے ساتھ مل کر میں نے اپنی موت کا جو ڈراما رچایا تھا اس کے بعد مجھے مردہ تسلیم کر لیا گیا تھا لیکن بعد میں کچھ لوگوں کے علم میں یہ بات آ گئی تھی کہ میں زندہ ہوں' مرا نہیں تھا بلکہ وہ محض ایک ناٹک تھا چونکہ کچھ لوگ اس بات سے واقف تھے جن میں بہت سے یہودی بھی تھے خاص کر لیوہاورڈ اور ہاروت رابیل سرفہرست تھے۔ ان کے گروہ کے بہت سے لوگ بھی میری زندگی سے واقف رہے ہوں گے اور یہ کچھ عجب نہیں تھا کہ میری زندگی کی خبر اب راز نہ رہی ہو۔ ایسی صورت میں کسی کے لئے بھی یہ نتیجہ اخذ کرنا زیادہ مشکل نہ ہوتا کہ میں کون ہوں۔

"دانش مندی کا تقاضا تو یہی ہے کہ اپنے مفادات پر دوسروں کے مفادات قربان کر دئے جائیں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"معلوم نہیں تم کون اور کیا ہو" مریم برنسٹین نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "اور سب کچھ جانتے ہوئے بھی مجھ پر طنز کیوں کر رہے ہو؟"

"سب کچھ جانتا ہوں اسی لئے تو تم پر طنز کر رہا ہوں۔ تم نے خود ہی تو مجھے اندر کا آدمی قرار دیا ہے۔"

"تمہاری معلومات پر حیرت کا اظہار کیا تھا ورنہ یہ ممکن نہیں ہے کہ تم اندر کے آدمی ہو۔"

"فلسطینی بہت آگے بڑھ چکے ہیں مریم برنسٹین! یہ تمہارے حکام کی غلطی ہے کہ وہ انہیں اب بھی پہلے کی مانند نہتا تصور کرتے ہیں۔"

"تم بالکل غلط کہہ رہے ہو اگر وہ فلسطینیوں کو کمتر سمجھتے ہوتے تو اتنے سخت حفاظتی انتظامات ہرگز نہ کرتے۔"

"بدقسمتی سے میں ان تمام حفاظتی انتظامات سے واقف ہوں جو یہودیوں نے اپنے طیاروں کے لئے کئے تھے اس لئے میں تم سے ان حفاظتی انتظامات کی تفصیلات نہیں پوچھوں گا لیکن کیا ان کی دانست میں ان کے حفاظتی انتظامات مکمل نہیں تھے۔ ایل آل کی ان ... پروازوں کو دنیا کی محفوظ ترین پرواز قرار نہیں دیا گیا تھا؟"

"ہاں' ایسا ہوا تھا... تو اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے... یہی نا کہ اسرائیلی حکام فلسطینیوں کو کمتر نہیں سمجھتے؟"

"اور جو نتیجہ ہے اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟" میں نے اس کے سے انداز میں کہا "یہی نا کہ تم لوگوں نے فلسطینیوں کی طاقت کا غلط تجزیہ کیا تھا۔"

"ہماری سیکیورٹی نے ہر ممکن حفاظتی اقدامات کئے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ میں نے ان کے حفاظتی انتظامات پر سخت تنقید کی تھی۔"

"فلسطینیوں نے تمہارے حفاظتی انتظامات کے باوجود تمہارا ایک طیارہ تباہ کر دیا اور دوسرا محاصرے میں ہے۔"

"اس بات سے اگر انکار کر دیا جائے کہ فلسطینیوں نے ہمارے حفاظتی انتظامات کو شکست دے دی ہے تب بھی یہ حقیقت تبدیل نہیں ہوگی۔"

"میں تمہیں یہی سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ جو کل تک بے دست و پا تھے اب وہ ایک قوت بن کر ابھر رہے ہیں۔"

"اپنی اس درندگی کو کیا کہو گے کہ تم نے ایک پورا جہاز بلا سبب تباہ کر دیا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"وہ فرد واحد کی حرکت تھی... اس لئے یہ سوال تم احمد رش سے ہی کرنا۔"

"تم بھی تو فرد واحد ہو... میں بھی تو فرد واحد ہوں... پھر تم مجھ سے اس قسم کی باتیں کیوں کر رہے ہو... کیا میں اپنی قوم اپنے ملک کی طرف سے جواب دہ ہوں؟"

"تم اسرائیلی پارلیمنٹ کی منتخب رکن ہو اس لئے تم یقیناً اپنے ملک کی طرف سے جواب دہ ہو۔"

"کچھ دیر قبل تم کہہ چکے ہو کہ تم میں سے کوئی بھی انچارج نہیں ہے۔ ہر ایک کی حیثیت برابر ہے لہٰذا تم میں سے ہر شخص جواب دہ ہے۔"

"بالکل ہے" میں نے برجستہ کہا "اسی لئے تو میں کہہ رہا ہوں جس نے طیارہ تباہ کیا تھا اس سے سوال کرنا۔"

مریم برنسٹین لاجواب سی ہو گئی لیکن اس نے فوراً ہی سنبھالا لے لیا "لیکن تمہیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ طیارے کو تباہ کر دینے کا فعل قابل مذمت ہے۔"

"اس سے پہلے یہ تسلیم کرنا ہو گا کہ دوسرے کی سرزمین پر تسلط جما لینا بھی قابل مذمت فعل ہے" میں نے سرد مہری سے کہا "ہم یہی مسئلہ حل کرنے کے لئے تو گھر سے نکلے تھے لیکن تم لوگوں نے ہمارا مشن تباہ کر دیا۔"

"اس مسئلے میں حل کرنے کے لئے کچھ نہیں رکھا۔ یہ تو دو اور دو چار والا معاملہ ہے۔ تم لوگ اسے الجھانے کے لئے دنیا کی توجہ بٹانے کی کوشش کرتے رہتے ہو۔"

"امن کانفرنس کی افادیت تو پوری دنیا نے تسلیم کر لی ہے۔ تبھی تو وہ ہمارے ساتھ بیٹھنے کے لئے تیار ہو گئے تھے..."

"عرب ممالک تمہارے فریب میں آ گئے اور ہم اس فریب میں آنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہی بات تم لوگوں کو کھل رہی ہے۔"

"جو بات میز پر بیٹھ کر طے کر لی جائے وہ بہرحال بہتر ہی ہوتی ہے۔"

"یہ ہمارا کارنامہ ہے کہ ہم تمہیں میدان سے میز تک کھینچ کر لے گئے۔ یہ بات پہلے بھی تو ہو سکتی تھی لیکن ایسا لگتا ہے کہ بعض اوقات طاقت کا مظاہرہ کئے بغیر بات نہیں بنتی۔"

"ٹھیک ہے... غلطیاں یقیناً ہوئی ہیں۔ امن کانفرنس میں تمام عرب ممالک شریک ہو رہے تھے۔ ہر ایک اپنا موقف بیان کر سکتا تھا اور ہم کسی ایک بات پر متفق ہو جاتے۔"

"یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اسرائیل غاصب ہے اور غاصب کے ساتھ کوئی گفت و شنید نہیں ہو سکتی۔"

"تنظیم میں تم کسی بڑی پوزیشن کے مالک نہیں معلوم ہوتے لیکن معلوم ہوتا ہے تم لوگوں نے طے کر لیا ہے کہ کوئی بات مانی ہی نہیں ہے۔"

"یہ حقیقت ہے کہ میں تنظیم کا ایک ادنیٰ کارکن ہوں اور یہ بھی کہ تنظیم کے ہر فرد نے طے کر لیا ہے کہ فلسطین کو اسرائیل کے تسلط سے آزاد کرانے سے کم کوئی بات نہیں مانیں گے۔"

"تو کیا اس کا اطلاق اس مقام پر بھی ہوتا ہے" مریم برنسٹین نے خاصے مایوسانہ لہجے میں کہا "یہ تو اسرائیل نہیں ہے ہم کیوں بلاوجہ خوں ریزی کر رہے ہیں؟"

"ممکن ہے اپنی ذات کی حد تک تم معقولیت کا مظاہرہ کر دو مگر تم اپنے ہم وطنوں کو کسی طرح قائل نہیں کر سکو گی۔"

"یہی تو مشکل ہے" مریم نے طویل سانس لی "میں اپنے ساتھیوں کے ذہنوں میں اپنی بات نہیں اتار سکتی اور اگر تم چاہو تو تم بھی اپنے ساتھیوں سے اپنی بات نہیں منوا سکو گے۔"

"میرے ساتھ اگر کبھی ایسی صورت ہوئی تو ان سے علیحدگی اختیار کر لوں گا" میں نے اسے یہ نہیں بتایا کہ ماضی میں ایسا ہو بھی چکا ہے۔

"ممکن ہے تم ایسا کرنے پر قادر ہو مگر میں یہ نہیں کر سکتی ورنہ کب کی ان سے علیحدہ ہو چکی ہوتی۔"

"تم جو کچھ بھی ہو اسرائیل کی وجہ سے ہو۔ اسرائیل نہیں رہے گا تو تمہاری پوزیشن خاک میں مل جائے گی۔ یہ تمہاری کمزوری بھی ہے اور مجبوری بھی۔"

"شاید تمہاری بات درست ہو۔ ممکن ہے میں ہی غلطی پر ہوں، یہودی بھی غلطی پر ہو سکتے ہیں لیکن کیا فلسطینی کبھی غلطی نہیں کرتے؟"

"میرا مطمع نظر یہ ہے کہ بڑی غلطی کے جواب میں چھوٹی غلطی نظر انداز کر دینی چاہئے۔"

"کیا میں اس سے یہ نتیجہ اخذ کروں کہ تم احمد رش کو طیارہ تباہ کرنے میں حق بجانب سمجھتے ہو؟"

"بنیادی طور پر میں رواداری کا مظاہرہ کرنے کا قائل ہوں لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ جو لوگ طاقت کی زبان سمجھتے ہوں ان کے ساتھ رواداری کا مظاہرہ کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ میں احمد رش کو طیارہ تباہ کرنے میں حق بجانب تو نہیں سمجھتا تاہم یہ ضرور ہے کہ اس نے کچھ ایسا زیادہ غلط بھی نہیں کیا۔"

"اور اب یہاں ایک خوں ریز جنگ لڑی جا رہی ہے۔ دونوں طرف کے لوگ مارے جائیں گے۔ اس سے تم لوگوں کو کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"جس طرح فلسطینی اپنے بقا کی جنگ لڑ رہے ہیں، تم بھی تو لڑو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ بقا کی جنگ کیا ہوتی ہے اور کیوں لڑی جاتی ہے" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"تمہاری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم لوگ امن کانفرنس کو سبوتاژ کرنا چاہتے تھے۔ تم اس میں کامیاب بھی ہو گئے۔ اب تم کیا چاہتے ہو؟"

"یہودی غاصب ہیں، اسرائیل کی صورت میں انہوں نے فلسطینیوں کے حق پر ڈاکا ڈالا ہے۔ ان کی سرزمین پر زبردستی قبضہ کر لیا ہے۔ انہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ کسی موقع پہ فریاد کریں۔ فریاد کرنے کا حق تو صرف مظلوم کو ہوتا ہے۔ ظالم گڑگڑاتا ہوا اچھا نہیں لگتا۔ تم لوگوں پر جو بھی افتاد پڑی ہے یہ تمہارے اپنے کرتوتوں کا نتیجہ ہے۔ اس کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں ہے۔ یا پھر جا کر اپنے جیلب ہسنزے سے کہو کہ وہ ہتھیار ڈال دے۔ ہم تو جنگ کرنا ہی نہیں چاہتے۔ جنگ کرنا نہ پہلے ہمارا مقصد تھا اور نہ اب ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ ماضی میں عربوں کی تاریخ خواہ کچھ ہی کیوں نہ رہی ہو مگر آج کے دور میں وہ ایک امن پسند قوم ہیں اور وہ جن کا ماضی بہت اچھا تھا، جن کی تاریخ خونی نہیں تھی، اب وہی لوگ ترقی یافتہ ہیں اور ان کی ترقی کیا ہے... وہ جدید ترین اسلحوں کے موجد ہیں۔ انہوں نے ایٹمی اسلحہ متعارف کرایا۔ نہ صرف متعارف کرایا بلکہ اسے پہلی بار استعمال کرنے کا سہرا بھی انہی کے سر ہے۔ ہیروشیما اور ناگاساکی کے لاکھوں بے گناہ اور معصوم شہریوں کو ایٹم بم مار کر چشم زدن میں ہلاک کر دینے والے امن کے سب سے بڑے علم بردار ہیں بلکہ ٹھیکیدار ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ کو خونی قرار دینے والے یہی لوگ ہیں اور اسرائیل کی پشت پناہی کرنے والے بھی یہی ہیں۔"

"میں عالمی سیاست پر بحث نہیں کر رہی ہوں" مریم برنسٹین برا مانے بغیر بولی "عالمی سیاست سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ میں اس کی ذمے دار ہوں..."

"اگر تفتیش کرنے نکلو تو ایک بھی ذمے دار نہیں مل سکے گا اس قسم کی ذمے داریاں کون قبول کرتا ہے لیکن درحقیقت ہر شخص ذمے دار ہوتا ہے۔ یہ تو قوموں کا معاملہ ہے۔ ایک فرد تن تنہا کسی پوری قوم کی تاریخ مسخ نہیں کر سکتا۔ یہ کام تو قومیں کیا کرتی ہیں۔ مسلمانوں کی تاریخ کو مسخ کرنے اور اسے خونی قرار دینے میں تمام غیر مسلم اقوام برابر سے شریک ہیں۔ اس مہم میں ان لوگوں نے زیادہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا جنہوں نے علم و ثقافت، تہذیب و تمدن اور موجودہ ترقی کی چنگاریاں مسلمانوں سے ہی حاصل کی تھیں۔ ان بجھتی ہوئی چنگاریوں سے اپنے الاؤ روشن کر کے آج وہ مسلمانوں کے ہی درپے ہو گئے ہیں۔ عربوں کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کرنے کے ذمے دار بھی یہی ہیں اور پوری دنیا میں مسلمان مملکتوں کی کمزوری اور ان کے آپس کے اختلافات بھی انہی کی سازشوں کا شاخسانہ ہیں۔ موجودہ صدی میں لڑی جانے والی دونوں عالمی جنگوں میں ایک بھی مسلمان مملکت شامل نہیں تھی۔ اس کے باوجود بھی تاریخ اگر خونی ہے تو صرف مسلمانوں کی..."

"غالباً ایران اور عراق میں سے ایک بھی ملک غیر مسلم نہیں ہے" مریم نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"یہ تم لوگوں کی سازشوں کی ایک اور بدترین مثال ہے۔ اس وقت ایران اور عراق کے درمیان جو جنگ ہو رہی ہے اس کے ذمے دار بھی تمہی لوگ ہو۔ تم نے ہی ان ممالک کو اسلحہ فروخت کیا ہے۔ مالی منفعت بھی تمہاری اور سیاسی منفعت بھی تمہاری۔"

"تم زیادہ سے زیادہ امریکا کو موردِ الزام ٹھہرا سکتے ہو... اسرائیل تو کسی کو اسلحہ فروخت نہیں کرتا۔"

"دنیا جانتی ہے کہ امریکا پر بظاہر تو عیسائیوں کی حکومت ہے لیکن درحقیقت امریکا کی پالیسیاں یہودی بناتے ہیں۔ امریکا کی معیشت پورے طور پر یہودیوں کے قبضے میں ہے اور اسرائیل کیا ہے؟ بجائے خود تو یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اگر اسے امریکا کی پشت پناہی حاصل نہ ہوتی تو یہ ریاست کبھی معرض وجود میں نہ آتی اگر کسی طرح آ بھی جاتی تو قائم نہیں رہ سکتی تھی۔"

"یہ ڈرائنگ روم میں بیٹھ کے کرنے والی باتیں ہیں اور اس وقت ہم دریائے فرات کے کنارے ایک نہایت خراب صورت حال سے دوچار ہیں۔"

"دریا کوئی سا بھی ہو پیغام حیات ہی دیتا ہے" میں نے بڑی معصومیت سے کہا "یہ اور بات ہے کہ دجلہ و فرات تمہیں کوئی اور ہی کہانی سناتے ہوں۔"

"کیا مطلب!" مریم نے چونک کر کہا۔ اس کے لہجے سے سنسنی ٹپک رہی تھی۔ دجلہ و فرات کے حوالے نے اس کے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا۔

"یہودیوں کے لئے دریائے فرات ذلت کی علامت ہے۔ ہزاروں سال قبل جب پہلی بار تمہارے کرتوتوں کے باعث بیت المقدس تم سے چھینا گیا تو تم لوگ قیدی بن کر یہیں لائے گئے تھے اور آج..."

"تمہیں یہ ساری باتیں کہاں سے معلوم ہوئیں؟" مریم نے ہذیانی انداز میں مجھے جھنجوڑ ڈالا۔

"تمہاری مذہبی کتب میں اس کا تذکرہ ملتا ہے" میں نے اس کے ہاتھوں پر تھپکی دے کر اسے پرسکون کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "آرام سے بیٹھ جاؤ مریم... ہیجان میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

مریم میرے برابر میں یوں بیٹھ گئی جیسے اس کے پیروں میں جان ہی نہ رہ گئی ہو۔

"تم نے ہماری مذہبی کتابیں بھی پڑھی ہیں" مریم نے خالی خالی سے لہجے میں کہا "حالانکہ تم مسلمان ہو؟"

"اللہ کا شکر ہے کہ میں مسلمان ہوں... اگر میں نے تمہاری مذہبی کتابیں پڑھی ہیں تو کیا میں نے کوئی جرم کیا ہے؟"

"نہیں... لیکن تم نے فرات کو جو حوالہ دیا اس پر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ ہم تو سمجھ رہے تھے یہ محض اتفاق ہے کہ..."

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ اتفاق نہیں مریم! ہم نے بہت طویل منصوبہ بندی کی تھی۔ جزئیات پر ہماری بہت گہری نظر تھی۔ اس مقام کا انتخاب خاص طور پر اسی لئے کیا گیا تھا کہ تمہیں اپنا ماضی نظر آجائے۔"

"کیا یہ ساری منصوبہ بندی تم نے کی تھی؟" مریم نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ساری تو نہیں' البتہ بیشتر منصوبہ بندی میری ہی ہے۔ ویسے یہ منصوبہ بنانے اور اس پر عمل کرنے میں بہت سے لوگ شریک رہے ہیں۔"

"تمہیں معلوم ہے جب میں نے تم لوگوں سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا تھا تو میرے ذہن میں کیا کیا خدشات کلبلائے تھے؟"

"معلوم تو نہیں مگر میں اندازہ ضرور کر سکتا ہوں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں نے سوچا تھا' میری کوئی بات نہیں سنی جائے گی۔ تم لوگ ہر طرح سے میری بے عزتی کرو گے۔ میری بے آبروئی کی جائے گی اور اس کے بعد مجھے زندگی سے محروم کردیا جائے گا۔"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا "مجھے بہت افسوس ہے کہ تمہاری توقعات پوری نہیں ہوسکیں اگر تم کہو تو ہم اب تمہاری توقعات پر پورا اترنے کی کوشش کریں۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں مجھے اس بات پر شرمندگی محسوس ہورہی ہے کہ میں نے تم لوگوں کی طرف سے بدگمانی کی۔"

"قصور تمہارا نہیں ہے مریم! تم لوگوں کی پروپیگنڈا مشینری بہت شاندار ہے۔ ذرائع ابلاغ نے جو کچھ تمہیں باور کرایا ہے تم وہی تو سمجھو گی۔"

"ذرائع ابلاغ سے قطع نظر میرا اپنا ذاتی خیال بھی یہی تھا کہ تنظیم آزادی فلسطین دہشت گردوں کا ٹولہ ہے۔"

"اگر تمہارا ذاتی خیال یہ تھا تو تم نے اسے تبدیل کیوں کردیا؟"

"تم سے ملنے کے بعد میں اپنا خیال تبدیل کرنے پر مجبور ہوگئی۔ جس تنظیم میں تم جیسے لوگ موجود ہوں وہ محض دہشت گردوں کا ٹولہ نہیں ہوسکتی۔"

"میرے بارے میں کسی غلط فہمی کا شکار ہونے کی ضرورت نہیں" میں نے سنجیدگی سے کہا "میں بھی بہت بڑا دہشت گرد ہوں۔"

"دہشت گرد جنونی ہوتے ہیں اور جنونی لوگ باتیں کم کرتے ہیں کام زیادہ کرتے ہیں۔"

"میں نے تو سنا ہے زیادہ بولنا بھی جنون کی ہی ایک شکل ہے۔"

"ہاں' حکمران کی گفتگو سے بھی جنون ٹپکتا ہے اور دہشت گرد تو دہشت گردی کرے گا اسے نظریاتی اختلافات سے کیا سروکار؟"

"اگر یہی بات تم اپنے ہم وطنوں اور ہم قوموں کے ذہنوں میں اتار سکو تو یہ ایک نیک کام ہوگا۔"

"مجھے ان کی پالیسیوں سے اختلاف ہے' بہت سے نظریات سے اختلاف ہے مگر جہاں جمہوری طرز حکومت ہو وہاں ایک آدمی کچھ نہیں کرسکتا۔"

"میں جو اتنی دیر سے تم سے اتنے سکون سے باتیں کئے جارہا ہوں اس کی وجہ تمہارے یہی نظریات ہیں ورنہ ممکن ہے تمہارا وہی حشر ہوتا جس کے خدشات تمہارے ذہن میں تھے۔"

"تم نے ایک بار پہلے بھی انہی معلومات کا حوالہ دیا تھا" مریم نے کہا "آخر تمہاری معلومات کا ذریعہ کیا ہے؟"

"ہم سیکرٹ ایجنٹوں کی طرز پر کام کرتے ہیں اور تم بہت اچھی طرح جانتی ہوگی کہ سیکرٹ ایجنٹ اپنے مشن پر کسی سے بات نہیں کرتے۔"

"بہرحال تمہاری معلومات حیران کن حد تک وسیع ہیں۔ تم نے بڑی باریک بینی سے ایک منصوبہ بنایا۔ نہایت جاں فشانی سے اس پر عمل بھی کیا لیکن تم نے یہ بات کیسے نظرانداز کردی کہ آخری مراحل کے لئے تم نے جس ملک کا انتخاب کیا وہ حالت جنگ میں ہے اگر ہمارے جہاز کسی ریڈار پر نظر آجاتے تو انہیں فوراً مار گرایا جاتا۔ یہ پہلو نظرانداز کرکے تم نے تمام لوگوں کی زندگیاں داؤ پر لگادی تھیں۔"

"جتنی نیچی پرواز ہم نے کی ہے وہ کسی ریڈار کی زد میں آہی نہیں سکتی۔"

"اس کے باوجود کسی ایسے ملک میں چوری چھپے داخل ہونا جہاں جنگ ہورہی ہو' خطرناک ہوتا ہے۔"

"عراق بڑا ملک ہے" میں نے کہا "اور جنگ اس کے دوسرے سرے پر ہورہی ہے۔"

"دنیا میں اور بھی تو بہت سے ممالک ہیں۔ عراق کو ہی منتخب کرنا کیا ضروری تھا؟"

"اس کا جواب میں پہلے بھی دے چکا ہوں۔ یہ مقام یہودیوں کے زوال کی علامت ہے۔"

"ہاں" مریم افسردگی سے بولی "ہم اس معاملے میں بہت حساس ہیں۔ تم نے یہ حرکت کرکے ہماری دکھتی رگوں پر ہاتھ رکھ دیا ہے۔"

"تم شاید بغداد کے پس منظر سے واقف نہیں ہو۔ جس طرح دریائے فرات تمہارے زوال کی علامت ہے اسی طرح عراق کا دارالحکومت بغداد مسلمانوں کے عروج کی علامت ہے۔ صدیوں تک یہ شہر مسلمان حکومت کا دارالخلافہ رہا ہے۔ اس وقت مسلمانوں کے علاوہ کوئی قابل ذکر طاقت نہیں تھی۔ اس کے بعد گوکہ تاتاری حملہ آوروں نے اسے تہس نہس کردیا لیکن تم دیکھ رہی ہو کہ آج پھر بغداد پہلے کی طرح آباد ہے۔ مسلمانوں کے لئے یہ شہر حکمرانی کی علامت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ دوبارہ

جب بھی مسلمان ابھریں گے تو اس میں عراق کا بڑا حصہ ہوگا۔"

مریم برنسٹین نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا "میں سمجھتی تھی صرف یہودی ہی توہم پرست قوم ہے۔ آج معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں۔"

"یہ توہم پرستی کا معاملہ نہیں ہے مریم!" میں نے اس کا نرم ونازک ہاتھ تھامتے ہوئے کہا "اس میں شبہ نہیں کہ مسلمانوں میں بھی ضعیف الاعتقاد لوگوں کی کمی نہیں ہے تاہم یہ ضعیف الاعتقادی کا معاملہ نہیں ہے۔ اسے تم میری چھٹی حس کہہ لو یا تجزیہ۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ مسلمانوں کے عروج ثانی میں عراق کا کردار کلیدی ہوگا۔"

"صرف چھٹی حس کہو۔ اس لئے کہ یہ بات کسی تجزیے کی روشنی میں نہیں کہی جاسکتی۔ ایران سے طویل جنگ کے نتیجے میں عراق کی قوت تقریباً ختم ہوچکی ہے اور جنگ معلوم نہیں کب تک جاری رہے گی۔"

"شاہ کے دور میں ایران مسلم ممالک کی سب سے بڑی طاقت کے طور پر ابھرا تھا لیکن ایران عراق جنگ نے ثابت کردیا ہے کہ عراق بھی کم بڑی طاقت نہیں ہے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ عراق اتنا طویل عرصہ جنگ لڑنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عراق کی قوت دنیا کے علم میں نہیں تھی۔ اس بے مقصد جنگ کو ایک نہ ایک دن تو ختم ہونا ہی ہے۔ میں ایمان کے بارے میں تو نہیں کہہ سکتا لیکن عراق سے امید کی جاسکتی ہے کہ جنگ کے خاتمے کے بعد وہ بہت کم عرصے میں پہلے سے زیادہ طاقتور ہوجائے گا اور یہی میرے تجزیے کی بنیاد ہے۔"

"جنگ کسی بھی مسئلے کا حل نہیں ہوتی" مریم برنسٹین نے نرمی سے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھڑاتے ہوئے کہا "جنگوں کے نتیجے میں تباہی تو پھیل سکتی ہے خوش حالی نہیں آسکتی... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم جنگ کی بات کیوں کرتے ہو جب کہ تم بظاہر ایک نرم خو آدمی نظر آتے ہو۔"

"جب کسی بیماری کے علاج کے لئے آپریشن ضروری ہوجائے تو آپریشن سے جھجکنا نہیں چاہئے۔ بہت سی زندگیاں بچانے کے لئے اگر چند زندگیاں قربان کرنا لازمی ہوجائے تو چند زندگیاں قربان کرنے سے دریغ نہیں کرنا چاہئے۔ جنگ سے مجھے بھی اتنی ہی نفرت ہے جتنی تمہیں ہے مگر میں جانتا ہوں کہ بہت سے مسائل حل کرنے کے لئے جنگ ناگزیر ہے لہٰذا اس میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ جنگ ضرور ہونی چاہئے۔"

"ہمیں یہ خوف تھا کہ اگر تم لوگوں نے ہمارے خلاف مارٹر گنیں استعمال کرنا شروع کردیں تو ہماری تباہی میں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگیں گے لیکن یہاں آکر مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے خدشات بالکل بے جا تھے۔ تمہارے پاس تو شاید اسلحہ بھی ناکافی ہے۔"

"تمہارا تعلق ہمارے حریف گروپ سے ہے جن سے ہم برسرپیکار ہیں۔ لہٰذا تم سے ایسی کوئی گفتگو نہیں کی جاسکتی جو کسی طرح سے بھی ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہو۔"

"یہ اندازہ تو میں کرہی چکی ہوں" مریم مسکرائی "اور ابھی میں واپس بھی جاؤں گی..."

"یہ غلط فہمی تمہیں کیوں کر ہوئی کہ تمہیں یہاں سے واپس جانے دیا جائے گا؟"

"تمہارا رویہ دیکھ کر تو یہ یقین ہوجاتا ہے کہ تم مجھے واپس جانے سے روکو گے نہیں۔"

"تمہارا خیال درست ہے" میں نے کہا "درحقیقت میں تمہیں نہیں روکوں گا۔"

"میں یہ بھی دیکھ چکی ہوں کہ اس طرف تمہارا دفاع نہ ہونے کے برابر ہے اور سارا زور دریا والی سمت ہے" مریم نے شوخی سے کہا۔

"جنگی حکمت عملی کی رو سے تو کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑا جاسکتا جس کے علم میں اتنی اہم باتیں آچکی ہوں۔"

"اس کے باوجود تم مجھے قیدی نہیں بناؤ گے!" مریم کے لہجے میں حیرت تھی "مجھے واپس جانے دو گے؟"

"تمہیں قیدی بنالینے سے بے شک ہمیں فائدہ ہوگا لیکن اس کے باوجود میں تمہیں قیدی نہیں بناؤں گا۔"

"کیوں' آخر کیوں؟" اس نے میرے دونوں بازو پکڑ کر کہا "تم ایسا کیوں کرو گے؟"

"اس لئے کہ مجھے خطرات سے کھیلنے میں لطف آتا ہے" میں نے بڑے سکون سے کہا "اور تمہاری واپسی سے خطرات بڑھ جانے کے امکانات موجود ہیں۔"

"یا تو تم بہت بڑے احمق ہو یا پھر انتہائی جنونی ہو" مریم بے بسی سے بولی "سمجھ میں نہیں آتا تمہیں کس خانے میں فٹ کیا جائے۔"

"تم جس وقت بھی واپس جانا چاہو جاسکتی ہو" میں نے خشک لہجے میں کہا "میرے بارے میں زیادہ سوچنے کی زحمت نہ کرو تو بہتر ہے" میری نگاہ پہاڑی ڈھلان پر بھٹک رہی تھی جہاں اب تک کسی قسم کی نقل و حرکت کے آثار نظر نہیں آئے تھے۔ دریا والی سمت میں بھی سناٹا تھا۔ جس کا مطلب یہی تھا کہ اسرائیلی ابھی تک حرکت میں نہیں آئے ہیں۔

"تم یا تو ذہانت سے محروم ہو یا پھر تم چاہتے ہو کہ بے گناہوں کا خون یونہی بہتا رہے۔"

"اور تمہارے ساتھی امن کے خواہاں ہیں" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا "تبھی وہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نہیں ہیں۔"

"انہیں جنگ کرنے سے روکا جاسکتا ہے" مریم زور دے کر بولی "لیکن یہ کام میں خود نہیں کرسکتی۔ البتہ میری رضاکارانہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خدمات حاضر ہیں۔"

میں نے چونک کر مریم کی طرف دیکھا۔ میں اس کا مطلب سمجھ گیا تھا "تم شاید یہ کہنا چاہتی ہو کہ ہم تمہیں یرغمالی بنالیں؟" میں نے کہا۔

"یہ بات تو ابتدا ہی میں تمہیں سمجھ لینی چاہئے تھی اور پھر تمہیں میری رضامندی کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ میں تمہارے قبضے میں ہوں' جو چاہو سلوک کرو۔"

"مجھے افسوس ہے مریم!" میں نے نفی میں سرہلاتے ہوئے کہا "یہ کام مجھ سے نہیں ہوسکے گا۔"

"میں ٹھیک ہی کہہ رہی تھی نا؟ تم لوگ آگ اور خون کے اس کھیل کو جاری رکھنے کے خواہاں ہو۔"

"تمہاری حیثیت میری نظر میں ایک قاصد کی سی ہے اور تمہیں یرغمالی بنانے سے آداب سفارت مجروح ہوجائیں گے جو ہزارہا سال سے مسلمہ ہیں اور ہر ایک ان کی پابندی کرتا ہے۔"

"میں قاصد نہیں ہوں۔ مجھے یہاں بھیجا نہیں گیا تھا میں تو اپنی مرضی سے آئی ہوں اور اپنی مرضی سے ہی یرغمال بننے کو تیار ہوں۔"

"تم کچھ بھی کہو مریم! لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمہاری اس تجویز پر عمل کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہے۔"

مریم چند لمحوں تک خاموشی سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔ "اور اگر میں واپس نہ جانا چاہوں تو؟"

"تم کیوں واپس نہیں جانا چاہو گی؟" میں نے حیرت سے کہا "تمہارا کسی سے کوئی ایسا اختلاف تو نہیں ہے۔"

"کوئی کسی کو دیکھ کر نہیں لگتی" مریم نے تلخی سے کہا "میں سمجھتی ہوں کہ میرے تمام ساتھی اس جنگ کی نذر ہوجائیں گے۔"

"اگر تم نے یہ موقف اختیار کیا تو اسے ہتھیار ڈالنے کے مترادف سمجھا جائے گا۔"

مریم خاموش ہوگئی۔ وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ کافی دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا "اس سے بہتر تو یہی ہوگا کہ میں واپس چلی جاؤں۔"

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تمہارا واپس چلے جانا ہی مناسب ہے۔"

"ہر بات میری توقع کے برعکس ہوئی ہے۔ بہرحال میں ناکام واپس جارہی ہوں... خدا حافظ" اس نے کہا اور پلٹ کر تیزی سے ڈھلان سے نیچے اترنے لگی لیکن ابھی وہ چند گز سے زیادہ دور نہیں گئی ہوگی کہ دریا والی سمت سے گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ دونوں گروپ آپس میں ٹکرا گئے تھے۔ میرے اندازے کے مطابق اسرائیلیوں نے اس طرف سے فرار ہونے کی کوشش کی تھی۔

مریم رک گئی۔ کچھ دیر وہ تذبذب کے عالم میں رکی رہی اور بالآخر کسی فیصلے پر پہنچ کر دوبارہ میری طرف مڑی۔

"اب بتاؤ' میں کہاں جاؤں؟" اس نے میرے نزدیک پہنچ کر سوال کیا۔

"سوال بہت پیچیدہ ہے" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تمہارے لئے واقعی یہ مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔"

"اگر تم اجازت دو تو کوئی نتیجہ برآمد ہونے تک میں یہیں رک جاؤں؟"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے تاہم غلطی سراسر تمہاری ہے اول تو تمہیں اپنے ساتھیوں سے جدا نہیں ہونا چاہئے تھا پھر اگر تم یہاں آہی گئی تھیں تو تمہیں چاہئے تھا کہ جلدی واپس چلی جاتیں... لیکن خیر.... ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ اس جھڑپ کے اختتام تک تم میرے ساتھ ٹھہر سکتی ہو۔"

مریم برنسٹین خاموشی سے ایک طرف بیٹھ گئی اور میں نے فائرنگ کی آوازوں پر کان لگادیئے۔ یہ اندازہ کرنا ناممکن نہیں تھا کہ اس جنگ میں کس گروپ کو برتری حاصل ہورہی ہے۔

کچھ دیر یونہی گزر گئی پھر مجھے احمد رش نظر آیا جو دوڑتا ہوا میری طرف آرہا تھا۔

"تمہارا اندازہ درست نکلا" اس نے اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "انہوں نے اسی طرف سے نکلنے کی کوشش کی تھی" وہ خاموش ہوکر مریم کو دیکھنے لگا جو خاموش بیٹھی تھی۔

"کوئی بات نہیں رش! اس بار تو ہمارے ساتھیوں کے پاس اسلحے کی کمی بھی نہیں ہے۔ وہ ان سے بخوبی نمٹ لیں گے۔"

"لیکن ہم لوگ کیا کریں گے؟" اس نے مضطربانہ انداز میں کہا "کیا ہم ان پر عقب سے حملہ کردیں؟"

"ہماری پوزیشن اتنی مستحکم نہیں ہے کہ ہم ان پر عقب سے حملہ آور ہوسکیں" میں نے اس کی تجویز مسترد کردی۔

احمد رش نے ایک بار پھر مریم کی طرف دیکھا "اور اس کے لئے تم نے کیا فیصلہ کیا؟" اس نے مریم کی طرف اشارہ کرکے پوچھا۔

"ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ میں انتظار کررہا ہوں" میں نے کہا۔ اس وقت خود مجھے معلوم نہیں تھا کہ کتنا انتظار کرنا پڑے تاہم ہمیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ اچانک ہم نے مشین گن چلنے کی آوازیں سنیں۔ یہ آوازیں پہاڑی کے پیچھے کی جانب سے آئی تھیں۔ میرے ساتھ احمد رش بھی چونک پڑا۔

"یہ کس قسم کی آوازیں ہیں" اس نے حیرت سے کہا "ہمارے ساتھیوں کے ہتھیاروں کی تو نہیں ہوسکتیں۔"

"ہمارے مخالفین کے پاس بھی مشین گنیں نہیں ہیں" میں نے تشویش سے کہا "اور پھر یہ آوازیں ہمارے عقب سے آرہی ہیں۔"

مریم برنسٹین کو حالات کی اس کروٹ کا ادراک ہوگیا تھا اور وہ کھڑی ہوگئی تھی۔ پہاڑی سے نیچے لپکتے ہوئے شعلوں کی زبانیں نظر آرہی تھیں۔

اس نئی افتاد پر ہمارے ساتھی بھی بوکھلا گئے تھے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ انہوں نے فائرنگ کرنا بند کردی ہے۔ پھر مشین گنوں سے کی جانے والی فائرنگ بھی رک گئی اور پھر ہم نے ایک اعلان سنا جو میگافون سے کیا جارہا تھا۔

"تم لوگ جو کوئی بھی ہو' تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ ہتھیار پھینک کر فوراً خود کو ہمارے حوالے کردو۔ پوری پہاڑیاں گھیرے میں لی جاچکی ہیں۔ میں عراقی فوج کا میجر عبدالسلام تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اپنی بہتری کی خاطر فوراً ہتھیار ڈال دو فرار کے سارے راستے مسدود کئے جاچکے ہیں اور تمہیں ہتھیار ڈالنے کے لئے صرف آدھے گھنٹے کی مہلت دی جارہی ہے۔"

یہ اعلان پہلے عربی اور پھر انگریزی میں متعدد بار دہرایا گیا۔ مریم نے صورت حال سمجھ لی تھی بلکہ میگافون پر کیا جانے والا اعلان شاید اسرائیلیوں نے بھی سن لیا تھا۔ شاید یہی وجہ تھی کہ انہوں نے بھی فائرنگ روک دی تھی اور اب ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا۔

"میرا خیال ہے یہ موقع بہترین ہے۔ مجھے واپس چلے جانا چاہئے" مریم نے کہا۔

"ایک لمحے کی بھی تاخیر مت کرو اور اپنے ساتھیوں کو سمجھاؤ کہ اگر انہوں نے اب بھی ہتھیار نہ پھینکے تو عراقی فوج انہیں بخشے گی نہیں۔"

"اور تم لوگ کیا کرو گے؟" اس نے جانے سے قبل آخری سوال کیا۔

"عراقی فوج سے ہمارا کوئی جھگڑا نہیں ہے" میں نے کہا "ہم ہتھیار ڈال دیں گے۔"

"تم عقل مندی کا مظاہرہ کرو گے" مریم نے کہا اور تیزی سے واپسی کے لئے مڑ گئی۔

"تو کیا ہم واقعی ہتھیار ڈال دیں گے؟" احمد رش نے متوحش انداز میں مجھ سے کہا۔

"ہتھیار نہیں ڈالیں گے تو کیا فوج سے مقابلہ کریں گے؟" میں نے کہا "ہمارے پاس کوئی متبادل نہیں ہے۔"

"ہم فرار ہونے کی کوشش تو کرسکتے ہیں" احمد رش بولا۔ "شاید ہم کامیاب ہوجائیں۔"

"یہ سراسر حماقت ہوگی اور اگر ہم فرار ہوتے ہوئے مارے گئے تو یہ ہماری بدترین بدقسمتی ہوگی۔"

"لیکن ہمارے ساتھیوں کو کس طرح علم ہوگا کہ تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" رش نے سوال کیا۔

"ہم وہیں چل رہے ہیں۔ ظاہر ہے جب تک ہم انہیں بتائیں گے نہیں' انہیں کیسے پتا چلے گا۔"

صید ہمیں راستے ہی میں مل گیا "یہ کیا ہوگیا جناب!" اس نے بڑی بدحواسی سے کہا "اب کیا ہوگا؟"

"فکر مت کرو" میں نے اس کا شانہ تھپتھپا کر کہا "عراقی مسلمان ہیں۔ مجھے توقع ہے کہ ان سے ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

"کسی بھی حکومت کی سرحدوں میں بلا اجازت داخل ہونا جرم ہے" احمد رش نے کہا "ہمیں اس کی سزا ضرور ملے گی۔"

"ہم ایک ملک کی تربیت یافتہ فوج کا مقابلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں" میں نے کہا "اگر ہوتے تب بھی مسلمانوں سے نہ لڑتے۔"

مہلت کا وقت ختم ہونے سے قبل ہی ہم نے عراقی فوج کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ عراقی فوج کی کارکردگی حیران کن تھی۔ انہوں نے نہ صرف بڑی خاموشی سے پہاڑیوں کو گھیرے میں لیا تھا بلکہ مورچے بھی بنالئے تھے۔ ہمیں احساس تک نہیں ہوسکا تھا کہ ہم کو گھیرے میں لے لیا گیا ہے۔

عراقی جوانوں نے ہماری تلاشی لی تھی اور اس کے بعد میجر عبدالسلام نے ہم سے سوال کیا تھا "تم لوگ کون ہو اور عراقی سرحد میں کیوں داخل ہوئے ہو؟"

"یہ تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ ہم فلسطینی ہیں" میں نے آگے بڑھ کر کہا اور اسے جلدی جلدی ساری صورت حال سے آگاہ کردیا۔

"ہوں" اس نے سوچ میں ڈوبے ہوئے انداز میں کہا "تم لوگوں کے بارے میں بعد میں فیصلہ کیا جائے گا۔ ابھی تم قید میں رہو گے۔"

ہمیں فوجی ٹرکوں میں سوار کرکے نامعلوم منزل کی جانب روانہ کردیا گیا تھا۔ میجر عبدالسلام نے فوجیوں کو پہاڑیوں کے گرد محاصرہ تنگ کرنے کا حکم دیا تھا۔

ہم نے فوجی ٹرکوں پر کئی گھنٹے سفر کیا۔ اس دوران میں میں زیادہ تر اونگھتا رہا تھا پھر ایک جھٹکے کے باعث میری آنکھ کھلی تو میں نے محسوس کیا کہ رات کی تاریکی چھٹنے لگی ہے۔ دھندلکے میں اردگرد نظر آنے والے مناظر سے معلوم ہوتا تھا کہ ہماری منزل کوئی فوجی کیمپ ہے۔

ہمیں ٹرکوں سے اتارا گیا اور فوجی بیرکوں میں پہنچا دیا گیا۔ جس کوٹھری میں مجھے قید کیا گیا تھا وہ نسبتاً چھوٹی تھی اور اس میں دو آدمیوں سے زیادہ کی گنجائش نہیں تھی۔ یہ شاید اتفاق ہی تھا کہ احمد رش کو بھی میری ہی کوٹھری میں رکھا گیا تھا یا شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ احمد رش کے بارے میں میں انہیں بتا چکا تھا کہ وہ میرا نائب ہے تاہم میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ اس بات کا بھی امکان تھا کہ اس کوٹھری میں ہماری گفتگو کہیں اور سنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جانے کا بھی کوئی بندوبست کیا گیا ہو اور اسی مقصد کے تحت احمد رش کو اور مجھے یک جا کیا گیا ہو تاکہ ہماری گفتگو سے ہمارے بارے میں صحیح معلومات حاصل کی جا سکیں۔ اس بات سے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا تھا اس لئے کہ نہ تو ہم نے ان سے کوئی غلط بیانی کی تھی اور نہ ہی آئندہ اس کا کوئی امکان تھا۔

میں نے اس بات کی مخالفت کی تھی کہ خود کو ان کے حوالے کیا جائے" احمد رش بڑبڑایا "مگر تم نے میری بات نہیں مانی۔ اب دیکھ لو ہم کس مشکل میں پھنس گئے ہیں۔"

"مشکل میں تو ہم پہلے پھنسے ہوئے تھے" میں نے کوٹھری کے نیم پختہ فرش پر بچھے ہوئے کمبل پر بیٹھتے ہوئے کہا "اب ہمارے مخالفین پھنسے ہوئے ہوں گے۔"

"میں جیکب ہسنر کو اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں یہ کام نہیں کر سکا اور مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ عراقیوں کے ہاتھوں نہ مارڈالا جائے۔"

"تم بھی تو عراقی ہو" میں نے ہنس کر کہا "اگر وہ عراقی فوج سے مقابلے میں مارا گیا تب بھی تمہارے دل کو تسلی تو رہے گی کہ وہ اغیار کے ہاتھوں نہیں مارا گیا۔"

"میں عراقی ضرور ہوں مگر اس وجہ سے میں بچ نہیں سکوں گا عراق میں چوری چھپے داخل ہونے پر ہمیں سزا ضرور دی جائے گی۔"

"خواہ مخواہ کے اندیشوں سے خود کو ہلکان مت کرو اور سکون سے بیٹھ جاؤ۔ عراقی بھی مسلمان ہیں۔ اسرائیل کے خلاف کام کرنے کی وجہ سے ممکن ہے ہمارے ساتھ نرمی برتی جائے۔"

"کیا تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ نرمی برتی جانے کے باوجود ہمارے ساتھ جو سلوک کیا جائے گا وہ کتنا سخت ہو سکتا ہے؟" احمد رش نے حیرت سے کہا۔

"ہم نازک اندام لڑکیاں نہیں ہیں رش! فیلڈ میں کام کرنے والے لوگ ہیں۔ ہمیں سخت سے سخت حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔"

سورج نکلنے کے بعد ہمیں ناشتا پہنچا دیا گیا۔ میں نے ناشتا لانے والے فوجی سے بات کرنے کی کوشش کی مگر اس نے میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔

"اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دینا" اس نے مختصراً کہا اور ایڑیوں کے بل گھوم کر باہر نکل گیا۔

"تم نے دیکھا" احمد رش بولا "اس کے رویئے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم پر بہت برا وقت آنے والا ہے۔"

"تم خوش فہمیوں میں کیوں مبتلا ہو گئے تھے۔ یہ کیا ضروری ہے کہ وہ ہمیں اپنے سروں پر ہی بٹھا لیں اور پھر تمہیں میجر عبدالسلام کی بات یاد نہیں... اس نے کہا تھا تمہارے بارے میں فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔"

پورا دن یونہی گزر گیا۔ شام کے وقت یہ جمود اس وقت ٹوٹا جب دو فوجی کوٹھری کے دروازے پر آگئے اور دروازہ کھول کر انہوں نے مجھ سے کہا "آپ کو میجر صاحب نے یاد کیا ہے۔"

میجر عبدالسلام کے آفس میں اس کے علاوہ دو اور افراد بھی موجود تھے اور میں ان دونوں کو پہچانتا تھا۔ وہ جیکب ہسنر اور بیکر تھے۔ ایل آل کا سیکیورٹی چیف اور کارگو کا پائلٹ۔ وہ دونوں میجر عبدالسلام کی میز کے سامنے مجرموں کی طرح سر جھکائے کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

میں آفس میں داخل ہوا تو ان دونوں نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔ مجھے دیکھ کر بیکر کا چہرہ تو بے تاثر رہا مگر جیکب ہسنر چونک پڑا۔

"تم" اس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا "تم یہاں کہاں سے آگئے؟"

میجر عبدالسلام بڑی دلچسپی سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ میں نے اسے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا اور اب اس پر میری شخصیت منکشف ہونے والی تھی۔

"تمہارے انداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم مجھے پہچانتے ہو" میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"اسرائیل کی قومی ایئرلائن کا سیکیورٹی چیف ہونے کے ناتے میری یہ ذمے داری ہے کہ ہر اس شخص سے واقف رہوں جو اسرائیل کی سلامتی کے لئے خطرہ ثابت ہو سکتا ہو۔"

"تمہارے خیالات جان کر بے حد خوشی ہوئی" میں نے کہا لہجہ بدستور طنزیہ ہی تھا۔

"لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ساتھ ساتھ تمہیں بھی قیدی بنا لیا گیا ہے" جیکب ہسنر نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "شاید یہ لوگ تمہاری قدر و قیمت سے واقف نہیں ہیں۔"

میجر عبدالسلام کے چہرے پر چھائے ہوئے تجسس میں اضافہ ہو گیا۔ میرا مضحکہ اڑانے کے چکر میں جیکب ہسنر نے میرے لئے آسانیاں پیدا کر دی تھیں۔ شاید وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اس کی طرح میجر عبدالسلام بھی مجھ سے واقف ہے اور اس کے باوجود بھی مجھے قید کر لیا گیا ہے جبکہ حقیقت یہ نہیں تھی۔

"اتنا ہی کافی ہے کہ یہ تمہاری قدر و قیمت سے واقف ہیں اور میرے لئے یہی بات اہم ہے۔"

میجر عبدالسلام نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ شاید وہ جلد از جلد ہمارے بارے میں جان لینا چاہتا تھا۔

"تو یہ تم تھے جس کی وجہ سے ہمیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا" جیکب ہسنر نے زہریلے لہجے میں کہا "میں آخر وقت تک اس دھوکے میں رہا کہ اس منصوبے کے پیچھے صرف احمد رش ہے۔"

احمد رش کے نام پر میجر عبدالسلام بری طرح چونک پڑا۔ میں نے اسے محسوس کر لیا مگر جیکب ہسنر کی تمام تر توجہ میری طرف

تھی۔ وہ میجر عبدالسلام کے تاثرات سے بے خبر کہتا رہا۔

"اگر مجھے علم ہو جاتا کہ یہ تم ہو تو میں کوئی اور طریقہ آزماتا۔ احمد رش تو بس ایک دہشت گرد ہے۔ منصوبہ ساز نہیں ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میری ایک معمولی سی غلطی سے تمہیں نقصان ہوا۔ آئندہ تمہیں بتا دیا کروں گا کہ میں کس منصوبے پر کام کر رہا ہوں۔"

"تم خود کو بہت اسمارٹ سمجھتے ہو علی یار خان! جس روز مجھے موقع مل گیا میں تمہیں مزہ چکھائے بغیر نہیں رہوں گا۔"

میرا نام سن کر بیکر تو خیر چونکا ہی تھا مگر میجر عبدالسلام اچھل پڑا۔ یہ بات جیکب ہسنر نے بھی محسوس کر لی تھی اور اسے اندازہ کرنے میں ذرا دیر نہیں لگی کہ وہ میرا تعارف کرانے کا باعث بن گیا ہے۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گا کہ میری شخصیت عراقیوں کے لئے اجنبی ہو گی لیکن اب کیا ہو سکتا تھا' جو کچھ اس کے منہ سے نکل گیا تھا اسے واپس کرنا اس کے لئے ممکن نہیں تھا۔

"تم علی یار خان ہو؟" میجر عبدالسلام نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا "علی یار خان پاکستانی؟"

"ہاں میجر" میں نے سنجیدگی سے کہا "میں وہی علی یار خان ہوں جسے خدا نے اسرائیلیوں کے لئے موت کا ہرکارہ بنا دیا ہے۔"

"تم نے پہلے ہی اپنا تعارف کیوں نہ کرا دیا" وہ مجھ سے بغل گیر ہوتے ہوئے بولا "میری خوش قسمتی ہے کہ مجھے اتنی بڑی شخصیت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔"

"میں ایک معمولی آدمی ہوں میجر! اگر کسی مقام پر ہوں تو اس میں میرے کسی کمال کو دخل نہیں ہے۔ میرے وجود میں جو آگ دہک رہی ہے وہ میں نے خود تو نہیں بھڑکائی۔ قدرت اپنے جس بندے سے جو کام لینا چاہتی ہے لے لیتی ہے۔ یہ میری خوش قسمتی نہیں تو اور کیا ہے کہ قدرت نے ایک نیک کام کے لئے میرا چناؤ کر لیا۔"

"ان دونوں کو لے جا کر قید کر دو" میجر عبدالسلام نے فوجیوں سے کہا پھر مجھ سے مخاطب ہوا "مجھے افسوس ہے کہ تمہارے ساتھ نازیبا سلوک ہوا ... بیٹھ جاؤ' مجھے تم سے بہت سی باتیں معلوم کرنی ہیں۔"

"پہلے یہ بتاؤ کہ تمہیں ہمارے عراق میں داخلے کے بارے میں علم کس طرح ہوا؟" میں نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ہماری حکومت کو سعودی عرب نے مطلع کیا تھا کہ ان کی فضاؤں سے گزر کر دو طیارے عراق میں داخل ہوئے ہیں۔"

"مجھے یہی خدشہ تھا۔ سعودی عرب کے پاس اواکس طیارے ہیں ورنہ جتنی کم بلندی پر ہم نے پرواز کی تھی اس کے پیش نظر کسی اور ذریعے سے ہمارا سراغ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔"

"تم نے اپنے منصوبے کے بارے میں بہت اختصار سے بتایا تھا" میجر نے کہا "میں تفصیلات جاننا چاہتا ہوں۔"

میں نے میجر کو ساری تفصیلات سے آگاہ کیا۔ وہ بڑی حیرت سے میری ساری باتیں سنتا رہا۔

"یہ سب کچھ بڑا ناقابل یقین معلوم ہوتا ہے مگر ظاہر ہے اسے جھٹلایا بھی نہیں جا سکتا۔"

"اب تم بتاؤ میجر! ان لوگوں پر قابو پانے میں تمہیں زیادہ دشواری تو نہیں ہوئی ہو گی۔"

"یہ ہتھیار ڈالنے پر آمادہ نہیں تھے" میجر نے کہا "اگر ہم چاہتے تو انہیں ایک گھنٹے کے اندر اندر قابو میں کیا جا سکتا تھا لیکن میں نہیں چاہتا تھا کہ ہمارا کوئی جانی نقصان ہو اس لئے ہم نے دن کی روشنی پھیلنے کا انتظار کیا اور اللہ کا شکر ہے کہ اپنا ایک آدمی بھی ضائع کئے بغیر ان پر قابو پا لیا گیا۔"

"اور ان کے طیارے کی کیا پوزیشن ہے؟" میں نے بے تابی سے پوچھا "کیا وہ قابل استعمال ہے؟"

"نہیں' ان کی قسمت ہی اچھی تھی کہ طیارہ پوری طرح تباہ ہونے سے بچ گیا ورنہ یہ لوگ بھی طیارے کے ساتھ ہی تباہ ہو جاتے۔ خوش قسمتی سے طیارہ جس ڈھلان پر اترا وہاں منوں مٹی کی تہہ جمی ہوئی ہے۔ طیارے کے پہیے اگر اس مٹی میں دھنس کر ٹوٹ نہ جاتے تو کچھ بھی باقی نہ رہتا۔"

"پہاڑی سے نیچے ہمارا ایئر جیٹ بھی تو تھا اور اس کے علاوہ کچھ گاڑیاں بھی تھیں..."

"وہ سب کچھ تو ہم نے رات ہی اپنی تحویل میں لے لیا تھا اور سب کچھ محفوظ ہے۔"

"اسرائیلیوں کے بارے میں تم نے کوئی فیصلہ کیا یا اس سلسلے میں ابھی کچھ کارروائی کرنی ہو گی؟"

"اس پورے معاملے کی اطلاع میں ہائی کمان کو دے چکا ہوں۔ ظاہر ہے اپنے طور پر تو میں کچھ فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اب انہیں تمہاری اصل شخصیت کے بارے میں بھی اطلاع دوں گا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے" میں نے کہا "اہمیت تو اس بات کی ہے کہ ہمارے مقاصد کیا ہیں۔"

"تمہاری شخصیت کی اہمیت اس لئے ہے کہ یہ معاملہ ملٹری انٹیلی جنس کو ریفر کر دیا گیا ہے۔ جو بھی فیصلہ کریں گے انٹیلی جنس والے ہی کریں گے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے" میں نے حیرت سے کہا "فیصلہ شخصیات کی بنیاد پر تو نہیں کیا جائے گا؟"

"میں خود بھی کچھ عرصہ ملٹری انٹیلی جنس میں رہ چکا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ انٹیلی جنس کے موجودہ سربراہ تمہارے بڑے مداح ہیں۔ یہ تو مجھے اندازہ ہے کہ تنظیم آزادی فلسطین میں ہونے کی وجہ سے کچھ نرمی برتی جائے گی۔ مزید نرمی اس لئے برتی جا سکتی ہے کہ ہر عراقی کے لئے اسرائیل نفرت انگیز ہے۔ تمہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو معلوم ہی ہوگا کہ اسرائیل نے جب سے عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کو تباہ کیا ہے اس وقت سے ہر عراقی اندر ہی اندر سلگ رہا ہے۔ اس بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ تم لوگوں نے ہماری سرحدی حدود کی جو سنگین خلاف ورزی کی ہے اسے اتنا سنگین جرم قرار نہیں دیا جائے گا جتنا یہ سنگین ہے۔ رہی سہی کسر اس وجہ سے پوری ہو جائے گی کہ انٹیلی جنس کے سربراہ تمہارے مداح ہیں۔"

"بہرحال یہ تمہارا اپنا معاملہ ہے۔ جس طرح چاہو کرو' میں ہر طرح سے تیار ہوں۔"

"میں جس حد تک تمہاری مدد کر سکتا ہوں کروں گا" میجر نے کہا "لیکن مجھے افسوس یہ ہے کہ میں چونکہ کوئی فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوں اس لئے مجبور ہوں۔"

"میں اگر اپنی ذات کے لئے کچھ کر رہا ہوتا تو کسی سے شکایت ہوتی لیکن میں تو پورے عالم اسلام کے لئے سرگرم عمل ہوں۔"

"میں سمجھتا ہوں" میجر نے سر ہلایا "اور جب تک تم لوگ میرے پاس ہو' تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔ اس کے علاوہ جو لوگ تمہارے بارے میں کوئی فیصلہ کریں گے وہ بھی بے وقوف نہیں ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ فیصلہ تمہارے حق میں ہوگا۔ اس کے برعکس ہوا تو خود مجھے تم سے بھی زیادہ افسوس ہوگا۔"

اس فوجی کیمپ میں ہمیں زیادہ دیر نہیں رکنا پڑا۔ اگلی صبح ہی ہمیں وہاں سے روانہ ہونا پڑا۔ میجر عبدالسلام نے خود ہمیں رخصت کیا۔ اس نے ہمیں آزاد تو نہیں کیا تھا تاہم اس نے ہمیں ہر طرح کی سہولتیں ضرور بہم پہنچا دی تھیں۔

"میں تمہارے لئے دل سے دعا کرتا رہوں گا" میجر عبدالسلام نے کہا تھا "میں نے اپنی طرف سے ہر ممکن اچھی رپورٹ دے دی ہے۔ آگے اللہ مالک ہے۔"

میں اور رش ہیلی کاپٹر میں سوار ہو گئے۔ ڈھائی گھنٹے سے زیادہ محو پرواز رہنے کے بعد ہم نے کسی آبادی کے آثار دیکھے لیکن آبادی میں داخل ہونے سے قبل ہی ہیلی کاپٹر ایک چھ منزلہ عمارت کی چھت پر لینڈ کر چکا تھا۔ یہ عمارت شہر سے باہر مضافات میں تھی اور اس کے آس پاس دور دور تک ویرانہ بکھرا ہوا تھا۔

"آپ لوگ نہا دھو کر تیار ہو جائیں" ہمیں اس عمارت کے ایک کمرے میں پہنچانے کے بعد کہا گیا "کرنل نعمان ایک گھنٹے بعد آپ سے ملاقات کریں گے۔"

کمرے کا اچھی طرح جائزہ لینے کے بعد میں نے کمرے میں موجود الماری کھول ڈالی۔ الماری کے اندر کچھ کپڑے سلیقے سے ٹنگے ہوئے تھے۔ یہ میرے اور احمد رش کے ناپ کے کپڑے تھے۔

"تم نے دیکھا رش!" میں نے کہا "ہمارا استقبال شایان شان طریقے سے کیا جا رہا ہے۔"

"دیکھ رہا ہوں... مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس مدارات کے بعد ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔"

"جو کچھ بھی ہوگا اچھا ہی ہوگا آثار و قرائن سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ کے چکر میں الجھ کر میں خود کو ہلکان نہیں کر سکتا" میں نے کہا اور باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔

ٹھیک ایک گھنٹے بعد میری طلبی ہوئی۔ احمد رش کو نہیں بلایا گیا تھا۔ مجھے ایک ایسے کمرے میں لے جایا گیا جو خاصا طویل و عریض تھا اور اس میں صرف ایک ہی میز نظر آ رہی تھی جس کے عقب میں ایک ادھیڑ عمر مگر صحت مند شخص بیٹھا تھا۔ مجھے کمرے تک لانے والا باہر ہی رہ گیا تھا اور اب کمرے میں صرف میں اور وہ تھے۔

میز کے عقب میں موجود شخص مجھے دیکھ کر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا "تشریف رکھیے علی صاحب!" اس نے مجھ سے مصافحہ کرتے ہوئے فصیح عربی میں کہا "آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔"

"شکریہ" میں نے بیٹھتے ہوئے کہا "غالباً آپ کرنل نعمان ہیں؟"

"جی ہاں' میں ہی کرنل نعمان ہوں اور میجر عبدالسلام سے مجھے پوری رپورٹ مل بھی چکی ہے لیکن اس کے باوجود میں تفصیلات آپ کی زبانی دوبارہ سننا پسند کروں گا۔"

مجھے معلوم تھا کہ یہ ہوگا اس لئے میں پوری طرح تیار تھا۔ میں نے بلا کم و کاست اسے اپنے مشن کی تمام جزئیات سے آگاہ کر دیا۔"

"آپ کو چاہئے تھا کہ آپ عراقی حکومت کو اعتماد میں لے لیتے" کرنل نعمان نے کہا "آپ نے بلاوجہ ہماری سرحدوں میں گھسنے کا خطرہ کیوں مول لیا۔ ہماری حکومت آپ سے تعاون ضرور کرتی۔"

"یہ ممکن نہیں تھا کرنل!" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ہمارا منصوبہ انتہائی خفیہ نوعیت کا تھا اور ہم نے اسے کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لئے کم سے کم لوگوں کو اس کے بارے میں بتایا تھا۔ اس منصوبے پر جتنے لوگوں نے کام کیا ہے وہ خود بھی اس پورے منصوبے سے واقف نہیں تھے۔ ہر ایک کو بس اس کی ذمے داریوں کے بارے میں بتایا گیا تھا۔"

"آپ کو معلوم ہے اس کے نتیجے میں آپ لوگوں کو سزا بھی دی جا سکتی ہے؟"

"میں ہر سزا بخوشی قبول کرنے کو تیار ہوں... ہمیں صرف اپنے منصوبے کی کامیابی سے غرض تھی جو کامیاب ہو گیا۔ اس کامیابی کی قیمت معمولی سی سزا کے طور پر ادا کرنا میرے خیال میں مہنگا سودا نہیں ہے۔"

"یعنی آپ سزا قبول کر سکتے ہیں اور آپ کو یہ منظور نہیں تھا کہ آپ عراقی حکومت کو اعتماد میں لے لیتے؟" کرنل نعمان نے حیرت سے کہا۔

"میں نے عرض کیا نا کہ اس پورے منصوبے سے صرف چند افراد ہی واقف تھے اور اس کا خفیہ رہنا بھی بے حد اہم تھا۔ اگر ہم عراقی حکومت کو اعتماد میں لینے کی کوشش کرتے تو اس سے ایک تو وقت ضائع ہوتا۔ دوسرے یہ کہ حکومت کے معلوم نہیں کتنے اہل کاروں کے علم میں یہ بات آتی اور کیا آپ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ ہر حکومت میں دوسری حکومتوں کے جاسوس موجود ہوتے ہیں؟"

"یہ نکتہ قابلِ غور ہے" کرنل نعمان نے تائید کی "بے شک یہ ممکن ہے کہ بات اسرائیل تک جا پہنچتی۔"

"اب آپ خود ہی بتائیے کہ ہم یہ خطرہ مول لینے کے لئے مجبور تھے یا نہیں... ہرچند کہ یہ جرم ہے مگر آپ لوگوں کو ہماری نیت بھی مدنظر رکھنی ہوگی۔"

"ہمارے پیش نظر تو اس کے علاوہ بھی بہت کچھ ہے" کرنل نعمان نے کہا اور میں چونک پڑا۔

"میں سمجھا نہیں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں" میں نے کہا۔ اس کی بات واقعی میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

"تم لوگوں کی کارکردگی حیران کن ہی قرار دی جا سکتی ہے۔ اس سے کہیں چھوٹے معاملات میں ہمارے ایجنٹ ناکام ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارا ملک خود اس امن منصوبے کے خلاف ہے۔ اس طرح امن کانفرنس کو ناکام بنا کر تم نے بالواسطہ طور پر عراقی موقف کو کامیابی سے ہمکنار کیا ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں" میں نے کہا "یہ ایٹمی ری ایکٹرز کی اسرائیل کے ہاتھوں تباہی کا لازمی ردعمل ہے۔"

"ہاں' یہ ہم پر ایک دھبا ہے جسے دھونے کے لئے ہم بے چین ہیں۔"

"میں انتہائی معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ عراقی حکومت کا طرز عمل اس بیان کے منافی ہے۔"

کرنل نعمان کے ہونٹوں پر ایک مدبرانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے گہری نظروں سے مجھے دیکھا "تمہارا اشارہ ایران عراق جنگ کی طرف ہے؟"

"جس قوم کے پاس ایک واضح نصب العین ہو وہ اپنی توانائیاں اس طرح ضائع نہیں کرتی۔"

"توانائیاں ضائع ہوتی نظر آ رہی ہیں مگر درحقیقت جمع ہو رہی ہیں" کرنل نے مسکرا کر کہا۔

"میں اس پراسرار جملے کا مفہوم پوچھنے کی جسارت کر سکتا ہوں؟" میں نے سادگی سے کہا۔

"وقت آنے پر تم بھی سمجھ جاؤ گے اور دنیا بھی دیکھ لے گی۔ ابھی یہ بات بہت قبل از وقت ہے۔"

"میں اصرار نہیں کروں گا... میرے ذہن میں جو بات تھی وہ میں نے کسی لاگ لپیٹ کے بغیر کہہ دی۔"

"میں تمہاری صاف گوئی سے متاثر ہوا ہوں۔ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس موقع پہ ہماری ہاں میں ہاں ملا کر ہماری ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔"

"یہ بات اب تک میری سمجھ میں نہیں آ سکی کہ مجھے یہاں بلانے سے آپ کا کیا مقصد تھا؟"

معیاری نفسیاتی و علمی کتابیں

ان کتابوں کا مطالعہ آپ کی شخصیت کے نکھار نے آپ کو صحت مند رکھنے اور کامیابیاں حاصل کرنے کے لیے مددگار ثابت ہوگا۔

ٹیلی پیتھی مستقبل بینی	۳۰/-	دست شناسی کے نئے زاویے	۴۰/-
ٹیلی پیتھی کی جدید تحقیقات	۳۰/-	تحریر اور شخصیت	۲۵/-
ہپناٹزم	۲۵/-	مسائل اور حل	۳۰/-
ہپناٹزم کے عمل			

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

رقم پیشگی بذریعہ ڈرافٹ ارسال فرمائیں۔ کسی قسم کی نقد رقم لفافے میں نہ رکھیں۔ ڈرافٹ اس نام پر بنوائیں۔

MAKTABA NAFSIAT A/C 688 H. B. L
MANSFIELD STR. BR. KARACHI

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۱۹۷۷ کراچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ماضی میں میں نے تمہارے کارناموں کے بڑے تذکرے سنے ہیں" کرنل نعمان نے کہا "تم سے ملنے کا اشتیاق بھی تھا اور موجودہ معاملے سے متعلق تفتیش بھی مقصود تھی۔"

"اور اس تفتیش میں احمد رش کو بھی شامل کیا جائے گا" میں نے کہا "یا تفتیش مکمل ہوگئی؟"

"نہیں' احمد رش سے پوچھ گچھ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ معاملات پوری طرح میری سمجھ میں آچکے ہیں۔"

"تو پھر احمد رش کو بھی بلوانے کا کیا مقصد تھا اور یہ کہ ہمارا فیصلہ کب تک ہوسکے گا؟"

"احمد رش کو تمہارے ساتھ اس لئے بلایا گیا تھا کہ شاید اس کی ضرورت پڑ جائے مگر تم سے گفتگو کے بعد اس کے ملنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ تمہارے دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اصولی طور پر تم لوگوں کو کوئی سزا نہ دینے کے بارے میں پہلے ہی فیصلہ کرلیا گیا تھا۔ اب یہ بات زیادہ یقینی ہوگئی ہے۔"

"یہ فیصلہ حکومت نے کیا ہے یا اس کی نوعیت فوجی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"کل رات اعلیٰ سطح کی ایک میٹنگ میں یہ فیصلہ کیا گیا تھا اور اس میٹنگ میں کئی فوجی جنرل بھی شریک تھے۔ سب نے متفقہ طور پر یہی فیصلہ کیا کہ تم لوگوں کو خاموشی سے ملک سے نکل جانے دیا جائے اور ریکارڈ پر کچھ نہ لایا جائے۔"

"اس فیصلے پر میں عراقی حکومت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں" میں نے کہا "اور اسرائیلیوں کے بارے میں آپ لوگوں نے کیا فیصلہ کیا؟"

"کانگرڈ کے پرزے کھول کر وہاں سے منتقل کردئے جائیں گے تاکہ اس کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے اور تمام اسرائیلیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ ہم نے اس پورے معاملے کو راز رکھنے کا فیصلہ کیا ہے۔ سعودی حکومت کو بھی ہم نے یہی بتایا ہے کہ ہماری فضائی حدود میں کوئی طیارہ داخل نہیں ہوا۔ کم از کم ہم کوئی سراغ نہیں لگا سکے۔"

"اس معاملے کا راز رہنا ہر اعتبار سے ضروری تھا کرنل! تم لوگوں نے بہت اچھا فیصلہ کیا ... لیکن تمام اسرائیلیوں کو موت کے گھاٹ اتار دینا..."

"بہت ضروری ہے" کرنل نے میری بات کاٹ دی "ورنہ یہ راز طشت ازبام ہونے کا خطرہ باقی رہے گا۔"

"بات یہ ہے کرنل کہ ان قیدیوں میں مریم برنسٹین نامی ایک لڑکی بھی ہے۔ اس کی موت پر مجھے افسوس ہوگا۔"

"افسوس ہوگا!" کرنل نے حیرت سے کہا "نام سے تو وہ یہودی معلوم ہوتی ہے۔"

"یہودی تو وہ ہے کرنل!" میں نے کہا "لیکن وہ عام یہودیوں سے بہت مختلف ہے۔"

"کتنی ہی مختلف کیوں نہ ہو مگر ہے تو یہودی ... اور کسی یہودی کی موت پر تمہارا افسوس کرنا میری سمجھ سے باہر ہے۔"

"وہ بہت امن پسند لڑکی ہے کرنل! جنگ سے نفرت اور انسانیت سے محبت کرنے والی۔"

"تمہارے منہ سے یہ بات سن کر مجھے حیرت ہورہی ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہودی کتنی مکار قوم ہے؟"

"وہ اس قدر امن پسند ہے کہ امن کانفرنس میں شرکت کے لئے جانے والے طیاروں کے حفاظتی انتظامات تک کے خلاف تھی۔"

کرنل نعمان چند لمحے غور سے مجھے دیکھتا رہا پھر اچانک بولا۔ "کیا اس سے تمہاری کبھی ملاقات ہوئی ہے؟"

"صرف ایک بار" میں نے کہا "دریائے فرات کے کنارے پہاڑیوں پر جب ہمارے اور اسرائیلیوں کے درمیان ٹھنی ہوئی تھی اس دوران وہ اپنی جان کا خطرہ مول لے کر ہمارے پاس آئی تھی اور اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ یوں بے مقصد خون نہ بہایا جائے۔ اس کے لئے وہ رضاکارانہ طور پر یرغمال تک بننے کو تیار تھی۔"

کرنل نعمان نے ایک طویل سانس لی "کیا وہ لڑکی بہت زیادہ حسین ہے؟"

"ہر یہودی لڑکی خوب صورت ہوتی ہے" میں نے کہا "یہ کوئی ایسی خاص بات تو نہیں ہے۔"

"تمہاری عمر میں سچ اور جھوٹ کے درمیان تمیز کرنا بہت مشکل ہوتا ہے خصوصاً اس وقت جب جھوٹ بولنے والی کوئی حسین لڑکی ہو۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو کرنل! میں نے اس کے بیان پر یقین نہیں کیا بلکہ میں نے اپنے کانوں سے اسے امن کانفرنس کے شرکا کے لئے غیر معمولی حفاظتی اقدامات کی مخالفت کرتے سنا ہے۔"

کرنل کے چہرے پر دلچسپی کے آثار نمودار ہوئے اور اس نے آگے کی طرف جھکتے ہوئے پوچھا "وہ کس طرح؟"

"میں نے تمہیں بتایا تھا کہ ہم نے ان کی تمام اہم جگہوں پر ڈکٹا فون نصب کردیے تھے۔ اسی دوران ایک موقع پر مریم برنسٹین نے جیکب ہیسٹر کے خلاف حفاظتی انتظامات کرنے پر سخت تنقید کی تھی۔ یہ بات مجھے مریم برنسٹین نے نہیں بتائی ہے کہ اسے غلط قرار دے دیا جائے۔"

"بالفرض اس بات کو درست تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی اس کی جاں بخشی ممکن نہیں ہے۔ گیہوں کے ساتھ گھن تو پستے ہی ہیں۔"

میں خاموش ہوگیا۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ مریم برنسٹین کو چھوڑا نہیں جاسکتا تھا۔

"ان لوگوں کو کہاں رکھا گیا ہے؟" کچھ دیر توقف کے بعد میں نے پوچھا۔

"یہ بات تمہیں نہیں بتائی جاسکتی" کرنل نے کہا "تاہم اگر تم مریم برنسٹین سے ملاقات کرنا چاہو تو اس کا انتظام کیا جاسکتا ہے۔"

"ہاں کرنل!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے' میں اس کا انتظام کروں گا" کرنل نے کہا اور پھر کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ میں غور سے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہا تھا۔

"کس سوچ میں پڑ گئے کرنل!" میں نے اسے ٹوکا "کیا کوئی خاص بات کہنا چاہ رہے ہو۔"

"ہاں" کرنل نے چونک کر کہا "میں سوچ رہا تھا بات کہاں سے شروع کروں۔"

"بات کہیں سے بھی شروع کرو کرنل' مگر شروع کردو' میں خود ہی کڑیاں ملالوں گا۔"

"اس سے پہلے یہ معلوم ہونا بھی تو ضروری ہے کہ تم ہمارے لئے کام کرنے پر تیار ہو بھی جاؤ گے یا نہیں؟"

"کیا مطلب؟" میں نے حیران ہو کر کہا "میں بھلا تمہارے لئے کیا کام کرسکتا ہوں؟"

"میں تمہارے بارے میں بہت کچھ سنتا رہا ہوں۔ تمہارے بارے میں بعض باتیں تو مبالغہ آمیز معلوم ہوتی تھیں۔ مگر اب میں نے تمہارا ایک ناقابل یقین کارنامہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے تو میں اس بات پر یقین کرنے کے لئے مجبور ہوگیا ہوں کہ تم واقعی غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو۔"

"جہاں تک میں سمجھتا ہوں مجھ سے زیادہ احمد رش کے کارنامے مشہور ہیں۔ تم اس کی خدمات کیوں حاصل نہیں کرتے جبکہ وہ تمہارے ہی ملک کا باشندہ ہے؟"

"احمد رش کے کارنامے پوری دنیا میں مشہور ضرور ہیں مگر یہی اس کی خامی بھی ہے۔ تم عوامی سطح پر اتنے مشہور نہیں ہو۔ اس کے کارنامے اتنے اہم نہیں ہیں جتنا انہیں بنادیا گیا ہے۔ مثلاً اس نے اولمپک کے دوران اسرائیلی کھلاڑیوں کو اغوا کرکے یرغمال بنالیا تھا۔ اس واقعے کی شہرت پوری دنیا میں ہوئی۔ ہر اخبار نے اس خبر اور احمد رش کے نام کو نمایاں طور پر شائع کیا لیکن اس کا یہ کارنامہ ایسا نہیں تھا جو خواص کی توجہ مبذول کراسکتا۔ نہتے لوگوں کو اغوا کرکے یرغمال بنالینا کمال کی بات نہیں ہے۔ اس کے برعکس تمہارے کارناموں کی تعداد بہت زیادہ بھی ہے اور تم مشہور بھی نہیں ہو۔ تم نے کبھی اپنا نام نمایاں کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ایک سیکرٹ ایجنٹ میں ان بنیادی خصوصیات کا پایا جانا ضروری ہے۔"

"اول تو میں کوئی سیکرٹ ایجنٹ نہیں ہوں۔ زیادہ تر اپنے طور پر کام کیا ہے۔ کچھ عرصہ تنظیم آزادی فلسطین کے ساتھ بھی کام کیا مگر بعد میں ان سے علیحدہ ہوگیا۔ اب پھر ان کے ساتھ مل کر کام کررہا ہوں۔ دوسری بات یہ کہ میری شہرت پوری دنیا میں بے شک نہ ہو مگر یہودی میرے نام سے واقف ہیں۔ خصوصاً موساد کے ایجنٹ۔"

"کوئی شخص اپنے کام کی وجہ سے ہی کسی خاص نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ تم خود کو سیکرٹ ایجنٹ کہو یا نہ کہو لیکن جو کام تم کرتے رہے ہو سیکرٹ ایجنٹ بھی وہی کام کرتے ہیں اور یہ کہنا غلط ہے کہ ان سیکرٹ ایجنٹوں سے کوئی بھی واقف نہیں ہوتا۔ اکثر سیکرٹ ایجنٹ حریف ممالک کے لئے اجنبی نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی ایجنٹ بطور سیکرٹ ایجنٹ زیادہ عرصے میدان عمل میں نہیں رہتا۔"

"یہ تمام باتیں میں بھی جانتا ہوں مگر میں آزاد رہ کر کام کرنے کا عادی ہوں۔"

"تمہاری آزادی سلب نہیں کی جائے گی۔" کرنل نعمان نے تیزی سے کہا "جب تک چاہو ہمارے لئے کام کرنا اور جب چاہو چھوڑ دینا۔"

"اگر میں تمہارے لئے کام کرنے کی حامی بھرلوں تو میری حیثیت کیا ہوگی؟"

"ہمارا کام صرف اتنا ہوگا کہ ہم تمہیں کوئی مشن سونپیں گے۔ اس مشن کو تم اپنے انداز میں پایہ تکمیل تک پہنچاؤ گے۔"

"سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں تمہارے لئے کام کرنے کی حامی کیوں بھرلوں؟" میں نے کہا۔

"اس کے لئے صرف یہی ایک وجہ کافی ہے کہ ہم اسرائیل کے خلاف کام کریں گے اور تمہاری زندگی کا مشن بھی یہی ہے۔"

"یہ کام تو میں بہت پہلے سے کررہا ہوں۔ آزاد رہ کر بھی اور تنظیم آزادی فلسطین سے مل کر بھی' تمہارے لئے کام کرنے سے کون سی نئی بات پیدا ہوجائے گی؟"

"مجھے اندازہ تھا کہ تم آسانی سے راضی نہیں ہوگے" کرنل نعمان مسکرایا "بے شک یہ کام تم بہت پہلے سے کررہے ہو مگر تمہارا دائرہ کار بہت محدود ہے۔ تم نے بہت بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیئے مگر اسرائیل کو کوئی بڑا نقصان پہنچانے میں ناکام رہے۔ اس طرح توانائیاں تو برباد ہوتی ہیں لیکن کوئی مثبت نتیجہ نہیں برآمد ہونے پاتا۔"

"میری تو خیر کوئی حقیقت ہی نہیں ہے' عرب کی ساری حکومتیں مل کر بھی اسرائیل کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں۔ میں نتائج کی پروا کئے بغیر اپنا کام کرتا رہوں گا۔ جب تک میرے جسم وجاں میں توانائی کا ایک قطرہ بھی موجود ہے میں اپنی جدوجہد جاری رکھوں گا۔ جہاں بڑی بڑی حکومتیں ناکام ہورہی ہوں وہاں ایک فرد کی چھوٹی چھوٹی کامیابیاں بہت اہم ہوتی ہیں۔"

"اوہ' تم نے میری بات کا غلط مطلب لے لیا۔ میں تمہاری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کامیابیوں کو غیر اہم نہیں کہہ رہا تھا بلکہ میرا مطلب یہ تھا کہ ان ہی کوششوں سے تم اسرائیل کو اس سے کہیں زیادہ نقصان پہنچا سکتے ہو جتنا اب تک پہنچاتے رہے ہو۔ چھوٹی چھوٹی کامیابیاں بے کار ہیں۔ اسرائیل کو چھوٹے موٹے نقصانات پہنچانے کے بجائے اس پر کوئی کاری ضرب لگانا پڑے گی۔"

"نظریاتی طور پر تو یہ بات درست ہے مگر پورے عالم عرب میں کوئی بھی حکومت مجھے اتنی طاقت ور نہیں نظر آتی جو یہ کام کر سکے۔"

"دنیا کو ابھی عراق کی قوت کا اندازہ نہیں ہے اور اندازہ ہونا بھی نہیں چاہئے۔"

"گستاخی ہوتی ہے کرنل، لیکن عراق تو ایران سے جنگ کرتے کرتے تباہ ہو چکا ہے۔"

کرنل نے ایک بار پھر گہری نظروں سے مجھے دیکھا "اگر میں تمہیں یہ یقین دلانے میں کامیاب ہو جاؤں کہ عراق ہی اسرائیل پر کاری ضرب لگا سکتا ہے تو تمہارا کیا ردِ عمل ہوگا؟"

"اول تو یہ ایک مضحکہ خیز بات معلوم ہوتی ہے تاہم اگر مجھے اس بات کا یقین ہو جائے کہ عراقی حکومت یہ نیک کام کر سکتی ہے تو مجھے عراق کے لئے کام کر کے خوشی ہوگی۔"

"غالباً یہ کہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کہ میں تم پر بعض فوجی راز ظاہر کرنے والا ہوں' انہیں راز رکھنا۔"

"میں سمجھتا ہوں کرنل!" میں نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "اور میں خود یہ پسند نہیں کرتا کہ میرے علم میں زیادہ باتیں ہوں تاہم اس موقعے پر بعض باتوں کا میرے علم میں ہونا ضروری ہے۔"

"اس کہانی کی ابتدا اس وقت سے ہوتی ہے کہ جب عراق ایٹمی طاقت بننا چاہ رہا تھا اور اسرائیل نے ہمارے ایٹمی ری ایکٹر تباہ کر دیئے تھے۔ یہ اسرائیل کی غنڈہ گردی کی انتہا تھی۔"

"عراقی حکومت بھی اس تباہی کی ذمے دار تھی۔ آپ کو اپنی ایٹمی تنصیبات کی حفاظت کا خاطر خواہ بندوبست کرنا چاہئے تھا۔"

"یہ بات کسی حد تک درست ہے لیکن یہ بات تم سے پوشیدہ تو نہیں ہے کہ تمام مسلمان حکومتیں ہر قسم کے اسلحے کے لئے بڑی طاقتوں کی محتاج ہیں۔"

"اس کی ذمے داری بھی کسی اور پر نہیں مسلمان حکومتوں پر ہی عائد ہوتی ہے۔ ہم آخر کب تک ان طاقتوں کے محتاج رہیں گے؟"

"یہ بات کم از کم ہم نے تو سمجھ لی ہے اور ہم نے اس میدان میں پیش رفت بھی کی ہے۔"

"ایسی پیش رفت اور ایسی قوت کا کیا فائدہ جو مسلمانوں ہی کے خلاف استعمال ہو رہی ہو؟"

"شط العرب پر عراق کا دعویٰ بہت پرانا ہے۔ اس علاقے کو حاصل کرنے کے لئے ایران پر حملہ بھی بہت مہنگا پڑا۔ ایرانیوں نے سر دھڑ کی بازی لگا دی تاہم اگر تمہیں سیاسی حالات سے دلچسپی ہے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ عراق بعد میں جنگ بند کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا لیکن ایران نہیں مانا اور یوں یہ بے مقصد جنگ اب تک جاری ہے۔"

"دیکھئے، غلطی کسی کی بھی ہو، خون تو مسلمانوں کا ہی بہہ رہا ہے۔ نقصان تو ہمارا اپنا ہے کسی کا کیا بگڑ رہا ہے۔"

"بڑے ممالک عراق کو بے دریغ اسلحہ دے رہے ہیں" کرنل نعمان نے کہا "عراق بہت بڑی فوجی طاقت بن چکا ہے۔"

"بڑی فوجی طاقت بن چکا ہے" میں نے حیرت سے کہا "برسوں جنگ لڑنے کے بعد طاقت تو تقریباً ختم ہو جانی چاہئے؟"

"فارمولا تو یہی ہے" کرنل نعمان مسکرایا "مگر ہم نے تمام فارمولے الٹ دیئے ہیں۔ اس جنگ کے دوران ہم نے دس لاکھ کے قریب فوج تیار کر لی ہے۔ بڑے ممالک سے ملنے والا تمام کا تمام جدید اسلحہ محفوظ ہے۔ اسے ہم نے ایران کے خلاف ابھی تک استعمال نہیں کیا ہے۔"

"اوہ، مجھے یہ بات نہیں معلوم تھی لیکن یہ ہتھیار کس کام آئیں گے؟"

"ہم نے اچھی خاصی ٹیکنالوجی حاصل کر لی ہے اور اسرائیل نے ہم پر جو کاری وار کیا تھا ہم اس کا بدلہ لینے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔"

"نہیں" میں مضطربانہ انداز میں اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا۔ "مجھے ان باتوں پر یقین نہیں آتا۔"

"کوئی بھی یقین نہیں کر سکتا۔ جو ممالک ہمیں اسلحہ فراہم کر رہے ہیں، یہ بات خود ان کے علم میں بھی نہیں ہے اگر انہیں بھنک بھی پڑ جائے کہ ہم مستقبل کے لئے کیا منصوبہ بندی کر رہے ہیں تو ہمیں اسلحہ ملنا بند ہو جائے گا لیکن یہ خالصتاً فوجی نوعیت کا معاملہ ہے اس لئے ابھی تک خفیہ ہی ہے۔"

"میں بیان نہیں کر سکتا کرنل کہ یہ خبر سن کر مجھے کتنی مسرت ہو رہی ہے۔ کوئی تو ایسا ہے جو مستقبل کے لئے منصوبہ بندی کر رہا ہے۔"

"ہم اپنی کوششیں کر رہے ہیں اور اسرائیل اپنے چکر میں لگا ہوا ہے۔ تمام ممالک مطمئن ہیں کہ عراق تباہ ہو رہا ہے مگر اسرائیل کو اس بات پر تشویش ہے کہ عراق کو اتنے بڑے پیمانے پر اسلحہ کیوں مل رہا ہے۔ اس نے نہ صرف عراق کو ملنے والے اسلحے میں تخفیف کرانے کی کوشش کی بلکہ اس کے ایجنٹ عراق کی فوجی قوت کے بارے میں سن گن لینے کے لئے بھی سرگرم عمل رہے۔ ہم ابھی تک اسرائیل کے کئی ایجنٹوں کو گرفتار کر چکے ہیں لیکن کسی کی زبان نہیں کھلوا سکے۔ ادھر ہمارے ایجنٹ بھی کوئی خاص کارنامہ سرانجام نہیں دے پا رہے ہیں۔ تنظیم

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آزادی فلسطین والوں کے کام کرنے کا اپنا مخصوص انداز ہے۔ ان سے بھی ہمیں کوئی مدد نہیں مل سکتی۔ تم نے احمد رش کا نام پیش کیا تھا لیکن وہ ہمارے کسی کام کا نہیں ہے۔ وہ ایک جذباتی شخص ہے اور جس قسم کا کام ہم لینا چاہتے ہیں اس کے لئے نہایت ٹھنڈے دماغ کا اور باصلاحیت آدمی درکار ہے۔ بولو' تم کیا کہتے ہو؟"

"اگر عراق کے عزائم وہی ہیں جو تم نے بتائے ہیں تو عراق کو مضبوط بنانا میرا فرض ہو جاتا ہے۔ بیت المقدس کو صیہونی تسلط سے آزاد کرانے کے لئے تو میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔"

"مجھے معلوم تھا کہ تم بالآخر ہم سے تعاون کرنے پر آمادہ ہو جاؤ گے۔ بے فکر رہو' ہم ہر طرح سے تمہیں اطمینان کرا دیں گے لیکن سب سے پہلا مسئلہ یہ ہے کہ تمہاری اپنی صلاحیتوں کا معیار کیا ہے۔"

"میرا ماضی تمہارے سامنے ہے۔ تم خود ہی نتائج اخذ کر سکتے ہو۔ میں کوئی سرٹیفکیٹ تو پیش کرنے سے رہا۔"

"وہ سب کچھ تو ہمیں معلوم ہے لیکن ہمارے اپنے بھی کچھ اصول ہیں۔ ایجنٹ کو کسی بھی مہم پر روانہ ہونے سے قبل کچھ امتحانات سے گزارا جاتا ہے۔"

"اگر کوئی ایجنٹ تمہارے امتحانات میں پورا نہ اتر سکے تو پھر؟" میں نے پوچھا۔

"ہم اسے از سر نو تیار کرتے ہیں۔ اس میں جو کمی ہوتی ہے اسے دور کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ظاہر ہے سیکرٹ ایجنٹ سپر فٹ نہیں ہو گا تو دشمن کے درمیان رہ کر کوئی کام نہیں کر سکے گا۔"

"تمہارا طریقہ کار بہت اچھا ہے لیکن میرا وقت بہت قیمتی ہے۔ میں اپنے وقت کو ان جھمیلوں میں ضائع کرنے پر کام کرتے رہنے کو ترجیح دوں گا۔"

کرنل نعمان نے ایک طویل سانس لی "میں ان لوگوں کی بات کر رہا تھا جنہیں ہم تربیت دیتے ہیں۔ ایک سیکرٹ ایجنٹ پر ہمارے لاکھوں روپے صرف ہوتے ہیں اس لئے ہم انہیں آنکھیں بند کر کے کسی مہم پر نہیں جھونک سکتے۔ ہر ممکن احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے بعد ہی انہیں کسی مہم پر روانہ کیا جاتا ہے لیکن تمہارا معاملہ مختلف ہے تم پر تو ہمارا ایک پیسہ بھی نہیں لگا۔ اگر تمہارے لئے ہم کچھ کریں گے تو وہ ہم سے زیادہ تمہارے مفاد میں ہو گا۔ تمہیں کچھ ہو گیا تو ہمارا کیا نقصان ہو گا ___؟"

"تم میرے نقصان کی فکر نہ کرو۔ اپنے ہر نقصان کا ذمے دار میں خود ہوں۔ مجھے یہ بتاؤ کہ میرے سپرد کیا کام کیا جائے گا؟"

"اس کا انحصار تمہاری صلاحیتوں پر ہے۔ ظاہر ہے ہم نہیں جانتے کہ تم کتنی صلاحیتوں کے مالک ہو۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ میرے ماضی کے کارنامے تمہارے علم میں ہیں۔ ان کی روشنی میں ___"

"وہ ایک الگ معاملہ ہے۔ ہمارے اطمینان کے لئے تمہیں اپنی کچھ صلاحیتوں کا عملی مظاہرہ کرنا ہو گا۔ اس کے بغیر بات نہیں بن سکے گی۔"

میرے جی میں آئی کہہ دوں کہ اگر نہیں بن سکے گی تو نہ بن سکے مگر میں نے خود پر جبر کر لیا۔ "میں شاید تمہارے معیار پر پورا نہ اتر سکوں" میں نے مردہ سی آواز میں کہا "تاہم میں تیار ہوں۔"

"عربی تمہاری مادری زبان نہیں ہے مگر تم عربی اہل زبان کی طرح روانی سے بولتے ہو" کرنل نعمان نے کہا "اس کے علاوہ تمہیں اور کتنی زبانیں آتی ہیں؟"

"تمہارے لئے اتنا جان لینا ہی کافی ہے کہ میں انگریزی اور عبرانی بھی اتنی ہی روانی سے بول سکتا ہوں۔"

"ایک سیکرٹ ایجنٹ خواہ کتنا ہی زیادہ باصلاحیت کیوں نہ ہو اسے اپنی صلاحیتیں ہمیشہ کم محسوس ہوتی ہیں ___ تمہارا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟"

"میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ میں کوئی سیکرٹ ایجنٹ نہیں ہوں۔ اپنے طور پر کام کرنے کا عادی ہوں اور خدا کے بھروسے پر کام کرتا ہوں۔"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں مزید تربیت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے؟"

"کوئی شخص کبھی بھی پرفیکٹ نہیں ہو سکتا۔ میرے اندر بھی بہت کچھ سیکھنے کی لگن ہے مگر میرے پاس اتنی فرصت نہیں ہے۔"

"دیکھو' کوئی بڑا مقصد حاصل کرنے کے لئے قربانیاں بھی دینی پڑتی ہیں' اگر تم اپنے کچھ وقت کی قربانی دے سکو تو زیادہ بہتر انداز میں کام کر سکو گے۔"

"میں تمہاری بات سمجھ رہا ہوں مگر اس کے باوجود میں بہت زیادہ وقت نہیں صرف کر سکوں گا۔"

"پہلے ہمیں یہ طے کرنا ہو گا کہ تمہیں کن شعبوں میں مزید مہارت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔"

"ظاہر ہے یہ طے کئے بغیر تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔"

"سب سے پہلے میں یہ جاننا چاہوں گا کہ جسمانی لڑائی میں تم کتنے ماہر ہو؟"

"مہارت کا دعویٰ کرنا تو میرے لئے بہت مشکل ہے تاہم میں کسی نہ کسی طرح کام چلا ہی لیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے" کرنل نعمان نے کہا "پہلے میں یہ دیکھوں گا کہ اس شعبے میں تمہیں کتنی تربیت درکار ہو گی۔ اس کے لئے تمہیں میرے کسی آدمی سے مقابلہ کرنا ہو گا کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟"

"بالکل تیار ہوں" میں نے کہا "لیکن مقابلہ ایسا ہونا چاہئے جس سے کسی فریق کو زیادہ نقصان نہ پہنچے۔"

"کرنل نعمان نے تحسینی انداز میں سر ہلایا اور اپنی میز پر نصب ایک بٹن دبایا۔ چند ہی لمحے بعد دروازہ کھلا اور اس کھلے ہوئے دروازے سے پانچ افراد اندر داخل ہو کر کرنل کے سامنے مودب انداز میں کھڑے ہو گئے۔

"ان پانچوں میں سے کسی ایک کو مقابلے کے لئے منتخب کر لو" کرنل نے مجھ سے کہا۔

میں نے ان پانچوں پر ایک نظر ڈالی۔ وہ مختلف قد و قامت کے تھے اور ان میں سے چار افراد تنومند بھی تھے جبکہ پانچواں نہ تو قد آور تھا اور نہ ہی جسمانی طور پر مضبوط دکھائی دیتا تھا۔ تاہم اس کی آنکھیں بے حد چمک دار تھیں۔ معلوم نہیں اسے یہاں کیوں بلایا گیا تھا۔ ان سب کے لباس اس قسم کے تھے کہ ان کی جسمانی ساخت کے بارے میں اندازہ کرنا مشکل تھا۔

میرے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ میں ان میں سے کس سے مقابلہ کروں" میں نے کرنل نعمان سے کہا "میں ان میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی کچھ نہیں جانتا۔"

"پانچوں ہمارے محکمے کے مایہ ناز لوگ ہیں۔ تم کسی سے بھی مقابلہ کر سکتے ہو۔"

"تو پھر یہ زحمت تم خود ہی کر لو۔ جس سے کہو گے میں اسی سے مقابلہ کر لوں گا۔"

"ٹھیک ہے" کرنل نعمان نے اس شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو جسمانی اعتبار سے سب سے کم تر نظر آ رہا تھا "تم اس سے مقابلہ کر لو۔"

کرنل کے اشارے پر وہ شخص اپنی جگہ کھڑا رہا جبکہ بقیہ چاروں افراد پیچھے ہٹ کر دیواروں کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اس شخص کے مقابل آ کھڑا ہوا۔

"مجھے افسوس ہے کہ مجھے تمہارے مقابل آنا پڑ رہا ہے۔ تاہم میں کوشش کروں گا کہ میرے ہاتھوں تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے" میں نے اپنے حریف سے کہا۔

"اس کے ہونٹ اس انداز میں پھیلے جیسے اس نے مسکرانے کی کوشش کی ہو اور پھر اس نے کراٹے فائٹر کی طرح اپنے ہاتھ آگے کی جانب پھیلا لئے۔

میں نے کرنل نعمان کی طرف دیکھا اور اس نے اپنے سر کی خفیف سی جنبش سے مقابلہ شروع کرنے کی اجازت دے دی۔ اجازت ملتے ہی میرا حریف مجھ پر بڑی تیزی سے جھپٹا۔ وہ بلاشبہ بہت ماہر تھا۔ روزانہ کئی گھنٹے پریکٹس کے بغیر اتنی مہارت کا حصول ممکن نہیں ہوتا۔ وہ جھپٹ جھپٹ کر مجھ پر حملے کر رہا تھا اور میں صرف مدافعت کر رہا تھا۔ کمرا اگر بہت زیادہ کشادہ نہ ہوتا تو میرے لئے بڑی مشکلات پیدا ہو جاتیں۔ اس کے تابڑ توڑ حملوں کا سامنا کرنا آسان نہیں تھا۔

چند منٹ کے اندر اندر مجھے پسینہ آ گیا۔ ان چند منٹوں کے دوران اس نے مجھے ایک لمحے کی بھی مہلت نہیں دی تھی۔ مجھے اس بات کا یقین ہو گیا کہ میرا مد مقابل کوئی سیکرٹ ایجنٹ نہیں ہے۔ وہ تو اپنے شعبے کا ماہر تھا جس سے بچنے کے لئے مجھے اپنی تمام تر پھرتی اور مہارت کو استعمال کرنا پڑ رہا تھا۔ ایک برق تھی جو مسلسل کوندے جا رہی تھی۔

میں ہمیشہ اس ترکیب پر عمل کرتا ہوں کہ دوسرے کو تھکا کر مارا جائے لیکن اس روز مجھے یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے میرا حریف کبھی نہیں تھکے گا اور میں خود تھک جاؤں گا۔ کئی گھنٹے روزانہ پریکٹس والوں کے سامنے تکان نامی کھیل نہیں ہوتا۔ مگر میں خود کو اس سے بچاتا رہا۔

جلد ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ اب مجھے کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا ورنہ میں تھک جاؤں گا۔ تھکنے کے بعد میری رفتار سست ہو گی اور یہ گویا میرے حریف کے لئے کھلا موقع ہو گا۔ وہ جس طرح چاہے گا مجھ پر قابو پا لے گا۔ اگرچہ وہ میرا دشمن نہیں تھا اور اگر میں اس سے ہار بھی جاتا تب بھی میری صحت پر کوئی خاص اثر نہ پڑتا مگر میں اتنی آسانی سے شکست تسلیم کر لینے کے موڈ میں نہیں تھا

میرے حریف کو بھی یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ میں اس کے لئے کوئی تر نوالہ ثابت نہیں ہوں گا۔ تر نوالہ ہوتا تو وہ بہت پہلے مجھے نگل چکا ہوتا۔ وہ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ میں اس پر حملہ نہیں کر رہا ہوں۔ میری تمام تر جدوجہد صرف اپنے دفاع تک محدود ہے۔ معلوم نہیں اس سے اس نے کیا نتیجہ اخذ کیا ہو گا تاہم وہ میری مہارت کی طرف سے مشکوک ضرور ہو گیا ہو گا۔ اس کا نتیجہ اس کی بے پروائی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ اس کے حملوں میں اب بھی جارحیت تھی مگر اب اسے اپنے دفاع کی زیادہ فکر نہیں رہ گئی تھی۔ میرے لئے یہ ایک اچھی علامت تھی۔

پھر مجھے موقع مل گیا۔ ایک بار کک مارتے ہوئے وہ خاصا غیر محتاط ہو گیا تھا اور میں نے موقعے سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ میں پہلے ہی طے کر چکا تھا کہ مجھے جو بھی پہلا موقع ملے گا اس سے فائدہ اٹھاؤں گا اور میں نے اپنے اس فیصلے پر پوری طرح سے عمل کیا۔ میں نے ذرا سا دائیں جانب ہٹتے ہوئے اس کے بائیں پیر کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ اس کے لئے یہ بڑی غیر متوقع حرکت تھی۔ کوئی بھی کراٹے فائٹر ایسی حرکت نہیں کر سکتا مگر میں کراٹے فائٹر تھا ہی کب ___ میں تو بس یہ جانتا تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو اپنے حریف کو شکست سے دوچار کر دینا چاہئے۔ اس وقت بھی ہمارا مقابلہ کسی قاعدے قانون کے تحت نہیں ہو رہا تھا

میری اس اچانک حرکت پر وہ بری طرح بوکھلا گیا۔ اس نے اپنے دوسرے پیر پر اچھل کر خود کو بڑی مشکل سے گرنے سے بچایا تھا اور اس کے بعد بھی اس کے لئے اپنا توازن برقرار رکھنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خاصا مشکل ہو رہا تھا۔ میری گرفت اس کے پیر پر بہت مضبوط تھی

"تمہارا فائٹر میرے قابو میں ہے کرنل!" میں نے بہ آواز بلند کہا "اتنا کافی ہے یا کچھ اور نمونہ پیش کروں۔"

"نہیں بس" کرنل نے ہاتھ اٹھا کر کہا "اسے چھوڑ دو' اب مقابلہ جاری رکھنے کی ضرورت نہیں رہی۔"

میں نے اس کا پیر چھوڑ دیا مگر میں اس کی طرف سے محتاط تھا مجھے خدشہ تھا کہ کہیں وہ اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے دوبارہ مجھ پر حملہ آور نہ ہو جائے۔ مگر ایسا نہیں ہوا' میں بھول گیا تھا کہ اس کا تعلق کسی شرپسند گروہ سے نہیں ہے بلکہ وہ ایک فوجی ہے اور فوج میں حکم عدولی کا تصور نہیں پایا جاتا۔

"تم لوگ واپس جاسکتے ہو" کرنل نے کہا اور وہ پانچوں مودبانہ انداز میں سر جھکا کر واپس چلے گئے۔

"تمہاری کارکردگی بہت اچھی رہی" کرنل نے مجھ سے کہا۔

"بیٹھ جاؤ۔"

"شکریہ کرنل!" میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا "مجھے کسی مزید تربیت کی ضرورت تو نہیں پڑے گی۔"

"نہیں" کرنل نے کہا "مجھے یقین ہے کہ تم کسی بھی شخص سے آسانی سے مات کھانے والے نہیں ہو۔"

"اب جلدی سے یہ بھی بتا دو کہ مجھے کس کس شعبے میں اپنی صلاحیتوں کا امتحان دینا ہو گا؟"

"تم شاید برا مان گئے' لیکن ہمارے لئے اپنا اطمینان کرنا بے حد ضروری ہوتا ہے۔"

"میں نے بالکل برا نہیں مانا کرنل!" میں نے ہنس کر کہا "مگر میں ان مراحل سے گزرنے کا عادی نہیں ہوں۔ اس لئے الجھن کا شکار ہونا تو لازمی ہے۔"

"یہ الجھنیں صرف ایک بار کی ہیں۔ اس کے بعد کسی چیز کی ضرورت نہیں رہے گی۔ یہ بتاؤ کہ تمہارا نشانہ کیسا ہے؟"

"ہمیں سر کا نشانہ لینا ہوتا ہے کرنل! اور یہ کام تو وہ بھی کر سکتا ہے جس کا نشانہ خاصا خراب ہو۔"

"اب میں تم سے میک اپ کے فن کے بارے میں پوچھنا چاہوں گا" کرنل نے ذرا سا جھینپ کر بات بدل دی "تمہیں میک اپ کرنا آتا ہے؟"

"اس ایک میدان میں قدرے مہارت کا دعویٰ کر سکتا ہوں" میں نے کہا۔

"اوہ!" کرنل نے آگے کی طرف جھک کر میز پر کہنیاں ٹیک دیں "تم دعویٰ کر رہے ہو تو یقیناً بہت عمدہ میک اپ کر لیتے ہو گے کیا تم ہمیں یہ فن سکھانا پسند کرو گے؟"

"یہ کوئی ایک دو منٹ کا کام تو نہیں ہے کرنل!" میں نے قدرے جھنجلا کر کہا "کئی مہینے بھی برباد ہو سکتے ہیں۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو' ہمارے پاس میک اپ کا شعبہ بھی ہے' اس شعبے میں ماہرین بھی موجود ہیں۔ انہیں مزید کچھ سکھانا زیادہ مشکل نہیں ہو گا اس میں اتنا وقت نہیں لگے گا اس شعبے میں کمال حاصل کرنا ہمارے لئے بہت اہم ہے۔"

"میرے لئے اپنا مشن سب سے زیادہ اہم ہے بقیہ ہر چیز ثانوی ہے اور پھر ممکن ہے تمہارے ماہرین مجھ سے بھی زیادہ ماہر ہوں۔"

"تم ہمارے ساتھ تعاون نہیں کر رہے ہو علی!" کرنل نے شکایت آمیز لہجے میں کہا "میں محسوس کر رہا ہوں کہ مجھے تم سے کھل کر بات کرنی پڑے گی۔"

"مطمئن ہوئے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا۔ تم میک اپ کی افادیت ثابت کر دو۔ پھر چاہے ایک سال ہی کیوں نہ لگ جائے میں تمہارے ماہرین کو تربیت دوں گا۔"

"دیکھو میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں کہ ہم اسرائیل سے اپنے ایٹمی ری ایکٹر کی تباہی کا انتقام لینے کے لئے بے چین ہیں۔ تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ اسرائیل کی پشت پر دنیا کی تمام بڑی طاقتیں ہیں۔ اسرائیل کا سب سے بڑا سرپرست اور ہمدرد امریکا ہے۔ بقیہ بڑے ممالک صرف مسلمانوں کے درمیان تفرقہ ڈالنے کے لئے اس کا ساتھ دیتے ہیں۔ سامان حرب کے اعتبار سے تمام عرب ممالک مل کر بھی اسرائیل کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس کے پاس ایٹم بم موجود ہیں تو کوئی قابل اعتراض بات نہیں ہے اور اگر کوئی اسلامی ملک ایٹمی قوت بننا چاہ رہا ہے تو اسے جرم قرار دے دیا جاتا ہے۔"

"تم موضوع سے ہٹ رہے ہو کرنل!" میں نے اسے ٹوکا۔

"معاف کرنا علی! میں ذرا جذباتی ہو گیا تھا۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ ہمیں ایک نہ ایک روز اسرائیل سے جنگ تو کرنی ہے۔ یہ بات ہماری فوج کے ادنیٰ سے اعلیٰ افسر نے بھی طے کر رکھی ہے۔ سربراہ مملکت بدل سکتا ہے' چیف آف آرمی اسٹاف تبدیل ہو سکتا ہے مگر ہماری یہ پالیسی اٹل ہے ہم خواہ کچھ ہی کیوں نہ کر رہے ہوں اس ایک مقصد کو نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونے دیں گے۔ ہم خود کو ہر اعتبار سے اسرائیل کا مقابلہ کرنے کے قابل بنانا چاہتے ہیں۔ تم جانتے ہو کہ جنگ کے دوران سربراہ مملکت کی اہمیت کس قدر بڑھ جاتی ہے۔ تمہیں یہ بھی علم ہو گا کہ تمام ترقی یافتہ ممالک چھوٹے ممالک کے خلاف کتنی سازشیں کرتے رہتے ہیں۔ کیا ہمارا یہ اندیشہ غلط ہے کہ جنگ کے دوران یہ لوگ ہمارے ملک میں سیاسی خلفشار پیدا کرنے کی کوشش کریں گے؟"

"تمہارا اندیشہ بالکل درست ہے۔ مغربی ممالک کی زیادہ تر کوششیں منفی نوعیت کی ہی ہوتی ہیں اور دوران جنگ تو وہ کرتے کی ہیں کہ حریف ملک میں سیاسی انقلاب لا کر اپنی مرضی کی حکومت قائم کر دیں۔"

"اس طرح یہ بات ثابت ہو گئی کہ جنگ کے دوران میک اپ کو ایک موثر دفاعی ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ سربراہ مملکت خود کسی خفیہ مقام سے احکامات جاری کرتا رہے اور مخالفین کو گمراہ کرنے کے لئے اس کے مختلف ہم شکل منظر عام پر آتے رہیں۔"

"واقعی تم لوگ اسرائیل سے جنگ کے معاملے میں سنجیدہ ہو" میں نے کہا "بصورت دیگر تم اتنی دور تک نہ سوچتے۔"

"اب جبکہ تمہیں ہمارے بارے میں یہ یقین ہو گیا ہے کہ ہم اسرائیل سے جنگ ضرور کریں گے' تمہارا جواب کیا ہے؟"

"میں تو بس یہ چاہتا ہوں کہ میری زندگی کا ہر لمحہ اسرائیل کے خلاف کام کرتے گزرے۔"

"گویا تم ہمارے آدمیوں کو فن میک اپ میں ماہر بنانے کے لئے ہم سے تعاون کرنے پر تیار ہو؟"

"میں تو ہر اس کام کے لئے تیار ہوں جس کے نتائج اسرائیل کے لئے مضر ثابت ہوتے ہوں۔"

"بس ایک بات کا خیال رکھنا۔ اس کمرے میں ہونے والی گفتگو یہاں سے باہر نہ جانے پائے۔ احمد رش سے بھی تذکرہ مت کرنا۔"

مجھے واپس اپنے کمرے میں پہنچا دیا گیا۔ کرنل نعمان کے پاس بہت دیر لگ گئی تھی۔ اسی مناسبت سے احمد رش کی بے تابی بھی بڑھی ہوئی تھی۔

"میں تو سمجھا تھا تمہیں کہیں اور منتقل کر دیا گیا ہے" احمد رش نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔

"فی الحال تو ایسی کوئی بات نہیں ہوئی" میں نے پھیکے سے انداز میں مسکرا کر کہا۔

"تو پھر اتنی دیر کیوں لگ گئی" احمد رش نے مضطربانہ انداز میں کہا "میں تو پریشان ہو گیا تھا۔"

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے رش! کرنل نعمان مجھ سے معلومات حاصل کر رہا تھا۔"

"اتنی طویل معلومات!" رش نے حیرت سے کہا "وہ تو تمہارے شجرہ نسب تک سے واقف ہو گیا ہو گا۔"

"اسے مطمئن کرنا بھی تو ضروری تھا رش! ورنہ ہم رہا کس طرح ہوتے۔"

"رہائی کے احکامات صادر کر دیے گئے؟" رش نے خوش ہو کر کہا۔

"احکامات تو خیر صادر نہیں کیے گئے۔ البتہ یہ فیصلہ کر لیا گیا کہ ہمیں رہا کر دیا جائے گا۔"

"حکم صادر کیا جائے یا فیصلہ کر لیا جائے' بات تو ایک ہی ہے" رش بولا۔

"جب تک احکامات نہ آ جائیں اس فیصلے پر عمل درآمد نہیں ہو گا۔ کسی بھی فیصلے پر نہیں ہو سکتا۔۔ تاہم اب ہم محض رسمی طور پر قید ہیں۔"

"مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ جیکب ہیسنر ہاتھوں سے نکل گیا۔ اب میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل نہیں کر سکوں گا۔"

"اس بات پر افسوس مت کرو رش! غنیمت سمجھو کہ تم لوگوں کو رہا کیا جا رہا ہے۔ مجھے تو ابھی مزید کچھ عرصہ قید میں گزارنا پڑے گا۔"

"ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ ہمیں رہا کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا ہے" احمد رش نے حیرت سے کہا۔

"میرے علاوہ تمام لوگ رہا کر دیے جائیں گے۔ دراصل یہ لوگ پوری طرح مطمئن نہیں ہوئے ہیں وہ اپنے ذرائع سے میرے بیانات کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے تجویز پیش کی تھی کہ تمام لوگوں کو قید رکھنے کے بجائے صرف مجھے قید میں رکھا جائے۔ اگر میرا کوئی ایک بیان بھی غلط ثابت ہو تو میں سزا کے لئے حاضر ہوں۔"

"یہ تم نے اچھا نہیں کیا۔۔ اس طرح تمہاری زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"میں نے اگر کوئی جھوٹ بولا ہو گا تبھی تو میری زندگی خطرے میں پڑے گی۔ کیونکہ میں نے تو کوئی غلط بیانی نہیں کی اس لئے مجھے کوئی ڈر بھی نہیں ہے۔"

"تم سمجھتے کیوں نہیں۔ فرض کرو تمہارے کسی بیان کی یہ لوگ اپنے ذرائع سے تصدیق نہ کر پائے تو کیا ہو گا؟"

"تصدیق نہ کر پانا اور بات ہے اور تکذیب ہو جانا اور بات یہ تو ممکن ہے کہ یہ لوگ کسی بات کی تصدیق نہ کر پائیں مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ میری کہی ہوئی کوئی بات غلط ثابت ہو۔"

"تمہاری مرضی" احمد رش نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا مگر اندر سے وہ بہت خوش تھا۔

اسی روز سہ پہر کے وقت دوبارہ میری طلبی ہوئی۔ میں نے کرنل نعمان کو بتا دیا کہ میں نے احمد رش سے کیا غلط بیانی کی ہے۔

"تم نے بہت اچھا کیا۔۔۔ تمہارے یہاں رکنے کے لئے اس سے بہتر جواز نہیں ہو سکتا تھا۔ میرا خیال ہے کل تک تمہارے ساتھیوں کو رہا کر دیا جائے گا۔"

"میں چاہتا ہوں کہ جلد از جلد اپنا کام شروع کر دوں تاکہ اسے ختم کرنے کے بعد کوئی اور کام کر سکوں۔"

"میں ابھی تمہیں میک اپ روم میں لے چلوں گا لیکن میں نے محسوس کیا تھا کہ تم میری باتوں سے زیادہ مطمئن نہیں ہوئے تھے اس لئے میں نے ہائی کمان سے مشورہ کیا اور مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں تمہیں عراق کی فوجی قوت کے بارے میں مزید کچھ باتیں بتا دوں تاکہ تم پوری دل جمعی اور یکسوئی کے ساتھ کام کر سکو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ حقیقت ہے کرنل کہ اسرائیل اور اس کے حواری بے حد طاقت ور ہیں۔ میرے لئے یہی کافی ہے کہ کوئی مسلمان حکومت انہیں للکارنے کا عزم رکھتی ہے تاہم یہ خیال عبث ہے کہ ان کے مقابلے میں کامیابی کوئی آسان کام ہو گا۔ ان کے ہتھیاروں کا مقابلہ کرنے کے لئے ان سے بہتر ہتھیاروں کا حصول لازمی ہے۔"

"ہم نے ان سے ٹکرانے کا عزم کیا ہے تو اس پہلو پر بطور خاص نظر رکھی ہے۔ ہم نے اسکڈ میزائل کی رینج دو سو پچاس میل سے بڑھا کر چار سو میل کردی ہے اور اب اسرائیل ہماری زد میں ہے۔"

میں نے حیرت سے کرنل نعمان کو دیکھا "اب تو تم اور بھی زیادہ ناقابلِ یقین باتیں کرنے لگے" میں نے کہا "جس ملک نے میزائل بنایا ہے وہ خود تو رینج میں اضافہ نہ کرسکا اور تم نے کرلیا۔"

"یہ کارنامہ جیرالڈبل نامی ماہر طبیعات کا ہے۔ اس کا اصل شعبہ تو فزکس تھا لیکن اسے ہتھیار ڈیزائن کرنے کا شوق پیدا ہوگیا تھا۔ ہمیں اس کے بارے میں جیسے ہی علم ہوا ہم نے فوراً اس سے رابطہ قائم کیا۔ وہ امریکا سے نالاں تھا۔ اس لئے کہ امریکی حکومت نے اسے چھ ماہ قید رکھا تھا۔ اس پہ جنوبی افریقہ کی حکومت سے تعاون کرنے کا الزام تھا۔ ہمارے محکمے کو اس کے بارے میں بھنک مل گئی تھی اور ہم نے اپنے ایجنٹ اس کے پیچھے لگادیے۔ ہم نے اس تک رسائی حاصل کرنے کے لئے کتنی قربانیاں دیں' یہ ایک الگ کہانی ہے..."

"میں وہ کہانی سننا پسند کروں گا کرنل!" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"نہیں' اس میں تمہاری دلچسپی کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔ مختصراً یہ سمجھ لو کہ اس تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ہمارے کئی ایجنٹوں کو امریکا میں سزا بھگتنا پڑی تھی۔ کئی ایجنٹوں کی قربانی کے بعد آخر کار ایک ایجنٹ سزا پاکر اس جیل تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا جس میں جیرالڈبل سزا بھگت رہا تھا۔ اس نے جب جیرالڈبل کو ہماری حکومت کے لئے کام کرنے کی آفر کی تو اس نے تھوڑی سی ردوقدح کے بعد یہ آفر قبول کرلی۔ اس وقت ہمیں معلوم نہیں تھا کہ وہ ہمارے لئے کس قدر کار آمد ثابت ہوسکتا ہے۔ تاہم یہ ضرور تھا کہ ہمیں اس سے کچھ نہ کچھ فائدے کی توقع ضرور تھی۔ دیگر حکومتوں کے لئے وہ ایک غیر اہم آدمی تھا مگر ہمارے لئے بہت اہم تھا چنانچہ جب وہ قید سے رہا ہو کر جینوا پہنچا تو ہمارے ایجنٹ اس کے تعاقب میں تھے۔ ہم ہر ممکن احتیاط برتنا چاہتے تھے۔ اس لئے دو ہفتے تو ہم نے محض اس کی نگرانی کرنے میں گزار دیے۔ جب ہمیں یقین ہوگیا کہ اس کی نگرانی نہیں کی جارہی ہے تو ہم نے اسے بلوالیا۔ اسے لینے کے لئے عراق سے ایک خصوصی طیارہ جینوا گیا تھا۔ اسکڈ میزائلوں کی رینج بڑھانے کا کارنامہ بھی اسی کا ہے۔"

"یہ تو بڑی دلچسپ اور بڑی سنسنی خیز کہانی ہے کرنل! تم تو کہہ رہے تھے اس میں دلچسپی کے لئے کچھ نہیں ہے۔"

"اس نے ہمارے لئے کچھ اور ہتھیار بھی ڈیزائن کئے ہیں۔ جب دنیا کو ان ہتھیاروں کے بارے میں معلوم ہوگا تو اسے دنیا کا جدید ترین نظام قرار دیا جائے گا۔"

"تم تو مجھے حیران کئے دے رہے ہو کرنل! میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم نے اس حد تک تیاریاں کررکھی ہیں۔"

"ہماری فوجی قوت کا سب سے مضبوط پہلو ہماری توپیں ہیں جن کی تعداد ساڑھے تین ہزار سے بھی زائد ہے۔ ان میں ۱۵۵ ملی میٹری وہ تین سو توپیں بھی شامل ہیں جن کی رینج ۲۵ میل تک ہے۔ یہ رینج عام توپ خانے کی رینج سے دوگنی ہے۔ ایک دوسری قسم کی توپ جو اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ یہ ۵۳ ٹن کی ۲۱۰ ملی میٹری توپ ہے اس کی رینج ۳۵ میل تک ہے۔ اس کی نالی کی لمبائی ۳۶ فٹ ہے اور یہ ایک منٹ میں تین سو پاؤنڈ وزنی چار گولے پھینک سکتی ہے۔ اس کی خصوصیت اس اعتبار سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اسے صرف چار منٹ کے مختصر سے عرصے میں نصب بھی کیا جاسکتا ہے اور ہٹایا بھی جاسکتا ہے۔ اس کو استعمال کرنے کے فوراً بعد اسے نشانہ بنانا اسی لئے مشکل ہوجاتا ہے کہ اسے اپنی جگہ سے ہٹایا جاسکتا ہے۔"

"گزشتہ کچھ عرصے سے کیمیائی ہتھیاروں کا بہت چرچا ہے' کیا واقعی عراق کے پاس اس قسم کے ہتھیار موجود ہیں؟"

نہ صرف موجود ہیں بلکہ انہیں میزائلوں کے ذریعے طویل فاصلوں تک پھینکنے کا نظام بھی موجود ہے۔ ہماری ہر ممکن کوشش یہی ہے کہ ہمیں ایران کے خلاف کیمیائی ہتھیار نہ استعمال کرنا پڑیں۔ اس لئے کہ عراق کی یہ تیاریاں خالصتاً اسرائیل کے لئے ہیں۔"

"تمہاری بیان کردہ باتیں بہت متاثر کن ہیں مگر ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اسرائیل کے پاس ایٹمی ہتھیار تو یقیناً موجود ہیں۔ جب اس کا بس نہیں چلے گا تو وہ عراق کے خلاف ایٹم بم استعمال بھی کرسکتا ہے۔ تم لوگوں نے اس پہلو کی طرف توجہ نہیں دی۔"

کرنل نعمان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی "بڑی افسانوی سی بات ہے مگر ہے حقیقت اور یہ سب کچھ میں تمہیں اس لئے بتا رہا ہوں کہ اول تو ان باتوں پر کوئی یقین نہیں کرے گا بالفرض کسی کو یقین آبھی جائے تو اس میں ہمارے نقصان کا پہلو تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ ایٹمی حملے سے بچاؤ کے لئے بغداد میں ایک زیر زمین دنیا تعمیر کی گئی ہے۔ ہمیں اندازہ ہے کہ اگر جنگ ہوئی تو طویل ہوگی اور جنگ کی طوالت سے تنگ آکر ہم پر ایٹمی ہتھیار آزمائے جاسکتے ہیں۔ یہ زیر زمین دنیا ان بنکرز پر مشتمل ہے جو زمین میں ۲۵۰ فٹ گہرائی میں تعمیر کئے گئے ہیں۔ ان پر ایٹمی حملوں کا بھی اثر نہیں ہوسکتا اور اسے پوری طرح سے سیل کردیا گیا ہے۔ ان بنکرز میں ضروریات زندگی کی ہر سہولت مہیا ہوگی۔ ہر بنکر ایئر کنڈیشنڈ ہے اور اس میں پانی کی سپلائی کے لئے بھی زیر زمین قدرتی پانی کو ذریعہ بنایا گیا ہے۔ جس کی گہرائی ایک ہزار فٹ سے بھی زیادہ ہے۔ اتنی گہرائی میں پانی کو ایٹمی حملے سے بھی آلودہ نہیں کیا جاسکتا۔ انہی بنکرز سے مواصلاتی نظام اور نشریاتی نظام بھی کنٹرول ہوسکتا ہے۔ ان بنکرز کے نقشے بیس بنائے گئے تھے اور ضائع بھی کردیے گئے۔ اب پوری دنیا میں ان کی ایک بھی نقل موجود نہیں ہے۔"

"میں تمہارا شکریہ ادا نہیں کرسکتا کرنل کہ تم نے مجھے اس حد تک قابلِ اعتماد سمجھا ورنہ کون اپنے فوجی راز کسی پر ظاہر کرتا ہے۔"

"غیریت کی باتیں مت کرو علی! تم ہمارے لئے اتنے ہی بااعتماد ہو جتنا ہمارے اپنے ملک کا کوئی فوجی ہوسکتا ہے۔ تم نے قومیت کا لحاظ کئے بغیر پورے عالم عرب میں مسلمانوں کے استحصال کے خلاف جدوجہد میں عملی حصہ لیا ہے۔ ہم تم پر اعتماد نہیں کریں گے تو اور کس پر کریں گے۔"

"اب میری تمام تر صلاحیتیں تمہارے لئے وقف ہیں کرنل! میں چاہتا ہوں کہ جب اسرائیل کو شکست ہو تو اس میں میرا بھی کوئی نمایاں حصہ ہو۔"

"اسرائیل کو شکست ہو یا نہ ہو تمہارا نمایاں حصہ برقرار رہے گا۔ تمہاری خدمات نظر انداز نہیں کی جاسکتیں۔"

"جہاں مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ عراقی حکومت اتنی جدوجہد کررہی ہے وہیں اس بات کا افسوس بھی ہے کہ دیگر ممالک کیوں خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں؟"

"یقین سے کچھ نہیں کہا جاسکتا علی! ممکن ہے ہمارے علاوہ بھی کوئی ملک خفیہ طور پر تیاری کررہا ہو۔ ہمارے بارے میں بھی کسی کو نہیں معلوم کہ ہمارے عزائم کیا ہیں۔ ہم نے طویل منصوبہ بندی کی ہے۔ معلوم نہیں اس پر عمل پیرا ہونے میں کتنی مدت اور لگے گی لیکن اس پر عمل ہوگا ضرور۔۔۔ اور ہمیں توقع ہے کہ جب ہم اسرائیل سے بھڑ جائیں گے تو دوسرے مسلم ممالک بھی ہمارا ساتھ دیں گے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔ اسرائیل کو شکست خوردہ دیکھنا اور فلسطین کو صیہونی تسلط سے آزاد کرانا ہی میرے لئے سب کچھ ہے۔"

"آؤ اب ہم تمہیں میک اپ روم میں لے چلیں تاکہ تم اپنے کام کا آغاز کرسکو۔"

عراق کی آرمی انٹیلی جنس کا میک اپ روم بہت شاندار تھا اس میں میک اپ میں کام آنے والی جدید ترین اشیا تک موجود تھیں۔ کچھ کمی تھی تو اس کے استعمال میں مہارت کی کمی تھی اور مجھے یہ ذمے داری سونپی گئی تھی کہ میں اس کمی کو دور کردوں۔

"تمہارے آدمی بہت کچھ جانتے ہیں کرنل!" میں نے کہا۔ "ان پر زیادہ محنت نہیں کرنی پڑے گی۔"

اگلے روز احمد رش وہاں سے روانہ ہوگیا۔ کرنل نعمان نے اس سے ملنے تک کی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ جن لوگوں نے اسے رہا کیا انہوں نے بھی اس سے وہی کہا جو میں نے کہا تھا یعنی مجھے اس وقت رہا کیا جائے گا جب میرے بیانات کی تصدیق ہوجائے گی۔ احمد رش کا ایئر جیٹ اس کے حوالے کردیا گیا تھا اور ان سے کہا گیا تھا کہ وہ جس طرح چوری چھپے عراق میں داخل ہوا تھا اسی طرح وہاں سے نکل جائے۔

احمد رش کے جانے کے بعد میں اپنے کام میں مصروف ہوگیا میں نے ان لوگوں کو خود پر کرنل نعمان کا میک اپ کرکے دکھایا میں نے کرنل نعمان کے ہر انداز اور اس کی آواز کی نقل اتار کے دکھائی۔ وہ لوگ میری کارکردگی پر انگشت بدنداں تھے۔

"حیرانی کی کوئی بات نہیں ہے" میں نے کرنل نعمان سے کہا جو اپنے ڈپلی کیٹ کی خبر پاکر میک اپ روم میں دوڑا چلا آیا تھا۔ "محنت' شوق اور لگن سے جو کام کیا جائے اس میں حیران کن کامیابی حاصل کرلینا کوئی بڑی بات نہیں ہے" میں خالص کرنل نعمان کے لہجے میں بول رہا تھا۔

"میں۔۔۔ میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہوں کہ تم نے تمام کامیابیاں اپنی صلاحیت کے بل پر حاصل کی ہیں" کرنل نعمان نے زچ ہو کر کہا۔

"صلاحیتیں ہر شخص میں ہوتی ہیں۔ جو شخص انہیں مرکوز کردیتا ہے وہ کامیاب ہوجاتا ہے۔"

"میں نے اپنی آنکھوں سے نہ دیکھا ہوتا تو مجھے اتنی حیرت انگیز مشابہت پر ہرگز یقین نہ آتا۔"

"بے فکر رہو کرنل! میں تمہارے آدمیوں کو ہر وہ گر بتادوں گا جو میں نے اپنے تجربات سے سیکھا ہے اور اس میں کوئی زیادہ وقت بھی نہیں لگے گا۔ زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ۔"

اس ایک ہفتے کے دوران مجھے کسی چیز کا ہوش نہیں رہا۔ میں نے دن رات ایک کرکے ان لوگوں کو میک اپ کی باریکیوں سے آگاہ کیا۔ انہوں نے بھی نہایت محنت سے وہ سب کچھ سیکھا اور ایک ہفتے کے بعد جب میں نے کرنل نعمان کو رپورٹ پیش کی تو وہ ایک بار پھر حیران رہ گیا۔ اس ایک ہفتے کے دوران وہ بے حد مصروف رہا تھا اور اس سے میری کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

"تم کہہ رہے ہو' تم نے انہیں سب کچھ سکھا دیا" اس نے حیرت سے کہا "اتنے کم وقت میں یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ لوگ مہارت حاصل کرلیں۔"

"وہ اناڑی لوگ تو تھے نہیں۔ بہت کچھ جانتے تھے۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ وہ ایک ہفتے میں سب کچھ سیکھ لیں گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آؤ میں خود دیکھوں گا کہ تم نے انھیں کیا سکھایا ہے" کرنل نے کہا اور ہم میک اپ روم میں آ گئے۔

ایک ہفتہ قبل میں نے خود پر کرنل نعمان کا میک اپ کیا تھا اس بار کرنل نعمان نے خود کو میک اپ کے لئے اپنے ماتحتوں کے سامنے پیش کیا۔

کرنل نعمان کے چہرے پر میک اپ مکمل ہونے میں کوئی دو گھنٹے کے قریب وقت لگا۔ جن لوگوں کو میں نے تربیت دی تھی انہی میں سے ایک اس کے چہرے پر اپنی مہارت آزما رہا تھا۔

"دو گھنٹے بعد جب کرنل کے سامنے آئینہ پیش کیا گیا تو وہ ایک بار پھر حیران رہ گیا۔ جب کہ میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا تھا۔

"میں تو ہو بہو علی یار خان بن گیا" کرنل نعمان نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"میرے پاس جو کچھ تھا میں نے انھیں منتقل کر دیا ہے اور اب تم مجھے اگلا کام بتاؤ گے۔"

"ٹھیک ہے" کرنل نعمان نے کہا "تم نے غیر معمولی کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اب میں پورے اعتماد سے تمہارے اگلے مشن کے بارے میں فیصلہ کر سکوں گا۔"

کرنل نعمان نے میک اپ صاف کرایا اور ہم میک اپ روم سے باہر آ گئے "ہمارے محکمے کا ایک اصول ہے" کرنل نے کاریڈور میں چلتے ہوئے مجھ سے کہا "ہمارا کوئی ایجنٹ جب بھی کوئی مہم کامیابی سے اختتام تک پہنچاتا ہے تو ہم اسے انعام ضرور دیتے ہیں۔ تم نے اپنی پہلی مہم میں جو حیران کن کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے اسی اعتبار سے تمہارا انعام بھی بڑا ہونا چاہئے۔"

"روپے پیسے کی میری نظر میں کوئی اہمیت نہیں ہے" میں نے کہا "اور نہ ہی دولت کا حصول میرے لئے کبھی کوئی مسئلہ رہا ہے۔"

کرنل چلتے چلتے رک کر مجھے گھورنے لگا "ہوں" وہ غرایا "یہ بات ہے تو تم اپنے کمرے میں جاؤ میں تمہارے بارے میں سوچ کر کوئی فیصلہ کروں گا۔"

وہ میرا جواب سننے کے لئے رکا نہیں اور ایڑیوں کے بل گھوم کر دوسری طرف چلا گیا۔ میں اس کی اس حرکت پر ناچ کر رہ گیا۔ اس کے رویے کی اچانک تبدیلی میرے فہم سے بالاتر تھی میں نے ایسی تو کوئی بات نہیں کی تھی جو وہ اتنا غصے میں آ گیا۔

میں چند لمحے وہیں کھڑا رہا۔ مجھے غصہ بھی آ رہا تھا اور حیرت بھی ہو رہی تھی۔ اس سے پہلے تو اس نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی تھی۔ جتنی بار بھی ملا تھا نہایت خوش اخلاقی سے پیش آیا تھا لیکن اس وقت ایک معمولی سی بات پر آپے سے باہر ہو گیا تھا۔

میں نے سر جھٹک کر اپنے خیالات سے چھٹکارا پانے کی کوشش کی اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ میں اس قسم کے رویے کا عادی نہیں تھا اور محض اسی وجہ سے دوسروں کے لئے کام کرنے سے گریز کرتا تھا کہ اس طرح کسی نہ کسی کے ماتحت رہنا پڑتا ہے۔ کچھ نہ کچھ پابندیاں قبول کرنی پڑتی ہیں۔ میں آزاد رہ کر کام کرنا چاہتا تھا۔ کسی کو جواب دہی کرنا میری فطرت کے خلاف تھا۔ شاید میری فطرت میں سرکشی بہت زیادہ تھی یا شاید گزشتہ چند سالوں کے دوران بڑھ گئی تھی۔

میں یہ تہیہ کر کے اپنے کمرے تک پہنچا تھا کہ کل صبح ہی کرنل سے معذرت کر لوں گا مگر کمرے کے دروازے پر نظر آنے والے منظر نے میرے اشتعال میں مزید اضافہ کر دیا۔ دروازے پر ایک مسلح باوردی فوجی دکھائی دے رہا تھا۔ میرا غصہ انتہا کو پہنچ گیا کرنل نعمان کس قسم کا مذاق کر رہا تھا۔ وہ مجھے دوبارہ قیدی بنانا چاہتا تھا۔ جب اس نے تمام لوگوں کو رہا کر دیا تھا تو پھر میرے ساتھ اس قسم کا سلوک کیوں کر رہا تھا؟ میں نے تو اس کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی تھی بلکہ اس کے کام ہی آنے کی کوشش کی تھی۔ تھوڑی دیر پہلے تک میں آزاد تھا اور اب میری نگرانی کے لئے ایک مسلح فوجی متعین کر دیا گیا تھا۔

ایک لمحے کے لئے میرے جی میں آئی کہ اس فوجی کی گردن مروڑ کر رکھ دوں مگر میں نے تیزی سے خود کو سنبھال لیا۔ اس بے چارے کا کیا قصور تھا۔ وہ تو حکم کا غلام تھا۔ جس طرح اسے کہا گیا تھا وہ وہی کر رہا تھا۔ اس سے الجھنا بے سود تھا اور اس سے الجھ کر کچھ حاصل بھی تو نہ ہوتا۔ اس عمارت سے فرار ہونا بھی آسان نہیں تھا۔

میں رکے بغیر اپنے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ فوجی کو میں نے نظر انداز کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس نے مجھے سیلوٹ کیا تو میں حیران رہ گیا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" میں نے سپاٹ لہجے میں اس سے سوال کیا۔

"نگرانی جناب!" اس نے انتہائی مختصر جواب دیا اور میں بری طرح بھنا گیا۔

"کیا میں کوئی قیدی ہوں جو تم میری نگرانی کر رہے ہو؟" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔

وہ کھسیانا سا ہو گیا "آپ مذاق کر رہے ہیں جناب!" اس نے بے بسی سے کہا۔

میں نے مناسب یہی سمجھا کہ اس کے ساتھ مغز ماری نہ کی جائے۔ وہ فوجی رنگروٹ تھا۔ ایسے لوگ عقل سے محروم ہوتے ہیں۔ جو حکم دیا جائے صرف اسی پر عمل کرتے ہیں اور ان میں مزاح کی حس بھی نہیں ہوتی۔ اس کے باوجود اس کا کہنا تھا کہ میں اس سے مذاق کر رہا ہوں۔

میں نے کمرے کا دروازہ کھولا اور دروازہ کھولتے ہی چونک پڑا۔ کمرے میں روشنی ہو رہی تھی جو ایک غیر معمولی بات تھی۔

روزانہ خود آ کر کمرے کی لائٹ جلایا کرتا تھا۔ یقیناً اندر کوئی موجود تھا۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ کمرے میں کون ہے مگر اس عمارت میں بغیر اجازت کسی کے داخلے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا اس لئے یہ تو اطمینان تھا کہ اندر جو کوئی بھی ہے اس سے کم از کم مجھے کوئی خطرہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے باوجود میں محتاط انداز میں اندر داخل ہوا۔ احتیاط بہرحال اچھی چیز ہوتی ہے۔

کمرے میں بیڈ پر موجود شخصیت کو دیکھ کر مجھے واقعی حیرت ہوئی وہ مریم برنسٹین تھی۔

"علی!" اس نے مجھے دیکھتے ہی سریلی آواز میں کہا اور دوڑ کر مجھ سے لپٹ گئی۔ میں اپنے دفاع میں کچھ نہ کر سکا۔ ایک لمحے کے اندر اندر میری سمجھ میں ساری بات آ گئی۔ کرنل نعمان جس انعام کی بات کر رہا تھا وہ مریم برنسٹین تھی اور دروازے پر فوجی بھی اس کی وجہ سے متعین کیا گیا تھا۔

ابھی میں مریم کی سریلی چیخ کے جواب میں کچھ کہہ بھی نہیں پایا تھا کہ دفعتاً کمرے میں ایک قہقہہ گونجا "انعام پسند آیا علی!" یہ کرنل نعمان کی آواز تھی جو کمرے میں کسی پوشیدہ مقام پر نصب اسپیکر کے ذریعے سنائی دے رہی تھی۔ میں اب تک اس بات سے لاعلم تھا کہ وہاں ایسا کوئی نظام بھی ہے۔

"مجھے تمہارا انداز پسند نہیں آیا کرنل!" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"لیکن تم مجھے بہت پسند آئے ہو" کرنل نے ایک اور قہقہہ لگایا "اور جو لوگ مجھے پسند آ جاتے ہیں انھیں ایسے ہی سرپرائز دیا کرتا ہوں۔"

"چھپ کر دوسروں کی گفتگو سننا بھی کوئی پسندیدہ بات نہیں ہے کرنل!" میں نے مزید کہا۔

"ایسا پہلی بار ہوا ہے علی! اطمینان رکھو میں تمہاری خلوت میں مخل نہیں ہوں گا۔ ہم دوستوں کی ذاتی گفتگو سننے کو اس سے بھی بڑا اخلاقی جرم سمجھتے ہیں جتنا یہ ہے۔"

"تمہاری اخلاقیات اپنی جگہ کرنل لیکن میں نے صرف ایک ملاقات کی خواہش ظاہر کی تھی۔"

"تم نوجوان ہو علی! اسے میری طرف سے تحفہ سمجھو۔ بڑی مشکل سے عارضی طور پر اس کی عارضی جاں بخشی کرا سکا ہوں۔ محض تمہاری خاطر....."

"میری زندگی کا مقصد تمہارے سامنے ہے کرنل! میرے پاس لغویات کی گنجائش نہیں ہے۔"

"تم چوبیس گھنٹے کام نہیں کر سکتے علی! کام کے ساتھ تفریح بھی ضروری ہوتی ہے۔ تفریح نہیں کرو گے تو تمہیں زنگ لگ جائے گا۔ زندگی مختصر اور کارکردگی متاثر ہو گی۔ کام کے وقت کام اور تفریح کے وقت تفریح۔ اسے اپنی زندگی کا اصول بنا لو اور فرصت کے اوقات کو رنگین تر بنانا سیکھو۔"

"تمہارے اور میرے نظریات میں زمین آسمان کا فرق ہے میرے لئے کام ہی سب سے بڑی رنگینی ہے؟"

"تو پھر میرا دوسرا اور آخری نظریہ بھی سن لو "حریف" کو ہر "محاذ" پر زیر کرنے کے زریں اصول سے استفادہ کرو۔ بس اب میں اسپیکر آف کر رہا ہوں' صبح ملاقات ہو گی۔ شب بخیر" اور اس کے ساتھ ہی اسپیکر سے آواز آنا بند ہو گئی۔

مریم برنسٹین مجھ سے یوں لپٹی کھڑی تھی جیسے اس نے مجھے چھوڑا تو میں بھاگ جاؤں گا یا پھر وہ ایک جان دو قالب کے محاورے کو عملی شکل دینا چاہ رہی تھی۔ میں نے خود کو اس کی گرفت سے چھڑانا چاہا تو وہ اور زور سے مجھ سے چمٹ گئی۔ جیسے مجھ میں پیوست ہو جانا چاہتی ہو۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ صرف تمہاری سفارش پر میری جان بخشی کی گئی ہے" وہ اپنے رخسار میرے سینے سے مس کرتے ہوئے بولی۔

"ذرا سا فاصلہ درمیان میں ہو تو کوئی بات بھی کروں۔ کسی بات کا جواب بھی دوں۔"

اس نے سر اٹھا کر اپنی گہری نیلی آنکھوں سے میری آنکھوں میں جھانکا "کیا میں اتنی ہی بری ہوں۔"

"نن... نہیں۔ تم ہرگز بھی بری نہیں ہو" میں نے بوکھلا کر کہا "تم تو بہت اچھی ہو۔"

"نہیں' تم مجھے برا سمجھتے ہو تبھی تو مجھے خود سے دور کر دینا چاہتے ہو ورنہ کتنے ہی لوگ میرے قرب کی آرزو کرتے ہیں۔ بڑے بڑے عہدے دار... مگر میں نے ان کو کبھی نہیں نوازا۔"

"تم بہت حسین ہو مریم!" بے اختیار میرے ہاتھوں نے اس کے حسین و جمیل چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے لیا "تمہارے قرب میں نشہ ہے اور میں مدہوش نہیں ہونا چاہتا۔ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ....."

"تم مدہوش نہیں ہونا چاہتے اور میں ہوش میں نہیں رہنا چاہتی" وہ وارفتگی سے بولی "تم میرے محسن ہو علی! میرا قرب بہت سوں کو مدہوش کر دیتا ہے مگر آج مجھ پر نشہ طاری ہو رہا ہے۔ یہ کیسی لذت ہے۔ کیسا سرور و انبساط ہے جس نے در طلب کھولا کر دیا ہے۔ میرے پورے جسم میں کیسی سنسنی دوڑ رہی ہے۔ مجھے خود سے دور مت کرو علی! مجھے خود سے دور مت کرو۔"

"تم پاگل ہو گئی ہو مریم!" میں نے قدرے سخت لہجے میں کہا لہجے کی اس سختی سے دراصل میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔ میری اپنی حالت بھی دگرگوں تھی۔ جس طرح وہ مجھ سے لپٹی ہوئی تھی اس کے بعد تو کوئی عابد و زاہد بھی بہک سکتا تھا۔ میں تو خیر ایک معمولی سا آدمی تھا۔ کسی آدمی کے لئے کسی لڑکی کا لمس ایسا ہی ہوتا ہے جیسے بارود کے ڈھیر کو آگ لگا دی جائے۔ پتا نہیں کیوں قدرت نے مرد کو صنف کرخت بنایا اور اسے صنف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نازک کے سامنے اس قدر بے بس کردیا۔

مجھے شاید اس تلخ حقیقت کا شعوری ادراک تھا اس لئے میں ایسے مواقع پر غیر معمولی مدافعت کا مظاہرہ کرتا تھا یا شاید نہیں۔ ممکن ہے جسے میں اپنی غیر معمولی مدافعت سمجھ رہا ہوں وہ تائید ایزدی ہو۔ جس قدرت نے مرد کو عورت کے سامنے بے بس کیا ہے وہ خود تو بے بس نہیں ہے۔ یقیناً ایسے مواقع پر قدرت میری مدد کرتی ہے ورنہ تنہائی ہو، کسی حسین لڑکی کا قرب میسر ہو۔ نہ صرف قرب میسر ہو بلکہ وہ بلائے بے درماں بنی ہوئی ہو تو بہکنے میں کوئی کسر نہیں رہ جاتی۔ قانون فطرت بھی یہی ہے اور ازل سے اسی کے مطابق ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ جب بھی ایسا کوئی حادثہ ہوتا ہے قصوروار مرد کو ہی ٹھہرایا جاتا ہے۔ عورت تو ہر حال میں معصوم اور بے خطا ہوتی ہے۔ وہ فعال جو نہیں ہوتی۔

میرے لہجے کی تلخی مریم کو ہوش میں لے آئی۔ وہ ایک جھٹکے سے مجھ سے علیحدہ ہوئی "تم مجھے دھتکار رہے ہو" اس نے بھیگی ہوئی آنکھوں سے مجھے دیکھا اور دوڑتی ہوئی بیڈ تک گئی اور بیڈ پر جاکر گر پڑی۔ اس کا جسم لرز رہا تھا۔ شاید وہ رو رہی تھی۔

"میں نے عجیب قسم کی بے بسی محسوس کی۔ اس کا رویّہ میری سمجھ سے بالاتر تھا۔ تاہم اس صورتِ حال سے نمٹنا اب میری ذمے داری تھی۔ کرنل نعمان عجیب آدمی تھا۔ اس نے اپنے طور پر ایک مطلب اخذ کیا اور مریم کو میرے سر منڈھ دیا۔ اب اس کے کئے کو میں بھگت رہا تھا۔

میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا بیڈ تک گیا اور مریم کے پاس بیٹھ گیا "میرا یہ مطلب نہیں تھا مریم!" میں نے اس کے شانے پر ہولے سے ہاتھ رکھا مگر اس نے کندھا جھٹک کر میرا ہاتھ ہٹا دیا۔

"چلے جاؤ، میرے پاس سے" وہ رندھی آواز میں بولی "تم نے میری توہین کی ہے، نسوانیت کی توہین کی ہے۔ اب مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"تمہارے اس خوبصورت جسم اور حسین چہرے کے عقب میں تو محبت کرنے والی روح پوشیدہ ہے مجھے اس سے محبت ہے مریم! میں نے تمہارے جسم اور چہرے کے حسین نقوش کی وجہ سے تمہاری سفارش نہیں کی تھی۔ میری نظر تو اس دل پر تھی جو کسی قوم کے لئے نہیں پوری انسانیت کے لئے دھڑکتا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ تم مجھے سمجھ نہیں سکیں۔"

"تمہیں کیا معلوم ۔۔۔ تم کیا جانو کہ کتنے ہی لوگ میری ایک نگاہِ التفات کو ترستے ہیں" وہ مجھے جھنجوڑتے ہوئے بولی "میں نے خود کو پلیٹ میں سجا کر تمہارے سامنے پیش کردیا اس لئے تم مجھے یوں ٹھکرا رہے ہو۔ میں اتنی آسانی سے تمہارے سامنے جھک گئی اس لئے میری ناقدری کر رہے ہو۔ بولو؟"

"میں تمہاری ناقدری نہیں کررہا ہوں مریم! اگر بھی نہیں سکتا۔ تمہارے اندازِ فکر کی مذمت نہیں کرسکتا۔ مجھے معلوم ہے کہ جنسی آزادی تمہارے کلچر کا لازمی حصہ ہے۔ میں تو خود پر اظہار افسوس کرسکتا ہوں کہ میں خود کو تمہارے تقاضوں سے ہم آہنگ نہیں کرسکا اور تم نے اسے نسوانیت کی تذلیل سمجھ لیا۔ میں کیا کروں کہ میرے نظریات ہی فرسودہ ہیں۔ جو کچھ تم مجھ سے چاہ رہی تھیں میں تو اسے نسوانیت کی تذلیل سمجھتا ہوں۔ تم نے سنا نہیں تھا کہ کرنل نعمان کیا کہہ رہا تھا۔ حریف کو ہر طرح پر زیر کرنے کے زریں اصول سے استفادہ کرو لیکن میں کیا کروں میں تو تمہیں حریف نہیں سمجھتا۔ تم میرے حریف گروپ سے تعلق رکھتے ہوئے بھی میری حریف نہیں ہو۔ نیسٹ کی رکن ہونے کے باوجود میرے لئے تم ایک قابلِ احترام ہستی ہو۔ اگر تم مجھے اتنا ہی کم ظرف سمجھتی ہو۔"

مریم نے اپنا نازک ہاتھ میرے ہونٹوں پر رکھ دیا "کم ظرف تو شاید میں ہوں۔ تمہارے بارے میں تو میں اس قسم کی بات سوچ بھی نہیں سکتی۔ میں نے تمہارے بارے میں جو کچھ سنا تھا تمہیں ویسا ہی پایا۔ اس روز رات کو جب تم سے دریائے فرات کے کنارے پہاڑیوں میں ملاقات ہوئی تھی اس وقت مجھے معلوم نہیں تھا کہ انجانے میں میری ملاقات کس سے ہوگئی ہے۔ تمہاری اصول پسندی اور شرافت نے مجھے بے حد متاثر کیا تھا۔ تمہاری شخصیت کے بارے میں میرے ذہن میں تجسس ضرور پیدا ہوگیا تھا مگر تم نے اپنی باتوں سے مجھے الجھا دیا ورنہ ممکن تھا میں محض اندازے سے تمہاری شخصیت کے بارے میں جان جاتی اور بعد میں جب جیکب بیسنر نے مجھے تمہارے بارے میں بتایا تو میں نے بھی اسے اس رات تم سے ہونے والی ملاقات سے آگاہ کیا۔ جانتے ہو، اس کا تبصرہ کیا تھا۔ اس نے تمہیں ایک باظرف دشمن قرار دیا تھا جبکہ وہی شخص احمد رش کا نام سنتے ہی آپے سے باہر ہوجاتا ہے۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں کم ظرف نہیں ہوں۔" میں نے مسکرا کر کہا اور مجھے اس مسکراہٹ کا خمیازہ اس صورت میں بھگتنا پڑا کہ مریم برنسٹین نے اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا۔

"جو تمہیں کم ظرف کہے وہ خود کم ظرف ہے۔ یہ بات تو تمہارے بارے میں تمہارے دشمن بھی نہیں کہہ سکتے۔"

"یہ بتاؤ کہ اس رات ہمارے پاس سے جانے کے بعد تم کن حالات سے گزری تھیں؟"

"خوف سے میرے جسم کا رواں رواں کانپ رہا تھا" مریم نے میرے شانے پر سر رکھے رکھے مدھم آواز میں ؟ شروع کیا۔ "عراقی فوج کے نرغے میں آجانے کے تصور نے مجھے لرزہ رکھا تھا مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرا کیا حشر ہونے والا ہے۔ ہمارے ساتھیوں کا کیا انجام ہوگا۔ پھر اندھیرا اتنا گھپ تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ میں نہیں جانتی تھی کہ میرے ساتھی کس پوزیشن میں ہیں اور ان تک پہنچنے کے لئے مجھے کون سا راستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ فائرنگ بھی رک چکی تھی اس لئے میں اندازہ بھی نہیں کرسکتی تھی کہ میرے ساتھی کس مقام پر ہوں گے۔ میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے کانکرڈ کے پاس پہنچ جانا چاہیے۔ میں پہاڑی نشیب و فراز سے گزر کر جب کانکرڈ کے پاس پہنچی تو اپنے ساتھیوں کو بھی وہاں موجود پایا۔ انہوں نے دریا والی سمت سے فرار ہونے کی کوشش کی تھی اور عراقی فوج کے گھیرے میں آنے کے بعد وہ سب واپس پلٹ آئے تھے۔ انہوں نے مجھے اپنے درمیان موجود نہ پاکر مجھے مردہ فرض کرلیا تھا۔ مجھے زندہ پاکر انہوں نے ملے جلے ردِ عمل کا اظہار کیا۔ بہرحال تمام رات اس بات پر بحث و مباحثہ ہوتا رہا کہ ہم لوگ ہتھیار ڈال دیں یا مقابلہ کریں۔ جیکب بیسنر مقابلہ کرنے پر بضد تھا جبکہ دیگر لوگ ہتھیار ڈال دینے کے حق میں تھے۔ وہ تو اچھا ہوا کہ دن نکلنے پر ہم نے خود کو اس طرح گھرا ہوا پایا کہ ہتھیار نہ پھینکنا خودکشی کے مترادف ہوگیا اور جیکب بیسنر کو بھی بدرجہ مجبوری ہتھیار ڈالنے کا فیصلہ کرنا پڑا۔"

"چلو کم از کم تمہیں اس بات کی خوشی تو ہوئی ہوگی کہ بے مقصد ہونے والا خون خرابہ رک گیا۔"

"مگر اس کا فائدہ کیا ہوا" مریم برنسٹین نے سر اٹھا کر کہا۔ "فوجی عدالت نے ہم سب کو سزائے موت سنادی ہے کل صبح میرے تمام ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔"

"مجھے اس کا افسوس ہے مریم!" میں نے دھیرے سے کہا "مگر ان لوگوں کے پاس اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا۔"

"صرف میری جاں بخشی کی گئی ہے" مریم نے تلخ لہجے میں کہا "اور وہ بھی تمہاری خصوصی سفارش پر۔"

"میں سمجھتا ہوں مریم!" میں نے متاسفانہ لہجے میں کہا "میں سب کی جان نہیں بچا سکتا تھا۔"

"اس لئے نہیں بچا سکتے تھے کہ وہ لوگ نہ تو میری طرح عورت تھے اور نہ ہی میری طرح حسین جسم کے مالک۔۔۔۔"

کیا کہہ رہی ہو مریم!" میں نے تیز لہجے میں کہا "ہوش میں رہ کر گفتگو کرو۔ مانا کہ تمہیں اپنے ساتھیوں کو سزائے موت دیے جانے کا صدمہ ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ۔۔۔

"سچ کس قدر تلخ ہوتا ہے" مریم زہریلے انداز میں ہنسی۔ "ایک گھونٹ بھی برداشت نہیں کرسکے۔"

میں نے بے بسی سے اسے دیکھا "معلوم نہیں تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ کس قسم کی باتیں کررہی ہو۔"

"کتنے معصوم ہو۔ کس قدر انجان ۔۔۔۔ بھیڑ کی کھال میں بھیڑیے ۔۔۔۔ کتنے بڑے اداکار ہو تم۔ تم سے بڑا اداکار آج تک میری نظروں سے نہیں گزرا۔ پہلے میری جاں بخشی کرائی اور اب یوں بن رہے ہو جیسے میرے جسم سے تمہیں کوئی سروکار ہی نہیں ہے۔ میں سب کچھ قبول کرسکتی ہوں اپنی یہ تذلیل برداشت نہیں کرسکتی۔ میں نے تو اپنی زندگی کے گل ہوتے ہوئے چراغ کو مزید کچھ دنوں تک روشن رکھنے کے لئے خود کو تمہاری خواہش پر تمہارے حوالے کیا تھا مگر اب تم یوں بن رہے ہو جیسے یہ تمہاری نہیں میری تمنا ہو۔ تم کس قدر سفاک اور بے رحم ہو۔ تمہیں کسی کے جذبات تک کا پاس نہیں ہے۔"

"تمہیں کوئی شدید قسم کی غلط فہمی ہوگئی ہے" میں نے تیزی سے کہا۔

"غلط فہمی" مریم ایک بار پھر تلخی سے ہنسی "شاید تم فوجی عدالت کے جج کو یہ ہدایت دینا بھول گئے تھے کہ فیصلے میں تمہاری خواہش کو شامل نہ کیا جائے۔"

"کیا کہنا چاہتی ہو تم؟" میں نے اسے جھنجوڑ کر کہا "میں نے تمہاری جاں بخشی کے علاوہ کوئی خواہش نہیں کی تھی۔ مجھے بتاؤ کہ جج نے کیا فیصلہ سنایا تھا۔"

"تم مجھے بے وقوف نہیں بناسکتے علی یار خان! تاہم میں وہ الفاظ ضرور دہراؤں گی ۔۔۔ جج نے کہا تھا مریم برنسٹین کی سزائے موت کو اس وقت تک موخر کیا جاتا ہے جب تک علی یار خان کا دل اس سے نہ بھر جائے۔"

مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے دل کی دھڑکنیں رک گئی ہوں۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھانے لگا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے ساتھ اس قسم کا سلوک کیا جائے گا۔ پھر اچانک ہی میرے اندر کہیں بہت گہرائی سے اشتعال کی ایک لہر اٹھی جس نے میرے پورے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ میں ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میرے چہرے کے تاثرات نے مریم کو خوف زدہ کردیا تھا مگر میں اس کی طرف دیکھے بغیر دروازے کی طرف بڑھا۔ میرے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں سختی سے بھنچی ہوئی تھیں۔

میں نے دروازہ کھولا تو باہر متعین فوجی چونک پڑا مگر میں نے اسے کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت نہیں دی۔ میں اس پر کسی عقاب کی طرح جھپٹا تھا اور اس کے ہاتھ سے آٹومیٹک گن جھپٹ لی تھی۔ گن جھپٹنے کے ساتھ ساتھ میں نے اسے زمین پر گرا دیا تھا اور گن کا رخ فوجی کی طرف کردیا تھا۔ وہ فرش پر پڑا حیرت سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"کرنل نعمان کہاں ہے؟" میں نے سفاک لہجے میں فوجی سے پوچھا مگر اس کے کوئی جواب دینے سے قبل ہی مجھے سرسراہٹ کی سی آواز سنائی دی اور میں چونک پڑا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ میں جس عمارت میں موجود تھا اس کا تعلق آرمی انٹیلی جنس سے تھا۔ حفاظتی انتظامات کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں تھا تاہم یہ بات یقینی تھی کہ اس عمارت میں غیر معمولی انتظامات کئے گئے ہوں گے۔

اِدھر اُدھر دیکھتے وقت بھی میں فرش پر گرے ہوئے فوجی کی طرف سے پوری طرح ہوشیار تھا۔ میرے عقب میں کمرے کے کھلے ہوئے دروازے میں مریم برنسٹین کھڑی تھی۔ میں نے اس کی آہٹ سن لی تھی لیکن اس سرسراہٹ کا تعلق مریم کی ذات سے ہرگز نہ تھا اور نہ ہی روشن راہداری میں ہم تینوں کے علاوہ کسی اور کی موجودگی کی علامات نظر آرہی تھیں۔

فرش پر گرا ہوا فوجی حیرت سے پلکیں جھپکا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر غصے کی کوئی علامت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ کسی قدر خوفزدہ بھی تھا اور اس وجہ سے اس نے اٹھنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔

"میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کرنل نعمان کہاں ہے؟" میں نے دوبارہ فوجی کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے سختی سے کہا۔

"کیا بات ہے اخی؟ د فعتاً راہداری میں ایک آواز گونجی۔ "تم ناراض کیوں ہو رہے ہو؟" آواز پوشیدہ اسپیکروں کے ذریعے آئی تھی۔ اب مجھے اندازہ ہوا کہ چند لمحے قبل میں نے سرسراہٹ کی جو آواز سنی تھی وہ ان ہی پوشیدہ اسپیکروں کے آن کیے جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی۔

"کیا تم نے سنا نہیں؟" میں نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔ میں پوچھ رہا ہوں کرنل نعمان کہاں ہے؟"

"وہ سونے کے لئے جا چکے ہیں علی!" آواز دوبارہ آئی "اگر ہمارے لائق..."

"نہیں' مجھے کرنل سے ہی کام ہے۔ اسی سے بات کروں گا مجھے بتاؤ کہ اس کی قیام گاہ کہاں ہے؟"

"کرنل بہت تھکے ہوئے تھے علی! اگر ضروری کام نہ ہو تو براہ کرم صبح تک انتظار کر لیجیے۔"

"ہرگز نہیں" میں دہاڑا "میں اس سے اسی وقت بات کروں گا۔ مجھے بتاؤ وہ کہاں ہے؟"

"آپ بہت برہم معلوم ہوتے ہیں جناب! میں ان سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس وقت تک آپ اپنے کمرے میں تشریف رکھیں۔"

"میری فکر کرنے کے بجائے وہ کرنے کی فکر کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔ میں یہیں ٹھیک ہوں۔"

دوسری طرف سے جواب میں کچھ نہیں کہا گیا۔ شاید وہ کرنل نعمان کو صورت حال سے مطلع کر رہا تھا۔

چند منٹ بعد پوشیدہ اسپیکروں سے دوبارہ آواز سنائی دی۔ آپ اپنے کمرے میں تشریف رکھیں جناب! کرنل نعمان خود آپ کے پاس پہنچ رہے ہیں۔"

میں نے خونخوار نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اسپیکر نہ تو دکھائی دے رہے تھے اور نہ ہی یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کس کس مقام پر نصب کئے گئے ہیں۔ فرش پر گرے ہوئے فوجی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ وہ بدستور آنکھیں پٹ پٹا کر مجھے دیکھے جا رہا تھا' پھر اس نے فرش سے اٹھنے کی کوشش کی۔

"خبردار" میں نے گرج کر کہا "جس پوزیشن میں ہو اسی میں پڑے رہو' اگر ہلنے جلنے کی کوشش کی تو..."

"اسے کچھ نہ کہیں علی!" نامعلوم مقام سے آنے والی آواز نے دخل اندازی کی "اسے تو آپ کی حفاظت اور مریم برنسٹین کی نگرانی پر مامور کیا گیا ہے۔"

میں نے بے پرواہی سے شانے جھٹکے۔ اس بات کا مجھے خود بھی اندازہ تھا مگر میں کوئی خطرہ مول لینے کے موڈ میں نہیں تھا۔ فوجی کے ساتھ میں نے جو سلوک کیا تھا اس کے بعد اس سے کوئی بعید نہ تھا کہ مجھ پر جھپٹ پڑنے کی کوشش کر بیٹھتا۔ اسی لئے میں اس کی طرف سے محتاط رہنے پر مجبور تھا۔

مریم برنسٹین میرے عقب میں موجود تھی۔ اس کی زبان سے ایک لفظ بھی ادا نہیں ہوا تھا۔ میرے غیر متوقع ردِ عمل پر وہ حیران تھی یا ممکن ہے کوئی اور وجہ رہی ہو' تاہم وہ کچھ بول نہیں رہی تھی اور دم سادھے اپنی جگہ کھڑی تھی۔ میں نے نہ تو پلٹ کر دیکھا اور نہ ہی اس سے کچھ کہا۔

چند منٹ یونہی گزر گئے۔ اس کے بعد راہداری میں قدموں کی چاپ ابھری اور کرنل نعمان ایک موڑ سے نمودار ہوتا نظر آیا وہ ہماری ہی طرف آ رہا تھا۔

"کیا بات ہے علی؟" اس نے قریب آکر حیرت سے کہا۔ اس کی آواز بھاری ہو رہی تھی اور آنکھیں سرخ تھیں۔ جسم پر شب خوابی کا لباس تھا۔ غالباً اسے کچی نیند سے اٹھ کر آنا پڑا تھا۔

"تم نے میرے ساتھ بہت خراب سلوک کیا ہے کرنل!" میں نے گن کا رخ اس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"خراب سلوک تو ہم نے صرف دشمنوں کے لئے وقف کر رکھا ہے علی! تم تو ہمارے قابلِ اعتماد دوستوں میں سے ہو۔"

"قابلِ اعتماد قرار دے کر تم میرے تشخص کو مجروح نہیں کر سکتے... نہیں یہ غلط ہے۔ تم نے میرے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ تو کوئی دشمنوں کے ساتھ بھی نہیں کرتا ہوگا۔"

"صاف صاف گفتگو کرو علی!" کرنل نے الجھے ہوئے انداز میں کہا "تم کسی غلط فہمی کا شکار معلوم ہوتے ہو۔"

"غلط فہمی کا شکار میں نہیں ہوا تم ہوئے ہو۔ تمہیں چاہئے تھا کہ میری کسی بات سے کوئی مطلب اخذ کرنے کے بجائے مجھ

سے پوچھ لیتے کہ میرا مقصد کیا ہے۔"

"غلط فہمیاں دور کی جا سکتی ہیں علی! تم نے جو رویہ اختیار کیا ہے وہ نامناسب ہے" اس نے میرے ہاتھ میں موجود گن کی طرف اشارہ کیا۔

"میں انتظار نہیں کر سکتا تھا کرنل! اس لئے مجھے یہ سب کچھ کرنا پڑا۔ ورنہ تمہارے ماتحت ٹال مٹول سے کام لیتے۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو علی۔ اپنی حیثیت سمجھنے کی کوشش کرو میرے کسی ماتحت میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ تم جیسے اہم آدمی کو ٹال سکے۔"

"ہوگا" میں نے بے پرواہی سے کہا "میرے پاس تمہارے بیان کی تصدیق کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔"

"اوہ" کرنل نعمان نے بڑی سنجیدگی سے کہا "لیکن میں اپنی بات ثابت کر سکتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے گھور کر دیکھا۔ اس کے لہجے میں چھپی ہوئی دھمکی میں نے محسوس کر لی تھی۔

"یہ گن تمہارے ہاتھ میں اس لئے موجود ہے کہ یہ علی یار خان کے ہاتھ میں ہے۔ کسی اور کے ہاتھ میں ہوتی تو کب کی نکل چکی ہوتی۔"

"میری عمر زیادہ نہیں مگر میں نے ایسے دعوے بہت سنے ہیں اور میں نے ایسی باتوں سے مرعوب ہونا سیکھا ہی نہیں ہے۔"

"میں تمہیں مرعوب نہیں کر رہا ہوں۔ یہ آرمی انٹیلی جنس سے متعلق عمارت ہے۔ کیا تم اتنی سی بات نہیں سمجھ سکتے کہ یہاں غیر معمولی حفاظتی انتظامات کئے گئے ہوں گے۔"

"غیر معمولی انتظامات سے انکار نہیں کیا جا سکتا مگر تم جادو کا دعوا کر رہے ہو۔ اگر کسی نے مجھ سے گن چھیننے کی کوشش کی ہوتی تو اس کے لئے بہت سی قربانیاں بھی دینی پڑتیں۔"

کرنل نعمان ہنسا "بات اتنی آسانی سے تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی" اس نے کہا اور پھر اچانک زور سے بولا "اپ"

اس کے منہ سے یہ الفاظ ادا ہوتے ہی معلوم نہیں کیا ہوا کہ میرے ہاتھوں پر ایک شدید جھٹکا لگا اور گن میرے ہاتھ سے نکل کر اڑتی ہوئی جا کر چھت سے چپک گئی۔ میں نے بوکھلا کر اوپر کی طرف دیکھا اور میری آنکھیں بے یقینی سے پھیل گئیں۔ کوئی شخص میرے نزدیک نہیں آیا تھا مگر گن میرے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ کیا کرنل نعمان واقعی کوئی جادوگر تھا۔

میں نے بونقوں کی طرح پہلے اپنے ہاتھوں اور پھر کرنل نعمان کی طرف دیکھا۔ اس کی ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ فرش پر گرا ہوا فوجی اٹھ کر اٹینشن ہو گیا تھا۔ مریم برنسٹین باہر راہداری میں نکل آئی تھی اور وہ بھی حیرت سے گن کی طرف دیکھ رہی تھی جو چھت سے چپکی ہوئی تھی۔

"مجھے امید ہے کہ اب تمہیں میری باتوں پر یقین آ گیا ہوگا؟" کرنل نعمان نے مسکرا کر کہا۔

میری سمجھ میں نہیں آیا کہ جواب میں کیا کہوں۔ میں ابھی تک حیرت کے جھٹکے سے نہیں نکل پا تھا۔

"آؤ" کرنل نعمان نے مجھ سے نرم لہجے میں کہا "میرے کمرے میں چلو' جو کچھ کہنا چاہتے ہو میں اسے ضرور سنوں گا۔"

"تمہارے کمرے میں چلنا کیا ضروری ہے۔ ہم یہاں بھی بات کر سکتے ہیں۔"

"اب یہ جگہ محفوظ نہیں رہی۔ ہماری گفتگو آپریشن روم میں سنی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے' چلو۔ مگر مریم برنسٹین بھی میرے ساتھ جائے گی" میں نے کہا۔

ہم کرنل کی خواب گاہ میں پہنچے اور کرنل نے ہمیں کرسیوں پر بٹھایا۔ خود وہ بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"ہاں اب بتاؤ کیا بات ہے؟" اس نے کہا "تم کیوں اس قدر برہم ہو رہے تھے؟"

"مریم برنسٹین کو تم نے میری خدمت میں بطور انعام پیش کیا" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "کیا یہ کوئی جنس ہے جس کا لین دین کیا جائے؟"

"یہ سب کچھ تمہاری خواہش پر ہی تو ہوا تھا۔ تم نے مریم

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

اس کتاب کا
مطالعہ یقینی طور پر
آپ کے سکون کا باعث ہوگا
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

برنسٹین کی جاں بخشی کے لئے کہا تھا۔ میں نے کوشش کرکے عارضی جاں بخشی کرادی۔ اس میں برا ماننے کی کیا بات ہے؟"

"اب تم کن الفاظ میں تردید کرو گے؟" مریم نے زہریلے انداز میں مسکرا کر کہا "میں پہلے ہی سمجھ گئی تھی کہ تم ڈرامہ کررہے ہو۔"

میں نے شدید غصے کے عالم میں پہلو بدلا "اگر میں نے مریم کی جاں بخشی کے لئے کہا تھا تو اس کی وجہ کیا بیان کی تھی؟" میں نے اپنے لہجے پر قابو رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"جب تک میں نے مریم کو دیکھا نہیں تھا اس وقت تک میں بھی یہی سمجھا تھا۔ یہ تو خوبصورتی کے اس پیکر کو دیکھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ....."

"کرنل نعمان!" میں نے انتہائی سرد لہجے میں کہا "میرے نزدیک اپنا تشخص سب سے زیادہ اہم چیز ہے۔ چونکہ تم اسے برباد کرنے کے مرتکب ہوئے ہو اس لئے میرے اور تمہارے راستے الگ ہوئے۔ مجھے افسوس ہے کہ اب میں تمہارے لئے کوئی کام نہیں کرسکوں گا۔"

"یہ کیا کہہ رہے ہو" کرنل نے بوکھلا کر کہا "ایسی تو کوئی بات نہیں ہوئی جس پر تم برہم ہورہے ہو۔"

"میں نے تم سے پوچھ لیا تھا کہ میں نے مریم برنسٹین کی سفارش کیا کہہ کر کی تھی اور جواب میں تم نے اپنے اخذ کردہ نتائج سنانے شروع کردیئے۔"

"اوہ! تم برا مان گئے ... میں یاد کرنے کی کوشش کرتا ہوں میرا خیال ہے کہ تم نے کہا تھا کہ وہ امن پسند ہے اس لئے اس کی جاں بخشی کردی جائے۔"

"اور تم نے میری بات ماننے سے انکار کردیا تھا کہ مجھے کوئی غلط فہمی ہوئی ہوگی اور یہ کہ کوئی یہودی نہ تو امن پسند ہوسکتا ہے اور نہ ہی قابل اعتبار۔"

"مجھے یاد آگیا۔ بلاشبہ میں نے یہی سب کچھ کہا تھا" کرنل نعمان نے اثبات میں سرہلایا۔

"اس کی علاوہ میرے اصرار پر تم نے یہ بھی پوچھا تھا کہ کیا مریم برنسٹین بہت حسین ہے؟"

"قدرتی بات ہے۔ تمہارے اصرار پر مجھے شبہ ہوا تھا کہ کہیں تم مریم کے حسن کے جال میں نہ پھنس گئے ہو مگر تمہاری وضاحت کے بعد میں نے تمہاری بات تسلیم کرلی تھی۔"

"کہاں تسلیم کی تھی۔ اگر تم نے میری بات پر یقین کرلیا ہوتا تو یہ نوبت نہ آنے پاتی ... مریم کی جاں بخشی کرتے ہوئے وہ الفاظ نہ استعمال کئے جاتے جن کے باعث میری توہین ہوئی ہے۔"

"کون سے الفاظ؟" کرنل نعمان نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"مریم برنسٹین کی موت اس وقت تک موخر کی جاتی ہے جب تک علی یار خاں کا دل اس سے نہ بھر جائے۔"

کرنل نعمان اچھل کر کھڑا ہوگیا "یہ کیا بکواس ہے۔ اس قدر بے تکی بات میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں سنی۔"

میں نے بڑے غور سے اسے دیکھا۔ مجھے شبہ تھا کہ وہ اداکاری کررہا ہے مگر میں ایسی کوئی علامت تلاش نہ کرسکا جس کی بنا پر اس کے ردعمل کو اداکاری قرار دیا جاسکتا۔ تو پھر یہ سب کیا تھا۔ مریم برنسٹین تو کہہ رہی تھی کہ فیصلہ سناتے وقت وہی کہا گیا تھا جو میں نے کرنل کے سامنے دہرایا تھا۔ تو پھر کرنل کی حیرت چہ معنی دارد۔ کیا وہ ان الفاظ سے بے خبر تھا۔

"میں تمہیں بہت ذہین سمجھتا تھا علی! کیا تم خود غور نہیں کرسکتے کہ دنیا کی کوئی بھی عدالت اپنے فیصلے میں اس قسم کے الفاظ استعمال نہیں کرسکتی؟"

میں اسے کیا جواب دیتا۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا اور اس کی بات دل کو لگ رہی تھی۔ اس قسم کے الفاظ واقعی کوئی عدالت اپنے فیصلے میں شامل نہیں کرسکتی ... تو پھر اس کا واحد مطلب یہ تھا کہ مریم برنسٹین نے جھوٹ بولا تھا۔ یہ خیال آتے ہی میری نگاہ مریم کے چہرے کی طرف اٹھ گئی۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں ہورہا تھا۔ اس سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی پھر بھی میں نے اس سے سوال کیا۔

"جج کے فیصلے کے بارے میں تم نے مجھے خبر دی تھی اور تم

یادداشت بڑھانے مطالعہ کرنے اور امتحان دینے کے کارآمد نفسیاتی طریقے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

نے کرنل کا ردعمل بھی دیکھ لیا۔ اب تم کیا کہتی ہو؟"

جواب دینے کے بجائے وہ رونے لگی "مجھے کچھ نہیں معلوم" اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا کر کہا "میری سمجھ میں نہیں آرہا۔ شاید موت کی خوف نے میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں سلب کرلیں ہیں۔"

"میں تم سے شرمندہ ہوں کرنل!" میں نے دھیمی آواز میں کہا "میں نے بلاوجہ تمہاری نیند بھی خراب کی۔ تم شاید سو رہے تھے۔"

"اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ مجھے خوشی ہے کہ تمہاری غلط فہمی دور ہوگئی تاہم یہ افسوس بھی ہے کہ تم ایک یہودی کی باتوں میں آگئے۔"

"یہودی مت کہو کرنل! صرف عورت کہو 'صنف نازک کہو اور عورت کہو۔ وہ بھی تو ایک عورت ہی تھی جس نے آدم کو جنت سے نکلوا دیا تھا۔"

کرنل ہنس پڑا "کہتے تو تم ٹھیک ہو مگر وہ پہلی غلطی تھی۔ ہمیں اس مثال سے عبرت پکڑنی چاہئے اور سبق حاصل کرنا چاہئے۔"

"کوئی کتنا ہی دامن کیوں نہ بچائے 'بنت حوا کے جال میں کہیں نہ کہیں پھنس جاتا ہے۔"

"جو اس میدان کے کھلاڑی ہوتے ہیں وہ بچ جاتے ہیں۔ اگر تم بھی میرے کہنے پر عمل کرتے ہوئے کھیل میں شامل ہوگئے ہوتے تو تم بھی بچ جاتے۔"

"میں اس کھیل سے بھی دور رہنا چاہتا ہوں اور اس صنف سے بھی" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "شاید یہ پہلا موقع تھا کہ میں یوں بے وقوف بن گیا۔"

"ہم نے محض اس ایک وجہ سے احمد رش سے کام لینے سے گریز کیا تھا کہ وہ جذباتی ہے اور تمہیں اس لئے ترجیح دی کہ تم عقل سے کام لیتے ہو مگر اب ہمیں بہت کچھ سوچنا پڑے گا۔"

میں نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا "میں پہلے ہی اظہار ندامت کرچکا ہوں کرنل! کیا اتنا کافی نہیں ہے؟"

"میدان عمل میں اس قسم کی غلطی کرو گے تو تلافی ناممکن ہو جائے گی۔ اس وقت تو خیر تم اپنوں کے درمیان ہو۔ وہاں تو کوئی معذرت بھی کام نہیں آئے گی۔"

"قصوروار تم بھی ہو کرنل! تمہیں مریم کو مجھ سے ملوانے کے لئے یہ سب حرکتیں کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"ملاقات کی خواہش کا اظہار بھی تم نے کیا تھا اور اس کی جاں بخشی کے لئے بھی تم نے ہی سفارش کی تھی۔ میرے لئے جس حد تک کچھ کرنا ممکن تھا میں نے کیا۔"

"بنیادی بات یہ ہے کہ تم نے مجھے سمجھنے میں غلطی کی۔ مریم سے اس انداز میں نہیں ملنا چاہتا تھا اور نہ ہی یہ چاہتا تھا کہ اسے میرے حوالے کردیا جائے۔"

"مریم برنسٹین نے تم سے جو کچھ کہا ہے وہ اس کی اپنی ذہنی اختراع ہے۔ اس کے دوسرے ساتھیوں کو سزائے موت دے دی گئی ہے اور اس کی جاں بخشی کے لئے جج نے یہ الفاظ استعمال کئے ہیں کہ علی یار خاں کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے فی الحال اس کی جاں بخشی کی جارہی ہے۔"

"حالات کے پیش نظر میں مریم کو زیادہ مورد الزام بھی نہیں ٹھہرا سکتا تھا۔ معلوم نہیں اس نے کیا سوچ کر مجھ سے یہ بات کہی ہوگی۔ ایک ایسے شخص کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگانا آسان نہیں ہے جسے معلوم ہوگیا ہو کہ اب اس کی زندگی کے دن گنے جاچکے ہیں۔"

مریم نے چہرے سے ہاتھ ہٹا کر میری طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے "مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میرا ذہن شل ہوکر رہ گیا ہو" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "مجھے خود نہیں معلوم کہ میں نے کیا سوچ کر تم سے وہ بات کہی تھی۔"

"تمہارے لاشعور میں ضرور یہ بات رہی ہوگی کہ اس سے کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور ہوگا۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ میرے لاشعور میں کیا تھا۔ بس اچانک ہی یہ بات میرے ذہن میں آئی اور میں نے کہہ ڈالی۔"

"معلوم نہیں تم اسے تسلیم کروگی یا نہیں کہ تم میرے جسمانی قرب کی خواہاں ہو؟" میں نے کرنل نعمان کی موجودگی کی پروا کئے بغیر مریم برنسٹین سے کہا "اور تمہاری یہ خواہش بہت شدید ہے؟"

مریم نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا "ایک درست بات کو تسلیم کرنے میں مجھے کوئی تامل نہیں ہے" اس نے کہا۔

"تمہاری دوسری شدید خواہش یہ کہ کسی طرح تم اس قید سے نکل جاؤ۔ ظاہر ہے آزادی کی خواہش کسے نہیں ہوتی۔ تمہاری ان دونوں خواہشوں میں سے ایک کی تکمیل تو قطعی ناممکن نظر آتی ہے۔ یعنی آزادی کی خواہش۔۔ دوسری خواہش کی تکمیل کا تمہیں یقین تھا مگر جب تمہیں اس میں بھی غیر متوقع ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو تم نے جھنجلاہٹ میں مجھ پر ایک بے بنیاد الزام عائد کردیا۔ لاشعوری طور پر تمہیں اس کا یقین ہوگا کہ اس کا مثبت یا منفی کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور نکلے گا۔ گومگو کی کیفیت ختم ہوگی اور تمہیں بے یقینی سے نجات مل جائے گی۔ اور کچھ نہیں تو کم از کم اس جھوٹ کے نتیجے میں تمہیں زندگی ہی سے نجات مل جائے گی۔ ایسی زندگی کا کیا فائدہ جس میں ہر آن موت کا دھڑکا لگا رہے؟"

"ہاں' ایسی زندگی کا کوئی فائدہ نہیں" مریم ہذیانی انداز میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بولی "میرے تمام ساتھیوں کو موت کی گھاٹ اتارنے کے باوجود تم نے مجھے سسکنے کے لئے زندہ کیوں چھوڑ دیا۔ مجھے ایسی زندگی نہیں چاہئے یا مجھے زندگی کی نوید سناؤ یا پھر مجھے بھی موت کے گھاٹ اتار دو..."

میں نے اس کے شانے پر ہولے سے تھپکی دی "ہر چیز کا ایک وقت معین ہوتا ہے مریم! حوصلہ رکھو۔"

"کاش تم اس کیفیت سے دوچار ہوتے جس سے میں دوچار ہوں تو میں پوچھتی کہ ایسے حالات میں کوئی کس طرح حوصلہ برقرار رکھ سکتا ہے" اس نے سسکتے ہوئے کہا۔

"چلو اٹھو" میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا "مزید گفتگو کمرے میں چل کر کریں گے۔"

"صبح مجھ سے مل لینا تاکہ ہم آئندہ کے لئے لائحہ عمل طے کر سکیں" کرنل نعمان نے کہا اور میں سر کو اثباتی جنبش دیتا ہوا مریم کو ساتھ لے کر خواب گاہ سے باہر نکل گیا۔

چند منٹ بعد میں مریم کے ساتھ دوبارا اپنے کمرے میں موجود تھا۔ کمرے کے دروازے پر وہی فوجی موجود تھا۔ اس کے انداز سے ہرگز یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ کچھ دیر قبل ہمارے درمیان کسی قسم کی تلخی ہوئی تھی۔ اس نے پہلے کے سے مؤدبانہ انداز میں مجھے سلیوٹ کیا تھا۔ فوجی کے ہاتھ میں گن موجود تھی گن دیکھ کر میری نگاہ بے ساختہ چھت کی طرف اٹھ گئی تھی جہاں وہ جادوئی طریقے سے میرے ہاتھ سے نکل کر جا لگی تھی مگر وہ اب وہاں نہیں تھی۔ باتوں میں الجھ کر مجھے کرنل نعمان سے اس کے بارے میں پوچھنے کا خیال ہی نہیں رہا تھا۔ اب یہ بات صبح ہی معلوم کی جا سکتی تھی۔

"ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں مریم!" کمرے میں پہنچنے کے بعد میں نے کہا "ہمیں ایک دوسرے سے کسی رعایت کی توقع بھی نہیں رکھنی چاہئے۔"

"میں تو دشمن نہیں ہوں علی! میں نے تو ہمیشہ جنگ کی مخالفت اور امن کی بات کی ہے۔"

"اس کے باوجود چونکہ تمہارا تعلق دشمن قوم سے ہے اس لئے تم ہماری دشمن ہی قرار پاؤ گی۔"

"یعنی فرد کی کوئی اہمیت نہیں ہے" مریم نے افسردہ لہجے میں کہا "آدمی کو صرف قوموں سے تعلق رکھنے کی بنیاد پر پرکھا جاتا ہے۔ انفرادی خیالات اجتماعی طرز فکر کی بھینٹ چڑھ جاتے ہیں۔"

"گیہوں کے ساتھ گھن تو پستے ہی ہیں مریم! یہ کوئی نئی بات نہیں۔"

"یہ بھی تو دیکھنا پڑتا ہے کہ پسنے والا کون ہے۔ اور پھر گھن کو پسنے سے بچانا اگر ممکن ہو تو کون جانتے بوجھتے اسے کھانا گوارا کرے گا؟"

"اس معاملے میں میں خود بے بس ہوں۔ یہاں میری کوئی حیثیت نہیں ہے جس کے زور پر میں تمہارے کسی کام آسکوں۔"

"تم کم از کم اپنی ذاتی حیثیت میں ہی میرے حق میں فیصلہ صادر کر سکتے ہو۔"

"میں اگر ایسا کر بھی دوں تو اس سے تمہاری صحت پر کیا اثر پڑے گا؟"

"میں سکون سے مر تو سکوں گی۔ مرتے وقت مجھے یہ اطمینان تو ہوگا کہ اس دنیا میں کم از کم ایک آدمی تو ایسا ہے جس کی نظروں میں میں بے قصور ہوں۔"

"تم میرے خیالات سے آگاہ ہو مریم! ذاتی طور پر میں تمہارے خیالات کا معترف ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں تمہیں سزائے موت دینا زیادتی ہے لیکن اس سلسلے میں میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اس معاملے میں میں بالکل اسی طرح بے بس ہوں جس طرح اسرائیل کے سامنے بے بس ہوں۔"

"شکریہ علی یقین کرو تمہارے یہ خیالات میرے لئے بڑا اثاثہ ہیں' لیکن تمہارا یہ کہنا قطعی غلط ہے کہ تم اسرائیل کے سامنے بے بس ہو۔"

"یہ ٹھیک ہے کہ میں نے اسرائیل کے مفادات کو بھاری نقصانات پہنچائے ہیں مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ میں اپنے مقاصد میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں اس وقت تک خود کو بے بس ہی تصور کرتا رہوں گا جب تک کہ فلسطین آزاد نہیں ہو جاتا۔"

"سیاسی باتیں مت کرو علی!" مریم نے کہا "باتوں میں نظریاتی اختلاف کے علاوہ رکھا ہی کیا ہے۔"

"تم سینیٹ کی رکن ہو' خالص سیاسی شخصیت ہو۔ تمہیں ان باتوں میں خاصی دلچسپی ہونی چاہئے۔"

مریم تلخی سے ہنسی "جب آدمی یقینی موت سے دوچار ہو تو اسے سیاست سوجھ ہی نہیں سکتی۔"

"میرا خیال ہے اب سو جانا چاہئے۔ رات کافی گزر چکی ہے تمہیں بھی نیند آرہی ہوگی۔"

کمرے میں ایک ہی بیڈ تھا اور شاید اسی وجہ سے مریم سونے کے لئے فوراً تیار بھی ہو گئی تھی مگر میں نے سختی کے ساتھ اسے یہ فیصلہ سنایا تھا کہ میں رات صوفے پر سو کر گزاروں گا۔

اگلی صبح میں پھر کرنل نعمان کی آفس میں موجود تھا۔ "تم تفریح کرنا بھی سیکھو" کرنل نے مجھ سے کہا "ورنہ تباہ ہو جاؤ گے۔"

"اسرائیل کے خلاف سرگرم عمل رہنا ہی میری تفریح ہے اور اگر مجھ سے میری یہ تفریح بھی چھین لی گئی تو میں واقعی تباہ ہو جاؤں گا۔"

"تم عجیب آدمی ہو تاہم تمہارا یہ طرز فکر بہت عمدہ ہے اور خاص طور پر ہمارے لئے بہت سودمند ہے۔ میں تو چاہ رہا تھا

چند دن بے فکری سے گزار کر تم تازہ دم ہو جاؤ تو کوئی نئی مہم سونپی جائے۔"

"تم مجھے ہر وقت تازہ دم پاؤ گے کرنل! مگر اس سے پہلے یہ بتا دو کے کل رات میرے ہاتھ سے گن کس طرح نکل گئی تھی؟"

کرنل کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی "اس عمارت میں طرح طرح کے حفاظتی انتظامات ہیں۔ رات تم نے جو کچھ دیکھا یہ ان انتظامات کی ایک ہلکی سی جھلک تھی۔"

"میں یہ نہیں پوچھوں گا کہ یہاں کیا کیا حفاظتی انتظامات ہیں مگر اس ایک معاملے میں تو میرا ذہن صاف کر دو۔ تم نے صرف ایک لفظ ادا کیا تھا 'اپ' اور کسی غیر مرئی قوت نے گن میرے ہاتھ سے چھین لی' نہ صرف چھینی بلکہ وہ چھت سے جا کر چپک گئی۔ بعد میں میں نے دیکھا کہ وہی گن دوبارا فوجی کے ہاتھ میں موجود تھی۔"

"کیا تم نے اس معاملے پر غور نہیں کیا؟" کرنل نے کہا۔ "تمہاری سمجھ میں کیا آتا ہے؟"

میری سمجھ میں اگر کچھ آگیا ہوتا تو تم سے کیوں پوچھتا۔ میں نے تو بہت غور کیا مگر کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔"

"پھر تو ہمیں اس بات پر نازاں ہونا چاہئے کہ تم جیسا ذہین آدمی بھی اسے نہیں سمجھ سکا۔ حالانکہ یہ ایک بہت معمولی سی بات ہے۔"

"ہوگی" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں کہا "بعض اوقات سامنے کی بات بھی سجھائی نہیں دیتی۔"

"پوری عمارت میں جگہ جگہ چھتوں پر مقناطیس نصب ہیں۔"

"مقناطیس!" میں نے حیرت سے کہا "کیا تم نے مقناطیس کو بھی اپنے تابع کر لیا ہے؟"

کرنل ہنس پڑا "وہ مصنوعی مقناطیس ہیں اور انتہائی طاقتور ہیں۔ عام حالات میں وہ لوہے کے عام ٹکڑے ہوتے ہیں مگر جب ان میں سے طاقت ور برقی رو گزاری جاتی ہے تو وہ انتہائی باقوت مقناطیس میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔"

"اوہ!" میں نے ہونٹ سکیڑ لئے "گویا تم پہلے سے طے کر کے آئے تھے کہ جب تم 'اپ' کہو گے اس وقت کنٹرول روم میں موجود شخص لوہے کے اس ٹکڑے میں جو اتفاق سے میرے عین اوپر چھت میں نصب ہے' برقی رو دوڑا دے گا؟"

"تم بالکل ٹھیک سمجھے۔ جب مجھے یہ اطلاع ملی تھی کہ تم نے فوجی سے گن چھین لی ہے اور خاصے غصے میں ہو تو میں نے فوری طور پر یہ ہدایت جاری کر دی تھی۔ ایک اسی بات سے تم اندازہ کر سکتے ہو کہ یہاں تمہاری پوزیشن کیا ہے۔ تمہیں بڑی آسانی سے غیر مسلح کیا جا سکتا تھا مگر نہیں کیا گیا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ تم ہر حال میں ہمارے دوست ہو۔ دنیا کا کوئی مسلمان تمہارے

کارناموں سے انکار نہیں کر سکتا۔ یہودیوں کے خلاف تمہاری کاوشیں پوری دنیا تسلیم کرتی ہے۔"

"شکریہ کرنل!" میں نے آہستگی سے کہا "تم کوئی مہم میرے سپرد کرنے کی بات کر رہے تھے؟"

"ہاں" کرنل نے دو فائلیں میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا "یہ فائلیں پڑھ لو' اس کے بعد ہم آئندہ مہم پر بات کریں گے۔"

"ٹھیک ہے کرنل!" میں نے فائلیں لے کر اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں انہیں پڑھ لوں گا۔"

"ان پر ابھی نظر ڈال لو" کرنل نے بے صبری سے کہا۔ "تمہارے کمرے میں مریم برنسٹین بھی موجود ہے۔ یہیں بیٹھ جاؤ اور سکون سے ان فائلوں کا مطالعہ کر لو۔"

میں دوبارہ بیٹھ گیا تو کرنل نے کہا "میں تمہیں مختصراً بتا دوں یہ موساد کے دو ایجنٹوں سے متعلق فائلیں ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام نارمنڈو ہے جو اٹلی کا باشندہ ہے۔ دوسرے کا تعلق کیوبا سے ہے اور اس کا نام نارمن شیلوف ہے۔ یہ دونوں اس وقت ہماری قید میں ہیں۔ یہ ان دونوں کی بدقسمتی اور ہماری خوش قسمتی تھی کہ یہ ہمارے ہاتھ لگ گئے ورنہ یہ دونوں ہی بہت چالاک اور تیز طرار ایجنٹ ہیں اور پہلی بار گرفتار ہوئے ہیں۔ انہیں عراق کی جنگی صلاحیت سے متعلق معلومات بہم پہنچانا تھیں مگر یہ خود ہمارے ہتھے چڑھ گئے۔"

"میں فائلیں دیکھ لیتا ہوں کرنل اس کے بعد ہی کوئی بات ہو سکے گی۔"

اس کے بعد میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک فائلوں میں مستغرق رہا اس دوران کرنل نعمان دوسرے کام نمٹاتا رہا تھا۔

"تم نے ان دونوں کے بارے میں بڑی تفصیلی معلومات جمع کی ہیں کرنل! اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تمہارا محکمہ بہت فعال ہے۔"

"یہ معلومات ہمارے لئے بے حد ضروری تھیں۔ ہمارا پروگرام یہ تھا کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے میک اپ میں اپنے کسی ایجنٹ کو اسرائیل کی صفوں میں پہنچا دیا جائے۔"

"بہت عمدہ آئیڈیا ہے کرنل!" میں نے بے ساختہ کہا۔ "لیکن تم نے ابھی تک اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟"

"ہماری راہ میں بہت دشواریاں حائل تھیں" کرنل بولا۔ "سب سے پہلا مرحلہ تو ان کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا تھا جو کسی نہ کسی طرح ہم نے حاصل کر لیں۔ اس کے بعد میک اپ کا مسئلہ تھا۔ ہمارے پاس میک اپ کا کوئی ایسا ماہر نہیں تھا جو کسی کی ہوبہو نقل تیار کر سکے۔"

"تمہارا یہ مسئلہ تو حل ہو گیا۔ اب تو تمہارے پاس ماہرین

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی ٹیم موجود ہے۔"

"اس کے لئے ہم تمہارے ممنون ہیں مگر اب بھی ہمارے پاس کوئی ایسا ایجنٹ موجود نہیں ہے جو ان دونوں میں سے کسی کے بھی حلیے پر پورا اترتا ہو اور ان کی آواز اور چال ڈھال کی کامیاب نقل اتار سکے۔"

"گویا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے یہ کام کرنا قبول کرلوں؟" میں نے کہا۔

"ہاں" کرنل نے اثبات میں سر ہلایا "میری خواہش تو یہی ہے۔ اگر تم تیار ہو تو میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا۔"

"خوش قسمتی تو میری ہوئی کرنل کہ اس طرح مجھے اسرائیل کو کوئی بڑی زک پہنچانے کا موقع مل جائے۔"

"اسرائیل میں داخل ہونے کے بعد تمہیں ہر قسم کے مواقع حاصل ہوں گے۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ اس طرح کوئی بڑا کارنامہ انجام دے سکوں گا تاہم اس امکان کو یکسر مسترد بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ممکن ہے مجھے کوئی موقع مل ہی جائے۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم کام کرنے کے لئے تیار ہو؟" کرنل نے خوش ہو کر کہا۔

"کب نہیں تھا کرنل! میں نے تو ابتداء ہی میں رضامندی ظاہر کردی تھی لیکن اگر کسی موقع پر میں نے محسوس کیا کہ مجھے کوئی بڑا فائدہ نہیں ہو رہا ہے تو میں اس کام سے بھاگ نکلوں گا۔"

"مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے" کرنل نے بڑے جوش سے کہا "اب ہم اس منصوبے پر عمل پیرا ہونے کے لئے تفصیلات طے کرلیں۔ ان دونوں میں سے تم کس کا میک اپ آسانی سے کرسکو گے۔"

"یہ بڑا الجھا ہوا معاملہ ہے کرنل! نارمنڈو کا تو قد مجھ سے چھوٹا ہے لہٰذا اس کا میک اپ کرنا تو ممکن ہی نہیں ہے۔ نارمن شیلوف قد و قامت میں تو میرے مماثل ہے مگر مسئلہ ہے زبان کا"

"شاید تم نے توجہ سے نہیں پڑھا۔ وہ صرف تین زبانیں بول سکتا ہے۔ چوتھی زبان اسے آتی ہی نہیں ہے۔"

"اوہ ہاں، مجھے یاد آیا۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ فائل میں لکھا تو ہے کہ وہ انگریزی، فرانسیسی اور عبرانی زبانیں بول اور سمجھ سکتا ہے۔ مجھے دراصل اس بات سے مغالطہ ہوا تھا کہ وہ یونان نژاد ہے۔ ممکن ہے یونان کا تذکرہ اس لئے نظر انداز کیا گیا ہو کہ وہ تو اس کی مادری زبان ہے ہی۔"

"وہ اپنی مادری زبان کا ایک بھی لفظ نہ تو بول سکتا ہے اور نہ سمجھ سکتا ہے۔ اس کی پیدائش فلسطین میں ہوئی تھی جہاں دیگر بہت سے یہودیوں کی طرح اس کے باپ نے بھی زمینیں خریدی تھیں اور وہیں جاکر آباد ہوگئے تھے۔ نارمن شیلوف بہت چھوٹا تھا جب اس کے والدین یکے بعد دیگرے فوت ہوگئے۔ کوئی قریبی رشتے دار نہ ہونے کی وجہ سے اس کی پرورش کیمپوں میں ہوئی جس کی تفصیل فائل میں موجود ہے۔ بعد میں اس کی صلاحیتیں دیکھتے ہوئے اسرائیلی حکومت نے اس کی بطور خاص تربیت کی اور اس وقت وہ موساد کا ایک اہم ترین ستون ہے۔"

"یہ تینوں زبانیں تو میں بھی روانی سے بول سکتا ہوں لہٰذا اس طرف سے تو بے فکری ہوئی۔ اب مسئلہ رہ گیا اس کے لب و لہجے اور چال ڈھال کی نقل اتارنے کا تو میرے لئے یہ بھی زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔"

"میں تمہاری صلاحیتوں کا عملی مظاہرہ دیکھ چکا ہوں" کرنل مسکرایا "تو اب میں نارمن شیلوف سے تمہاری ملاقات کرادوں؟"

"ملاقات تو ہوتی رہے گی۔ پہلے یہ بتاؤ اس سے ملنے کے لئے کہاں جانا پڑے گا"

"کہیں بھی نہیں" کرنل نعمان نے مسکرا کر کہا "وہ اسی عمارت کی تہہ خانے میں قید ہے۔"

"اوہو!" میں نے حیرت سے کہا "اور نارمنڈو کو کس جگہ قید رکھا گیا ہے؟"

"وہ بھی یہیں ہے۔ چونکہ تمہیں ان دونوں سے ملانا ضروری تھا اس لئے انہیں یہاں منتقل کردیا گیا ہے ورنہ وہ دونوں کہیں اور قید تھے۔"

"کیا وہ دونوں ایک دوسرے کی موجودگی سے واقف ہیں؟" میں نے کرنل سے پوچھا۔

"ہاں، لیکن انہیں کل ہی یکجا کیا گیا ہے۔ اس سے قبل انہیں ایک دوسرے کے قید ہوجانے کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔"

"یہ معلومات جو ان فائلوں میں موجود ہیں ان میں سے کتنے فیصد ان دونوں سے حاصل کی گئی ہیں۔"

"ہم نے ان پر بہت تشدد کیا مگر ان سے برائے نام معلومات حاصل کرسکے۔ فائلوں میں موجود معلومات کا بڑا حصہ ہم نے اپنے ذرائع سے حاصل کیا ہے۔"

"ان دونوں کو یکجا کرنے کے بعد ان کی گفتگو سننے کی کوشش نہیں کی گئی؟"

"وہ بہت منجھے ہوئے ایجنٹ ہیں۔ انہوں نے ایسی باتیں ہی نہیں کیں جن سے ہمیں کسی قسم کی معلومات ہو سکتیں۔ ان کی زیادہ تر باتیں بھی نجی نوعیت کی تھیں۔"

"گویا ان فائلوں میں موجود معلومات کو قابل اعتبار قرار دیا جاسکتا ہے؟"

"یہ معلومات سو فیصد درست ہیں اور انہیں خاص اس نقطہ نظر سے حاصل کیا گیا ہے کہ ہم ان سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکیں:

"چلو یہاں تک تو معاملہ طے پاگیا کہ میں نارمن شیلوف کا میک اپ کرلوں گا۔ یہاں سے اسرائیل پہنچنے کے بعد مجھے کوئی بڑا خطرہ بھی نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اس فائل سے حاصل شدہ معلومات اتنی کافی ہیں کہ اگر ذہانت سے کام لیا جائے تو پکڑا جانا محال ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عراق کی ملٹری انٹیلی جنس کے چنگل سے فرار ہونے میں کامیابی کس طرح حاصل کروں گا؟"

"تمہیں فرار ہونے کی کیا ضرورت ہے؟" کرنل نعمان نے کہا "تم کوئی قیدی تھوڑا ہی ہوگے۔ ہم ایسے انتظامات کریں گے کہ تم کسی کی نظروں میں آئے بغیر نہ صرف عراق سے نکل جاؤ گے بلکہ ہم تمہیں کسی ایسے ملک تک بھی پہنچوا دیں گے جہاں سے تم بہ آسانی اسرائیل جاسکو گے۔"

"میرا مطلب یہ نہیں تھا" میں نے کہا "میں نارمن شیلوف کے افسران کو مطمئن کس طرح کرسکوں گا؟"

"انہیں یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے کہ تم ملٹری انٹیلی جنس کی قید میں تھے۔"

"اس کے بغیر میں انہیں کس طرح مطمئن کرسکوں گا؟ آخر دو ماہ تک لاپتا رہنے کا کوئی جواز تو پیش کرنا ہی ہوگا۔"

"یہ بتانا ضروری نہیں ہوگا کہ تم قید ہوگئے تھے۔ اس کے بجائے تم انہیں کوئی بھی کہانی سنا کر مطمئن کرسکتے ہو۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ موساد کے عہدیداروں کو اتنی آسانی سے بے وقوف بنایا جاسکتا ہے۔ وہ نرے احمق تو نہیں ہیں۔"

"کیا تمہارے ذہن میں کوئی خاص اسکیم ہے؟" کرنل نے پوچھا۔

"ہے تو سہی مگر اس کے لئے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ تم ان دونوں کو گرفتار کرنے میں کیوں کر کامیاب ہوئے تھے؟"

"بصرہ میں ایک غیر ملکی شپنگ ایجنسی ہے۔ یہ بات اتفاقاً ہمارے علم میں آئی تھی کہ اس شپنگ ایجنسی کے آڑ میں کچھ اور ہی کام ہو رہا ہے۔ ایجنسی کا مالک عراق پہنچنے والے موساد کے ایجنٹوں کی مالی اعانت کرتا ہے اور انہیں مختلف قسم کی سہولتیں فراہم کرتا ہے۔ ہم نے اس کی نگرانی شروع کرادی اور اس کے ذریعے ان دونوں تک پہنچنے میں کامیاب ہوئے۔"

"پھر تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ عراق میں موجود موساد کے ایجنٹوں اور موساد کے درمیان رابطے کا کام سرانجام دیتا ہو۔"

"ہمارا اپنا خیال بھی یہی ہے" کرنل نعمان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا "یقیناً آرتھر ہی ان دونوں سے اطلاعات وصول کرکے موساد تک پہنچاتا ہوگا۔ ورنہ ان کے پاس سے ایسی کوئی چیز ضرور برآمد ہوتی جس کے ذریعے یہ لوگ پیغام رسانی کرتے ہوں۔"

"تو کیا آرتھر کے پاس سے بھی ایسی کوئی چیز برآمد نہیں ہوسکی؟"

"آرتھر کے پاس سے؟" کرنل نعمان نے حیران ہو کر کہا "اسے ہم نے گرفتار ہی کہاں کیا؟"

"گرفتار نہیں کیا؟" میں نے بھی حیرت سے کہا "مگر کیوں گرفتار نہیں کیا؟"

"دراصل وہ رابطے کا آدمی ہے۔ ہمیں توقع تھی اور ہے کہ اس کے ذریعے مزید ایجنٹوں کو گرفتار کرسکیں گے۔ اس لئے ہم نے اسے چھیڑنے سے گریز کیا ہے۔"

"اسے گرفتار نہ کرکے بلاشبہ تم نے عقل مندی کا مظاہرہ کیا ہے۔ مستقبل میں آرتھر تمہارے بہت کام آئے گا مگر تم نے یہ بات نظر انداز کردی کہ عراق میں کام کرنے والے تمام ایجنٹ اسے باقاعدہ رپورٹ دیتے ہوں گے اور جب اسے کسی ایجنٹ کی طرف سے رپورٹ نہیں ملتی ہوگی تو وہ ہیڈ کوارٹر کو مطلع کردیتا ہوگا۔"

"تم یہ کیوں کہہ رہے ہو کہ ہم نے یہ بات نظر انداز کردی ہے۔ یہ تو بالکل سامنے کی بات ہے۔"

"مقصد یہ ہے کہ ان دونوں ایجنٹوں کی گمشدگی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ کسی دشمن ملک میں کوئی ایجنٹ اتنا طویل عرصہ غائب رہے تو اس کا ایک ہی مطلب ہوتا ہے کہ اسے گرفتار کرلیا گیا ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو" کرنل نعمان نے کہا "مگر میں اب بھی نہیں سمجھ سکا کہ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"میں تمہاری اس بات کا جواب دے رہا تھا کہ انہیں یہ بتانے کی کیا ضرورت ہے کہ میں ملٹری انٹیلی جنس کی قید میں تھا۔"

کرنل ہنس پڑا "تم بہت گھما پھرا کر گفتگو کرتے ہو۔ خیر اگر یہی بات ہے تو ہم یہاں سے تمہارے فرار کا بندوبست کردیں گے۔"

"بات صرف اتنی سی ہے کرنل کہ کوئی ایسا طریقہ موجود ہے جس کے ذریعے موساد کے عہدے داروں کو مطمئن کیا جاسکے؟"

"ہم تمہارے فرار کے لئے ایسا سیٹ اپ کریں گے جو بالکل حقیقی معلوم ہوگا۔"

"یہ مت بھولو کرنل کہ میں میک اپ میں ہوں گا اور انہیں مجھ پر ذرا سا بھی شبہ ہوگیا تو میری پول کھلتے دیر نہیں لگے گی۔"

"سوال یہ ہے کہ اس سے زیادہ اور ہم کر بھی کیا سکتے ہیں؟"

"کوئی بھی ایسا کام جس کے ذریعے موساد کے عہدے داروں کو یقین دلایا جاسکے کہ یہاں سے میرا فرار ڈراما نہیں بلکہ حقیقت ہے۔"

"کیا تمہارا مطلب ہے کہ یہاں سے کچھ ایسے راز اپنے ساتھ لے جاؤ جن کی وجہ سے موساد والے تم پر شک نہ کرسکیں؟" کرنل نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں کرنل!" میں نے نفی میں سر ہلایا "اگر اپنے کچھ راز ان کے حوالے کرکے خود کو شک وہ شبے سے بالا تر کیا تو کیا مال ہے؟"

"تو پھر تم ہی کوئی ایسا طریقہ بتاؤ۔ میری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"اس کی ایک ہی صورت ہے کرنل! اور وہ یہ کہ نارمن شیلوف کے ساتھ نارمنڈو بھی فرار ہو جائے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے!" کرنل نعمان نے حیران ہو کر کہا۔ نارمنڈو کلر کی جگہ لینے کے لئے ہم مناسب آدمی کا بندوبست کس طرح کریں گے؟"

"میرا مطلب ہے جعلی نارمن شیلوف کے ساتھ اصل نارمنڈو بھی فرار ہو جائے۔"

"اوہ" کرنل نعمان مجھے غور سے دیکھنے لگا "ترکیب تو اچھی ہے مگر اس کے لئے تمہیں باقاعدہ فرار ہونا پڑے گا۔ مشکلات بڑھ جائیں گی۔"

"مشکلات بڑھیں گی نہیں۔ کم ہوں گی" میں نے کہا۔ نارمنڈو اور نارمن شیلوف ایک دوسرے کی تصدیق کرنے کے لئے موجود ہوں گے۔"

"اس کے لئے ہمیں تمہارے فرار کا ایسا سیٹ اپ تیار کرنا پڑے گا کہ اس پر تصنع کا گمان بھی نہ گزرنے پائے۔"

"نہیں گزرے گا ..... میں نے طریقہ سوچ لیا ہے۔ ہم اسپتال سے فرار ہوں گے۔"

"اسپتال سے؟" کرنل نعمان حیران رہ گیا "مگر تم اسپتال پہنچو گے کیسے؟"

"تشدد کے ذریعے" میں نے مسکرا کر کہا "مزید معلومات حاصل کرنے کے بہانے ان دونوں بدمعاشوں پر پھر تشدد شروع کرا دو۔ ان کی کھالیں کھنچوا لو۔ جب وہ خوب زخمی ہو جائیں تو علاج کی غرض سے انہیں بصرہ کے کسی اسپتال میں منتقل کرا دو۔ دراصل صرف نارمنڈو کو منتقل کیا جائے گا۔ نارمن شیلوف یہیں رہے گا اور اسپتال میں نارمنڈو کے ساتھ نارمن شیلوف کے میک اپ میں میں ہوں گا۔ امکان ہے کہ ہم چند روز کے علاج کے بعد وہاں سے فرار ہونے کے قابل ہو جائیں گے۔ ان چند دنوں میں نہ صرف میں نارمنڈو سے مفید معلومات حاصل کر لوں گا بلکہ ہم دونوں مل کر فرار کا منصوبہ بھی بنا لیں گے۔ کیا خیال ہے اسپتال سے فرار ہونا آسان نہیں رہے گا؟"

"اس بات پر نارمنڈو مشکوک بھی ہو سکتا ہے کہ علاج کے لئے کسی فوجی اسپتال کا انتخاب کیوں نہیں کیا گیا" کرنل نے کہا۔

فوجی اسپتال چھاؤنیوں سے نزدیک ہوتے ہیں اور یہ خطرہ رہتا ہے کہ بمباری کے دوران کہیں اسپتال بھی زد میں نہ آجائیں۔ ایران سے جنگ کے دوران بمباری کے اس خدشے کو جواز کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔"

کرنل نعمان نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا "یہ جواز پیش تو کیا جا سکتا ہے مگر پھر بھی وہ مشکوک ہو سکتا ہے۔"

"اپنے شکوک کا اظہار وہ مجھ سے ہی تو کرے گا' میں اس کا ذہن صاف کر دوں گا۔"

"ٹھیک ہے علی! میں ان دونوں پر تشدد شروع کرا دیتا ہوں .... مگر تم کب تک میدان میں عمل میں اترنے کے لئے خود کو تیار کر سکو گے۔"

"میں تو ہر وقت تیار رہتا ہوں کرنل! بس مجھے تیاریاں کرنے کے لئے تھوڑا بہت وقت درکار ہوگا۔ نارمن شیلوف کی تصویر تو میں فائل میں دیکھ چکا ہوں۔ اس کی مدد سے میں میک اپ کر لوں گا مگر اس کی آواز کی نقل اتارنے کے لئے مجھے یا تو اس کی آواز کے ٹیپ درکار ہوں گے یا پھر میں اس سے براہ راست مل کر اس کی آواز سنوں۔"

"جیسا تم پسند کرو... ویسے اس کی آواز کے کیسٹ ہمارے پاس موجود ہیں۔"

"کیسٹ تو تم مجھے دے دینا مگر مجھے اس سے ملنا ہی پڑے گا۔ ذرا اس کی عمر' چال ڈھال پر بھی تو غور کر لوں۔ ورنہ بعد میں کہیں پکڑا ہی نہ جاؤں۔"

"اگر تم اس سے اس وقت ملنا پسند کرو تو میں اسے یہیں بلوائے لیتا ہوں" کرنل نے کہا۔

"نہیں' میں تہہ خانے میں جا کر اس سے خود مل لوں گا۔ ضروری نہیں ہے کہ تم بھی میرے ساتھ چلو۔"

"میں تمہارے ساتھ چل رہا ہوں" کرنل نے اٹھتے ہوئے کہا۔ اور ہم تہہ خانے میں جا پہنچے۔

تہہ خانہ میری توقع سے بھی زیادہ وسیع تھا۔ پوری عمارت کے نیچے تہہ خانے پھیلے ہوئے تھے۔ ان میں متعدد راہداریاں اور کمرے تھے جہاں جگہ جگہ مسلح پہرے دار موجود تھے۔

ہم مختلف راہداریوں سے ہوتے ہوئے ایک ایسے حصے میں پہنچے جہاں لائن سے کوٹھریاں بنی ہوئی تھیں۔ جن کے سلاخ دار دروازوں سے اندر دیکھا جا سکتا تھا۔ عام طور پر قیدیوں کے لئے ایسی ہی کوٹھریاں بنائی جاتی ہیں مگر ان کوٹھریوں میں خاص بات یہ تھی کہ وہ صاف ستھری اور روشن تھیں۔ قیدیوں کے لیٹنے اور سونے کے لئے اس طرح کے دیوار گیر بستر موجود تھے جیسے بحری جہازوں کے بنکوں میں ہوتے ہیں۔

کرنل نعمان ایک کوٹھری کے سامنے رکا۔ میں نے نارمن شیلوف اور نارمنڈو کو پہچان لیا۔ ان کی تصویریں میں فائل میں دیکھ چکا تھا اس لئے انہیں پہچاننے میں دشواری نہیں ہوئی۔

"یہاں سے کمان میرے ہاتھ میں ہے" میں نے کرنل نعمان سے آہستہ آواز میں کہا کہ ان دونوں میں سے کوئی نہ سن سکے۔ کرنل نعمان نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے سر کو اثباتی جنبش دی اور پھر ایک فوجی کو اشارہ کیا جس نے آگے بڑھ کر کوٹھری کا دروازہ کھول دیا۔

"آپ لوگوں کو یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟" میں نے آگے بڑھ کر بڑے ادب سے کہا۔

ان دونوں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ کرنل نعمان کو دیکھ کر وہ کسی نئی مصیبت کی توقع کر رہے ہوں گے۔ مگر میرے لہجے نے انہیں خاصا مایوس کیا ہوگا۔ کسی دشمن ملک کی قید میں رہتے ہوئے اگر اتنے نرم لہجے سے واسطہ پڑے تو اس کا مطلب مصیبت نہیں بلکہ بہت بڑی مصیبت ہوتا ہے۔"

"ارے بھئی جواب تو دے دو" میں نے ہنس کر کہا "تم تو مجھے یوں دیکھ رہے ہو جیسے میں نے کسی اجنبی زبان میں تمہیں مخاطب کیا ہو۔"

"نہیں' ہمیں یہاں کوئی تکلیف نہیں ہے" ان دونوں نے یک آواز کہا پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ وہ ایک ہی وقت پر ایک ہی جیسے الفاظ استعمال کرنے پر حیران تھے۔

"واقعی ٹھیک ہی کہہ رہے تھے کرنل" میں نے کرنل نعمان کی طرف مڑتے ہوئے کہا "انہیں تو واقعی کوئی تکلیف نہیں ہے چلو واپس چلتے ہیں۔"

میری اس بات سے کرنل نعمان بھی ہونق نظر آنے لگا۔ اس کی سمجھ میں یہ نہیں آرہا تھا کہ کیا میں یہی ایک سوال پوچھنے کے لئے تہہ خانے میں آیا تھا۔

کرنل نعمان کے تاثرات کی پروا کئے بغیر میں واپس پلٹ پڑا پہرے دار کو میں نے کوٹھری بند کرنے کا اشارہ کیا تھا۔ ابھی پہرے دار دروازہ بند کر ہی رہا تھا کہ نارمنڈو نے ہاتھ اٹھا کر بے صبری سے کہا "ٹھہرو' ہماری بات سنو۔"

"ہاں' کہو!" میں نے بڑے سکون سے اس کی طرف پلٹتے ہوئے کہا۔ پہرے دار دروازہ بند کرتے کرتے رک گیا تھا۔

"میں سگریٹ نوشی کا عادی ہوں۔ جب سے قید ہوا ہوں سگریٹ پینے کو ترس گیا ہوں" نارمنڈو نے کہا۔

کون سے برانڈ کی سگریٹ پیتے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"کیمل" نارمنڈو بولا "ترکی کے بنے ہوئے .... وہ اگر نہ ملیں تو ....."

"مل جائیں گے" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا "تمہیں بھی اگر کچھ چاہئے تو بتا دو" میں نارمن شیلوف سے مخاطب ہوا۔

"میں کھلی فضا میں سانس لینے کو ترس گیا ہوں" نارمن شیلوف نے جھینپتے ہوئے کہا "دو ماہ سے میں نے آسمان نہیں دیکھا ہے۔"

"چچ ... چچ ... بڑا افسوس ہوا ... کرنل انہیں آسمان دکھاؤ۔"

میرے اشارے پر پہرے دار نے کوٹھری کا دروازہ دوبارہ کھول دیا اور میں نے نارمن شیلوف کو باہر آنے کا اشارہ کیا۔ اس کے چہرے پر اب بھی بے یقینی کے تاثرات پھیلے ہوئے تھے جبکہ نارمنڈو کے چہرے سے تاسف کا اظہار ہو رہا تھا۔ شاید اسے اس بات پر افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے بھی تھوڑی دیر کے لئے کھلی فضا میں جانے کی فرمائش کیوں نہ کر دی۔ وہ دونوں کچھ ہی کیوں نہ سوچ رہے ہوں یہ بات طے ہے کہ میرا رویہ ان دونوں کے لئے ناقابل فہم تھا۔ اور ایک ان دونوں ہی پر کیا موقوف ہے' کرنل نعمان بھی کچھ کم الجھے میں نہ تھا۔ حالانکہ اسے سمجھ لینا چاہئے تھا کہ میرا مقصد صرف نارمن شیلوف کی آواز اور اس کی چال ڈھال کو ذہن نشین کرنا تھا۔ میں نے خود بھی اس سے گفتگو کرنے کے لئے کوئی خاص لائحہ عمل نہیں طے کیا تھا۔

نارمنڈو کی حالت دیدنی تھی اس نے کئی بار کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا مگر کچھ سوچ کر خاموش ہو گیا۔ اس نے عقل مندی کا ہی مظاہرہ کیا تھا۔ اگر وہ کہتا تب بھی میں نارمن شیلوف کو ہی تہہ خانے سے باہر لے جاتا۔ اس سے مجھے کوئی غرض نہیں تھی۔ اس کے لئے یہی کیا کم تھا کہ اسے سگریٹ ملنے والے تھے اور وہ بھی اس کے پسندیدہ برانڈ کے۔

میں نارمن شیلوف کو کرنل نعمان کے کمرے میں لے گیا۔ کمرے میں ہم تینوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ کرنل نعمان اپنی کرسی پر بیٹھا تھا۔ میں ایک کرسی کھینچ کر اس کے برابر ہی بیٹھ گیا تھا اور نارمن شیلوف کو میں نے مقابل والی کرسی پر بیٹھنے کو کہا تھا۔

"ہم .... مگر میں نے تو کھلی فضا میں جانے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ یہ تم مجھے کہاں لے آئے؟" نارمن شیلوف نے کرسی پر

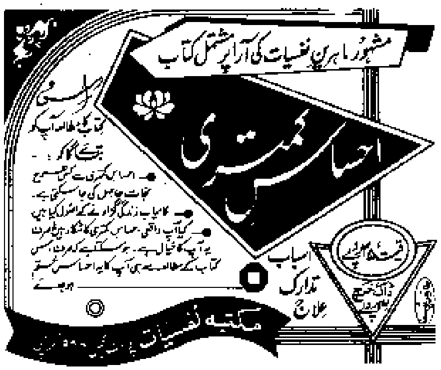

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کھلی فضا میں بھی چلیں گے پہلے یہ مرحلہ کامیابی سے طے کرلو... اس سے پہلے اس کمرے میں آئے ہو؟" میں نے کہا اور نارمن شیلوف نے سر کو نفی میں جنبش دینے پر اکتفا کیا۔

"ان سے واقف ہو؟" میں نے کرنل نعمان کی طرف اشارہ کرکے پوچھا۔

"ہاں' یہ کرنل نعمان ہیں' ملٹری انٹیلی جنس سے ان کا تعلق ہے۔ مگر تم یہ بات مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"جواب درست ہے" میں سنجیدگی سے بولا "اب اپنے بارے میں بھی کچھ بتاؤ۔"

"اس جیسے بہت سے سوالات کے جواب میں پہلے بھی دے چکا ہوں" نارمن شیلوف نے کہا۔

"میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں... اس کے علاوہ کھلی فضا میں جانے سے قبل ان سوالوں کے جواب دینا بہت ضروری ہے۔"

"میرا نام نارمن شیلوف ہے اور میں موساد کا ایک ادنیٰ سا کارکن ہوں۔"

"اس ملک میں تمہاری آمد کا مقصد کیا تھا؟"

"تم چاہو تو مجھے کھلی فضا میں نہ لے جاؤ مگر میں اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔"

"مجھے تو اسی پر حیرت ہے کہ تم نے موساد سے اپنے تعلق کا اعتراف اتنی آسانی سے کیوں کرلیا۔"

"جو بات پہلے سے تم لوگوں کے علم میں ہے اسے میں کیوں چھپاؤں؟" نارمن شیلوف نے بے پروائی سے کہا۔

"گویا ہمارے علم میں یہ بات نہیں کہ تم یہاں کس مقصد کے تحت آئے تھے؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اگر تمہیں معلوم ہوتا تو مجھ پر تشدد ہرگز نہ کیا جاتا" نارمن شیلوف نے بھی طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔

"کیا تمہاری گرفتاری یہ ظاہر نہیں کرتی کہ ہم تمہارے عزائم سے واقف ہیں۔"

"اس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تم میری شخصیت اور حیثیت سے واقف ہو۔ اس لئے میں نے اس سلسلے میں تم سے کچھ نہیں چھپایا ہے۔"

"ہوسکتا ہے یہ محض تمہارا خیال ہو۔ تمہارے اعتراف سے قبل ہم تمہاری اصل شخصیت سے بھی بے خبر رہے ہیں۔"

"یہ ممکن نہیں ہے' مجھے پہچان لیا گیا تھا اسی لئے گرفتار کیا گیا۔ لیکن یہ تم کبھی نہیں جان سکو گے کہ میں یہاں کس مشن پر آیا تھا۔"

"ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرکے تم اپنی موت کو دعوت دے رہے ہو۔ کیا تمہیں اس خوفناک حقیقت کا ادراک نہیں ہے؟"

ہماری ہر سانس ہمارے ملک و قوم کی امانت ہوتی ہے۔ ہمیں اگر اپنی جانیں اتنی ہی پیاری ہوتیں تو اس پیشے میں قدم بھی نہ رکھتے۔"

"تمہارے خیالات سن کر خوشی ہوئی اور اب یہ بھی سن لو کہ تم پر جو تشدد کیا گیا وہ کچھ بھی نہیں تھا۔ اصل تشدد تو اب شروع ہوگا۔"

"یہ صرف دھمکی ہے یا اس پر عمل بھی ہوگا؟" نارمن شیلوف نے کہا۔ اس کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ نظر آرہی تھی۔

"تمہاری ایک محبوبہ ہے۔ اس کا خیال کرلو۔ وہ تمہارا انتظار کررہی ہوگی۔"

نارمن نے چونک کر مجھے دیکھا "ایلسا کے بارے میں تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"

"ہم نے اپنے ذرائع سے تفتیش کرائی تھی۔ ہمیں پتا چلا ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے پر جان چھڑکتے ہو۔"

"میں تمہارے ذرائع کی داد دینے کے علاوہ اور کیا کرسکتا ہوں۔ ایلسا کے وجود سے تو میرا محکمہ بھی واقف نہیں ہے" نارمن شیلوف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تم لوگ اس تک کیسے پہنچ گئے: اس کے خلاف کچھ مت کرنا۔ وہ بہت معصوم اور بے ضرر لڑکی ہے۔ سرتاپا محبت۔"

بے وفائی کرنے سے پہلے ہر لڑکی سرتاپا محبت ہوتی ہے اور جب وہ نظریں پھیرتی ہیں تو مجسم بے رخی بن جاتی ہے۔ اس وقت اس کا اصل روپ سامنے آتا ہے۔"

"میں بہت سی لڑکیوں سے واقف ہوں مگر ایلسا ان سب سے مختلف ہے۔ وہ ایسی نہیں ہوسکتی۔"

"یار نارمن شیلوف!" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "تم کہیں اس لڑکی سے افلاطونی محبت تو نہیں کررہے ہو؟"

"یہ بھی اس کا اصرار تھا۔ عجیب لڑکی ہے۔ جسے ہم محبت کہتے ہیں وہ اسے آلودگی قرار دیتی ہے۔ وہ مغرب کی عام لڑکیوں سے یکسر مختلف ہے۔"

"غالباً اس کی اسی ادا نے تمہیں اس کا دیوانہ بنادیا ہے؟" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"وہ ایک ایسی لڑکی ہے جس کی تمنا کوئی بھی کرسکتا ہے۔ میں اگر فیلڈ ایجنٹ نہ ہوتا تو کب کا اس سے شادی کرچکا ہوتا۔"

"خیر یہ قطعی تمہارا ذاتی معاملہ ہے جس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں" دفعتاً میں نے خشک لہجے میں کہا "لیکن یہ تمہاری خام خیالی ہے کہ ہم تمہارے مشن سے ناواقف ہیں۔"

نارمن نے چونک کر مجھے دیکھا پھر مسکرانے لگا "تم بلف کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکو گے۔"

"عراق اب بہت آگے جاچکا ہے۔ چند سال قبل والے عراق کو بھول جاؤ جس کے ایٹمی پلانٹ کو تم نے چند سیکنڈ میں تباہ کردیا تھا۔ اب تو تم لوگ یہی جھک مارتے رہ جاؤ گے کہ عراق کے ہتھیار ساز کارخانے ہیں کس جگہ؟"

نارمن شیلوف نے چونک کر مجھے دیکھا مگر وہ خاموش رہا' کچھ بولا نہیں۔

موساد کے سربراہ سے کہو کہ عراق کی ہتھیار سازی صلاحیت اور ٹھکانوں کے بارے میں معلوم کرنے کے لئے بہترین ایجنٹ بھیجے۔ نارمنڈو اور تم جیسے تھرڈ ریٹ ایجنٹ اتنا بڑا کام نہیں کرسکتے۔"

نارمن کا چہرہ غصے اور توہین کے احساس سے سرخ ہوگیا۔ اسے اپنی نازک پوزیشن کا احساس تھا۔ ورنہ مجھ پر جھپٹ پڑا ہوتا۔

"تم تصور بھی نہیں کرسکتے کہ عراقی انٹیلی جنس کس قدر فعال ہوچکی ہے۔ ہم نے عزم کرلیا ہے کہ تمہیں تمہارے ہی شعبے میں شکست دیں گے۔ تم لوگ سازشیں کرتے ہو نا۔ اب ہم بھی سازشیں کریں گے۔ غالباً تم سمجھ گئے ہوگے کہ میرا اشارہ کس طرف ہے۔ موساد کی نقل و حرکت پر ہماری گہری نظر ہے۔ کچھ ہی دیر پہلے تم نے مجھ پر بلف کرنے کا جو الزام لگایا تھا اب اس بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

نارمن شیلوف نے کرسی پر پہلو بدلا "میں نے الزام عائد نہیں کیا تھا" اس نے کہا "قیدیوں سے معلومات حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کے حربے آزمائے جاتے ہیں۔"

"کیا تمہیں اب بھی میری صداقت پر یقین نہیں آیا؟ کیا اسرائیل کو عراق کی کیمیائی ہتھیار سازی کی صلاحیت سے خطرہ نہیں ہے؟ کیا تمہاری اور نارمنڈو کی عراق میں آمد کا یہ مقصد نہیں تھا کہ عراق کی ان اسلحہ ساز فیکٹریوں کا سراغ لگایا جائے جہاں کیمیائی ہتھیار تیار رکئے جاتے ہیں؟"

"میں اس بارے میں کوئی تبصرہ نہیں کروں گا" نارمن شیلوف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "لیکن اگر یہ سب باتیں تمہارے علم میں تھیں تو پھر ہم پر تشدد کیوں کیا گیا؟"

"ابھی مزید تشدد کے لئے تیار رہو۔ تم جیسے لوگ بار بار کہاں ہاتھ آتے ہیں۔ ہماری کوشش ہوگی کہ مرنے سے قبل تم سے موساد کے بارے میں زیادہ سے زیادہ راز اگلوا لئے جائیں۔"

اس کے بعد میں نے نارمن شیلوف کو واپس بھجوادیا تھا اور کرنل نعمان نے فوری طور پر ان دونوں پر تشدد کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

وہ کہہ رہا تھا تم بلف کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکو گے اور تم بلف کرنے میں کامیاب ہوگئے" کرنل نعمان نے ہنس کر کہا۔

یہ تو خیر سامنے کی بات تھی حیرت تو مجھے اس کی محبوبہ پر ہوئی اس نے کتنی آسانی سے اس کا نام اگل دیا تھا کہیں وہ ہمیں دھوکا دینے کی کوشش تو نہیں کررہا؟"

"نہیں" کرنل نعمان مسکرایا "وہ بے چارہ واقعی ایلسا کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہوگیا ہے۔"

میں نے چونک کر اسے دیکھا "تم یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟" میں نے کہا۔

"اس لئے کہ ایلسا ہماری ایجنٹ ہے اور میں اس پوری کہانی سے پہلے سے واقف ہوں۔"

"لیکن تم نے پہلے تو اس بارے میں مجھے کچھ نہیں بتایا؟" میرے لہجے میں ہلکی سی شکایت تھی جسے کرنل نعمان نے محسوس کرلیا۔

"میں تمہیں کیا کیا بتاؤں؟" اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا "اسرائیل میں ہمارے بہت سے ایجنٹ کام کررہے ہیں۔ ان میں سے کچھ کے بارے میں میں تمہیں بتاؤں گا بھی... لیکن تمہیں ایلسا کے بارے میں بتانا بہت ضروری تھا۔ اس سے پہلے تو خیر موقع نہیں مل سکا تھا تاہم یہ ممکن نہیں تھا کہ ہم تمہیں اس سے بے خبر رکھتے۔ نارمن شیلوف کے بارے میں معلومات فراہم کرنے میں ایلسا نے بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔"

"ایلسا کے بارے میں مجھے زیادہ سے زیادہ باتیں بتاؤ۔ وہ کون ہے اصل ایلسا کہاں ہے اور اصل ایلسا سے اس کی تبدیلی کیوں کر ممکن ہوئی؟"

"یہ تبدیلی آسٹریلیا میں ہوئی تھی۔ ایلسا آسٹریلین نژاد یہودی ہے۔ وہ اتفاقاً ہی ہمارے ایک آدمی کی نظر میں آئی تھی۔ اس نے ہمیں مطلع کیا تھا کہ ایلسا کی شکل ہماری ایک ایجنٹ زریجہ سے بہت ملتی ہے۔ یہ اطلاع ملنے پر ہم نے غور کرنا شروع کیا کہ اس مشابہت سے کس طرح فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اگلی اطلاع یہ ملی کہ ایلسا آسٹریلیا چھوڑ کر اسرائیل منتقل ہونے کی تیاریاں کررہی ہے۔ چنانچہ ہم نے فیصلہ کیا کہ اس کو زریجہ سے تبدیل کردیا جائے۔ چونکہ اس کی کوئی سرکاری حیثیت نہیں تھی اس لئے ہم نے بہ آسانی اپنا کام کردکھایا۔ یہ تبدیلی عین اس روز عمل میں آئی تھی جس روز ایلسا اسرائیل کے لئے روانہ ہونے والی تھی۔ پلاسٹک سرجری کے ذریعے زریجہ کو مستقل طور پر ایلسا کا روپ دے دیا گیا ہے۔"

"تو یہ ایلسا یا زریجہ نارمن شیلوف پر ڈورے ڈالنے میں کس طرح کامیاب ہوگئی؟"

"اسے صرف ایلسا کہو... بھول جاؤ کہ دنیا میں زریجہ نام کی کوئی لڑکی بھی موجود تھی" کرنل نعمان نے کہا "ہم نے ایلسا کو کوئی مشن نہیں سونپا تھا۔ اس کا کام صرف اتنا تھا کہ اسرائیل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی ایک عام شہری کی طرح وہاں رہتی۔ اب یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ نارمن شیلوف نے اس کے برابر والے فلیٹ میں رہائش اختیار کرلی۔"

"اوہو" میں نے حیرت سے کہا "تو وہ دونوں پڑوسی ہیں۔"

"ہاں اسی بنا پر ایلسا اس پر ڈورے ڈالنے میں کامیاب ہوسکی۔ ہم نے اسے سختی سے ہدایت کی تھی خود پر شبہ کرنے کا موقع کبھی نہ دے۔ نارمن شیلوف نے بھی ایلسا کو اپنی حقیقت سے باخبر نہیں کیا۔ ہمیں توقع تھی کہ ہمیں ایک نہ ایک دن اس سے ایلسا کے ذریعہ مفید معلومات حاصل ہوجائیں گی لیکن اس سے قبل ہی وہ گرفتار ہوگیا۔"

"پرواہ مت کرو' ایلسا اب بھی کارآمد ہے۔ بس اسے یہ بتانا ہوگا کہ نارمن شیلوف کی جگہ کسی اور نے لے لی ہے۔ میں دیکھوں گا کہ اس سے کیا کام لیا جاسکتا ہے۔"

"اس بات کا تو اسے علم ہے کہ نارمن شیلوف کس مہم پر عراق آیا تھا اور یہاں گرفتار ہوگیا ہے" کرنل نعمان نے کہا۔

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔ اچانک اس کے سامنے پہنچ کر میں اس کے اعصاب کی مضبوطی کا بھی اندازہ کرسکوں گا۔"

"ان سب چکروں میں پڑ کر دوپہر کے کھانے کا وقت بھی گزر چکا ہے" کرنل نعمان نے کہا "اس وقت میرے ساتھ ہی کھانا کھالو۔"

"نہیں میں کھانا اپنے کمرے میں ہی کھاؤں گا... اور" میں نے دفعتاً چونک کر کہا "مریم بر[illegible] کے لئے بھی تم نے کچھ سوچا؟"

"ہاں میں نے اس معاملے میں غور کیا ہے۔ وہ سزا سے بچنا چاہتی ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ قصوروار بھی نہیں ہے۔ اس لئے میں نے اسے ایک رعایت فراہم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

میں نے حیرت سے کرنل کو دیکھا "کیا تم اسے واقعی کوئی رعایت فراہم کرسکتے ہو؟"

"زیادہ تو نہیں صرف اتنی کہ ہم اسے آخری وقت سزا کے کرب سے بچالیں۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اسے زہر فراہم کردوں گا تاکہ...."

"وہ خودکشی کرسکے" میں نے زہریلے لہجے میں کہا "یہی کہنا چاہتے ہو نا؟"

"سمجھنے کی کوشش کرو علی!" کرنل نے جزبز ہوتے ہوئے کہا "اس کی سزائے موت منسوخ کرادینا میرے اختیار سے باہر ہے۔"

"لیکن یہ بھی تو کھلی ہوئی سفاکی ہے کہ کسی شخص کو زہر فراہم کرکے اس سے خودکشی کرنے کی فرمائش کی جائے۔"

"ہم تو صرف یہ کریں گے کہ تمہارے کمرے میں خواب آور گولیوں کی شیشی پہنچوادیں گے۔ اب یہ مریم پر منحصر ہے کہ وہ ان سے کیا فائدہ اٹھاتی ہے۔"

"بہرحال یہ تمہارا اپنا دردِ سر ہے۔ مجھے ان تمام باتوں سے بے خبر ہی رکھو تو اچھا ہے.... میں جارہا ہوں' دو گھنٹے بعد تمہیں میک اپ روم میں ملوں گا۔"

میں مریم برنسین کے لئے افسردہ تھا۔ وہ رعایت کی مستحق تھی مگر حالات ایسے تھے کہ اس کے ساتھ کوئی رعایت برتی بھی نہیں جاسکتی تھی۔

"تم نے کھانا کھالیا ہے؟" میں نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے مریم سے پوچھا۔

"نہیں" اس نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا "ان حالات میں بھوک کہاں لگتی ہے اور پھر تمہیں کیا۔ تم تو صبح سے غائب ہو۔"

میں نے ایک خدمت گار کو بلا کر کھانا لانے کو کہا اور مریم سے بولا "میری مصروفیت نے اجازت نہیں دی ورنہ تمہیں کمپنی ضرور دیتا۔ لیکن یہ دیکھ لو کہ تمہارے خیال سے میں نے بھی کھانا نہیں کھایا تھا۔"

"ایک ایسی ہستی پر رحم کھانے کے لئے جس کی زندگی کے کچھ ہی دن باقی رہ گئے ہیں۔ میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔"

"تم اسرائیل کی پارلیمنٹ کی رکن ہو۔ عام وزنوں کے برعکس تمہیں عامیانہ گفتگو سے گریز کرنا چاہئے۔"

"نیسٹ کی رکنیت میرے جذبات پر پہرے نہیں بٹھا سکتی۔ جذبات تو سب کے ایک جیسے ہوتے ہیں۔ موت تو سب کو ہی آتی ہے مگر سب ہی موت سے خوف زدہ بھی رہتے ہیں۔ سزائے موت کا کوئی بھی مجرم ذہنی اعتبار سے نارمل نہیں رہ سکتا اور اگر کسی ایسے شخص کو سزائے موت دی جائے جو مجرم بھی نہ ہو تو اس پر کیا گزرے گی؟"

"کاش میرے اختیار میں کچھ ہوتا تو میں تمہیں سزائے موت سے بچالیتا" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور کھانے کی ٹرالی پر نظریں جمادیں جو ملازم لگا گیا تھا "آؤ کھانا کھالو" میں نے کہا۔

"تم ہی کھاؤ" مریم نے بے رخی سے کہا "مجھے بھوک محسوس نہیں ہورہی۔"

"زندہ رہنے کے لئے کھانا ضروری ہے' تمہیں دوسروں نے سزا دی ہے' تم خود کیوں اپنے آپ کو سزا دے رہی ہو؟"

"تم کھاؤ' جب مجھے بھوک ہوگی تو میں خود ہی کھالوں گی۔"

"ٹھیک ہے" میں نے طویل سانس لے کر کہا "تم نہیں کھاؤ گی تو میں بھی نہیں کھاؤں گا۔"

"کیوں میری وجہ سے خود پر ظلم کررہے ہو؟" مریم بہ تلخی سے مسکرائی۔

"میں کسی کی وجہ سے کسی پر ظلم کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ خود پر کیا ظلم کروں گا۔"

"مجھ پر ترس مت کھاؤ علی! مجھے کسی کی ہمدردیوں کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں ترس نہیں کھارہا ہوں مریم! اور نہ ہی یہ ہمدردی ہے میرا تو عام حالات میں بھی یہی رویّہ ہوتا ہے۔ تم پر جذباتی کیفیت طاری ہے اس لئے ہر بات کو اسی رنگ میں دیکھ رہی ہو۔ ذرا غور کرو اگر میں تمہاری جگہ ہوتا اور تم میری جگہ ہوتیں تو تمہارا رویّہ میرے ساتھ کیا ہوتا؟"

مریم سوچ میں پڑ گئی "میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا" کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

"سوچنے کا کام بعد میں کرلینا پہلے کھانا کھالو.... کھانا ٹھنڈا ہورہا ہے۔"

"تم بہت ضدی ہو" وہ جھنجلا کر بولی "کسی صورت پیچھا ہی نہیں چھوڑتے۔"

"چلو اٹھو" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "میرا بھوکا رہنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

وہ پیر پٹختی ہوئی باتھ روم گئی اور ہاتھ دھو کر آگئی "تم انتہائی خودغرض آدمی ہو...."

"تمہارے اس بیان سے مجھے بالکل اختلاف نہیں ہے" میں نے اس کی پلیٹ میں سالن ڈالتے ہوئے کہا۔

وہ کھسیانے انداز میں ہنس دی "ڈھیٹ بھی بہت ہو" اس نے کہا۔

"تمہیں کھانا کھلانے کے لئے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے خطابات قبول کرسکتا ہوں" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"اتنی محبت کرتے ہو مجھ سے؟" وہ مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔

"تمہارے خیالات کی قدر کرتا ہوں" میں نے کہا "آدمیوں کے درمیان نظریات کا فرق ہی تو ہوتا ہے ورنہ تو سب ایک جیسے ہوتے ہیں۔"

میں نے محسوس کیا کہ میرے جواب پر وہ کچھ مرجھا سی گئی ہے لیکن وہ کھانا کھاتی رہی۔

کھانے کے بعد میں مزید کچھ دیر اس کے ساتھ باتیں کرتا رہا میں ہر طرح سے اس کی دلجوئی کرنا چاہتا تھا۔ اگرچہ اس طرح اس کی سزائے موت میں کوئی کمی نہ ہوتی مگر کم از کم میں تو اپنے ضمیر پر کوئی بوجھ محسوس نہ کرتا۔ میں جانتا تھا کہ یہ دل کا بہلاوا ہے لیکن کبھی کبھی دل کو بہلانا ہی پڑجاتا ہے۔ نہ بہلایا جائے تو اس کے مچل جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔

دو گھنٹے بعد میں نے میک اپ روم پہنچ کر نارمن شیلوف کا روپ دھارنے کی تیاریاں شروع کردیں۔ کچھ دیر بعد کرنل نعمان بھی وہیں پہنچ گیا۔ وہ اپنے ساتھ نارمن شیلوف کی آواز کی کیسٹ بھی لایا تھا۔ اس نے کیسٹ ٹیپ ریکارڈر میں لگادی۔

"یہ فیصلہ تمہیں کرنا ہے کرنل کہ مجھے یہ کیسٹ سننے کی ضرورت ہے یا نہیں" میں نے نارمن شیلوف کی آواز کی نقل اتارتے ہوئے کہا اور کرنل نعمان چونک پڑا۔

"او خدا کے بندے' آخر تم کیا بلا ہو؟" اس نے انتہائی حیران ہوکر کہا "اتنی جلدی تم نے اس کی آواز کی اتنی کامیاب نقل کیسے اتارلی۔"

"انہی کرتبوں کی وجہ سے اب تک بچا ہوا ہوں" میں نے ہنس کر کہا "ورنہ کب کا کام آچکا ہوتا۔"

"اتنی کامیابی سے کسی کی آواز کی نقل اتارلینا ناقابل یقین سی بات لگتی ہے۔"

"تم نے نارمن شیلوف اور نارمنڈو پر تشدد شروع کرادیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں' ان دونوں پر تشدد شروع ہوچکا ہے' اور تمہاری ہدایت کے بموجب ہنٹروں اور بیدوں سے ان کی کھالیں اتارنے کی کوشش کی جارہی ہے۔"

"نہایت مناسب کوششیں کی جارہی ہیں" میں نے سرہلاتے ہوئے مطمئن انداز میں کہا "ان کی خوراک پر بھی خاصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ تین روز تک ان پر تشدد جاری رہنا چاہئے۔ اس دوران انہیں کم سے کم خوراک دی جائے تاکہ اسپتال پہنچنے کے بعد بھی نارمنڈو کی قوت بحال ہونے میں چند روز لگ جائیں۔ ان تین دنوں کے دوران میں میں نارمن شیلوف کے چہرے کا ماسک تیار کرلوں گا...."

"اور اس دوران میں نارمنڈو سے مزید کارآمد معلومات حاصل کرلوں گا" کرنل نعمان نے میری نقل اتاری۔

"ہاں" میں ہنس پڑا "اپنا کام نکالنے کے لئے ہم لوگوں کو اسی قسم کے طریقے اختیار کرنے پڑتے ہیں۔"

"تم بہت تیزی سے سوچتے ہو اور اسی تیزی سے عمل بھی کرتے ہو۔ تم سے میں نے کم از کم ایک بات ضرور سیکھی ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

"میں ہمیشہ اس بات کا قائل رہا ہوں کہ کام کرنے کے لئے تفریح کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو لوگ تفریح نہیں کرتے' کام انہیں کھا جاتا ہے.... تم نے مجھ سے اس کے بالکل برعکس بات کہی اور میں نے اسے غلط سمجھا لیکن جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ بات تمہاری درست ہے۔ جو لوگ تفریح کرتے ہیں وہ کام کو کام سمجھ کے کرتے ہیں اور جو کام کو کام سمجھ کے کرے وہ کبھی حقیقی کامیابی نہیں حاصل کرسکتا۔ حقیقی کامیابی تو صرف ان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لوگوں کے حصے میں آتی ہے جو کام کو تفریح سمجھ کے کرتے ہیں اور تفریح کو تضیع اوقات سمجھتے ہیں۔"

"چلو مجھے کسی بات کا تو کریڈٹ ملا" میں نے ہنس کر کہا "ہاں تو ہم بات یہ کر رہے تھے کہ نارمنڈو کو غشی اور بے ہوشی کی حالت میں اسپتال پہنچایا جائے گا۔ جب اس کی آنکھ کھلے گی تو میں نارمن شیلوف کے میک اپ میں اس کے ساتھ ہی موجود ہوں گا اور اسی کی طرح پٹیوں سے جکڑا ہوا ہوں گا۔"

"ان باتوں کی طرف سے بالکل بے فکر رہو۔ میں اچھی طرح سمجھتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔"

"یہ تو ابتدا ہے کرنل! اصل کھیل تو اسپتال سے شروع ہوگا۔"

"اور اس کھیل میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہوگا" کرنل نعمان نے مسکرا کر کہا۔

"فرار ہونے کا منصوبہ تم بناؤ گے' منصوبے کے بجائے اسے ڈراما کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ اس ڈرامے کی ہدایت کاری کے فرائض تو تمہیں ہی سرانجام دینے ہوں گے۔"

"کمال ہے" کرنل نعمان نے پلکیں جھپکائیں "میں تو سمجھ رہا تھا کہ منصوبہ تم خود بناؤ گے۔"

"منصوبہ تو میں بنالوں گا مگر اس کے لئے بہت مغز پچی کرنا پڑے گا۔"

"میں سمجھ رہا تھا کہ اسپتال سے فرار ہونے والی تجویز پیش کرتے وقت تمہارے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ ہوگا" کرنل نعمان نے حیران ہو کر کہا۔

"وہ تو میں نے صرف اس خیال سے کہا تھا کہ یہاں سے فرار ہونے کی بہ نسبت' اسپتال سے فرار ہونا زیادہ آسان ہوگا... نہ صرف آسان بلکہ موساد کے سرکردہ لوگوں کو بھی یہ باور کرانے میں آسانی ہوگی کہ ہمارا فرار مبنی بر حقیقت ہے۔ اب تم کہہ رہے ہو کہ وہاں سے فرار ہونے کا منصوبہ بھی میں ہی بناؤں۔"

"دراصل تم اپنے ساتھ نارمنڈو کو بھی لے جانا چاہتے ہو۔ تمہاری حد تک تو بات درست تھی لیکن ظاہر ہے جب نارمنڈو تمہارے ساتھ ہوگا تو ہم تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکیں گے۔ ممکن ہے ملک سے باہر نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے تم دونوں پکڑ لئے جاؤ۔ یہ خدشہ بھی ہے کہ اس سے قبل ہی تم کسی مصیبت میں نہ پھنس جاؤ۔"

"ملک سے باہر نکلنے تک ہم تمہاری نظروں میں رہیں گے اور ہمیں تمہارا تعاون بھی حاصل رہے گا۔ اسپتال سے فرار ہونے کے لئے کوئی پیچیدہ منصوبہ بنانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہم کوئی بھی آسان اور سادہ سا طریقہ منتخب کرلیں گے۔ وہاں سے نکل کر میں اور نارمنڈو آرتھر کے پاس پہنچیں گے۔ اس طرح نہ صرف عراق سے نکلنے کے لئے ہمیں ذاتی طور پر کوئی جدوجہد نہیں کرنی پڑے گی بلکہ آرتھر موساد کے ہیڈ کوارٹر کو بھی صورت حال سے آگاہ کردے گا۔ گویا ہمارے اسرائیل پہنچنے سے قبل ہی موساد والے ہمارے فرار کو ذہنی طور پر قبول کرچکے ہوں گے اور ہمیں زیادہ وضاحتیں پیش نہیں کرنی پڑیں گی۔"

اسی روز رات کو میرے کمرے میں ہائی پوٹینسی خواب آور دوا کی گولیاں پہنچادی گئیں "یہ گولیاں کس کے لئے منگوائی ہیں؟" مریم نے گولیاں دیکھ کر پوچھا تھا۔

"منگوائی تو اپنے لئے ہیں لیکن اگر تم ضرورت محسوس کرو تو تم بھی استعمال کرسکتی ہو" میں نے جواب دیا۔

"کیا تم خواب آور گولیاں استعمال کرنے کے عادی ہو؟" مریم نے پوچھا۔

"عادی تو نہیں ہوں لیکن کبھی کبھی ضرورت پڑنے پر استعمال کرلیتا ہوں" میں نے کہا "کل رات ٹھیک سے نیند نہیں آئی تھی اس لئے آج گولیاں منگوالیں۔"

"تمہیں بے آرامی کی وجہ سے نیند نہیں آئی ہوگی' تم صوفے پر سوئے تھے نا..."

"ایسی کوئی بات نہیں ہے مریم! بعض اوقات ذہنی الجھنوں کے باعث بھی نیند اڑجاتی ہے۔"

"میری بات مانو' اگر میرے ساتھ سونا گوارا نہیں ہے تو میں صوفے پر سوجاتی ہوں..."

"اس سلسلے میں میں تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گا۔ اپنا فیصلہ کل ہی سنا چکا ہوں۔"

مریم خاموش ہوگئی مگر میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کی نگاہ بار بار خواب آور گولیوں کی طرف اٹھ رہی تھی۔ میں نے کرنل نعمان کو دل ہی دل میں داد دی۔ اس نے واقعی ایسا طریقہ اختیار کیا تھا کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔ مریم نے شاید ابھی سے ان خطوط پر سوچنا شروع کردیا تھا جن کی طرف کرنل نعمان نے اشارہ کیا تھا۔

نارمن شیلوف اور نارمنڈو پر تشدد ہوتا رہا۔ اس دوران میں نارمن شیلوف کے چہرے کا مکمل ماسک تیار کرچکا تھا۔ اب صرف آخری مراحل طے کرنے باقی رہ گئے تھے۔ ان تین دنوں کے دوران میری توجہ زیادہ تر کام کی طرف رہی تھی۔ کرنل نعمان سے بھی ملاقات کم ہی ہوئی تھی۔

تیسرے روز شام کو کرنل نے مجھے اطلاع دی کہ اب نارمنڈو کو اسپتال منتقل کیا جاسکتا ہے اور یہ کہ اس کی حالت خاصی تباہ ہوچکی ہے۔

"اسپتال پہنچنے تک اسے لازماً بے ہوش رہنا چاہئے" میں نے نارمن شیلوف کا ماسک اپنے چہرے پر جماتے ہوئے کہا۔

"ہم اسے بے ہوشی کا انجکشن لگادیں گے" کرنل بولا۔

"ظاہر ہے اتنے بڑے معاملے میں ہم کوئی رسک نہیں لے سکتے۔"

"ٹھیک ہے" میں نے مطمئن انداز میں کہا "اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ ہمیں کون سے اسپتال میں رکھا جائے گا۔"

"ایک پرائیویٹ اسپتال کی تیسری منزل پر تم دونوں کو ایک ہی کمرے میں رکھا جائے گا" کرنل نے کہا "تمہارے کمرے کے باہر سادہ لباس میں فوجی متعین ہوں گے جن کے پاس ہتھیار تو ہوں گے مگر پوشیدہ ہوں گے تاکہ اسپتال میں خواہ مخواہ خوف و ہراس نہ پھیلے۔"

"یہ تو میں تمہیں بتا ہی چکا ہوں کہ ہم وہاں سے فرار ہو کر آرتھر کے پاس جائیں گے۔ اب صرف یہ طے کرنا ہے کہ ہم کب اور کس طرح فرار ہوں گے۔"

"ہاں' یہ طے کرنا تمہارا کام ہے۔ جس طرح تم کہو گے اسی طرح کے انتظامات کردیے جائیں گے۔"

"فی الحال تمہیں یہ کرنا ہے کہ ہماری بینڈیج وغیرہ تبدیل کرنے کے لئے ہمیں الگ کمرے میں لے جایا جائے اور علیحدہ علیحدہ لے جایا جائے تاکہ میں کوئی منصوبہ بناؤں تو تم سے اس کی جزئیات پر گفتگو کرسکوں۔"

"بصرہ ان دنوں بلیک آؤٹ کی زد میں ہے لہٰذا میرا خیال ہے کہ اگر تم فرار ہونے کے لئے رات کا وقت منتخب کرو تو تمہیں اندھیرے کی آڑ بھی مل جائے گی۔"

"ہم جب بھی فرار ہوں گے' دن کے وقت فرار ہوں گے۔ اس لئے کہ ہمیں فوری طور پر آرتھر تک پہنچنا ہوگا اور میں اس کے گھر نہیں جانا چاہتا۔"

تمام معاملات طے ہوچکے تھے۔ تیاریاں مکمل تھیں... وہاں سے روانہ ہونے سے قبل میں اپنے کمرے میں آیا۔ مریم حسب معمول لیٹی ہوئی تھی۔ زیادہ تر وقت وہ لیٹ کر ہی گزارتی تھی۔ مجھے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر وہ اٹھ بیٹھی۔ اس کے پاس جانے سے قبل میں نے نارمن شیلوف کا ماسک چہرے سے اتار دیا تھا۔

"تمہارے ہوتے ہوئے بھی میں زیادہ تر وقت تنہا ہی گزارتی ہوں" مریم نے آہستگی سے کہا۔ تین چار دنوں کے دوران اس کا حسن ماند پڑگیا تھا۔ سزائے موت کے خوف نے اسے نچوڑ کر رکھ دیا تھا۔ اب نہ اس کے رخساروں پر سرخی باقی رہی تھی اور نہ ہی آنکھوں میں وہ پہلے کی سی چمک رہ گئی تھی۔ وہ بجھی بجھی' مضمحل اور اداس نظر آنے لگی تھی۔

"میرا وقت امانت ہوتا ہے مریم!" میں نے بھی دھیمی آواز میں کہا "مجھے افسوس ہے کہ چاہنے کے باوجود بھی میں تمہیں وقت نہیں دے سکا۔"

اس نے غور سے مجھے دیکھا "تمہاری اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہماری جدائی کا وقت قریب آگیا ہے۔"

"ہاں مریم!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا "مجھے ایک اہم مشن سونپ دیا گیا ہے جس کی تکمیل کے لئے میدان عمل میں اترنا لازمی ہوگیا ہے۔ میں تم سے اجازت طلب کرنے آیا ہوں۔"

"میں تمہاری شکر گزار ہوں" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "تم نے جس طرح میری دلجوئی کی اس طرح تو کوئی اپنوں کے لئے بھی نہیں کرتا ہوگا۔"

"میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا ہے مریم! نظریاتی اختلاف سے قطع نظر میں نے تم میں اپنی جھلک دیکھی تھی۔ ہم دونوں ہی امن کے خواہاں ہیں۔ یہ بہت مضبوط رشتہ ہوتا ہے مریم! ہم دونوں کی زندگی کا ایک ہی مقصد ہے۔ طرز عمل کا فرق ضرور ہے لیکن اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

"مگر تم یہ بات کیوں نظر انداز کر رہے ہو کہ میں یہودی ہوں اور تم یہودیوں کے جانی دشمن ہو؟"

"یہ خیال غلط ہے کہ میں یہودیوں کا جانی دشمن ہوں۔ میں تو آزادی کا علم بردار ہوں۔ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی کا مذہب اختیار کرے۔ کسی کو صرف اس کے مذہب کی بنیاد پر نہ تو مطعون کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس سے دشمنی رکھی جاسکتی ہے۔ میں اگر یہودیوں کا دشمن ہوں تو صرف اس وجہ سے ہوں کہ انہوں نے فلسطینیوں کی آزادی سلب کرلی ہے۔ وہ بیت المقدس پر قبضے کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ میری جنگ یہودیوں کے خلاف نہیں بلکہ اس جبر و استبداد کے خلاف ہے جسے یہودی برحق سمجھتے ہیں۔"

"اگر کوئی اور یہ باتیں کہتا تو شاید میں یقین نہ کرتی لیکن میں نے تمہارا طرز عمل دیکھا ہے... میں تمہارے ان نظریات کو سلام کرتی ہوں۔"

میں نے نفی میں سرہلایا "یہ نظریات میرے نہیں ہیں مریم!" میں نے کہا "یہ تو اس مذہب کی تعلیمات ہیں جس کا میں نام لیوا ہوں۔ اگرچہ میں اچھا مسلمان نہیں ہوں تاہم کوشش کرتا ہوں کہ جس حد تک بھی ممکن ہوسکے اپنے مذہب کی تعلیمات پر عمل کرسکوں۔"

"مم... مگر میں نے تو سنا ہے" مریم نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "کہ اسلام جبر کا قائل ہے۔"

"تم مجھ سے کھل کر گفتگو کرسکتی ہو" میں نے نرم لہجے میں کہا "میں کوشش کروں گا کہ تمہارے سامنے تصویر کا صحیح رخ پیش کرسکوں۔ یہ صرف ایک پروپیگنڈہ ہے جس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔"

"کیا یہ بات غلط ہے کہ اگر کوئی مسلمان اپنا مذہب تبدیل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرنا چاہے تو اسے جان سے مار دیا جاتا ہے۔"

"ہاں' یہ بات بالکل درست ہے۔ ایک بار دائرہ اسلام میں داخل ہونے کے بعد اگر کوئی اسے چھوڑتا ہے تو اس کا قتل لازم ہو جاتا ہے لیکن اگر وہ تائب ہو جائے تو اس کی جاں بخشی کی جا سکتی ہے۔ لیکن اس حکم کا اطلاق غیر مسلموں پر نہیں ہوتا۔ جبر تو اس وقت کہا جائے گا جب کسی کو زبردستی مسلمان بنایا جائے۔"

مریم کچھ کہنا ہی چاہ رہی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی اور ایک شخص دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا "آپ کو کرنل صاحب یاد کر رہے ہیں" اس نے مجھ سے مودبانہ انداز میں کہا۔

"ان سے کہنا کہ مجھے کچھ دیر لگے گی۔ اگر وہ چاہیں تو یہاں آ سکتے ہیں۔"

"تم میری وجہ سے اپنا نقصان کیوں کر رہے ہو؟" مریم نے کہا "تمہیں کسی اہم کام سے جانا ہے تو چلے کیوں نہیں جاتے؟"

"میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو اس کام کے مقابلے میں بہت زیادہ اہم ہے" میں نے کہا۔ "ہاں تو تم کچھ کہہ رہی تھیں؟"

"میں نے یہ بھی سنا ہے کہ مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ تاریخ خونی تاریخ ہے؟"

"یہ مغربی مورخین کی رائے ہے جو سراسر تعصب پر مبنی ہے۔ مسلمانوں نے فتوحات ضرور کیں مگر نہتے لوگوں پر کبھی ظلم نہیں کیا۔ اس کے برعکس جب اسپین میں مسلمانوں کی عظیم سلطنت زوال پذیر ہوئی تو عیسائیوں نے نہتے مسلمانوں کے ساتھ جو سلوک کیا اس سے سب واقف ہیں۔ مسلمانوں کو زندہ تک جلایا گیا... مساجد کی بے حرمتی کی گئی جبکہ اس قسم کی کوئی مثال نہیں ملتی کہ مسلمانوں نے کبھی کسی کی عبادت گاہ کی بے حرمتی کی ہو یا کسی کو بالجبر مسلمان بنایا گیا ہو۔"

"اور بیت المقدس کے بارے میں تمہارا مذہب کیا کہتا ہے؟" مریم نے پوچھا۔

"ہم اسے قبلہ اول کہتے ہیں اور ہمارے نزدیک وہ بھی اتنا ہی محترم ہے جتنا تمہارے لئے۔ ہم تمہارے تمام پیغمبروں کو مانتے ہیں۔ اگر ایک بھی پیغمبر کو نہ مانیں تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔"

"مرد اور عورت کے تعلقات کے بارے میں اسلام کا کیا نظریہ ہے؟"

"مرد کو عورت کا محافظ بنایا گیا ہے۔ اس کی عزت' آبرو' جان مال سب کی حفاظت کرنا مرد پر لازم ہے۔ شادی کے بغیر دونوں کا آپس میں جنسی تعلق قائم کرنا قطعاً منع ہے۔"

"ہوں" مریم نے کہا اور کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ میں اسے دیکھ ہی رہا تھا کہ کرنل نعمان کمرے میں داخل ہوا۔

"تم کس چکر میں الجھ گئے علی؟" اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی کہا "ہم روانہ ہونے کے لئے تمہارے منتظر ہیں۔"

"میرا خیال ہے ابھی مزید تاخیر ہو گی" میں نے کہا "تم کچھ دیر مزید انتظار نہیں کر سکتے؟"

"انتظار تو خیر ساری رات کیا جا سکتا ہے۔ ضرورت پڑنے پر مشن مؤخر بھی کیا جا سکتا ہے مگر ایسی کون سی بات ہو گئی جس کی وجہ سے تم نے اپنا پروگرام ملتوی کیا ہے۔"

"دراصل مریم نے کچھ ایسی باتیں چھیڑ دیں جن کی بنا پر مجھے رکنا پڑ گیا ورنہ میں تو مریم سے الوداعی ملاقات کرنے آیا تھا۔ اگر کوئی ضروری کام نہ ہو تو تم بھی ہماری گفتگو میں حصہ لے سکتے ہو۔"

کرنل نعمان نے ملازم کو طلب کر کے اسے ضروری ہدایات دیں اس کے بعد وہ بھی میرے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ اس تمام عرصے میں مریم کسی گہری سوچ میں ڈوبی رہی تھی۔

"عام طور پر جن مسلمانوں کو میں نے دیکھا ہے انہیں ان تمام برائیوں میں مبتلا پایا ہے جن میں بقول تمہارے اہل مغرب ملوث ہیں" کچھ دیر بعد اس نے کہا۔

"کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ کچھ یا تمام لوگوں کے عمل نہ کرنے سے مذہبی تعلیمات پر اثر پڑ سکتا ہے؟" میں نے سوال کیا۔

"نہیں" اس نے نفی میں سر ہلایا "لیکن یہ فیصلہ کیسے ہو گا کہ اصل تعلیمات کیا ہیں؟"

"یہ فیصلہ کرنا بہت آسان ہے' ممکن ہے میں کوئی غلط بات بتا دوں اس لئے لٹریچر کا مطالعہ کرو' لٹریچر کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔"

"میں یہ تصور بھی نہیں کر سکتی کہ تم مجھ سے جھوٹ بولو گے" مریم نے تڑپ کر کہا "تمہارے کردار سے متاثر ہو کر ہی تو میں تمہارے مذہب کے بارے میں جاننا چاہ رہی ہوں۔ اگر تم کہتے ہو تو یقیناً ٹھیک ہی کہہ رہے ہو لیکن یہ بھی تو ہے کہ اب میرے پاس لٹریچر کا مطالعہ کرنے کی مہلت ہی نہیں ہے' ظاہر ہے تم مجھے ساری باتیں تو نہیں بتا سکتے' اگر مہلت ملتی تو میں تمہارے لٹریچر کا مطالعہ ضرور کرتی۔"

"اگر تمہیں مطمئن کرنے کے لئے مجھے تمام رات بھی یہاں بیٹھنا پڑے تو یقین کرو مجھے کوئی عار نہیں ہو گا۔ میرے لئے اس سے بڑھ کر کوئی بات نہیں ہو سکتی کہ تم میرے مذہب میں دلچسپی لے رہی ہو۔"

"میں صرف یہ جانتی ہوں کہ جس مذہب کے پیروکاروں میں تم جیسے مثالی فرد موجود ہوں وہ مذہب غلط نہیں ہو سکتا۔ بقیہ باتیں تو میں بعد میں معلوم کر لوں گی۔ سب سے پہلے یہ جاننا چاہتی ہوں کہ کوئی شخص اگر تمہارے مذہب میں شامل ہونا چاہے تو اس کے لئے اسے کیا شرائط پوری کرنا ہوں گی؟"

میرے جسم میں جیسے خون کی گردش یکلخت ہی تیز ہو گئی۔ وہ اسلام قبول کرنا چاہ رہی تھی۔ ایک غیر مسلم کا اسلام قبول کرنا تو ویسے ہی خوشی کی بات ہوتی ہے لیکن اس کے معاملے میں تو میری خوشی دوچند ہو گئی تھی۔ باطنی طور پر تو وہ پہلے سے ہی مسلمان تھی اس کی فطرت میں امن اور سلامتی تھی اور اسلام کس چیز کا نام ہے۔ اس کے تو لغوی معنی ہی امن اور سلامتی کے ہیں۔ یہ تو محبت اور اخوت کا درس دینے والا مذہب ہے۔ مریم اگر قبول اسلام کے بغیر ہی مر جاتی تو مجھے تکلیف ہوتی۔ شاید اسے مسلمان دیکھنا میری لاشعوری خواہش تھی۔

"اسلام قبول کرنے کے لئے کوئی شرط نہیں ہے مریم!" میں نے خوشی سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "خدا کی وحدانیت اور اس کے آخری نبیؐ پر زبان اور دل سے ایمان لانے سے آدمی مسلمان ہو جاتا ہے۔"

"صرف اتنی سی بات؟" مریم نے حیرت سے کہا "میں ان دونوں باتوں پر ایمان لاتی ہوں"

"تم نے دیکھا کرنل!" میں نے خوشی سے سرشار لہجے میں کہا "مریم مسلمان ہو گئی... یہ پہلے ہی اسلامی تعلیمات سے قریب تھی اب باقاعدہ مسلمان بھی ہو گئی۔"

"میں نے ایسے ڈرامے بہت دیکھے ہیں" کرنل نعمان نے خشک لہجے میں کہا "یہ صرف اپنی جان بچانے کے لئے یہ حرکت کر رہی ہے۔"

"کیا اس طرح میری جان بچ جائے گی؟" مریم نے حیرت سے کہا "مگر میں نے تو صرف اس لئے اسلام قبول کیا ہے کہ مرتے وقت علی کے مذہب پر ہوں۔"

"تم نہا کر اور کپڑے بدل کر آؤ مریم! میں تمہیں باقاعدہ کلمہ پڑھواؤں گا۔"

"کلمہ کیا ہوتا ہے؟" مریم نے پوچھا۔

"عربی کے وہ الفاظ جن کے ادا کرتے ہی آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔"

"میں ابھی نہا کر آئی ہوں" وہ جھجکتی ہوئی باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

"یہ تم بیٹھے بٹھائے کس چکر میں پھنس گئے" کرنل نعمان نے منہ بنا کر کہا۔

"چکر!" میں نے حیرت سے کہا "وہ مسلمان ہو رہی ہے اور تم اسے چکر کہہ رہے ہو۔"

"میں کسی یہودی پر اعتبار کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اگر کوئی شخص جان کے خوف سے کلمہ پڑھ لے تو اس کا قبول اسلام لائق اعتنا نہیں ہوتا۔"

"تم غلط کہہ رہے ہو کرنل!" میں نے سنجیدگی سے کہا "جو شخص زبان سے کلمہ پڑھ لے اسے وہ تمام مراعات حاصل ہو جاتی ہیں جو کسی بھی مسلمان کو ہو سکتی ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے علی! لیکن دل کا حال تو خدا ہی بہتر جانتا ہے ہم ایک ایسے شخص کی زبان پر کیسے یقین کر سکتے ہیں جسے ایک یقینی موت کا سامنا ہے۔"

"جب تم مان رہے ہو کہ دل کا حال خدا ہی بہتر جانتا ہے تو پھر زبان پر یقین کرنے کے سوا اور کیا چارہ رہ جاتا ہے؟"

"تمہیں چاہئے تھا یہ کام کسی اور کے سپرد کر دیتے یہ کام تو کوئی بھی کر لے گا مگر جو کام تمہیں کرنا ہے وہ صرف تم ہی کر سکتے ہو' کوئی اور نہیں کر سکتا۔"

"میری لاشعوری خواہش شاید یہی تھی کہ مریم مسلمان ہو جائے۔ اب میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے ہی ہاتھوں پر قبول اسلام کرے۔ نہیں کرنل نعمان! یہ کام بھی کوئی اور نہیں کر سکتا تھا۔"

کرنل نعمان بے بسی سے کندھے اچکا کر رہ گیا۔ اسے اندازہ تھا کہ مریم کے قبول اسلام سے اس کے لئے کیا دشواریاں پیدا ہو سکتی ہیں۔ مریم کو سزائے موت کا فیصلہ سنایا جا چکا تھا۔ ظاہر ہے مسلمان ہونے کے بعد اسے معاف کرنا پڑتا۔ وہ نہ کرتے تو انہیں اندازہ تھا کہ میں اس بات پر زور دوں گا اور انہیں ایک آزمائش سے دوچار ہونا پڑے گا۔

کرنل زیادہ دیر خاموش نہیں رہ سکا "تمہیں معلوم ہے کہ فوجی عدالت اسے سزائے موت سنا چکی ہے" اس نے کہا "مریم کے مسلمان ہونے کے بعد کیا ہو گا؟"

"تم خود اندازہ کر سکتے ہو" میں مسکرایا "مسلمان ہونے کا مطلب ہے اس نے اپنی وفاداریاں تبدیل کر لی ہیں۔ ایسے میں فیصلہ تو منسوخ کرنا ہی پڑے گا۔"

کرنل نعمان اٹھ کر مضطربانہ انداز میں کمرے میں ٹہلنے لگا۔ "فوجی عدالتوں کے سنائے ہوئے فیصلے آسانی سے تبدیل نہیں ہوا کرتے" اس نے کہا۔

"اس معاملے میں تو فیصلے پر غور کرنا پڑے گا" میں نے دو ٹوک انداز میں کہا "غور نہیں بلکہ اسے باعزت طور پر رہا کرنے کا فیصلہ کرنا ہو گا۔"

"تمہیں سوچنا چاہئے کہ یہ ملکی سالمیت کا معاملہ ہے۔ کل کلاں کو اگر یہ بات اسرائیل تک پہنچ گئی کہ ان کا طیارہ اغوا کر کے عراق لایا گیا تھا اور ہم نے طیارہ ہائی جیک کرنے والوں کی نہ صرف مدد کی تھی بلکہ اسرائیل کے تمام لوگوں کو سزائے موت دے دی تھی تو ذرا تصور کرو کہ ہماری پوزیشن کیا ہو گی؟ کیا ہم بیک وقت دو ملکوں سے جنگ کر سکیں گے۔ ایران سے تو پہلے ہی جنگ ہو رہی ہے۔"

"تم اس مفروضے کی بنیاد پر یہ ساری باتیں کر رہے ہو کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مریم ہم سے دھوکا کر رہی ہے" میں نے کہا "اور کسی مفروضے کی بنیاد پر کسی کی جان نہیں لی جاسکتی۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو علی! یہ مفروضہ ہی سہی مگر اس کی خوف ناکی پر بھی تو غور کرو۔ اگر خدانخواستہ یہ مفروضہ صحیح ثابت ہوا تو کیا ہوگا؟"

"اول تو یہ بعید از امکان ہے لیکن اگر یہ خدشہ درست ثابت ہوا تو میں مریم کو اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اتاروں گا۔ اسے دنیا کے کسی گوشے میں پناہ میسر نہیں آسکے گی۔"

"تم اسے جو بھی سزا دو گے اس سے اس نقصان کی تلافی نہیں ہوسکے گی جو وہ ہمیں پہنچا چکی ہوگی۔ اس لئے عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ۔۔۔"

"میں اس بحث میں الجھنا نہیں چاہتا کرنل! میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ اسلام قبول کرتے ہی وہ رعایت کی مستحق ہوگئی۔ یہ اس کا حق ہے جو اسے ہر حال میں ملنا چاہئے۔"

"فرض کرو تمہاری توقعات پوری نہیں ہوتیں؟" کرنل نے رک رک کر کہا "فرض کرو فوجی عدالت اپنی دی ہوئی سزا پر نظر ثانی کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئی تو کیا ہوگا؟"

"میں کسی کے ساتھ زیادتی ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔ خاص طور پر کسی نومسلم کے معاملے میں تو میرے لئے غیر جانب دار رہنا اور بھی مشکل ہوجائے گا۔"

"اپنے الفاظ پر غور کرو علی!" کرنل کے لہجے میں دھمکی پوشیدہ تھی "تمہارے الفاظ بھی نامناسب ہیں اور لہجے سے بھی بغاوت کی بو آرہی ہے۔"

میں سنبھل کر بیٹھ گیا "میں پہلے غور کرتا ہوں پھر کوئی بات منہ سے نکالتا ہوں لہٰذا کچھ کہنے کے بعد اس پر غور کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"میں تمہیں آخری بار سمجھانے کی کوشش کررہا ہوں۔ ہمارے معاملات میں الجھنے کے بجائے اپنے کام سے کام رکھو۔ تمہارے حق میں یہی بہتر ہے۔"

"میں اپنا بھلا برا خوب سمجھتا ہوں کرنل! میں کوئی بچہ نہیں ہوں جسے تم سمجھانے کی کوشش کررہے ہو" اس بار میرا لہجہ بھی خراب ہوگیا تھا۔

"تو پھر وسیع تر ملکی مفادات میں میں بھی انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہوں" کرنل نے ریوالور نکال کر مجھے زد میں لے لیا "خود کو زیر حراست تصور کرو۔"

"وہ تو میں کرلوں گا" میں نے بے پروائی سے مسکرا کر کہا۔ "لیکن تم نے صرف ملکی مفاد کے بارے میں سوچا' کچھ مذہبی مفاد کے بارے میں بھی سوچ لیتے تو کیا برا تھا؟"

"اب تم تو صرف اپنے بارے میں سوچو ... تم پر ریوالور اٹھاتے ہوئے مجھے افسوس تو ہورہا ہے لیکن اپنے فرائض کی انجام دہی کے دوران بعض اوقات ناگوار صورت حال سے بھی گزرنا پڑجاتا ہے" کرنل کی بات مکمل ہوئی ہی تھی کہ باتھ روم کا دروازہ کھلا۔ مریم نہانے کے بعد باہر نکل رہی تھی۔ کرنل کی نگاہ اس طرف اٹھی۔ میں ایسے ہی کسی موقعے کا منتظر تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کی قید میں جانے کے باوجود مجھے کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہے مگر پھر بھی مجھے یہ گوارا نہیں تھا کہ میں قید ہوجاتا۔ میرے خیال میں یہ ایک نقصان ہی کچھ کم نہ ہوتا کہ مریم کو سزائے موت دے دی جاتی۔

جیسے ہی اس کی نگاہ مریم کی طرف اٹھی میں نے چیتے کی طرح اس پر زقند لگادی۔ اگلے ہی لمحے نہ صرف ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا بلکہ میں نے اسے سنبھلنے کی مہلت دیئے بغیر اسے اپنے قابو میں کرلیا تھا۔

"برا نہ ماننا کرنل!" میں نے اس کا ہاتھ موڑ کر پشت پر لے جاتے ہوئے کہا "میرے بھی کچھ فرائض ہیں جن سے عہدہ برا ہونے کے لئے بعض اوقات مجھے بھی ناگوار صورت حال سے گزرنا پڑتا ہے۔"

مریم باتھ روم کے دروازے میں ہی رک گئی تھی اور سناٹے کے عالم میں ہمیں دیکھ رہی تھی۔ چند لمحوں کے دوران اتنی بڑی تبدیلی اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔

"تم اگر یہ سمجھ رہے ہو کہ اس طرح یہاں سے بچ کر نکل جاؤ گے تو یہ تمہاری خام خیالی ہے" کرنل نعمان نے کہا۔ وہ اس طرح میری گرفت میں جکڑا ہوا تھا کہ اپنی مرضی سے مل بھی نہیں سکتا تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ یہاں بہت سخت حفاظتی انتظامات ہیں لیکن اب میں دیکھوں گا کہ کون سا حفاظتی نظام میری راہ میں دیوار بنے گا" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو' تم نے ایک بار پہلے بھی حماقت کی تھی اور ہم نے اسے نظر انداز کردیا تھا" کرنل بولا۔ "لیکن ضروری نہیں کہ ہر بار تمہیں معاف کردیا جائے' ابھی وقت ہے' سوچ لو۔"

میں نے ایک ہلکا سا قہقہہ لگایا "اس وقت میں جذبات کی رو میں بہہ گیا تھا لیکن اس بار میرا تم سے اصولی اختلاف ہے۔ میں تمہیں یرغمال بنا کر خود بھی یہاں سے نکل جاؤں گا اور مریم کو بھی ساتھ لے جاؤں گا۔ میں نہ تو خود قید ہونا گوارا کرسکتا ہوں اور نہ ہی یہ برداشت کرسکتا ہوں کہ مسلمان ہونے کے باوجود اسے سزائے موت دے دی جائے۔"

"یہ تم کیا کررہے ہو علی؟" دفعتاً مریم نے کہا "میرے معاملے میں تمہیں اتنا آگے بڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"یہ ایک اصولی بات ہے مریم! محض اس مطالبے پر کہ تمہاری سزا پر نظر ثانی کی ضرورت ہے' کرنل نے مجھے بھی حراست میں لینے کی کوشش کی تھی۔ اب وہ ہوگا جو میں چاہوں گا۔"

"کرنل نعمان کو چھوڑ دو علی!" مریم نے کہا "میں نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے دو افراد کے درمیان کسی قسم کی مخالفت پیدا ہو۔"

"تم فکر نہ کرو مریم! اس کی وجہ تم ہرگز نہیں ہو' ہمارے درمیان اصولوں کی جنگ ہے' جو اصولی طور پر درست ہوگا وہی فریق فتح یاب ہوگا۔"

"تو تم یوں میری بات نہیں مانو گے" مریم نے آگے بڑھ کر کرنل نعمان کے ہاتھ سے گرا ہوا ریوالور اٹھالیا "میں ریوالور کے زور پر تمہیں حکم دیتی ہوں کہ کرنل نعمان کو چھوڑ دو" اس نے سخت لہجے میں حکم دیا۔

مریم کی جرأت میرے لئے حیران کن تھی۔ معلوم نہیں وہ کیا چاہتی تھی تاہم مجھے یقین تھا کہ اس میں گولی چلانے کا حوصلہ نہیں ہے۔ اس لئے میں نے بے خوفی سے کہا "تم ضرور گولی چلادو مگر میں اسے چھوڑوں گا نہیں۔"

"تم شاید سمجھ رہے ہو کہ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے" مریم نے دھمکی دی مگر اسے خود اپنے لہجے کی کمزوری کا احساس ہوگیا تھا۔

"فرض کرو تم نے مجھ پر گولی چلانے کی ہمت کر بھی لی تب بھی یہ تو سوچو کہ میرے اور تمہارے درمیان کرنل نعمان موجود ہے۔ گولی پہلے اسے لگے گی بعد میں مجھ تک پہنچے گی" میں نے فاتحانہ انداز میں کہا۔

مریم نے ایک لمحے کے لئے میری بات پر غور کیا پھر بولی "تم مجھے احمق کیوں سمجھ رہے ہو۔ گولی چلاتے وقت میں اپنی جگہ تبدیل کرلوں گی۔"

"مت بھولو کرنل نعمان میرے شکنجے میں بے بس ہے' میں اس سمیت اپنی پوزیشن تبدیل کرلوں گا' گولی ہر حال میں پہلے کرنل نعمان کو لگے گی۔"

مریم خاموش ہوگئی۔ وہ کسی خاص نکتے پر غور کررہی تھی۔ "ٹھیک ہے' میں یہ بات تسلیم کرتی ہوں" وہ کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے بولی "تم جیسے شخص پر میں واقعی اسلحے کے بل پر بھی قابو نہیں پاسکتی لیکن میں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ اگر تم دونوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہوا بھی تو وجہ نزاع میں ہرگز نہیں بنوں گی۔ میں تم سے التجا کرتی ہوں کہ آپس میں جھگڑا مت کرو اور کرنل نعمان کو چھوڑ دو۔"

"کیا تم یہ چاہتی ہو کہ یہ مجھے قید کرلے اور تمہیں سزائے موت دلوادے ... نہیں مریم! تم احمقانہ بات کررہی ہو اور میں تمہاری یہ بات نہیں مان سکتا۔"

"یہ سب کچھ اس لئے ہورہا ہے کہ میں نے مسلمان ہونے کا فیصلہ کرلیا تھا اور میں یہ جانتی ہوں کہ کوئی بھی ایسا کام کرنے سے گریز کرنا چاہئے جس سے ہنگامے کی فضا پیدا ہو لہٰذا میں اپنا مسلمان ہونے کا فیصلہ واپس لیتی ہوں۔"

مریم کی اس بات سے مجھے شدید دھچکا لگا۔ کرنل نعمان کے ہاتھ پر میری گرفت خود بخود ختم ہوگئی اور وہ میری گرفت سے آزاد ہوگیا۔ اب میں براہ راست مریم کے ہاتھ میں دبے ہوئے ریوالور کی زد پر تھا۔ میری نظروں کا مرکز مریم کا چہرہ تھا۔ اس کے ہاتھ میں موجود ریوالور پر میری توجہ بالکل بھی نہیں تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس موقع پر کیا کہنا چاہئے یا کیا کرنا چاہئے۔

میری طرح کرنل نعمان بھی تذبذب کا شکار تھا۔ وہ چاہتا تو آگے بڑھ کر مریم کے ہاتھ سے ریوالور چھین سکتا تھا' میرے خلاف کوئی قدم اٹھاسکتا تھا یا پھر کم از کم آواز دے کر اپنے آدمیوں کو ہی طلب کرسکتا تھا مگر اس نے کچھ بھی نہیں کیا۔ عراقی انٹیلی جنس کا سربراہ قوت فیصلہ سے محروم ہوچکا تھا۔

چند لمحوں تک کمرے پر سکوت طاری رہا پھر میری آواز نے اس سکوت کو توڑا "تمہیں ایسی بات منہ سے نہیں نکالنی چاہئے مریم!" میں نے کہا۔

"اگر تم دونوں آپس میں جھگڑا ختم کرو گے تو جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر قائم رہوں گی ہاں اگر تم مجھے یقین دلادو کہ میرے اس فیصلے سے تمہارے تعلقات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا تو مجھے تمہارا مذہب قبول کرنے میں کوئی عار نہیں ہوگا۔"

"تم سمجھتی کیوں نہیں ہو مریم!" میں نے بے بسی سے کہا۔ "اگر میں نے خاموشی اختیار کئے رکھی تو تمہیں سزائے موت دے دی جائے گی۔"

"فیصلہ تو پہلے ہی سنایا جاچکا ہے۔ اب اس پر عمل درآمد بھی ہوجائے گا' تم کیا سمجھتے ہو' کیا میں نے اپنی جان بچانے کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے' نہیں علی! نہیں ... یہ فیصلہ میں نے بہت سوچ بچار کرنے کے بعد کیا ہے۔ پورے تین دن تک میں کشمکش میں مبتلا رہی ہوں تب کہیں جاکر اس نتیجے پر پہنچی ہوں اور وہ بھی تم سے گفتگو کرنے کے بعد... اب تم بتاؤ' میں کیا کروں؟"

"تم نے مجھے بے بس کردیا ہے مریم! میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب اس معاملے میں کچھ نہیں بولوں گا۔"

"تم نے میرا دل خوش کردیا" وہ سرشاری کے عالم میں بولی۔ "اب جلدی سے مجھے کلمہ پڑھوادو۔"

اس کا یہ والہانہ جذبہ دیکھ کر میری آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ کرنل نعمان پر بھی اس کی وارفتگی کا گہرا اثر ہوا تھا۔ مریم نے اس کا ریوالور اس کے حوالے کردیا اور کرنل نعمان نے اس سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ریوالور لے کر رکھ لیا۔ میں نے مریم کو کلمہ پڑھوا دیا جو وہ تھوڑی سی دقت کے بعد پڑھنے میں کامیاب ہو گئی۔ میں نے کلمہ طیبہ کا ترجمہ انگریزی اور عبرانی میں اسے سنایا۔

"تم گواہ رہنا علی!" مریم نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا "میں نے خدا کی وحدانیت اور اس کے آخری نبیؐ کی رسالت کا زبان سے اقرار کرلیا ہے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے ہر وہ حکم تسلیم کرلیا ہے جو تمہارے مذہب کا ہے اور جو ظاہر ہے میرے علم میں نہیں ہو سکتا... لیکن ماضی میں میں نے جو گناہ کئے ہیں ان کا کیا بنے گا؟" اس کے لہجے میں تشویش کا عنصر شامل ہو گیا۔

"ہمارا مذہب کہتا ہے کہ ایمان لانے کے بعد آدمی اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے وہ ابھی ابھی ماں کی پیٹ سے پیدا ہوا ہو اور اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔"

"خدا کا شکر ہے کہ یہ بات مجھے پہلے معلوم نہیں تھی ورنہ شاید میری نیت میں کھوٹ شامل ہو جاتا۔"

"مبارک ہو مریم! مبارک ہو علی!" دفعتاً نعمان نے کہا "خدا نے مریم کو ہدایت دی۔ دعا کرو کہ وہ مریم کو استقامت بھی عطا فرمائے۔"

میں نے زخمی نگاہوں سے کرنل نعمان کو دیکھا۔ کچھ دیر پہلے وہ یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ مریم مخلص ہے اور اب مجھے مبارک باد پیش کر رہا تھا۔

"میں خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرتا ہوں کرنل!" میں نے دونوں ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے کہا "تم جب تک چاہو مجھے حراست میں رکھ سکتے ہو۔ میں کوئی مزاحمت نہیں کروں گا۔"

کرنل نعمان بری طرح جھینپ گیا "کیسی باتیں کر رہے ہو علی! اب مریم کے مسلمان ہونے میں مجھے کوئی شبہ نہیں رہا۔"

"سوچ لو کرنل! میں ایک بار پہلے بھی جذباتی غلطی کا مرتکب ہوا تھا۔ اب پھر میں نے ایک غلطی کی ہے۔ بار بار معاف کرو گے تو میرے حوصلے بڑھ جائیں گے۔"

"اس بار میں غلطی پر تھا" کرنل نعمان نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا "ایک غلطی تم نے کی' ایک مجھ سے ہوئی' حساب برابر ہو گیا۔"

"میں تمہارے خلاف جارحیت کا مرتکب بھی تو ہوا تھا" میں نے کہا "یہ چیز ڈسپلن کے بھی خلاف ہے۔"

"حالات کے تحت تو تم نے جو کچھ بھی کیا میں اسے درست تصور کرتا ہوں" کرنل نے سنجیدگی سے کہا "رہی بات ڈسپلن کی تو تم ہمارے ملازم نہیں ہو۔ تم پر محکمہ جاتی قوانین اس طرح سے لاگو نہیں ہو سکتے جس طرح ہمارے ملازمین پر لاگو ہوتے ہیں۔ تم تو ہمارے معاونین میں سے ہو' میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ جو کچھ ہوا اسے بھول جاؤ اور اپنا دل صاف کرلو۔"

"او کے کرنل! پچھلی ساری باتیں ختم' اب یہ بتاؤ کہ ہم کس وقت یہاں سے روانہ ہوں گے۔"

"میرے خیال میں یہ معاملہ اب صبح پر اٹھا رکھو" کرنل نے کہا "اور اب میں چلتا ہوں۔"

"یہ شیشی اپنے ساتھ ہی لیتے جاؤ کرنل" مریم نے کہا۔ "اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ میں ہنستے ہوئے موت کو گلے لگاؤں گی۔"

کرنل نے میری طرف دیکھا اور میں جلدی سے بولا "مریم کی اس بات پر مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ میں نے اسے کچھ نہیں بتایا۔"

میری اس وضاحت پر کرنل مطمئن تو ہو گیا مگر اس کی حیرت برقرار تھی تاہم کچھ کہے بغیر اس نے مریم کے ہاتھ سے خواب آور گولیوں کی شیشی لی اور کمرے سے چلا گیا۔

"تم نے تو اس وقت کمال ہی کر دیا" میں نے مریم سے کہا۔ "یہ اندازہ تم نے کیسے لگایا کہ خواب آور دوا کی تجویز کرنل نے پیش کی تھی۔"

"میں پہلے روز ہی سمجھ گئی تھی کہ یہ حرکت کرنل نعمان کی ہی ہو سکتی ہے۔ تمہارے دباؤ سے مجبور ہو کر اس نے مجھے یہ موقع فراہم کرنے کا وعدہ کیا ہو گا تاکہ میں سزائے موت سے بچنے کے لئے خودکشی کرلوں۔"

اس رات میں پلک بھی نہیں جھپکا سکا۔ نہ میں ایک لمحے کے لئے سویا اور نہ مریم سوئی۔ وہ کرید کرید کر مجھ سے مذہب کے بارے میں سوالات کرتی رہی اور میں حتی الامکان اسے مطمئن کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ وہ اسلام کے بارے میں کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ جان لینا چاہتی تھی۔ اس کے دل میں سچی لگن اور تڑپ پیدا ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے پر سچائی کا نور تھا۔ میں نے اسے تسلی دینے کی کوشش کی کہ شاید اب اس کی سزا میں تخفیف ہو جائے مگر اب اسے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ اسے تو بس یہ فکر تھی کہ مرنے سے قبل اسلام کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جان لے۔ میں اس پر رشک کرنے کے سوا اور کیا کر سکتا تھا۔

صبح کرنل خود میرے کمرے میں آگیا اور اس نے ہمارے ساتھ ہی ناشتا کیا۔

"میں نے تمہارا کیس وزارت دفاع بھجوا دیا ہے" ناشتے کے دوران کرنل نے مریم سے کہا "مجھے توقع ہے کہ تمہاری سزا پر نظرثانی ہو جائے گی۔"

"تم لوگ تو یہاں سے چلے جاؤ گے اور میں تنہا رہ جاؤں گی" مریم نے کہا "اگر تم اپنے مذہب سے متعلق چند کتابیں..."

"اب ہمارا اور تمہارا مذہب الگ الگ نہیں رہا" کرنل نے کہا "اور کتابیں تمہیں تھوڑی دیر بعد مل جائیں گی۔"

میرے دل پر سے ایک بوجھ سا ہٹ گیا تھا اور میں خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا۔

ناشتا کرنے کے بعد ہم اسپتال کے لئے روانہ ہو گئے۔ میں اور نارمنڈو ایک بندوین کے پچھلے حصے میں تھے۔ نارمنڈو کا جسم پٹیوں سے ڈھکا ہوا تھا اور وہ بے ہوشی کے انجکشن کے زیر اثر تھا کرنل نعمان نے بتایا تھا کہ اسے کئی گھنٹوں تک ہوش نہیں آئے گا۔

میں نارمن شیلوف کے میک اپ میں تھا اور مجھے معلوم نہیں تھا کہ مجھے کتنا عرصہ اس روپ میں گزارنا پڑے گا۔ یقیناً میری راہ میں بہت سی مشکلات آتیں۔ یہ بھی یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ میں اس رول کو کامیابی سے نباہ بھی سکوں گا یا نہیں کسی بھی وقت راز کھل سکتا تھا تاہم توقع تھی کہ میں اسرائیل کو کوئی نہ کوئی نقصان پہنچانے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا اس لئے میں یہ خطرہ مول لینے کو تیار ہو گیا تھا۔

نارمنڈو کو کمرا نمبر تین سو بارہ میں پہنچا دیا گیا۔ تیسری منزل پر پرائیویٹ وارڈ تھا اور کرنل نے مجھے بتایا تھا کہ وہاں ایک کمرے میں دو مریضوں کو نہیں رکھا جاتا مگر یہ معاملہ چونکہ ملٹری انٹیلی جنس سے متعلق تھا اس لئے ظاہر ہے اسپتال کی انتظامیہ معترض نہیں ہو سکتی تھی۔

کمرے کی کھڑکیوں پر پڑے ہوئے پردے سیاہ رنگ کے تھے۔ کھڑکیوں کے شیشوں پر بھی سیاہ رنگ کا پینٹ کر دیا گیا تھا تاکہ رات کے وقت کمروں میں جلنے والی روشنی چھن کر باہر نہ جا سکے۔ میں ٹہلتا ہوا کھڑکی کے پاس گیا اور اسے کھول کر باہر کا جائزہ لینے لگا۔ کھڑکی کے ساتھ نیچے تک دیوار سپاٹ تھی۔ اس طرف سے فرار ہونا ناممکن تھا۔ اسپتال کا احاطہ خاصا کشادہ تھا اور اس میں خوبصورت لان لگایا گیا تھا جس کا اختتام لوہے کے جنگلوں پر ہوتا تھا۔

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور کرنل کی طرف پلٹا جو بڑے غور سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے کرنل!" میں نے کہا "اس سمت سے فرار ہونا ممکن نہیں ہے۔ گویا ہمیں فرار ہونے کے لئے پورے اسپتال سے گزرنا پڑے گا۔"

"اسی لئے میں کہہ رہا تھا کہ اگر تم پہلے ہی ان سب باتوں کا جائزہ لے لیتے تو اچھا ہوتا۔"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا" میں نے بے پروائی سے کہا "میں تمہیں اپنا منصوبہ بتاؤں گا اور یہ تمہاری ذمے داری ہو گی کہ اس میں کوئی گڑبڑ نہ ہونے پائے۔"

"کیا تم نے کوئی منصوبہ بنا لیا ہے" کرنل نعمان نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"ابھی نہیں" میں نے نفی میں سر ہلا دیا "لیکن میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جو بھی منصوبہ ہو وہ بہت سادہ اور آسان منصوبہ ہو گا۔ اس وقت تو تم مجھے تیسری منزل کی سیر کرا دو۔"

کرنل مجھے لے کر کمرے سے باہر نکلا "یہ سامنے ڈریسنگ روم ہے" اس نے قدرے بائیں جانب اشارہ کرتے ہوئے بتایا "تم دونوں کو علیحدہ علیحدہ ڈریسنگ کے لئے روز آنہ یہاں لایا جائے گا۔"

میں کرنل کے ساتھ ڈریسنگ روم میں داخل ہوا۔ وہ زیادہ بڑا کمرہ نہیں تھا اور وہاں آلات جراحی اور ادویات کے علاوہ چند کرسیاں اور ایک اسٹریچر دکھائی دے رہا تھا۔

کچھ ہی دیر میں میں اس منزل سے پوری طرح واقفیت حاصل کر چکا تھا۔ سب سے زیادہ کارآمد جگہ ایک کونے پر واقع وہ کمرہ تھا جو اسٹور تھا۔ میں نے اسٹور کا تفصیلی جائزہ لیا تھا۔ اس کمرے میں صرف دو آدمی ہوا کرتے تھے۔ ایک اسٹور کیپر اور ایک اس کا اسسٹنٹ اسٹور کی ایک الماری میں سفید رنگ کے دھلے ہوئے کوٹ رکھے ہوئے تھے۔ یہ وہ کوٹ تھے جو ڈاکٹروں کے استعمال میں رہتے ہیں۔

"اب آؤ' تمہاری ڈریسنگ بھی کروا دوں" کرنل نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"خیال رکھنا کرنل کہیں کسی ڈاکٹر کے ذریعے میری زخمی نہ ہونے کا راز افشا نہ ہو جائے۔"

"بے فکر رہو' تم دونوں کی مرہم پٹی کوئی عام ڈاکٹر نہیں کرے گا بلکہ ملٹری انٹیلی جنس سے تعلق رکھنے والا ایک ڈاکٹر کرے گا۔"

ملٹری انٹیلی جنس کے ایک ڈاکٹر نے میرے جسم پر پٹیاں لپیٹ دیں اور میں بھی کمرے میں آکر بیڈ پر دراز ہو گیا۔ چونکہ رات بھر کا جاگا ہوا تھا اس لئے نیند نے فوراً ہی آ دبوچا۔

میری آنکھ کوئی چار گھنٹے بعد کھلی۔ کمرے میں نارمنڈو کے کراہنے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ میں نے آنکھ کھول کر ادھر ادھر دیکھا اور نحیف سی آواز میں بولا "ہم کہاں ہیں؟"

"یہ کوئی اسپتال معلوم ہوتا ہے" نارمنڈو نے تکلیف سے کراہتے ہوئے جواب دیا۔

میں بھی ہولے ہولے کراہنے لگا تاکہ نارمنڈو کو مجھ پر شبہ نہ ہونے پائے "اب اس کمبخت ملٹری اسپتال سے کیسے نکلیں گے؟" میں نے کہا۔

نارمنڈو میری یہ بات سن کر ایک لمحے کے لئے اپنی تکلیف بھول گیا "ملٹری اسپتال!" اس نے حیرت سے کہا "یہ کوئی فوجی اسپتال تو ہرگز نہیں ہے۔"

"تم پاگل ہو گئے ہو نارمنڈو! فوجی اسپتال میں نہیں تو کیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہمیں کسی پرائیویٹ اسپتال میں رکھا جائے گا؟"

"میں پاگل نہیں ہوا بلکہ تمہاری ذہنی صلاحیتیں متاثر ہوئی ہیں۔ فوجی اسپتال مختلف ہوتے ہیں۔ اور وہ دیکھو' پردوں پر اسپتال کا نام کڑھا ہوا ہے۔ سارہ جنرل اسپتال۔"

میں نے نارمنڈو کو دکھانے کے لئے سر کو جنبش دینے کی کوشش کی اور کراہ کر رہ گیا "کمبختوں نے بڑے بے دردی سے کھال ادھیڑی ہے۔ میرے تو سر کو بھی نہیں بخشا۔ ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔"

کمرے میں ایک نرس کے داخل ہونے سے ہماری گفتگو کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ نرس خاصی حسین تھی۔ معلوم نہیں کرنل نعمان نے خصوصی طور پر اہتمام کیا تھا یا وہاں کی ساری نرسیں ایسی ہی حسین تھیں تاہم حسن کے معاملے میں عراق کسی بھی طرح مصر اور لبنان سے پیچھے نہیں تھا۔

"تم لوگوں کو ہوش آگیا" نرس نے کہا اور سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھ گئی جہاں کچھ دوائیں رکھی نظر آرہی تھیں۔ پہلے اس نے نارمنڈو کو کچھ دوائیں کھلائیں اس کی بعد میری طرف آئی۔ "یہ لو" اس نے پانچ چھ گولیاں میری طرف بڑھائیں "انہیں پانی کے ساتھ نگل لو" اس نے دوسرے ہاتھ میں موجود پانی کا گلاس بھی میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

میں نے اٹھنے کی ناکام کوشش کی اور کراہ کر رہ گیا "لیٹ کر گولیاں نگلنے کا مجھے کوئی تجربہ نہیں ہے" میں کراہا "اور بغیر سہارے کے اٹھ کر بیٹھنا ممکن نظر نہیں آرہا۔"

اس نے گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھا پھر بڑھ کر مجھے سہارا دیا اور میں جیسے تیسے اٹھ کر بیٹھ گیا "تمہارا بہت بہت شکریہ اے حسین و جمیل خاتون!" میں نے گولیاں نگل کر کہا "کیا میں تمہارا نام پوچھنے کی جسارت کرسکتا ہوں؟"

اس نے حیرت سے مجھے دیکھا "مجھے بتایا گیا تھا کہ تم بری طرح زخمی ہو" اس نے کہا۔

"تو کیا ایک زخمی کو یہ حق بھی نہیں پہنچتا کہ وہ کسی حسین خاتون سے اس کا نام معلوم کرسکے" میں نے معصومیت سے کہا اور وہ کھل کھلا کر ہنس پڑی۔

"میرا نام فرزانہ ہے" اس نے ایک ادا سے گردن جھٹک کر کہا اور کرسی پر بیٹھ گئی "میری ڈیوٹی تمہارے کمرے میں لگائی گئی ہے۔"

"میں اس نیک دل ڈاکٹر کا مشکور ہوں جس نے تم جیسی حسین نرس کی ڈیوٹی میرے پاس لگائی۔ اب میں جلدی صحت یاب ہوسکوں گا۔"

"تم بڑے دل پھینک معلوم ہوتے ہو۔ اتنی خراب حالت میں بھی رومانی گفتگو سے باز نہیں آرہے۔"

"اگر تم برا مان رہی ہو تو اب ایسی کوئی بات نہیں کروں گا" میں نے اپنے لہجے میں یاسیت پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں" وہ ہنس پڑی "ایسی کوئی بات نہیں ہے" بھلا اپنی تعریف سن کر کون سی لڑکی ایسی ہوگی جو خوش نہیں ہوگی۔"

"ایک ایسی بھی ہے" میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا "میں اس کے حسن کی تعریف کرتا ہوں تو جانتی ہو کیا کہتی ہے۔ کہتی ہے آپ کو بے وقوف بنانے کے لئے میرے علاوہ اور کوئی نہیں ملا۔ کبھی کہتی ہے 'آئینہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ میں جانتی ہوں کہ میں کتنی خوبصورت ہوں۔"

فرزانہ ہنس رہی تھی "ایسی بھی لڑکیاں ہوتی ہیں" اس نے ہنسی ضبط کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "جو چاہتی ہیں کہ ان کے حسن کی تعریف زیادہ شد و مد سے کی جائے۔"

میں نے یوں آنکھیں پھاڑ کر فرزانہ کو دیکھا جیسے اس کے تجزیے نے میری آنکھیں کھول دی ہوں لیکن درحقیقت میں سوچ رہا تھا کہ وہ اتنی بے تکلفی سے کیوں گفتگو کررہی ہے۔ یہ اس کی عادت تھی یا اس کی کوئی خاص وجہ تھی۔ میں چونکہ نارمن شیلوف کا رول کررہا تھا اس لئے مجھے تو یہی کچھ کرنا تھا۔ اس کے بارے میں یہی معلوم ہوا تھا کہ وہ لڑکیوں کی موجودگی میں کچھ زیادہ ہی چہکنے کا عادی ہے۔

"ہائے" میں بڑے زور سے کراہا اور فرزانہ اٹھ کر میری طرف جھپٹی "کیا ہوا؟" اس نے پوچھا۔

"سر میں ٹیس اٹھی تھی" میں نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا "اب ٹھیک ہوں۔"

اس نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی "آپ کو بالکل بھی حرکت نہیں کرنی چاہئے" اس نے مجھے سرزنش کی "میں اسی اسپتال میں ملازم ہوں۔ ٹھیک ہونے کے بعد میرے ہاتھ سے شوق فرمالیجئے گا۔"

"تم پہلے کہاں تھیں... تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ لڑکیاں اپنی تعریف کرانے کے لئے ایسی باتیں کرتی ہیں۔ میں دن رات ان کی تعریف کرتا رہتا۔"

"میرا ہاتھ چھوڑئے جناب" فرزانہ نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور میں نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"معلوم نہیں لڑکیاں مجھ سے ناراض کیوں ہوجاتی ہیں" میں نے مغموم لہجے میں کہا۔

"تم کون سی مٹی کے بنے ہوئے ہو نارمن" نارمنڈو نے ہانک لگائی "بستر مرگ پر بھی نہیں سدھرو گے؟"

معلوم نہیں بھائی!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی "بستر مرگ کیا ہوتا ہے میں ابھی سے کیسے بتا سکتا ہوں۔"

فرزانہ نے پھر کرسی سنبھال لی تھی اور حیران کن بات یہ تھی کہ اب اس کے چہرے سے ذرا سی بھی ناراضگی ظاہر نہیں ہورہی تھی۔

"مجھے آپ کی تیمارداری کرنی ہے" اس نے کہا "اگر آپ نے زیادہ ہلنے جلنے کی کوشش کی تو کیس بگڑ سکتا ہے اور مجھ سے جواب طلبی بھی ہوسکتی ہے۔"

"یہ بات تم نے مجھے پہلے ہی بتادی ہوتی" میں نے بڑے خلوص سے کہا "اب ٹھیک ہونے تک میں ذرا سی بھی جنبش نہیں کروں گا۔"

میں نے محسوس کیا کہ نارمنڈو کی پلکیں بوجھل ہورہی ہیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کی آنکھیں بند ہوگئیں۔ فرزانہ نے اس کے قریب جاکر اسے چیک کیا اور میری طرف پلٹ کر بولی "یہ سوچکا ہے۔"

"کیا ان گولیوں میں خواب آور دوا کی بھی گولی شامل تھی؟" میں نے پوچھا۔

"جی ہاں! تکلیف کا احساس زائل کرنے کے لئے خواب آور ادویات کا ہی سہارا لیا جاتا ہے۔"

"لیکن مجھے ابھی تک نیند کیوں نہیں آئی۔ دوائیں تو ہم دونوں نے ایک ہی ساتھ کھائی تھیں۔"

"آپ کو جو گولیاں دی گئی ہیں ان میں خواب آور گولی شامل نہیں تھی۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا" میں نے خوش ہو کر کہا "اب ہم اطمینان سے اپنے مستقبل کا فیصلہ کرسکیں گے۔"

"وہ سوچکا ہے جناب! اس لئے اب اس ناٹک کی ضرورت نہیں رہی۔"

"کیا کہہ رہی ہو" میں نے حیران ہو کر کہا "کیسا ناٹک اور کہاں کا ناٹک؟"

"مجھے کیپٹن فرزانہ کہتے ہیں۔ میں نرس نہیں ڈاکٹر ہوں اور میرا تعلق..."

"ملٹری انٹیلی جنس سے ہے" میں نے کراہ کر اس کا جملہ مکمل کردیا "یہ کرنل نعمان مجھے ... کا نہیں چھوڑے گا۔ کسی روز معلوم ہوگا کہ خود میرا تعلق بھی ملٹری انٹیلی جنس سے ہے۔"

فرزانہ ہنس پڑی "تو اس میں شبہ ہی کیا ہے سیدی علی!" اس نے شوخی سے کہا۔

"آئندہ خیال رکھنا' خواہ نارمنڈو سو ہی کیوں نہ رہا ہو گفتگو کرتے ہوئے محتاط رہا کرو" میں نے اچانک سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے جناب! میں خیال رکھوں گی" فرزانہ نے بھی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اور مجھ سے گفتگو کرتے ہوئے تکلفات میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارا مؤدبانہ انداز نارمنڈو کو مشکوک کرسکتا ہے۔"

"میں اس بات کا بھی خیال رکھوں گی جناب" فرزانہ بولی "اس وقت تو میں نے اطمینان کرلیا تھا۔ وہ واقعی گہری نیند میں ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کرنل نعمان کو کیا ہوگیا ہے" میں نے چڑ کر کہا "اس نے مجھ سے ذکر تک نہیں کیا۔ آخر کسی لڑکی کی یہاں ضرورت ہی کیا تھی؟"

فرزانہ کا چہرہ اتر گیا "انہوں نے مجھ سے کہا تھا جیسے ہی آپ کوئی اسکیم بنائیں' میرے ذریعے ان تک اطلاع بھجوادیں۔"

"ٹھیک ہے" میں نے جھلا کر کہا "اور میری سمجھ میں یہ بھی نہیں آتا کہ تمہیں ملٹری انٹیلی جنس میں کیوں لے لیا گیا ہے' میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھ سے بے تکلفی سے گفتگو کرو۔"

"اوکے ڈیئر نارمن" فرزانہ نے بھنا کر کہا "آئندہ تمہیں اس قسم کی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔"

"یہ ہوئی نا بات" میں نے خوش ہو کر کہا "یاد رکھو' انٹیلی جنس کے آدمی کے لئے بے حد ضروری ہے کہ جو کچھ اس سے کہا جائے اس پر بلا تامل عمل کرے۔"

تین روز بعد نارمنڈو کے زخم مندمل ہونے شروع ہوگئے۔ اب .. اٹھ کر کمرے میں چل پھر بھی سکتا تھا۔ میں نے تو تین اس سے پہلے ہی چلنا پھرنا شروع کردیا تھا۔ فرزانہ چونکہ ہر وقت کمرے میں موجود نہیں ہوتی تھی اس لئے میں نے اس کی عدم موجودگی میں سب سے پہلا کام یہ کیا کہ نارمنڈو کو دکھانے کے لئے پوری باریک بینی سے پورے کمرے کی تلاشی لی۔

"کہیں سے کوئی آلہ برآمد نہیں ہوسکا جس کی بنا پر یہ شبہ کیا جاسکتا کہ اس کے ذریعے ہماری گفتگو کہیں اور سنی جاسکتی ہے" میں نے نارمنڈو سے کہا۔

"یہ ایک پرائیویٹ اسپتال ہے" نارمنڈو نے کہا "ملٹری اسپتال ہوتا تو یقیناً یہاں کوئی نہ کوئی ایسا انتظام ضرور ہوتا۔"

"پھر بھی تلاشی لینا ضروری تھا" میں نے کہا "ملٹری انٹیلی جنس کے لئے یہاں بھی ہماری گفتگو سننے کے لئے کوئی انتظام کرنا کیا مشکل تھا؟"

"تم نے اچھا کیا دوست! اب یہ بتاؤ کہ فرار ہونے کا کوئی ارادہ ہے یا نہیں۔"

"اگر ہم یہاں سے فرار نہ ہوئے تو پھر کبھی فرار نہ ہوسکیں گے مگر اس کے لئے بڑے تحمل کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ابھی ہماری جسمانی حالت اس لائق نہیں ہے کہ ہم زیادہ جسمانی محنت کرسکیں اور ہمیں اس قابل ہونے سے قبل ہی یہاں سے ڈسچارج کردیا جائے گا۔"

"تو گویا ہم فرار نہیں ہوسکیں گے؟" نارمنڈو نے قدرے مایوسانہ انداز میں کہا۔

"اس کی ایک صورت ہے کہ ٹھیک ہوجانے کے باوجود خود پر نقاہت طاری کئے رکھو۔"

"وہ تو میں کرلوں گا لیکن اس سے ہمیں فرار میں کیا مدد ملے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گی؟" نارمنڈو نے کہا۔

"باہر دروازے پر ایک آدمی ہروقت موجود رہتا ہے" میں نے رازدارانہ انداز میں کہا وہ ہوتا تو سادہ لباس میں ہے مگر مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی فوجی ہے اس کے علاوہ راہداری میں بظاہر کوئی حفاظتی انتظام نظر نہیں آتا۔ ہمیں اس فوجی پر قابو پانا ہوگا۔ اس کے بعد ہماری قسمت ہے۔ فرار ہوگئے یا پکڑے گئے بہرحال ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے سے تو بہتر یہ ہے کہ قسمت آزمائی کی جائے۔"

نارمنڈو نے میرے کہنے پر عمل شروع کردیا۔ مزید تین روز بعد اگرچہ اس کے زخم پوری طرح مندمل ہوچکے تھے لیکن وہ خود پر نقاہت طاری کئے رہتا تھا۔ میں تو خیر شروع ہی سے اداکاری کرتا رہا تھا۔

چھٹے روز میں نے فرغانہ کے ذریعے کرنل نعمان کو پیغام بھجوایا اس روز جب مجھے ڈریسنگ روم میں لے جایا گیا تو وہاں کرنل نعمان بھی موجود تھا۔

"مجھے بلوانے کا مطلب یہی ہے نا کہ تم کوئی منصوبہ بنا چکے ہو؟" کرنل نعمان نے کہا۔

"سرخ رنگ کی کسی کار کا بندوبست ہوسکے گا؟" میں نے کرنل نعمان سے کہا۔

"بالکل ہوجائے گا" کرنل نے کہا "ڈاٹسن سولہ سو سی سی کی ایک سرخ رنگ کی کار عمدہ حالت میں موجود ہے۔"

"تو پھر میرا منصوبہ سن لو۔ کل صبح ٹھیک نو بجے فرغانہ ہمیں کمرے میں آکر اطلاع دے گی کہ آج دوپہر ہمیں اسپتال سے ڈسچارج کردیا جائے گا۔ میں اسے کمرے میں بے ہوش کردوں گا بے ہوش ہونے سے قبل وہ ایک ہلکی سی چیخ مارے گی جسے سن کر دروازے پر متعین شخص دروازہ کھول کر اندر جھانکے گا۔ میں اسے اندر کھینچ لوں گا۔ اس سے کہہ دینا کہ وہ ذرا سی بھی مزاحمت نہ کرے اور میرا پہلا ہاتھ کھاتے ہی بے ہوش ہوجائے فرغانہ کے کمرے میں داخل ہونے سے فوجی کے بے ہوش ہونے تک زیادہ سے زیادہ دو منٹ صرف ہونے چاہئیں۔ اس دوران راہداری خالی رہنی چاہئے کیوں کہ پھر میں اور نارمنڈو کمرے سے نکل کر اسٹور کی طرف جائیں گے۔ اس وقت وہاں اسٹور کیپر کے علاوہ کسی اور کو موجود نہیں ہونا چاہئے۔ میں اسے بھی بے ہوش کردوں گا اور دو عدد ڈاکٹر کے پہننے والے سفید کوٹ حاصل کرکے ایک میں پہنوں گا اور دوسرا نارمنڈو کو پہنا کر سیدھا لفٹ کی طرف جاؤں گا۔ لفٹ بھی ہمیں رکی ہوئی ملے گی اور ہم لفٹ کے ذریعے نیچے اتر کر اسپتال کے واپسی دروازے سے باہر نکل جائیں گے۔ چونکہ ہم ڈاکٹروں والے سفید کوٹوں میں ہوں گے اس لئے کوئی ہم پر خصوصیت سے توجہ نہیں دے گا۔ اس پورے عمل میں ٹھیک پانچ منٹ صرف ہونے چاہئیں۔ لہٰذا نو بج کر پانچ منٹ پر ہمیں اسپتال کے دروازے پر سرخ رنگ کی ڈاٹسن سے ایک نوجوان اترتا ہوا نظر آئے گا جو خاصا حواس باختہ ہوگا اس لئے کہ اس کے ساتھ کوئی مریض ہوگا جس کی خراب حالت کی وجہ سے وہ اتنا بوکھلایا ہوا ہوگا کہ کار سے چابیاں نکالنا تو کجا کار کا انجن تک بند کرنا بھول جائے گا۔ ہم اس کی بدحواسی سے فائدہ اٹھا کر اس کی کار لے کر فرار ہوجائیں گے۔"

"یہ سارے کام تو تمہاری مرضی کے مطابق ہوجائیں گے" کرنل نعمان نے کہا "لیکن اگر تمہارا تعاقب نہ کیا گیا تو کیا یہ مناسب ہوگا۔"

"قطعی نامناسب ہوگا" میں مسکرایا "اس ایک آدمی کے علاوہ جو ہمارے دروازے پر متعین ہے، اور بھی لوگ نگرانی کرنے کے لئے موجود ہونے چاہئیں۔ مگر ہمارے حلیے کی وجہ سے وہ دھوکا کھا جائیں گے لیکن اسپتال کے کمپاؤنڈ میں جو فوجی جیپ موجود ہے..."

"کمپاؤنڈ میں تو کوئی فوجی جیپ نہیں ہے" کرنل نے میری بات کاٹ دی۔

"نہیں ہے تو ہوجائے گی" تم اتنی جلدی گھبرا کیوں جاتے ہو؟ ہاں تو اگر اس جیپ نے ہمارا تعاقب نہ کیا تو مزا نہیں آئے گا۔"

"اگر کہو تو کار پر فائرنگ بھی کروا دوں" کرنل نعمان نے ہنس کر کہا۔

"وہ تو کرانی پڑے گی ورنہ فائدہ ہی کیا ہوگا لیکن ذرا سنبھال کے... کہیں کار کا ٹائر فلیٹ نہ کرا دینا۔"

"تم کیا سمجھتے ہو" کرنل نے برا مان کر کہا "فائرنگ کرنے والے فوجی ہوں گے کوئی اناڑی نشانے باز نہیں ہوں گے۔"

اگلے روز میں ذہنی طور پر پوری طرح تیار تھا۔ نارمنڈو البتہ بے خبر تھا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ چند لمحوں بعد کیا ہونے والا ہے گزشتہ چند روز کے دوران میں نے باتوں باتوں میں اس سے انتہائی قیمتی معلومات حاصل کرلی تھیں۔ وہ میرے اس جھانسے میں آگیا تھا کہ سر پر لگنے والی چوٹ کی وجہ سے میری یادداشت متاثر ہوئی ہے۔

پروگرام کے مطابق ٹھیک نو بجے کمرے کا دروازہ کھلا اور فرغانہ اندر داخل ہوئی "آج دوپہر تم دونوں ڈسچارج کردیے جاؤ گے" اس نے آتے ہی کہا۔

میں بیڈ سے یوں اٹھا جیسے خوشی کا اظہار مقصود ہو مگر میں نے تیزی سے جھپٹ کر اس کی کنپٹی پر ایک ہاتھ رسید کردیا۔ میں نے خیال رکھا تھا کہ اسے زیادہ چوٹ نہ آنے پائے۔ فرغانہ کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکلی اور وہ لہراتی ہوئی فرش پر ڈھیر ہوگئی۔ نارمنڈو بوکھلا کر اٹھ بیٹھا تھا "یہ... یہ تم نے کیا کیا؟" اس نے ہکلا کر کہا مگر میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اگلے ہی لمحے کمرے کا دروازہ ایک بار پھر کھلا اور دروازے

پر متعین شخص نے کمرے کے اندر جھانکا۔

"انہیں معلوم نہیں کیا ہوگیا جناب!" میں نے انتہائی بوکھلاہٹ کے مظاہرہ کرتے ہوئے کہا اور وہ شخص بھی گھبراہٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے کمرے کے اندر داخل ہوکر فرغانہ پر جھک گیا میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اس کی گدی پر طبع آزمائی کر ڈالی۔ یہ ضرب بھی ایسی نہیں تھی جس سے وہ بے ہوش ہوتا مگر وہ فوراً بے ہوش ہوگیا۔

"چلو جلدی کرو" میں نے نارمنڈو کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "اگر ہم اس موقع سے فائدہ نہ اٹھا سکے تو کبھی فرار نہیں ہوسکیں گے۔"

نارمنڈو کو فوراً ہی عقل آگئی اور اس نے مزید حیران ہونے کا پروگرام ملتوی کرتے ہوئے میرا ساتھ دینے کا فیصلہ کرلیا۔

کمرے کے دروازے پر رک کر میں نے راہداری میں جھانکنے کی اداکاری کی۔ مجھے تو پہلے ہی معلوم تھا کہ وہاں کوئی نہیں ہوگا۔ پھر میں نے نارمنڈو کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ وہ کسی معمول کی طرح میرے ساتھ چل رہا تھا۔ میرا رخ اسٹور کی طرف تھا۔

اسٹور کیپر کو کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہیں مل سکی۔ وہ چونکہ سویلین آدمی تھا اس لئے اسے بے ہوش کرنا میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں ثابت ہوا۔ اسے بے ہوش کرتے ہی میں نے بڑی برق رفتاری سے دو تین الماریاں کھولیں۔ یہ حرکت میں نے نارمنڈو کو دکھانے کے لئے کی تھی۔ آخر چوتھی الماری میں مجھے سفید رنگ کے کوٹ مل گئے۔ میں نے تیزی سے دو کوٹ نکالے اور ایک نارمنڈو کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "جلدی سے یہ کوٹ پہن لو۔"

نارمنڈو نے بھی بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ پھر ہم دونوں کوٹ پہن کر دوبارہ راہداری میں نکل آئے۔

"تمہارے کسی انداز سے عجلت یا گھبراہٹ نہ ظاہر ہونے پائے" میں نے نارمنڈو سے کہا اور اس نے اثبات میں [illegible] دیا۔

راہداری میں اب بھی کوئی نہیں تھا پھر بھی ہم عام رفتار سے چلتے ہوئے لفٹ تک آئے جو وہاں موجود تھی۔ ہم دونوں لفٹ میں داخل ہوئے اور میں نے گراؤنڈ فلور کا بٹن دبا دیا۔

لفٹ کے باہر نکلتے ہی مجھے اپنی مطلوبہ کار دکھائی دے گئی۔ چونکہ پورا پروگرام میرے علم میں تھا اس لئے میں نے محسوس کیا کہ سرخ کار وہاں پہلے سے موجود تھی اور لفٹ کا دروازہ کھلتے دیکھ کر کار میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا ہوا نوجوان حرکت میں آگیا تھا۔ نارمنڈو چونکہ اس بات سے واقف نہیں تھا اس لئے وہ یہ بات نوٹ نہیں کرسکتا تھا۔ وہ محتاط انداز میں اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔

"ادھر ادھر دیکھے بغیر سیدھے باہر نکل چلو" میں نے نارمنڈو سے کہا اور وہ فوراً ہی سنبھل گیا۔ کار والا نوجوان اپنی ساتھی نوجوان لڑکی کو سہارا دے کر سیڑھیوں سے اوپر لا رہا تھا۔ کار اس سے محض چند قدم کے فاصلے پر تھی اور اس کے اگلے دونوں دروازے کھلے ہوئے تھے۔

"اس سرخ کار میں بیٹھ جاؤ" میں نے دھیمی آواز میں نارمنڈو سے کہا "میں ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتا ہوں۔"

ہم نے کوشش کی تھی کہ ہمارے کسی انداز سے عجلت ظاہر نہ ہونے پائے لیکن کار تک پہنچنے کے بعد ہم نے ہر احتیاط بالائے طاق رکھ دی۔ نارمنڈو بھی جھپٹ کر کار میں سوار ہوا تھا اور میں نے بھی اس تیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کار نہ صرف اسٹارٹ کردی تھی بلکہ اسے گیئر میں ڈال کر آگے بھی بڑھا دیا۔

"میری کار..." میں نے عقب سے نوجوان کے چیخنے کی آواز سنی مگر وہ سننے کا نہیں عمل کرنے کا وقت تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ابھی فوجی گاڑیاں ہمارا تعاقب شروع کردیں گی۔

اسپتال کے احاطے سے باہر نکلتے وقت نارمنڈو نے بدحواسی سے کہا "ایک فوجی جیپ اسٹارٹ ہوکر ہمارے تعاقب میں آرہی ہے۔"

"پروا مت کرو" میں نارمن شیلوف کی آواز میں غرایا "کار کی ٹنکی فل ہے، میں دیکھوں گا کہ وہ کتنے ماہر ہیں۔"

احاطے کے گیٹ سے نکلتے ہی میں نے کار کو سڑک پر بائیں جانب موڑ دیا۔ تیز رفتاری کے باعث کار کے ٹائروں سے تیز آوازیں خارج ہوئی تھیں اور راہ گیر پلٹ پلٹ کر ہماری کار کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ اچھی بات یہ تھی کہ اسپتال شہر کے مرکز میں واقع نہیں تھا ورنہ سڑکوں پر ٹریفک کے ہجوم میں تیز رفتاری سے کار چلانا ممکن نہ رہ جاتا۔ میں نے بھی کار کو بائیں جانب اس لئے موڑا تھا کہ یہ سڑک بصرہ کے مضافات کی طرف جاتی تھی۔ اگر میں براہ راست آرتھر کے دفتر کا رخ کرتا تو ٹریفک کے سیلاب میں پھنس کر رہ جاتا۔

ایکسیلریٹر پر میرے پیر کا دباؤ بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا اور اسی مناسبت سے کار کی رفتار میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ سڑک سے زیادہ میری نظریں عقب نما آئینے پر مرکوز تھیں۔ فوجی جیپ کافی فاصلے پر تھی اور یہ فاصلہ برقرار تھا۔ میرے رفتار بڑھانے کے باوجود اس فاصلے میں کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔

"اس جیپ سے پیچھا چھڑانا بہت ضروری ہے نارمن!" نارمنڈو نے پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم دیکھ رہے ہو، اسپیڈ میٹر کی سوئی نوے کے ہندسے پر لرز رہی ہے۔ اس سے زیادہ رفتار بڑھانا ممکن نہیں ہے" میں نے جواب دیا۔

"اگر سیدھی سڑک پر سفر کرتے رہے تو کبھی ان سے پیچھا نہیں چھڑا سکیں گے" نارمنڈو بولا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مجھے احساس ہے نارمنڈو! مگر اس رفتار پر کار موڑنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"کار تو موڑنی ہی پڑے گی ورنہ ہم بری طرح پھنس جائیں گے۔ خیال رہے کہ ان کے پاس وائرلیس بھی ہوگا۔"

مجھے ایک موڑ نظر آیا اور میں نے کار کے بریک پر پیر رکھ دیا رکتے رکتے بھی کار کوئی بیس گز کا فاصلہ طے کر چکی تھی۔ نارمنڈو ابھی پوری طرح ٹھیک بھی نہیں ہوا تھا کہ پھر زخمی ہو گیا اس کا سر بڑے زور سے ڈیش بورڈ سے ٹکرایا تھا مگر مجھے اتنی فرصت کہاں تھی کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر توجہ دے سکتا۔ نارمنڈو شاید احتجاج کرتا مگر اسی لمحے ہم پر فائرنگ شروع کر دی گئی بریک لگانے سے کار اور جیپ کا درمیانی فاصلہ کم ہوا تھا اور اسی دوران ہم پر فائرنگ شروع کر دی گئی تھی۔

میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر کار کو دائیں جانب موڑ دیا۔ یہ ایک مضافاتی بستی تھی۔ کار گولی کی سی تیزی سے اس بستی میں داخل ہو گئی مگر اس سے قبل ہی کئی گولیاں کار کی باڈی میں دھنس چکی تھیں۔

"آج ان لوگوں سے بچ کر نکلنا ناممکن لگتا ہے" نارمنڈو بڑبڑایا۔

میں نے نارمنڈو کو کوئی جواب دئیے بغیر کار دائیں ہاتھ پر نظر آنے والی پہلی سڑک پر موڑ دی۔ اس سڑک پر مڑتے ہوئے مجھے عقب نما آئینے میں فوجی جیپ کی ایک جھلک دکھائی دی تھی اور مجھے یقین تھا کہ اگر انہوں نے ہماری کار کو نہ دیکھا ہو تب بھی ہم تک پہنچ جائیں گے۔ گرد کے اڑتے بادل ان کی رہنمائی کرنے کو موجود تھے۔

اس بستی میں سڑکوں پر قریب قریب موڑ تھے اور میں نظر آنے والے ہر موڑ پر کار کو موڑ دیتا تھا۔ موڑ کاٹتے وقت بھی میں رفتار زیادہ کم نہیں کرتا تھا۔ کئی بار کار الٹتے الٹتے بچی تھی اور اس بچت میں میری مہارت کو بڑا دخل تھا۔

چند منٹ کے اندر اندر بستی میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ طوفانی رفتار سے دوڑتی ہوئی ایک سرخ رنگ کی کار اور اس کا تعاقب کرتی ہوئی فوجی جیپ خوف و ہراس پھیلانے کا سبب بنی ہوں گی۔ فوجی جیپ اگرچہ بہت پیچھے رہ گئی تھی مگر ابھی اس سے خطرہ درپیش تھا چنانچہ میں نے دوبارا مرکزی سڑک پر نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔

مجھے اندازہ تھا کہ کون سے موڑ کے ذریعے میں مرکزی سڑک تک پہنچ سکوں اس لئے مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی اور میں دوبارا مرکزی سڑک پر پہنچ گیا۔ ہم واپسی کا سفر کر رہے تھے۔

"رفتار بڑھاؤ نارمن!" نارمنڈو نے مڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "ورنہ یہ موقع بھی ضائع ہو جائے گا۔"

"ہم انہیں اپنے عقب سے جھٹک چکے ہیں اور کار کی رفتار میں اس سے زیادہ اضافہ نہ کرنا ممکن نہیں ہے۔"

"وہ دیکھو ایک موڑ آ رہا ہے" نارمنڈو چیخا "رفتار آہستہ کر کے ادھر مڑ جاؤ' پھر ہم محفوظ ہو جائیں گے۔"

وہ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ میں نے اس کے کہنے پر عمل کیا اور کار موڑ لی۔ یہ اونچے طبقے کی آبادی والا علاقہ تھا اور یہاں ہم محفوظ طریقے سے داخل ہوئے تھے۔ یعنی اب فوجی جیپ ہمارے تعاقب میں نہیں رہی تھی۔ ان کے لئے ہمیں دوبارہ تلاش کرنا آسان بھی نہیں تھا۔

"اب اس کار سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرو" نارمنڈو نے کہا "اس وقت پورے بصرہ میں انٹیلی جنس والے سرخ کار کی بو سونگھتے پھر رہے ہوں گے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ اس کار سے کیسے جان چھڑائی جائے؟" میں نے کہا اور پھر فوراً ہی مجھے ایک تدبیر سوجھ گئی۔ میں نے اپنے عقب میں ایک سفید رنگ کی کار آتے دیکھی تھی جس میں ڈرائیونگ سیٹ پر ایک ادھیڑ عمر شخص کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ میں نے کھڑکی سے ہاتھ باہر نکال کر اسے کار روکنے کا اشارہ کیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟" نارمنڈو نے حیرت سے پوچھا۔

"خود ہی تو کہہ رہے تھے کار سے پیچھا چھڑانے کی کوشش کرو اب ہم اس شریف آدمی کی کار میں سفر کریں گے' آؤ۔"

اس شخص نے کار روک دی تھی۔ واقعی وہ کوئی شریف آدمی ہی تھا۔ میں نے سرخ کار سے اترتے وقت انجن تو بند کر دیا تھا مگر چابیاں اگنیشن میں ہی لگی رہنے دی تھیں۔ کار کے دروازے البتہ لاک کر دئے تھے۔

میں اور نارمنڈو سفید کار کی طرف بڑھے۔ کار کے نزدیک پہنچ کر میں ڈرائیونگ سیٹ والی کھڑکی پر جھکا "آپ سے ایک پتا معلوم کرنا ہے" میں نے ایک ہاتھ کوٹ کی جیب میں ڈالتے ہوئے اس شخص سے کہا مگر اسی اثنا میں دوسرے ہاتھ سے میں نے ڈرائیونگ سیٹ والا دروازہ کھول دیا تھا۔ وہ ہمارے حلیے دیکھ کر پہلے ہی حیران ہو رہا تھا' میری اس حرکت پر خوف زدہ بھی ہو گیا

"تم نے دروازہ کیوں کھولا ہے؟" اس نے خوف زدہ لہجے میں کہا "کیا چاہتے ہو تم؟"

"ڈرنے کی ضرورت نہیں" میں نے نرم لہجے میں کہا "اگر تم نے ہم سے تعاون کیا تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

اتنی دیر میں نارمنڈو دوسری طرف سے دروازہ کھول کر اس کے برابر والی نشست سنبھال چکا تھا۔ اس شخص کو اندازہ ہو گیا کہ اگر اس نے ہمارے کہنے کے خلاف کوئی حرکت کی تو اسے نقصان اٹھانا پڑ جائے گا۔ چنانچہ وہ چپ چاپ کار سے اتر آیا "میرے پاس زیادہ رقم نہیں ہے" اس نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"ہم لٹیرے نہیں ہیں" میں نے اس کے لئے عقبی نشست

کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا "ایک مجبوری کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لئے تمہاری کار استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ یقین کرو تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔"

میرے اشارے پر وہ عقبی نشست پر بیٹھ گیا۔ میں نے بھی اس کے ساتھ ہی عقبی نشست سنبھال لی تھی۔

"یہاں سے آگے تم ڈرائیونگ کرو گے" میں نے نارمنڈو سے کہا اور وہ اثبات میں سر ہلا کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

"تم لوگ کون ہو اور کیا کرنا چاہتے ہو؟" کار والا پھر بولا۔ "میں ایک ضروری کام سے جا رہا تھا۔"

میں نے اسے جواب دینے کی زحمت کئے بغیر اس کی گدی پر ایک نپا تلا ہاتھ رسید کر دیا اور وہ پچھلی سیٹ پر ڈھیر ہو گیا۔ دو گھنٹے سے قبل اسے ہوش نہیں آنا چاہئے تھا۔

"اسے تو میں نے بے ہوش کر دیا ہے" میں نے نارمنڈو سے کہا "اب سیدھے آرتھر کی طرف نکل چلو تاکہ ہم ملٹری انٹیلی جنس کی دست برد سے محفوظ ہو جائیں۔"

آدھے گھنٹے بعد نارمنڈو نے بندرگاہ کے علاقے کے نزدیک ایک مصروف شاہراہ پر کار پارک کر دی اور پلٹ کر میری طرف دیکھنے لگا۔

"سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں ہے" میں نے کہا "بس تیزی سے نکل چلو۔"

"میں سوچ رہا ہوں کہ کیا آرتھر کے پاس اس طرح چلے جانا مناسب ہوگا۔"

"مٹھائی کے ڈبے لے کر جائیں یا ڈھول تاشے پیٹتے ہوئے جائیں؟" میں نے بھنا کر کہا۔

"تم سمجھے نہیں... ہمارے حلیے مناسب نہیں ہیں اور پھر ہم فرار ہو کر آئے ہیں..."

"ہم بردکھاوے میں نہیں جا رہے ہیں... رہی فرار کی بات تو بعد میں تم کہو گے کہ چونکہ ہم فرار ہوئے ہیں اس لئے ہمیں اسرائیل بھی نہیں جانا چاہئے۔"

"تم اس کے اختیارات سے واقف ہو پھر بھی ایسی باتیں کر رہے ہو" نارمنڈو نے مایوسی سے کہا "خیر چلو' جو حشر بھی ہوگا دونوں کا ایک ساتھ ہی ہوگا۔"

آرتھر کے اختیارات کے بارے میں سن کر میں چونک پڑا تھا اس بارے میں نارمنڈو سے پہلے گفتگو نہیں ہوئی تھی۔ اس لئے مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ اب اس موقع پر اس سے کچھ پوچھا نہیں جا سکتا تھا۔ کسی بھی معاملے میں اس سے براہ راست سوال کرنا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا... آرتھر کے بارے میں اب تک میرا تصور یہی تھا کہ وہ یہودی ایجنٹوں کو سہولیات فراہم کرتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ اس کے کچھ اختیارات بھی ہوں گے۔ میں الجھن میں گرفتار ہو گیا مگر خاموشی سے نارمنڈو کے ساتھ چلتا رہا۔

ہم پرانے طرز کی ایک بلڈنگ میں داخل ہوئے جو خاصی حد تک بوسیدہ ہو چکی تھی۔ اگر پتھروں کی بنی ہوئی نہ ہوتی تو کب کی زمیں بوس ہو چکی ہوتی۔ اس کی سیڑھیاں بھی لکڑی کی تھیں۔ کل چار منزلہ عمارت تھی اور اس میں زیادہ تر شپنگ کمپنیوں کے دفاتر ہی واقع تھے۔

چوبی زینوں پر سفر کر کے ہم دوسری منزل پر پہنچے۔ زینوں کی طرح راہداری بھی نیم تاریک تھی۔ ایک کونے پر آرتھر اینڈ کمپنی کا بورڈ لگا نظر آ رہا تھا۔ ہم اس آفس میں داخل ہو گئے۔ اندر کا ماحول باہر کے ماحول سے خاصا مختلف تھا۔ یہاں تاریکی اور سیلن کا احساس نہیں ہوتا تھا۔ آفس میں روشنی کا معقول انتظام موجود تھا۔ چند کیبن بنے ہوئے تھے جن میں سے ایک نسبتاً بڑے کیبن پر آرتھر کی نیم پلیٹ لگی ہوئی تھی۔ کیبن کے باہر ایک کاؤنٹر کے عقب میں ایک سفید فام لڑکی کسی رجسٹر پر سر جھکائے حساب کتاب میں مصروف تھی۔ نارمنڈو سیدھا اس طرف بڑھتا چلا گیا۔ لڑکی نے کسی کی موجودگی محسوس کر کے سر اٹھایا اور میں نے محسوس کیا کہ ہمیں دیکھ کر وہ چونک پڑی ہے مگر اس نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھال لیا اور استقبالیہ مسکراہٹ ہونٹوں پر سجاتے ہوئے بولی "فرمائیے جناب! ہمارے لائق کوئی خدمت... آپ کی خدمت کر کے ہمیں خوشی محسوس ہوگی۔"

"مجھے فضائی راستے سے کچھ پھل ایکسپورٹ کرنے ہیں" نارمنڈو نے کہا۔ مجھے معلوم تھا کہ یہ کوڈ ورڈز ہیں جو صرف آرتھر کے لئے مخصوص ہیں۔ جو بھی یہودی ایجنٹ یہاں آتا تھا اسے اپنی شناخت کرانے کے لئے یہی جملے دہرانے پڑتے تھے۔ میں اور نارمنڈو چونکہ پراسرار طریقے سے کافی عرصہ غائب رہے تھے اس لئے یہ کوڈ ورڈز دہرائے بغیر ہم پر یقین نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"اس کے لئے آپ کو کسی ائرلائن کے آفس سے رجوع کرنا چاہئے تھا... یہ تو شپنگ ایجنسی ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن پھل بہت جلدی خراب ہو جاتے ہیں میں انہیں اس راستے سے نہیں بھجوا سکتا۔"

"ہم آپ کے لئے ایکسپریس سروس کا بندوبست کر سکتے ہیں جناب" لڑکی نے مسکرا کر کہا۔

"ٹھیک ہے... وہ جہاز بک کر دو" نارمنڈو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس شناخت کا مرحلہ ختم ہو گیا۔

"مسٹر آرتھر مصروف ہیں جناب! تاہم مجھے یقین ہے کہ آپ کی آمد کی اطلاع سن کر وہ اپنی مصروفیات ترک کر دیں گے" لڑکی نے کہا اور انٹرکام پر آرتھر کو ہم دونوں کے بارے میں بتایا۔ ہمیں فوراً ہی اندر طلب کر لیا گیا۔

آرتھر ایک کیم شحیم آدمی ثابت ہوا۔ وہ ایک بڑی سی میز کے عقب میں ریوالونگ چیئر پر براجمان تھا۔ ہمارے اندر داخل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہونے پر اس نے سر سے پیر تک ہم دونوں کا جائزہ لیا۔ میں نے محسوس کیا کہ نارمنڈو خاصا نروس ہو گیا ہے۔ اس کی دیکھا دیکھی مجھے بھی تھوڑا بہت نروس ہونا پڑا۔

"ہوں" چند لمحوں بعد آرتھر کے حلق سے غراہٹ خارج ہوئی "تم دونوں کہاں مر گئے تھے؟"

"ہم دونوں پکڑ لئے گئے تھے جناب؟" نارمنڈو نے کہا۔ اس کا لہجہ خوشامدانہ تھا۔ میں خاموش تھا مگر مجھے غصہ آنا شروع ہو گیا تھا۔ ہم دونوں کھڑے ہوئے تھے اور آرتھر نے ابھی تک ہم سے بیٹھنے کو نہیں کہا تھا۔

"کیسے پکڑ لئے گئے تھے... کس نے پکڑ لیا تھا؟" آرتھر نے تحکمانہ انداز میں پوچھا۔

"ملٹری انٹیلی جنس نے پکڑ لیا تھا" دفعتاً میں نے کہا اور آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

آرتھر نے غصیلے انداز سے مجھے دیکھا "تم ان کی قید سے فرار کیسے ہو گئے... اور اگر فرار ہو ہی گئے؟ تو یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی اور اگر آ ہی گئے تھے تو میری بغیر اجازت اس کرسی پر کیسے بیٹھے۔"

"بیٹھنے کا سبب یہ ہے کہ ہم ملٹری انٹیلی جنس کے مہمان نہیں تھے' ان کی قید میں تھے۔ ہم پر جو تشدد کیا گیا ہے اس کی وجہ سے ہم بہت کمزور ہو چکے ہیں۔ ابھی ہمیں مزید علاج کی ضرورت تھی لیکن چونکہ ہمیں آج ہی اسپتال سے ڈسچارج کیا جانا تھا اس لئے ہمیں افراتفری میں اسپتال سے فرار ہونا پڑا۔ یہاں آنے کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں فوری طور پر پناہ گاہ کی ضرورت تھی۔ ایسی پناہ گاہ جہاں انٹیلی جنس والے ہمیں تلاش نہ کر سکیں۔ ہم نے پہلے انہیں اپنے تعاقب سے جھٹکا تھا پھر یہاں آئے تھے۔ ہمیں اس حال میں بھی تمہارے تحفظ کی فکر تھی۔"

"ہوں" آرتھر نے مجھے بڑے غور سے دیکھا پھر نارمنڈو سے بولا "بیٹھ جاؤ" اس بار اس کا لہجہ نسبتاً نرم تھا۔

"تمہارا تیسرا سوال کہ ہم پکڑے کس طرح گئے تھے۔ اس کا صحیح جواب تو ملٹری انٹیلی جنس والے ہی دے سکتے ہیں۔ انہیں ہمارے بارے میں کس طرح علم ہوا اور وہ کس طرح ہم تک پہنچے لیکن یہ بات طے ہے کہ مخبری ضرور ہوئی ہے۔ اگر یہ کوئی اتفاق تھا تو ہم دونوں کے ساتھ ہی کیوں پیش آیا جبکہ ہم دونوں خود ایک دوسرے کے بارے میں بے خبر تھے۔"

نارمنڈو نے سر کو اثباتی جنبش دے کر مجھ سے متفق ہونے کا اظہار کیا۔

"تمہارے خیال میں یہ مخبری کون کر سکتا ہے؟" آرتھر نے مجھ سے پوچھا۔ وہ بتدریج راہ راست پر آ رہا تھا۔

"یہ معلوم کرنا میرا کام نہیں ہے۔ تاہم وہ جو شخص بھی ہے ہم ہی میں سے ہے۔ یا پھر عراق کا کوئی ایجنٹ یا تو ہمارے درمیان موجود ہے یا پھر ہم سے یا ہمارے کسی آدمی سے اتنا قریب ہے کہ اس تک ساری اطلاعات پہنچ جاتی ہیں اور وہ عراقی حکام کو ان سے مطلع کرتا ہے۔"

"اس معاملے پر سوچنا پڑے گا" آرتھر نے کہا۔ اس کے لہجے میں تشویش تھی "لیکن میں دس سال سے یہاں ہوں۔ اس دوران بہت سے ایجنٹ آئے اور گئے' کبھی کوئی نہیں پکڑا گیا۔ یہ پہلا واقعہ تھا۔"

"اس سے میرے نظریے کو تقویت ملتی ہے۔ یہ بات نہیں مانی جا سکتی کہ یہاں کی ملٹری انٹیلی جنس اچانک اتنی فعال ہو گئی ہو ان کی اس کارکردگی کے عقب میں مخبری کا طاقت ور محرک ضرور موجود ہے۔"

"یہ کیسے طے ہو گا کہ وہ مخبر یہاں موجود ہے یا اسرائیل میں ہے" آرتھر نے کہا۔

"یہ طے کرنے کے لئے تمہیں میرے چند سوالوں کے جواب دینے پڑیں گے" میں نے کہا۔

"پوچھو۔"

"جب ہم گرفتار ہوئے اس وقت اور اس وقت سے لے کر آج تک ہم دونوں کے علاوہ یہاں اور کتنے ایجنٹ تھے یا ہیں؟"

"بصرہ میں تم دونوں کے علاوہ اور کوئی ایجنٹ نہیں تھا اور نہ اب تک کسی اور کو بھیجا گیا ہے۔"

"ٹھیک ہے" میں نے سر ہلایا "بصرہ کے علاوہ عراق کے اور شہروں میں بھی تو ہمارے ایجنٹ سرگرم عمل ہوں گے؟"

"ہاں" آرتھر نے جواب دیا "کئی شہروں میں ہمارے ایجنٹ موجود ہیں۔"

"ان میں گرفتار ہونے والوں کا تناسب کیا ہے؟" میں نے سوال کیا اور اپنے سوال کا جواب آرتھر کے چہرے پر پڑھ لیا۔

"گزشتہ دس برسوں کے دوران عراق میں ہمارے چھ ایجنٹ پکڑے گئے" آرتھر نے پریشانی سے کہا "ان میں سے دو تم ہو۔"

"اس کا مطلب ہوا کہ جو شخص بھی مخبر ہے وہ بصرے میں ہی موجود ہے" میں نے فاتحانہ انداز میں کہا "اگر اسرائیل میں ہوتا تو عراق میں موجود ہمارے تمام ایجنٹ خطرے میں پڑ جاتے۔"

میرا مقصد آرتھر کو پریشان کرنا تھا جس میں میں کامیاب رہا تھا۔ آرتھر کرسی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ صاف ظاہر تھا کہ اگر بصرے میں کوئی شخص مخبر ہے تو زیادہ امکان یہی تھا کہ وہ آرتھر کے آدمیوں میں سے ہی کوئی ہو سکتا ہے اور اگر ایسا تھا تو اس کی تمام تر ذمے داری آرتھر پر ہوتی۔

میں نے اپنے سفید کوٹ کے بٹن کھولے تو دفعتاً آرتھر کی نگاہ ان پٹیوں پر پڑ گئی جو میرے جسم پر بندھی ہوئی تھیں "اوہ! تم زخمی ہو۔ سب سے پہلے تو تمہاری ڈریسنگ کرنے کی ضرورت ہے چلو۔"

میں سناٹے میں آ گیا۔ بھلا میں ڈریسنگ کیسے کروا سکتا تھا۔ میں کوئی زخمی تو تھا نہیں... اگر میں ڈریسنگ کروانے جاتا تو پول کھل جاتا۔ میرا ذہن اس مشکل صورت حال سے نکلنے کے لئے بہت تیزی سے کام کرنے لگا۔

خیالات بہت تیزی سے میرے ذہن سے گزر رہے تھے مگر یہ وقت ایسا نہیں تھا کہ میں زیادہ سوچ بچار کرتا۔ مجھے کچھ نہ کچھ کہنا تھا اور جلدی کہنا تھا ورنہ مجھے ڈریسنگ کرنے کے لئے لے جایا جاتا۔ مجھے تو اندازہ بھی نہیں تھا کہ اس قدر جلد مجھے ایسے کسی امتحان سے گزرنا پڑ جائے گا۔ یہ تو طے شدہ بات تھی کہ مجھے ایسی کسی صورت حال سے لازماً دوچار ہونا تھا مگر میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ وقت بالکل ابتدا میں بھی آ سکتا ہے۔

"نارمنڈو کی فکر کرو" میرے منہ سے یہ الفاظ بے اختیاری کے عالم میں نکلے تھے "میرے زخم تو کسی حد تک مندمل ہو بھی چکے ہیں لیکن اسے تو فوری توجہ کی ضرورت ہے۔"

آرتھر کی نگاہ کا زاویہ تبدیل ہو گیا "تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا' چلو جلدی سے اٹھو" اس نے نارمنڈو سے کہا اور انٹرکام پر اپنی سیکریٹری کو طلب کر کے نارمنڈو کی بینڈیج کرانے کو کہا' سیکریٹری اسے لے کر کیبن سے باہر چلی گئی اور آرتھر میری طرف متوجہ ہو گیا۔

"تم نے مجھے تشویش میں مبتلا کر دیا ہے" اس نے متفکرانہ لہجے میں کہا "آخر وہ کون شخص ہو سکتا ہے جو مخبری کر رہا ہے؟"

"اپنے آدمیوں کو چیک کرو آرتھر! مخبر کہیں آسمان سے تو نہیں ٹپکتے" میرے لہجے میں خفیف سا طنز تھا جسے شاید اس نے نظر انداز کر دیا یا ممکن ہے محسوس ہی نہ کیا ہو۔

"مجھے اپنے لوگوں پر مکمل اعتماد ہے' کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے' جس پر صیہونی مفادات سے غداری کا شبہ بھی کیا جا سکے۔"

"تم جانو" میں نے بے پروائی سے کہا "ہم دونوں کے بیک وقت گرفتار ہونے پر ہیڈ کوارٹر تم سے باز پرس ضرور کرے گا۔"

"میری پریشانی کی اصل وجہ یہی تو ہے' ویسے بھی اس وقت اسرائیل میں تہلکہ مچا ہوا ہے۔"

"کیوں!" میں نے چونک کر کہا "اسرائیل پر ایسی کون سی افتاد آن پڑی؟"

"تمہیں معلوم نہیں ہو گا اس لئے کہ جب یہ سانحہ ہوا اس وقت تم عراق میں تھے" آرتھر بولا "ایل آل کے دو کارگو طیارے اغوا ہو گئے۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے اپنے لہجے میں تحیر پیدا کرتے ہوئے کہا "ہماری سیکیورٹی بہت مضبوط ہے۔"

"ہمارا یہ گمان چکنا چور ہو چکا ہے۔ دونوں طیاروں کے لئے غیر معمولی حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے مگر اس کے باوجود انہیں نہایت کامیابی سے اغوا کر لیا گیا۔"

"یقین نہیں آتا" میں بڑبڑایا "تاہم اگر یہ ہو چکا ہے تو مستقبل کے لئے ہمیں بہت کچھ سوچنا ہو گا۔"

"پی ایل او سوچ رہی ہے" آرتھر بولا "فلسطینی گوریلے بہت منظم ہو چکے ہیں' ہماری توقعات سے بھی بہت زیادہ۔ دونوں جہازوں میں سے ایک کو تو انہوں نے فضا میں ہی تباہ کر دیا تھا اور دوسرے کا کوئی سراغ نہیں مل سکا حالانکہ اس کی تلاش کے لئے ہم نے امریکا کے مصنوعی سیارے تک کی مدد لی تھی۔ اب ہم یہ فرض کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ انہوں نے دوسرا کارگو بھی تباہ کر دیا ہو گا ورنہ اس کا کوئی سراغ تو ضرور ملتا۔"

میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ میرے سامنے بیٹھا ہوا نفرت انگیز یہودی اپنی شکست کا اعتراف کر رہا تھا۔ میں نے تنظیم آزادی فلسطین کے متوالوں کے ساتھ مل کر نہ صرف یہودیوں بلکہ ان کے سرپرست اعلیٰ امریکا کو بھی شکست فاش دی تھی۔ اپنی تمام تر ترقی اور جدید ترین وسائل بروئے کار لانے کے باوجود دنیا کی سب سے بڑی حکومت ایک بے سروسامان تنظیم کے مقابلے میں ہار گئی تھی۔ ان کی اس شکست میں سعودی عرب کا بھی نمایاں حصہ تھا۔ حکومت عراق کی درخواست پر انہوں نے ان طیاروں کا ذکر کسی سے نہیں کیا تھا جو ان کی فضائی حدود سے گزر کر عراق کی طرف گئے تھے۔ ہم اواکس طیاروں کی زد سے تو نہیں بچ سکے تھے مگر اسلامی یکجہتی سرخرو ہو کر ابھری تھی اور یہودی دنیا جھک مار کر رہ گئی تھی۔

آرتھر مجھے طیاروں کے اغوا کی تفصیلات بتا رہا تھا مگر میں اس کی باتیں توجہ سے نہیں سن رہا تھا اس لئے کہ میں ان تمام باتوں سے پہلے ہی سے واقف تھا۔ اس دوران نارمنڈو واپس آ گیا اور آرتھر نے اسے بھی ان تفصیلات سے آگاہ کیا جو وہ پہلے ہی میرے گوش گزار کر چکا تھا۔

"سر!" آرتھر کی سیکریٹری نے کہا "مسٹر نارمن شیلوف کی بینڈیج ابھی ہونا باقی ہے۔"

"ہاں!" آرتھر چونک کر بولا "جاؤ' تم بھی بینڈیج تبدیل کرا لو' مجھے باتوں کے دوران خیال ہی نہیں رہا تھا۔"

میں ایک بار پھر مخمصے میں پھنس گیا۔ اس وقت ایسی پوزیشن نہیں تھی کہ میں کسی ڈاکٹر کا سامنا کر پاتا' دوسری طرف آرتھر اور اس کی سیکریٹری مجھے متوقع نگاہوں سے دیکھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہے تھے۔ وہ میرے اٹھنے کے منتظر تھے۔ مگر میں نہ تو اٹھنے کے موڈ میں تھا اور نہ اس کا متحمل ہو سکتا تھا۔ وجہ یہی تھی کہ میں زخمی نہیں تھا اور مرہم پٹی کے دوران پول کھلنا لازمی تھا۔

"مرہم پٹی سے زیادہ مجھے یہ فکر کھائے جا رہی ہے کہ ہم عراق سے کس طرح نکلیں گے؟" میں نے کہا۔

"یہ سوچنا میرا کام ہے" آرتھر سنجیدگی سے بولا "تم صرف وہ کرو جو تمہارا کام ہے۔"

"ٹھیک ہے" میں نے سر ہلایا "مگر میں اپنی سلامتی کی فکر سب سے پہلے کرتا ہوں۔"

"تمہاری سلامتی کو کیا خطرہ لاحق ہے؟" آرتھر نے حیرت سے کہا "عراقی انٹیلی جنس کو جل دے کر نکل آنے کے بعد اب تم بالکل محفوظ ہو۔"

اس سے بھی زیادہ محفوظ ہم اس وقت تھے جب اپنے مشن پر عراق آئے تھے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "لیکن انجام کیا ہوا؟"

آرتھر نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا اور اپنی سیکریٹری کو جانے کا اشارا کیا۔ میں نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

"دیکھو اب جو بھی صورت حال ہے اس سے ہمیں مل جل کر ہی نکلنا ہے" سیکریٹری کے جانے کے بعد اس نے کہا۔

"میں نے کہا تھا کہ مجھے ان باتوں سے کوئی غرض نہیں ہے' اپنے مسائل سے تم خود نمٹو گے' مجھے تو صرف اس بات سے غرض ہے کہ ہائی کمان میرے لئے کیا ہدایات جاری کرتی ہے۔"

"میں انہیں مطلع کروں گا لیکن اس کے لئے مجھے گھر جانا ہو گا' یہاں تو ایسا کوئی انتظام نہیں ہے' اس دوران تم مرہم پٹی کرا لو۔"

"میرے زخم مندمل ہو چکے ہیں مسٹر آرتھر! اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمیں ڈسچارج کرنے کا فیصلہ نہ کیا جاتا۔ نارمنڈو کے بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن مجھے اب مزید بینڈیج کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی ۔۔ ہاں' ایک مسئلہ ضرور ہو گیا ہے؟" میں نے سوچ میں ڈوبنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا "تشدد کے دوران میرے سر پر چوٹ آئی تھی' اس کے بعد سے کسی کسی وقت میرا سر چکرانے لگتا ہے' شاید میری یادداشت بھی متاثر ہو گئی ہے۔"

"اوہ! یہ تو بہت خطرناک علامت ہے' خاص طور پر ایک فیلڈ ایجنٹ کو تو ہر اعتبار سے فٹ ہونا چاہئے۔"

"فیلڈ ایجنٹ کی زندگی ہی کتنی ہوتی ہے" میں تلخی سے مسکرایا "اور جس قدر ہوتی ہے اس کا بھی زیادہ بھروسا نہیں ہوتا' کسی بھی لمحے زندگی کا چراغ گل ہو سکتا ہے۔"

آرتھر نے انٹرکام پر اپنی سیکریٹری کو طلب کیا اور ایک پرچے پر کچھ لکھ کر اس کی طرف بڑھایا' سیکریٹری نے پرچے پر نظر ڈالی اور اثبات میں سر ہلا کر باہر نکل گئی۔

"میں نے تم لوگوں کے لئے ریڈی میڈ لباس منگوایا ہے" آرتھر نے کہا "کپڑے آنے تک تم دونوں اپنے حلیوں میں تھوڑی بہت تبدیلی کر لو تاکہ ایک نظر میں تمہیں شناخت نہ کیا جا سکے۔"

آرتھر ہمیں ملحقہ کیبن میں لے گیا جہاں ہلکے پھلکے میک اپ کے لئے ضروری سامان موجود تھا۔ میں نے اور نارمنڈو نے پندرہ منٹ کے اندر اندر اپنا کام مکمل کر لیا۔ اب ہمیں آسانی سے شناخت نہیں کیا جا سکتا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد ہمارے لئے ریڈی میڈ لباس اور جوتے وغیرہ بھی آ گئے اور ہم کپڑے تبدیل کر کے چلنے کے لئے تیار ہو گئے۔

"اندیشہ یہ ہے کہ اس وقت بصرے کی سڑکوں پر تم لوگوں کی تلاش میں جگہ جگہ چیکنگ ہو رہی ہو گی" آرتھر نے کہا "اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہارے لئے بندرگاہ کے ہی علاقے میں واقع ایک نزدیکی ہوٹل میں کمرے بک کرا دوں تاکہ چیکنگ ختم ہونے تک تم دونوں وہاں وقت گزار سکو۔"

"ہماری تلاش ضرور ہو رہی ہو گی آرتھر! لیکن سب سے پہلے انہوں نے بصرہ سے باہر جانے والے تمام راستوں کی ناکہ بندی کی ہو گی' بصرے میں تو ہزاروں کی تعداد میں غیر ملکی ہوں گے' وہ کس کس کو روک کر چیک کریں گے۔"

"اطمینان کر لینے میں کیا حرج ہے اگر بعد میں بصرے کی سڑکیں محفوظ ثابت ہوئیں تو میں تم لوگوں کو ہوٹل سے اپنے گھر منتقل کر دوں گا۔"

"میں تم سے اتفاق نہیں کرتا مسٹر آرتھر! ممکن ہے اب تک تمام ہوٹلوں کو ہدایات جاری کی جا چکی ہوں اور ہر نئے قیام کرنے والے کو چیک کر لیا جائے۔"

"یہ مشکل تو ہے" آرتھر نے تشویش سے کہا "اور یہ بھی مشکل ہے کہ میں تمہیں اپنی گاڑی میں لے جاؤں' اگر چیکنگ ہو گئی تو تمہارے ساتھ میں بھی جاؤں گا۔"

"اس کا حل یہ ہے کہ تم اپنی گاڑی سے جاؤ' ہم دونوں الگ الگ ٹیکسیوں سے آتے ہیں' ہمارے حلیے اس حد تک تو

تبدیل ہو چکے ہیں کہ ہمیں آسانی سے نہیں پہچانا جا سکے گا' کپڑوں سے بھی ہم مشکوک نظر نہیں آتے' مسئلہ اگر ہے تو کرنسی کا جو ہمارے پاس بالکل بھی نہیں ہے۔"

آرتھر نے اسی وقت کیشیئر کو بلا کر خاصی مقدار میں مقامی کرنسی ہمارے حوالے کر دی اور ہم تینوں آگے پیچھے وہاں سے روانہ ہو گئے۔ آرتھر نے اس معاملے میں خاصی رازداری برتی تھی اور اپنے اسٹاف کے کسی آدمی کو بھی یہ ہوا نہیں لگنے دی تھی کہ وہ ہمیں اپنے گھر لے جا رہا ہے۔ میں اپنے مقصد میں کامیاب رہا تھا' وہ اپنے اسٹاف کی طرف سے شکوک و شبہات کا شکار ہو گیا تھا۔

بصرہ کی سڑکوں پر ٹریفک رواں دواں تھا۔ راتوں کو یہاں بلیک آؤٹ ہوا کرتا تھا مگر دن کے وقت قطعی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ عراقی قوم حالت جنگ سے گزر رہی ہے اور جنگ بھی کیسی جو گزشتہ کئی سال سے جاری تھی اور جس کے ختم ہونے کے بظاہر کسی قسم کے امکانات نظر نہیں آتے تھے۔

میں نے ایک ٹیکسی روکی اور ڈرائیور کو اس علاقے کا نام بتا کر ٹیکسی میں بیٹھ گیا جہاں آرتھر کی رہائش تھی' آرتھر سب سے پہلے روانہ ہوا تھا' مجھے اس کی روانگی کے کوئی پندرہ منٹ بعد ٹیکسی ملی تھی۔

میں ابھی راستے میں ہی تھا کہ فضائی حملے کے سائرن بجنے لگے اور ٹیکسی ڈرائیور نے ٹیکسی سڑک کے کنارے لگا کر روک دی۔ ٹریفک کا بہتا ہوا سیلاب دفعتاً تھم گیا تھا اور لوگوں نے گاڑیوں سے نکل کر یا تو پناہ گاہوں کا رخ کیا تھا یا محفوظ پوزیشن اختیار کر لی تھی۔ بصرے کے آسمان پر طیارہ شکن توپوں کے گولوں کے دھوئیں کی لکیریں کھنچ گئی تھیں اور فضا دھماکوں سے مرتعش ہونے لگی تھی۔ مجھے کوئی طیارہ تو نظر نہیں آیا تاہم یہ امکان تھا کہ عراقی طیاروں نے ایرانی طیاروں کو بصرے کی فضائی حدود سے باہر ہی روک لیا ہو۔

پندرہ منٹ تک دھماکوں کی گونج سے فضا لرزتی رہی پھر طیارہ شکن توپیں خاموش ہو گئیں اور بصرے کی فضا مہیب سناٹے کی لپیٹ میں آ گئی۔ اس کے کوئی پانچ منٹ بعد خطرہ ٹل جانے کے سائرن بجے اور سڑکوں پر پھر سے رونق نظر آنے لگی۔ میرا رکا ہوا سفر بھی پھر سے جاری ہو گیا۔

جس وقت میں آرتھر کے مختصر سے بنگلے میں داخل ہوا نارمنڈو اس سے قبل ہی وہاں پہنچ چکا تھا۔ آرتھر مجھے ڈرائنگ روم میں لے گیا جہاں نارمنڈو پہلے سے موجود تھا۔

"میں نے تم دونوں سے متعلق ہائی کمان کو مطلع کر دیا ہے" آرتھر نے مجھ سے کہا "اور اب مجھے ان کے جواب کا انتظار ہے۔"

آرتھر کے ہاتھ میں ایک پنسل تھی اور میز پر ایک پیڈ پڑا نظر آ رہا تھا۔ ڈرائنگ روم کے ایک گوشے میں ایک ریڈیو بھی رکھا ہوا تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ آرتھر کو ٹل ایبب سے پیغام ریڈیو پر ہی موصول ہوتا۔ اس سے آخر میں کوئی اندازہ لگانے سے قاصر تھا' تاہم جو کچھ بھی تھا جلد ہی سامنے آنے والا تھا۔

"تم یہاں خیریت سے پہنچ گئے" میں نے نارمنڈو سے کہا "میرا مطلب ہے راستے میں کسی قسم کی چیکنگ سے تو واسطہ نہیں پڑا؟"

"نہیں" نارمنڈو نے جواب دیا "میری ٹیکسی کو تو کہیں بھی چیک نہیں کیا گیا۔ اور تم؟" اس نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔

"میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ہمیں بصرہ کی سڑکوں پر ہرگز نہیں تلاش کیا جائے گا۔"

"تمہارا اندازہ درست نکلا" آرتھر نے دھیرے سے کہا "مجھے بھی کہیں کوئی غیر معمولی سرگرمی نہیں دکھائی دی۔"

"اب میں خود کو کسی حد تک محفوظ تصور کر رہا ہوں" میں نے کہا "تل ایبب سے ہدایات موصول ہو جائیں تو پھر ہم یکسوئی کے ساتھ اپنے آئندہ لائحہ عمل پر غور کر سکیں گے۔"

پیغام موصول ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ ریڈیو سیٹ سے عجیب قسم کی آوازیں ابھری تھیں اور آرتھر کی پنسل تیزی سے کاغذ پر دوڑنے لگی۔ پیغام غالباً مورس کوڈ میں تھا اور انتہائی مختصر تھا۔ اتنا مختصر کہ محض تین حرفی تھا۔ انہیں واپس بھیج دو۔

"اس کے علاوہ کوئی اور ہدایت نہیں دی گئی" آرتھر نے پیڈ پر لکھے پیغام کو گھورتے ہوئے کہا "اس کا مطلب ہے کہ اب سب کچھ مجھے ہی طے کرنا ہو گا۔"

میں نے ایک طویل سانس لی "ہاں' سب کچھ تم ہی طے کرو گے مگر اس سے قبل میں نہانا چاہتا ہوں' نہائے ہوئے ایک عرصہ ہو گیا۔"

آرتھر بضد تھا کہ نہانے سے قبل میرا طبی معائنہ ضروری ہے مگر میں نے اس کی ایک نہیں سنی۔ سن بھی کیسے سکتا تھا۔ ڈاکٹر کا سامنا کرنے کی تیاری تو مجھے باتھ روم میں ہی کرنی تھی۔ آخرکار آرتھر کو شکست تسلیم کرنی پڑی اور چند ہی لمحوں بعد میں باتھ روم میں تھا۔

نہا کر نکلا تو ڈاکٹر کو موجود پایا۔ وہ ایک امریکی یہودی تھا مگر اس نے یہاں خود کو عیسائی ظاہر کر رکھا تھا اور در پردہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آرتھر یا دوسرے لفظوں میں اسرائیل کے لئے کام کر رہا تھا۔ اس نے مجھے خشمگیں نظروں سے گھورا "آپ کے بارے میں جو تفصیلات مجھے مسٹر آرتھر کی زبانی معلوم ہوئی ہیں ان کے پیش نظر نہانا آپ کے لئے سخت مضر تھا" اس نے کہا۔

"میں اپنے رسک پر نہایا ہوں ڈاکٹر!" میں نے جواب دیا "میرے خیال میں میرے زخم اس حد تک مندمل ہو چکے ہیں کہ اب کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہے۔"

"اس قسم کے فیصلے آپ کو خود نہیں کرنے چاہئیں" اس نے خشک لہجے میں کہا "آپ کی زندگی ملک اور قوم کی امانت ہے' کپڑے اتاریئے۔"

"میں خود بھی اس بات سے واقف ہوں ڈاکٹر!" میں نے قمیص اتارتے ہوئے کہا "لیجئے آپ اپنا اطمینان کر لیجئے۔"

نہانے کے بعد میں نے اپنی کمر پر ایک مخصوص لوشن مل لیا تھا جو مجھے کرنل نعمان نے فراہم کیا تھا اور جو شروع سے ہی میرے پاس موجود رہا تھا۔ کرنل نعمان نے بتایا تھا کہ اس کے استعمال سے جلد کی ہیئت ایسی ہو جائے گی جیسے کوئی چوٹ ٹھیک ہونے کے بعد ہوتی ہے۔ باتھ روم میں نصب آئینے میں' میں اس لوشن کا کمال خود تو دیکھ ہی چکا تھا۔ اب وہی کمال ڈاکٹر کے چہرے کے تاثرات کے آئینے میں دیکھنا چاہتا تھا۔

میری کمر کی حالت دیکھ کر ڈاکٹر کے چہرے پر جو تاثرات ابھرے انہوں نے مجھے اس حیرت انگیز لوشن کی تاثیر کا قائل کر دیا جس نے ایک ڈاکٹر کو بھی دھوکا دے دیا تھا۔

"ٹھیک ہے" ڈاکٹر بڑبڑایا "زخم مندمل ہو چکے ہیں' آپ نہا سکتے ہیں مگر آپ پر بڑی بے دردی سے تشدد کیا گیا ہے۔"

"تشدد کبھی رحم دلی سے نہیں کیا جاتا" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"پھر بھی کچھ تو خیال کرنا چاہئے' آدمی اور جانور میں کچھ تو فرق ہونا چاہئے' یہ عراقی تو بالکل درندے ہیں۔"

"ہم تو اپنے شکار کے ساتھ اس سے بھی زیادہ برا سلوک کرتے ہیں' انہوں نے تو پھر بھی بڑی انسانیت کا مظاہرہ کیا ہے" میں نے کہا اور ڈاکٹر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کہیں آپ کی برین واشنگ تو نہیں کر دی گئی" ڈاکٹر نے کہا۔

"یہ حقیقت ہے ڈاکٹر" تارمنڈو نے کہا "انہوں تو صرف ہماری کھالیں ہی ادھیڑنے کی کوشش کی ہے' جسے تشدد کہا جاتا ہے وہ تو ہم پر کیا ہی نہیں گیا۔"

"ان فٹ۔ قطعی ان فٹ" ڈاکٹر نے قطعیت سے کہا "ان دونوں کی برین واشنگ کر دی گئی ہے۔ اب یہ دونوں خطرناک بھی ہو گئے ہیں۔ انہیں کسی مہم میں استعمال نہیں کیا جا سکتا۔"

"اس حد تک تو میں بھی ان دونوں سے متفق ہوں" آرتھر نے کہا "اور مجھے اس پر حیرت بھی ہے کہ عراقیوں نے اتنی شرافت کا مظاہرہ کیوں کیا۔ ان سے ایسی توقع تو نہیں تھی' وہ تو درندے ہیں۔"

"کیا تم بھی عراقیوں کی قید میں رہ چکے ہو؟" ڈاکٹر نے تھوک نگل کر کہا۔

"کیا مطلب؟" آرتھر نے ڈاکٹر کو گھورا۔

"تم بھی عراقیوں کی طرف داری کر رہے ہو' لگتا ہے تمہاری برین واشنگ بھی کی گئی ہے۔"

"کیا فضولیات بک رہے ہو" آرتھر نے ناخوشگوار لہجے میں کہا "اپنے کام سے کام رکھو' غیر متعلق باتوں میں کیوں پڑ رہے ہو' تمہیں کیا معلوم تشدد کس چڑیا کا نام ہے۔"

اپنی اس بے عزتی پر ڈاکٹر نے بہت برا سا منہ بنایا مگر مزید کچھ کہے بغیر اس نے چند دوائیوں کے نام لکھے اور نسخہ آرتھر کی طرف بڑھاتے ہوئے بولا "یہ دوائیں بازار سے منگوا لینا' میں نے استعمال کا طریقہ لکھ دیا ہے۔"

ڈاکٹر اپنا بیگ اٹھا کر واپس جانے کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ میں نے اسے ٹوک دیا "تشدد کے دوران میرے سر پر بھی چوٹ آئی تھی ڈاکٹر صاحب!"

وہ واپس جاتے جاتے رک گیا "سر پر چوٹ آنا تشویش ناک بات ہے" اس نے کہا "تم کیا محسوس کرتے ہو؟"

"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میری یادداشت متاثر ہوئی ہو' کوئی بات یاد کرنے کے لئے ذہن پر زور دیتا ہوں تو سر میں درد محسوس ہونے لگتا ہے۔"

اس نے دو چار مزید سوالات کئے' سر کا سرسری سا معائنہ کیا اور این سیفابول ٹیبلیٹ لکھ کر چلا گیا۔ اس بے چارے کو کیا معلوم تھا کہ سر میں چوٹ آنا تو کجا مجھ پر تو تشدد تک نہیں کیا گیا تھا۔

آرتھر کے بنگلے پر صرف ایک ملازم تھا جس نے ہمارے لئے کھانے کا بندوبست کیا' اس کے متعلق آرتھر نے بتایا کہ وہ بھی موساد سے ہی متعلق ہے۔

"فی الحال تم دونوں اسی بنگلے تک محدود رہو" کھانے کے دوران آرتھر نے کہا "تمہارا باہر نکلنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"ہم کب تک گوشہ نشین رہیں گے مسٹر آرتھر!" میں

نے کہا "گوشہ نشینی ہمارے مسئلے کا حل تو نہیں ہے۔"

"یہ وقتی بات ہے' میں تمہارے کاغذات بنوانے کی کوشش کرتا ہوں تاکہ تم محفوظ طریقے سے عراق سے باہر نکل سکو۔"

"اس کے لئے بھی ہمیں اپنے حلئے تو تبدیل کرنے ہی پڑیں گے یا۔۔؟"

"حلیوں کی تبدیلی لازمی ہے' میک اپ کا سامان یہاں بھی موجود ہے۔ آج رات تک کسی بھی وقت اپنے حلئے تبدیل کر لو تاکہ کل صبح تمہاری تصویریں کھینچی جائیں اور کل ہی سے میں تم دونوں کے لئے کاغذات حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دوں۔"

اس رات سونے سے قبل ہم دونوں اپنے حلئے تبدیل کر چکے تھے۔ پروگرام کے مطابق صبح آرتھر کو ہمارے کاغذات بنوانے کا کام شروع کرنا تھا مگر وہ صبح کبھی نہیں آئی۔

دوپہر کے کھانے کے بعد رات کا کھانا بھی ہم نے ایک ساتھ ہی کھایا۔ کھانے کے دوران مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ اب تارمنڈو نے بھی گفتگو میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ آرتھر کے انداز میں وہ سختی برقرار نہیں رہ گئی تھی جس کا مظاہرہ اس نے ہم سے ملتے ہی کیا تھا۔

کھانے کے بعد ہم تینوں افراد بے تکلفانہ فضا میں بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ آرتھر اس بات کی وجہ سے بہت فکر مند تھا کہ اس کے آدمیوں میں کوئی کالی بھیڑ بھی موجود ہے۔ وہ بار بار اس عزم کا اظہار کر رہا تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے آرتھر کی نظروں سے زیادہ عرصے بچا نہیں رہ سکے گا۔ تارمنڈو بھی یہی سمجھ رہا تھا کہ ہماری مخبری ہوئی تھی۔ صرف میں اس حقیقت سے واقف تھا کہ کسی مخبر کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اصل بات تو یہ تھی کہ آرتھر خود ہی آرمی انٹیلی جنس والوں کی نظر میں آ گیا تھا۔

ہماری یہ نشست رات بارہ بجے کے بعد اختتام پذیر ہوئی اور ہم دونوں سونے کے لئے بالائی منزل پر واقع خواب گاہ میں چلے گئے مگر آرتھر کی خواب گاہ نچلی منزل پر تھی جبکہ اس کا ملازم کمپاؤنڈ میں واقع سرونٹ کوارٹر میں رہائش پذیر تھا۔

سونے سے قبل ہم دونوں نے میک اپ کر کے اپنے حلئے کافی حد تک تبدیل کر لئے تھے۔ یہ عارضی میک اپ تھا مگر کافی عرصہ برقرار رہ سکتا تھا۔ تارمنڈو تو خیر میک اپ میں تھا مگر مجھے دہرے میک اپ کے عذاب سے گزرنا پڑ رہا تھا۔ اصل چہرے پر نارمن شیلوف کا ماسک تھا اور اس ماسک پر اپنی اس عارضی حیثیت کا پلاسٹک میک اپ تھا۔

میک اپ وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد جب ہم سونے کے لئے لیٹے تو رات کے ڈیڑھ بج چکے تھے۔ تارمنڈو فوراً ہی سو گیا تھا مگر مجھے سونے میں خاصا وقت لگا' ذہن پر بہت سے خیالات کی یلغار تھی۔ ماضی کی یادیں بھی تھیں اور مستقبل کے منصوبے بھی۔۔۔ مستقبل جو ہمیشہ بے یقینی کی دھند میں پوشیدہ ہوتا ہے' کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس دھند کے عقب سے کیا برآمد ہو گا۔

مجھے یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ خیالات کی اس یلغار کے دوران کب نیند کی کوئی ننھی سی کرن پھوٹی تھی اور کب اس نے مجھے اپنی مہربان آغوش میں لے لیا تھا۔ بس اتنا معلوم ہے کہ میں سوچتے سوچتے سو گیا تھا اور دوبارا میری آنکھ کھلی تو مجھے بے چینی کے احساس نے گھیر رکھا تھا۔ یقیناً کوئی غیر معمولی بات تھی جس نے سوتے میں بھی میرے اعصاب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

ایک لمحے کے شاید ہزارویں حصے کے اندر اندر میری نیند کافور ہو گئی اور حواس پوری طرح کام کرنے لگے۔ کسی بھی غیر معمولی صورت حال سے دوچار ہونے پر میرے ساتھ یہی ہوتا ہے۔

میں نے سب سے پہلے نظریں گھما کر کمرے کا جائزہ لیا۔ زیرو پاور کے نیلے بلب کی مدھم روشنی میں تارمنڈو اپنے بیڈ پر بے سدھ پڑا سو رہا تھا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا' الماریاں بند تھیں' ائر کنڈیشنر کی خنک سرسراہٹ معمول کے مطابق تھی۔ کھڑکیوں پر پڑے ہوئے پردے ہولے ہولے ہل رہے تھے' دیوار گیر گھڑی تین بجنے کا اعلان کر رہی تھی۔

ایک ہی لمحے میں' میں پورے کمرے کا جائزہ لے چکا تھا۔ سب کچھ حسب معمول تھا' کہیں کسی گڑبڑ کے آثار نہیں تھے لیکن سوال یہ تھا کہ میری چھٹی حس مسلسل کسی خطرے کا اعلان کیوں کر رہی تھی؟

میں نے ازسرنو کمرے کا جائزہ لیا مگر کوئی ایک بات بھی خلاف معمول تلاش نہ کر سکا۔ آخر میں بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں یہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھا کہ میری چھٹی حس نے مجھے دھوکا دیا ہے' اس سے قبل بھی بارہا میری چھٹی حس نے مجھے ان دیکھے خطرات سے خبردار کیا تھا اور ماضی کے ریکارڈ کے پیش نظر میں اس پر اعتماد کرنے کے لئے مجبور تھا۔

مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی کمرے کے اندر موجود ہے یا جیسے کوئی مجھے دیکھ رہا ہے مگر بظاہر کمرے میں میرے اور تارمنڈو کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا' اگر کوئی تھا تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بیڈ کے نیچے ہو سکتا تھا یا باتھ روم کے اندر۔

باہر سڑک پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔ دور کہیں سے بھاری اسلحہ چلنے کی دھمک سنائی دے رہی تھی۔ لڑائی بصرہ کے مضافات میں ہو رہی تھی اور اس قسم کے دھماکوں کی آوازیں معمولات میں شامل ہو گئی تھیں اس لئے انہیں غیر معمولی قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔ ائرکنڈیشنر کی سرسراہٹ اور وال کلاک کی ٹک ٹک بھی معمول کی بات تھی۔ نارمنڈو سوتے میں خراٹے نہیں لیتا تھا مگر اس کی گہری گہری سانسیں لینے کی آوازیں بھی میری سماعت سے صاف ٹکرا رہی تھیں۔ ایسے میں یہ یقین کر لینا مشکل ہی تھا کہ کمرے میں اور کوئی بھی موجود ہے۔ اگر موجود ہے تو اسے بیڈ کے نیچے چھپنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں نے نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہلے جلے بغیر صرف آنکھوں کو گردش دے کر کمرے کا جائزہ لیا تھا۔ اگر کوئی وہاں موجود ہوتا تو میری نظروں سے چھپ نہیں سکتا تھا اور ایک سوئے ہوئے شخص سے چھپنے کے لئے بیڈ کے نیچے گھسنے کی تک بھی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔

پھر مجھے یہ بھی اچھی طرح یاد تھا کہ سونے سے قبل میں نے خود اندر سے دروازے کی کنڈی لگائی تھی' کھڑکیاں بھی اندر سے بند تھیں۔ ایسے میں کسی کے کمرے میں داخل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ اندر سے کوئی چٹخنی کھولی جاتی۔ واحد صورت یہ تھی کہ میرے سونے کے بعد نارمنڈو نے کوئی چٹخنی کھول دی ہو۔ اور یہ بات بھی خاصی ناقابل فہم تھی۔ وہ تو تقریباً فوراً ہی سو گیا تھا اور مجھے سوئے ہوئے ایک گھنٹا بھی نہیں ہوا تھا۔ اتنے کم وقفے میں کسی سوئے ہوئے شخص کا اٹھنا مشکل ہی ہوتا ہے۔

میں بیڈ سے اتر آیا۔ بے چینی کے جس احساس سے میں گزر رہا تھا اس کے پیش نظر سونا میرے لئے ممکن نہیں رہا تھا۔ دوبارا سونے سے قبل پوری طرح مطمئن ہونا ضروری تھا۔ میں نے سب سے پہلے دیوار گیر الماری کھول کر دیکھی۔ پھر بیڈ کے نیچے جھانک کر دیکھا۔ دونوں جگہ کوئی نہیں تھا۔ میں خود کو احمق محسوس کرنے لگا۔ میں ایک بند کمرے کے اندر کسی کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جہاں کسی کا داخل ہونا ممکن ہی نہیں تھا مگر میں اپنی اس حس کا کیا کرتا جو بدستور مجھے خطرے کے سگنل دیئے چلی جا رہی تھی۔

اچانک مجھے خیال آیا کہ خطرے کی نوعیت مختلف بھی تو ہو سکتی ہے' مثلاً یہ کہ کوئی مہلک قسم کا کیڑا' کوڑا' سانپ یا بچھو کمرے میں گھس آیا ہو۔ اس خیال سے قدرے اطمینان محسوس ہوا مگر مکمل اطمینان کرنا ضروری تھا' ابھی تک میں نے باتھ روم چیک نہیں کیا تھا۔ مجھے توقع تھی کہ وہاں بھی کوئی نہیں ہوگا اور باتھ روم کا دروازہ کھولنے پر میرے اندازے کی تصدیق ہو گئی۔

نارمنڈو ابھی تک بے خبر سو رہا تھا۔ میں نے بڑی خاموشی کے ساتھ کمرے کی تلاشی لی تھی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میری الجھن میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ خطرے کی کوئی علامت نظر نہیں آ رہی تھی' میں نے ہر ممکن باریک بینی سے کمرے کی تلاشی لی مگر کوئی مثبت نتیجہ حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ کمرے میں کچھ ہوتا تو ملتا' وہاں تو کچھ بھی نہیں تھا لیکن اس کے باوجود کوئی خطرہ تھا ضرور۔

اب صرف دو امکانات باقی رہ گئے تھے۔ خطرہ یا تو دروازے کی سمت سے تھا یا پھر کھڑکیوں کی طرف سے۔ کھڑکی کے امکانات زیادہ تھے۔ وجہ یہ تھی کہ کھڑکی بیرونی رخ پر کھلتی تھی اور اگر کوئی اس کمرے میں گھسنے کی کوشش کرتا تو اس کے لئے آسان راستہ کھڑکی والا ہوتا جہاں کسی قسم کی مزاحمت کے امکانات بہت کم تھے۔ بنگلے کے اندر گھسنا تو شاید ممکن ہی نہ تھا۔

میں نے پہلے کھڑکی کو آزمانے کا فیصلہ کیا مگر کھڑکی کھولنے کے لئے کمرے کی لائٹ بجھانا ضروری تھا' بصرہ ان دنوں بلیک آؤٹ کی زد میں تھا۔

زیرو پاور کا بلب بجھتے ہی کمرے میں گھپ اندھیرا چھا گیا۔ میں اندھیرے میں کھڑکی کی طرف بڑھا اور کھڑکی کے نزدیک پہنچ کر پردہ سرکا دیا۔ باہر کی فضا تاریک نہیں تھی۔ قمری مہینے کا تیسرا ہفتہ چل رہا تھا اور چاند کی روشنی میں سامنے کی رو میں بنے ہوئے بنگلے دھند میں ڈوبے ہوئے سے محسوس ہو رہے تھے۔ میں نے کھڑکی کھول دی۔ کھڑکی کھولنے سے ہلکی سی آواز ابھری تھی مگر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کھڑکی کھلنے کی آواز کے علاوہ میں نے کوئی اور آواز بھی سنی ہو۔ فوری طور پر یہ تعین کرنا دشوار تھا کہ یہ میرا واہمہ تھا یا حقیقت تھی تاہم میں نے کھڑکی سے سر نکال کر باہر جھانکا۔ سب کچھ معمول کے مطابق دکھائی دے رہا تھا۔ احاطے کی دیوار کے ساتھ اگے ہوئے پھولوں کے پودے نرم ہوا کے دوش پر لہرا رہے تھے اور گیٹ کے دونوں طرف لگے ہوئے کھجوروں کے تناور درخت گویا سرشاری کے عالم میں جھوم رہے تھے۔ ایک لمحے کے لئے تو مجھے یقین ہو گیا کہ میں کسی واہمہ کا شکار ہو گیا ہوں۔ کھڑکی کھلنے پر جو آواز میں نے سنی تھی ممکن ہے وہ کسی درخت کے پتوں کی سرسراہٹ رہی ہو۔

ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میں نے دوبارا ایک آواز سنی۔ اس بار آواز بہت واضح تھی۔ نہ صرف واضح تھی بلکہ میں نے اس کی سمت کا تعین بھی کر لیا تھا۔ آواز کمرے کے اندر سے آئی تھی اور دروازے کی سمت سے آئی تھی۔ میں بڑی تیزی سے پلٹا۔ کھڑکی کھلی ہونے کی وجہ سے کمرے میں اندھیرا نہیں رہا تھا اور میں بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ خاص طور پر دروازے کا چمکدار ہینڈل جواب نیچے سے اوپر کی طرف واپس جا رہا تھا۔ کمرے کے باہر راہداری میں کوئی موجود تھا اور ہینڈل گھما کر دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

میرے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ میرے اور نارمنڈو کے علاوہ اس بنگلے میں صرف دو افراد اور تھے۔ آرتھر اور اس کا ملازم۔ ان دونوں میں سے کسی سے بھی یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ اس وقت اور اس طرح دروازہ کھولنے کی کوشش کرے گا۔ بالفرض انہیں ہم دونوں میں سے کسی سے کوئی کام پڑتا تو بھی وہ یہ پراسرار انداز ہرگز اختیار نہ کرتا۔

تو پھر سوال یہ تھا کہ باہر راہداری میں کون ہے' اور اس کمرے تک اس کی رسائی کیوں کر ہوئی' آرتھر اور اس کے ملازم کا کیا بنا؟

یہ تمام سوالات اپنی جگہ بے حد اہمیت کے حامل تھے مگر اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ تھی کہ اس شخص سے نمٹا جائے جو دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اگر کوئی شخص بنگلے کے اندر گھسا ہے تو یقیناً وہ تنہا نہیں ہوگا اس کے اور بھی ساتھی ہوں گے اور مسلح بھی ہوں گے جبکہ نہ تو میرے پاس اسلحے کے نام پر کوئی چیز تھی اور نہ ہی نارمنڈو کے پاس کچھ تھا اور سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ میں دروازہ نہیں کھول سکتا تھا۔ اس کے لئے نارمنڈو کو اٹھانا ضروری تھا اسے جگائے بغیر دروازہ کھولتا اور فائرنگ ہوتی تو وہ سوتے میں مارا جاتا اور میرا مقصد فوت ہو جاتا۔

فوری طور پر اس فیصلے پر پہنچ کر میں نارمنڈو کے بیڈ کی طرف جھپٹا اور اس کا کاندھا پکڑ کر ہلایا۔ نارمنڈو ہڑبڑا کر اٹھا تھا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور چونکہ کمرے کی لائٹ بجھی ہوئی تھی اس لئے فوری طور پر اسے کچھ نظر بھی نہیں آ سکتا تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ منہ سے کوئی آواز نکالے جسے سن کر باہر موجود شخص یا اشخاص ہوشیار ہو جائیں۔

"نارمنڈو! یہ میں ہوں نارمن" میں نے جلدی سے سرگوشیانہ آواز میں کہا "ہم خطرے میں ہیں' کوئی کمرے کے باہر موجود ہے اور دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا ہے۔ خبردار' زور سے کچھ مت بولنا ورنہ وہ ہوشیار ہو جائیں گے۔"

میری بات اس کی سمجھ میں آ گئی مگر شاید نیند اس کے ذہن پر مسلط تھی اور وہ پوری طرح سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہوا تھا "کون دروازہ کھولنے کی کوشش کر رہا ہے؟" اس نے کہا' آواز ہلکی ہی تھی۔

"میں دروازہ کھولنے جا رہا ہوں" میں نے اس کا بے وقوفانہ سوال نظر انداز کرتے ہوئے کہا "وہ جو بھی ہیں مسلح ضرور ہوں گے' ممکن ہے فائرنگ بھی شروع کر دیں' تم کو میں نے اسی لئے اٹھایا ہے کہ فائرنگ ہونے کی صورت میں کہیں سوتے میں ہی نہ مارے جاؤ۔"

نارمنڈو کی عقل ٹھکانے آ گئی اور اس کے حواس پوری طرح کام کرنے لگے "دروازہ کھولنے کی کیا ضرورت ہے نارمن" اس نے خوف زدہ سے انداز میں کہا۔

"معلوم تو ہو آخر باہر کون ہے اور اس طرح چوری چھپے یہاں کیوں گھسا ہے؟"

"یہ سراسر حماقت ہوگی' باہر کون ہے اور اندر کیوں گھسا ہے یہ معلوم کرنا آرتھر کا دردسر ہے' ہم کیوں اپنی زندگیاں خطرے میں ڈالیں؟"

نارمنڈو ٹھیک کہہ رہا تھا۔ ہمارا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں تھا' آرتھر جانے اور اس کا کام جانے۔ میں تو بالکل ہی غیر متعلق تھا۔ اگر ان لوگوں پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو ہوا کرے' مجھے اس سے کیا؟ مگر میں اپنی متجسس فطرت کا کیا کرتا' میرے لئے نچلا بیٹھنا مشکل ہو رہا تھا۔

"میں دروازہ کھول رہا ہوں نارمنڈو" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ نارمنڈو نے پھر احتجاج کرنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے اس کی بات پر کان نہیں دھرے اور اس نے بھی یہ محسوس کر کے کہ اب میں دروازہ کھول ہی دوں گا' بیڈ سے چھلانگ لگا دی۔ وہ خوف زدہ تھا اور اس کا خوف زدہ ہونا حق بجانب تھا۔ ایک نہتا شخص کبھی بھی مسلح افراد کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

میں نے دروازے کی چٹخنی گرائی اور تیزی سے دیوار سے چپک کر کھڑا ہو گیا تاکہ اگر کوئی دروازہ کھول کر اندر داخل ہو تو میں دروازے کے پٹ کی آڑ میں رہوں۔ مگر دروازہ نہیں کھلا حالانکہ میں اب بھی باہر راہداری میں کسی کی موجودگی محسوس کر سکتا تھا۔

میں سانس روکے دروازہ کھلنے کا انتظار کرتا رہا۔ باہر جو کوئی بھی تھا اسے یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ اس کمرے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

موجود فرد یا افراد غیر مسلح ہوں گے۔ شاید وہ اسی لئے محتاط تھا۔ ممکن ہے جس طرح میں ان کے اندر آنے کا انتظار کر رہا تھا اسی طرح وہ بھی میرے باہر نکلنے کے منتظر ہوں۔ یہ تو ایک غیر معمولی بات تھی کہ ہم مسلح نہیں تھے اور ایسے میں' میں دروازہ کھول کر باہر نکلنے کا خطرہ بہرحال مول نہیں لے سکتا تھا۔

پھر وہ ہوا جس کی توقع نہ میں کر سکتا تھا اور نہ ہی یہ بات کسی اور کے وہم و گمان میں آسکتی تھی۔ دروازے کے قفل میں چابی گھومنے کی آواز سنائی دی۔ پھر میں نے ہینڈل گھومتے دیکھا اور مجھے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ دروازہ باہر سے مقفل کر دیا گیا ہے اس کے بعد باہر سے دھیمی آواز میں باتیں کرنے کی آوازیں آئیں اور پھر میں نے ایک سے زائد لوگوں کے چلنے کی آوازیں سنیں جو کمرے سے دور ہوتی جا رہی تھیں۔

میں بری طرح بوکھلا گیا۔ ان لوگوں نے بڑی خلاف توقع حرکت کی تھی۔ میں نے جھپٹ کر دروازے کے ہینڈل پر زور آزمائی کی مگر میرا اندازہ درست ہی تھا' دروازہ باہر سے مقفل کر دیا گیا تھا۔

ٹارمنڈو نے بھی بدلی ہوئی صورت حال محسوس کر لی تھی اور اٹھ کر میرے نزدیک آ گیا تھا "کیا بات ہے نارمن؟" اس نے پریشان سے لہجے میں پوچھا۔

"تم دیکھ ہی رہے ہو' دروازہ باہر سے لاک کر دیا گیا ہے" میں نے کہا۔

میری بات سن کر اس کے بھی اوسان خطا ہو گئے اور میری طرح اس نے بھی ہینڈل سے زور آزمائی کی جو بے نتیجہ ہی رہی۔

"اب کیا ہو گا نارمن؟" اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا "ابھی ایک قید سے نکلنے نہیں پائے تھے کہ پھر پھنس گئے۔"

میں اسے کیا جواب دیتا "خود میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ وہ کون لوگ تھے اور ہمیں اس طرح کمرے میں بند کر دینے سے ان کا مقصد کیا تھا۔

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ آرمی انٹیلی جنس والے ہمیں تلاش کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے ہوں" ٹارمنڈو نے کہا۔

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو' اگر ان لوگوں کا تعلق آرمی انٹیلی جنس سے ہوتا تو وہ ہمیں یوں چھوڑ کر واپس نہ چلے جاتے۔"

"تو پھر آخر وہ لوگ کون تھے اور ہمیں یوں کمرے میں کیوں بند کر گئے؟"

"جو لوگ بھی ہیں ہمارے دشمن ہیں' دوست ہرگز نہیں ہو سکتے" میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہی میرے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔ یہودیوں کے دشمن میرے تو دوست ہی ہوں گے مگر میں اپنے اس خیال کا برملا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ میں ایک یہودی ایجنٹ کے روپ میں جو تھا۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ ان لوگوں کا تعلق کسی مقامی جرائم پیشہ گروہ سے ہو؟"

"ہاں' یہ ممکن ہے مگر ہم اس امکان پر یقین کرنے کا خطرہ نہیں مول لے سکتے۔ ہمیں تو جلد از جلد یہاں سے نکلنے کی فکر کرنی ہے" میں نے کہا اور کمرے کی کھڑکی بند کر کے پردے کھینچ دئے۔ ٹارمنڈو نے کمرے کی لائٹ جلا دی تھی۔

"اگر مجھے چار پانچ انچ لمبا کوئی موٹا تار مل جائے تو میں قفل کھولنے کی کوشش کر سکتا ہوں" ٹارمنڈو نے کہا۔

"ہماری کل کائنات یہ کمرا ہے" میں نے جواب دیا "مل کر ڈھونڈتے ہیں' اگر یہاں کوئی تار مل گیا تو ٹھیک ہے ورنہ پھر کھڑکی کے راستے ہی فرار ہونا پڑے گا۔"

کافی تلاش کرنے کے بعد ہمیں ایک مڑا تڑا سا تار مل گیا اور ٹارمنڈو وہ تار لے کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اسے تالا کھولنے میں چند منٹ سے زیادہ نہیں لگے

"دروازہ غیر مقفل ہو گیا ہے نارمن!" ٹارمنڈو نے میری طرف مڑ کر کہا "اب بتاؤ کیا کیا جائے۔"

"سب سے پہلے تو بنگلے کا جائزہ لینا ضروری ہے تاکہ ان لوگوں کے بارے میں کچھ تو اندازہ ہو لیکن دروازہ کھولنے سے قبل کمرے کی لائٹ بجھا دینا ضروری ہے۔

سوئچ بورڈ دروازے کے ساتھ ہی دیوار پر نصب تھا۔ میں نے کمرے کی روشنی بجھائی اور ٹارمنڈو کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا "میرے نزدیک ہی رہنے کی کوشش کرنا" میں نے اس سے کہا "ممکن ہے وہ لوگ ابھی تک گئے نہ ہوں۔ ایک ساتھ رہ کر ہم ایک دوسرے سے بے خبر تو نہیں رہیں گے۔"

دروازہ کھول کر باہر نکلنے کے معاملے میں میں نے ٹارمنڈو کو آگے رکھا۔ ایک یہودی کے میک اپ میں نہ معلوم لوگوں کے ہاتھوں مارا جانا مجھے گوارا نہیں تھا۔ اگر مرنا ہی ہے تو ایک مسلمان کی جگہ ایک یہودی کیوں نہ مرتا؟"

راہداری مکمل تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی حالانکہ یہاں سے روشنی کی ایک کرن بھی باہر نہیں جا سکتی تھی۔ بلیک آؤٹ کی خلاف ورزی ہونے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ یہی وجہ

تھی کہ رات جب ہم سونے کے لئے کمرے میں آئے تھے تو یہاں روشنی تھی جبکہ اس وقت مکمل تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ شاید یہ بھی انہی لوگوں کا کارنامہ تھا جو یہاں گھس آئے تھے۔ وہی یہاں سے جاتے ہوئے روشنی بجھا گئے ہوں گے۔

میں اور ٹارمنڈو آگے پیچھے محتاط انداز میں چلتے ہوئے نیچے جانے والے زینوں تک پہنچے۔ ٹارمنڈو بدستور مجھ سے آگے تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ لوگ فرار ہو چکے ہیں۔ خود میرا خیال بھی یہی تھا لیکن میں محتاط رہنا چاہتا تھا اور یہی احتیاط پسندی میرے کام آگئی۔

زینوں کے پاس پہنچتے ہی دیچے سے ایک فائر ہوا اور ٹارمنڈو چیخ مار کر گرا۔ میں نے بجلی کی سی تیزی سے فرش پر لوٹ لگائی تھی ورنہ اگلی گولی نے مجھے چاٹ لیا ہوتا۔ یہ اندازہ غلط ثابت ہوا تھا کہ وہ لوگ واپس جا چکے ہیں۔ وہ واپس نہیں گئے تھے۔ معلوم نہیں ان کی تعداد کیا تھی۔ ہم پر فائر کرنے والا بہرحال ایک ہی تھا جو اندھیرے کی وجہ سے ہمیں نظر نہیں آسکا تھا۔ ہم چونکہ متحرک تھے اس لئے وہ ہمیں دیکھ لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

ٹارمنڈو بری طرح تڑپ رہا تھا۔ معلوم نہیں گولی اس کے جسم پر کہاں لگی تھی۔ زخم اگر مہلک نہ ہوتا تب بھی اس کا بچنا مشکل ہی لگتا تھا۔ اس کے جسم سے خون تو بہرحال بہتا ہی رہتا۔ اس کے لئے طبی امداد کا بندوبست کرنا تو دور کی بات تھی' مجھے تو خود اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے۔

دو فائروں کے بعد مزید فائر کئے گئے۔ معلوم نہیں وہ کتنے دیدہ دل لوگ تھے کہ انہوں نے سائیلنسر تک استعمال کرنے کی زحمت نہیں گوارا کی تھی یعنی انہیں کسی قسم کا ڈر خوف نہیں تھا۔ مزید فائر انہوں نے محض احتیاطاً ہی کئے تھے۔ اس لئے کہ اگر ہم میں سے کسی کے پاس اسلحہ ہوتا تو ہم نے جوابی فائر ضرور کئے ہوتے لیکن یہ معلوم ہونے کے باوجود کہ ہم غیر مسلح ہیں انہوں نے اوپر آنے کی کوشش نہیں کی بلکہ میں نے محسوس کیا کہ وہ فرار ہو رہے ہیں۔ شاید یہاں ان کی آمد کا مقصد پورا ہو چکا تھا۔

وہ صدر دروازے سے باہر نکلے تھے۔ شاید اسی راستے سے اندر بھی آئے ہوں گے۔ انہوں نے صدر دروازے کو بھی باہر سے مقفل کر دیا تھا۔ میں نے کنجی گھومنے کی آواز صاف سنی تھی۔ اب میرے لئے اس بات پر یقین کرنا دشوار تھا کہ وہ مقامی جرائم پیشہ افراد تھے۔ بات یقیناً کچھ اور تھی۔

میں تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھا۔ خطرات بڑھ چکے تھے۔ گولیاں چلنے کی آوازیں دور تک گئی ہوں گی اور اب اس بنگلے میں نہیں رہا جا سکتا تھا۔ مجھے حیرت اس بات پر تھی کہ آرتھر کتنی گہری نیند سو رہا ہے جو کئی فائر ہونے کے باوجود نہیں اٹھا اور اس کا وہ ملازم کہاں مر گیا جو آرتھر کے بقول سرونٹ کوارٹر میں رہتا ہے۔

میں نے سب سے پہلے راہداری کی لائٹ جلا دی۔ لائٹ آن ہونے کے باعث نیچے ہال میں بھی روشنی پھیل گئی تھی۔ میں نے ایک لمحے میں پورے ہال کا جائزہ لے ڈالا۔ اب وہاں کوئی نہیں تھا۔ تمام حملہ آور فرار ہو چکے تھے۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر میں نے ٹارمنڈو کو چیک کیا۔ گولی اس کے سینے پر تقریباً وسط میں لگی تھی اور وہ غشی کی کیفیت میں تھا۔ خون کافی بہہ چکا تھا۔ اب بھی اگر اسے فوری طبی امداد مل جاتی تو اس کے بچنے کے کچھ امکانات پیدا ہو سکتے تھے۔ گولی دل سے چند انچ ہٹ کر لگی تھی۔

میرے پاس وقت بہت کم تھا۔ ہر لمحہ اس بات کا خطرہ تھا کہ کہیں کوئی آنہ جائے۔ فائرنگ کی آوازیں سن کر کسی نہ کسی نے پولیس کو فون ضرور کر دیا ہو گا اور میں یہاں قید ہو کر رہ گیا تھا۔

ٹارمنڈو کو اس کے حال پر چھوڑ کر میں تیزی سے نچلی منزل پر آیا اور آرتھر کے کمرے کی طرف بڑھا۔ نچلی منزل کی روشنیاں جلانے پر یہ حیران کن انکشاف ہوا کہ کہیں کسی قسم کی افراتفری نظر نہیں آ رہی۔ جیسے وہاں کوئی غیر معمولی واقعہ ہوا ہی نہ ہو۔

آرتھر کے کمرے کے دروازے پر مجھے پہلی غیر معمولی علامت نظر آئی۔ سرخ رنگ کے مارکر سے دو عدد ترچھی لکیریں کھینچی گئی تھیں جو ایک دوسرے کو درمیان سے قطع کرتی ہوئی گزر رہی تھیں یعنی سرخ رنگ سے ضرب کا نشان بنایا گیا تھا۔ میرے پاس اس نشان پر غور کرنے کی مہلت نہیں تھی اس لئے میں نے اس نشان کو نظر انداز کرتے ہوئے کمرے کا دروازہ کھول دیا۔ اندر ملگجی روشنی میں پورا کمرا الٹ پلٹ دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے کمرے میں داخل ہو کر لائٹ جلا دی اور فوراً ہی آرتھر کے باہر نہ آنے کی وجہ میری سمجھ میں آگئی۔ وہ اب کبھی خود سے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل نہیں رہ گیا تھا۔ اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلکی ہوئی تھی اور منہ کھلا ہوا تھا۔ اسے قتل کر دیا گیا تھا۔

وقت ضائع کئے بغیر میں آگے بڑھا اور میں نے دیوار میں نصب اس آہنی سیف کو دیکھا جو کھلا ہوا تھا۔ اس کی صفائی کر دی گئی تھی۔ معلوم نہیں آرتھر اس میں رقم کے علاوہ اور کیا چیزیں رکھتا ہو گا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ کچھ خفیہ قسم کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کاغذات بھی اس سیف میں رکھتا ہوگا۔ بہرحال اب نہ وہاں کوئی رقم تھی اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی کاغذ تھا۔ اس آہنی سیف کے علاوہ کمرے کی ہر چیز تقریباً ادھیڑ ڈالی گئی تھی۔ پولیس تفتیش کرتی تو انہیں ڈاکو قرار دیتی جو لوٹ مار کرکے چلے گئے تھے۔

میں نے کمرے کی لائٹ آف کی اور راہداری میں نکل آیا۔ ابھی میں راہداری میں ہی تھا کہ میں نے پولیس کار کے سائرن کی آواز سنی جو تیزی سے قریب آتی جا رہی تھی۔ کسی پڑوسی نے فون کرکے پولیس کو مطلع کیا ہوگا۔ میری رفتار میں اچانک بہت تیزی آ گئی۔ میں کئی کئی سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اوپری منزل پر پہنچا۔ تارمنڈو کے سینے سے گاڑھا گاڑھا خون ابل رہا تھا اور وہ بدستور غشی کی کیفیت میں تھا۔ اسے نظر انداز کرکے میں اپنی خواب گاہ میں آیا جہاں میں نے مقامی کرنسی چھوڑی تھی جو آرتھر نے میرے حوالے کی تھی۔ وہیں الماری میں تارمنڈو نے بھی اپنی رقم رکھی تھی۔ اپنے پیسوں کے علاوہ میں نے تارمنڈو کے پیسے بھی جیب میں ٹھونسے اور واپسی کے لئے پلٹ پڑا۔

پولیس کاریں اب بہت نزدیک آ گئی تھیں۔ شاید وہ بنگلے کے احاطے میں داخل ہو رہی تھیں اور جب تک میں دوبارا نچلی منزل پر پہنچا، پولیس کاریں نہ صرف رک چکی تھیں بلکہ انہوں نے کال بیل کا بٹن بھی دبا دیا تھا۔ میں بری طرح سے گھر گیا تھا۔ پولیس چونکہ فائرنگ کی اطلاع پا کر یہاں پہنچی تھی اس لئے امکان تھا کہ وہ بنگلے کو گھیرے میں لے لیں گے۔

سوچنے سمجھنے کا وقت نہیں تھا۔ تیزی سے عمل کرنے کا وقت تھا۔ میں ان کے نرغے سے محض اپنی رفتار کے بل پر ہی نکل سکتا تھا ورنہ ایک بار وہ مجھے گھیرنے میں کامیاب ہو جاتے تو کم از کم فوری طور پر ان کی گرفت سے بچنا میرے لئے محال ہو جاتا۔ بعد میں اگر فرار ہونے کا موقع مل جاتا تو وہ اور بات ہوتی۔

میں نچلی منزل پر رکے بغیر عقبی دروازے کی طرف بڑھا۔ میں دل ہی دل میں دعا کر رہا تھا کہ عقبی دروازہ مقفل نہ ہو اور اس وقت میں خوشی سے نہال ہو گیا جب میں نے عقبی دروازے کو غیر مقفل پایا۔ صرف اندر سے چٹخنی لگی ہوئی تھی۔ دروازے سے باہر نکلنے سے قبل میں نے جھانک کر باہر کا جائزہ لیا اور میدان صاف پا کر جلدی سے باہر نکلا اور ایک نزدیکی قد آدم پودے کے عقب میں پہنچ گیا۔ اگر مجھے ایک لمحے کی بھی تاخیر ہوتی تو میں ان پولیس والوں کی نظروں میں آگیا ہوتا جو پوزیشن لینے کے لئے عقبی سمت آگئے تھے۔ ان کا انداز واقعی ایسا تھا جیسے وہ ڈاکوؤں کو گھیرے میں لے رہے ہوں۔

میں سانس روک کر انہیں دیکھنے لگا۔ اتنی چاندنی تو تھی کہ کچھ فاصلے تک صاف دیکھا جا سکتا تھا۔ مجھے اگر بروقت آڑ نہ مل جاتی تو مڑتے وقت وہ ضرور مجھے دیکھ لیتے۔ وہ دو پولیس والے تھے اور ایک شاید ہیڈ کانسٹیبل تھا۔ ہیڈ کانسٹیبل نے ان دونوں کو ہدایات دیں اور انہیں متعین کرکے واپس چلا گیا۔ دونوں کے ہاتھوں میں خودکار رائفلیں تھیں اور رخ بنگلے کی طرف تھا تاہم دونوں کے انداز میں بے پروائی تھی۔

"کیا مصیبت ہے" ایک نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ فائرنگ کرنے والے کیا ہمارے انتظار میں اب تک اندر بیٹھے ہوں گے؟"

میں نے دل ہی دل میں اس کی ذہانت کی داد دی۔ وہ واقعی درست کہہ رہا تھا۔

"ہمیں کیا" دوسرے کانسٹیبل نے کہا "ہمیں تو احکامات کی بجاآوری سے غرض ہونی چاہئے۔"

میں ایسی فرض شناسی کے خلاف ہوں جس میں آدمی کو عقل کے منافی کام کرنا پڑے۔

"عقل استعمال کرو گے تب بھی اتنی ہی تنخواہ ملے گی جتنی عقل استعمال کئے بغیر ملتی ہے۔"

"نہیں یار، ذرا غور تو کرو۔ اگر کوئی بنگلے میں ہوتا تب بھی سائرن سن کر فرار ہو گیا ہوتا یا ہمارے انتظار میں بیٹھا رہتا۔"

"کیوں دماغ خراب کر رہے ہو۔ اگر کوئی اندر نہیں ہوگا تو ہمارا کیا جاتا ہے بلکہ یہ ہمارے لئے اچھا ہی ہے۔ خواہ مخواہ مقابلہ کرنے سے تو بچیں گے۔"

پہلا کانسٹیبل بڑبڑا کر خاموش ہو گیا اور میں پلٹ کر عقبی دیوار کی طرف دیکھنے لگا جو زیادہ بلند نہیں تھی مگر اس تک پہنچنا بھی مسئلہ تھا۔ دیوار مجھ سے کم از کم چھ فٹ کے فاصلے پر تھی۔ میں اپنی جگہ چھوڑتا تو کسی کی بھی نظروں میں آ سکتا تھا۔ میں نے کسی مناسب موقع کا انتظار کرنے کا فیصلہ کرنے میں عافیت جانی۔

چند ہی منٹ بعد ایک سارجنٹ آتا دکھائی دیا۔ اس کے ساتھ چند سپاہی بھی تھے۔

"تمام کھڑکیاں اور دروازے چیک کرو" اس نے سپاہیوں کو حکم دیا "شاید کہیں سے اندر داخل ہونے کا راستہ مل جائے"

وہ سامنے والے راستے کی طرف سے مایوس ہو کر اس طرف آئے ہوں گے۔ صدر دروازہ تو مقفل تھا اور اندر کوئی

نہیں تھا جو دروازہ کھولتا۔

دو منٹ کے اندر اندر انہوں نے عقبی دروازہ دریافت کر لیا جو کھلا ہوا تھا۔ اس دریافت نے ان میں سنسنی سی پھیلا دی اور پھر سارجنٹ کے حکم پر کئی سپاہی دوڑتے ہوئے بنگلے کے اندر گھس گئے۔ کچھ باہر ہی رک گئے تھے مگر اب ان سب کی توجہ عقبی دروازے کی طرف تھی اور وہ کسی غیر معمولی وقوعے کی توقع کر رہے تھے۔

یہ موقع میرے لئے بہت غنیمت تھا۔ اس سے فائدہ نہ اٹھاتا تو شاید اس کے بعد کوئی اور موقع نہ مل پاتا۔ انہیں اندر کوئی نہ ملتا تو پھر ان کی توجہ باہر کی طرف ہی مرکوز ہوتی چونکہ تمام لوگوں کی توجہ دروازہ پر مرکز تھی اس لئے میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنی جگہ چھوڑی اور عقبی دیوار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ چاند ایسے زاویے پر تھا کہ اس کی روشنی براہ راست مجھ پر نہیں پڑ رہی تھی۔

دیوار کے نزدیک پہنچ کر کھڑے ہونے سے قبل میں نے پلٹ کر دیکھا۔ اب بھی ان میں سے کوئی اس طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ میں تیزی سے کھڑا ہوا اور عقبی دیوار پر چڑھ گیا۔ بدقسمتی سے اسی وقت کسی نے پلٹ کر دیکھا اور مجھ پر نگاہ پڑتے ہی وہ زوردار آواز کے ساتھ چیخا۔

"وہ رہا" پھر اس نے چیخ کر مجھ سے کہا "رک جاؤ ورنہ ہم تمہیں گولی مار دیں گے"

اتنی مہلت بہت تھی۔ اس کا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی میں دوسری طرف کود چکا تھا۔ پولیس والوں نے بھی فائرنگ کرنے میں تامل نہیں کیا مگر مجھے للکارنا ان کی غلطی تھی جتنی دیر میں ان کی للکار مکمل ہوئی اتنی دیر میں تو میں دوسری طرف پہنچ چکا تھا۔ گولیاں میرے اوپر سے نکل گئیں۔ لگاتار فائرنگ کی آوازوں نے علاقے کا سکون درہم برہم کر دیا تھا۔

زمین پر گرتے ہی میں نے بڑی پھرتی سے خود کو سنبھالا اور دائیں طرف دوڑ لگا دی۔ عقبی گلی ناہموار تھی اور ہموار سڑک کے مقابلے میں یہاں دوڑنا دشوار ثابت ہو رہا تھا۔ مجھے دو تین بار ٹھوکر لگی اور میں گرتے گرتے بچا۔ ادھر پولیس والے اب دیوار پر چڑھ کر مجھ پر فائرنگ کرنے کی کوشش کر رہے تھے مگر میں بنگلوں کی دیواروں سے قریب رہ کر دوڑ رہا تھا اس لئے ان کی کوششیں رائیگاں ثابت ہو رہی تھیں۔ میں نے بعض بنگلوں کی کھڑکیاں کھلنے کی آوازیں بھی سنی تھیں۔ میں شدید خطرے میں گھر گیا تھا۔ ایک ایسا خطرہ جس سے نکلنا محال تھا۔ مجھے گرفتاری سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔ واحد صورت یہ تھی کہ مجھے کوئی پناہ گاہ میسر آ جاتی۔

میں اگرچہ خاصی تیز رفتاری سے دوڑ رہا تھا مگر اس تیز رفتاری کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ جدید ترین ساز و سامان سے لیس پولیس کو دھوکا دے کر نکل جانا ناممکنات میں سے تھا اور مجھے اس بات کا پوری طرح احساس تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ جتنا زیادہ وقت گزرتا جائے گا، میرے بچ نکلنے کے امکانات اتنے ہی کم ہوتے چلے جائیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے دوڑتے دوڑتے رک کر ایک نگاہ عقب میں ڈالی اور جب مجھے اپنے عقب میں کوئی نظر نہیں آیا تو میں نے ایک اور بنگلے کی عقبی دیوار پھلانگنے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر نہیں کی۔ یہ آرتھر کے بنگلے سے چوتھا بنگلہ تھا۔

پولیس والے شاید حکم کے انتظار میں رہ گئے تھے ورنہ اگر وہ تیزی دکھاتے تو عقبی گلی میں ہوتے اور مجھے گم ہونے کا موقع نہ مل پاتا، مگر اب تو موقع مل ہی گیا تھا یہ الگ بات ہے کہ اس موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہی ایک سریلی نسوانی چیخ سے واسطہ پڑا تھا۔ یہی شکر تھا کہ چیخ کی آواز زیادہ بلند نہیں تھی یا شاید فائرنگ میں دب گئی تھی۔

میں نے چونک کر دیکھا۔ وہ ایک سرونٹ کوارٹر تھا جس کے دروازے پر وہ کھڑی ہوئی تھی اور اس نے چیخ دبانے کے لئے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ اندھیرے کے باعث اس کے خدوخال واضح طور پر دکھائی نہیں دے رہے تھے "ششش" میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارا کیا "ذرو مت، میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔"

اس کا جسم مارے خوف کے لرز رہا تھا۔ شاید وہ فائرنگ کی آواز سن کر اٹھی تھی اس کا خوف زدہ ہونا فطری امر تھا۔ میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا اور میں نے محسوس کیا کہ اس کے جسم کے ارتعاش میں اضافہ ہو گیا ہے اور غالباً وہ اندر جا کر دروازہ بند کر لینا چاہتی تھی مگر اس میں اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی ہمت ہی نہیں رہ گئی تھی۔ شاید اس نے میری آواز سنی ہی نہیں تھی۔ اگر سنی تھی تو اس کا خوف زدہ ذہن الفاظ کو مربوط کرکے ان سے کوئی معنی اخذ کرنے سے قاصر تھا۔ وہ اب بھی یہی سمجھ رہی تھی کہ میں اس کی طرف کسی بری نیت سے بڑھ رہا ہوں۔

میں اچانک رک گیا۔ اس کا خوف دور کئے بغیر اس کی طرف بڑھنا، اس کے نزدیک جانے کی کوشش کرنا ٹھیک نہیں تھا۔ خوف کی انتہا کسی ایسی خوفناک چیخ کو جنم دے سکتی تھی جو دور تک سنی جاتی۔ میری یہاں موجودگی کا راز فاش ہو جاتا۔ اور مجھے اپنا بچاؤ کرنے کے لئے از سر نو جدوجہد کرنا پڑتی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سرونٹ کوارٹر کے دروازے میں تنہا اس کی موجودگی ظاہر کرتی تھی کہ اس کے علاوہ وہاں کوئی اور نہیں ہے۔ اگر ہوتا تو لگاتار ہونے والی فائرنگ کے شور کے بعد سو نہ رہا ہوتا۔ اس کے ساتھ ہی دروازے پر نظر آتا۔ اس اعتبار سے یہ جگہ بہت محفوظ تھی اور میں اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔

"میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا" میں نے رکتے ہوئے کہا۔ آواز زیادہ بلند نہیں تھی "اگر مجھے بے گناہ مرتے ہوئے دیکھنا چاہتی ہو تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔"

میں نے اس پر ایک نفسیاتی حربہ آزمایا تھا۔ مجھے اس حربے کی کامیابی کا سو فیصد یقین نہیں تھا تاہم اگر یہ حربہ کامیاب نہ ہوتا تو میری مشکلات میں سو فیصد اضافہ ضرور ہو جاتا۔

میں آہستہ آہستہ واپس مڑا اور مردہ کے سے انداز میں چلتا ہوا اس سے دور ہونے لگا۔ میرا دل بہت زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔ میں اسے دھمکی دے کر بھی پناہ حاصل کر سکتا تھا۔ مگر حالات کے پیش نظر میں کوئی عارضی قدم اٹھانے سے گریز کر رہا تھا۔ یہ جوا بھی میں نے اس لئے کھیلا تھا کہ جو بھی نتیجہ نکلے مستقل بنیادوں پر نکلے۔

گلی سے دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور میرا خون خشک ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی بنگلوں کی قطار کے سامنے والی سڑک پر سے پولیس کار کا سائرن سنائی دیا۔ گویا پولیس والوں نے میری تلاش کے لئے لائحہ عمل طے کر لیا تھا۔ وہ اس سمت سے واقف تھے جدھر میں گیا تھا۔ انہوں نے مجھے ہر طرف سے گھیرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ انہیں اندازہ ہو گا کہ ایک آدمی اتنی دیر میں زیادہ سے زیادہ کتنی دور جا سکتا ہے اگر وہ پورے علاقے کو گھیر کر پوری طرح تلاشی نہ لیتے تو میں کہتا کہ بصرے کا پولیس ڈپارٹمنٹ اس قابل ہے کہ اسے توڑ دیا جائے۔

میں بڑے مضمحل انداز میں چل رہا تھا۔ بوجھل قدموں سے اور آہستہ آہستہ میں اسے سوچنے کا زیادہ سے زیادہ موقع دینا چاہتا تھا۔ اس پر میرا حربہ اگر کارگر نہ ہوتا تو پھر فوری طور پر کوئی جائے پناہ ملنی مشکل تھی۔

"ٹھہرو" یہ روح افزا نسوانی سرگوشی میں نے اس وقت سنی جب میں تقریباً مایوس ہو چلا تھا۔

میں رک کر آہستہ آہستہ اس کی طرف پلٹا۔ مجھ پر اضطرابی کیفیت طاری ہو رہی تھی مگر جلد بازی سے کھیل بگڑ سکتا تھا اس لئے میں خود پر جبر کرنے کے لئے مجبور تھا۔

وہ سرونٹ کوارٹر سے باہر نکل کر میری طرف آ رہی تھی۔ کچھ دیر قبل میں اس کی طرف بڑھ رہا تھا تو وہ خوف زدہ تھی لیکن اب وہ خود میری طرف آ رہی تھی تو اسے کوئی خوف نہیں تھا۔

"تم کون ہو؟" اس نے میرے نزدیک پہنچ کر کہا "اور پولیس تمہارے پیچھے کیوں لگی ہوئی ہے" اب نہ تو وہ خوف سے لرز رہی تھی اور نہ ہی اس کی آواز میں خوفزدگی کا کوئی تاثر تھا۔

"میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ تم مجھے پناہ دینے کے لئے تیار ہو یا نہیں۔ وہ لوگ مجھے ہر طرف ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ کسی بھی لمحے یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے مجھے یہاں دیکھ لیا تو بے موت مارا جاؤں گا۔"

وہ ایک بار پھر تذبذب میں مبتلا ہو گئی۔ معلوم نہیں کیا سوچنے لگی تھی بالآخر مجھے اس کو ٹوکنا پڑا "تم کس سوچ میں گم ہو گئیں۔ مجھے ہاں یا ناں میں جواب تو دے دو۔"

اس نے چونک کر مجھے دیکھا "میں سوچ رہی تھی عموماً مرد عورتوں کو پناہ دیا کرتے ہیں۔ آج ایک عورت ایک مرد کو پناہ دے گی۔ آؤ۔"

میں اس کے ساتھ چلتا ہوا سرونٹ کوارٹر میں داخل ہو گیا۔ اس نے اندر داخل ہو کر دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ ایک کمرے کے کوارٹر میں گہری تاریکی چھا گئی پھر اس نے لائٹ جلا دی۔ کھڑکیاں اور دروازے بند ہونے سے لائٹ باہر نہیں جا سکتی تھی۔ روشنی ہوتے ہی میں نے اس کا جائزہ لیا۔ وہ خاصی خوش شکل لڑکی تھی۔ عمر پچیس سے تیس کے درمیان رہی ہو گی۔ میری تجربے کار نگاہوں سے اس کا پیشہ پوشیدہ نہیں رہ سکا اور مجھے حیرت ہوئی۔ جس پیشے سے اس کا تعلق تھا اس میں تو ہر قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ پھر وہ اس قدر خوف زدہ کیوں ہو گئی تھی۔

وہ بھی متجسس نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ شاید میرے بارے میں زیادہ سے زیادہ اندازہ کرنا چاہ رہی تھی مگر وہ جو اندازہ بھی لگاتی غلط ہی ہوتا۔ میری حقیقت تک پہنچنا آسان کام نہیں تھا۔ رات سونے سے قبل میں نے اور نارمنڈو نے جو میک اپ کئے تھے ان کی بدولت ہم دونوں کے خدوخال مقامی لوگوں کے جیسے ہو گئے تھے اور اب ہمیں غیر ملکیوں کی حیثیت سے شناخت نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جو بھی ہمیں دیکھتا مقامی ہی سمجھتا۔ نارمنڈو کی زندگی کا تو کوئی بھروسا نہیں تھا البتہ میں مشکل حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے زندہ تھا۔

"تاریخ شاہد ہے کہ مرد نے ہمیشہ عورت کے دامن میں

پناہ لی ہے" میں نے اس پر سے نظریں ہٹاتے ہوئے کہا۔ اب میں کمرے کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ صرف ایک کمرا تھا اور بس چھت پر ایک پنکھا ٹنگا ہوا تھا جو اس وقت بھی چل رہا تھا۔ ایک دیوار کے ساتھ لکڑی کا پرانا سا ریک رکھا ہوا تھا جس پر گرد کی تہیں ظاہر کر رہی تھیں کہ اسے عرصہ دراز سے استعمال نہیں کیا گیا ہے ایک اسٹول تھا جو کبھی بیٹھنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہو گا۔ اس کے علاوہ کمرے میں جو سامان تھا وہ ایک جھلنگی سی چارپائی تھی جس پر ایک بوسیدہ گدا بچھا ہوا تھا۔ گدے پر بچھی ہوئی چادر نہ صرف میلی تھی بلکہ اس قدر تہی دامن تھی کہ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود گدے کی بوسیدگی کو چھپانے میں ناکام تھی۔ ایک تکیہ بھی تھا جو اپنی ظاہری حالت کے اعتبار سے چارپائی گدے اور اس پر بچھی ہوئی چادر سے ہم آہنگ نظر آ رہا تھا۔

میری بات سن کر وہ زور سے ہنسی "تاریخ کے بارے میں تو مجھے معلوم نہیں البتہ میرا ذاتی تجربہ تو یہی ہے" اس نے کہا۔ اب وہ قطعی خوف زدہ نظر نہیں آ رہی تھی۔

میری نگاہ چارپائی کے نیچے رینگ گئی جہاں ایک عمدہ قسم کا مختصر سا سوٹ کیس رکھا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس سرونٹ کوارٹر میں وہ واحد چیز تھی جو اس لڑکی کی شخصیت اور اس کے جسم پر موجود لباس سے میل کھاتی تھی۔

معلوم نہیں تم کون ہو اور پولیس تمہارے پیچھے کیوں لگی ہے۔ صورت سے تو معصوم نظر آ رہے ہو مگر ضروری تو نہیں کہ آدمی کا ظاہر بھی اس کے باطن ہی کی طرح ہو۔"

"قطعی ضروری نہیں" میں مسکرایا "بلکہ ظاہر و باطن کبھی یکساں نہیں ہوتے۔ بسا اوقات تو خود پر بھی عیاں نہیں ہوتے۔ آدمی خود کو دریافت کرتے کرتے ہی چل بستا ہے۔"

"میرا نام سونیا ہے" وہ بھی جواباً مسکرائی "اگر تمہیں زمانے کے سرد و گرم کی ذرا سی بھی ہوا لگی ہے تو تم نے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ میرا پیشہ کیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ عورت کو دیکھ کر اچھا خاصا احمق بھی فلسفہ بولنے لگتا ہے۔ تم صورت سے تو معصوم نظر آتے ہو مگر احمق ہرگز نہیں ہو سکتے۔ تمہاری آنکھوں کی چمک تمہاری ذہانت کی عکاسی کرتی ہے۔"

"میرا نام علی ہے اور میں عملی آدمی ہوں مگر تمہارے تجربے کو چیلنج کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ تمہارے بارے میں میں اندازہ کر چکا ہوں۔ تم پیشہ ور ہو مگر خود کو احتیاط سے خرچ کرنے کی عادی ہو اور اسی بات پر تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے میری ایک سادہ سی بات کو فلسفے کے روپ میں سنا ورنہ جو کچھ میں نے کہا اسے صدق دل سے حقیقت جان کر کہا تھا۔"

وہ ہنس پڑی "تم یہاں پناہ گزیں نہیں میرے مہمان ہو۔ میرا کل سرمایہ تمہارے سامنے موجود ہے۔ مجھ سے کسی بڑی میزبانی کی توقع مت رکھنا" اس کے لہجے میں ہلکی سی شوخی تھی۔

"بڑی مہربانی کی توقع تو رکھ سکتا ہوں" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "حالانکہ اس سے بڑی مہربانی تو تم پہلے ہی کر چکی ہو۔"

وہ افسردہ سی ہو گئی "تم دیکھ رہے ہو کہ میں نے اب تک تم سے بیٹھنے کو بھی نہیں کہا۔ سمجھ میں نہیں آتا تمہیں کہاں بٹھاؤں۔"

"مجھے اپنے دل میں بٹھاؤ، آنکھوں میں جگہ دو۔ اس کوٹھری میں تو اپنی جگہ میں خود بنا سکتا ہوں" میں نے گرد آلود اسٹول کھینچ کر بلا تکلف اس پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا تم میرا مضحکہ اڑا رہے ہو" اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اتنا گیا گزرا ابھی نہیں ہوں کہ اپنے محسنوں کا مذاق اڑاتا پھروں" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو پھر تمہاری اس بات کو کیا سمجھوں۔ کسی ہوش مند سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ کسی ایسی عورت کے دل میں بسنے کی خواہش کرے جو روز ایک نئی آغوش کی زینت بنتی ہو۔"

"اگر ہوش مندی اسی کا نام ہے تو میں باز آیا" میں نے دونوں کانوں کو ہاتھ لگائے "معاشرہ جتنی عزت ان لوگوں کو دیتا ہے جو بغیر کسی مجبوری کے صرف اپنی دولت کے بل پر کسی کی مجبوریاں خریدتے ہیں میری نظر میں ایسے لوگ ان صاحب ثروت لوگوں سے کہیں زیادہ محترم ہوتے ہیں اور مجبوریاں خریدنے والے میری نظروں میں حشرات الارض سے بھی زیادہ بے وقعت ہوتے ہیں۔"

وہ ایک جھٹکے سے جھلنگی چارپائی میں گر گئی "تم انتہائی خطرناک آدمی معلوم ہوتے ہو" اس نے مجھے گھورتے ہوئے کہا "پولیس تمہارے پیچھے ہے اور تم اتنے سکون سے یہاں بیٹھے باتیں بنا رہے ہو۔"

"صرف میرے پیچھے نہیں ہے سونیا خانم! اس وقت تک پورا علاقہ گھیرے میں لے لیا جا چکا ہو گا اور کچھ عجب نہیں کہ ہر گھر کی تلاشی بھی لی جائے۔"

"ایسی کون سی واردات کر کے بھاگے ہو کہ تمہاری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خاطر پولیس اتنی دردسری مول لے گی۔"

"ایک غیر ملکی قتل ہو گیا ہے اور دوسرا شدید زخمی۔ اس کا جان بر ہونا ممکن معلوم نہیں ہوتا۔"

"دونوں قتل تم نے ہی کئے ہیں" وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔ بوکھلائی ضرور تھی مگر خوف زدہ نظر نہیں آ رہی تھی۔

"میرے پاس تو ایک قلم تراش چاقو بھی نہیں ہے۔ میرا قصور تو صرف اتنا ہے کہ میں اس بنگلے میں پھنس کر رہ گیا تھا۔ خود بھی قتل ہوتے ہوتے رہ گیا اور جب پولیس آئی تو ان کی نظروں میں آ گیا۔ اگر وہ مجھے گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میں کسی طرح بھی اپنی بے گناہی ثابت نہیں کر سکوں گا۔"

"تم نے مجھے مطمئن کرنے کے لئے یہ کہانی گھڑی ہے ورنہ درحقیقت تم نے ہی ان دونوں کو قتل کیا ہو گا۔"

"تو تمہیں یقین نہیں آیا" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "ہاں یہ حقیقت ہے کہ میں جھوٹ بول رہا تھا۔ ان دونوں کو میں نے ہی قتل کیا ہے اور سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ تمہیں بھی قتل کر دوں۔"

"میرا دل بہت کم زور ہے۔ مجھے ڈراؤ مت" وہ خوف زدہ سے انداز میں ہنسی "نہیں، تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے کوئی قتل نہیں کیا۔"

"تم کہہ رہی ہو تو پھر یہ ٹھیک ہی ہو گا" میں نے بڑی سعادت مندی سے کہا اور سر جھکا لیا۔

"یہ کیا بکواس ہے" وہ چڑ کر بولی "آخر تم مجھے سچی بات کیوں نہیں بتاتے؟"

"پہلے سچی بات بتائی تھی، اس پر تم نے یقین نہیں کیا۔ پھر جھوٹا الزام اپنے سر لیا۔ تم اس پر بھی یقین کرنے کو تیار نہیں، اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں" میں نے بے بسی سے کہا۔

"تم شاید مجھ سے خطرہ محسوس کر رہے ہو" اس نے تلخ لہجے میں کہا "اور ٹھیک ہی کر رہے ہو۔ مجھ میں ایسے کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے ہیں کہ تم مجھ پر یقین کر لو۔"

"شاید تم آرتھر نامی شخص سے واقف ہو جو یہاں سے چوتھے بنگلے میں رہتا ہے۔ میں اور میرا دوست اس کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہمارے سونے کے بعد چند نامعلوم افراد گھر میں گھس آئے۔ انہوں نے آرتھر کو ہلاک کر دیا۔ میں اپنے دوست کے ساتھ دریافت حال کے لئے کمرے سے نکلا تو ان لوگوں نے ہم پر بھی فائرنگ کی۔ بدقسمتی سے گولی میرے دوست کو لگی اور اس کو مہلک زخم آیا۔ میں محض اپنی خوش قسمتی کی وجہ سے بچ گیا۔ فائرنگ کی آواز سن کر کسی نے شاید پولیس کو فون کر دیا جو فوراً ہی آ پہنچی۔ میں بڑی مشکل سے عقبی دیوار پھاند کر وہاں سے بھاگا۔ آخری لمحے میں کسی کی نظر مجھ پر پڑ گئی اور انہوں نے مجھ پر فائرنگ کر دی۔"

"میں اپنی اس بات پر قائم ہوں کہ تم کوئی بہت خطرناک آدمی ہو۔ کسی آدمی نے دو شخص کو قتل ہوتے ہوئے دیکھا ہو تو اس کی حالت ویسے ہی غیر ہو جاتی ہے اور اگر کسی شخص کے پیچھے پولیس لگی ہوئی ہو تو وہ اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھ سکتا جب تک کہ خطرے سے نکل جانے کا یقین نہیں آ جائے لیکن تم۔ تم یوں اطمینان سے بیٹھے مجھ سے باتیں کر رہے ہو جیسے یہاں کسی دعوت میں آئے ہوئے ہو۔"

"یہ حقیقت ہے سونیا کہ میں بہت خطرناک آدمی ہوں مگر صرف اپنے دشمنوں کے لئے، دوستوں کے لئے بے ضرر ترین آدمی سے بھی بے ضرر ہوں۔"

"کچھ بھی ہو، اب تو تم میرے مہمان ہو اور تمہاری حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔"

"یہ سودا تمہیں بہت مہنگا پڑے گا۔ وہ لوگ مجھے تلاش کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیں گے۔ معاملہ ایک غیر ملکی کے قتل کا ہے۔"

"سونیا چونک پڑی "میں سمجھی تھی آرتھر کوئی مقامی عیسائی ہو گا۔"

"وہ امریکی قومیت کا حامل تھا اور یہاں ایک شپنگ کمپنی چلا رہا تھا۔ تم خود اندازہ کر لو کہ اس کے قتل پر پولیس کتنی سرگرمی دکھائے گی۔"

سونیا اٹھ کر ٹہلنے لگی "مجھے اندازہ نہیں تھا کہ معاملہ اس قدر گھمبیر ہے" اس نے پریشانی سے کہا "واقعی پولیس تمہیں ہرگز نہیں چھوڑے گی۔"

"تو تم کیوں پریشان ہو رہی ہو۔ پولیس اگر مجھ تک پہنچ گئی تو میری قسمت۔ تم تو اپنا کام کر چکیں۔"

میں نے خود کو صرف اعلیٰ طبقے تک محدود کر رکھا ہے" سونیا نے کہا "بہت سے افسران کے بھی مجھ سے روابط ہیں۔ میں سوچ رہی تھی کہ تمہیں بچانے کے لئے کس سے بات کروں۔"

میں نے بڑے غور سے اسے دیکھا۔ کچھ ہی دیر قبل وہ مجھ سے بے انتہا خوف زدہ تھی اور اب مجھے بچانے کے لئے اس قدر مضطرب ہو رہی تھی۔ اس کا یہ تضاد میری سمجھ سے بالاتر تھا۔

"یا تو تم مجھ سے اس قدر خوف زدہ تھیں کہ خوف سے بے ہوش ہونے والی تھیں یا اب یہ حال ہے کہ مجھے بچانے کے لئے ذرائع تلاش کر رہی ہو" میں نے اس سے براہ

راست ہی سوال کر لینا مناسب سمجھا۔

"تمہارا ذہن پور طرح کام کر رہا ہے" وہ مسکرا کر بولی "اپنی جان بچانے کے بجائے تمہیں یہ فکر زیادہ ہے کہ میں کون سا کام کیوں کر رہی ہوں۔ اس سے میرے اندازے کی تائید ہوتی ہے۔ تم بہت گہرے آدمی ہو۔ تمہاری جگہ کوئی عام آدمی ہوتا تو اس کے ہاتھ پیر پھولے ہوئے ہوتے اور اسے اس بات سے قطعی سروکار نہ ہوتا کہ اس کی جان کس طرح بچ رہی ہے۔"

"یہ میرے سوال کا جواب تو نہیں ہے۔"

وہ دوبارا چارپائی پر بیٹھ گئی "تم ٹھیک ہی سمجھے۔ اس دنیا میں ہر آدمی خود غرض ہے۔ میں اگر تمہارے لئے کچھ کرنا چاہتی ہوں تو اس میں بھی کوئی غرض پوشیدہ ہے۔"

"مجھے پناہ دے کر جو احسان تم مجھ پر کر چکی ہو اس کے بعد تمہیں مزید کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے جواب میں اگر میں تمہارے کسی کام آسکا تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"کام آنے کے لئے تمہارا آزاد رہنا بھی تو ضروری ہے۔ اگر تم ہی کام آ گئے تو پھر میرے کام کون آئے گا؟"

"مجھے سر چھپانے کے لئے ایک عدد ٹھکانہ درکار تھا۔ جو تمہارے طفیل مجھے میسر آ گیا۔ اب پولیس مجھے کبھی گرفتار نہیں کر سکے گی۔"

پہلے تو تم کہہ رہے تھے کہ وہ پورے علاقے کو گھیرے میں لے کر تمہیں تلاش کریں گے اب اس قدر مطمئن ہو گئے ہو؟"

"ان کے پاس میری کوئی شناخت نہیں" میں نے مسکرا کر کہا "کوئی میری صورت بھی نہیں دیکھ سکا۔ میں بھاگتے ہوئے پکڑا جاتا تو بات دیگر تھی۔ اب تو میں انہیں شبہ تک نہیں ہونے دوں گا۔"

وہ ایک طویل سانس لے کر رہ گئی "تو تمہارے اطمینان کی یہ وجہ ہے" اس نے کہا "لیکن اس کے لئے بھی تمہیں میرا تعاون درکار ہو گا۔"

"اس بات سے میں نے کب انکار کیا ہے۔ تم نے اگر ساتھ نہ دیا تو میں مارا جاؤں گا۔"

سونیا کسی سوچ میں ڈوب گئی پھر چند لمحے بعد بولی "تم نے ابھی تک میرے بارے میں نہیں پوچھا؟"

"مناسب سمجھو گی تو تم خود ہی بتا دو گی۔ ویسے بھی شاید مجھے اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ میں تمہاری ذات کے بارے میں کرید کروں۔"

"تمہیں تو معلوم ہی ہو گا جب سے ایرانی فوجیں بصرہ کے نواح تک پہنچی ہیں یہاں کے لوگوں میں بہت بے چینی پائی جاتی ہے۔ بہت سے لوگوں نے بصرہ چھوڑ کر دوسرے شہروں کا رخ کیا ہے۔ یہ بنگلا بھی ایک ایسے ہی شخص کا ہے۔ وہ اپنے خاندان سمیت عارضی طور پر یہاں سے منتقل ہو گیا۔ چونکہ جنگ ختم ہونے کے آثار نظر نہیں آتے اس لئے ملازمین کو بھی رخصت کر دیا گیا ہے۔ مجھ جیسے بہت سے لوگوں نے ایسے ہی خالی مکانات کو اپنا مسکن بنا لیا ہے۔ اس کوٹھری میں ایک بوڑھا مالی رہا کرتا تھا وہ بھی اپنے گاؤں چلا گیا اور میں نے یہاں اپنا ٹھکانہ بنا لیا۔"

"تمہاری مالی حالت تو بہت اچھی ہو گی سونیا! تمہیں یہ زحمت اٹھانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"جنگ کی وجہ سے مہنگائی بہت بڑھ گئی ہے۔ پہلے میں ایک مہنگے فلیٹ میں رہا کرتی تھی۔ اب میرا کاروبار بھی متاثر ہوا ہے۔ میرے سامنے دو ہی صورتیں تھیں۔ یا تو خود کو ارزاں کر دوں یا پھر اپنے اخراجات میں تخفیف کر لوں۔ میں نے دوسری صورت کو ترجیح دی۔ خود کو ارزاں اور عام کر دینا مجھے گوارا نہیں ہوا۔"

"تمہیں کسی بات کی کیا کمی ہو سکتی ہے سونیا! تمہارے حلقے میں تو بڑے بڑے لوگ شامل ہیں جو تمہارے ایک اشارے پر تمہارے لئے کچھ بھی کر سکتے تھے؟"

"بہت سے اب بھی متمنی ہیں کہ میں اب بھی انہی کی ہو رہوں۔ کئی ایک نے مجھے رہائش اور کار تک کی بھی آفر کی مگر میں نے انہیں ٹال دیا۔ جسم کا سودا کرنا تو میری مجبوری ہے، میں اپنی آزادی کا سودا کیوں کر کرلوں۔ یہ تو کاروبار ہے علی! کاروبار میں خود کو گروی نہیں رکھا جا سکتا۔ روح کا سودا نہیں کیا جا سکتا۔ جسم فروشی تو بہت تھوڑے سے وقت کے لئے ہوتی ہے اور اس کے عوض معاوضہ بھی بھرپور ملتا ہے۔ کسی ایک کی ہو رہوں گی تو پھر یہ کاروبار کہاں رہے گا۔ یہ تو ملازمت ہو جائے گی بلکہ ملازمت سے بھی کئی ہاتھ آگے کی چیز یعنی غلامی۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو" میں نے اس کی باتوں سے متاثر ہو کر کہا "لیکن کیا تم نے اتنا بھی جمع نہیں کیا کہ کچھ برے دن گزار سکو؟"

جمع کرنے کے لئے کچھ بچتا تو اس پیشے ہی کو خیرباد نہ کہہ دیتی۔"

"تم تنہا ہو، تمہارے اخراجات اتنے زیادہ کس طرح ہو سکتے ہیں کہ تمہاری آمدنی ان کے سامنے ماند پڑ جائے" میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے حیرت سے کہا۔

"میرے والدین زندہ ہیں" اس نے دھیمی آواز میں کہا "گیارہ بہن بھائی ہیں۔ میرے والدین کا پیشہ زراعت ہے۔ دیگر بہت سے کسانوں کی طرح وہ بھی زمینداروں کے قرضوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ کبھی ہماری زمینیں ہوا کرتی تھیں۔ اب کچھ بھی نہیں بچا۔ مجھے نہیں معلوم یہ نقصان کس طرح شروع ہوا تھا لیکن میرے والد کو قرض کی ضرورت پڑی تھی جو انہوں نے اس خیال سے سود پر لے لیا تھا کہ آئندہ فصل پر ادا کردیں گے مگر ایسی کوئی خوش نصیب فصل کبھی نہیں آئی جس کے ذریعے قرض سے مکمل چھٹکارا حاصل ہوپاتا۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے گھر میں تنگ دستی کا دور دورہ پایا ہے۔ میں نے اپنے والدین کا سہارا بننے کا فیصلہ اٹھارہ سال کی عمر میں کیا تھا۔ میں گھر سے فرار ہوگئی تھی۔ شہر آکر میں نے بڑے دھوکے کھائے اور بالا خراب میں دھوکا دینا سیکھ گئی ہوں۔ میں نے لوگوں کی جیبیں ہلکی کرنے کا ہنر سیکھ لیا ہے۔ میرے والدین سمجھتے ہیں کہ ان کی بیٹی کو شہر میں کوئی عمدہ ملازمت مل گئی ہے۔ جنگ کی وجہ سے حالات خراب نہ ہوگئے ہوتے تو شاید میں اپنے والدین کو قرض کے اس بوجھ سے بہت پہلے آزاد کرچکی ہوتی۔ مگر اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ زیادہ سے زیادہ ایک آدھ سال اور لگے گا۔"

میں خاموش تھا۔ وہ بھی خاموش ہوگئی تھی۔ پولیس والوں کی طرف سے لاؤڈ اسپیکر پر اعلان کیا جارہا تھا کہ ایک خطرناک مجرم فرار ہوگیا ہے۔ لوگ اپنے گھروں ہی میں رہیں اور دروازے کھڑکیاں اچھی طرح بند رکھیں۔

اعلان سن کر سونیا نے تشویش سے میری طرف دیکھا "وہ تو اعلانات کررہے ہیں۔ اب کیا ہوگا؟" اس نے کہا۔

"ہم دونوں میاں بیوی ہیں اور یہاں ملازم ہیں۔ گھر کے مالکان گئے ہوئے ہیں اور نگرانی کے لئے یہاں ہمیں چھوڑ گئے ہیں۔"

"ہاں' یہ ٹھیک رہے گا۔ اس طرح انہیں زیادہ شبہ کرنے کا موقع بھی نہیں مل سکے گا۔"

"اگر وہ میری تلاش میں ادھر آنکلے تب بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں پوچھیں گے کہ ہم نے کسی مشکوک آدمی کو تو نہیں دیکھا" میں نے کہا "اب تم یہ بتاؤ کہ تم نے رہنے کے لئے سرونٹ کوارٹر کو ہی کیوں منتخب کیا۔"

"پھر اور کیا کرتی۔ عمارت تو مقفل ہے نہ ہوتی تب بھی مجھ میں اتنی ہمت کہاں کہ اتنی دیدہ دلیری سے کسی اور کے گھر میں رہ سکوں۔ آخر تم یہاں بھی تو رہ رہی ہو۔ یہاں اور وہاں میں کیا فرق ہے؟"

"یہاں سامان کچھ نہیں ہے۔ اگر مکین واپس آجائے تب بھی کوئی خطرہ نہیں ہے۔ لیکن وہاں مجھ پر الزام بھی آسکتا ہے۔"

"تمہاری بات معقول ہے مگر اب ہم یہاں نہیں رہیں گے۔ مجھے دروازے تک لے چلو' میں تالا کھولوں گا۔"

اس نے بہت احتجاج کیا مگر میں نے اس کی ایک نہ سنی۔ اسے یہ سمجھانا مشکل تھا کہ اس سرونٹ کوارٹر میں ہم کم محفوظ ہیں۔ بڑے گھر کے مکینوں سے پولیس بھی کتراتی ہے۔

پہلے ہم نے عقبی دروازہ آزمایا مگر وہ اندر سے بند تھا آخر ہم سامنے والے دروازے پر پہنچے۔ سڑک پر پولیس والوں کی غیر معمولی سرگرمیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ شاید انہوں نے ہر گھر کے مکینوں سے پوچھ کچھ کا سلسلہ شروع کردیا تھا۔ سونیا سہم گئی۔

"تم اپنے ساتھ مجھے بھی مرواؤ گے" اس نے سرگوشیانہ انداز میں کہا "اگر کسی نے ہمیں اس طرح دروازہ کھولتے ہوئے دیکھ لیا تو پھر ہماری خیر نہیں ہے۔"

"یہ سب میرے سوچنے کی باتیں ہیں" میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا "ان کے باپ کو بھی کچھ پتا نہیں چل سکے گا۔"

وہ میرے ساتھ تقریباً گھسٹتی ہوئی مرکزی دروازے تک آئی۔ وہ بار بار خوفزدہ انداز میں سڑک کی طرف دیکھنے لگتی تھی۔ دروازے کے سامنے پہنچ کر میں دروازے پر جھک گیا اور دروازے کو اپنے ہاتھ میں موجود تار کی مدد سے غیر مقفل کرنے میں مجھے آدھ منٹ سے زیادہ نہیں لگا۔ سونیا میری مہارت دیکھ کر حیران رہ گئی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر میں اس کا ہاتھ پکڑ کر تیزی سے اندر داخل ہوا اور دروازہ بند کرلیا۔ اب میں ہر اعتبار سے محفوظ تھا مگر بعد میں میرا یہ خیال غلط ثابت ہوا۔

میں نے ٹٹول کر دیوار پر سوئچ بورڈ تلاش کیا اور لائٹ آن کردی۔ ہم فوجی طرز کے بنگلے میں کھڑے تھے۔ دائیں ہاتھ کی طرف ڈرائنگ روم تھا اور سامنے کی طرف لاؤنج تھا۔ سامان پر گرد کی خفیف سی تہہ نظر آرہی تھی۔ ہم ڈرائنگ روم میں آکر صوفے پر بیٹھ گئے۔

"تم نے کتنی جلدی تالا کھول لیا" سونیا نے کہا "سچ بتاؤ کیا تم کوئی پیشہ ور چور ہو۔"

خواہ مخواہ کی باتوں سے بور مت کرو۔ یہاں ضرورت کی ہر چیز موجود ملے گی۔ سونے کے لئے عمدہ سامان سے مزین سجی سجائی خواب گاہیں بھی موجود ہوں گی۔ اب تم میری مہمان ہو۔"

"تمہیں مہمانی اور میزبانی کی پڑی ہوئی ہے اور مجھے جان بچانے کی فکر کھائے جارہی ہے۔ معلوم نہیں ہمیں گرفتار کرنے کے بعد ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔"

میں نے ایک بلند آہنگ قہقہہ لگایا "اس کے بجائے اگر تم چائے بنانے کی فکر کرو تو کتنا اچھا ہو۔ شاید چائے کا سامان مل جائے۔۔۔ مگر نہیں' تم رہنے دو۔ میں خود ہی چائے بنالوں گا۔"

"تم کیوں چائے بنالو گے۔ کسی چکر میں مت رہنا۔ تم اب بھی میرے مہمان ہو۔"

"میں تو اس خیال سے کہہ رہا ہوں کہ تم نے عرصہ دراز سے کچن کا کام نہیں کیا ہوگا۔"

"یہ تمہاری بھول ہے۔ بنیادی طور پر میں ایک دیہاتی لڑکی ہوں۔ گھر کے سارے کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرسکتی ہوں اور پھر یہاں بھی میں نے عیش و عشرت کی زندگی نہیں گزاری ہے۔ تمہیں سب کچھ تو بتا چکی ہوں۔"

"میری بات سے تمہیں تکلیف پہنچی' میں معذرت چاہتا ہوں اور اس کی تلافی اس طرح ہوگی کہ میں بدستور تمہارا مہمان رہوں گا۔"

وہ ہنس کر اٹھ کھڑی ہوئی "تم بیٹھو' میں دیکھتی ہوں۔ معلوم نہیں کچن میں چائے کا پورا سامان ہوگا بھی یا نہیں۔"

وہ ڈرائنگ روم سے چلی گئی اور میں ڈرائنگ روم کی آرائش کا جائزہ لینے لگا۔ اس بنگلے کے مکین نہ صرف دولت مند تھے بلکہ باذوق بھی تھے۔ ہر چیز سے نفاست ٹپکتی تھی۔

ابھی میں ڈرائنگ روم کا جائزہ لے ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجنے لگی اور میں چونک اٹھا۔ ٹیلی فون لائن کا بحال ہونا میرے لئے باعث حیرت تھا۔ مکین اگر زیادہ عرصے کے لئے باہر جائیں تو انہیں یہ سہولت حاصل ہوتی ہے کہ ٹیلی فون ڈپارٹمنٹ سے کہہ کر عارضی طور پر لائن بند کراسکتے ہیں۔ اس طرح وہ لائن رینٹ ادا کرنے سے بچ جاتے ہیں اور محکمہ ٹیلی فون اس نمبر کو عارضی طور پر کہیں اور استعمال کرسکتا ہے۔ پھر مجھے خیال آیا کہ بچت کا یہ پہلو تو غریب لوگ اپنی نظروں میں رکھتے ہیں۔ جن کے پاس دولت کی فراوانی ہوتی ہے وہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں کہاں خاطر میں لاتے ہیں۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی رہی مگر میں نے ریسیور نہیں اٹھایا۔ امکان یہی تھا کہ کوئی رانگ نمبر مل گیا ہوگا۔ گھنٹی کی آواز سن کر سونیا ڈرائنگ روم میں چلی آئی تھی مگر اب گھنٹی بجنا بند ہوگئی تھی۔

"میں تمہیں پہلے ہی منع کررہی تھی۔ اب ہم طرح طرح کے جھنجٹوں میں پھنس جائیں گے۔ وہاں سرونٹ کوارٹر میں سکون تو تھا۔"

"ارے اس سے کیا فرق پڑتا ہے" میں نے ہنس کر کہا "اور زندگی تو ویسے ہی جھمیلوں کا نام ہے پرسکون زندگی تو بے کیف ہوجاتی ہے۔"

سونیا نے برا سا منہ بنایا "باورچی خانے میں ہر قسم کا سامان موجود ہے۔ تم چائے پیو گے یا قہوہ۔"

"اس وقت تو چائے کا ہی موڈ ہے۔ اگر دودھ نہ ہو تو قہوہ ہی چلے گا۔"

"خشک دودھ موجود ہے۔ میں چائے بنالاتی ہوں" وہ واپسی کے لئے پلٹتے ہوئے بولی مگر اسی وقت دوبارا فون کی گھنٹی بجنے لگی اور اس نے پلٹ کر مجھے گھورا "اب اس سے کس طرح نمٹو گے۔"

کوئی مسئلہ نہیں ہے" میں نے بے پروائی سے کہا "پہلے میں سمجھا تھا شاید کوئی رانگ نمبر مل گیا ہے مگر معلوم ہوتا ہے کوئی اسی نمبر پر رنگ کررہا ہے۔ ابھی دیکھے لیتا ہوں۔"

میں نے فون کا ریسیور اٹھا کر کان سے لگالیا مگر کچھ نہیں بولا دوسری طرف بھی سناٹا چھایا ہوا تھا۔ چند لمحے انتظار کرنے کے بعد میں نے ہیلو کہا۔ میری آواز سے گویا لائن میں جان پڑگئی مگر جس قسم کی جان پڑی اس نے میری جان نکال کر رکھ دی۔ میرا ارادہ تھا کہ رانگ نمبر کہہ کر فون بند کردوں مگر دوسری طرف سے بولنے والے نے کسی قسم کی تصدیق کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی۔

"مسٹر نارمن شیلوف" دوسری طرف سے آنے والی آواز میری سماعت سے ہتھوڑے کی طرح ٹکرائی۔

"معاف کیجئے گا' یہاں اس نام کا کوئی آدمی نہیں رہتا" میں نے حتی الامکان پرسکون آواز میں کہا مگر میں خود بھی محسوس کررہا تھا کہ میرا سکون نہ صرف رخصت ہوچکا ہے بلکہ میں اپنی آواز کو پوری طرح پرسکون رکھنے میں بھی ناکام ہوگیا ہوں۔ میں تو خود کو محفوظ تصور کررہا تھا۔ آخر کوئی اس بات سے کس طرح واقف ہوا کہ میں یہاں موجود ہوں۔

دوسری طرف سے جواب میں ایک قہقہہ سنائی دیا "ہم چاہیں تو تمہاری پناہ گاہ کو جو ہے وان میں تبدیل کردیں مگر ہم اپنا شکار خود ہی کھیلتے ہیں' یاد رکھنا تم ہمارے شکار ہو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"معلوم نہیں تم کیا بے پر کی ہانک رہے ہو" میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ کہا "میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا؟"

"تم خوش قسمت تھے جو ہمارے ہاتھوں سے بچ نکلے ورنہ آرتھر اور نارمنڈ کی طرح تم بھی اس وقت دوسرے جہان میں ہوتے لیکن بے فکر رہو ہم پولیس کو مطلع کرکے تمہاری پناہ گاہ کو جو ہے وہ ان میں تبدیل نہیں کریں گے۔"

مجھے ایک بات کی بہرحال خوشی ہوئی تھی۔ ان کی باخبری خاصی ہوش ربا تھی مگر وہ میری اصل حیثیت سے بے خبر تھے اور اس خراب صورت حال میں یہ ایک خیال بھی خاصا خوش گوار تھا۔

"میں اندازہ لگانے کی کوشش کررہا ہوں کہ تم کون ہوسکتے ہو مگر شاید میں تم لوگوں سے واقف ہی نہیں ہوں۔"

"کیا تم آرتھر کے کمرے کی طرف نہیں گئے تھے مسٹر نارمن؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"اس کی لاش کے علاوہ وہاں اور تھا ہی کیا؟" میں نے کہا۔

"کمرے کے دروازے پر سرخ رنگ کی وہ علامت ایسی تو نہیں تھی جو آسانی سے نظرانداز کردی جائے۔"

"ہاں' میں نے دیکھا تھا' وہاں ضرب کا نشان بنا ہوا تھا" میں نے جلدی سے کہا "مگر اس کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آسکا۔"

"تم میں حس مزاح بھی موجود ہے نارمن! تمہارا شکار کرنے میں کچھ زیادہ ہی لطف آئے گا۔"

"اگر یہ حس مزاح ہے تو اس مزاح کا مظاہرہ تمہاری طرف سے کیا گیا ہے۔ وہ نشان میں نے تو نہیں بنایا تھا۔"

"کل کلاں کو تم نے آئی کو ون یا او کو زیرو کہنا شروع کردیا تو کوئی تمہارا کیا بگاڑ لے گا" اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہوگیا۔

میں نے الجھے ہوئے انداز میں ریسیور کریڈل پر واپس رکھ دیا۔ میرا ذہن اس کے آخری جملے میں الجھا ہوا تھا مگر سونیا نے مجھے کچھ سوچنے ہی نہیں دیا۔

"کس کا فون تھا' کیا کہہ رہا تھا' تم کچھ پریشان سے ہوگئے ہو۔"

"میں بہت زیادہ پریشان ہوگیا ہوں سونیا" میں نے کہا "مجھے نہیں معلوم کہ فون پر کون تھا مگر جو بھی تھا وہ مجھ سے بخوبی واقف ہے۔"

"تب تو وہ پولیس کو اطلاع دے کر تمہیں گرفتار کروا سکتا ہے" سونیا تشویش سے بولی۔

"ارے بابا تم سے ایک کام کہا تھا' وہ تو تم سے ہو نہیں رہا' یہیں کھڑی سوال جواب کئے جارہی ہو۔"

سونیا جھنجلائے ہوئے انداز میں کچن کی طرف جانے کے لئے پلٹی مگر ابھی چائے میرے نصیب میں نہیں تھی۔ اس بار کال بیل بج اٹھی تھی۔

"لو' ایک اور مصیبت آگئی" سونیا رکتے ہوئے بولی "اب اسے کون بھگتے گا۔"

"بے فکر رہو' اسے بھی میں ہی بھگتوں گا" میں نے دیوار پر نصب انٹرکام کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اس انٹرکام کا تعلق گیٹ سے تھا "کون صاحب ہیں؟" میں نے انٹرکام کے ریسیور میں کہا۔

"گیٹ کھولئے جناب! پولیس" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"وہ' ایک منٹ انتظار کیجئے میں حاضر ہورہا ہوں" میں نے کہا اور ریسیور رکھ کر سونیا سے بولا "پولیس آئی ہے۔ میں گیٹ کھولنے جارہا ہوں' تم ... سے قریب ہی رہنا۔"

میں اس کے جواب کا انتظار کئے بغیر تیزی سے باہر نکلا اور جاکر گیٹ کی ذیلی کھڑکی کھول دی "یہ ... سب انسپکٹر صاحب! پہلے فائرنگ ہوئی' اس کے بعد آپ کی طرف سے اعلانات ہوئے کہ کوئی خطرناک مجرم فرار ہوگیا ہے۔"

اپنے لئے میرے منہ سے انسپکٹر کا خطاب سن کر میرے سامنے موجود سب انسپکٹر کا سینہ فخر سے پھول گیا "جی ہاں' وہ بہت خطرناک مجرم ہے جناب! ہم اسے پورے علاقے میں تلاش کررہے ہیں۔ اس طرف تو کوئی نہیں آیا؟" سب انسپکٹر نے پوچھا۔

"میں اور میری بیوی فائرنگ کی آوازیں سن کر جاگے تھے اور جب سے جاگ رہے ہیں۔ ہمیں تو ایسی کوئی علامت نظر نہیں آئی۔ آپ چاہیں تو اپنا اطمینان کرلیں۔"

"یہ بہت ضروری ہے جناب!" سب انسپکٹر نے اپنے ساتھ موجود پولیس والوں کو اندر جاکر تلاشی لینے کا اشارا کیا اور وہ سب کمپاؤنڈ میں داخل ہوگئے۔

"جب تک یہ لوگ کمپاؤنڈ کی تلاشی لیں کیوں نہ آپ میرے ساتھ ایک کپ چائے پی لیں' میری بیوی چائے بنانے ہی والی تھی۔"

"جی تو بہت چاہ رہا ہے مگر اس میں دیر لگ جائے گی" سب انسپکٹر نے للچائے ہوئے انداز میں کہا۔

"انسپکٹر صاحب کے لئے جلدی سے قہوہ بنالو سونیا!" میں نے وہیں سے آواز دے کر کہا "یہ بہت جلدی میں ہیں۔"

"ابھی لائی جان" اس نے بھی پکار کر کہا اور میں نے سب انسپکٹر کو اندر چلنے کی دعوت دی جو اس نے معمولی سی رد و قدح کے بعد قبول کرلی۔

ہم ڈرائنگ روم میں پہنچ کر ٹھیک سے بیٹھنے بھی نہیں پائے تھے کہ ایک بار پھر مصیبت نازل ہوئی۔ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں دانت پیسے مگر بظاہر خوش اخلاقی کے ساتھ سب انسپکٹر سے معذرت کرکے فون کا ریسیور اٹھالیا "ہیلو' کون صاحب بات کررہے ہیں" میں نے کہا۔

دوسری طرف سے اسی شخص کی آواز سنائی دی جس کی آواز میں نے اس سے قبل فون پر سنی تھی "مبارک ہو نارمن شیلوف" اس نے کہا "تم پولیس کو جل دینے میں کامیاب ہوگئے' ہماری خواہش بھی یہی تھی۔"

"او ہاں' میں نے تمہاری آواز پہچان لی ہے" میں نے کن انکھیوں سے سب انسپکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اتنی صبح فون کرنے کی کیا ضرورت پڑگئی۔"

"ہمیں معلوم ہے تم اس وقت کھل کر بات نہیں کرسکو گے" معنی خیز لہجے میں کہا گیا "غالباً سب انسپکٹر کی خاطر تواضع کررہے ہوگے۔"

"پندرہ منٹ بعد فون کرنا' کوئی مجرم فرار ہوگیا ہے' پولیس اسے تلاش کررہی ہے۔ اس وقت یہاں انسپکٹر صاحب موجود ہیں' تفصیلی گفتگو نہیں کرسکوں گا۔"

تم نے اسے خوب مکھن لگایا ہے۔ وہ تو اپنے لئے انسپکٹر کا لفظ سن کر خوشی سے پھول گیا ہوگا۔ اسے کیا معلوم کہ جس کی تلاش میں اس کے ماتحت کمپاؤنڈ کو کھنگال رہے ہیں وہ تو اس وقت اس کے ساتھ ڈرائنگ روم موجود ہے۔"

"نہیں' زیادہ دیر نہیں لگے گی۔ بس وہ پندرہ منٹ کے اندر اندر رخصت ہوجائیں گے" میں نے کہا اور فون بند کردیا۔

سونیا تین منٹ کے اندر اندر قہوہ تیار کرکے لے آئی۔ سب انسپکٹر نے اسے گہری نظروں سے دیکھا مگر کچھ کہا نہیں' قہوہ دے کر سونیا ڈرائنگ روم سے چلی گئی تھی۔

قہوہ پینے کے دوران ہی پولیس والوں نے کمپاؤنڈ کی تلاشی لے ڈالی تھی اور آل کلیر کی رپورٹ دے دی تھی۔ انہیں تو ایک مشکوک آدمی کی تلاش تھی جو ظاہر ہے انہیں وہاں نہیں مل سکا تھا۔

سب انسپکٹر نے جلدی جلدی قہوہ حلق سے انڈیلا اور واپس جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"فرض کیجئے آپ لوگوں کے جانے کے بعد وہ مجرم عقبی دیوار کود کر اندر گھس آئے تو آپ کو کیسے علم ہوگا؟" میں نے سب انسپکٹر سے کہا۔

"ہر طرف پولیس موجود ہے جناب! وہ ہماری نظروں سے بچ کر نہیں نکل سکے گا تاہم احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کھڑکیاں اور دروازے بند رکھیں۔ کم از کم دن نکلنے تک تو بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔"

سب انسپکٹر کو رخصت کرکے میں سونیا کی طرف مڑا "میں نے تم سے کہا تھا نا کہ تم خواہ مخواہ گھبرا رہی ہو۔ اب دیکھ لو پولیس کتنی مطمئن ہوکر گئی ہے۔"

"یہ تمہارا ہی حوصلہ ہے کہ تم نے اتنی بے خوفی سے پولیس کا سامنا کرلیا" سونیا بولی "لیکن علی' اس پولیس والے کی موجودگی میں بھی تو ایک فون آیا تھا؟"

"تم نے قہوہ اتنی جلدی کیسے تیار کرلیا۔ میں تو حیران ہی رہ گیا" میں نے اس کی بات اڑا کر کہا۔

"ٹالنے کی کوشش مت کرو علی" سونیا سنجیدگی سے بولی "آخر وہ کون شخص ہے جو تمہاری یہاں موجودگی سے واقف ہے؟"

"سچ تو یہ ہے کہ میری یہاں موجودگی سے تمہارے علاوہ کوئی بھی واقف نہیں ہے اور اس سے بھی بڑی حقیقت یہ ہے کہ پورے بصرے میں مجھے کوئی نہیں جانتا۔"

"تم بہت زیادہ پراسرار ثابت ہورہے۔ کیا فون پر تمہیں کوئی دھمکی بھی دی گئی ہے؟"

"ہاں" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "وہ پولیس کو میرے بارے میں مطلع کرنے کے بجائے خود میرا شکار کھیلیں گے۔"

"کیا!" سونیا کا منہ حیرت سے کھل گیا "انہوں نے تمہیں قتل کرنے کی دھمکی دی ہے اور تم بالکل بھی خوف زدہ نہیں ہو؟"

"اگر میرے خوف زدہ ہونے سے ان لوگوں کو نقصان پہنچنے کا ذرا سا بھی امکان ہو تو میں فوری طور پر خوف زدہ ہونے کو تیار ہوں۔"

سونیا نے عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھا "کیا تم ان لوگوں سے واقف ہو؟"

"نہیں' اگر مجھے ان کے بارے میں کچھ معلوم ہوتا تو وہ مجھے دھمکیاں دینے کے لئے زندہ نہ رہتے۔"

"ان کے بارے میں کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سونیا نے پوچھا۔

"بالکل بھی نہیں" میں نے کہا "اندازہ لگانے کے لئے بھی کچھ نہ کچھ تو معلوم ہونا ضروری ہے' ہوا میں کیا اندازے لگاؤں۔"

"گویا تم نے شکار ہونے کا فیصلہ کرلیا ہے" سونیا نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"یہ تو وقت بتائے گا کہ کون کس کا شکار کرتا ہے۔ تم کیوں پریشان ہوتی ہو۔"

"تم یقین دیکھ کر حیرت ہوتی ہے" سونیا بڑبڑائی "معلوم نہیں تم کس بات پر اکڑ رہے ہو؟"

"اس وقت تو پورا علاقہ پولیس کے گھیرے میں ہے لہٰذا ان کی طرف سے مجھ پر کوئی حملہ ہوا تو اس وقت ہوگا جب پولیس مطمئن ہو کر یہاں سے رخصت ہو جائے گی۔"

"پولیس کو تو بالآخر یہاں سے رخصت ہونا ہے' زیادہ سے زیادہ دوپہر تک یہاں موجود رہے گی۔ اس کے بعد تم کیا کرو گے؟"

"معلوم نہیں تم کیا جاننا چاہتی ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ ابھی تک میں کوئی لائحہ عمل طے نہیں کرسکا ہوں تاہم ذہن میں بعض ایسی باتیں ضرور ہیں جن کی بنا پر مجھے یقین ہے کہ میں اپنی تمام تر بے خبری اور لاعلمی کے باوجود نہ صرف اپنے دفاع میں کچھ نہ کچھ کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ان پر کوئی کاری ضرب بھی لگا سکوں۔"

"تم کہیں پاگل تو نہیں ہو۔ اس قسم کا دعویٰ ان لوگوں کے بارے میں کر رہے ہو جن کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ اندھیرے سے آئے ہوئے تیر کا رخ کون موڑ سکتا ہے؟"

اس کے سوال جواب سے مجھے جھنجلاہٹ ہونے لگی تھی۔ میں سکون سے سوچنا چاہتا تھا اور وہ بلائے بے درماں کی طرح میرے سر پر مسلط تھی مگر میں اسے کچھ کہہ نہیں سکتا تھا' آخر وہ میری محسنہ تھی۔

"دراصل بعض باتیں تمہارے علم میں نہیں ہیں اس لئے تم تشویش کا شکار ہو رہی ہو" میں نے پرسکون لہجے میں کہا۔

"مثلاً؟" اس نے حجت کی اور مجھے بہت بری طرح غصہ آگیا مگر میں نے اب بھی خود پر قابو ہی رکھا۔

"مثال کے طور پر تم میری صلاحیتوں سے واقف نہیں ہو" میرے لہجے میں جھنجلاہٹ نہیں تھی مگر میری زبان سے جو الفاظ نکلے تھے وہ میری جھنجلاہٹ کے غماز تھے۔

"تمہاری ایک خصوصیت کی تو میں قائل ہو گئی' بدترین حالات میں بھی تم پرسکون ہی رہتے ہو' اس کے علاوہ کوئی اور بات بتاؤ۔"

میں نے سوچا اگر میں نے اسے مطمئن نہ کیا تو وہ مستقل میرے سر پر سوار رہے گی لہٰذا بہتر یہی ہے کہ جو کچھ میرے ذہن میں ہے اسے بتا دوں۔

"سب سے بڑی بات یہ ہے کہ فون کرنے والا میری نقل و حرکت سے واقف ہے۔ انتہا تو یہ ہے کہ اس نے عین اس وقت فون کیا جب پولیس یہاں موجود تھی اور تلاشی لے رہی تھی۔ نہ صرف فون کیا بلکہ اس بات کا حوالہ بھی دیا کہ پولیس یہاں کی تلاشی لے رہی ہے۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ میرے پاس جو پولیس افسر بیٹھا تھا' اس کا عہدہ انسپکٹر نہیں بلکہ سب انسپکٹر تھا۔"

سونیا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں "مجھے ان باتوں پر یقین نہیں آرہا علی! آخر کوئی شخص اتنا باخبر کس طرح ہوسکتا ہے؟"

"میں اس نکتے پر غور کر رہا ہوں۔ تم بھی غور کرو' مجھے یقین ہے کہ کامیابی کی کرن اسی نکتے سے پھوٹے گی۔"

سونیا غور کرنے بیٹھ گئی اور اس دوران مجھے بھی سوچنے کا تھوڑا بہت موقع مل گیا۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ فون پر جس شخص نے مجھ سے گفتگو کی تھی وہ آواز بدل کر بول رہا تھا۔ آواز بدل کر آدمی اسی وقت بولتا ہے جب اسے پہچان لئے جانے کا خطرہ ہو اور پہچاننے کے لئے پہلے سے واقف ہونا ضروری ہوتا ہے۔ تو کیا یہ ذاتی دشمنی کا کوئی کیس تھا' کہیں وہ شخص نارمن شیلوف کا دشمن تو نہیں تھا۔

ذرا سا غور کرنے کے بعد مجھے اپنا نظریہ رد کر دینا پڑا۔ وہ جو کوئی بھی تھا' اس کے اور نارمن شیلوف کے درمیان شناسائی نہیں ہوسکتی تھی۔ اس لئے کہ آرتھر کے بنگلے سے فرار ہونے کے بعد مجھے نارمن شیلوف کی آواز میں بولنے کی کوئی ضرورت نہیں رہی تھی مگر میں اب بھی آواز بدل کر بول رہا تھا۔ اگر وہ شخص نارمن شیلوف کا شناسا تھا تو اسے آواز سے پہچان لینا چاہئے تھا کہ میں نارمن شیلوف نہیں بلکہ کوئی اور ہوں مگر ایسا نہیں ہوا اس نے مجھے نارمن شیلوف سمجھ کر ہی گفتگو شروع کی تھی اور آخر تک اسی حیثیت میں گفتگو کرتا رہا تھا۔

عراق میں میری موجودگی کے راز سے ملٹری انٹیلی جنس کے چند لوگ واقف تھے۔ ان کے علاوہ میری اصل حیثیت کسی کے علم میں بھی نہیں تھی۔ نارمن شیلوف کی حیثیت

سے بھی انٹیلی جنس کے چند افراد کے سوا صرف چار افراد مجھے جانتے تھے' آرتھر' نارمنڈو' آرتھر کا ملازم اور اس کی سیکریٹری... آرتھر اور نارمنڈو تو مر چکے تھے۔ آرتھر کے ملازم کے بارے میں بھی مجھے یقین تھا کہ ان لوگوں نے اسے ہرگز زندہ نہیں چھوڑا ہوگا۔ اب صرف آرتھر کی سیکریٹری باقی رہ جاتی تھی تو اس سے میری گفتگو ہوئی تھی وہ میری آواز سے تو خیر واقف ہی تھی لیکن اس کے بارے میں یہ سوچنا عبث تھا کہ وہ ایسی کسی حرکت میں ملوث ہوسکتی ہے۔ آرمی انٹیلی جنس کے افراد سے ویسے ہی اس قسم کی بچکانہ حرکت کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اگر کر بھی لی جائے تو سب سے بڑا سوال یہ تھا کہ کوئی میری نقل و حرکت سے کس طرح باخبر ہوا۔

میں خود کو بڑا غیر محفوظ تصور کرنے لگا۔ سونیا کا کہنا ٹھیک ہی تھا کہ اندھیرے سے آئے ہوئے تیر کا رخ کون موڑ سکتا ہے۔ میں نے ایسے پہلوؤں پر غور کیا تھا جن کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اب مجھے ان امکانات کا جائزہ لینا تھا جو قرین قیاس ہوسکتے تھے۔ آخر مجھے اس صورت حال سے نمٹنا بھی تو تھا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی نے ایک بار پھر مداخلت کی اور اس بار فون اٹھانے سے قبل ہی میں ایک حتمی فیصلہ کر چکا تھا۔

"تم نے سونیا کا شکریہ ادا کردیا" دوسری طرف سے آواز آئی "اگر وہ تمہاری بھرپور مدد نہ کرتی تو تم پولیس سے بچ نہیں سکتے تھے۔"

اس کی بات سن کر میرے ذہن کو ایک اور جھٹکا لگا۔ آخر وہ لوگ کتنے باخبر ہیں۔ انہیں سونیا کے بارے میں بھی علم ہے لیکن میں نے خود کو بڑی تیزی سے سنبھال لیا۔

"تم لوگوں کی معلومات قابل رشک ہیں" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

دوسری طرف سے جواب میں ایک قہقہہ لگایا گیا جو سراسر مصنوعی تھا "آپ ٹوئیٹ بھی کہو مسٹر نارمن! ہماری انٹیلی جنس بہت تیز ہے۔"

"یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے' میں پہلے ہی اس کا قائل ہوچکا ہوں۔ معلوم نہیں تم لوگ پہلے کہاں تھے' عرصہ دراز سے کوئی ڈھنگ کا مدمقابل نہیں ملا تھا۔ اب تم سے مقابلہ کرنے میں لطف آئے گا۔"

"صرف خود کو بچانے کی کوشش کرو مسٹر نارمن!" اس نے تحقیر آمیز لہجے میں کہا "تم ہم سے کیا مقابلہ کرو گے۔ ہم تمہیں ہاتھ پیر مارنے تک کی مہلت نہیں دیں گے۔"

"میں تمہارا چیلنج قبول کرتا ہوں" میں نے بڑے سکون سے کہا "لیکن مجھے ایک بات کا ہمیشہ افسوس رہے گا۔"

"وہ کیا مسٹر نارمن؟"

"وہ یہ کہ میرے مدمقابل بزدل تھے' مجھے صرف بہادروں سے ہی مقابلہ کرکے لطف آتا ہے۔"

"اس مقابلے کے نتیجے سے ہی یہ فیصلہ ہوگا کہ کون بزدل ہے اور کون بہادر ہے۔"

"چھپ کر وار کرنے والے کو تو کسی بھی حال میں بہادر نہیں کہا جاسکتا" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہمارا خون بہت ٹھنڈا ہے مسٹر نارمن شیلوف! ہم گدھے نہیں ہیں کہ تمہاری باتوں میں آکر خود کو ظاہر کردیں گے۔ اپنے حربے کسی اور پر آزمانا۔"

میرے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھر آئی "اس کے باوجود میرا تم سے وعدہ ہے کہ پہلے تمہیں روشنی میں لاؤں گا اس کے بعد تمہارے خلاف کوئی کارروائی کروں گا۔"

میری بات نے معلوم نہیں کیا اثر کیا تھا کہ سناٹا چھا گیا۔ میں سمجھا کہ شاید رابطہ منقطع کردیا گیا ہے "ہیلو' کیا سو گئے" میں نے کہا۔

"نہیں' لیکن تم نے الجھاؤ پیدا کردیا ہے۔ ہمیں روشنی میں لانے سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم لوگ کون ہو اور مجھ سے تمہیں کیا دشمنی ہے؟"

"ہمارا اصول بھی یہی ہے مسٹر نارمن! کہ ہم کسی کو اس وقت تک قتل نہیں کرتے جب تک کہ اس کی اصلیت سے باخبر نہ ہو جائیں۔ تم نے اپنی زندگی کے لمحات تھوڑے سے طویل کرلئے ہیں۔ اب ہمیں یہ معلوم کرنا پڑے گا کہ تم کون ہو اور تمہاری حقیقت کیا ہے۔"

اس کی بات خاصی حیران کن تھی مگر میں نے ذرا سی بھی حیرت ظاہر نہیں کی اور ایک قہقہہ لگایا "کمال ہے' جب میں نارمن شیلوف ہونے سے انکار کر رہا تھا تو تم مصر تھے کہ میں نارمن شیلوف ہی ہوں اور اب جب کہ میں نے تمہاری بات تسلیم کرلی ہے تو تم میری اصلیت جاننا چاہتے ہو' کہیں تم میرے ساتھ مسخرہ پن تو نہیں کر رہے ہو۔"

"تم نارمن شیلوف کے علاوہ سب کچھ ہوسکتے ہو اور یہ معلوم کرنا ہمارا کام ہے کہ تم دراصل کون ہو۔"

اس کے ساتھ ہی سلسلہ منقطع ہوگیا۔ میں نے ایک طویل سانس لے کر ریسیور کریڈل پر واپس رکھا۔ سونیا بڑی بے چینی سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔

"گفتگو کے دوران اپنے لئے تم نے کون سا نام استعمال کیا تھا؟" اس نے پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہ وہ نام ہے جو ان لوگوں نے مجھے دیا تھا' میں نے تردید کرنے کی کوشش کی تو وہ مانے نہیں تھے اور اب خود ہی مجھ پر شبے کا اظہار کر رہے ہیں۔"

"میں نے یہ سوچ کر تمہیں پناہ دینا قبول کرلیا تھا کہ تم میرے کسی کام آجاؤ گے مگر تم تو خود اپنی جان کے دشمن بنے ہوئے ہو۔ کسی اور کے کیا کام آسکتے ہو"

"میں کیا کروں' ان کے سامنے گڑگڑاؤں' ان سے رحم کی بھیک طلب کروں' کیا چاہتی ہو تم؟" میں نے غصیلے انداز میں کہا۔

"دونوں طرف انتہا پسندی" وہ بے بسی سے بولی "معقولیت سے بھی تو بات کی جاسکتی ہے۔ چیلنج بازی کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"وہ ضرورت سے زیادہ چالاک بننے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مجھے خوف زدہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ مجھ پر حملہ کریں تو میں مزاحمت تک کرنے کے قابل نہ رہ جاؤں لیکن وہ نہیں جانتے کہ اس چکر میں انہوں نے اپنا کتنا نقصان کرلیا ہے۔ اگر انہوں نے یہ حرکتیں نہ کی ہوتیں تو شاید وہ کامیاب ہوجاتے مگر اب نہیں ہوسکیں گے۔"

"انہوں نے کیا حرکتیں کی ہیں' تمہیں فون ہی تو کیا ہے اور وہ بھی کچھ ناقابل یقین اطلاعات فراہم کرنے کے لئے۔"

"اس بار معلوم ہے وہ کیا کہہ رہے تھے؟" میں نے سونیا کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا "وہ کہہ رہے تھے کہ میں پولیس کو صرف تمہارے تعاون کی وجہ سے جل دینے میں کامیاب ہوسکا ہوں۔"

"کیا!" سونیا حیرت سے اچھل پڑی "کیا انہوں نے میرا نام لیا تھا؟"

"ہاں' انہوں نے تمہارا نام لیا تھا' وہ تم سے اچھی طرح واقف معلوم ہوتے ہیں۔"

"کہیں تم جھوٹ تو نہیں بول رہے" اس نے مجھے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بات واقعی اتنی غیر معمولی ہے کہ اس پر جھوٹ کا ہی گمان گزرتا ہے' اب اگر کوئی فون آئے تو تم خود بات کرلینا۔"

"میں ضرور بات کروں گی' ذرا میں بھی تو دیکھوں کہ وہ کتنے پانی میں ہیں۔"

"تمہیں مایوسی ہوگی' میں نے محسوس کیا ہے کہ جو شخص دوسری طرف سے بات کرتا ہے وہ آواز بدل کر بولتا ہے لہٰذا اگر تم اس سے واقف ہوگی تو بھی شناخت نہیں کرسکوگی۔"

"میں اسے شناخت کرسکوں یا نہ کرسکوں' اس سے بات ضرور کروں گی" سونیا نے سر جھٹک کر کہا۔

"ضرور کرنا' مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے... ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ ان کی انہی حرکتوں کی وجہ سے میں نے ان کے بارے میں سرسری سا ایک اندازہ قائم کرلیا ہے۔ میں تمہیں ترتیب سے ساری باتیں بتاتا ہوں۔ اس کے بعد تم خود بھی کوئی فیصلہ کرسکوگی۔ یہ لوگ آرتھر کے بنگلے میں گھسے اور اسے قتل کرکے فرار ہوگئے۔ فرار ہونے کے لئے انہوں نے کوئی گاڑی استعمال نہیں کی۔"

"یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟" سونیا نے میری بات کاٹ کر کہا۔

"میں وہیں موجود تھا۔ اگر یہ لوگ کسی گاڑی میں فرار ہوتے تو میں گاڑی کی آواز ضرور سنتا۔ تو پہلی بات یہ ذہن میں رکھو کہ انہوں نے فرار ہونے کے لئے گاڑی استعمال نہیں کی۔ یہ ایک غیر معمولی بات ہے۔ جس منظم انداز میں یہ لوگ وہاں گھسے تھے اس کے پیش نظر یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ یہ ایسی غلطی بھی کرسکتے ہیں۔ خیر' دوسری بات یہ کہ میں اس بنگلے میں عقبی دیوار سے کودا تھا۔ جس وقت کودا تھا اس وقت عقبی گلی سنسان پڑی تھی۔ اس کے بعد جب میں تمہارے ساتھ بنگلے کے اندر داخل ہوگیا تو انہوں نے فون کرکے مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کی۔ پھر جب یہاں پولیس آئی تو انہیں یہ بھی معلوم تھا اور ان سے یہ بات بھی پوشیدہ نہیں تھی کہ تفتیش کرنے ایک سب انسپکٹر آیا ہے۔ اس کے علاوہ وہ تمہارے نام سے بھی واقف ہیں اور مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیشہ بھی ان سے پوشیدہ نہیں ہوگا۔"

"ان سب باتوں سے تو کچھ بھی ظاہر نہیں ہوتا" سونیا نے کہا "تم نے تو پرانی باتیں دہرادیں' نئی بات کوئی بھی نہیں کی۔"

"کیا اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی کہ مجھے اس بنگلے میں کودتے ہوئے دیکھ لیا گیا تھا۔ پھر تمہارے ساتھ یہاں داخل ہوتے ہوئے بھی دیکھا گیا۔ فون پر جتنے یقین سے بات کی گئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بنگلے کا خالی ہونا ان لوگوں کے علم میں تھا ورنہ ریسیور کوئی اور بھی اٹھا سکتا تھا اور اس کے بعد سب انسپکٹر اور پولیس کی تلاشی سے آگاہی بھی یہی ظاہر کرتی ہے۔"

"نتیجہ تو اب بھی کوئی برآمد نہیں ہوا" سونیا نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"اس حد تک تو نتیجہ برآمد ہوچکا ہے کہ وہ لوگ سامنے والی لائن کے کسی بنگلے میں موجود ہیں" میں نے کہا اور سونیا اچھل پڑی۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو اگر ایسی باتیں کروگے تو میں خوف کی وجہ سے سو بھی نہیں سکوں گی۔"

"تم کیا سمجھتی ہو کہ اتنی باتیں جادو کے زور سے ان کے علم میں آگئی ہوں گی یا ان کے قبضے میں کوئی موکل وغیرہ ہیں جن کے ذریعے وہ معلومات حاصل کر رہے ہیں؟"

"سامنے والے کسی بھی بنگلے سے عقبی دیوار نظر نہیں آسکتی" سونیا نے اعتراض کیا۔

"اس پر غور کرنا پڑے گا" میں نے کہا "یا تو مجھے اتفاقاً دیکھا گیا ہے یا پھر ان کے آدمی اس طرف والے کسی بنگلے میں بھی موجود ہوں گے۔"

"یہ بات عقل میں نہیں آتی۔ آخر کوئی اتنی زحمت کیوں کرے گا اور پھر دور سے دیکھ کر کسی کا نام کس طرح معلوم کیا جاسکتا ہے؟"

"تین دلیلیں ایسی ہیں جو ان کے کہیں بہت قریب قیام کی طرف اشارا کرتی ہیں۔ نمبر ایک وہ گاڑی پر فرار نہیں ہوئے' نمبر دو انہیں یہ معلوم تھا کہ یہ بنگلا خالی ہے اور نمبر تین یہ کہ وہ تمہارے نام سے واقف ہیں۔"

"یہاں تم نے ایک غلطی کردی" سونیا نے کہا "اس علاقے میں کوئی شخص بھی مجھ سے واقف نہیں ہے۔"

"یہ محض تمہارا خیال ہے' جرائم پیشہ لوگ جب منصوبہ بندی کرتے ہیں تو اس پر عمل کرنے کے لئے بہت سی غیر متعلقہ معلومات بھی حاصل کرلیتے ہیں۔"

"تو تمہارے تجزیے کے مطابق وہ لوگ سامنے والی لائن کے کسی بنگلے میں مقیم ہیں" سونیا نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں' بلکہ جہاں تک میرا اندازہ ہے وہ بالکل سامنے والے بنگلے میں ہی ہیں' کسی اور بنگلے سے شاید اس بنگلے کا مرکزی دروازہ دکھائی نہیں دیتا' میں اس وقت یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"دن کی روشنی میں تو تم حتمی طور پر اس بنگلے کی نشان دہی کردوگے" سونیا نے مسکرا کر کہا۔

"امکان تو یہی ہے۔ اس کے علاوہ میں انہیں ان کی کمین گاہ سے نکالنے کے لئے اور طریقے بھی اختیار کروں گا۔"

"تم چاہو تو خاموشی سے یہاں سے نکل سکتے ہو' دھوکا دے کر نکلنا زیادہ مشکل نہیں ہوگا' پھر تم کیوں اس چکر میں پڑ رہے ہو۔"

"یہ قطعی اتفاق ہے کہ وہ میری نظروں میں آگئے۔ اگر وہ بچ کر نکل گئے تو پھر میرے لئے واقعی اندھیرے کا تیر ہوجائیں گے جس کا رخ موڑنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔"

"کیا تمہیں یہ بات مضحکہ خیز نہیں معلوم ہوتی" سونیا بولی "انہیں پہلے سے معلوم ہوگیا کہ تم کس بنگلے میں گھسوگے لہٰذا اس کے سامنے والے بنگلے پر انہوں نے پہلے سے ہی قبضہ کرلیا۔"

"یہ ایک اتفاق بھی ہوسکتا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ محض اتفاق ہی ہے کہ میں ان کی کمین گاہ کے مقابل والے بنگلے میں گھسا اور انہیں فائدہ اٹھانے کا موقع مل گیا۔"

"میں تمہیں مصیبت سے نکالنا چاہتی ہوں مگر تم ہو کہ اس میں دھنستے ہی چلے جارہے ہو" سونیا نے مایوسانہ لہجے میں کہا پھر اچانک بولی "تمہارا ذریعہ معاش کیا ہے؟"

"میری حرکتوں سے تمہیں کچھ اندازہ نہیں ہوتا" میں نے مسکرا کر کہا۔

"حرکتوں سے تم جرائم پیشہ معلوم ہوتے ہو اور وہ بھی اعلیٰ درجے کے مگر تمہاری عادات واطوار اور لب ولہجہ اس حقیقت کی نفی کرتا معلوم ہوتا ہے۔"

"اتفاق سے تمہاری دونوں ہی باتیں درست ہیں۔ جرائم پیشہ لوگوں کے درمیان رہنا میری مجبوری ہے مگر میں تعلیم یافتہ آدمی ہوں۔ اس لائن میں اتفاقاً ہی آگیا۔"

"میرا بھی ایک چھوٹا سا مسئلہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم کوئی معقول مشورہ دے سکوگے۔"

"تمہارے ہر مسئلے کو حل کرنا میرا اخلاقی فرض ہے" میں نے کہا۔

"نہیں' یہ مناسب نہیں ہوگا" سونیا نے سر کو منفی جنبش دیتے ہوئے کہا "تم بھی سوچوگے کہ میں نے تمہیں اپنی مطلب برآری کے لئے استعمال کیا۔"

مجھے ہنسی آگئی "ایسی کوئی بات نہیں ہے سونیا! آدمی ہی آدمی کے کام آتا ہے۔"

"مجھے بڑی شرمندگی محسوس ہورہی ہے" سونیا بھرائی ہوئی آواز میں بولی "جانتے ہو میں نے کیا سوچ کر تمہیں پناہ دی تھی؟"

"جب تک تم نہیں بتاؤگی' مجھے کیسے معلوم ہوسکتا ہے" میں نے اسے دلچسپی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے سوچا تھا تم کوئی جرائم پیشہ شخص ہو' تمہارے پیچھے پولیس لگی ہوئی ہے' اگر میں نے تمہیں پناہ دے دی تو تم میرے ممنون احسان ہوجاؤگے اور مجھے تحفظ فراہم کروگے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہم جیسی عورتوں کو ایک محافظ کی ضرورت بھی پڑتی ہے' تم تو واقف ہی ہو گے۔"

"مجھے معلوم ہے" میں نے کہا "لیکن ان باتوں سے کیا فرق پڑتا ہے"

"بہت فرق پڑتا ہے' میری سوچ خود غرضی پر مبنی تھی۔ میں نے یہ نہیں سوچا کہ تمہیں میری مدد کی ضرورت ہوگی۔ اگر میں نے تمہیں پناہ نہ دی تو تمہیں کوئی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔"

"ہر شخص کو اپنے مفاد کی فکر ہوتی ہے سونیا! اگر تم نے ایسا سوچا تھا تو کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے۔ ہم سب اسی انداز میں سوچتے ہیں۔ یہ تمہاری بڑائی ہے کہ تم نے اس بات کا اعتراف کرلیا۔"

"مجھے بہلانے کی کوشش مت کرو علی! آدمی اگر کوئی نیکی کرے تو خلوص نیت سے کرے۔ ایسے نیک کام سے کیا فائدہ جس میں اپنی غرض بھی شامل ہو جائے۔"

"کمال ہے' تم ایک جرائم پیشہ شخص کو پناہ دینے کو نیکی کا کام کہہ رہی ہو" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"اس وقت تم ایک مصیبت زدہ شخص تھے۔ میرے پاس تمہاری اچھائی یا برائی ناپنے کا کوئی پیمانہ نہیں تھا۔ صرف اس ایک بات سے تو کسی کو مجرم قرار نہیں دیا جاسکتا کہ اس کے پیچھے پولیس لگی ہوئی ہے۔"

"ٹھیک ہے مگر اب تو تمہیں معلوم ہو چکا کہ میں ایک جرائم پیشہ شخص ہوں اب تو اپنی رائے پر نظر ثانی کرلو۔"

"اگر جرائم پیشہ ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے تم ہو تو میں بھی جرائم کی راہ اختیار کرنے کو تیار ہوں۔ کسی کے جرائم پیشہ ہونے کے لئے محض اس کا زبان سے اعتراف کرلینا کافی نہیں ہوتا۔"

"اس کے لئے اور کون سی شرائط پوری کرنی پڑتی ہیں" میں نے بڑی سادگی سے پوچھا مگر سونیا برا مان گئی۔

"میرا واسطہ شرفا سے رہتا ہے علی! جرائم پیشہ لوگوں کے بارے میں میں نے صرف دوسروں سے سنا ہے اور جتنا کچھ بھی سنا ہے تمہیں اس کے بالکل برعکس پایا ہے۔ کسی لڑکی کے ساتھ تنہائی پاکر تو بڑے بڑے شریف آدمی بہک جاتے ہیں۔ تم تو میرے پیشے سے واقف ہونے کے باوجود بھی نہیں بہکے۔ بہکنا تو دور کی بات ہے تم نے اشارتاً بھی کوئی نازیبا بات نہیں کی حالانکہ تمہارے لئے تو میں مفت کا مال تھی۔ اتنی دیر میں تمہارے بارے میں میں نے جو اندازہ لگایا ہے وہ یہ ہے کہ تم سب کچھ ہوسکتے ہو مگر کوئی برے آدمی نہیں ہوسکتے۔ اگر تم برے آدمی ثابت ہوتے تو مجھے ذرا بھی شرمندگی نہیں ہوتی۔"

"تمہارا انداز فکر جذباتی ہے سونیا! اور جذبات حقائق سے دور لے جاتے ہیں۔ میں تم پر اپنی اصلیت تو ظاہر نہیں کرسکتا لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ تمہارا اندازہ حیرت انگیز حد تک درست ہے۔ جہاں تک تمہارے طرز فکر کا تعلق ہے تو میں اس کی تائید نہیں کرسکتا۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ تم نے کیا سوچ کر مجھے پناہ دی تھی اور نہ ہی نتائج پر اس سے کوئی فرق پڑسکتا ہے۔ تمہیں تو اپنی اس سوچ کا ممنون ہونا چاہئے' اگر تم نے یہ بات نہ سوچی ہوتی تو مجھے پناہ نہ دیتیں اور میں ناحق مارا جاتا۔"

"ہاں' دل بہلانے کے لئے اب اس انداز میں سوچنا پڑے گا" سونیا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں پوری دیانت داری سے کہہ رہا ہوں کہ تم نے جو کچھ بھی کیا وہ قابل مذمت نہیں ہے' اب جلدی سے بتادو کہ تمہارا مسئلہ کیا ہے؟"

سونیا نے ایک طویل سانس لی "مجھے اپنی ایک ہم پیشہ کی طرف سے خطرہ ہے" سونیا نے کہا "اس کا نام سلوی ہے اور میری وجہ سے اس کی ساکھ متاثر ہوئی ہے۔ دھندے پر بھی اثر پڑا ہے حالانکہ اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ غلطی اس کی اپنی ہے۔ اس نے خود کو منی من نہیں رکھا۔ کافی عرصے تک وہ مجھ پر ہوٹنگ کرتی رہی مگر میں نے نوٹس نہیں لیا۔ پرسوں اس سے ایک ہلکی سی جھڑپ ہوگئی اور اس نے مجھے دھمکی دی کہ وہ مجھے اٹھوا دے گی۔ اس وقت سے اب تک میں باہر نہیں نکلی ہوں۔"

"کیوں' باہر کیوں نہیں نکلیں؟" میں نے کہا "اس کی دھمکی سے اس قدر خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے؟"

"مجھ سے پہلے بھی وہ دو لڑکیوں کا صفایا کرا چکی ہے۔ ان دونوں نے بھی اس سے الجھنے کی غلطی کی تھی۔"

"اوہو" میں نے حیران ہو کر کہا "اس کے ذرائع کیا ہیں؟"

"وہ واحد کال گرل ہے جس کے مراسم ہر قسم کے حلقوں میں ہیں۔ بڑے بڑے جرائم پیشہ لوگ اس کے مستقل گاہک ہیں۔ معلوم نہیں اس میں کیا خصوصیت ہے خصوصاً جرائم پیشہ لوگ تو اس کے دیوانے ہیں۔ اسی لئے سب اس سے خوف زدہ رہتے ہیں۔ معلوم نہیں کب کس کا صفایا کرادے۔"

"اگر ایسی بات ہے تو پھر تم یہاں بھی محفوظ نہیں تھیں'

ایسے لوگ تو گھروں کے اندر سے بھی لوگوں کو اغوا کرلیتے ہیں۔"

"میرے اس ٹھکانے کے بارے میں کسی کو بھی علم نہیں ہے' اب یہ بتاؤ کہ میں کیا کروں' کیا بصرہ چھوڑ کر کسی اور شہر کا رخ کروں۔"

"یہ تو مسئلے کا حل نہیں ہے' دوسرے شہر میں تمہیں زیادہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ وہاں تمہارا تصادم کسی دوسری سلوی سے نہیں ہوگا؟"

"یہی باتیں میں بھی سوچتی ہوں لیکن بصرے میں رہنا تو اب ناممکن ہی ہوگیا ہے۔"

"اگر میں کوئی جرائم پیشہ شخص ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا" میں نے شرارت آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا "تمہارا مسئلہ چٹکی بجاتے حل ہو جاتا۔"

"مجھ پر طنز مت کرو" وہ بگڑ گئی "مجھے احساس ہو چکا ہے کہ میں بچکانہ انداز میں سوچ رہی تھی' کیا ضروری ہے کہ دوسرے کا مقابلہ کرنے کے لئے آدمی اپنی سطح سے گر جائے۔"

"میں نے طنز نہیں کیا تھا" میں نے گڑبڑا کر کہا "ضروری نہیں ہے کہ دوسرے سے مقابلا کرنے کے لئے اس سطح تک گرا جائے' اپنی سطح پر رہ کر بھی مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔"

"میں اگر تمہاری طرح مضبوط اعصاب کی مالک ہوتی تو میں بھی یہی کہتی' مگر مجھے سہارے کی ضرورت پڑ گئی۔"

"میں تمہیں ایک ایسا مشورہ دے سکتا ہوں جس پر عمل کرکے تم زیادہ سے زیادہ ایک ماہ میں اپنے والدین کو قرضے سے نجات دلاسکتی ہو۔ اس کے بعد جو بھی آمدنی ہو وہ تمہاری بچت ہوگی۔"

"یہ سوال تم سیدھی طرح نہیں کرسکتے تھے" سونیا نے مجھے گھورا "بہرحال میں تمہیں جواب دے رہی ہوں۔ اپنا ٹارگٹ پورا ہونے کے بعد میں ایک دن بھی یہ کام جاری رکھنا تو کجا شہر میں رہنا تک گوارا نہیں کروں گی۔"

"میں شرمندہ ہوں سونیا! واقعی میں یہی بات معلوم کرنا چاہ رہا تھا۔"

سونیا ہنس پڑی "وہ لوگ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں جو فوراً ہی اپنی غلطی تسلیم کرلیتے ہیں" اس نے کہا "ہاں تم مجھے کیا مشورہ دے رہے تھے۔"

"ابھی نہیں' وقت آنے پر بتاؤں گا" میں نے کہا "اب چلو جاکر سوجاؤ' تمہاری رات کی نیند تو برباد ہوگئی۔"

"میں تو راتوں کو جاگنے کی عادی ہوں۔ ناشتا کرنے کے بعد ہی مجھے نیند آتی ہے' تم اپنی فکر کرو۔"

"تم دیکھ رہی ہو میں کتنے خطرات میں گھرا ہوا ہوں۔ ایسے میں نیند آنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ابھی تک بنگلے کا جائزہ لینے کی فرصت بھی نہیں ملی' آؤ ذرا دیکھتے ہیں۔"

ہم دونوں نے پورے بنگلے کا جائزہ لیا۔ بنگلے میں کل چار خواب گاہیں تھیں۔ ایک نیچے اور تین اوپر۔ گھر کے مکین جاتے ہوئے تمام دروازے تو بند کرگئے تھے مگر ساتھ ہی کی بورڈ پر تمام چابیاں موجود تھیں۔ انہی چابیوں کی مدد سے میں نے تمام دروازے کھول لئے تھے۔ سونیا متواتر بولے جارہی تھی اور میں اس کی باتوں سے عاجز تھا۔ آخر تنگ آکر میں نے اس کے تبصروں کی طرف سے کان بند کرلئے۔

میرا ذہن اس پراسرار شخص کی طرف بھٹک گیا تھا جس سے فون پر گفتگو ہوتی رہی تھی۔ آخر وہ میری نارمن شیلوف والی حیثیت کی طرف سے کیوں مشکوک ہوا تھا۔ شاید میں نے کوئی جملہ کہا تھا جس پر اسے یہ شبہ پیدا ہوا تھا کہ میں نارمن شیلوف نہیں' کوئی اور ہوں' میں وہ جملہ یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا جو سونیا کی مہربانی سے میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔

ذہن پر ذرا سا زور دینے سے مجھے یاد آگیا کہ میں نے ان لوگوں کو روشنی میں لانے سے متعلق کچھ کہا تھا جس پر وہ میری طرف سے مشکوک ہوا تھا۔ اس کا مطلب واضح طور پر یہی تھا کہ نارمن شیلوف ان لوگوں سے واقف تھا' اگر واقف تھا تو وہ شخص نارمن شیلوف کی آواز کیوں نہیں پہچانتا تھا' یہ کیا اسرار تھا۔

میں نے بہت مغزماری کی مگر کسی نتیجے پر نہیں پہنچ سکا۔ معاملہ خاصا پیچیدہ تھا اور صرف ذہنی جمناسٹک کے ذریعے حل ہوتا نظر نہیں آتا تھا۔ نارمن شیلوف اور ان لوگوں کے درمیان جو بھی تعلق تھا اس کا علم ہونے کی واحد صورت یہ تھی کہ دونوں پارٹیوں میں سے کسی ایک سے معلومات حاصل ہوجاتیں۔

پھر اچانک میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی اور میں نے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ میں سونیا کے ساتھ بنگلے کے دروازے پر آیا اور دروازہ کھول دیا۔ سورج نکلنے والا تھا اور باہر خاصی روشنی پھیل چکی تھی۔

"یہاں کھڑی ہو کر دیکھو" میں نے سونیا سے کہا "اگر کوئی شخص اس دروازے سے اندر داخل ہو تو اسے صرف سامنے والے بنگلے سے دیکھا جاسکتا ہے۔"

"ہاں" سونیا نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا "یہاں کوئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور بنگلا نظر نہیں آتا۔"

"اس کا مطلب یہی ہوا کہ ہماری نگرانی اس بنگلے سے کی جا رہی ہے۔ دشمن اس بنگلے میں چھپا ہوا ہے۔"

"تمہارے دشمن" سونیا شوخی سے مسکرائی "میرا تو ان سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔"

"اب اندر آجاؤ' زیادہ دیر یہاں رکنا ٹھیک نہیں ہے' کہیں انہیں شبہ نہ ہو جائے کہ ان کی کمین گاہ ہمارے علم میں آگئی ہے۔"

میں نے نہ صرف سامنے والے بنگلے کے گیٹ پر نصب نیم پلیٹ پڑھ لی تھی بلکہ بنگلے کا نمبر بھی ذہن نشین کر لیا تھا۔ میں ڈرائنگ روم میں آیا اور ٹیلی فون ڈائریکٹری اٹھالی۔ ڈائریکٹری میں سامنے والے بنگلے کا فون نمبر موجود تھا۔ نمبر ذہن نشین کرنے کے بعد میں نے ڈائریکٹری بند کی اور فون نمبر ملانے لگا۔ سونیا پوچھ رہی تھی کہ میں کیا کر رہا ہوں مگر میں نے اسے خاموش رہنے کا اشارا کر دیا تھا۔

دوسری طرف سے پانچویں گھنٹی پر ریسیور اٹھایا گیا۔ جس شخص نے ریسیور اٹھایا وہ غالباً سوتے سے اٹھا تھا اور اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی مگر اس کے باوجود اس کے ہیلو کہتے ہی میں نے اس کی آواز پہچان لی۔

اس آواز کو سنے کئی سال ہو گئے تھے مگر اسے پہچاننے میں مجھے ایک لمحہ بھی نہیں لگا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا دماغ بھک سے اڑ گیا ہو' ریسیور پر میری گرفت سخت ہو گئی۔

"ہیلو' کون بات کر رہا ہے؟" اس بار اس نے اونچی آواز میں کہا تھا مگر اب بھی وہ اپنی اصلی آواز میں بول رہا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو گا کہ میں یہ حرکت بھی کر سکتا ہوں۔ اگر نہ کرتا تو نادانستگی میں مجھ سے کوئی غلطی بھی ہو سکتی تھی۔

وہ ہیلو ہیلو کرتا رہ گیا اور میں نے ایک لفظ کہے بغیر ریسیور کریڈل پر واپس رکھ دیا۔ میرا ہاتھ واضح طور پر لرز رہا تھا۔ آج کی رات میرے لئے دھماکوں کی رات ثابت ہوئی تھی اور آخری لمحات میں تو مجھے شدید ترین دھماکے سے دوچار ہونا پڑا تھا۔

سونیا نے میری حالت میں رونما ہونے والے تغیر کو محسوس کر لیا تھا۔ وہ جھپٹ کر میرے قریب آگئی "کیا بات ہے علی! تمہیں کیا ہو گیا؟"

"کچھ نہیں سونیا! کچھ بھی نہیں ہوا" میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا' میں اپنے حواس میں نہیں رہا تھا۔

"کوئی بات تو ضرور ہے' کیا تم نے اس کی آواز پہچان لی' کیا تم اس سے واقف ہو؟"

"مجھے تنہا چھوڑ دو سونیا!" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "اس وقت مجھے تنہائی کی ضرورت ہے۔"

"اوہ! تمہیں تو پسینہ بھی آ رہا ہے۔ لیٹ جاؤ علی' آرام کر لو۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"مجھے آرام کی نہیں' سکون کی ضرورت ہے" میں صوفے سے اٹھ کر ڈرائنگ روم میں ٹہلنے لگا۔ میرے ذہن میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس ہنگامہ آرائی کے عقب سے برآمد ہونے والی شخصیت سے کسی قسم کی شناسائی بھی ہو سکتی ہے۔

مجھ پر اضطرابی کیفیت طاری تھی اور میں ڈرائنگ روم کے قالین کو اپنے قدموں تلے روندے ڈال رہا تھا کہ فون کی گھنٹی سن کر میں رک گیا۔ سونیا اپنی جگہ ساکت بیٹھی مجھے دیکھے جا رہی تھی۔

"فون پر تم بات کر لو سونیا!" میں نے کہا "لیکن میرے بارے میں کچھ مت بتانا' تم میرے نام سے بھی واقف نہیں ہو' سمجھیں تم۔ اور میں سو رہا ہوں' ٹھیک ہے۔"

سونیا نے سر کو تفہیمی جنبش دے کر ریسیور اٹھالیا اور میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر ریسیور سے کان لگا دیا تاکہ میں بھی دوسری طرف سے کہی جانے والی باتیں سن سکوں۔

"اوہو' مس سونیا بات کر رہی ہیں" دوسری طرف سے چہکتی ہوئی آواز میں کہا گیا "آپ کے ساتھی کہاں ہیں؟"

"وہ سو رہے ہیں" سونیا نے آہستہ سے کہا "مگر آپ کو میرے نام کا علم کیسے ہوا؟"

"باخبر رہنا ہماری ضرورت ہے مس سونیا! ہم تو رائل کلب سے بھی لاعلم نہیں ہیں جہاں صرف ذی حیثیت لوگ جا سکتے ہیں مگر آپ وہاں کی مستقل گاہک ہیں۔"

"مگر میں تو تمہیں نہیں پہچان سکی' کیا کبھی ہماری ملاقات ہوئی ہے؟"

"نہیں مس سونیا! لیکن اگر آپ چاہیں تو ملاقات ہو سکتی ہے۔"

"میں اجنبیوں سے ملنا پسند نہیں کرتی' معلوم نہیں تم کون ہو' پہلے اپنا تعارف کراؤ۔"

"اور جس شخص کو آپ نے پناہ دی ہے اسے کب سے جانتی ہیں' کچھ معلوم بھی ہے کہ وہ کتنا خطرناک مجرم ہے؟"

"بکواس مت کرو" سونیا غرائی "وہ ہرگز بھی مجرم نہیں ہے' پولیس غلط فہمی میں اس کے پیچھے لگ گئی ہے۔"

"اگر آپ سننا پسند کریں تو ہم آپ کو اس کی حقیقت

سے آگاہ کر سکتے ہیں؟"

میں نے سونیا کو انکار کرنے کا اشارا کیا اور وہ ریسیور میں بولی "تم تو خود کوئی بہت بڑے مجرم معلوم ہوتے ہو' میں تمہاری بات پر کیا یقین کروں گی؟"

"تم اپنے حق میں کانٹے بو رہی ہو سونیا! جو کچھ میں بتانا چاہ رہا ہوں سن لو۔"

"میں فون بند کر رہی ہوں۔ اس کے بعد فون کرو گے تو میں تم سے بات نہیں کروں گی" سونیا نے کہا اور ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا "میں نے غلط تو نہیں کیا نا؟" وہ مجھ سے بولی۔

"نہیں' تم نے بہت صحیح کیا" میں نے صوفے پر گرتے ہوئے کہا "اس کے علاوہ کوئی اور بات نہیں کی جا سکتی تھی۔"

"تم بیڈ روم میں جا کر تھوڑی دیر کے لئے آرام کیوں نہیں کر لیتے" سونیا نے پھر کہا۔

"ٹھیک ہے' مجھے شاید واقعی آرام کی ضرورت ہے" میں نے کہا اور اوپری منزل پر واقع اس خواب گاہ میں آگیا جہاں سے سامنے والا بنگلا نظر آتا تھا۔ سونیا بھی میرے ساتھ ہی آئی تھی۔ میں نے ایک کھڑکی پر پڑا ہوا پردہ ذرا سا سرکا کر باہر جھانکا۔ سورج طلوع ہو چکا تھا اور باہر کا منظر صاف دکھائی دے رہا تھا۔ سامنے والے بنگلے پر بظاہر سناٹا مسلط تھا جب کہ سڑک پر کئی پولیس والے متعین نظر آ رہے تھے۔ شاید ان کی ڈیوٹی لگا دی گئی تھی کہ ہر آنے جانے والے کو چیک کریں۔

سونیا نے خواب گاہ کا دروازہ بند کر کے ائرکنڈیشنر چلا دیا تھا۔ کھڑکیوں اور دروازوں پر پڑے ہوئے بھاری پردوں کی وجہ سے کمرے میں مدھم سی روشنی تھی۔ سونیا نے بیڈ پر بچھی ہوئی چادر جھاڑ دی تھی اور الماری میں سے ایک چادر نکال کر اوڑھنے کے لئے بیڈ پر رکھ دی تھی۔ میں خاموشی سے اسے کام کرتے دیکھتا رہا پھر میں نے سوچا اب لیٹ ہی جانا چاہئے۔

میں بیڈ پر جا کے بیٹھا اور اپنے جوتوں کے تسمے کھولنے کے لئے جھکنے لگا تو سونیا میرے قریب آئی اور اس نے میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"لاؤ' یہ کام میں کئے دیتی ہوں" اس نے میرے قدموں میں بیٹھتے ہوئے کہا۔

"یہ کیا کر رہی ہو سونیا!+" میں نے اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا "ایسی فضول باتیں مت کرو۔"

میں نے محسوس کیا کہ میری بات سے اسے صدمہ پہنچا ہے اور وہ سن ہو کر رہ گئی ہے تاہم اس نے جرح نہیں کی مگر وہیں بیٹھی رہی۔

"نیچے کیوں بیٹھی ہو" میں نے جوتے اتارتے ہوئے کہا "اوپر آجاؤ۔"

وہ منہ سے کچھ کہے بغیر خاموشی سے اٹھی اور میرے برابر بیٹھ گئی مگر اس نے منہ دوسری طرف پھیر رکھا تھا۔

"ناراض ہو گئیں" میں نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں" اس نے میری طرف دیکھے بغیر کہا اور میں نے محسوس کیا کہ اس کی آواز بھرائی ہوئی ہے۔

"ادھر دیکھو میری طرف" میں نے کہا اور اس نے آہستہ آہستہ سر میری طرف گھمایا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"تم رو رہی ہو" میں نے حیرت سے کہا "ایسی کیا بات ہو گئی جس پر تمہیں رونا آ رہا ہے؟"

"کچھ نہیں" اس نے پھر مختصر سا جواب دیا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اب وہ باقاعدہ سسکیاں لے رہی تھی۔

"تم کیوں مجھے پریشان کر رہی ہو سونیا؟" میں نے جھنجلا کر کہا "پہلے ہی میرے لئے مسائل کی کمی نہیں ہے۔"

"اوہ! معاف کرنا" اس نے مشینی انداز میں کہا اور آنسو پونچھ کر ساکت و صامت بیٹھ گئی۔ میں نے اس پر لعنت بھیجی اور بیڈ پر لیٹ کر چادر اوڑھ لی۔ وہ اسی طرح بیڈ کے کنارے پر بیٹھی رہی۔

"اگر تمہیں برا نہ لگے تو میں تمہارا سر دبا دوں" کچھ دیر بعد اس نے میری طرف مڑ کر دھیرے سے کہا۔

"دبا دو" میں نے خود پر جبر کرتے ہوئے کہا۔ اگر اسے منع کرتا تو پھر رونے لگتی۔ مجھے سر دبوانے پر رضامند دیکھ کر وہ کھل اٹھی۔ یوں محسوس ہوا جیسے اس میں دوبارہ جان سی پڑ گئی ہو۔ وہ بیڈ پر سرہانے کی طرف بیٹھ کر ہولے ہولے میرا سر دبانے لگی۔ اس کے جادوئی لمس نے ذرا ہی دیر میں میری تمام جھنجلاہٹ کافور کر دی۔ میں نے اپنی آنکھیں موند لی تھیں۔

"ایک بات بتاؤ گی سونیا!" میں نے خواب ناک سے لہجے میں کہا۔

"اجازت لینے کی کیا ضرورت ہے علی!" وہ بڑے اشتیاق سے بولی "تم دس باتیں پوچھو' میں سب کے جواب دوں گی۔"

"کچھ دیر پہلے تم بلاوجہ رونے کیوں بیٹھ گئی تھیں؟"

"تم بہت مضبوط اعصاب کے مالک ہو علی! بات تمہاری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سمجھ میں نہیں آئے گی" اس نے بجھی ہوئی سی آواز میں کہا۔
"میں وجہ جاننا چاہتا ہوں سونیا! چاہے میری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔"
"تم نے مجھے اپنے جوتے اتارنے سے جو روک دیا تھا" وہ رک رک کر بولی "بس اسی بات پر رونا آگیا تھا۔"
"تو اس میں رونے کی کیا بات تھی۔ میں اپنا ہر کام اپنے ہاتھوں سے کرنے کا عادی ہوں۔"
"میں نے کہا تھا نا کہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔ تم بہت مضبوط اعصاب کے مالک ہو" اس نے مرجھائی ہوئی آواز میں کہا "آدمی جب کسی کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے' آنکھوں پر بٹھاتا ہے تو خود بخود اس کے کام کرنے کو دل چاہنے لگتا ہے' ایسے میں اگر اسے خدمت کرنے سے روک دیا جائے تو دل بھری آتا ہے۔"
"تو آدمی کیوں کسی کو اپنے دل میں جگہ دے اور آنکھوں پر بٹھائے؟" میں نے کہا۔
"یہ تو دل کا سودا ہے علی! اس میں آدمی کے ارادے کا کیا دخل اور پھر تم ہی نے تو مجھ سے فرمائش کی تھی" اس نے شرمائے ہوئے انداز میں سر جھکالیا اور مجھے بے ساختہ تہذیب یاد آگئی جس سے بچھڑے مجھے کئی سال ہوگئے تھے۔ معلوم نہیں وہ کہاں اور کس حال میں ہوگی۔ میں نے تو کبھی اس کے بارے میں معلوم تک کرنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ مجھ سے بچھڑ کر اس پر کیا گزری ہوگی۔ مجھے خود پر افسوس ہونے لگا۔ معلوم نہیں میں کس قسم کا آدمی تھا' میں کتنی آسانی سے اس سے علیحدہ ہوگیا تھا۔ شاید میں پتھر دل تھا مگر دوسرے تو پتھر دل نہیں ہوتے۔ ان کے تو جذبات واحساسات ہوتے ہیں۔ ان کے دل پر تو چوٹ لگتی ہے' روح زخمی ہوجاتی ہے۔ سب کی آنکھیں تو میری طرح سخت نہیں ہوتیں اور کبھی کبھار تو پتھر بھی نم ہوجاتے ہیں۔ مجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ کسی کو تکلیف پہنچاؤں یا آزار میں مبتلا کروں۔ اگر یہی کرنا تھا تو محبت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ آدمی جنگل میں بسیرا نہ کرلے۔

سونیا کو کیسے معلوم ہوسکتا تھا کہ مجھ پر کیا گزر رہی ہے۔ وہ ایک کال گرل تھی مگر نہیں تھی' گناہ آلود زندگی بسر کرنے کے باوجود اندر سے وہ ایک معصوم لڑکی تھی۔ اس کے جذبات واحساسات کسی ایسی ہی لڑکی کی طرح تھے جسے کبھی کسی نے نہ چھوا ہو۔ شرمانے کی اداکاری تو کی جاسکتی ہے مگر گالوں پر جو حیا کی سرخی پھیلتی ہے وہ نہیں پیدا کی جاسکتی۔ وہ شرمائی تھی تو اس کے گال سرخ ہوگئے تھے۔ کسی کے بارے میں کس طرح کہا جاسکتا ہے کہ وہ اندر سے کیا ہے۔ ہر شخص ظاہر کو دیکھتا ہے اور اسی پر فیصلہ کردیا جاتا ہے۔ جانے کتنے بے گناہ مصلوب ہوجاتے ہوں گے۔
"اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری بات کا یہ مفہوم نکلتا ہے تو کبھی یہ بات میرے منہ سے نہ نکلتی" میں نے آہستگی سے کہا۔
"تمہارے کہنے سے کیا ہوتا ہے علی" وہ کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولی "کسی کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا' کوئی خود کو کسی پر مسلط نہیں کرسکتا اور کوئی کسی کو اپنے ذہن سے نہیں جھٹک سکتا۔ یہ تو ایک خودکار عمل کے ذریعے ہوتا ہے' آدمی کہنے کو بااختیار ہوتا ہے مگر اس کی وقعت ایک کھلونے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ جب تک چابی بھری رہے گی چلتا رہے گا۔ چابی ختم ہونے پر خود بخود رک جائے گا۔"
وہ بڑی بالغ نظری کی باتیں کررہی تھی' اس کی تعلیم وتربیت کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ بہت غیر معمولی بات تھی۔ شاید یہ اس کا اپنا تجربہ تھا۔ اس نے زندگی کے تلخ تجربات سے بہت کچھ سیکھا تھا۔ ورنہ لوگ تو دریا میں سے بھی خشک نکل آتے ہیں' ایسے تجربات کا کیا فائدہ جن سے کچھ حاصل نہ کیا جائے۔
"میرے رویئے سے تمہیں جو تکلیف پہنچی اس کے لئے میں تم سے معذرت چاہتا ہوں سونیا!"
اس نے تڑپ کر میرے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا "مجھے اور تکلیف مت پہنچاؤ علی! آئندہ کسی بات پر معذرت مت کرنا' میں تمہیں شرمندہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ تم نے مجھے جو مقام دیا ہے وہ کسی نے نہیں دیا۔ میں ایک کاروباری عورت جو ہوں" اس کا لہجہ تلخ ہوگیا "میری حیثیت ایک کھلونے سے زیادہ نہیں ہے' جب جی چاہا خریدا اور دل بھر گیا تو توڑ دیا۔ آج سے پہلے مجھے ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا تھا جس کی نظر میں میں نے کسی قسم کا بھی احترام دیکھا ہو۔ ہر ایک کی آنکھوں میں ہوس ہی ناچتی دکھائی دیتی ہے' جیسے میں جذبات واحساسات سے عاری کوئی مشین ہوں۔"
میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ہولے سے کھینچا اور وہ میرے سینے پر آرہی۔ اس کا سر میرے سینے پر تھا اور اس کی آنکھیں بند تھیں۔ چہرے پر ایسی طمانیت بکھری ہوئی تھی جیسے اسے دنیا جہان کی دولت مل گئی ہو۔ وہ مجھے کسی ایسی معصوم بچی کی طرح نظر آئی جسے اس کا من پسند کھلونا مل گیا ہو۔
"مجھ سے کوئی توقع مت وابستہ کرلینا سونیا!" میں نے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے کہا "تمہارے

جذبوں کے جواب میں میں تمہیں کچھ نہیں دے سکوں گا۔"
"میں تم سے کیا طلب کررہی ہوں' بس تم مجھے اپنی خدمت کرنے سے مت روکا کرو۔"
میں نے بے بسی سے ایک طویل سانس لی۔ ان سب باتوں سے مجھے کوفت ہوتی تھی مگر میں اس کا دل بھی نہیں توڑ سکتا تھا' ٹھیک ہے سونیا' آئندہ نہیں روکوں گا۔"
وہ مارے خوشی کے اچھل کر بیٹھ گئی "تمہارے پیر دبادوں" اس نے کہا۔
میں نے بڑی مشکل سے خود کو انکار کرنے سے روکا "ضرورت تو نہیں محسوس ہورہی لیکن اگر تمہارا جی چاہ رہا ہے تو دبادو۔"
وہ یوں پیر دبانے بیٹھ گئی جیسے اس کی زندگی کا مقصود ہی یہ رہا ہو۔ مجھے اس سے پیر دبوانا بری طرح کھل رہا تھا مگر مجبوری تھی۔
"سونیا!" کچھ دیر بعد میں نے اسے پکارا۔
"کیا بات ہے علی؟" اس نے جواب تو دیا مگر اس کے ہاتھ نہیں رکے۔
"ناشتے کا کیا بنے گا سونیا؟ کیا یہاں کھانے کا کچھ سامان موجود ہے؟"
"اوہو' مجھے تو خیال ہی نہیں رہا تھا کہ صبح کے وقت ناشتا کیا جاتا ہے۔ میں ابھی دکان سے ناشتے کا سامان لے کر آتی ہوں۔"
میں نے اسے روکا نہیں' اس کے ساتھ نچلی منزل پر آیا۔ اس نے اپنا پرس سنبھالا' ٹوکری اٹھائی اور جیسے ہی وہ دروازے سے باہر نکلی' میں دروازہ بند کرکے اوپری منزل کی طرف جھپٹا۔ جب تک وہ گیٹ تک پہنچی میں خواب گاہ میں واپس آچکا تھا۔ میں نے کھڑکی کا پردہ ذرا سا سرکا کر باہر کا جائزہ لیا' میری نظریں سامنے والے بنگلے کے گیٹ پر مرکوز تھیں۔
سونیا کے باہر نکلنے کے ایک منٹ کے اندر اندر سامنے والے بنگلے کے گیٹ سے بھی ایک شخص برآمد ہوا۔ وہ مقامی ہی معلوم ہوتا تھا اور اپنے حلیئے سے ملازم نظر نہیں آتا تھا۔ اس کے ہاتھ میں بھی ٹوکری تھی اور وہ بھی اسی سمت میں گیا تھا جدھر سونیا گئی تھی۔ پولیس والے کسی سے تعرض نہیں کررہے تھے' معلوم نہیں اب وہاں ان کی موجودگی کا جواز کیا تھا۔
سونیا کی واپسی میں کوئی پندرہ منٹ لگے۔ میں سڑک پر نظریں جمائے وہیں کھڑا رہا اور میں نے اس شخص کو دوبارا دیکھا جو سونیا کے پیچھے گیا تھا۔ اس کا صاف مطلب یہی تھا کہ سامنے والے بنگلے سے مستقل ہم پر نظر رکھی جارہی تھی۔ جیسے ہی ہم میں سے کوئی بنگلے سے باہر نکلتا' اس کا تعاقب شروع کردیا جاتا۔
میں نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی اور نیچے کچن میں پہنچ گیا۔ سونیا بہت سی چیزیں اٹھالائی تھی۔ کولڈ میٹ' مکھن' ڈبل روٹی' جام' پنیر اور انڈے۔
"کیا یہاں مستقل قیام پذیر ہونے کا ارادہ ہے" میں نے اتنی چیزیں دیکھ کر حیرت سے کہا۔
"دراصل مجھے معلوم نہیں تھا کہ تم ناشتے میں کیا پسند کرتے ہو' اس لئے میں بہت سی چیزیں لے آئی۔"
"میں ہرحال میں گزارا کرنے کا عادی ہوں' ناشتا نہ ملے تو بھی کام چلتا ہے۔"
"جب میں یہ سب چیزیں خرید رہی تھی تو جانتے ہو میرے دل میں کیا خیال آیا۔ میں نے سوچا میری آمدنی تو ایک ہی قسم کی ہے' معلوم نہیں تم ایسے پیسوں سے کچھ کھانا پسند کرویا نہ کرو۔"
وہ خاموش ہوکر مجھے دیکھنے لگی۔ یوں جیسے میرے جواب پر اس کی زندگی کا دارومدار ہو۔ اس کی بات سن کر میرا دل کٹ کر رہ گیا تھا۔ اس کا ذریعہ آمدنی برا تھا مگر اسے اس کا بھرپور احساس تھا۔ دنیا ایسے لوگوں سے بھری پڑی ہے۔ جن کے ذرائع آمدنی ناجائز ہیں مگر کون اپنی آمدنی کے بارے میں اتنا حساس ہوتا ہے۔ لوگ رشوتیں بھی لیتے ہیں' دوسروں کا حق بھی مارلیتے ہیں' جوئے کے اڈے بھی چلاتے ہیں' منشیات کا کاروبار کرتے ہیں مگر کسی کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ اس کی آمدنی ناجائز ہے۔ کوٹھیاں اور بنگلے یوں ہی تو نہیں بن جاتے۔ ان کے پیچھے کم ازکم استحصال کا عنصر ضرور کارفرما ہوتا ہے۔ استحصال جو بدترین لعنت ہے مگر ان تمام ناجائز ذرائع پر صرف ظاہری چمک دمک کا ہی پردہ پڑا ہوا نہیں ہوتا بلکہ دلیلیں بھی ہوتی ہیں۔ ہر غلط کام کو جائز قرار دیا جاتا ہے۔ جن کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے ان کی کوئی نہیں سنتا۔ طاقت ور کبھی غلط نہیں کہتا اور کمزور کی کوئی بات بھی درست نہیں ہوتی۔
"اگر ایسی بات ہوتی تو میں جاتے وقت تمہیں پیسے دے دیتا" میں نے کوشش کی تھی کہ میرے لہجے سے کچھ ظاہر نہ ہونے پائے۔
"میں نے یہ بھی سوچا تھا" سونیا نے سر جھکا کر کہا "لیکن پھر خیال آیا' ممکن ہے تمہارے پاس پیسے نہ ہوں۔"
"زبانی کہنے سے شاید تمہیں یقین نہ آئے" میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جیب میں ہاتھ ڈال کر نوٹ نکالتے ہوئے کہا "خود دیکھ لو کہ میرے پاس رقم ہے یا نہیں۔"

اتنے بہت سے نوٹ دیکھ کر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں "میں خوش نصیب ہوں کہ ایک امیر آدمی میرا مہمان ہے۔"

"خوش نصیب تو میں ہوں جسے ایک عظیم خاتون کا مہمان بننے کا شرف حاصل ہوا" میں نے کہا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"کسی کسی وقت یوں لگتا ہے جیسے تم بس دوسرے کو خوش کرنے کے لئے کوئی بات کہہ دیتے ہو۔"

"ہاں' جیسے ابھی میں یہ کہنے والا ہوں کہ کیوں نہ ساحل سمندر پر ناشتا کیا جائے۔"

"بہت عمدہ خیال ہے' میں سینڈوچ تیار کئے لیتی ہوں۔ کافی تھرماس میں بھر لیں گے اور۔۔۔ مگر ہم جائیں گے کیسے؟"

"وہ جو کار تم نے کھڑی دیکھی تھی آخر ہمارے میزبان کس مقصد کے لئے چھوڑ گئے ہیں۔"

"مم۔۔۔ مگر اس کی چابی کہاں ہے" سونیا نے گھبرا کر کہا "اور پھر کسی دوسرے کی کار۔"

"جب میں ساتھ ہوں تو اس قسم کی باتیں مت سوچا کرو' یہ سب سوچنا میرا کام ہے۔"

"لیکن علی! یہاں تو پولیس کی وجہ سے ہم محفوظ بھی ہیں' کسی سنسان جگہ جائیں گے تو تمہارے دشمن وار کر جائیں گے۔"

"میں نے کہا نا کہ جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں یہ تمام باتیں مجھ پر چھوڑ دو۔ تم تو بس خاموشی سے میرے کہنے پر عمل کرتی رہو" میں اسے کیا بتاتا کہ میرا تو مقصد ہی یہی ہے کہ ان لوگوں سے کسی کھلے مقام پر تصادم ہو۔ میں نے ان سے وعدہ کر لیا تھا کہ انہیں روشنی میں لانے کے بعد کیفرِ کردار کو پہنچاؤں گا۔ روشنی میں تو خیر وہ آچکے تھے۔ اب کیفرِ کردار کو پہنچانا باقی رہ گیا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ یہ کام جس قدر جلد ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ اگر میں اس شخص کی آواز نہ پہچان لیتا تو اتنی جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرتا مگر اب میرے لئے ایک لمحے کے واسطے بھی نچلا بیٹھنا مشکل تھا۔ اگر میں نے اس کو شناخت نہ کر لیا ہوتا تو ان لوگوں سے نمٹنے کے لئے کوئی موقع پا کر یا رات کی تاریکی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سامنے والے بنگلے میں گھسنے کی کوشش ضرور کرتا مگر اب میرے اندر اتنا خطرناک قدم اٹھانے کی ہمت نہیں رہ گئی تھی۔ خطرہ تو خیر کھلی جگہ میں بھی ہوتا مگر بہت کم ہوتا اور میں تھوڑا بہت خطرہ تو مول لے سکتا تھا۔

"تم ناشتا تیار کرو' میں ذرا نہا لوں" میں نے سونیا سے کہا اور پھر میں نے کپڑے تلاش کرنے کی مہم شروع کر دی۔ ایک الماری میں مجھے اپنے سائز کے کپڑے مل گئے۔

میں نہا کر اور کپڑے بدل کر باہر نکلا تو سونیا غائب تھی۔ کافی تلاش کرنے کے بعد وہ ایک غسل خانے میں دریافت ہوئی۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو سونیا؟" میں نے دروازہ پیٹ کر کہا "میں سارے گھر میں تمہیں تلاش کرتا پھر رہا ہوں۔"

سونیا نے باتھ روم کا دروازہ کھول دیا۔ اس نے بھی نہا کر کپڑے تبدیل کر لئے تھے "میں نہ نہاتی کیا' میرا بھی حلیہ تباہ ہو رہا تھا۔"

"تباہ تو خیر نہیں ہو رہا تھا۔ لیکن خیر' اب تو تمہیں جو کرنا تھا کر چکیں مگر تم نے کمال کر دیا۔ سارے کام اتنی جلدی کر لئے؟"

"چند منٹ کا تو کام تھا" اس نے اپنے بال جھٹکتے ہوئے کہا "بس اب چند منٹ میں ڈرائر سے بال خشک کر لوں گی۔"

دس منٹ بعد ہم گاڑی میں بیٹھے ساحل سمندر کی طرف جا رہے تھے۔ سونیا میرے برابر بیٹھی تھی اور میں گاڑی چلا رہا تھا۔ وہ بے حد خوش تھی۔ اسے کیا معلوم تھا کہ ایک کار ہمارا تعاقب کر رہی ہے۔

سڑکوں پر ٹریفک زیادہ نہیں تھا مگر میں دھیمی رفتار سے کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ سونیا بہت خوش تھی اور میں چاہتا تھا کہ کوئی ہنگامہ شروع ہونے سے قبل وہ زیادہ سے زیادہ لطف اندوز ہو لے۔

میرا خیال تھا کہ اس وقت ساحل سمندر پر مکمل ویرانی چھائی ہوئی ہوگی مگر ایسا نہیں تھا۔ ساحل کے ساتھ بنے ہوئے بعض ہٹ آباد بھی نظر آ رہے تھے۔

"کیا خیال ہے سونیا! سمندر پر چلیں یا کسی ہٹ کو وقتی مسکن بنا لیں۔"

"اس وقت ریت میں نہانے کا موڈ نہیں ہے' کسی خالی ہٹ کے عقبی برآمدے میں بیٹھ جاتے ہیں۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا اور ایک خالی مگر خوب صورت ہٹ کے سامنے گاڑی روک دی۔ کہیں قریب ہی سے ہٹ کا چوکیدار آ گیا۔ اس نے کچھ کہا تو نہیں مگر میں سمجھ گیا کہ وہی اس ہٹ کا چوکیدار ہے۔ اس نے بہت تھوڑے سے پیسوں کے عوض ہٹ کھولنا منظور کر لیا۔

"پیسے برباد کرنے کی کیا ضرورت تھی" سونیا نے آہستہ سے کہا "تھوڑی دیر کے لئے تو ہم کہیں بھی بیٹھ سکتے تھے۔"

"جن پیسوں کے عوض کچھ یادگار لمحات میسر آ رہے ہوں وہ پیسے کبھی برباد نہیں ہوتے۔"

"اگر یہی بات تھی تو تمہیں مجھ سے کہنا چاہئے تھا' آخر میں تمہاری میزبان ہوں۔"

"میرا جی چاہا کہ تمہاری خوشیوں میں میرا بھی تھوڑا بہت حصہ ہو۔"

وہ خوشی سے کھل اٹھی "میں کئی بار یہاں آچکی ہوں مگر یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے آج میں پہلی بار یہاں آئی ہوں۔ دیکھو ہر چیز کتنی نکھری نکھری لگ رہی ہے۔"

"کسی بھی خوفناک وقت سے گزرنے کے بعد ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔"

"ایسی باتیں کر کے مزہ کرکرا مت کرو" وہ برا مان کر بولی "آج سے پہلے میں مصنوعی دنیا میں رہ رہی تھی۔ یہ تمہارا پُرخلوص جذبہ ہے جس کی وجہ سے ہر چیز نئی نئی معلوم ہو رہی ہے۔"

میں ہنس پڑا "مجھے نہیں معلوم" میں نے کہا "مجھے تو تم اتنی نکھری نکھری لگ رہی ہو کہ کسی اور طرف توجہ دینے کی فرصت بھی نہیں مل رہی۔"

وہ ایک دم اداس ہو گئی "تم تو ایسی باتیں مت کرو علی!" اس نے سر جھکا کر کہا۔

"کیوں' کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی" میں نے گھبرا کر پوچھا۔

"معلوم نہیں تم کب جدا ہو جاؤ' اگر تم مجھ سے ایسی باتیں کرو گے تو تم سے بچھڑنے کے بعد میرا جینا محال ہو جائے گا۔ بس مجھے اپنے طور پر خوش ہو لینے دو۔"

میرے ہونٹ سختی سے بھنچ گئے' میرے ذہن کے پردے پر یکے بعد دیگرے ان تمام لڑکیوں کی تصویریں ابھریں جو پیشہ ور نہیں تھیں مگر انہوں نے اپنے آپ کو تھالی میں سجا کر میرے سامنے پیش کیا۔ اس لڑکی نے جو پیشہ ور تھی ایسی تمام لڑکیوں کو مات دے دی تھی۔ وہ کال گرل ہوتے ہوئے بھی معصوم تھی۔ کم از کم مجھ میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ میں اسے کسی قسم کا الزام دے سکوں' اس کے کردار پر شبہ کر سکوں۔

ہم نے فولڈنگ چیئرز عقبی برآمدے میں نکال لی تھیں اور یہ ساری گفتگو وہیں ہوئی تھی۔ باتیں کرنے کے ساتھ ساتھ ہم سینڈوچ بھی کھاتے جا رہے تھے۔

ہم نے خوب ڈٹ کر ناشتا کیا اور کافی پی' اس کے بعد سونیا نے اپنی فولڈنگ چیئر میری کرسی کے بالکل برابر بچھائی اور میرے شانے پر سر رکھ کے آنکھیں بند کر لیں۔ میری نگاہ سامنے سمندر پر جمی ہوئی تھی۔ ابھی تک تعاقب کنندگان میں سے کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا۔ جیسے ہی میں نے ان کے بارے میں سوچا وہ مجھے نظر آ گئے۔ وہ دو افراد تھے۔ ایک کو میں نے پہچان لیا یہ وہی تھا جس نے صبح سونیا کا تعاقب کیا تھا۔

دونوں افراد ہمیں بڑے غور سے دیکھتے ہوئے گزرے۔ وہ مقامی ہی نظر آتے تھے مگر یہ ضروری نہیں تھا۔ ان کا تعلق کسی اور ملک سے بھی ہو سکتا تھا۔ ان کے میری طرف دیکھنے کا انداز ایسا تھا جیسے وہ میری صورت ذہن نشین کر لینا چاہتے ہوں۔ میں نے ان کی طرف خصوصی توجہ نہیں دی تھی مگر میں پوری طرح ہوشیار تھا۔

میں نے کار میں چار افراد کو دیکھا تھا مگر اس وقت صرف دو افراد سامنے سے گزرے تھے۔ بقیہ دو نگرانی کرنے کے لئے کسی اور سمت میں رہے ہوں گے۔ مجھے ان کی کوئی خاص پروا نہیں تھی۔ یہ تو طے ہو گیا تھا کہ وہ کسی وجہ سے میری شخصیت کی طرف سے مشکوک ہو گئے ہیں اور جب تک میری اصلیت نہیں معلوم کر لیں گے مجھے کوئی نقصان پہنچانے سے گریز کریں گے۔

آر تھر کی خواب گاہ کے دروازے پر نظر آنے والے پراسرار نشان کا معما کسی حد تک حل ہو چکا تھا۔ اسے حل کرنے میں دو عوامل نمایاں تھے۔ ایک وہ جملہ جو فون پر مجھ سے کہا گیا تھا کہ اگر تم آئی کو ون اور او کو زیرو کہنے لگو تو ہم تمہارا کیا بگاڑ لیں گے اور دوسری وہ ٹیلی فون کال جو میں نے کی تھی۔ اس شخص کی اصل آواز نے ہی بہت سی گرہیں کھولی تھیں۔

میں سونیا کے ساتھ دوپہر تک ساحل سمندر پر رہا۔ اس کے بعد ہم واپس آ گئے۔ ان لوگوں نے صرف ہمارا تعاقب کرنے پر اکتفا کیا تھا' معلوم نہیں ان کے ذہنوں میں کیا تھا۔

ہم واپس پہنچے تو پتا چلا کہ پولیس مایوس ہو کر واپس جا چکی ہے۔ چونکہ ہم دونوں نے ڈٹ کر ناشتا کیا تھا اس لئے کھانے کی گنجائش نہیں بچی تھی۔ نیند بھی حملہ آور ہو رہی تھی اس لئے ہم نے سونے کا فیصلہ کر لیا مگر سونے سے قبل ہی پھر فون آ گیا' میں نے ریسیور اٹھایا' دوسری طرف وہی شخص تھا۔

"ناشتا گھر پر بھی کیا جا سکتا تھا' اس کے لئے ساحل سمندر پر جانے کی کیا ضرورت تھی؟" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"تمہارے لئے میرا مشورہ یہی ہے کہ اپنی کھال میں رہنے کی کوشش کرو" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا اور فون بند

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کردیا۔

سونیا سونے کے لئے بستر پر لیٹ چکی تھی۔ میں نے کمرے سے جانا چاہا تو اس نے آواز دے کر روک لیا "کہاں جارہے ہو؟" اس نے پوچھا۔

"اس بیڈ روم میں تو تم سوؤ گی' میں دوسرے بیڈ روم میں چلا جاتا ہوں۔"

"کچھ ان دیکھے دشمنوں کے خطرے کے پیش نظر کیا میں تنہا سو سکوں گی؟" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"میں مٹی کا بنا ہوا انسان ہوں سونیا! اور میرے سینے میں دل بھی دھڑکتا ہے۔ وہی دل جس میں جذبات پرورش پاتے ہیں' میں تمہارے ساتھ نہیں سو سکوں گا۔"

"بے کار باتیں مت کرو' خیالات اگر پاکیزہ ہوں تو کوئی چیز گمراہ نہیں کرسکتی۔"

"شیطان لوگوں کو ایسی ہی باتوں کے ذریعے گمراہ کیا کرتا ہے" میں نے کہا۔

"میں کہہ رہی ہوں فضول باتیں مت کرو" اس نے مجھے کھینچ کر بیڈ پر گرالیا۔ پھر میرے پیر سے جوتے موزے اتارے اور میرے برابر آکر لیٹ گئی۔

"آج رات ہم رائل کلب میں کھانا کھائیں گے" سونیا نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

وہاں تمہارے جاننے والے بہت ہوں گے۔ پھر میری وجہ سے تمہارا نقصان بھی ہوسکتا ہے۔"

"تم ساتھ ہوگے تو پھر کسی اور کی کیا حقیقت ہے۔ میرا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔"

اس کے بعد مجھے نیند آگئی۔ آنکھ کھلی تو مغرب ہونے والی تھی۔ سونیا مجھ سے پہلے ہی بیدار ہوچکی تھی۔ مجھے اٹھتے دیکھ کر خود بھی اٹھ گئی۔

"تم چاہو تو نہا کر نیچے آجاؤ' میں اتنی دیر میں چائے بنا لیتی ہوں۔"

○☆○

رات نو بجے کے بعد میں سونیا کے ساتھ رائل کلب جانے کے لئے نکلا۔ اس بار ہمارے تعاقب میں دو کاریں تھیں اور دونوں اسی بنگلے سے برآمد ہوئی تھیں' سڑکوں پر اندھیرا ہونے کے باعث انہیں یہ خوف ہوگا کہ کہیں میں فرار نہ ہوجاؤں اس لئے ایک کار آگے چل رہی تھی اور دوسری پیچھے تھی۔ دونوں کاریں زیادہ فاصلے پر نہیں تھیں۔ شاید اب وہ لوگ بھی میرے تعاقب کو خفیہ نہیں رکھنا چاہتے تھے شاید وہ آج رات ہی ڈراپ سین کردینا چاہتے تھے۔ میرے ہونٹوں پر ایک پراسرار مسکراہٹ پھیل گئی۔ دیکھنا یہ تھا کہ ڈراپ سین کس کے حق میں ہوتا ہے۔

رائل کلب کی عمارت قدیم و جدید کا حسین امتزاج ثابت ہوئی۔ کار پارکنگ کے لئے وسیع و عریض احاطہ تھا جہاں اندھیرے کے باوجود فرش پر پڑی ہوئی سفید لکیر نظر آرہی تھی کلب کی عمارت کی بیرونی دیواریں سرخ پتھر کی تھیں اور اسے اسپین کے مشہور تاریخی محل الحمرا کی طرز پر تعمیر کیا گیا تھا۔

کلب میں داخلے کے لئے سونیا نے جو رقم ادا کی اسے دیکھ کر ہی میرے ہوش اڑ گئے۔ مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ میری اتنی مہنگی دعوت کرے گی۔ پھر مجھے یہ بھی حیرت ہوئی کہ سونیا روزانہ اس کلب میں داخلے کے اخراجات کس طرح برداشت کرتی ہوگی۔ آخر یہ سوال میرے لبوں پر آہی گیا۔

میری بات سن کر سونیا ہنس پڑی "تم نے شاید غور نہیں کیا' میں نے ایک ہی ٹکٹ خریدا ہے۔ اس لئے کہ میں یہاں کی مستقل ممبر ہوں۔ کلب نے مجھے اعزازی رکنیت دے رکھی ہے۔ بہت سے لوگ صرف میری وجہ سے یہاں آتے ہیں۔ اگر میں کہیں اور جانے لگوں تو وہ بھی وہیں جانے لگیں گے۔"

سونیا مجھے مرکزی ہال میں لے گئی اور میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ مرکزی حال کسی قحبہ خانے کا سا منظر پیش کر رہا تھا۔ وسیع و عریض ہال کی بیشتر میزیں آباد تھیں۔ ایئر کنڈیشنڈ ہونے کے باوجود وہاں سگریٹوں کا دھواں بھرا ہوا تھا۔ تقریباً ہر شخص کے ہاتھ میں یا اس کے سامنے میز پر شراب کے جام موجود تھے۔ میزوں کے درمیان ایک حسین رقاصہ تھرکتی پھر رہی تھی۔ رنگ و نور کا ایک طوفان تھا جسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ قوم گزشتہ سات سال کے طویل عرصے سے حالت جنگ میں ہے۔ باہر بلیک آؤٹ ہے اور جنگ بصرہ کے نواح تک آچکی ہے۔

"تم تو کہہ رہی تھیں کاروبار مندا ہے" میں نے سونیا سے کہا "یہاں تو بڑی رونق نظر آرہی ہے۔"

"یہ سب زبردستی کی باتیں ہیں۔ اصل رونقیں تو کب کی دم توڑ چکی ہیں" سونیا نے کسی مناسب میز کی تلاش میں نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا۔

"میں معذرت چاہتا ہوں سونیا! یہاں نہیں بیٹھ سکوں گا۔ ان خرافات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"کوئی بات نہیں' ہم ڈائننگ ہال میں چلے چلتے ہیں" سونیا نے کہا اور ہم ڈائننگ ہال کی طرف چلے گئے۔ رائل

کلب کا ڈائننگ ہال بھی بہت شاندار تھا۔ مگر یہ دیکھ کر مجھے سخت افسوس ہوا کہ وہاں بھی کچھ میزوں پر شراب کے جام موجود تھے اور لوگ چسکیاں لے رہے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ جس قوم کی عیاشی اس انتہا کو پہنچی ہوئی ہو وہ کوئی بڑی جنگ کس طرح لڑ سکتی ہے۔

میں نے دروازے کے نزدیک ہی ایک میز منتخب کی اور سونیا کے ساتھ اس پر جا بیٹھا۔ کئی لوگوں نے ہاتھ اٹھا کر سونیا کو اپنی طور متوجہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر اس نے انہیں یوں نظر انداز کردیا تھا جیسے انہیں دیکھا ہی نہ ہو۔

"آج تم ان لوگوں کو نظر انداز کررہی ہو لیکن بعد میں یہ چیز تمہارے لئے نقصان دہ ثابت ہوگی۔"

"یہ سب میرے سوچنے کی باتیں ہیں" سونیا نے میری نقل اتاری "جب تک تم میرے ساتھ ہو ان باتوں کو مجھ پر چھوڑ دو۔"

"اچھا اچھا" میں نے سر ہلا کر کہا اور ہنس پڑا۔ میری زیادہ توجہ اس بات پر تھی کہ اپنے دشمنوں کو پہچان لوں۔ ابھی تک تو کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ یہ بات یقین سے نہیں کہی جاسکتی تھی کہ وہ لوگ اندر آنے کی زحمت گوارا کریں گے یا نہیں۔ کلب میں داخلے کا ٹکٹ بہت مہنگا تھا اس لئے میرا خیال یہی تھا کہ وہ باہر ہی رک کر ہمارا انتظار کریں گے۔

ویٹر نے مینو ہمارے سامنے لاکر رکھے اور میں مینو کا جائزہ لینے لگا۔ میری توقع کے مطابق کھانے بہت مہنگے تھے۔

"تم چاہو تو اپنی پسند سے بھی کوئی چیز منگا سکتے ہو" سونیا نے کہا "لیکن اصل آرڈر میں دوں گی۔"

"اس طرح تم مجھے زحمت سے بچالوگی" میں نے مسکرا کر کہا "میں ایک چیز بھی اپنی مرضی سے نہیں منگاؤں گا۔"

سونیا نے لمبا چوڑا آرڈر نوٹ کرادیا "یہ تم نے کیا کیا سونیا" ویٹر کے جانے کے بعد میں نے کہا "واپسی میں تمہارے پرس میں کچھ بچے گا بھی یا نہیں؟"

"میں کبھی فضول خرچی نہیں کرتی علی!" سونیا بولی "بس آج جی چاہ رہا ہے اور پیسوں کی فکر مت کرو' میں دو چار روز مزید ایسی عیاشیاں کرسکتی ہوں۔"

"تم نے شراب کا آرڈر نہیں دیا" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اوہ! کیا تم پیتے ہو؟" اس نے گڑبڑا کر پوچھا۔

"نہیں' مجھے شراب سے نفرت ہے۔"

"میری بات سن کر سونیا نے سکون کی سانس لی "میرا بھی یہی خیال تھا اس لئے میں نے تم سے نہیں پوچھا۔ میں خود اسے پسند نہیں کرتی مگر اپنے کرم فرماؤں کے اصرار پر پینی پڑجاتی ہے" اس نے نظریں جھکالیں۔ اس وقت ڈائننگ ہال کے دروازے سے ایک شخص اندر داخل ہوا۔ اس نے دروازے پر رک کر پورے حال پر ایک طائرانہ نظر ڈالی۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر اطمینان کی جھلکیاں دکھائی دی تھیں۔ میں نے اسے پہلے نہیں دیکھا تھا لیکن اس کی اس حرکت سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ اس کا تعلق دشمن گروپ سے ہے۔ وہ شخص یوں واپس چلا گیا جیسے کسی کی تلاش میں آیا تھا اور وہ نظر نہیں آیا۔

"کیا سلویٰ بھی یہاں موجود ہوگی؟" دفعتاً میں نے سونیا سے پوچھا۔

"مرکزی ہال میں وہ مجھے نظر آئی تھی" سونیا نے جواب دیا "مگر تم یہ بات کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"میں نے سوچا جب یہاں آہی گیا ہوں تو لگے ہاتھوں اسے بھی دیکھتا چلوں۔"

"نہیں' تمہیں اس جھمیلے میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' میں نے اپنا ارادہ تبدیل کردیا ہے۔"

"اب تو میں اس جھمیلے میں پڑچکا اور تمہارے ارادہ تبدیل کردینے سے میرا ارادہ تو تبدیل ہونے سے رہا۔"

"مجھ سے غلطی ہوئی تھی کہ میں نے تم سے اس کا تذکرہ کردیا تھا۔ کیا تم میری غلطی کو درگزر نہیں کرسکتے؟"

"تم چاہتی کیا ہو؟" میں نے سونیا سے پوچھا مگر میں نے اس شخص کو دیکھ لیا تھا جو چند لمحے قبل مجھے دیکھ کر گیا تھا۔ اب اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا۔ ان دونوں نے ہمارے دائیں جانب والی میز سنبھال لی تھی۔

"میں محسوس کررہی ہوں کہ تم اس سے الجھنے کے موڈ میں ہو' میں چاہتی ہوں کہ تم اس کا خیال دل سے نکال دو۔"

"میری کمزوری ہے کہ اگر مجھے کسی کام سے روکنے کی کوشش کی جائے تو اسے ضرور کرتا ہوں" میں نے مضبوط لہجے میں کہا "چونکہ میں نے اس سے نمٹنے کا ارادہ کرلیا ہے اس لئے اب میرا باز رہنا ناممکن ہے۔"

"تم اسے نہیں جانتے علی!" سونیا مضطرب ہوگئی "وہ خود تو کچھ بھی نہیں ہے مگر جن لوگوں سے اس کے خاص مراسم ہیں وہ بہت خطرناک ہیں۔"

"تم تو میرا اشتیاق بڑھا رہی ہو" میں نے مسکرا کر کہا "اب تو میں اسے ضرور دیکھوں گا" میں محسوس کررہا تھا کہ برابر والی میز پر موجود دونوں افراد ہماری باتیں سننے کی کوشش کررہے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سونیا چپ تو ہوگئی مگر اس کے چہرے پر تشویش کے سائے پھیل گئے تھے۔ میں نے ادھر ادھر کی باتیں کرکے اس کا دھیان بٹانے کی کوشش کی مگر اس کا اضطراب دور نہ ہوسکا۔

کھانے کے بعد میں نے اس سے مرکزی ہال میں چلنے کی فرمائش کی تو اس کی اضطرابی کیفیت میں اضافہ ہوگیا۔

"پہلے ہی تمہارے پیچھے کچھ نامعلوم لوگ لگے ہوئے ہیں' ایسے میں تم کیوں کسی اور الجھن کو گلے لگا رہے ہو؟"

"میرے دشمن بہت بودے ثابت ہو رہے ہیں" میں نے بلند آواز میں کہا "اس لئے میں نے سوچا ہے کہ کچھ جاندار لوگوں سے دشمنی مول لی جائے۔ زندگی بہت بے کیف ہوگئی ہے۔ چلو اٹھو۔"

ڈائننگ ہال کے دروازے سے نکلتے وقت میں نے ان دونوں کو بھی اٹھتے دیکھا۔ غالباً وہ مجھے نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دینا چاہتے تھے۔ میں ان سے نمٹنے کی تدبیروں پر غور کرنے لگا۔

"مجھ سے ایک وعدہ کرو علی!" مرکزی ہال میں داخل ہونے سے قبل سونیا نے مجھ سے کہا "کم از کم اس وقت تم اس سے نہیں الجھو گے۔"

"تم خواہ مخواہ گھبرا رہی ہو' میں تو صرف اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ کچھ کرنے نہ کرنے کے بارے میں میں نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔"

"وہ جو آسمانی رنگ کے اسکرٹ میں ملبوس لڑکی ہے' اس کا نام سلویٰ ہے" سونیا نے مجھے آنکھ کے اشارے سے بتایا اور میں نے اسے دیکھ لیا۔ اس کی میز پر ایک شخص اور بھی موجود تھا جو صورت سے ہی چھٹا ہوا بدمعاش لگ رہا تھا۔ لمبا تڑنگا اور مضبوط ہاتھ پیروں والا۔ اس کا عمدہ لباس بھی اس کی اصل شخصیت کی پردہ پوشی کرنے میں ناکام تھا۔

میں سونیا کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اس کی نزدیکی میز تک پہنچ گیا۔ سونیا وہاں بیٹھنا نہیں چاہ رہی تھی مگر زیادہ انکار کرکے دوسروں کی نظروں میں آنے سے بھی گریزاں تھی اور اسی وجہ سے میرا ساتھ دینے پر مجبور تھی۔

ٹیبل پر بیٹھنے کے بعد میں نے سلویٰ کو غور سے دیکھا۔ وہ بہت زیادہ حسین تو نہیں تھی مگر اس میں سیکس اپیل بہت زیادہ تھی۔ چہرے کے نقوش کچھ عجیب سے تھے جنہیں دیکھ کر میرے ذہن میں کسی بلی کا تصور ابھر رہا تھا۔ اس کی نیلی آنکھیں اس تصور کو مزید پختہ کررہی تھیں۔ وہ ٹیبل پر جھکی اپنے ساتھی سے محو گفتگو تھی۔ اس کا ساتھی بھی باتیں کرنے میں مگن تھا۔ میری نظریں ان دونوں پر ہی جمی ہوئی تھیں۔

کچھ دیر بعد باتیں کرتے کرتے اس نے نگاہ اٹھائی۔ اس کی نگاہ سیدھی سونیا پر پڑی تھی۔ میں نے اسے چونکتے دیکھا۔ سونیا نروس دکھائی دینے لگی تھی۔ اپنے ساتھی کو چونکتے دیکھ کر سلویٰ نے بھی سونیا کی طرف دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ سونیا پر نگاہ پڑتے ہی سلویٰ تن کر بیٹھ گئی ہے' اسے دیکھ کر یہ گمان ہوتا تھا جیسے کوئی بلی اپنے شکار پر جست لگانے کے لئے تیار ہو۔

سونیا اب بری طرح نروس ہوگئی تھی۔ سلویٰ اب ہونٹ بھینچ کر اپنی کرسی سے کھڑی ہوگئی تھی اور ہماری ٹیبل کی طرف آرہی تھی۔ اس کے ساتھی نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ میں ان دونوں کو بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا مگر میری آنکھوں میں تمسخر تھا۔ ان دونوں نے ہماری اجازت کے بغیر کرسیاں کھینچیں اور بیٹھ گئے۔

"میں نے تجھ سے کہا تھا کہ اگر آئندہ تجھے یہاں دیکھا تو اچھا نہیں ہوگا" سلویٰ غرائی "تیری ہمت کیسے ہوئی یہاں آنے کی؟"

"تم نے رائل کلب کی بڑی تعریفیں کی تھیں" میں نے سونیا سے کہا "یہاں تو بڑے بدتہذیب لوگ آتے ہیں۔ انھیں یہ بھی نہیں معلوم کہ دوسرے کی میز پر بیٹھنے سے قبل اجازت طلب کی جاتی ہے۔"

"تو تم ہو اس کے نئے یار" سلویٰ نے کٹکھنی بلی کی طرح کہا "اس نے شاید تمہیں عدنان عباسی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا" اس کا اشارہ اپنے ساتھی کی طرف تھا۔

"بتایا تھا" نے بڑی سنجیدگی سے کہا "کہہ رہی تھی عدنان عباسی بڑی ثقیل ڈش کا نام ہے مگر میں نے کہا' پروا مت کرو' میرا ہاضمہ بہت مضبوط ہے۔"

"تمیز سے بات کرو" اس بار خاقان عباسی غرایا تھا "ورنہ تمہارے دانت معدے میں بھی اتر سکتے ہیں۔"

"سونیا تم نے یہ تو نہیں بتایا تھا کہ اس ڈش کو کھانے سے دانت معدے میں بھی اتر سکتے ہیں" میں نے برا مان جانے والے انداز میں کہا "کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ مجھے اپنے دانت کس قدر عزیز ہیں؟"

"تم کوئی انتہائی بے وقوف آدمی معلوم ہوتے ہو۔ جانتے ہو اگر مجھ سے الجھو گے تو اس کا کیا انجام ہوگا؟"

"میں آپ کو کیا جانوں۔۔۔ آپ نے تو ابھی تک اپنا تعارف بھی نہیں کرایا۔"

"اس شہر میں میرے جوئے اور سٹے کے کئی اڈے چلتے ہیں۔ سیکڑوں غنڈے میرے ملازم ہیں۔"

"اف فوہ' آپ تو بڑے کام کے آدمی ہیں جناب" میں

نے بڑے پرجوش انداز میں کہا "مجھے آپ جیسے ہی کسی آدمی کی تلاش تھی۔"

"اس وقت اگر تم اپنی زندگی چاہتے ہو تو فوراً یہاں سے رخصت ہو جاؤ" عدنان نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا "ورنہ یہ رات تمہاری زندگی کی آخری رات بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"

"تن۔۔۔ نہیں۔ مجھے اپنی زندگی بہت پیاری ہے جناب! میں جا رہا ہوں۔"

سونیا کے چہرے پر زردی چھا گئی تھی۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی نے اس کے جسم کا سارا خون نچوڑ لیا ہو۔ اس میں اتنی سکت بھی نہیں رہ گئی تھی کہ میری اس حرکت پر احتجاج ہی کرسکتی۔

میں کسی کی طرف دیکھے بغیر رنگ و نور کے اس سیلاب سے باہر نکل آیا۔ کلب کے گیٹ سے باہر نکلنے سے قبل میں نے کلب کے ایک ملازم کو اپنے ہمراہ لے لیا تھا۔ پانچ دینار کے عوض وہ میرا ایک چھوٹا سا کام کرنے پر راضی ہوگیا۔ اس ملازم کے ساتھ میں کار تک پہنچا۔ میرے دشمن بھی باہر نکل آئے تھے۔ میں نے کار کا دروازہ کھولا اور بلند آواز میں اس ملازم سے بولا "ارے وہ تینوں کہاں رہ گئے؟"

"معلوم نہیں صاحب!" ملازم نے میرا بتایا ہوا جواب دہرایا "وہ آپ کے ساتھ ہی گئے تھے۔ اندھیرے میں معلوم نہیں کہاں رک گئے۔"

"جاؤ' جلدی سے جا کر انہیں بھیجو۔ وہ میرے ساتھ ہی جائیں گے۔"

ملازم چلا گیا اور میں کار کا دروازہ بند کرکے کار کے نزدیک ہی ٹہلنے لگا۔ میرے دشمن اپنی گاڑیوں میں بیٹھ چکے تھے۔ مجھے اندازہ تھا کہ انہوں نے سونیا سمیت مجھے اغوا کرنے کا پروگرام بنایا ہوگا اور کچھ عجب نہیں تھا کہ اس مقصد کے لئے کوئی شخص میری کار کی عقبی نشست پر چھپا ہوا بھی ہو۔

میں ٹہلتے ٹہلتے غیر محسوس طریقے پر دور سے دور ہوتا چلا جا رہا تھا مگر میری توجہ کار کی جانب ہی مرکوز تھی۔ کار کا عقبی نشست کا دروازہ کھلا اور پھر بہ آہستگی بند کردیا گیا۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اتنے فاصلے سے یہ منظر نہیں دیکھ سکتا تھا مگر میری تو تمام تر توجہ اس طرف تھی۔ گویا میرا اندازہ درست تھا۔ جو شخص اس مقصد کے لئے عقبی نشست پر چھپا تھا وہ فرار ہوگیا تھا۔ آخر میرے ساتھ جانے کے لئے تین اور افراد' جو آنے والے تھے۔ ایسے میں میرے اغوا کا منصوبہ دھرا رہ جاتا۔ مجھے یہ بھی اندازہ تھا کہ وہ لوگ ایسی کوئی حرکت کرنے سے گریز کریں گے جس سے وہ خود کسی کی نظروں میں آئیں۔ لہٰذا لازم تھا کہ وہ یہاں کسی ہنگامہ آرائی سے گریز کریں۔

کچھ دیر بعد میں نے عدنان اور سلویٰ کو اس عالم میں کلب کے دروازے سے نکلتے دیکھا کہ سونیا ان کے درمیان تھی اور دونوں نے اسے سہارا دے رکھا تھا۔ سونیا چل کیا رہی تھی گھسٹ رہی تھی۔ میں تو اس کی حالت دیکھ ہی چکا تھا اس واسطے میرے لئے یہ سمجھنا دشوار نہیں تھا کہ سونیا اس حال کو کس وجہ سے پہنچی ہے۔

انہوں نے سونیا کو اپنی کار کی عقبی نشست پر پھینکا۔ پھر سلویٰ نے بھی عقبی نشست ہی سنبھالی اور خاقان خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

میری گاڑی عدنان کی گاڑی کے عقب میں ہی کلب کے گیٹ سے نکلی تھی اور میری گاڑی کے پیچھے دو گاڑیاں اور تھیں جو شروع سے ہی میرے تعاقب میں رہی تھیں۔

بصرے کی سڑکوں پر چاروں گاڑیاں آگے پیچھے دوڑتی شہر کے اس فیشن ایبل علاقے میں پہنچ گئیں جہاں دو ہزار گز سے کم کے کوئی کوٹھی نہیں تھی۔ میں نے عدنان کی کار ایک کوٹھی میں داخل ہوتے دیکھی اور اپنی گاڑی آگے نکال لے گیا۔ میں نے کار کی رفتار میں اضافہ کردیا تھا۔

ایک طویل چکر کاٹ کر میں عدنان کی کوٹھی کی عقبی سمت میں پہنچ گیا۔ اس سمت میں بھی سڑک تھی مگر آگے جاکر بند ہوجاتی تھی اس لئے یہاں ٹریفک نہیں چلتا تھا۔ میں نے ایک جگہ کار روک دی۔ اپنے تعاقب کنندگان کو میں نے یکسر نظرانداز کردیا تھا جن کی کاریں میں نے گلی کے نکڑ تک آتے دیکھی تھیں۔

کار لاک کرنے کے بعد میں عدنان کی کوٹھی کی کمپاؤنڈ وال کی طرف بڑھا۔ کمپاؤنڈ وال سے اندر کودنا میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ رات ابھی آدھی بھی نہیں ہوئی تھی اس لئے چاند بھی نہیں نکلا تھا اور کمپاؤنڈ میں گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا میرے پیروں تلے نرم نرم گھاس تھی اور عقب میں دیوار کے ساتھ پودے اگے ہوئے تھے۔ ادھر ادھر دیکھ کر اطمینان کرنے کے بعد میں سیدھا کھڑا ہوگیا مگر اس لمحے میں نے ایک خوفناک سرگوشی سنی۔

"اپنے ہاتھ اوپر اٹھالو ورنہ گولی ماردی جائے گی۔ عدنان کے بنگلے میں گھسنے کی سزا موت ہے۔"

میں سن ہو کر رہ گیا مگر ہاتھ تو مجھے اٹھانے ہی پڑے۔ میں تو یہاں سونیا کو عدنان عباسی کے چنگل سے نکالنے آیا تھا مگر خود پھنس گیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ مجھے دھمکی دینے والا شخص تنہا ہے یا اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہے۔ اندھیرے کی وجہ سے ویسے بھی کچھ دیکھنا مشکل تھا۔ اور وہاں تو گھاس کے علاوہ عقب میں پودے بھی تھے۔ پس منظر میں اگر تاروں بھرا آسمان ہوتا تب بھی کچھ نظر آجاتا مگر اس گھرے پس منظر کے باعث کچھ بھائی نہیں دے رہا تھا۔

وہ شخص میرے عقب میں تھا اور غالباً پودوں کے درمیان چھپا ہوا تھا۔ اس لئے میں اسے دیکھ نہیں سکا تھا۔ یہ اتفاق تو نہیں ہو سکتا تھا کہ جس جگہ میں کودا وہیں ایک محافظ چھپا ہوا تھا۔ ... یقیناً عدنان عباسی نے اپنی حفاظت کا بھرپور بندوبست کر رکھا ہوگا۔ جس قسم کا وہ آدمی تھا اور جیسے پیشے سے وابستہ تھا اس میں تو حفاظت کا بندوبست کرنا ہی پڑتا ہے۔ دشمنیاں چلتی ہیں اور ایک دوسرے کا خون پانی کی طرح بہا دیا جاتا ہے۔ عدنان کے بھی کچھ دشمن رہے ہوں گے جن کی طرف سے اسے خطرہ لاحق ہوگا اور جس شخص کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو وہ ایک محافظ پر تکیہ نہیں کر سکتا۔ کمپاؤنڈ میں جگہ جگہ محافظ ہوں گے۔ اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا تھا۔

"زبیر! ذرا اس کی تلاشی تو لو" اس شخص کی آواز آئی اور میں طویل سانس لے کر رہ گیا۔ گویا وہ تنہا نہیں تھا۔ اس کے ساتھ ایک شخص اور بھی موجود تھا۔ زبیر نامی شخص نے آگے بڑھ کر میری تلاشی لی۔ وہ پشت کی جانب سے میرے نزدیک آیا تھا اور اس نے بڑی احتیاط سے سر سے پیر تک میرے جسم اور جیبوں کو تھپ تھپا کر اپنا اطمینان کر لیا تھا۔ میں نے اس مرحلے پر حرکت میں آنے کا فیصلہ کیا۔ دوسرے شخص کی آواز سے مجھے اندازہ ہوگیا تھا کہ وہ کس سمت میں کھڑا ہے اس لئے جیسے ہی زبیر میری تلاشی لے کر پیچھے ہٹنے لگا میں برق سرعت سے پلٹا اور میں نے اسے دونوں ہاتھوں سے جکڑ کر پوری قوت سے اس جانب پھینکا جہاں دوسرا محافظ موجود تھا۔ دونوں میں سے ایک کو بھی سوچنے سمجھنے کی مہلت نہیں مل سکی تھی۔

دونوں ایک دوسرے سے الجھ کر پودوں کے درمیان گرے اور میں نے بڑی تیزی سے ان پر چھلانگ لگادی۔ دوسرا شخص زبیر کے نیچے دبا ہوا تھا۔ میں نے زبیر کے سر پر تلی تلی ضرب لگائی ... یہ لازمی طور پر بے ہوش کردینے والی ضرب تھی۔ ضرب میں نے سیدھے ہاتھ سے لگائی تھی اور الٹے ہاتھ سے دوسرے شخص کے اس ہاتھ کو جکڑ لیا تھا جس میں پستول تھا۔ زبیر کے نیچے دبا ہونے کے باعث اس شخص کو نہ تو فائر کرنے کا موقع مل سکا تھا اور نہ ہی وہ اپنا دفاع کرنے کی پوزیشن میں تھا۔ وہ اس چکر میں تھا کہ کسی طرح زبیر کو اپنے اوپر سے ہٹا دے۔ دوسری طرف وہ پستول پر اپنا قبضہ بھی برقرار رکھنا چاہتا تھا۔ میرے ساتھ ایسا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ مجھے تو اس کے ہاتھ سے پستول چھیننا تھا اور بس ... اس کام کے لئے اب میرے دونوں ہاتھ آزاد ہوگئے تھے۔

زبیر تو ایک ہی ضرب میں بے ہوش ہوگیا تھا۔ میں نے پستول چھیننے سے قبل اس کے منہ پر دو چار زبردست قسم کے مکے مارے ... اس کے حلق سے کراہیں ضرور نکلیں مگر وہ چیخا نہیں۔ غالباً اسے اندازہ تھا کہ اگر اس نے چیخ پکار کرنے کی کوشش کی تو اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ ظاہر ہے کہ وہ ایک جرائم پیشہ شخص تھا۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ کس حرکت کا کیا نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے ... اس کی مزاج پرسی کرنے کے بعد میں نے اس کے پستول بردار ہاتھ کی انگلیوں کو اپنی ضربات سے کچلنے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پستول پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ میں نے اس سے پستول چھینا اور اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ وہ زبیر کے نیچے دبا ہولے ہولے کراہ رہا تھا۔ اس کی آواز سے گہرا کرب ظاہر ہو رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ دبا لیا تھا اور اس کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ اپنی شکست تسلیم کر چکا ہے اور اب میرے کہے بغیر اپنی مرضی سے حرکت نہیں کرے گا۔

"زبیر کو اپنے اوپر سے ہٹاؤ اور اٹھ کر بیٹھ جاؤ" میں نے اس کے سر کے پاس پنچ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ پستول میں نے اس کی کنپٹی سے لگا دیا تھا۔ "اگر آواز نکالنے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا۔"

اس نے کوشش کر کے زبیر کو ایک طرف لڑھکا دیا۔ میں کھڑا ہوگیا تھا۔ اس نے بجائے بیٹھنے کے میری دونوں ٹانگیں پکڑ کر کھینچ لیں اور میں پشت کے بل گرا۔ مجھے اس سے اتنی جرأت مندی کی توقع نہیں تھی۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ اس کی جتنی مرمت ہو چکی وہ بہت کافی ہے مگر اس حرکت سے اندازہ ہوا کہ اس میں ابھی کس بل باقی ہیں اور ابھی اسے اچھی خاصی خاطر تواضع کی ضرورت ہے۔ حملہ چونکہ اس نے کیا تھا اس لئے اس کی طرف سے پھرتی کا مظاہرہ ہونا قدرتی بات تھی۔ میں نے تو گرتے ہی پستول چھوڑ دیا تھا مگر مجھے دھچکا ضرور لگا تھا۔ اس نے مجھے گراتے ہی تیزی سے اٹھ کر مجھ پر چھلانگ لگائی۔ اس کے خیال میں یہ مجھے چھاپ لینے کا نادر موقع تھا مگر افسوس کہ اس کے اور میرے درمیان میری دونوں ٹانگیں حائل ہوگئی تھیں جنہیں میں نے سکیڑ لیا تھا اور اب میرے گھٹنے پیٹ سے لگے ہوئے تھے۔ قبل اس کے کہ وہ مجھ تک پہنچ پاتا میں نے دونوں پیر پوری قوت سے اس کی طرف اچھالے۔ اس کا پورا وزن میرے اچھالے ہوئے پیروں پہ گرا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سینے پر پڑنے والی ضرب اتنی شدید ہوئی کہ یقیناً اس کے سینے پر قیامت گزر گئی ہوگی جو میرے پیروں کا ہدف بنا تھا۔ اس کے حلق سے انتہائی کرب ناک قسم کی کراہ خارج ہوئی۔ اس بار آواز ذرا تیز تھی۔ میں نے پستول اٹھایا اور بڑی تیزی سے رینگتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ اپنا سینہ پکڑے لوٹ رہا تھا اور تکلیف کی شدت سے دہرا ہوا جا رہا تھا۔ میں نے پستول دوبارہ اس کے سر سے لگا دیا۔

"زندگی عزیز ہے تو ساکت ہو جاؤ۔" میں نے غرا کر کہا۔ "اب کوئی حرکت کی تو ذرا رعایت نہیں کروں گا۔"

"کیا بات ہے حسین" کوٹھی کی طرف سے آواز آئی "ابھی میں نے کسی قسم کی آواز سنی تھی۔" وہ شاید کوئی اور محافظ تھا جو اسی طرف آرہا تھا۔

"اسے اپنے قریب بلاؤ" میں نے اس کے کان میں سفاکانہ سرگوشی کی "لیکن اس طرح کہ اسے بالکل بھی شبہ نہ ہونے پائے ... ورنہ تمہاری زندگی کی خیر نہیں ہوگی۔"

"میرے سینے میں شدید درد ہو رہا ہے۔" حسین نے کراہ کر کہا۔ اس کی آواز میں درد کا حقیقی تاثر موجود تھا اور یہ اس نے جھوٹ نہیں کہا تھا۔ اس نے اپنے سینے پر میرے پیروں کی بھرپور ضرب برداشت کی تھی۔ اس کی تڑپ میں بھرپور کرب تھا۔ جیسے کسی مچھلی کو پانی سے نکال کر خشکی پر ڈال دیا گیا ہو۔

حسین کے اتنی بری طرح سے تڑپنے کی وجہ سے ہی آنے والا محافظ بوکھلا گیا تھا اور اس نے بوکھلاہٹ میں یا تو مجھے دیکھا نہیں تھا یا دیکھنے کے باوجود نظر انداز کر دیا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں موجود خودکار گن اپنے کاندھے سے لٹکالی تھی اور بڑی تیزی سے حسین کی طرف لپک رہا تھا۔ میں نے اس پر زقند لگانے کے لئے خود کو پوری طرح تیار کر لیا۔

محافظ کے حسین تک پہنچنے سے قبل ہی میں نے چیتے کی طرح اس پر چھلانگ لگادی۔ وہ سمجھ ہی نہیں سکا کہ اس پر کیا آفت نازل ہوئی ہے۔ میں اسے لئے ہوئے گھاس پر گرا۔ اس کی گردن میں نے اپنے بازو میں جکڑ لی تھی اور اس پر پوری قوت صرف کر رہا تھا۔ وہ جاندار آدمی تھا اور اگر وہ ہوشیار ہوتا تو اس سے لپٹ پڑنا مجھے بہت مہنگا پڑتا مگر میں نے اسے بے خبری میں چھاپ لیا تھا اس لئے وہ میرے خلاف اپنی جسمانی قوت کا ذرا سا استعمال بھی نہیں کر سکا تھا۔ دوسری طرف مجھے حسین سے بھی خطرہ تھا اس لئے میں اسے زیادہ ڈھیل نہیں دے سکتا تھا یہی وجہ تھی کہ میں اس کی گردن کے گرد اپنے بازو کی آہنی گرفت سخت تر کرتا چلا جا رہا تھا۔

وہ دہری مصیبت میں گرفتار تھا۔ اس کا ایک ہاتھ پہلو میں دبنے کی وجہ سے عملاً بے کار ہوگیا تھا اور اس پہلو سے لٹکی ہوئی گن اس کے پہلو میں چبھ رہی تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ وہ کس مصیبت میں گرفتار ہے۔ اسی لئے میں اپنی گرفت نرم کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے ابلنے لگی تھیں۔ سانس بھی رکنے لگا تھا۔ میں نے دو تین انتہائی شدید قسم کے جھٹکے دئے اور اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز سن کر اسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔ وہ مر چکا تھا۔ میں نے اسے سیدھا کیا اور گن پر قبضہ کر لیا۔ حسین نامی محافظ ابھی تک تکلیف میں تھا۔ اب عقبی لان میں مزید کوئی خطرہ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے تو میرے جی میں آئی کہ کوٹھی میں گھس جاؤں مگر پھر یہ سوچ کر میں نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا کہ ہاتھ آئی نعمت سے فائدہ نہ اٹھانا بے وقوفی ہے۔ اندر داخل ہونے کے لئے میں حسین کو استعمال کر سکتا تھا۔ حسین تکلیف میں ضرور مبتلا تھا مگر دیکھ سکتا تھا کہ میں نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے اور امکان یہی تھا کہ اب وہ مجھ سے زیادہ تین پانچ نہیں کرے گا۔ وہ نہ صرف خود مجھ سے شکست کھا چکا تھا بلکہ اپنے دو ساتھیوں کا انجام بھی اس کے سامنے تھا۔ چنانچہ میں دوبارہ اس کے نزدیک پہنچا تو وہ خوف زدہ ہوگیا۔ اس قدر خوف زدہ کہ اپنی تکلیف تک بھول گیا۔ تکلیف کی شدت کے باعث وہ بری طرح تڑپ رہا تھا مگر مجھے اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ ساکت ہوگیا۔

"مجھے کوٹھی کے اندر داخل ہونا ہے۔" میں نے گن کی نال اس کی کنپٹی پر رکھتے ہوئے سفاکانہ انداز میں کہا "اور اس بات کے ذمے دار تم ہوگے کہ مجھے بحفاظت اندر پہنچاؤ بلکہ واپس بھی لاؤ۔"

یوں محسوس ہوا جیسے اسے سانپ سونگھ گیا ہو "عدنان مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔" حسین نے کہا۔ اس کی آواز خوف کی شدت سے لرز رہی تھی۔

"اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں بھی تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" میں نے اس کی کنپٹی پر گن کی نال کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا "تمہیں فیصلہ کرنا ہے کہ کس کے ہاتھوں مرنا پسند کرو گے۔"

"مجھ پر رحم کرو" وہ گڑگڑایا۔ "کیوں میری زندگی کے درپے ہوگئے ہو۔ مجھ پر رحم نہیں آتا تو اپنا ہی خیال کر لو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ وہ کتنا خطرناک آدمی ہے؟"

"وہ کرائے کے غنڈوں کے بل پر خطرناک ہوگا جب کہ میں اپنی صلاحیتوں پر انحصار کرنے کا عادی ہوں۔ اگر اپنی زندگی کے لمحات تھوڑے سے طویل کرنا مقصود ہو تو اٹھو ورنہ تمہیں ٹھکانے لگائے دیتا ہوں۔ کوٹھی میں تو میں ہر حال میں داخل ہوں گا۔"

اس نے فیصلہ کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔ عقل مند آدمی معلوم ہوتا تھا اس لئے اس نے میرے حق میں فیصلہ کیا۔ "میں تم سے تعاون کرنے کو تیار ہوں۔" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "مگر اس کے بعد عراق میں میرے لئے کوئی جگہ نہیں رہ جائے گی۔"

مجھے اس کی اس بات پر حیرت ہوئی۔ وہ بہت بڑی بات کہہ رہا تھا۔ آخر عدنان عباسی کتنا بڑا غنڈہ تھا۔ بات بصرے کی حد تک ہوتی تو کوئی بات نہیں تھی مگر پورے عراق پر اس کی عمل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

داری ہوتا دعوتِ فکر دیتا تھا۔ "بعد کی بات بعد میں دیکھی جائے گی" میں نے کہا "فی الحال تو تم اٹھو اور مجھے کسی محفوظ راستے سے اندر لے چلو۔"

وہ کراہتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور لڑکھڑاتا ہوا ایک سمت چلنے لگا۔ میں اس کے پہلو سے لگا چل رہا تھا۔ گن میں نے کندھے سے لٹکالی تھی اور میرا ہاتھ جیب میں پڑے ہوئے پستول کے دستے پر تھا۔

"میں تمہیں آخری بار وارننگ دے رہا ہوں کہ اگر تم نے ذرا بھی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو میں گولی چلانے میں ذرا تامل نہیں کروں گا اور تم خود اپنے پستول کی گولی کا شکار ہو جاؤ گے۔"

اسے خود بھی خوب اندازہ تھا کہ مجھ سے پار نہیں نکل سکے گا۔ میری پھرتی اور جنگ جویانہ صلاحیت وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ کوٹھی کی عقبی دیوار کے پاس پہنچ کر وہ اچانک رک گیا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے سرگوشی کی "تم رک کیوں گئے؟"

میں اچانک ہی محتاط ہو گیا تھا۔ معلوم نہیں اس نے دل میں کیا ٹھان لی ہو۔ اس قسم کے لوگوں کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا۔

"میں تم سے ایک سودے بازی کرنا چاہتا ہوں" اس نے بھی سرگوشی میں کہا۔

"لیکن میں کوئی سودے بازی نہیں کرنا چاہتا" میں غرایا "تم اس وقت میرے پستول کی زد پر ہو۔ میں تم سے سودے بازی کیوں کروں؟"

"مجھ سے زیادہ اس میں تمہارا ہی فائدہ ہے" حسین نے کہا۔ "میں تو اپنی زندگی کی طرف سے مایوس ہو چکا ہوں۔ عدنان ہر حال میں مجھے مروادے گا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا، مجھے محفوظ راستے سے کوٹھی کے اندر پہنچا دو اور تم فضول باتوں میں پڑ گئے۔"

"پوری کوٹھی میں خفیہ کیمرے نصب ہیں۔ کوئی شخص بھی خود کو پوشیدہ نہیں رکھ سکتا۔ میں چاہتا تو تمہیں پھنسوا سکتا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تم سے سودے بازی کر کے میں نقصان میں نہیں رہوں گا۔"

"کہو کیا کہنا چاہتے ہو" میں نے قدرے بے بسی سے کہا۔

"صرف اتنا کہ اگر تم یہاں سے بچ کر نکلنے میں کامیاب ہو جاؤ تو مجھے عراق سے نکلنے میں مدد دینا اور ہو سکے تو اپنے ساتھ مجھے بھی لے چلنا۔"

"یہ کوئی ایسا سودا نہیں ہے جو مجھے نامنظور ہو" میں نے کہا۔ "جس حد تک بھی میرے بس میں ہوگا میں تمہیں ضرور تحفظ فراہم کروں گا۔"

"میں تمہیں مرکزی کنٹرول روم میں لے چلتا ہوں جہاں سے خفیہ کیمرے اور اسپیکر کنٹرول ہوتے ہیں۔ اگر تم نے وہاں موجود عملے پر قابو پالیا تو پھر خطرات نہ ہونے کے برابر رہ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے" میں نے فوراً ہی کہا "لیکن یہ ذہن میں رکھنا کہ کوئی چالاکی دکھائی تو تمہارا انجام بہت بھیانک ہوگا۔"

"بصرے کا کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو عدنان عباسی سے واقف نہ ہو۔ اس کے باوجود تم نے یہاں گھسنے کی جرأت کی ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ تم کوئی سرپھرے ہو۔ میں عدنان عباسی کی دشمنی مول لے سکتا ہوں مگر کسی سرپھرے سے نہیں الجھ سکتا۔ ... جسے اپنی زندگی کی پروا نہ ہو اس سے تو ڈر ہی لگتا ہے۔"

"اب جلدی کرو۔ وہ میری محبوبہ کو اغوا کرالایا ہے۔ میں زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتا۔"

"کنٹرول روم کے دروازے پر دو مسلح محافظ ہروقت تعینات رہتے ہیں۔ کیا تم ان سے نمٹ سکو گے؟"

"مجھے خون کی ندیاں بہانی پڑیں تو اس سے بھی گریز نہیں کروں گا۔ اپنی محبوبہ کو عدنان کے چنگل سے چھڑانا میرا مشن ہے ... اس کے لئے میری جان چلی جائے تب بھی مجھے کوئی پروا نہیں ہوگی بس مجھے یہ بتادو کہ کنٹرول روم ہے کدھر؟"

"ادھر کونے والا دروازہ کنٹرول روم کا ہے۔ یہیں وہ دونوں محافظ پہرا دیتے ہیں۔ اس دروازے سے داخل ہو کر ہمیں سیڑھیاں اترنا پڑیں گی جو ہمیں اس تہ خانے تک لے جائیں گی جہاں کنٹرول روم ہے۔ اس تہ خانے میں ائرکنڈیشننگ کا نظام بھی نصب ہے جو پوری کوٹھی کو ٹھنڈک فراہم کرتا ہے۔"

حسین پوری طرح تعاون کرنے پر آمادہ تھا۔ میں نے اسے سمجھایا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ پھر وہ مجھے اس طرف لے گیا جہاں سے نیچے جانے کا راستہ تھا۔ یہ بھی کوٹھی کا عقبی حصہ تھا۔ ہم چند سیڑھیاں چڑھ کر برآمدے نما جگہ پر پہنچے جہاں وہ دروازے تھے اور دونوں محافظ بھی ٹہلتے ہوئے نظر آرہے تھے۔ تاریکی کی وجہ سے ان کے صرف ہیولے ہی دیکھے جاسکتے تھے۔ چہرے کے نقوش دیکھنا تو شاید قریب سے بھی ممکن نہ ہوتا۔

ہم دونوں ٹہلنے کے سے انداز میں ان کی طرف بڑھے۔ حسین ان سے باتیں کرنے لگا۔ ہمارے درمیان یہی طے ہوا تھا۔ میں ذرا سا پیچھے رہ گیا تھا۔ حسین پر اندھا اعتماد نہیں کیا جاسکتا تھا ... اس لئے میں اس کی طرف سے بھی محتاط تھا۔ وہ ذرا سی بھی گڑبڑ کرتا تو مجھے صرف تین فائر کرنے پڑتے۔ اس کے بعد جو بھی ہوتا وہ بعد میں دیکھا جاتا لیکن حسین نے ایسا موقع نہیں آنے دیا۔ اس نے ان دونوں کو قریب بلالیا تھا اور پھر وہ اچانک میری طرف مڑ کر بولا "ارے زبیر! تم وہاں کیوں رک گئے۔ قریب آجاؤ نا۔"

میں ہولے سے کھنکار کر آگے بڑھا۔ میرا دایاں ہاتھ جو اس سے قبل جیب میں تھا باہر آچکا تھا۔ اندھیرے کے باعث ان لوگوں کے لئے میرے عزائم کا اندازہ کرنا ممکن نہیں تھا۔ مجھے پہچان تو وہ ویسے بھی نہیں سکتے تھے ان کی اسی بے خبری سے فائدہ

اٹھاتے ہوئے میں نے ان میں سے ایک کی گردن پر کراٹے کا وار کردیا۔ وہ منہ سے آواز نکالے بغیر تیورا کر گرا۔ دوسرے نے ذرا حرکت کرنے کی کوشش کی ہی تھی کہ میں نے دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن دبوچ لی۔ اب اس کے پاس اتنا موقع نہیں تھا کہ وہ اپنی گن کندھے سے اتار سکتا۔ میرے دونوں انگوٹھے اس کے نرخرے پر دباؤ بڑھاتے ہی چلے جارہے تھے۔ اس نے ہاتھ پیر مارنے کی کوشش کی مگر مجھے کوئی مؤثر ضرب نہ لگا سکا۔ اچانک افتاد اور شدید تکلیف نے اس کا ذہن ماؤف کردیا تھا ورنہ وہ کچھ تو کر ہی سکتا تھا۔

ان لمحات میں بھی میں حسین کی طرف سے غافل نہیں تھا۔ جیسے ہی میں نے دوسرے محافظ پر حملہ کیا تھا، وہ گرتے ہوئے محافظ کی طرف جھپٹا تھا اور اس کے کندھے سے لٹکی ہوئی گن اتارنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ میں نے کنکھیوں سے اسے دیکھا اور قبل اس کے کہ وہ گن اپنے قبضے میں لے پاتا میں نے پوری قوت صرف کرکے محافظ کی گردن کو ایک شدید جھٹکا لگایا اور اسے پوری قوت سے پیچھے کی طرف دھکیل دیا۔ وہ مرا تو نہیں تھا۔ مگر ادھ موا ضرور ہو گیا تھا۔ میں بڑی پھرتی سے دو قدم پیچھے ہٹ کر الٹے پیر کی ایڑی پر گھوما اور میرے دائیں پیر کی بھرپور قوت والی ضرب حسین کے منہ پر پڑی۔ وہ محافظ کی گن پر قبضہ کرکے کھڑا ہونے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ منہ پر پڑی ہوئی بوٹ کی اس بھرپور ضرب سے دوسری طرف الٹ گیا۔ اس کا منہ اندر سے بری طرح پھٹ گیا ہوگا اور کئی دانت ہل گئے ہوں گے۔ اس کے منہ سے ایک کربناک آواز نکلی تھی اور اسے گن کا ہوش بھی نہیں رہ گیا تھا۔ گن اس کے ہاتھ سے نکل کر فرش پر پھسلتی چلی گئی تھی۔ میں فوری طور پر اس محافظ کی طرف پلٹا جو سر جھٹک کر اپنے حواس درست کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے سنبھلنے کا موقع دینا نہایت خطرناک ہوتا۔ میں ذرا سا آگے بڑھ کر ہوا میں اچھلا اور اس کے منہ پر فلائنگ کک ماری۔ وہ اچھل کر پیچھے جاگرا اور میں زمین پر پہلو کے بل گرتے ہی یوں اچھل کر اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا جیسے میرے جسم میں اسپرنگ لگے ہوئے ہوں۔

حسین فرش پر لوٹ رہا تھا۔ اس کی خبر لینا بھی ضروری تھا، اس نے مجھے دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ میں جھپٹ کر اس کے سر پر پہنچا اور اس کے پہلو میں تابڑتوڑ کئی زوردار ٹھوکریں رسید کردیں۔ ہر ٹھوکر پر اس کا جسم جھٹکا کھاتا تھا مگر منہ سے آواز نہیں نکلی تھی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر اس کے لئے زندہ رہنے کا کوئی موقع ہو سکتا ہے تو خاموشی سے پٹنے کی قیمت پر ہی ہو سکتا ہے۔ منہ سے آواز نکالنے کی صورت میں تو میں اسے فوراً ہی مار دیتا۔ خود میرے لئے جو خطرہ پیدا ہو جاتا۔

حسین کے پہلو میں تابڑتوڑ کئی ٹھوکریں لگانے کے بعد میں پھر محافظ کی طرف متوجہ ہوا جو اب اٹھ بیٹھا تھا اور اپنے کندھے سے گن اتارنے ہی والا تھا۔ میں برق سرعت سے اس کے عقب میں پہنچا اور اس کی گدی پر بوٹ سے ایک نپی تلی ٹھوکر ماری۔ اس کی حالت پہلے ہی خراب تھی اس لئے وہ ضرب سے بچنے کی کوشش بھی نہیں کرسکا۔ ضرب چونکہ نپی تلی تھی اس لئے وہ فوراً ہی بے ہوش ہو گیا۔

اس کی طرف سے مطمئن ہو کر میں حسین کی طرف بڑھا اور وہ لرز کر رہ گیا "م... مجھے مارنا مت" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں فریاد کی۔

میں اس پر جھکا اور اس کا گریبان پکڑ کر ایک جھٹکے سے اسے کھڑا کردیا "میں تمہیں کیوں ماروں گا پیارے" میں نے دانت پیس کر کہا "میں تو تمہاری پوجا کروں گا۔ تم میرے ہمدرد جو ہو"

"میں... وعدہ کرتا ہوں" اس نے ہانپتے ہوئے کہا "تم سے مکمل تعاون کروں گا"

"بکواس مت کرو" میں غرایا "اس سے پہلے بھی تم مجھ سے اس قسم کا وعدہ کر چکے ہو مگر اس کا انجام کیا ہوا۔ تم سمجھ رہے تھے میں تمہاری طرف سے غافل ہو گیا ہوں۔"

"مجھ سے غلطی ہو گئی تھی" وہ گڑگڑایا "جان کے خوف نے مجھے یہ قدم اٹھانے پر مجبور کیا تھا"

"میں نے پہلے ہی تمہیں تنبیہ کردی تھی" میں نے اس کے گریبان کو جھٹکا دیا "لیکن تمہیں عقل نہیں آئی۔ اب میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

"نہیں... رحم کرو" وہ ہذیانی انداز میں بولا "خدا کے واسطے میری جان مت لو"

"تم جیسے لوگوں پر خدا کا واسطہ دینا زیب نہیں دیتا لیکن اس کے باوجود میں تمہیں معاف کر رہا ہوں۔ اب اگر تم نے کوئی حرکت کی تو میں کچھ نہیں سنوں گا" میں نے اس کا گریبان چھوڑ دیا۔

"میں... میں تمہارا شکر گزار ہوں" اس نے سکون کا گہرا سانس لیتے ہوئے کہا "میں کوشش کروں گا کہ تمہارا یہ احسان چکا دوں"

"میرے پاس وقت نہیں ہے حسین" میں نے سخت لہجے میں کہا "اگر تم مجھ سے تعاون نہیں کرو گے تو میں اپنا راستہ خود بنانا بھی جانتا ہوں۔"

"میرا منہ بری طرح زخمی ہے۔ میرے لئے بولنا بھی مشکل ہو رہا ہے" حسین نے دونوں ہاتھ اپنے منہ پر رکھتے ہوئے کہا۔ "سامنے کنٹرول روم کا دروازہ ہے۔ میں نے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا ضرور کروں گا۔"

"تم مجھ پر کوئی احسان نہیں کرو گے۔ میں بہ زورِ قوت تم سے حکم منوا رہا ہوں۔ اب جلدی سے آگے بڑھو۔ میں تمہارے پیچھے رہوں گا۔ تم ایک بار مجھے دھوکا دے چکے ہو اس لئے اب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں تم پر اعتبار کرنے کا خطرہ مول نہیں لوں گا۔ میرے ہاتھ میں پستول موجود ہے جس کا رخ تمہاری طرف ہے۔ تم نے ذرا بھی چالاکی دکھانے کی کوشش کی اور میں نے تمہاری گُدّی میں سوراخ کیا۔"

حسین کچھ نہیں بولا۔ خاموشی سے پلٹا اور سامنے نظر آنے والے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ میں محتاط انداز میں اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ دروازے کے نزدیک پہنچ کر وہ رک گیا۔

"امکان یہی ہے کہ اندر کوئی محافظ نہیں ہو گا" اس نے میری طرف مڑ کر کہا "لیکن اس کے باوجود تم محتاط ہی رہنا"

"میں ہمیشہ محتاط رہتا ہوں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "نہ رہوں تو تم جیسے پتا نہیں کتنے ہمیشہ میری تاک میں لگے رہتے ہیں۔"

اس نے میرا طنز نظر انداز کر دیا "کنٹرول روم تک پہنچنے کے لئے ہمیں سیڑھیاں اتر کر نیچے جانا ہو گا۔ ممکن ہے وہ ہمیں دیکھ لیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت وہ اس داخلی دروازے کو اسکرین پر نہ دیکھ رہے ہوں۔ تمہیں ہوشیار کرنا میرا فرض ہے۔ اب تم جو بھی کہو میں وہی کرنے کو تیار رہوں۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ اس کی بات معقول تھی۔ زیادہ امکان اس بات کا تھا کہ وہ لوگ ہمیں اسکرین پر دیکھ لیں گے۔ پھر اس کا کیا توڑ کیا جائے فوری طور پر کوئی تدبیر نہیں سجھائی دی۔

"اگر تم مجھ پر اعتبار کرو تو میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔" مجھے سوچوں میں گم دیکھ کر حسین نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"تم نے خود کو اعتبار کے لائق چھوڑا تو نہیں ہے لیکن خیر.... تم بتاؤ میں دیکھوں گا کہ تمہاری ترکیب میرے لئے کس حد تک قابلِ قبول ہے۔"

"میں دروازہ کھول کر اندر جاتا ہوں۔ تم یہیں رک کر مجھ پر نظر رکھو۔ جب میں نیچے کا دروازہ کھلوا لوں تو تم تیزی سے نیچے آ جاؤ۔ اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم کتنی تیزی کا مظاہرہ کر سکتے ہو۔"

اس کے بتائے ہوئے طریقے میں رسک تھا۔ تاہم خطرہ تو مجھے مول لینا ہی تھا "ٹھیک ہے" میں نے سر ہلا کر رضامندی ظاہر کر دی اور اسٹین گن سنبھال لی "تم نیچے جا کر دروازہ کھلواؤ۔"

حسین نے مڑ کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اندر بہت مدھم روشنی تھی مگر اس روشنی میں بھی میں صاف دیکھ سکا۔ ... حسین سیڑھیاں اتر کر نیچے جا رہا تھا۔ میں دروازے سے ایک قدم پیچھے ہی رک گیا تھا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر دو دروازے نظر آ رہے تھے۔ ایک دائیں ہاتھ کی جانب اور دوسرا سامنے کی طرف... حسین نے سامنے والے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے کچھ پوچھا گیا جس کا جواب اس نے دیا مگر میں یہ نہیں سن سکا کہ اس نے کیا کہا ہے۔ بہرحال دروازہ کھول دیا گیا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب میں حرکت میں آ گیا۔ میں نے بہت تیزی سے کئی کئی سیڑھیاں پھلانگیں اور دو تین ہی چھلانگوں میں نیچے پہنچ گیا۔

دروازہ کھولنے والے شخص کی سمجھ میں کچھ آ ہی نہ سکا۔ میں نے اسے اسٹین گن کی نال پر لے کر ہاتھ بلند کرنے کا حکم دیا اور اسے دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ میں نے حسین کو دروازہ بند کرنے کا اشارہ کیا تھا۔

اندر دبیز قالین بچھے تھے کمرا ائر کنڈیشنڈ تھا اور دیواروں کے ساتھ قد آدم مشینیں نصب تھیں جن پر متعدد اقسام کے ڈائل اور بٹن نظر آ رہے تھے۔ کئی ٹی وی بھی تھے جن میں سے کچھ کی اسکرینیں روشن تھیں اور کچھ تاریک پڑے تھے۔ دروازہ کھولنے والے شخص کے علاوہ وہاں ایک شخص اور بھی تھا جو ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے میز پر قہوے کی پیالی موجود تھی اور اس کی نظریں ٹی وی اسکرین پر بھٹک رہی تھیں۔ اس شخص نے کسی قسم کی گڑبڑ محسوس کر کے نظریں اٹھائیں تو اس کے ہوش اڑ گئے، ... میں اسٹین گن سمیت کنٹرول روم میں داخل ہو چکا تھا۔

"خاموشی سے ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ" میں غرایا "ورنہ تم دونوں کو بھون کر رکھ دوں گا"

وہ چوں وچرا کیے بغیر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور پھر میرے اشارے پر دروازہ کھولنے والے شخص کے برابر جا کھڑا ہوا۔ حسین میرے نزدیک ہی موجود تھا۔

"تم لوگوں سے میرا کوئی جھگڑا نہیں ہے" میں نے کہا۔ "میری دشمنی عدنان سے ہے۔ اگر تم نے مجھ سے تعاون کیا تو تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔"

دونوں نے اثبات میں سر ہلائے۔ وہ بہت زیادہ خوف زدہ نظر آ رہے تھے۔ شاید پہلی بار اس قسم کی صورتِ حال سے دوچار ہوئے تھے۔

"اگر مجھ سے تعاون نہیں کرو گے تو میں تم سے کسی قسم کی رعایت نہیں برتوں گا۔ میرے پاس زیادہ وقت بھی نہیں ہے۔ فوری طور پر فیصلہ کر کے بتا دو کہ تم لوگ مجھ سے تعاون کرنے پر آمادہ ہو یا نہیں؟"

انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا' نظروں ہی نظروں میں کچھ پیغامات کا تبادلہ ہوا اور انہوں نے اثبات میں سر ہلا کر رضامندی ظاہر کر دی۔

"عدنان عباسی میری محبوبہ کو اغوا کر کے لے آیا ہے۔ تم مجھے یہ بتاؤ گے کہ وہ اس وقت کون سے کمرے میں ہے۔"

"وہ اپنی خوابگاہ میں ہے" اس شخص نے تھوک نگل کر جواب دیا جسے میں نے پینل بورڈ پر بیٹھے دیکھا تھا۔

"اس کے ساتھ اور کون کون ہے؟" میں نے اگلا سوال کیا۔

"سلویٰ ہے اور اس کے علاوہ ایک نئی لڑکی ہے۔ غالباً وہی تمہاری محبوبہ ہو گی"

"کیا یہاں سے اس کی خواب گاہ کا منظر دیکھا جا سکتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

وہ جواب دیتے ہوئے ذرا سا ہچکچایا "ہاں" اس نے جیسے کسی نتیجے پر پہنچتے ہوئے کہا "یہاں سے کوٹھی کے ہر حصے کا منظر دیکھا جا سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے.... تم مجھے اس کی خواب گاہ کا منظر دکھاؤ" میں نے فرمائش کی اور وہ شخص بڑی فرماں برداری سے پینل بورڈ کی طرف بڑھا۔

"ٹھہرو' رک جاؤ" میں نے عین اس وقت کہا جب وہ ایک سوئچ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا رہا تھا — اس کا بڑھتا ہوا ہاتھ رک گیا۔

"کیا بات ہو گئی؟" اس نے پلٹ کر میری طرف دیکھتے ہوئے حیرت سے کہا۔

"واپس اپنی جگہ پر چلے جاؤ" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا "جو شخص کئی محافظوں کو زیر کر کے یہاں تک پہنچا ہو وہ تم جیسوں کے ہاتھوں بے وقوف نہیں بن سکتا۔"

وہ اپنی جگہ واپس آ گیا "میں تو تمہاری ہدایت پر عمل کر رہا تھا" اس نے بے چارگی سے کہا "ہم تو خود تمہارے رحم و کرم پر ہیں' تمہیں بے وقوف کیسے بنا سکتے ہیں۔"

"یہ بات قطعی خلافِ عقل ہے کہ عدنان جیسا شخص تمہیں اپنی خلوت میں جھانکنے کی اجازت دے دے گا۔" میں نے کہا۔ "تم مجھے موقع دیتے.... سب کچھ تمہارے سامنے آ جاتا۔ اگر میں تمہیں اس کی خواب گاہ کا منظر نہ دکھاتا تو تم مجھے موردِ الزام ٹھہرا سکتے تھے۔ اس کے بغیر نہیں ٹھہرا سکتے۔"

"یقیناً اس نے کوئی ایسا انتظام ضرور کر رکھا ہو گا کہ اگر تم لوگ اس کی خواب گاہ کا منظر دیکھنے کی کوشش کرو تو اسے اس کا علم ہو جائے۔"

"اگر اس نے ایسا کوئی انتظام کر بھی رکھا ہے تو ہمیں اس کا علم کس طرح ہو سکتا ہے' ہم تو ملازم ہیں۔ جتنا بتایا جاتا ہے اتنا ہی جانتے ہیں۔"

"یہ تجاہلِ عارفانہ کسی اور وقت کے لئے بچا رکھو۔ میں نے تم سے تعاون کی درخواست کی تھی مگر تم نہیں مانے۔ تمہیں چاہئے تھا کہ مجھے اس خطرے سے باخبر کر دیتے۔"

"ہمیں نہیں معلوم کہ تم نے یہ سب مفروضے کس بنیاد پر قائم کئے ہیں لیکن یہ بات غلط ہے کہ ہم ایسے کسی انتظام سے واقف ہیں۔"

"اگر تم اتنے ہی بے خبر ہوتے تو عدنان عباسی کی خواب گاہ کا منظر دکھانے کی ہدایت ملنے پر تمہارے چہرے پر سکون کے تاثرات نہ پھیلتے" میں نے زہرخند کیا۔

ان دونوں کے چہرے تاریک ہو گئے' انہیں اندازہ نہیں تھا کہ محض اتنی سی بات سے اتنا بڑا اور فیصلہ کن نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے۔

"یہ حرکت کرنے سے قبل تمہیں یہ سوچ لینا چاہئے تھا کہ اگر تمہاری وجہ سے میں کسی خطرے سے دوچار ہوتا تو تم دونوں بھی زندہ نہیں بچ سکتے تھے۔"

وہ دونوں منہ سے کچھ نہیں بولے۔ بس تھوک نگل کر رہ گئے۔ ان کے چہروں پر ہوائیاں اُڑنے لگی تھیں۔

"تم عدنان کے نمک خوار ہو اس لئے میں تمہیں زیادہ الزام نہیں دوں گا لیکن اب تم پر بھروسا بھی نہیں کیا جا سکتا۔ حسین' ان دونوں کو باندھ دو"

حسین نے بجلی کے تاروں کے کچھ ٹکڑے ڈھونڈے اور ان کی مدد سے ان دونوں کے ہاتھ پیر باندھ دیئے۔ میں نے مزید اطمینان کی خاطر ان دونوں کی بندشیں چیک کیں اور مطمئن انداز میں سر ہلاتا ہوا حسین کی طرف متوجہ ہو گیا "تمہیں تو معلوم ہو گا کہ عدنان کی خواب گاہ کون سی ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"میں تمہیں اس کی خواب گاہ تک لے چلوں گا" حسین نے کہا "مگر اس کے بعد میری زندگی کی کیا ضمانت ہو گی؟" اس کی آواز خوف سے لرز رہی تھی۔

"زندگی کی ضمانت تو کوئی بھی نہیں دے سکتا۔ کسی کی زندگی کا کوئی بھروسا نہیں ہوتا۔ تمہیں کیا خطرہ ہے۔ تم تو اسلحے کے زور پر میری باتیں مان رہے ہو۔"

"میں یہاں کے محافظوں میں شامل ہوں۔ اگر میں ہی کسی کا آلۂ کار بن گیا تو ظاہر ہے میری افادیت تو ختم ہو کر رہ گئی۔"

"پہلے میرا کام ہو جائے' اس کے بعد ہی تمہارے بارے میں کچھ سوچ سکوں گا۔ اب چلو' مجھے اس کی خواب گاہ تک لے چلو"

حسین خاصا مضطرب دکھائی دینے لگا تھا مگر اس نے کچھ کہا نہیں اور کنٹرول روم کے اندرونی دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ کوٹھی کے اندر اس دروازے سے بھی پہنچا جا سکتا ہے۔ اس دروازے کے دوسری طرف بھی زینے تھے جو ہمیں دوسری منزل تک لے گئے۔ راستے میں کسی سے مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی۔

"کوٹھی کے اندر محافظ نہیں ہوتے" حسین نے مجھے بتایا۔ "صرف ملازمین ہوتے ہیں اور اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔ دوسروں کے معاملات میں مداخلت نہیں کرتے۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ ہم دوسری منزل پر پہنچ چکے تھے۔ ... حسین نے ایک کمرے کی طرف اشارہ کیا "وہ عدنان... کی خواب گاہ ہے" اس نے کہا "اب مجھے جانے دو۔"

"نہیں" میں نے سختی سے کہا "تم میرے ساتھ رہو گے۔ اس وقت تک جب تک میں کامیاب نہیں ہو جاتا"

حسین کے چہرے پر مایوسی بکھر گئی۔ میرے پاس یہ غور کرنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

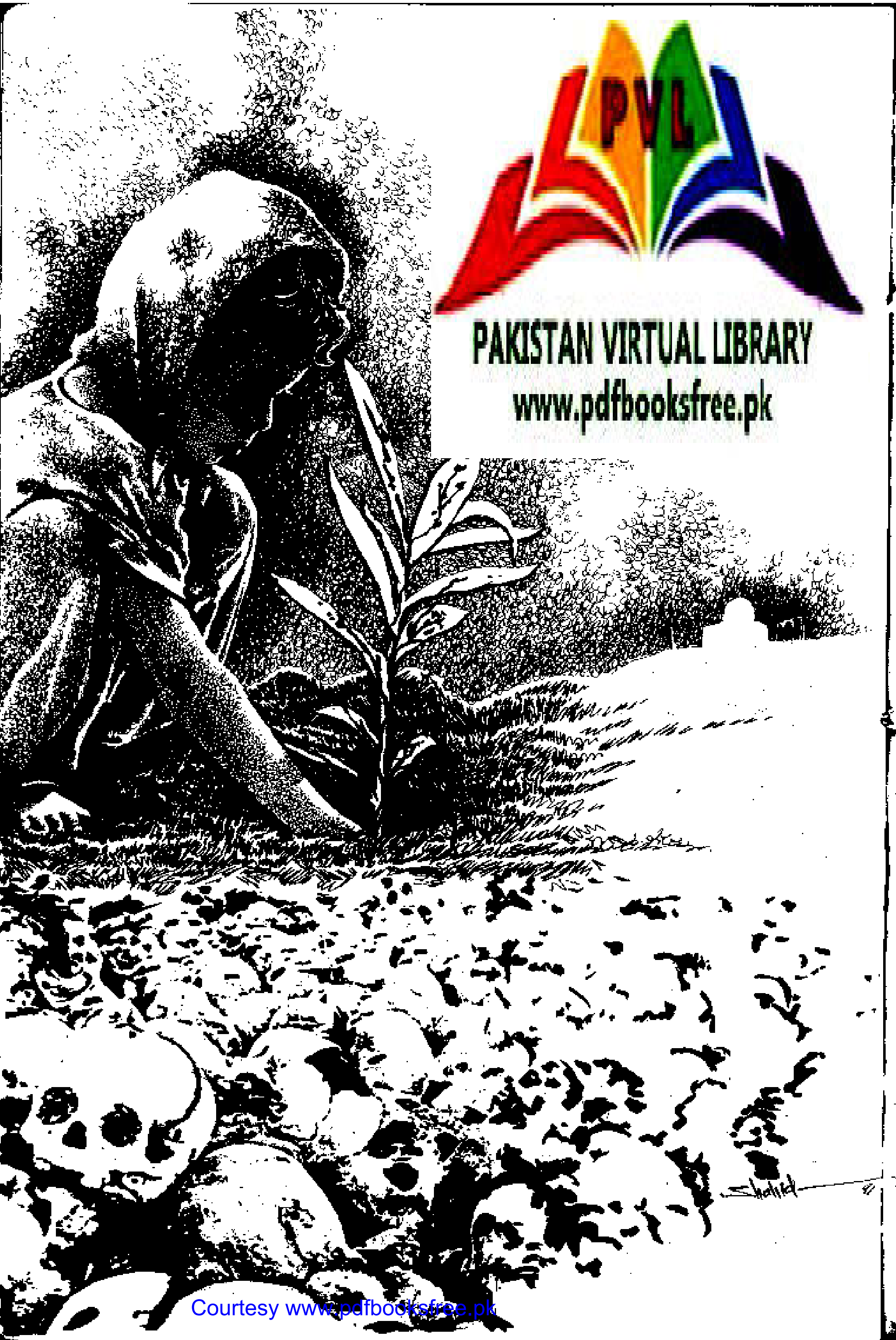

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

کے لئے فرصت نہیں تھی کہ اس کی مایوسی کی وجہ کیا ہے۔ میری نظریں تو اس ملازم پر جمی ہوئی تھیں جو ایک ٹرالی دھکیلتا ہوا عدنان کے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ ٹرالی میں پینے پلانے کا سامان سجا ہوا تھا۔ میں اور حسین راہداری کے موڑ پر آڑ میں تھے اس لئے ملازم ہمیں دیکھ نہیں سکتا تھا۔ میں خاموشی سے ملازم کو دیکھتا رہا۔ عدنان کے کمرے کے دروازے پر رک کر اس نے دوبارہ دروازہ ناک کیا اور دروازہ کھول کر اس کی خواب گاہ میں داخل ہو گیا... اس کے کوئی ایک ہی منٹ بعد وہ ٹرالی اندر چھوڑ کر واپس باہر نکلا اور خواب گاہ کا دروازہ بند کر کے اسی سمت میں چلا گیا جدھر سے آیا تھا۔ میں حسین کے ساتھ آڑ سے نکل آیا اور خواب گاہ کے دروازے پر پہنچ گیا۔ ملازم کی طرح میں نے دروازے پر دستک دینے کا تکلف نہیں کیا اور اچانک ہی دروازہ کھول دیا۔ میں نے دونوں ہاتھوں میں اسٹین گن سنبھال رکھی تھی جس کی نال سامنے کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔ سامنے دیوار کے ساتھ صوفے بچھے تھے جن پر سلویٰ اور عدنان بیٹھے نظر آ رہے تھے۔ شراب کی ٹرالی ان کے سامنے موجود تھی۔ سلویٰ جام میں شراب انڈیل رہی تھی۔ دروازہ یوں کھلتے دیکھ کر ان دونوں نے بیک وقت نظریں اٹھائیں اور ایک اسٹین گن بردار کو اپنے سامنے دیکھ کر ان دونوں کے منہ حیرت سے کھل گئے۔ سلویٰ جس پوزیشن میں تھی اسی میں رہ گئی۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی جادوگر نے جادو کے زور سے اسے پتھر کے مجسمے میں تبدیل کر دیا ہو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بوتل سے شراب جام میں گرتی رہی یہاں تک کہ جام لبریز ہو گیا اور اس کے بعد شراب ٹرالی میں گرنے لگی مگر سلویٰ کے جسم میں جنبش تک نہ ہوئی۔

عدنان عباسی ہڑبڑا کر صوفے سے کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے پر بھی بے یقینی کی کیفیت تھی اور اس کے دونوں ہاتھ خود بخود بلند ہو گئے تھے۔ میرے ہونٹوں پر ایک سفاک مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ حسین میرے برابر کھڑا تھر تھر کانپ رہا تھا۔ ٹرالی پر گرنے والی شراب اب ٹرالی سے بہہ کر فرش پر بچھے ہوئے قیمتی قالین تک پہنچ گئی تھی۔

"مجھے پہچانے عدنان؟" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا "میں وہی ہوں جسے تم نے جان سے مار دینے کی دھمکی دی تھی"

عدنان نے جواب میں کچھ کہنے کی کوشش کی تھی مگر اس کے ہونٹ کانپ کر رہ گئے۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور کمرے میں داخل ہونے کے لئے قدم اٹھایا لیکن کمرے میں پوری طرح داخل ہونے سے قبل ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے ہاتھوں پر قیامت ٹوٹ پڑی ہو۔ خصوصاً میرا دایاں ہاتھ بری طرح جھنجھنا اٹھا تھا جس سے میں نے اسٹین گن پکڑ رکھی تھی۔ خواب گاہ میں ایک محافظ دیوار کے ساتھ لگا کھڑا تھا۔ جیسے ہی اسٹین گن کی نال کمرے کے اندر داخل ہوئی اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی گن لٹھ کی طرح گھما کر پوری قوت سے میری اسٹین گن پر رسید کر دی تھی۔ میرے ہاتھ سے نہ صرف اسٹین گن نکل گئی تھی بلکہ میں اپنے ہاتھ کو بری طرح جھٹکنے پر مجبور بھی ہو گیا تھا۔ کمرے میں عدنان عباسی کا قہقہہ گونج رہا تھا۔

دروازے کے کھلے ہوئے پٹ کے عقب سے ایک اور محافظ برآمد ہوا تھا اور اب میں دو اسٹین گنوں کی زد میں تھا۔

"میں نے تمہیں متنبہ کیا تھا کہ تم نہیں مانے" عدنان نے اپنے ہاتھ گراتے ہوئے کہا "اب تم میرے چنگل میں ہو۔ بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

میں سناٹے کے عالم میں کھڑا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بساط کس طرح الٹ گئی۔ خواب گاہ میں محافظوں کی موجودگی سمجھ میں نہ آنے والی بات تھی۔ یہ بات تو واضح تھی کہ کچھ دیر قبل عدنان عباسی اور سلویٰ کے چہروں پر جو تاثرات نظر آئے تھے وہ مصنوعی تھے۔ ان تاثرات کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔

سلویٰ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور وہ قربان ہو جانے والی نظروں سے عدنان کو دیکھ رہی تھی جب کہ عدنان کی تمام تر توجہ کا مرکز میں تھا۔

"تم باہر کیوں کھڑے ہو؟ اندر آ جاؤ۔ میں اپنے مہمانوں کا شایانِ شان استقبال کرنے کا عادی ہوں" عدنان نے مجھ سے کہا۔ پھر اس نے حسین کی طرف دیکھا اور خوں خوار لہجے میں بولا "دفع ہو جاؤ" حسین دُم دبا کر دفع ہو گیا اور میں خواب گاہ کے اندر داخل ہو گیا۔ خواب گاہ میں بائیں جانب جہازی سائز کا ڈبل بیڈ دیوار کے ساتھ لگا ہوا تھا جو دروازے سے نظر نہیں آ رہا تھا۔ سونیا بیڈ پر بے سدھ سی پڑی تھی اور اس کے منہ میں ایک رومال ٹھنسا ہوا تھا۔ مجھ سے ابھی تک ہاتھ اٹھانے کو نہیں کہا گیا تھا۔ خواب گاہ میں وسکی کی تیز بو پھیلی ہوئی تھی۔

"غالباً تمہیں اندازہ ہو گیا ہو گا کہ عدنان عباسی کس قسم کی ڈش کا نام ہے" عدنان نے مضحکانہ لہجے میں کہا۔

"لیکن تمہیں ابھی تک یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ علی حماد کتنی بڑی بلا ہے" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"اس بلا کی جیب سے پستول نکال لو سلویٰ! یہ حقیقت ہے کہ یہ شخص واقعی کسی بلا کی مانند ہے" عدنان نے کہا۔ غالباً میرے سکون نے اس کے اعصاب کو متاثر کیا تھا۔

سلویٰ نے آگے بڑھ کر میری جیب سے پستول نکال لیا۔

"تمہارے منہ سے اپنے دشمن کی تعریف سننا اچھا نہیں لگا" سلویٰ منہ بنا کر بولی۔

"باصلاحیت لوگوں کی تعریف نہ کرنا بخل ہوتا ہے سلویٰ! کیا تم نے مجھے کسی بھی معاملے میں بخیل پایا ہے؟" عدنان عباسی نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہا۔

"میں بھی بہت دریا دل ہوں سلوی ڈیئر۔" میں نے لفنگے اسٹائل میں کہا "دریا دلی میں میرا ثانی ملنا مشکل ہے۔"

سلوی نے مجھ پر سر سے پیر تک ایک ناقدانہ نگاہ ڈالی "اگر تم ایسے ہی دریا دل ہوتے تو آج یوں تباہ نہ ہوتے۔ عدنان کی طرح تمہارے بھی بہت سے جاں نثار ہوتے۔"

"اور بہت بڑا کاروبار ہوتا۔ کاریں اور کوٹھیاں ہوتیں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "ایسی دریا دلی نہ دیکھی نہ سنی جس میں آدمی کروڑپتی بن جائے۔ دریا دلی تو یہ ہوتی ہے کہ آدمی کروڑوں کا ہوتے ہوئے بھی مفلس ہو۔ بری طرح قلاش ہو' آدمی اگر واقعی دریا دل ہو تو کچھ بھی پس انداز نہیں کر سکتا۔"

"میں تم سے متفق ہوں" عدنان بولا "اور میں تم جیسے لوگوں کا قدرداں بھی ہوں"

میں نے ایک نظر سونیا پر ڈالی جو میری طرف دیکھ کر پلکیں جھپکا رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ ساتھ مایوسی اور خوف کی جھلکیاں بھی دکھائی دے رہی تھیں۔

"کیا اس بے ضرر لڑکی سے تم اس قدر خوف زدہ ہو کہ تم نے اسے یوں باندھ کر ڈال رکھا ہے؟" میں نے سونیا کی طرف اشارہ کر کے عدنان سے کہا۔

"یہ دھینگا مشتی کرنے پر اتر آئی تھی" عدنان بولا "اب تم آگئے ہو تو میرا خیال ہے یہ قدرے پرسکون ہو جائے گی۔" اس نے ایک محافظ کو اشارہ کیا اور اس نے آگے بڑھ کر سونیا کی بندشیں کھول دیں۔ اس کے منہ میں ٹھنسا ہوا رومال نکال دیا گیا تھا سونیا اپنے ہاتھ پیر سہلاتی ہوئی بیڈ پر اٹھ بیٹھی۔

"تمہیں یہاں نہیں آنا چاہئے تھا علی!" سونیا نے خوف زدہ لہجے میں کہا "اب تمہاری بھی خیر نہیں ہے"

"ایک آزاد آدمی کی حیثیت سے میں اپنے ہر فعل کا ذمے دار خود ہوں۔ میں نے محسوس کیا کہ تمہیں عدنان کے چنگل سے نکالنا میری ذمے داری ہے اس لئے یہاں آگیا"

"اور اب تمہیں یہاں سے نکالنے کے لئے کوئی نہیں آئے گا" سلوی زہریلے لہجے میں بولی "عراق میں رہتے ہوئے عدنان عباسی سے بچنا محال ہے۔"

"علی حماد نے کبھی بے بس ہونا نہیں سیکھا" میں نے بڑے سکون سے کہا "عدنان کو غالباً آج تک کوئی ڈھنگ کا مدمقابل ملا ہی نہیں تھا۔"

اچانک عدنان نے ہاتھ کے اشارے سے دونوں محافظوں کو وہاں سے چلے جانے کو کہا اور وہ دونوں مؤدب انداز میں سر جھکا کر خواب گاہ سے باہر چلے گئے۔ عدنان کی اس حرکت پر سلوی اور سونیا کو تو حیرت ہوئی ہی تھی خود میں بھی حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔ خواب گاہ سے باہر جاتے ہوئے وہ میری اسٹین گن بھی اٹھا کر لے گئے تھے۔

"میں کچھ بھی سہی علی حماد! مگر قدرناشناس نہیں ہوں" محافظوں کے جانے کے بعد اس نے مجھ سے کہا "اگر تم میرے لئے کام کرنا منظور کر لو تو میں سونیا کو رہا کرنے پر آمادہ ہوں"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" سلوی اچھل کر صوفے سے کھڑی ہو گئی "سونیا کو کسی قیمت پر رہا نہیں کیا جا سکتا۔ یہ میری آن کا مسئلہ ہے۔ اس کے ساتھ تم جو چاہو سلوک کرو"

عدنان نے سلوی کو خشمگیں نظروں سے گھورا "تمہارے لئے مناسب یہی ہے کہ اس گفتگو میں دخل اندازی نہ کرو" اس نے کہا پھر دوبارہ مجھ سے مخاطب ہوا "ہاں' تو تمہارا جواب کیا ہے۔"

"علی حماد ناقابل فروخت ہے عدنان!" میں نے مضبوط لہجے میں جواب دیا "تم غلط قسم کی بات کہہ رہے ہو۔ یہ سودا نہیں ہو سکے گا"

"میں نے تمہاری قیمت تو نہیں لگائی... تم غلط سمجھ رہے ہو' ...میں تو دوستانہ ماحول میں بات کر رہا ہوں۔ میری نیک نیتی کا ثبوت یہ ہے کہ میں نے اپنے محافظوں تک کو باہر بھیج دیا ہے۔"

"کچھ ہی دیر قبل رائل کلب میں تم مجھے دھمکیاں دے رہے تھے اور اب دوستانہ ماحول میں بات کر رہے ہو۔ کیا یہ عجیب بات نہیں؟" میں نے کہا۔

"اس وقت تک میں تمہاری صلاحیتوں سے بے خبر تھا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم اتنے باصلاحیت ہو تو اسی وقت تمہاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھا دیتا۔"

"تم سے میری دشمنی کی وجہ یہ ہے کہ تم نے سونیا پر ہاتھ ڈالا ہے۔ اگر تم اسے چھوڑ دو تو ہمارے درمیان کوئی دشمنی باقی نہیں رہ جائے گی۔"

"بیٹھ جاؤ علی حماد! اور مجھ کو اپنے بارے میں بتاؤ۔ تم کون ہو اور کیا کرتے ہو؟"

میں نہایت اطمینان سے سلوی کے برابر جا بیٹھا جو حالات کی اس نئی کروٹ پر سناٹے کے عالم میں خاموش بیٹھی تھی۔

"میں ایک آوارہ آدمی ہوں عدنان! میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے اور میں کوئی کام مستقل طور پر کرنے کا عادی نہیں ہوں۔"

"تم اپنے آپ کو ضائع کر رہے ہو۔ میں تمہیں بہت اچھی تنخواہ دوں گا۔ تم شہزادوں کی طرح زندگی بسر کرو گے۔"

"اور اس کے عوض مجھے کیا کرنا ہوگا؟" میں نے یوں کہا جیسے میں نیم رضامند ہو گیا ہوں۔

"میں تم سے زیادہ کام نہیں لوں گا" مجھے نیم رضامند دیکھ کر وہ خوش ہو گیا "بس تمہیں میرے بعض کاروباری معاملات کی دیکھ بھال کرنا ہوگی اور تم پوری طرح خودمختار ہو گے۔"

"اپنی تمام تر خودمختاری کے باوجود مجھے تمہارے احکامات

کی تعمیل کرنا ہوگی؟" میں نے کہا۔

"وہ تو ظاہر ہے۔ تم میرے لئے کام کرو گے تو پالیسی میری ہی ہوگی" عدنان بولا۔

"اس گفتگو کے لئے یہ موقع مناسب نہیں ہے عدنان! جس کام کے لئے میں یہاں آیا تھا اس کے علاوہ فی الحال اور کوئی کام نہیں کر سکوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ معاملہ ہم بعد میں طے کر لیں گے لیکن عدنان کے گھر سے کوئی یوں ہی نہیں واپس جا سکتا۔ کیا پیو گے؟"

"یہ تمہیں دھوکا دے رہا ہے عدنان!" سلوی غرائی "سونیا کو لے کر نکل جائے گا تو پھر اس کا ہاتھ لگنا بھی مشکل ہو جائے گا۔"

"میں نے تمہیں گفتگو میں دخل اندازی کرنے سے منع کیا تھا۔" عدنان نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔

"تمہاری دوست ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ تمہیں خطرات سے خبردار کرتی رہوں" سلوی نے کہا مگر اب اس کے لہجے میں دم خم باقی نہیں رہ گیا تھا۔

"مجھ میں اتنی صلاحیت ہے کہ اپنا اچھا برا خود سمجھ سکوں۔ تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ گھر چلی جاؤ" عدنان اٹھا اور دیوار پر نصب انٹرکام پر کسی سے رابطہ قائم کیا "سلوی گیٹ پر آ رہی ہے۔" ...اس نے انٹرکام کے ریسیور میں کہا "اسے گھر چھوڑ آؤ" وہ انٹرکام کا سلسلہ منقطع کر کے سلوی کی طرف مڑا مگر وہ پہلے ہی پیر پٹختی ہوئی خواب گاہ کے دروازے سے باہر نکل چکی تھی۔

"ہاں' اب بتاؤ" عدنان نے سکون کا سانس لیتے ہوئے کہا "کیا پینا پسند کرو گے۔"

"چائے' کافی یا قہوے میں سے جو چیز بھی آسانی سے میسر آ جائے" میں نے کہا اور عدنان کے چہرے پر حیرت کے تاثرات بکھر گئے۔

"میرے پاس عمدہ قسم کی شرابوں کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ ...اتنی عمدہ شرابیں تم نے کبھی چکھی بھی نہیں ہوں گی۔ تکلف مت کرو۔ بے تکلفی سے بتاؤ۔"

"اس معاملے میں میرا ذوق بہت خراب ہے۔ میں نے آج تک کوئی سی بھی شراب نہیں چکھی۔"

"اوہ گویا تم پیتے ہی نہیں ہو... خیر' پھر تو مجبوری ہے۔ میں تمہارے لئے کافی منگوا لیتا ہوں۔"

عدنان نے انٹرکام پر کافی کا آرڈر دیا اور میں نے سونیا کو صوفے پر اپنے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ وہ ابھی تک خوفزدہ تھی۔ اسے عدنان کے بدلے ہوئے انداز پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ بہت ڈرتے ہوئے اٹھی اور میرے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"میں نے پہلے تمہیں کبھی نہیں دیکھا" کافی کا آرڈر دینے کے بعد عدنان نے کہا "کیا تم آج پہلی بار رائل کلب آئے تھے؟"

"سونیا کے اصرار پر چلا گیا تھا ورنہ آج بھی نہ جاتا۔"

"سونیا کو تو میں نے اکثر وہاں دیکھا ہے مگر بدقسمتی سے کبھی ہماری ملاقات نہیں ہوئی تھی حالانکہ مجھے بڑا اشتیاق تھا۔"

"آج بھی سلوی کی آڑ میں' تم اپنے دیرینہ اشتیاق کی تکمیل کرنا چاہ رہے تھے" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

عدنان نے مجھے گہری نظروں سے دیکھا "تمہارا اندازہ درست ہے۔ اگر معاملہ کسی اور کا ہوتا تو شاید میں نے سلوی کو ٹال دیا ہوتا۔"

"سلوی نے تم سے کچھ سوچ کر ہی مدد طلب کی ہوگی؟" میں نے پوچھا "اسے توقع رہی ہوگی کہ تم اس کی مدد ضرور کرو گے؟"

"ممکن ہے تم اس بات سے واقف ہو... یا شاید نہ جانتے ہو کہ دس سال قبل میں ایک عام جرائم پیشہ شخص تھا۔ میری حیثیت بہت معمولی تھی۔ صرف بصرے ہی میں مجھ جیسے جرائم پیشہ افراد کی تعداد ہزاروں میں تو ضرور رہی ہوگی۔ ان دنوں سلوی بھی ایک معمولی درجے کی طوائف ہوا کرتی تھی۔ سلوی سے میری آشنائی انہی دنوں سے ہے۔"

"تب تو اس نے بہت صحیح آدمی سے مدد طلب کی... لیکن دس سالوں کے مختصر عرصے میں تمہاری اتنی ترقی سمجھ میں نہیں آئی؟"

"اس میں میری ذہانت کو دخل ہے" عدنان نے فخریہ لہجے میں کہا "میں بعث پارٹی میں شامل ہو گیا تھا۔ ایک انقلابی پارٹی ہونے کے ناتے اس دور میں پارٹی کو مجھ جیسے افراد کی شدید ضرورت تھی۔ میں نے مختصر سے عرصے میں پارٹی کے لئے ایسی ایسی خدمات سرانجام دیں کہ میں پارٹی کی ناک کا بال بن گیا۔ میں نے پارٹی کے خلاف ہونے والی کئی سازشیں بے نقاب کیں اور پارٹی کے کئی مخالفین کو ٹھکانے لگانے میں اہم کردار ادا کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے حکومت کی طرف سے مراعات ملنا شروع ہو گئیں اور میں نے ان سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ یہی میری ترقی کا راز ہے۔"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے' ترقی کے اس سفر کے دوران سلوی نے تمہارا ساتھ نہیں چھوڑا ہوگا۔"

"یہ اندازہ تم نے کیسے لگایا؟" عدنان نے حیرت سے پوچھا۔

"میرے اندازے کے مطابق وہ خودغرض بھی ہے اور موقع پرست بھی۔ اگر اسے کوئی امید نظر آئی ہوگی تو اس نے اس سے فائدہ ضرور اٹھایا ہوگا۔ اس کے علاوہ وہ تم سے جس انداز میں بات کرتی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسے تم پر بہت مان ہے۔ ایسا اسی وقت ہوتا ہے جب کوئی کسی کے لئے کچھ کرتا ہے۔"

"تمہارا اندازہ درست ہے۔ اس نے بعث پارٹی میں شمولیت تو اختیار نہیں کی تھی مگر اس نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا تھا۔ اسے سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اب بھی نہیں ہے' ...میرے اس مقام تک پہنچنے میں اس کا بڑا حصہ ہے۔ بعض

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سازشوں کا علم مجھے سلوی کے ذریعے ہی ہوا اور مجھ خالفین کو ٹھکانے لگانے کے لئے میں نے سلوی کا ہی سہارا لیا۔ سازشوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جرائم پیشہ افراد کا ہی سہارا لیا جاتا ہے اور ایسے حلقوں میں سلوی کا خاصا عمل دخل تھا اس لئے اسے سازشوں کی بھنک مل جایا کرتی تھی اور وہ مجھے ان سے آگاہ کردیا کرتی تھی۔"

"تب تو تم نے اس کا دل توڑ کر بہت برا کیا... تمہیں اس کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرنا چاہئے تھا۔"

"اس نے میرے لئے جو کچھ کیا میں نے اس سے بہت زیادہ اسے واپس کردیا۔ اب میری طرف اس کا کوئی قرض باقی نہیں رہا۔ ...میں کسی مرحلے پر اسے نہیں بھولا۔ اگر میں نے جواباً اس کی مدد نہ کی ہوتی تو وہ آج بھی ایک معمولی درجے کی طوائف ہی ہوتی۔ لیکن وہ اب بھی نہیں بدلی۔ اس کا رجحان اب بھی جرائم پیشہ لوگوں کی طرف ہے۔"

میں ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ عدنان خود بھی ایک خود غرض اور موقع پرست آدمی تھا۔ اس سے اس کے علاوہ اور کیا توقع کی جاسکتی تھی۔

ایک ملازم کافی لے کر آیا اور میں نے سونیا سے کافی بنانے کے لئے کہا۔ وہ سر جھکا کر پیالیاں سیدھی کرنے لگی۔

"میں کافی شوق سے نہیں پیتا مگر آج پیوں گا" عدنان نے کہا۔

"ان کے ہاتھ کی بنی ہوئی کافی پینا بھی ایک اعزاز ہوگا۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی اعزاز حاصل ہونے کی توقع بھی نہیں ہے" میں نے کہا "اس لئے کہ سونیا نے شریفانہ زندگی گزارنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔"

سونیا اور عدنان نے بیک وقت چونک کر میری طرف دیکھا۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے" عدنان نے کہا "میں نے آج تک کسی کو یہ پیشہ ترک کرتے نہیں دیکھا۔"

"اب دیکھ لو" میں نے بڑے سکون سے کہا "آج کے بعد سونیا راکل کلب کا رخ بھی نہیں کرے گی۔"

"یہ بڑی ناممکن سی بات ہے" عدنان نے بڑے مضطربانہ انداز میں پہلو بدل کر کہا "میں اس پر یقین نہیں کرسکتا۔"

"اتنی سی بات پر یقین نہیں کرسکتے تو اس بات پر کیسے یقین کرو گے کہ ہم دونوں شادی کرچکے ہیں۔"

سونیا کے ہاتھ سے کافی کی پیالی گرتے گرتے بچی جو وہ عدنان کی طرف بڑھا رہی تھی اور عدنان کی تو آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"اگر تم نے شادی کرلی ہے تو یہ تمہارا ذاتی معاملہ ہے" وہ پہلو بدل کر بڑبڑایا "میں بھلا کیا کرسکتا ہوں۔"

"کیا یہ خبر سن کر تمہیں خوشی نہیں ہوئی عدنان؟" میں نے مسکراتے ہوئے کہا "تم نے تو مبارکباد تک نہیں دی۔"

"جب خوشی ہوگی تو مبارکباد بھی دوں گا۔ ابھی تو صرف حیرت ہی ہورہی ہے۔ معلوم نہیں تم نے یہ فیصلہ کیوں کیا۔ تم جیسے آدمیوں کے لئے لڑکیوں کی کیا کمی ہوسکتی ہے۔؟"

سونیا زبردست قسم کی بے بسی کا شکار ہوگئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میری اس حرکت پر اپنے رد عمل کا اظہار کس طرح کرے۔ عدنان وہاں موجود نہ ہوتا تو معلوم نہیں وہ کیا کرتی۔

"اب ہمیں یہاں سے واپسی کے لئے کیا کرنا ہوگا عدنان؟" میں نے کافی ختم کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارے پاس گاڑی تو موجود ہوگی۔ اگر نہیں ہے تو میں اپنی گاڑی میں تمہیں بھجوائے دیتا ہوں" عدنان نے کہا۔

شکریہ عدنان! میری گاڑی عقبی سڑک پر موجود ہے۔ ہم چلے جائیں گے" میں نے کہا اور سونیا کو اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔

"تم عقبی دیوار کود کر یہاں داخل ہوئے تھے مگر اب گیٹ سے واپس جاؤ گے۔ لاؤ' چابی مجھے دو۔ میں تمہاری گاڑی سامنے منگوائے لیتا ہوں۔"

میں نے کار کی چابی نکال کر عدنان کے حوالے کردی اور اس نے ایک ملازم کو بلا کر اسے چابی دیتے ہوئے ضروری ہدایات دیں پھر ملازم کے جانے پر میری طرف مڑا۔

"میرا وہ آدمی زندہ نہیں بچا جس پر تم نے عقبی برآمدے میں حملہ کیا تھا" اس نے اچانک ہی مجھ سے کہا۔

"تمہیں کیسے معلوم ہوا؟" میں نے حیران ہوکر پوچھا۔ وہ شروع سے اب تک میرے ساتھ ہی تھا اور یہ اطلاع کسی کے ذریعے اس تک نہیں پہنچی تھی۔ اگر میرے سامنے اسے اطلاع ملتی تو مجھے ضرور معلوم ہوجاتا۔

"اس کے علاوہ تمہیں یہاں تک پہنچنے کے لئے پانچ مزید افراد سے بھی نمٹنا پڑا جن میں سے ایک حسین تھا جسے تم اسی کے پستول کی زد پر یہاں تک لائے تھے" اس نے مجھے مزید حیران کرنے کے لئے کہا مگر اب میں مزید حیران ہونے کے موڈ میں نہیں تھا بلکہ میں نے الٹا اسے حیران کرنے کا تہیہ کرلیا تھا۔

"غالباً تمہاری معلومات کا راز اس کمرے میں پوشیدہ ہے" میں نے خواب گاہ میں نظر آنے والے اس دروازے کی طرف اشارہ کیا جو وہاں زائد دکھائی دے رہا تھا۔ ایک دروازہ تو باتھ روم کا تھا مگر دوسرے دروازے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ یقیناً کوئی انتہائی اہم وجہ تھی جس کے تحت وہ دروازہ وہاں رکھا گیا تھا۔

عدنان چونک پڑا "یہ اندازہ تم نے کس طرح لگایا؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"بڑی معمولی سی بات ہے عدنان! جس عمارت میں خفیہ ٹی وی کیمروں کا انتظام موجود ہو اس کے بارے میں یہ بات طلق سے نہیں اترتی کہ اس کے مالک نے کیمروں کے ذریعے نگرانی کا انتظام مکمل طور پر دوسروں کے سپرد کر رکھا ہوگا۔ یقیناً کوئی ایسا بھی ذریعہ ہوگا جسے استعمال کرکے وہ خود بھی دوسروں کی نگرانی کرسکتا ہو۔ میرے اس نظریئے کو تین باتوں سے تقویت ملتی ہے۔ تم نے سلوی سے کہا کہ علی کی جیب سے پستول نکال لو۔ یعنی تمہارے علم میں تھا کہ میری جیب میں پستول ہی ہے ریوالور نہیں ہے۔ دوسری دو باتیں تم نے ابھی ابھی کی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ محافظ مرگیا جس پر میں نے عقبی برآمدے میں حملہ کیا تھا اور دوسری یہ کہ مجھے یہاں تک پہنچنے کے لئے پانچ مزید افراد سے نمٹنا پڑا تھا۔ اس کے علاوہ ایک بات اور بھی یہ ہے کہ تم میرے استقبال کے لئے پوری طرح تیار تھے۔ ورنہ تم جیسے آدمی کی خواب گاہ میں مسلح محافظوں کی موجودگی سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔ ان سب باتوں سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اپنے خفیہ کیمروں سے تم نے براہ راست سارے مناظر دیکھے ہیں۔ تم تک کسی اور ذریعے سے اطلاعات نہیں پہنچیں۔ اب یہ مسئلہ رہ جاتا ہے کہ وہ کنٹرول روم کہاں ہے جہاں سے تم نے یہ سارا منظر دیکھا۔ تو اس کا سادہ سا جواب یہ ہے کہ ایسا خفیہ کمرہ خواب گاہ سے ملحق ہی ہوسکتا ہے۔ اور پھر یہ اضافی دروازہ بھی اس طرف اشارہ کررہا ہے کہ یہ اسی خفیہ کمرے کا دروازہ ہے۔"

"مجھے یہ اندازہ تو تھا کہ تم غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہو مگر مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ تمہاری صلاحیتیں اس انتہا کو پہنچی ہوئی ہوں گی" عدنان نے طویل سانس لے کر کہا "کلب میں تم نے مجھ سے جس انداز سے بات کی مجھے اسی سے اندازہ ہوگیا تھا کہ تم کوئی عام آدمی نہیں ہوسکتے۔ پھر جتنی بے پروائی اور جس انداز میں تم وہاں سے اٹھ کر آئے تھے اس سے بھی مجھے محسوس ہوگیا تھا کہ تم سونیا کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کرو گے۔ اسی لئے میں نے راستے بھر عقب نما آئینے پر نظر رکھی۔ میرا خدشہ اس وقت درست ثابت ہوگیا جب کلب سے لے کر یہاں تک میرا تعاقب کیا گیا۔ صاف ظاہر تھا کہ تعاقب کرنے والی کار میں تمہارے علاوہ کوئی اور نہیں ہوسکتا اور یہ کہ تم کوٹھی میں بھی گھسنے کی کوشش ضرور کرو گے۔ میں نے اپنی حفاظت کا معقول بندوبست کر رکھا ہے لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان انتظامات کو آزمانے کا موقع ملا ہو۔ میں چاہتا تو محافظوں کو ہوشیار کرسکتا تھا۔ اس طرح تم بے خبری میں پکڑے جاتے یا مارے جاتے مگر مجھے تو اپنے حفاظتی انتظامات کی آزمائش کا موقع ملا تھا اور اسی لئے میں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا فیصلہ کیا۔ کیمرے اس طرح نصب ہیں کہ کوٹھی کا کوئی گوشہ بھی ان کی زد سے بچا ہوا نہیں ہے۔ اس کے علاوہ ان کے ذریعے کوٹھی کے اردگرد ہونے والی نقل و حرکت بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ ان کیمروں پر ایسے لینس نصب ہیں جن کے ذریعے اندھیرے کا منظر بھی صاف نظر آتا ہے۔ ...یہی وجہ ہے کہ تم اس وقت سے میری نظروں میں ہو جب عقبی سڑک پر کار سے اترے تھے۔ مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میں نے جن لوگوں کی صلاحیتوں پر اعتماد کیا تھا وہ بالکل ہی ناکارہ ثابت ہوئے۔ اگر میں خود ہوشیار نہ رہا ہوتا تو اب تمہاری راہ میں کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہ گئی تھی۔"

"اس میں قصور تمہارے آدمیوں کا نہیں ہے عدنان! ان بے چاروں کا واسطہ غلط آدمی سے پڑ گیا تھا۔"

"میں خود بھی یہی محسوس کررہا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے تمہیں اپنے لئے کام کرنے کی آفر کی ہے۔"

"اس آفر پر ہم بعد میں کسی وقت بات کریں گے۔ نہ تو اس بات کے لئے یہ وقت مناسب ہے اور نہ جگہ مناسب ہے۔"

"تم جس وقت اور جہاں چاہو گے میں تم سے بات کرنے کو تیار ہوں۔ مگر میں تم سے رابطہ کس طرح کروں گا؟"

"اس وقت تو میرا کوئی ایسا ٹھکانہ نہیں ہے جس کا پتا تمہیں بتاؤں' لیکن فکر کی کوئی بات نہیں۔ میں خود تم سے رابطہ کرلوں گا۔"

"میں بے چینی سے تمہارا انتظار کروں گا" عدنان نے کہا۔ وہ ہمارے ساتھ کوٹھی کے گیٹ تک آیا تھا۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" کوٹھی کے گیٹ سے کار باہر نکلتے ہی سونیا نے مجھ سے کہا "تم نے اس سے یہ کیوں کہا کہ ہم نے شادی کرلی ہے؟"

"مجھے ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں وہ تمہارے بارے میں کوئی ایسی بات نہ کہہ دے جسے سن کر مجھے غصہ آجائے۔"

سونیا نے مجھے غور سے دیکھا مگر کچھ بولی نہیں۔ وہ دونوں گاڑیاں پھر پیچھے لگ گئی تھیں جو شروع سے ہی میرے تعاقب میں لگی ہوئی تھیں۔

"تم نے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا علی!" کچھ دیر بعد سونیا پھر بولی "تمہیں اس طرح وہاں نہیں گھسنا چاہئے تھا۔"

"پھر کس طرح گھسنا چاہئے تھا؟"

"میرا مطلب ہے تمہیں عدنان سے دور ہی رہنا چاہئے تھا۔ وہ بہت خطرناک آدمی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس نے ہمیں چھوڑ کیسے دیا؟"

"وہ مجھ سے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی متاثر ہوگیا ہے۔ کوٹھی کی حفاظت کے لئے اس نے نامی گرامی بدمعاش رکھ چھوڑے ہوں گے۔ جب میں ان کے حصار کو توڑتا ہوا گزر گیا تو اس کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہونا لازمی تھا کہ کسی طرح مجھے بھی ملازم رکھ لے۔ اس کا اور کام ہی کیا ہے۔ بھوکے غنڈوں بدمعاشوں کی سرپرستی ہی تو کررہا ہے۔ ایک بدمعاش اس کے سوا اور کربھی کیا سکتا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں تو سمجھتی ہوں مگر تم نہیں سمجھتے۔ میں نے تمہیں پہلے ہی منع کر دیا تھا مگر تم نہیں مانے۔"

"سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے خطرات سے ڈر نہیں لگتا مگر میں بلاوجہ خطرات سے کھیلنا بھی پسند نہیں کرتا اور جہاں خطرہ مول لینا ناگزیر ہو جائے وہاں پیچھے بھی نہیں ہٹتا۔ میں نے تم سے وعدہ کر لیا تھا کہ کلب میں سلوی سے نہیں الجھوں گا۔ اس کے بعد کسی سڑک پر بھی اس سے الجھا نہیں جا سکتا تھا۔ واحد طریقہ یہی رہ گیا تھا کہ اس کی کوٹھی کے اندر گھس جاؤں اور میں نے وہی کیا۔"

"اب تو مجھے بھی تم سے خوف محسوس ہونے لگا ہے۔ راکل کلب میں آنے والے معمولی حیثیت کے لوگ نہیں ہوتے مگر میں نے ان سب کو ہمیشہ عدنان سے خوفزدہ ہی دیکھا ہے لیکن تمہارے سامنے تو خود وہ دبا دبا سا لگ رہا تھا۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ تمہاری خوشامد کر رہا ہو؟"

"تمہارا مشاہدہ بہت اچھا ہے۔ ہاں' وہ میری خوشامد ہی کر رہا تھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ میں آسانی سے اس کے قابو میں نہیں آؤں گا۔ اس نے چونکہ اپنی آنکھوں سے میری کارکردگی دیکھی ہے اس لئے مجھے چھوڑے گا نہیں۔ میری بڑی سے بڑی شرائط بھی منظور کر لے گا۔ یہی دیکھ لو کہ اس نے کتنی آسانی سے ہمیں وہاں سے نکل آنے دیا۔"

"کیا تم اس کے لئے کام کرنے پر رضامند ہو جاؤ گے؟" سونیا نے پوچھا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"تو پھر تم نے صاف انکار کیوں نہیں کر دیا۔ بعد میں انکار کرو گے تو وہ مشتعل ہو جائے گا۔"

"اگر تمہیں وہاں سے نکالنے کا مرحلہ نہ درپیش ہوتا تو میں نے اسی وقت صاف انکار کر دیا ہوتا اور یہ بات تم بھی اچھی طرح سمجھتی ہو کہ اگر میں اس سے الجھتا تو وہاں سے نکلنا ناممکن ہو جاتا۔"

...سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہاں اس قدر زبردست حفاظتی انتظامات سے واسطہ پڑے گا۔ اگر مجھے ذرا بھی اندازہ ہو جاتا تو اسے کوٹھی تک پہنچنے ہی نہ دیتا۔ اگر وہ کسی صورت کوٹھی تک پہنچ بھی جاتے تو میں اندر پہنچنے کے لئے کوئی اور تدبیر اختیار کرتا۔"

"اس کے حفاظتی انتظامات کو توڑنا کسی صورت بھی ممکن نہیں ہے" سونیا نے کہا اور میں دھیرے سے ہنس دیا۔

"ہاں' بہ ظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے" میں نے ٹالنے والے انداز میں کہا۔

"بہ ظاہر کا کیا مطلب؟ صاف صاف بات کیوں نہیں کرتے کہ ایسا کرنا عملاً ناممکن ہے۔"

"اگر واقعی ایسا ہوتا تو اعتراف کر لینے میں کوئی باک نہیں تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ حفاظتی انتظامات کچھ بھی نہیں ہیں۔"

"تم بڑے بڑے دعوے کرنے کے خبط میں مبتلا ہو" سونیا نے چڑ کر کہا "اس وقت اگر قسمت نے یاوری نہ کی ہوتی تو زبان چلانے کے لئے زندہ نہ ہوتے۔"

"انہوں نے بھی مجھے بڑبولے کا لقب دیا تھا" میں نے بے خیالی سے کہا۔ یہ جملہ قطعی غیر ارادی طور پر میرے منہ سے نکل گیا تھا۔

"کس نے تمہیں بڑبولے کا لقب دیا تھا؟" سونیا کا سوال مجھے ہوش میں لے آیا۔

"کچھ نہیں" میں نے گڑبڑا کر کہا "شاید میں واقعی بڑی بڑی باتیں کرتا ہوں اسی لئے سب مجھے بڑبولے کا لقب عطا کر دیتے ہیں۔"

"مگر میں تو تمہاری قدر کرتی ہوں" سونیا نے ہنس کر کہا۔ "میرے لئے تو تم کسی بیش قیمت ہیرے سے بھی زیادہ قیمتی ہو۔"

"وہ تو عدنان عباسی کے لئے ہوں حالانکہ اسے ایک سے بڑھ کر ایک لوگوں کی خدمات حاصل ہیں مگر وہ مجھ پر ریجھ گیا ہے۔ ...اب دیکھنا یہ ہے کہ میری خدمات حاصل کرنے کے لئے کون کون سی پیشکشیں کرتا ہے۔"

ہم اپنی عارضی قیام گاہ کے قریب پہنچ گئے تھے۔ رات کا ایک بج چکا تھا۔ سڑکوں پر سناٹا تھا مگر گزشتہ رات والے واقعے کے سبب پولیس گشت کرتی نظر آ رہی تھی۔ تعاقب کرنے والی گاڑیاں مستقل طور پر میری کار کے پیچھے لگی ہوئی تھیں لیکن آج رات ان کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہو سکتی تھی۔ علاقے میں پولیس موجود تھی اور مجھے یقین تھا کہ وہ پولیس کی نظروں میں آنے کا خطرہ ہرگز مول نہیں لیں گے۔

ہمارے بنگلے میں داخل ہوتے ہی فون کی گھنٹی بجی۔ سونیا نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا۔ جواب میں میں خود فون کی طرف بڑھ گیا۔

"تم تو بڑے باکمال آدمی نکلے" فون پر دوسری طرف سے وہی مانوس آواز آ رہی تھی جس نے میرا پیچھا پکڑ رکھا تھا۔ "بھیڑیئے کے بھٹ میں گھس کر صحیح سالم نکل آئے۔"

"میں اس سے زیادہ باکمال ہوں مسٹر پردہ نشین" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اور وہ آٹھ آدمی مجھ پر قابو پانے کے لئے قطعی ناکافی ہیں جو میرا تعاقب کرتے پھر رہے ہیں۔"

"بقیہ سات تو محض تمہاری نگرانی کے لئے ہیں ورنہ میں تنہا ہی تمہارے لئے کافی ہوں۔"

"بہت خوب مسٹر پردہ نشین!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تم مجھے یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہے ہو کہ ان آٹھ میں تم خود بھی موجود تھے۔"

"تاثر دینے کی کوشش نہیں کر رہا ہوں مسٹر نارمن شیلوف! میں درحقیقت ان ہی میں سے ایک ہوں۔ یہ الگ بات ہے کہ تم ان کے درمیان مجھے شناخت نہیں کر سکتے۔"

"تم نارمن شیلوف کو دھوکا نہیں دے سکتے مسٹر پردہ نشین!" میں نے مضبوط لہجے میں کہا "تم ان کے درمیان نہیں تھے اگر ہوتے تو میری نظروں سے بچ نہیں سکتے تھے۔"

"تم بکواس کر رہے ہو۔ تمہارے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس سے مجھے شناخت کر سکو۔"

"اگر نہ ہوتا مسٹر پردہ نشین! تو میں ہرگز اتنے یقین سے یہ بات نہ کہتا کہ تم ان کے درمیان نہیں تھے۔"

"تم بلف کر رہے ہو۔ اس طرح میری حقیقت جاننا چاہ رہے ہو۔ میں اس قسم کی چالوں سے خوب واقف ہوں۔"

"میں جانتا ہوں کہ ایسی قسم کے مقابلوں میں بلف کئے جاتے ہیں مگر جس بلف کی تم بات کر رہے ہو وہ میرے لئے قطعی بے مقصد ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ مجھے یقین ہے کہ تم ان آٹھ میں نہیں تھے۔ میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے معلوم ہے تم ان آٹھ میں نہیں تھے۔ کیا میں تمہیں یقین اور علم کے درمیان فرق سمجھاؤں مسٹر پردہ نشین؟"

"تمہارے چہکنے کی وجہ یہ ہے کہ تم علاقے میں پولیس کو گشت کرتے دیکھ چکے ہو اور تم نے اندازہ لگا لیا ہے کہ کم از کم آج رات تمہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا "یقین اس خیال کو کہتے ہیں جو انتہائی پختہ ہو" میں نے شرارت آمیز انداز میں کہا "اور جہاں یقین کی سرحدیں ختم ہوتی ہیں اس سے کہیں آگے سے علم کی سرحدیں شروع ہوتی ہیں۔ کوئی انتہائی پختہ یقین کسی بھی وقت غلط ثابت ہو سکتا ہے مگر علم غلط نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ علم کے معنی ہیں جاننا اور آدمی جو بات جانتا ہے..."

"میں نے تمہاری خرافات سننے کے لئے فون نہیں کیا تھا" انتہائی خراب لہجے میں کہا گیا۔

"تو کیا اپنی خرافات سنانے کے لئے فون کیا تھا؟" میں نے سونیا کو آنکھ مارتے ہوئے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے پر میں نے بھی مسکراتے ہوئے فون بند کر دیا۔

"معلوم نہیں تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟ عقل مندی کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم ان لوگوں کو جل دے کر نکل جاتے مگر تم تو "آ بیل مجھے مار" کی تصویر بنے ہوئے ہو" سونیا بڑبڑائی۔

"ایسے ہی کھیلوں میں تو لطف آتا ہے۔ کل عدنان عباسی کو صاف جواب دوں گا تو ممکن ہے وہ بھی دشمنی پر اتر آئے۔ تب اور زیادہ مزہ آئے گا۔"

"ایسی حرکتیں مت کرو علی! آخر تمہیں ضرورت کیا ہے عدنان کو چھیڑنے کی؟"

"میں نے اس سے وعدہ کر لیا ہے اس لئے رابطہ تو بہرحال ضرور قائم کروں گا اور مذاکرات بھی ہوں گے۔"

"اچھا تو میری یہ بات مان لو کہ اس سے جو بات بھی کرنی ہو فون پر ہی کر لو۔ اس طرح کم از کم تم محفوظ تو رہو گے۔"

"کیا تم یہ سمجھ رہی ہو کہ وہ ہماری قیام گاہ سے لاعلم ہو گا؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"اسے علم ہو بھی کیسے سکتا ہے؛ نہ تو میں نے اسے کچھ بتایا ہے اور نہ ہی تم نے اسے کچھ بتایا ہے۔"

"تم بڑی خوش فہمیوں کا شکار ہو سونیا! اب تک نہ صرف وہ ہماری قیام گاہ کا سراغ لگا چکا ہو گا بلکہ یہاں کی نگرانی بھی شروع ہو چکی ہو گی۔"

"کیا اس کے پاس الٰہ دین کا چراغ موجود ہے؟" سونیا جھنجلا کر بولی "تم کیسی ناممکن قسم کی باتیں کرتے ہو جنہیں عقل تسلیم ہی نہ کرے۔"

"عقل بے چاری تو ہمیشہ بے قصور ہوتی ہے۔ کوئی اس پر زور ہی نہ دینا چاہے تو وہ کر بھی کیا سکتی ہے" میں نے مسکرا کر کہا۔ پھر سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا "تم اسے مجھ سے زیادہ جانتی ہو۔ اس نے ہمارے سامنے جو اعترافات کئے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ عراق کی پولیس کی بھی مجال نہیں ہے کہ وہ عدنان عباسی کے خلاف ایک قدم بھی اٹھا سکے۔ حکومت کے کسی محکمے کا بڑے سے بڑا افسر بھی اس کے خلاف ایک لفظ بولنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ ...محض اس لئے کہ وہ حکمراں پارٹی کی ناک کا بال ہے۔ کوئی بھی حکومت جو اپنی بقا کے لئے اس قسم کے افراد پر انحصار کرتی ہے وہ دراصل قانون کی دھجیاں اڑانے کا سامان پیدا کرتی ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا کوئی کام رک نہیں سکتا۔ اس نے ہماری کار کا نمبر نوٹ کر لیا ہو گا اور اس کے محض ایک فون پر رجسٹریشن آفس میں زلزلہ آ گیا ہو گا۔ نمبروں کے ذریعے پتا معلوم کرنا پندرہ منٹ سے زیادہ کا کام نہیں ہوتا۔"

"غضب خدا کا علی!" سونیا نے خوفزدہ ہو کر کہا "تم تو دوسروں کے ہوش اڑا دیتے ہو۔"

"یہ تو دوسروں کا قصور ہوا" میں نے ہنس کر کہا "میری باتوں سے اس کے ہوش اڑ جاتے ہیں اور ادھر مخالف جو چالیں عملاً چل رہا ہے اس سے ان کے ہوش نہیں اڑتے؟"

"سچ بتاؤ علی! اتنی خوفناک قسم کی باتیں معلوم ہوتے ہوئے بھی تم اس قدر پُرسکون کس طرح رہتے ہو؟"

"میں جانتا ہوں کہ کوئی مقابلہ جیتنے کے لئے پُرسکون رہنا بہت ضروری ہے۔ بدحواسی سے عقل خبط ہو جاتی ہے اور مخبوط الحواس شخص کبھی کوئی مقابلہ نہیں جیت سکتا۔"

میں نے سونے سے قبل بنگلے میں ان جگہوں کا اچھی طرح معائنہ کیا جہاں کوئی خطرناک ہتھیار وغیرہ چھپائے جانے کا امکان ہو سکتا تھا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ہماری گفتگو سننے کے لئے کوئی آلہ وغیرہ چھپا دیا گیا ہو مگر میں ایسی کوئی چیز برآمد نہیں کر سکا۔ تلاش کے دوران سونیا مستقل میرے کان کھائے جا رہی تھی اور میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مختصر جوابات دے کر اسے ٹالے جا رہا تھا۔

"تم نے عدنان سے یہ کیوں کہا تھا کہ میں نے اپنا پیشہ ترک کر دیا ہے اور آئندہ رائل کلب نہیں جاؤں گی؟" اچانک اس نے سوال کیا۔

"اس کا جواب میں تمہیں پہلے بھی دے چکا ہوں۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ کوئی ایسی بات کہے جس پر مجھے غصہ آجائے۔"

"تم نے یہ نہیں سوچا کہ تمہاری زبان سے ادا ہونے والے الفاظ میرے لئے کتنی اہمیت رکھتے ہیں۔"

"تم میری پابند تو نہیں ہو۔ میں نے اس سے جان چھڑانے کے لئے ایک بات کہی تھی۔ ضروری تو نہیں کہ تم اس پر عمل بھی کرو۔"

"تمہاری بات اونچی رکھنا بھی میرے لئے ضروری ہے اور میری اپنی مجبوریاں بھی ہیں جو مجھے اس پیشے میں رہنے پر مجبور کرتی ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے سونیا! اسی لئے میں نے تم سے ایسی کوئی فرمائش نہیں کی جس کی تکمیل کرنا تمہارے لئے ممکن نہ ہو حالانکہ میری خواہش یہی ہے کہ تم کوئی ملازمت وغیرہ کر لو۔"

"خواہش تو میری بھی یہی ہے علی!" سونیا نے ایک ٹھنڈی سانس لی "معلوم نہیں وہ وقت کب آئے گا جب میری یہ خواہش حقیقت کا روپ دھارے گی۔"

"میں نے عدنان سے غلط نہیں کہا تھا سونیا! سلوی تو پہلے ہی تمہاری دشمن ہے۔ اب میں عدنان کے ساتھ کام کرنے سے انکار کر دوں گا تو وہ میرے ساتھ ساتھ تمہارا بھی دشمن ہو جائے گا۔ ایسے حالات میں تم کم از کم رائل کلب کا رخ تو نہیں کر سکو گی۔"

"بات پہلے ہی اتنی بڑھ چکی ہے کہ میں کسی اور شہر کا رخ کرنے کا سوچ رہی ہوں۔ ممکن ہے میں بغداد چلی جاؤں۔ وہاں آمدنی کے مواقع بہت زیادہ ہیں۔"

"اس وقت تو صرف سونے کی فکر کرو۔ کل کا دن بہت زیادہ مصروف گزرنے کا امکان ہے۔"

O☆O

اگلے روز صبح دس بجے میں بصرہ کے سب سے شاندار ہوٹل کے ایک سوئیٹ میں نرم اور آرام دہ صوفے پر بیٹھا تھا۔ میں نے صبح ہی عدنان کو فون کیا تھا اور وہ اپنی نیند کو خیرباد کہہ کر یہاں دوڑا چلا آیا تھا۔ بصرہ کے سب سے شاندار ہوٹل میں یہ سوئیٹ مستقل اس کے نام بک رہا کرتا تھا۔ اس سوئیٹ میں ملاقات کی تجویز خود عدنان نے ہی پیش کی تھی۔

"مجھے اس بات سے بہت دکھ پہنچا کہ تم چوہدری کی گاڑی لئے گھوم رہے ہو" عدنان نے گفتگو کی ابتدا کی۔ وہ مجھ پر اپنی معلومات کا رعب ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"وہ چوہدری کی گاڑی نہیں ہے عدنان! بے کار کھڑی تھی۔ مالک بصرہ میں نہیں ہے۔ میں تو اسے عارضی طور پر استعمال کر رہا ہوں۔"

"اور عارضی طور پر اس خالی بنگلے میں رہائش بھی اختیار کر لی ہے" عدنان نے مجھے مزید مرعوب کرنے کے لئے کہا۔

"بالکل" میں نے بڑی سنجیدگی سے سر ہلایا "جب مالک آجائے گا تو میں بنگلا اور کار اس کے حوالے کر دوں گا۔"

"تمہاری یہ بے سرو سامانی کی کیفیت دیکھ کر دل کڑھتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم کوئی باقاعدہ کام شروع کر دو۔"

"بعض لوگوں کی زندگی بے ترتیبی سے عبارت ہوتی ہے۔ مجھے بھی انہی میں سے سمجھ لو۔"

"کیا تمہیں اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ تم خود کو ضائع کر رہے ہو؟" عدنان نے کہا۔

"نہیں" میں نے نفی میں سر ہلایا "مجھے ایسا کوئی احساس کبھی نہیں ہوا۔ میرے خیال میں میرے پاس ضائع کرنے کے لئے کچھ ہے ہی نہیں۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو علی! ممکن ہے تمہاری زندگی کی اس بے قاعدگی کی وجہ یہ ہو کہ تمہیں آگے بڑھنے کے لئے کوئی مضبوط سہارا میسر نہ آیا ہو؟"

"سہاروں کی ضرورت انہیں پڑتی ہے جو کمزور ہوں۔ میں سب کچھ ہو سکتا ہوں مگر کمزور نہیں ہو سکتا۔ نہ ہی میرے اندر آگے بڑھنے کی ایسی کوئی خواہش ہے جس کے لئے سہارے تلاش کرتا پھروں۔"

عدنان نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا "بڑے بڑے جرائم پیشہ اس بات کے متمنی رہتے ہیں کہ انہیں عدنان عباسی کا سہارا میسر آجائے اور تم میری پیش کش کو مسترد کر رہے ہو۔ خوش قسمتی تمہارے دروازے پر دستک دے رہی ہے لیکن تم نے اپنے کان بند کر رکھے ہیں۔"

میرے ہونٹوں پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی "میں جرائم پیشہ ہوتا تو ممکن ہے میری تمنا بھی یہی ہوتی لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہے۔"

عدنان کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ اسے غصہ آنا شروع ہو گیا ہے "تم بلا اجازت کسی اور کے گھر میں رہ رہے ہو۔ بغیر اجازت کسی اور کی کار استعمال کر رہے ہو کیا یہ جرم نہیں ہے؟"

"ہو گا" میں نے بے پروائی سے کہا "لیکن کسی بے کار چیز کو استعمال کر لینے میں کیا حرج ہے؟"

"پولیس یہ نہیں دیکھتی" عدنان کا لہجہ زہر آلود ہو گیا "بغیر اجازت کسی کے گھر میں گھسنے پر فرد جرم عائد کر دی جاتی ہے۔"

"پولیس کو معلوم کیسے ہو گا کہ میں وہاں بلا اجازت مقیم ہوں؟" میں نے کہا "اور پھر اگر کوئی خطرہ سر پر آ ہی گیا تو میں فرار ہو جاؤں گا۔"

"میں تمہیں ایک بار پھر اپنی آفر پر غور کرنے کی دعوت دیتا ہوں" عدنان نے اپنا غصہ دباتے ہوئے کہا۔

"تمہاری آفر پر میں اس لئے غور نہیں کر سکتا کہ حکومت میرے مزاج سے میل نہیں کھاتی۔"

عدنان اٹھ کر دبیز قالین پر ٹہلنے لگا۔ میں اطمینان سے بیٹھا سامنے رکھی ہوئی چیزیں اڑا رہا تھا۔ عدنان ٹہلتے ٹہلتے رکا اور مجھے گھورتے ہوئے بولا "تمہیں میرے اثر رسوخ کا اندازہ نہیں ہے۔"

"کیوں نہیں ہے" میں نے ایک کیلا چھیلتے ہوئے بے پروائی سے کہا "تم نے خود ہی تو بتایا تھا کہ تم حکمران پارٹی کے لئے لازمی ضرورت کی حیثیت رکھتے ہو۔"

"تم نے ابھی میری شخصیت کا ایک ہی رخ دیکھا ہے۔ تمہیں یہ نہیں معلوم کہ میں جس کام کا ارادہ کر لوں اسے ہر قیمت پر کر کے ہی دم لیتا ہوں۔"

"مجھے اس کا بھی اندازہ ہے" میں نے ایک کیلا ختم کر کے دوسرے کیلے کی طرف ہاتھ بڑھایا "تمہیں مجھ سے یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں تھی۔"

"آج تک ایسا نہیں ہوا کہ میں نے ناکامی کا منہ دیکھا ہو" عدنان رفتہ رفتہ آپے سے باہر ہو رہا تھا "لیکن میں اس اصول پر سختی سے کاربند رہتا ہوں کہ جو کام نرمی سے ہو رہا ہو اسے نرمی سے ہی کیا جائے۔"

"میں سمجھتا ہوں" میں نے اثبات میں سر ہلا کر انگوروں کی پلیٹ کا رخ کیا "اور میں خود بھی اس اصول پر عمل پیرا رہتا ہوں۔"

"آدمی کو کبھی کبھار حالات سے سمجھوتہ بھی کر لینا چاہئے" عدنان نے غصے سے سرخ ہوتے ہوئے کہا۔

"ہم دونوں کے خیالات میں حیرت انگیز مماثلت ہے" میں نے بڑے جوش سے کہا۔ "خود میرا خیال بھی یہی ہے کہ آدمی کو اپنے رویے میں لچک رکھنی چاہئے۔"

عدنان نے مجھے بری طرح گھورا۔ میں اپنی حرکتوں سے اس کے اشتعال میں اضافہ ہی کئے چلا جا رہا تھا۔ ایسے میں اگر کوئی مجھے دیکھ لیتا تو بلا تامل پاگل قرار دے دیتا مگر میں اسے سبق دینے کے لئے مجبور تھا۔ اس کی شخصیت مجھے نفرت انگیز لگی تھی۔ اس کی حرکتیں اوچھی تھیں۔ اس سے بہتر تو سلوی تھی جو کم از کم اپنے اصولوں سے ہٹی تو نہیں تھی۔ عدنان تو انتہائی تھرڈ کلاس آدمی تھا اور کیوں نہ ہوتا، اس کا تو تعلق ہی نچلے طبقے سے تھا۔ حالات نے اسے زمین سے آسمان پر پہنچا دیا تھا تو وہ اپنی حیثیت بھول گیا تھا۔ اسے اس کی اوقات یاد دلانا بے حد ضروری تھا۔

دولت کے ساتھ ساتھ اثر و رسوخ نے اس کا دماغ خراب کر دیا تھا۔ سونیا کے سلسلے میں اس نے جو طرز عمل اختیار کیا تھا، اسے سزا دینے کے لئے وہی ایک جواز بہت کافی تھا۔ اس کے بعد اس نے مجھے ملازمت کی آفر کر کے گویا اپنے تابوت میں آخری کیل ٹھونک لی تھی۔ مجھے متاثر کرنے کے لئے بہت بھونڈا طریقہ اختیار کیا تھا۔ یہ دیکھنے کے بعد کہ میں اس کے چھ آدمیوں کو تھا زیر کر کے اس تک پہنچ گیا ہوں وہ مجھ سے ہر طرح کا تعاون کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ جب کہ اس سے قبل وہ مجھے جان سے مار دینے کے درپے تھا۔ گویا وہ اس قبیل سے تعلق رکھتا تھا جس کے نزدیک جینے کا حق صرف طاقت ور کو حاصل ہوتا ہے۔ کمزور صرف اس لئے ہوتا ہے کہ اسے محکوم بنا لیا جائے۔

وہ سمجھتا تھا کہ اس نے میری صلاحیتوں کو پوری طرح پرکھ لیا ہے اور یہ اس کی بہت بڑی خام خیالی تھی۔ اس نے کچھ بھی نہیں دیکھا تھا اگر اس کی کھوپڑی میں تجزیہ کرنے والا دماغ ہوتا تو وہ سمجھ گیا ہوتا مگر وہاں تو دولت کا اور اثر رسوخ کا خناس بھرا ہوا تھا۔ اسے بڑا زعم تھا اور جس شخص کو زعم ہو جاتا ہے اس کی آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ سامنے کی چیزیں دکھائی نہیں دیتیں۔ وہ میرے اطمینان اور سکون کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا تھا حالانکہ اسے سوچنا چاہئے تھا کہ وہ میرے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ اس نے اپنے طور پر مجھے ایک جرائم پیشہ شخص تصور کر لیا تھا۔ نہ صرف فرض کیا تھا بلکہ مجھ پر اپنے حسن و اخلاق کا رعب ڈالنے کی بھی کوشش کی تھی۔ مجھ پر وہ شخص اپنے حسن و اخلاق کا رعب ڈال رہا تھا جو مجھے جان سے مار دینے کی دھمکی دے چکا تھا اور اب ایک بار پھر مجھے ڈھکے چھپے الفاظ میں دھمکیاں دے رہا تھا۔

"میرے ماتحتوں میں اتنی جرأت نہیں ہے کہ وہ میرے سامنے زبان چلا سکیں" عدنان نے کہا۔

"ماتحتوں کو زبان چلانا زیب بھی نہیں دیتا" میں نے کہا۔ میں میز پر موجود پھلوں کا بڑی تیزی سے صفایا کر رہا تھا "تمہارے ماتحت بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں۔"

"مگر میں بہت خراب آدمی ہوں" عدنان نے دانت پیس کر کہا "میں بس ایک حد تک ہی لحاظ کرتا ہوں۔"

"میں تمہارے بیان کی تردید نہیں کروں گا۔ لحاظ واقعی ایک حد تک ہی کرنا چاہئے۔"

"اگر میں نے تمہیں خاص طور پر مدعو نہ کیا ہوتا تو اتنی چرب زبانی کے بعد یہاں سے زندہ نہیں جا سکتے تھے۔"

"یہ بات البتہ اختلافی نوعیت کی ہے۔ ضروری تو نہیں کہ میں تمہاری ہر بات سے متفق ہی ہو جاؤں۔"

"یہاں سے چلے جاؤ علی! میں نہیں چاہتا کہ مجھ پہ الزام آئے کہ میں نے تمہیں اپنی حدود میں نقصان پہنچایا ہے لیکن یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یاد رکھنا کہ تم نے میری پیش کش ٹھکرا کر اچھا نہیں کیا ہے۔ بصرے کی گلیاں تم پر تنگ ہو جائیں گی۔"

"بصرے کی گلیاں تنگ ہو جائیں گی تو میں کہیں اور کا رخ کروں گا۔ میں کشادہ مقامات پر رہنے کا عادی ہوں۔ تنگ جگہوں پر مجھ سے نہیں رہا جاتا۔"

"میری مرضی کے بغیر میرے دشمن فرار بھی نہیں ہو سکتے" عدنان نے مٹھیاں بھینچ کر کہا "میں اپنے دشمنوں پر زمین تنگ کر دیتا ہوں۔"

میں اچانک ہی عدنان کی طرف متوجہ ہو گیا "تم اپنے قد سے اونچی باتیں کرنے کے مرض میں مبتلا ہو عدنان!" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

عدنان گڑبڑا گیا "تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ جو باتیں میں نے کی ہیں ان میں کتنی صداقت ہے۔"

"تم تو کچھ بھی نہیں ہو عدنان! تم سے پہلے بہت بڑے بڑے متکبر لوگ گزر چکے ہیں۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ فرعون اور شداد اور نمرود اور ہامان جیسے لوگوں کا کیا حشر ہوا تھا؟ ان کا غرور اور تکبر ہی انہیں لے ڈوبا تھا۔"

"لیکن میں تمہیں لے کر ڈوبوں گا" عدنان غرایا "میں آخری بار تم سے کہہ رہا ہوں کہ یہاں سے چلے جاؤ ورنہ نتائج کی ذمے داری تم پر ہوگی۔"

"میں نتائج کی ذمے داری قبول کرنے سے کبھی نہیں گھبرایا عدنان! نہ ہی مجھے یہاں سے جانے میں کوئی عار ہے مگر تمہارا رویہ مجھے روک رہا ہے۔ تم مجھ سے یوں بات کر رہے ہو جیسے میں تمہارا کوئی ماتحت ہوں۔"

"میرے نرم رویے کو میری کمزوری پر محمول مت کرو۔ کل رات بھی تم میرے قابو میں آ گئے تھے۔"

"اور اس کے باوجود آزاد گھوم رہا ہوں" میں مسکرایا۔ "اسے تم کیا کہو گے؟"

"میں تمہیں اس وقت بھی جہنم رسید کر سکتا تھا اور اس وقت بھی کر سکتا ہوں" عدنان نے کہا اور دونوں ہاتھوں سے تالی بجائی۔ میں بہت دیر سے اس لمحے کا منتظر تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اندرونی کمرے میں اس نے کچھ لوگوں کو چھپا رکھا ہے۔ ورنہ اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ مجھ سے اس طرح اکڑ کر بات کرتا۔

تالی بجتے ہی اندرونی کمرے سے دو اسٹین گن بردار نمودار ہوئے تھے مگر میں اس سے پہلے ہی حرکت میں آ چکا تھا۔ میں نے عدنان پر چھلانگ لگائی تھی اور اس کے کچھ سمجھنے سے قبل ہی اسے جکڑ لیا تھا۔ نہ صرف جکڑ لیا تھا بلکہ اس کی جیب سے پستول نکال کر اس کی کنپٹی سے لگا دیا تھا۔

"اگر کسی نے حرکت کرنے کی کوشش کی تو میں عدنان کو ہلاک کر دوں گا" میں نے غرا کر کہا اور دونوں اسٹین گن بردار ساکت ہو گئے۔

"اسٹین گن پھینک دو اور دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔" میں نے اگلا حکم دیا اور وہ دونوں بت نقوں کی طرح عدنان کی طرف دیکھنے لگے۔

"انہیں اپنی زبان میں سمجھاؤ" میں نے اس کی کنپٹی پر پستول کی نال کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا "ورنہ دنیا سے رخصت ہونے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

"جو یہ کہہ رہا ہے اس پر عمل کرو" عدنان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ایک منٹ کے اندر اندر اس کے سارے کس بل نکل گئے تھے۔

دونوں اسٹین گن برداروں نے اسٹین گنیں پھینکیں اور دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے۔ میں نے عدنان کو دھکا دیا' ... وہ فرش پر بچھے ہوئے قالین پر جا گرا۔ ممکن ہے وہ کسی زمانے میں بہت طاقت ور رہا ہو مگر عیش و عشرت کی زندگی نے اسے آرام طلب بنا دیا تھا اور وہ اس قابل نہیں رہا تھا کہ کسی کا مقابلہ کر سکتا۔

میں نے آگے بڑھ کر ان دونوں کے سروں پر بڑی تیزی سے پستول کے دستے سے ضربیں لگائیں اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ ... عدنان پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اندرونی کمرے میں اب کوئی نہیں ہوگا تاہم اطمینان کر لینا ضروری تھا۔ میں دونوں اسٹین گنوں پر قبضہ کرتا ہوا اندرونی کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں واقعی کوئی اور نہیں تھا۔

"اٹھو اور صوفے پر بیٹھ جاؤ عدنان!" میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا "اب میں تمہیں ایک پیش کش کرنے والا ہوں' میں تمہیں بتاؤں گا کہ پیش کش کس طرح منظور کرائی جاتی ہے۔"

عدنان نے چپ چاپ میرے کہنے پر عمل کیا۔ اس کے سارے کس بل نکل گئے تھے۔

"اب تمہیں معلوم ہوا کہ میرے مقابلے میں تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تمہارا یہ خیال بھی خام ہے کہ گزشتہ رات میں تمہارے رحم و کرم پر تھا۔"

عدنان صرف اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔ منہ سے وہ اب بھی کچھ نہیں بولا تھا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ تمہاری کوئی حقیقت نہیں ہے۔ تم سے بڑے بڑے لوگ خاک کا ڈھیر ہو گئے مگر اس وقت تم نے میری بات نہیں مانی۔ اب دیکھ لو تم کتنے بے بس ہو اور کس طرح میرے رحم و کرم پر ہو۔ بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

... میں نے پستول کی نال اس کے گالوں پر پھیری۔

"میں ... میں تم سے سودے بازی کرنے کے لئے تیار ہوں" عدنان نے ہانپتے ہوئے کہا۔ اس کی رنگت زرد پڑ گئی تھی۔

"اور اگر میں یہ کہوں کہ میں سودے بازی کے موڈ میں نہیں ہوں تو ...؟" میں نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔

"میں تمہیں مالا مال کر دوں گا۔ مجھے تمہارا ہر مطالبہ منظور ہے۔ میں تمہارا پیچھا بھی نہیں کروں گا۔"

میں نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا "ابھی کس بل نہیں نکلے" میں نے حقارت سے کہا "تم میرا پیچھا کرو گے ... تم" میں نے اس کی طرف انگلی اٹھائی "تمہیں یہ یقین کیوں ہے کہ میں تمہیں زندہ چھوڑ دوں گا؟"

"نہیں ... نہیں" عدنان پر ہذیانی کیفیت طاری ہو گئی "مجھے مارنا مت ... مجھے مت مارنا۔"

"اس کا انحصار صرف اس بات پر ہے کہ تم مجھ سے کس حد تک تعاون کرتے ہو۔"

"میں تم سے ہر طرح تعاون کرنے کو تیار ہوں" اس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ اس پر موت کا خوف غالب آ چکا تھا۔

"اسی میں بہتری ہے" میں نے سہلا کر کہا "ویسے تم اپنی جاں بخشی کے عوض کتنی رقم بطور تاوان ادا کر سکتے ہو؟"

"جتنی رقم بھی تم کہو گے میں ادا کر دوں گا" اس نے بڑی فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔ میرے مطالبے سے اسے اپنی زندگی کی کرن پھوٹتی ہوئی نظر آئی تو اس کے چہرے کی کھوئی ہوئی رونق واپس آ گئی۔

"مجھے نہیں معلوم کہ تمہاری زندگی کی کیا قیمت ہے؟" میں نے کہا "کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم اپنی زندگی کی قیمت کا تعین خود کرو۔"

عدنان چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا "میں تمہیں دس ہزار دینار دے سکتا ہوں۔"

میں ہنس پڑا "میں نے تم سے بھیک نہیں مانگی ہے عدنان! تمہاری زندگی کی قیمت پوچھی ہے۔"

"یہ بہت بڑی رقم ہے۔ لوگ اپنی پوری زندگی میں اتنی رقم پس انداز نہیں کر پاتے۔"

"معلوم ہوتا ہے تمہیں اپنی زندگی سے پیار نہیں ہے" میں نے مایوسی سے کہا اور پستول کی لبلبی پر انگلی کا دباؤ بڑھا دیا۔

"ٹھہرو' جلد بازی مت کرو" عدنان بے صبری سے چیخا۔ اس کے چہرے پر یکلخت پسینہ پھوٹ پڑا تھا "میں رقم بڑھائے دیتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے" میں نے انگلی کا دباؤ کم کرتے ہوئے کہا۔ "اطمینان سے رقم بڑھاؤ مجھے زیادہ جلدی بھی نہیں ہے۔"

"پندرہ ہزار دینار لے لو" اس نے مردار آواز میں کہا "یہ بھی میری حیثیت سے بڑھ کر ہیں۔"

"یہودیوں کی طرح باتیں مت کرو عدنان! تم بہت بڑے سرمایہ دار ہو۔ ایسی باتیں تمہارے منہ سے اچھی نہیں لگتیں۔"

"لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ میں بہت مالدار آدمی ہوں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ میرے اخراجات بہت زیادہ ہیں اسی لئے میری جمع پونجی بہت زیادہ نہیں ہے۔"

"تم مجھے ابھی تک نہیں سمجھ سکے عدنان! تم یہ سوچ رہے ہو کہ میرے لئے یہ بہت بڑی رقم ہوگی جس پر میں پھسل جاؤں گا لیکن تمہارا خیال غلط ہے۔ میں بہت اونچے سودے کرنے کا قائل ہوں اور یہ بھی میرا اصول ہے کہ میں خود کسی سے نہیں الجھتا۔ اگر دوسرا شخص خود ہی مجھ سے الجھ جائے تو اسے کیفر کردار تک پہنچا کر دم لیتا ہوں۔ اب کی بار یہ بد قسمتی تمہارے حصے میں آئی ہے۔ تم سلوی کے چکر میں تباہ ہو کر رہو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ سلوی سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھوں گا۔"

"تم پر اور بھی قرض ہیں عدنان اور میں قرض مع سود وصول کرتا ہوں۔ تم نے سونیا پر ہاتھ ڈالا' تمہارا یہ جرم میری نظر میں ناقابل معافی ہے۔ اس کے بعد تم نے مجھے دھمکیاں دیں۔ میری خاموشی کو میری کمزوری پر محمول کیا۔ کیا تمہارا یہ اصول نہیں ہے کہ کمزور کو دباؤ اور طاقت ور سے دور رہو ... تم نے مجھے کمزور سمجھنے کی غلطی کی۔ ظاہر ہے تم ایک بہت بڑا گروہ چلا رہے ہو جبکہ میں ایک تنہا آدمی ہوں۔ ایک تنہا آدمی کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو کسی گروہ سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہ ایک مسلّمہ اصول ہے مگر میں یہ مسلّمہ اصول غلط ثابت کر کے دکھاؤں گا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو علی! بات اگر یہی ہوتی تو میں نے تمہیں کل رات ہی طاقت کے زور پر اپنے گروہ میں شامل کرنے کی کوشش کی ہوتی لیکن میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں نے تو تمہیں ایک پیش کش کی تھی۔ میں نے چاہا تھا کہ ہمارے درمیان معاملات آزادانہ ماحول میں طے پا جائیں ..."

"تم نے پیش کش ضرور کی تھی لیکن اس لئے کی تھی کہ میں اسے لازماً قبول کر لوں۔ تم نے ہر قیمت پر مجھے اپنا ملازم دیکھنا چاہا۔ ... تمہارا یہ طرز عمل تمہاری فرعون صفت فطرت کی عکاسی کرتا ہے۔ دوستانہ انداز میں پیش کش کر کے تم نے یہ ثابت کر دیا کہ تم مکار بھی ہو۔ جس طرح تمہیں یہ حق تھا کہ مجھے پیش کش کرتے اسی طرح مجھے بھی حق تھا کہ چاہوں تو تمہاری پیش کش ..... قبول کروں چاہوں تو رد کر دوں۔ تمہارا طرز عمل شخصی آزادی کے اصولوں کے سراسر منافی ہے۔ میں تمہیں اس حرکت کی بہت عبرت ناک سزا دوں گا۔"

"مجھ سے ... مجھ سے غلطی ہو گئی علی!" عدنان نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔"

"میری گرفت میں آنے سے قبل اگر تم نے معافی مانگی ہوتی تو میں تمہیں معاف کر دیتا مگر اب یہ ممکن نہیں رہا۔ اب تو تمہیں سزا بھگتنی ہے۔"

"اگر تم مجھے رہا کر دو تو میں تمہیں پندرہ کے بجائے بیس ہزار دینار ادا کر دوں گا۔"

"سانپ کو زخمی کر کے چھوڑ دینا حماقت ہے عدنان! میں تم سے رقم بھی وصول کروں گا اور تمہیں رہا بھی نہیں کروں گا۔"

"یہ تو ... یہ تو کھلی ہوئی بددیانتی ہوگی" عدنان نے احتجاج کیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں تمہیں رقم بھی ادا کروں اور تم مجھے رہا بھی نہ کرو۔"

"جو بھی سودا ہوگا وہ فقط تمہاری جاں بخشی کے عوض ہوگا۔ ... یہ رہائی بیچ میں کہاں سے آکودی۔"

"اتنی بڑی رقم کوئی گھر پر نہیں رکھتا۔ زیادہ سے زیادہ ہزار دو ہزار دینار گھر پر نکل آئیں گے۔ بقیہ رقم کا انتظام تو میں رہا ہونے کے بعد ہی کروں گا۔"

"میرے پاس ہر چیز کا علاج موجود ہے" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اور یہ بھی خیال رہے کہ ابھی تک میں نے اس رقم پر رضامندی بھی ظاہر نہیں کی ہے۔"

"تم دھاندلی کر رہے ہو۔ میں نے پہلے ہی اپنی بساط سے بڑھ کر رقم ادا کرنے کا وعدہ کر لیا ہے۔"

"میں نے کہا نا کہ میرے پاس ہر چیز کا علاج موجود ہے" میں مسکرایا "مجھے اندازہ ہے کہ تم بہت موٹی آسامی ہو۔ تمہارے بہت کاروبار ہیں۔ قانونی بھی اور غیر قانونی بھی۔ تم مجھے ان سب کی تفصیل سے آگاہ کرو گے۔"

عدنان نے بہت ہاتھ پیر چلائے مگر میں نے اسے کاروبار کی تفصیلات بتانے پر مجبور کر ہی دیا مگر مجھے یقین تھا کہ بیشتر تفصیلات اس نے چھپالی ہوں گی۔ صرف وہی تفصیلات بتائی ہوں گی جو بہت مشہور ہوں گی لیکن جو کچھ بھی اس نے مجھے بتایا تھا اس کے مطابق بھی وہ کروڑوں کی آسامی ثابت ہوتا تھا اور جو کچھ اس نے چھپا لیا تھا معلوم نہیں وہ کیا اور کتنا تھا۔ اس سے مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے اس پر تشدد کرنا پڑتا اور میں اس وقت زیادہ لمبے جھمیلوں میں نہیں پڑنا چاہتا تھا تاہم ایک کوشش کر لینے میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔

"ذہن پر اچھی طرح زور دو عدنان! کہیں کچھ تفصیلات رہ تو نہیں گئیں؟ بعد میں اگر یہ بات میرے علم میں آئی کہ تم نے کچھ چھپایا ہے تو اس کے نتائج تمہارے حق میں خطرناک ثابت ہو سکتے ہیں۔"

"میں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے" اس نے مضمحل انداز میں کہا "وہ بھی جو بہت کم لوگوں کو معلوم ہے۔"

میرے کچھ کہنے سے پہلے ہی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ عدنان نے اٹھنے کی کوشش کی مگر میں نے پستول کے اشارے سے اسے بیٹھے رہنے کو کہا اور آگے بڑھ کر ریسیور اٹھا لیا "ہیلو" میں نے عدنان عباسی کی آواز میں کہا "میں عدنان بات کر رہا ہوں" میرے منہ سے اپنی آواز سن کر عدنان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"آپ کے کمرے میں مسٹر مارمن شیلوف موجود ہوں گے مسٹر عدنان!" دوسری طرف سے اس شخص کی آواز سنائی دی جو پراسرار بننے کی کوشش کر رہا تھا۔ میرے ہونٹ بھنچ گئے۔ یہ تو مجھے معلوم تھا کہ ان لوگوں نے اس کمرے تک میرا تعاقب کیا ہے لیکن یہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ یہاں اس کمرے میں مجھے فون کریں گے۔

"ہاں موجود ہیں" میں نے پُرسکون انداز میں کہا "آپ کو ان سے کیا کام ہے؟"

"اگر آپ ان سے بات کرا سکیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ ایک ضروری بات کرنی ہے۔"

"میں ریسیور انہیں دے رہا ہوں۔ بات کر لیجئے" میں نے کہا اور پھر ریسیور دوسرے ہاتھ میں منتقل کر کے قدرے توقف کے بعد آواز بدل کر بولا "ہیلو۔"

"اوہ! ڈیئر مارمن' معاف کرنا تمہیں ناوقت زحمت دینا پڑ گئی' ... امید ہے تم میری آواز پہچان گئے ہو گے۔"

"بالکل پہچان گیا ہوں" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "پردہ نشینوں کی آواز میں کچھ زیادہ ہی کشش ہوتی ہے۔"

"ہم تمہیں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ تم ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر فرار نہیں ہو سکو گے۔"

"تم انتہائی احمق اور بے وقوف ہو" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "میں نے ہمیشہ دوسروں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا ہے۔"

"ہم ہرگز بے وقوف نہیں ہیں مسٹر شیلوف! اور یہ بھی یاد رکھنا کہ چونکہ ہم تم میں دلچسپی لے رہے ہیں اس لئے عدنان بھی تمہیں سرحد پار نہیں کرا سکے گا۔"

"ذرا وضاحت سے بات کرو" میں نے عدنان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جو الجھی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"آرتھر کے مرنے کے بعد تم بے سہارا ہو گئے تھے۔ تمہیں ملک سے باہر نکلنے کے لئے کوئی نہ کوئی سہارا تو درکار تھا۔ تم نے بہت صحیح آدمی کا انتخاب کیا ہے لیکن ہم پہلے ہی تمہارا صفایا کر دیں گے۔"

"یہ تو بعد میں پتا چلے گا کہ کون کس کا صفایا کرتا ہے.... فی الوقت تو تمہاری بات سمجھنے کا مسئلہ درپیش ہے۔"

"غیر قانونی طور پر سرحد پار کرانے کے وہ تین ہزار دینار لیتا ہے۔ بعض اوقات زیادہ بھی طلب کر بیٹھتا ہے۔ شاید اب بات تمہاری سمجھ میں آگئی ہوگی۔"

"ہاں" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "کسی حد تک بات صاف ہو گئی مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں۔"

"ہمیں بھی رقم کی شدید ضرورت ہے" دوسری طرف سے مضحکانہ انداز میں کہا گیا "اگر تم نے اسے رقم دے بھی دی تب بھی وہ تمہیں سرحد پار نہیں کرائے گا۔"

"کیوں؟" میں نے غیر ارادی طور پر سوال کر لیا۔

"اس لئے کہ وہ زندہ آدمیوں کو سرحد پار کراتا ہے۔ لاشوں کو نہیں" اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع کر دیا گیا۔

"کس کا فون تھا؟" عدنان نے بے صبری سے کہا "تم کس سے بات کر رہے تھے؟"

میں خاموشی سے اسے گھورتا رہا۔ پستول کی نال اس کی پیشانی کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

"تم خاموش کیوں ہو؟" اس طرح گھورے جانے پر عدنان کی ہوش اڑ گئے۔ کچھ ہوش تو اس ٹیلی فون کال سے ہی اڑ گئے تھے۔ جس کا مطلب تھا کہ میں بہرے میں تھا نہیں ہوں' رہی سہی کسر میرے گھورنے نے پوری کر دی اور اس پر پہلے کی سی اضطرابی کیفیت طاری ہونے لگی۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھ سے کچھ مت چھپانا" میں نے تیز قسم کی سرگوشی کی "لیکن تم نہیں مانے اب نتائج کے ذمے دار تم خود ہو۔"

وہ بری طرح نروس نظر آنے لگا "یقین کرو... میں نے سب کچھ بتا دیا تھا۔ کچھ چھپانے کا آخر مجھے فائدہ بھی کیا ہوگا؟"

"کیا یہ غلط نہیں ہے کہ تم تین ہزار دینار کے عوض لوگوں کو اسمگل آؤٹ کرنے کا دھندا بھی کرتے ہو؟"

اس کے اوسان بالکل ہی خطا ہو گئے۔ اس کے لئے یہ سمجھنا مشکل نہیں تھا کہ یہ اطلاع مجھے فون پر موصول ہوئی ہے۔ اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر اس کے ہونٹ صرف کپکپا کر رہ گئے۔

"میرے گروہ کے آدمی تمہارے بارے میں مزید معلومات مہیا کر رہے ہیں۔ انہوں نے اطلاع دی ہے کہ تمہارے کچھ اور خفیہ کاروبار بھی ہیں اور یقین کرو' ذرا سی تفتیش سے سب سامنے آجائے گا۔ میں تمہیں ایک اور موقع دے رہا ہوں۔ ورنہ یاد رکھو' میرے آدمی بہت تیز ہیں۔ شام تک سب کچھ معلوم کر لیں گے۔"

عدنان نے گردن ڈال دی۔ اس شخص کی مداخلت کو میں نے بڑی خوبصورتی سے اپنے حق میں استعمال کر لیا تھا۔ اس کے بعد عدنان نے اپنے مزید ناجائز دھندوں کی تفصیلات میرے گوش گزار کیں۔

"تمہیں شرم نہیں آئی؟" میں نے اسے ملامت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "کروڑوں کے آدمی ہوتے ہوئے مجھے صرف بیس ہزار دینار پر ٹرخا رہے ہو۔"

"مجھ پر رحم کرو" وہ پھر گڑگڑانے لگا "بیس ہزار دینار بہت بڑی رقم ہوتی ہے۔"

"بکواس مت کرو" میں دہاڑا "تم ذرہ برابر قابلِ رحم نہیں ہو۔ میں تم سے بیس لاکھ دینار وصول کروں گا۔"

یوں محسوس ہوا جیسے اسے سکتہ ہو گیا ہو۔ وہ کسی بت کی طرح ساکت ہو گیا تھا۔ مجھے اندیشہ ہونے لگا کہ کہیں اس کا ہارٹ فیل نہ ہو جائے۔

"اٹھو اور میرے ساتھ چلو" میں نے دوبارا دہاڑ کر کہا۔ "ورنہ میں تمہیں یہیں ہلاک کر دوں گا۔"

وہ مشینی انداز میں اٹھا اور اس نے چلنے کی کوشش کی مگر لڑکھڑا کر منہ کے بل گر گیا۔ اس کا جسم واضح طور پر لرز رہا تھا۔ اب بوکھلانے کی باری میری تھی۔ میں نے اس سے جس رقم کا مطالبہ کیا تھا اس کی مالیت پاکستانی روپوں میں دس کروڑ سے بھی زیادہ تھی اور اتنی بڑی رقم بطور تاوان ادا کرنے کے تصور سے کسی بھی سرمایہ دار کو ہارٹ اٹیک ہو سکتا تھا۔

عدنان کا جسم تشنجی انداز میں اینٹھ رہا تھا۔ میں بوکھلا کر اس کی طرف جھپٹا۔ پستول میں نے جیب میں رکھ لیا تھا۔ میں نے اسے سیدھا کیا اور اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اس کے دل کی دھڑکنیں چیک کرنے کی کوشش کرنے لگا لیکن یہ کوشش مجھے بہت مہنگی پڑی۔ بیس لاکھ دینار کی رقم سن کر عدنان پر کوئی دورہ نہیں پڑا تھا بلکہ وہ اداکاری کر رہا تھا۔ اس نے اتنی خطیر رقم ادا کرنے کے بجائے اپنی جان پر کھیل جانے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کی اداکاری میں اتنی بے ساختگی تھی کہ مجھے شبہ تک نہیں ہو سکا۔ ہوش تو اس وقت آیا جب وہ اچانک مجھ سے لپٹ پڑا۔

میں گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا' اس کے اس اچانک حملے سے بچنے کے لئے کچھ بھی نہیں کر سکا۔ وہ بھی مجھ سے اس طرح لپٹا تھا کہ میرے دونوں ہاتھ جکڑ کر رہ گئے تھے۔ میں نے زور لگا کر اپنے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تو اسے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ وہ مجھ پر اپنی گرفت برقرار نہیں رکھ سکے گا۔ اس نے بڑی تیزی سے فیصلہ کیا اور اچانک ہی اس کے دونوں ہاتھ میرے گلے پر جم گئے۔ ... اپنے دورِ عروج میں وہ یقیناً ایک طاقت ور اور سخت جان آدمی رہا ہوگا مگر اب اس کا دورِ زوال تھا۔ اس میں وہ طاقت تو نہیں رہ گئی تھی لیکن اب بھی خاصا دم خم باقی تھا اور پھر وہ تو زندگی کی بازی لڑ رہا تھا۔ ایسے میں تو کمزور سے کمزور آدمی پر جنون طاری ہو جاتا ہے اور جب جنون طاری ہو جائے تو آدمی میں غیر معمولی توانائی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ بعض ناممکن کام بھی کر گزرتا ہے۔

وہ میرے سینے پر چڑھا بیٹھا تھا اور نہ صرف گردن پر اپنی پوری قوت صرف کر رہا تھا بلکہ اپنے جسم کا سارا بوجھ بھی اس نے میرے گلے پر ڈال دیا تھا۔ مجھے اپنا دم گھٹتا ہوا سا محسوس ہوا۔ ... میں نے اس کے پہلو پر کئی ضربیں لگائیں مگر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اس پر کوئی اثر ہی نہ ہوا ہو۔ پھر میں اس وقت میں نے کسی کے کراہنے کی آواز سنی اور میری آنکھوں میں گویا ستارے سے ناچ گئے۔ ان دو اسٹین گن برداروں میں سے کسی ایک کو ہوش آ رہا تھا جنہیں میں نے کچھ دیر قبل بے ہوش کیا تھا۔

میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ وہ شخص ہوش میں آتے ہی اسٹین گن پر جھپٹتا۔ میں نے دونوں اسٹین گنیں کمرے ہی کے ایک گوشے میں ڈال دی تھیں۔ میں نے بوکھلا کر اس پر ضربیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لگاتا بند... کیں اور اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے گلے پر سے ہٹانے کے لئے میں نے خاصا زور لگایا مگر اس کا صرف اتنا فائدہ ہوا کہ میرے گلے پر اس کا بڑھتا ہوا دباؤ رک گیا۔ ایک جنونی پر قابو پانا میرے لئے مسئلہ بن گیا تھا۔

پھر میں نے محسوس کیا کہ وہ شخص اٹھ بیٹھا ہے۔ اگر وہ اسٹین گن تک پہنچ جاتا تو نہ صرف میں جیتی ہوئی بازی ہار جاتا بلکہ مجھے زندگی کی بازی بھی ہارنی پڑتی۔ مجھ جیسے خطرناک شخص کو عدنان عباسی ایک لمحے کے لئے بھی زندہ دیکھنا پسند نہ کرتا۔ میں نے اپنی بچی کچی قوت مجتمع کر کے ایک بار پھر زور لگایا اور کروٹ بدلنے کی کوشش کی۔ میری کوشش قدرے نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور عدنان میرے سینے پر سے لڑھک گیا۔ اگرچہ یہ کوئی بڑی کامیابی نہیں تھی تاہم بڑی کامیابی کی طرف پہلا قدم ضرور تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ میرے پاس وقت بہت کم تھا۔

اب میری کوشش تھی کہ کسی طرح زور لگا کر عدنان کو پلٹا دے دوں جبکہ وہ دوبارا مجھے چت کر کے میرے سینے پر چڑھ بیٹھنے کے چکر میں تھا۔ وہ مجھے گلا گھونٹ کر مار دینا چاہتا تھا مگر اب میری گردن پر اس کے ہاتھوں کی گرفت پہلے کی بہ نسبت خاصی کم ہو گئی تھی لیکن ابھی تک میں اس پوزیشن میں نہیں آسکا تھا کہ اس کی گرفت سے نجات پا سکوں۔

میں نے ایک بار پھر لوٹ لگانے کی کوشش کی اور عدنان کو دوبارا اپنے اوپر آنے سے روک دیا۔ اس کی جدوجہد چونکہ دو حصوں میں تقسیم ہو گئی تھی اس لئے اب وہ کسی ایک طرف بھی پورا زور نہیں لگا پا رہا تھا۔ اس دوران مجھے ایک موقع مل گیا۔ میں نے اپنا ایک پیر اٹھایا اور ذرا سی کوشش سے میرا پیر اس کی بغل تک پہنچ گیا۔ میں نے پیر اس کی بغل میں پھنسا کر زور لگانا شروع کیا۔ یہ تقریباً اس قسم کی پوزیشن بن گئی تھی جیسے جیک سے کسی کو اٹھاتے وقت بن جاتی ہے۔ کم طاقت سے وزنی چیز اٹھا سکنے والی پوزیشن۔

عدنان کی گرفت تو پہلے ہی کم زور پڑنا شروع ہو گئی تھی اس نئی افتاد نے اسے واقعتاً اکھاڑ پھینکا۔ اس کا بایاں ہاتھ میری گردن سے ہٹ گیا۔ میں نے فوری طور پر اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لے کر موڑنا شروع کر دیا۔ عدنان نے دوسرے ہاتھ سے بھی میری گردن چھوڑ دی اور ایک بار پھر دیوانہ وار مجھ سے لپٹنے کی کوشش کی مگر اب یہ ممکن نہیں رہا تھا۔ منہ پر پڑنے والے پہلے ہی گھونسے نے اس کے چودہ طبق روشن کر دیے تھے۔

اسٹین گن بردار ہوش میں آنے کے بعد نہ صرف اٹھ بیٹھا تھا بلکہ اس کی سمجھ میں ساری پوزیشن بھی آگئی تھی اور اسٹین گن بھی نظر آگئی تھی۔ وہ اسٹین گن کی طرف ہاتھ بڑھا رہا تھا۔ میں نے عدنان کے جبڑے پر ایک مکا اور رسید کیا۔ مکا کیا تھا، آہنی ہتھوڑا تھا جس نے اس کے دانت تک ہلا دیے ہوں گے۔ اس کے منہ سے درد میں ڈوبی ہوئی ایک کراہ نکلی اور اچانک اس کا سارا جنون دم توڑ گیا۔ میں اسے دھکا دے کر تیزی سے اٹھا۔ وہ شخص اسٹین گن اٹھانے کے لئے جھک رہا تھا۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کئے بغیر اس پر چھلانگ لگا دی اور عین اس وقت اسے جا دبوچا جب وہ اسٹین گن اٹھا کر پلٹ رہا تھا۔ میں نے اسے تو جا لیا تھا مگر اس پر چھلانگ لگاتے وقت میری جیب سے پستول نکل کر گر گیا تھا۔ اب میں اور زیادہ مشکل میں پھنس گیا تھا۔ عدنان پستول پر جھپٹا مارنے میں ذرا بھی تامل نہ کرتا۔ اگر میں اس کی طرف پلٹتا تو محافظ اسٹین گن پر قبضہ کر لیتا۔ ایسے میں عموماً فیصلہ کرنا دشوار تر ہو جاتا ہے مگر میں بالکل بھی نہیں رکا۔ ایک ایکشن سے دوسرے ایکشن میں جانے میں کچھ وقت بہرحال ضائع ہوتا ہے اور اس وقت تو میرے لئے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔

میں نے بڑی پھرتی سے محافظ کی گُدّی پر ایک نپا تلا ہاتھ رسید کیا اور اسی ایکشن میں صوفے کی طرف چھلانگ لگا دی۔ میں نے بہت بروقت فیصلہ کیا تھا۔ عدنان نے پستول سے فائر کر دیا تھا۔ مجھے ایک لمحے کی بھی تاخیر ہوتی تو میں گولی کی زد میں آجاتا۔ اس کی چلائی ہوئی گولی نے دیوار کا پلاسٹر ادھیڑ دیا تھا۔ میں نے پھرتی سے صوفے کی آڑ میں پناہ لے لی۔ محافظ بے ہوش ہو چکا تھا مگر اب عدنان میرے لئے خطرہ بن گیا تھا اور اس سے بچنے کے لئے مجھے کچھ نہ کچھ کرنا تھا۔ میں نے تیزی سے فیصلہ کیا اور صوفے کو عقب کی جانب سے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا اور سامنے دیوار میں نصب آئینے پر نگاہ ڈالی۔ عدنان آہستہ آہستہ کھڑا ہو رہا تھا۔ وہ بہت محتاط تھا اور اس کی پوری توجہ صوفے پر مرکوز تھی۔ اس نے تہیہ کر لیا ہو گا کہ پستول میں موجود پانچ گولیوں میں سے کم از کم ایک میرے جسم میں اتار کر رہے گا۔ پستول اور اس میں موجود گولیاں ہی اس کی زندگی کی امید تھیں۔

میں نے اپنے جسم کو متوازن کیا۔ صوفے پر اپنے ہاتھوں کی گرفت میں اضافہ کیا اور پھر اچانک پوری قوت سے صوفے کو عدنان کی طرف اچھال دیا۔ وہ صوفے سے دس فٹ کے فاصلے پر تھا۔ بچنے کے لئے اتنا فاصلہ کافی ہوتا ہے لیکن صرف اس وقت جب کہ آدمی کسی ایسی چیز کے لئے تیار ہو۔ عدنان ایسے کسی وار کے لئے تیار نہیں تھا۔ تاہم اس نے جبلی طور پر بچنے کی کوشش ضرور کی تھی۔ یہ اور بات ہے کہ اس کی یہ کوشش رائیگاں ثابت ہوئی اور صوفے کی زد سے ہٹتے ہٹتے بھی صوفہ اس کے جسم سے ٹکرا گیا۔ بھاری بھرکم صوفہ فضا میں اڑتا ہوا اس سے ٹکرایا تھا، عدنان توازن برقرار نہ رکھ سکا اور عین اس وقت جبکہ وہ قالین پر گرا تھا میں بھی اڑتا ہوا اس پر جا رہا تھا۔ اس بار میں نے اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی۔ میں اس پر بری طرح گھونسے برسا رہا تھا لیکن میں نے یہ خیال رکھا تھا کہ اسے زیادہ نقصان نہ پہنچنے پائے۔

وہ خاموشی سے پٹتا رہا۔ جب وہ پٹ پٹ کر بے حال ہو گیا تو میں نے اسے گریبان سے پکڑ کر کھڑا کر دیا اور اس کی ٹھوڑی پر آخری مُکا رسید کیا۔ وہ اچھل کر دور جا گرا۔ پستول پہلے ہی اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا اور قالین پر ایک طرف پڑا نظر آ رہا تھا۔ میں نے نہایت اطمینان سے کپڑے درست کئے، پھر پستول اٹھا کر جیب میں رکھا اور اس محافظ کی طرف پلٹ گیا جسے میں نے گُدّی پر ہاتھ مار کر بے ہوش کیا تھا۔ وہ بھی قالین پر بے سُدھ پڑا لمبی لمبی سانسیں لے رہا تھا۔ میں نے دونوں اسٹین گنیں اٹھا کر الماری میں رکھ دیں اور عدنان کے سر پر جا پہنچا جس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا۔ اس کے منہ سے ہلکی ہلکی کراہیں خارج ہو رہی تھیں۔ میں نے اس کے پہلو میں ایک ٹھوکر رسید کی۔

"اٹھو عدنان!" میں غرایا "اب مجھ پر تمہاری کوئی اداکاری اثر نہیں کرے گی۔"

عدنان کانپتا ہوا اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کی حالت کسی ایسی بکری سے مشابہ تھی جو تنہا بھیڑیوں کے غول میں پھنس گئی ہو اور اس کے پاس فرار کا کوئی راستہ بھی نہ ہو۔

"قالین پر سے اٹھ جاؤ اور صوفے پر بیٹھو" میں نے تحکمانہ لہجے میں کہا "اب تمہارا حشر بہت عبرت ناک ہو گا۔"

اس نے لرزتے ہوئے میرے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔ اس کے چہرے پر متعدد نیل پڑ گئے تھے اور منہ سے خون بہہ رہا تھا۔

"باتھ روم میں جاؤ اور اپنا حلیہ درست کر کے آؤ۔ مجھے گندے لوگ بالکل اچھے نہیں لگتے" میں نے نفرت انگیز لہجے میں کہا۔

عدنان چپ چاپ اٹھ کر باتھ روم کی طرف بڑھ گیا۔ اسی اثنا میں فون کی گھنٹی بجی۔ میں نے ریسیور اٹھا لیا۔ دوسری طرف ہوٹل کا منیجر تھا۔

"مجھے اطلاع ملی ہے کہ آپ کے کمرے سے فائر کی آواز سنائی دی ہے" منیجر گھبرائے ہوئے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے" میں نے عدنان عباسی کی آواز میں بے پروائی سے کہا "میرے پستول سے گولی چل گئی تھی مگر کوئی نقصان نہیں ہوا۔ البتہ ایک مقام پر دیوار کا پلاسٹر ذرا سا اکھڑ گیا ہے۔"

"اس کی کوئی فکر نہیں ہے جناب" منیجر نے سکون کا سانس لیتے ہوئے کہا "پلاسٹر تو درست ہو جائے گا۔ مجھے یہ فکر تھی کہ کہیں خدانخواستہ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچ گیا ہو۔"

میں نے اس کا شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔ عدنان عباسی گرم پانی سے منہ دھو کر باہر نکل آیا تھا مگر اس کا بگڑا ہوا حلیہ درست نہیں ہو سکا تھا۔ خون بہنا البتہ بند ہو گیا تھا اور چونکہ اس نے لباس بھی تبدیل کر لیا تھا اس لئے اب اس کے کپڑے بھی خون آلود نظر نہیں آ رہے تھے لیکن اپنے تاثرات کے اعتبار سے وہ ایک ہارا ہوا جواری لگ رہا تھا۔ مجھ سے نظریں ملائے بغیر وہ خاموشی سے صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔

"تمہاری بے ہودگی کی وجہ سے میرا پورا پروگرام برباد ہو کر رہ گیا" میں نے عدنان کو گھورتے ہوئے کہا "اب مجھے اپنا پروگرام از سر نو ترتیب دینا پڑے گا۔"

عدنان نے نگاہ اٹھا کر میری طرف دیکھا اور دوبارا نظریں جھکا لیں۔ اس کے پاس کہنے کو کچھ رہا ہی نہیں تھا۔

"میں تمہاری کوٹھی میں کسی پر قاتلانہ حملہ کرنے کی نیت سے نہیں گھسا تھا۔ بدقسمتی سے میں تمہاری گرفت میں آ گیا تو تم نے محض اپنی غرض کی خاطر مجھ سے اچھا سلوک کیا۔ مجھے یہ تاثر دیا جیسے مجھے زندہ چھوڑ کر تم نے مجھ پر کوئی احسان کیا ہے" میں نے کہا "اب تم نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ اس بار اگر میں تمہاری گرفت میں آجاتا تو تم ہرگز مجھے زندہ نہ چھوڑتے۔ مجھے جواب دو... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟"

"مجھے تم سے خطرہ تھا کہ تم مجھے جان سے مار ڈالو گے" عدنان نے دھیمی آواز میں کہا۔

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے ایک جوا کھیلا تھا۔ اس جوئے میں تمہاری زندگی تک داؤ پر لگ گئی تھی لیکن محض تاوان کی رقم بچانے کی خاطر تم نے یہ خطرہ مول لیا تھا۔ تم یہ بھول گئے تھے کہ اگر تم ناکام ہوئے تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا اور اب جب کہ تم ناکام ہو چکے ہو اور دوبارا میرے قبضے میں ہو میں یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟"

"بیس لاکھ دینار تو میں تمہیں کسی طرح بھی ادا نہیں کر سکتا۔"... عدنان بولا "اتنی بڑی رقم جمع کرنے کے لئے مجھے اپنے اثاثے فروخت کرنے پڑ جائیں گے"

"اس کی پروا مت کرو" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا "تاوان کی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رقم جمع کرنے کا بندوبست میں خود کرلوں گا۔ تم تو اب صرف میرے احکامات پر عمل کروگے۔ تمہیں یہ بات منظور ہے یا نہیں ہے؟

"مجھے منظور ہے" عدنان نے مُردار سی آواز میں کہا۔

"یہی تمہارے حق میں بہتر ہے" میں نے مطمئن انداز میں کہا "تم ماضی میں بھی مجرم رہے ہوگے عدنان مگر اب تم ایک ذی حیثیت شہری ہو۔ تمہیں کسی کے ہاتھ سے مار کھائے بہت عرصہ گزر چکا ہوگا۔ اب تم اس کے عادی بھی نہیں رہے ہوگے۔ میں نے کوشش کی تھی کہ تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہ ہونے پائے مگر تم نے میرا ہاتھ اٹھوا ہی دیا۔ اب بھی تمہارے پاس موقع ہے۔ مجھ سے تعاون کرتے رہو گے تو فائدے میں رہو گے۔ جہاں تم نے گڑبڑ کرنے یا کوئی چالاکی دکھانے کی کوشش کی' میں تمہاری پٹائی کرڈالوں گا۔"

"میں تم سے ہر ممکن تعاون کرنے کی کوشش کروں گا" عدنان نے کہا۔ خفت سے اس کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔

"تم نے پہلے بھی یہی وعدہ کیا تھا اور وعدہ خلافی کرکے اس کا انجام بھی دیکھ لیا۔ اب اگر تم نے وعدہ خلافی کی تو انجام پہلے سے بھی زیادہ خراب ہوگا ... ہاں تو میری ہدایات ذہن نشین کرو۔ تمہارے یہ دونوں محافظ جو بے ہوش پڑے ہیں جب انہیں ہوش آجائے تو تم ان سے کہو گے کہ میرے اور تمہارے درمیان معاملات طے پاچکے ہیں۔ ہم ان کے سامنے دوستانہ انداز میں گفتگو کریں گے۔ انہیں یہ احساس نہیں ہونا چاہئے کہ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ تم سے زبردستی کہلوایا جارہا ہے۔"

"میں تو یہ سب کہہ دوں گا لیکن یہ لوگ یقین نہیں کریں گے" عدنان نے کہا۔

"یقین کریں یا نہ کریں یہ سوچنا تمہارا کام نہیں ہے۔ تم تو یہ یاد رکھو کہ اگر یہاں سے جانے کے بعد انہوں نے کسی سے کچھ کہا اور تمہارے کسی حامی نے تمہیں رہا کرانے کے لئے کوئی کوشش کی تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ یہ فیصلہ کرنا تمہارا کام ہے کہ تم ان سے کس طرح گفتگو کرتے ہو اور تمہیں اپنی زندگی کس حد تک عزیز ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔ میں ابھی زندہ رہنا چاہتا ہوں لیکن اس کے لئے مجھے ان سے اپنے انداز میں بات کرنی پڑے گی۔"

"شاید اسے ہوش آرہا ہے۔ جیسے چاہو اس سے بات کرو' میں دخل اندازی نہیں کروں گا لیکن معمولی سی بھی گڑبڑ کی صورت میں میں تمہیں شوٹ کردوں گا۔"

اس محافظ کو ہوش آگیا تھا جو پہلے بے ہوش ہوا تھا۔ وہ کراہ کراٹھ بیٹھا تھا اور حیرت سے مجھے اور عدنان کو دیکھ رہا تھا۔

"کھڑے ہوجاؤ" عدنان نے غرا کر کہا اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں کھڑا ہوگیا۔

"میری حالت دیکھ رہے ہو؟" عدنان پھر غرایا "یہ تم لوگوں کی نمک حرامی کا نتیجہ ہے۔"

"ہم نے کیا کیا ہے جناب؟" محافظ نے کم زور سے لہجے میں کہا۔

"میرے اس حال کو پہنچنے کی ذمے داری تم دونوں پر عائد ہوتی ہے۔ تم دو مل کر بھی ایک شخص پر قابو نہیں پاسکے۔"

"ہم تو محض اس لئے کچھ نہیں کرسکے کہ کہیں آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے"

"بکواس مت کرو" عدنان دہاڑا "اس کی نوبت آنے سے پہلے ہی تمہیں اس پر قابو پالینا چاہئے تھا۔"

محافظ حیران تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ جو کچھ وہ دیکھ رہا ہے اسے کیا سمجھے؟ لیکن وہ ملازم تھا۔ اسے تو حکم پر عمل کرنا تھا۔

"تمہیں اس غفلت کی سزا ضرور ملے گی ... میری جان بھی جاسکتی تھی لیکن اب ہمارے درمیان صلح ہوچکی ہے۔ تم دونوں یہاں سے جانے کے بعد کوئی کام نہیں کروگے۔ میں خود تمہارے بارے میں فیصلہ کروں گا۔"

پھر عدنان کے کہنے پر وہ اپنے ساتھی کو ہوش میں لایا اور پھر وہ دونوں مجرموں کے سے انداز میں کمرے سے رخصت ہوگئے۔

"اب تو تم مطمئن ہو؟" ان دونوں کے جانے کے بعد عدنان نے مجھ سے کہا "انہیں شبہ تک نہیں ہوسکا کہ یہ سب میں نے تمہارے کہنے پر کہا ہے۔"

"بے شک تمہاری کارکردگی تسلی بخش رہی لیکن ابھی تو ابتدا ہے۔ ابھی تو تمہیں بہت سے مراحل سے گزرنا ہے۔"

عدنان نے بے بسی سے مجھے دیکھا "تم مجھے کب تک رہا کروگے؟" اس نے پوچھا۔

"کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو تمہارے پروگراموں سے باخبر رہتے ہوں گے' اگر تم بلا اطلاع غائب ہوجاؤ تو انہیں تشویش ہوجاتی ہوگی؟"

"ہاں' ایسے لوگ ہیں" عدنان نے قدرے تامل کرتے ہوئے کہا "تم کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"ایسے تمام لوگوں سے فون پر کوئی بہانہ کرتے ہوئے کہہ دو کہ تم چند روز تک نہیں آسکوگے؟"

عدنان نے چون وچرا کئے بغیر میری اس ہدایت پر عمل کیا اور کئی فون کئے۔ اس کے بعد میں نے اس سے ہوٹل کے منیجر کو فون کرایا اور پھر عدنان عباسی کو ساتھ لے کر کمرے سے نکل آیا۔ نیچے عدنان کی کار موجود تھی۔ ڈرائیور بھی تھا۔ میری ہدایت پر عدنان نے ڈرائیور سے کہا کہ وہ کار لے کر واپس چلا جائے۔

"تم آخر میرے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہو؟" عدنان

نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

"گاڑی تم ڈرائیو کروگے" میں نے اپنی کار کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "اور تمہارے ساتھ اس وقت تک کوئی بدسلوکی نہیں ہوگی جب تک کہ تم اس کے لئے مجبور نہ کردو۔"

میں پچھلی نشست پر بیٹھ گیا اور عدنان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ میں اسے لے کر اپنی عارضی اقامت گاہ کی طرف چل پڑا۔

بنگلے پر پہنچتے ہی مجھے کسی غیر معمولی پن کا احساس ہوا اور جلد ہی معلوم ہوگیا کہ کیا چیز غیر معمولی ہے۔ سونیا بنگلے میں موجود نہیں تھی۔

"وہ کسی ضرورت سے کہیں چلی گئی ہوگی" عدنان عباسی نے مجھے متفکر دیکھ کر کہا "آجائے گی۔"

"میں نے اسے سختی سے کہیں جانے کو منع کیا تھا" میں بڑبڑایا "لیکن یہاں زبردستی کے آثار بھی نظر نہیں آرہے"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ یہ ممکن تھا کہ سونیا خود ہی کہیں چلی گئی ہو۔ اگر اسے زبردستی یہاں سے لے جایا جاتا تو کوئی علامت تو نظر آتی۔ اس کے باوجود اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ اسے اغوا کیا گیا ہے تو یہ حرکت کون کرسکتا ہے؟ بصرہ میں تین گروپ تھے جن سے اس حرکت کی توقع کی جاسکتی تھی۔ عدنان عباسی' سلویٰ اور نامعلوم لوگ جو میرے جانی دشمن بنے ہوئے تھے۔ سلویٰ خارج از امکان تھی۔ اس لئے کہ وہ اس قیام گاہ سے واقف ہی نہیں تھی۔ عدنان عباسی واقف تھا مگر وہ تو خود میرے قبضے میں تھا' گویا اگر اسے اغوا کیا ہے تو انہی نامعلوم لوگوں نے کیا ہے۔

فون کی گھنٹی نے میرے خیالات کو درہم برہم کردیا۔ میں نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے وہی اجنبی آواز آرہی تھی جو اب میرے لئے اجنبی نہیں رہی تھی۔

"سونیا کو اغوا کرلیا گیا ہے مسٹر نارمن شیلوف! غالباً تم سوچ رہے ہوگے کہ اسے ہم نے اغوا کیا ہے؟"

"اب تم اپنی صفائی پیش کروگے" میں نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا "جبکہ اس کے علاوہ اور کوئی امکان ہی نہیں ہے"

"ہم نے یہ حرکت کی ہوتی تو صفائی پیش کرنے کے بجائے اسے کارنامے کے طور پر پیش کرتے مگر ہم ایسی گھٹیا حرکتیں کرنے کے قائل ہی نہیں ہیں۔ سونیا سے ہمارا کیا جھگڑا؟"

"تو کیا تم نے مجھ سے اظہار ہمدردی کرنے کے لئے فون کیا ہے؟" میں جھنجھلا گیا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ تم ہمارے لئے پہلے سے زیادہ پُراسرار ہوتے جارہے ہو۔ پہلے ہمارا خیال تھا کہ تم عدنان عباسی کی مدد لے کر عراق سے نکل جانا چاہتے ہو لیکن واقعات کا تجزیہ کرنے سے اندازہ ہورہا ہے کہ معاملہ کچھ اور ہی ہے۔ عدنان کا چھوٹنا رہا ہے کہ تم نے اس کی خاصی مرمت کی ہے۔ کیا یہ بات درست ہے؟"

"بات درست ہو یا نہ ہو تمہیں ان سب باتوں سے مطلب کیا ہے؟"

"ہم نہیں چاہتے کہ تم کسی اور کے ہاتھوں مارے جاؤ۔ تم ہمارے شکار ہو لیکن معلوم نہیں کیوں تم عدنان عباسی جیسے خطرناک آدمی سے الجھ گئے۔"

"یہ بات مجھے معلوم نہیں تھی۔ میں تو اسے معصوم اور بے ضرر سمجھ رہا تھا"

"تم اسے معصوم تو ہرگز نہیں سمجھ سکتے لیکن یہ ضرور ہے کہ تمہیں اس کی خطرناکی کا اندازہ نہیں ہوگا۔ ورنہ تم اس سے دور ہی رہتے۔ عراق میں کسی کی مجال نہیں کہ اس کے منہ لگ سکے۔ بڑے بڑے غنڈے اس کے ملازم ہیں۔ سرکاری اہل کار تک اس سے چشم پوشی کرتے ہیں۔ اب بھی وقت ہے' اس سے دور ہوجاؤ۔"

"اب یہ ممکن نہیں رہا۔ کسی کام میں ہاتھ ڈال دینے کے بعد اسے پایۂ تکمیل تک پہنچائے بغیر پیچھے ہٹنا میرے لئے ممکن نہیں ہوتا۔"

دوسری طرف سے ایک طویل سانس لینے کی آواز سنائی دی۔

"اگر تم کسی اور کے ہاتھوں مارے گئے تو ہمیں افسوس ہوگا"

"تم عقل کے اندھے معلوم ہوتے ہو" میں نے غصیلے لہجے میں کہا "کیا تمہیں نظر نہیں آرہا کہ میں اس وقت کمانڈنگ پوزیشن میں ہوں"

"نہیں' ہم عقل کے اندھے نہیں ہیں ..... سونیا کو عدنان عباسی نے اغوا کرایا ہے۔"

میں حیران رہ گیا "تم مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔ اس طرح تم میری توجہ اپنی جانب سے ہٹانے کی کوشش کررہے ہو"

"واقعی ہم بڑے گدھے ہیں۔ سونیا کو اغوا کرکے تمہیں بلیک میل کرنے کے بجائے اپنی صفائی پیش کررہے ہیں۔"

"تم بڑا فائدہ اٹھانے کے چکر میں ہو۔ مجھے دوسری طرف الجھا کر اپنا الو سیدھا کرنے کی فکر میں ہو لیکن یاد رکھنا کہ تم مجھے کبھی غافل نہیں پاؤگے۔"

"تمہارے یہاں سے روانہ ہونے کے تھوڑی دیر بعد سونیا کو اغوا کرلیا گیا تھا" اس نے میری باتوں کا نوٹس لئے بغیر کہا۔ "اور اغوا کرنے والوں میں وہ لوگ بھی شامل تھے جو عدنان عباسی کی طرف سے تمہاری نگرانی پر مامور تھے۔ اگر تمہیں یقین نہیں آرہا تو عدنان عباسی پر طبع آزمائی کرو۔ حقیقت کا علم تمہیں خود ہوجائے گا۔"

میں فون بند کرکے عدنان عباسی کی طرف مڑا۔ میں اس پہلو پر غور کررہا تھا کہ سونیا کو عدنان نے ہی اغوا کرایا ہوگا۔ یقین سے کچھ کہنا مشکل تھا تاہم میں محسوس کررہا تھا کہ یہ بات بالکل ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خارج از امکان نہیں ہے۔

عدنان مجھے اپنے لئے کام کرنے پر مجبور کر دینے کا خواہاں تھا' ...اس نے مجھے بات چیت کرنے کے لئے ہوٹل بلایا اور اپنے آدمیوں سے کہہ دیا کہ میرے پیچھے ... سونیا کو اغوا کر لیں۔ اس کے علم میں تو یہی تھا کہ سونیا میری بیوی ہے۔ اس نے سوچا ہو گا کہ اگر میں اس کے لئے کام کرنے پر تیار نہ ہوا تو وہ اس طرح مجھے بلیک میل کرے گا۔ عدنان جیسے شخص سے کچھ بعید نہیں تھا۔

"سونیا کہاں ہے عدنان؟" میں نے سپاٹ لہجے میں کہا اور وہ حیرت سے پلکیں جھپکانے لگا۔

"میں کیا بتا سکتا ہوں" اس نے کہا "میں تو دس بجے سے اب تک تمہارے ساتھ ہوں"

"اگر تم کچھ بتا سکتے ہو تو بتا دو ورنہ مجھے خود معلوم کرنا پڑے گا اور تمہارے لئے وہ کوئی اچھی صورت نہیں ہو گی"

"میں تم سے یہ توقع نہیں رکھتا کہ تم میرے ساتھ کوئی زیادتی کرو گے۔" عدنان نے بے بسی سے کہا۔

"ہاں یہ شعبہ تو تم نے سنبھال رکھا ہے" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا "تم سب کے ساتھ زیادتیاں کرتے رہو اور کوئی تمہارے ساتھ زیادتی نہ کرے۔"

"میں نے کبھی کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی کسی سے بلا معاوضہ کام نہیں لیا۔ کسی کو ناحق___"

"تقریر مت کرو عدنان! میں نے خشک لہجے میں کہا "میں تمہاری پارسائی کے کچھ رنگ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں اس لئے یہ باتیں مجھ پر اثر نہیں کریں گی۔"

"تم میری طرف سے بدگمان ہو گئے ہو اس لئے مجھ پر یقین نہیں کر رہے ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ میں برا آدمی ہوں مگر سونیا والے کیس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور پھر یہ بات تم یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو کہ اسے اغوا کیا گیا ہے؟"

میں اسے غور سے دیکھنے لگا۔ میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ مجھے یقین تو تھا کہ سونیا کو اغوا ہی کیا گیا ہے مگر میرے پاس ثبوت کوئی نہیں تھا۔ اگر سونیا کے اغوا کا ذمے دار عدنان تھا تو میں اس سے منٹوں میں اگلوا سکتا تھا مگر میں اپنے سر کوئی الزام لینے کے موڈ میں نہیں تھا۔ یہ امکان تو بہرحال موجود تھا کہ سونیا کے اغوا میں عدنان کا ہاتھ نہ ہو۔

"ٹھیک ہے عدنان!" میں نے ایک فیصلے پر پہنچ کر مسکراتے ہوئے کہا "میں تمہاری بات پر یقین کئے لیتا ہوں لیکن اگر بعد میں تمہاری بات غلط ثابت ہوئی تو...." میں جملہ ادھورا چھوڑ کر اسے گھورنے لگا۔

"تم مجھے ہر سزا کے لئے تیار پاؤ گے" عدنان نے بڑے خلوص سے کہا اور ایک لمحے کے لئے تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ واقعی سچ کہہ رہا ہو مگر میں نے اس تاثر کو اپنے ذہن سے جھٹک دیا۔

"سلوی کہاں رہتی ہے؟" اچانک میں نے اس سے سوال کیا اور وہ گڑبڑا گیا۔ سلوی کے ایڈریس سے لاعلمی ظاہر کرنا اس کے لئے محال تھا اس لئے اسے اعتراف کرنا ہی پڑا اور اس سے سلوی کا ایڈریس پوچھ کر ذہن نشین کرنے کے بعد میں نے اسے ایک کمرے میں لے جا کر بند کر دیا۔

آدھے گھنٹے بعد میں سلوی کے فلیٹ کی کال بیل دبا رہا تھا۔ کال بیل کے جواب میں دروازہ خود سلوی نے ہی کھولا۔ مجھے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں پہلے تو حیرت کے تاثرات نظر آئے لیکن بڑی تیزی سے معدوم ہو گئے اور آنکھوں میں پھیلی ہوئی حیرت کی جگہ اس کے ہونٹوں پر ابھرنے والی دل فریب مسکراہٹ نے لے لی۔

"اوہو' علی حماد صاحب تشریف لائے ہیں" اس نے بڑی ادا سے کہا "زہے نصیب' تشریف لایئے" اس نے ایک طرف ہٹتے ہوئے مجھے اندر آنے کا راستہ دیا۔

"میں شاید ناوقت آ گیا" میں نے فلیٹ میں قدم رکھتے ہوئے معذرت خواہانہ انداز میں کہا "شاید آپ سوتے سے اٹھی ہیں"

"ارے نہیں" وہ دروازہ بند کرتے ہوئے مسکرائی اور مجھے ڈرائنگ روم میں لے گئی "بیٹھو" اس نے کہا "میں بس اٹھنے ہی والی تھی۔ تمہیں تو معلوم ہے ہم راتوں کو جاگتے ہیں تو دن میں ہی نیند پوری کرنا پڑتی ہے۔"

اسے قطعی احساس نہیں تھا کہ وہ فقط ایک باریک سا لبادہ پہنے ہوئے ہے بلکہ وہ تو اپنے جسمانی خطوط اور بھی نمایاں کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تمہیں یہاں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی" سلوی نے ہاتھ مسلتے ہوئے کہا "یہ چھوٹا سا فلیٹ تمہارے لائق تو نہیں ہے لیکن تم نے یہاں آ کر اس کی اہمیت میں اضافہ کر دیا ہے۔"

"قدر مکان کی نہیں ہوتی مکین کی ہوتی ہے" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا "اور اگر مکین حسین بھی ہو تو قدم خود بخود ہی اٹھ جاتے ہیں"

"شکر ہے تمہیں احساس تو ہوا" وہ صوفے پر میرے برابر ہی بیٹھتے ہوئے بے باکی سے مسکرا کر بولی "ورنہ میں تو سمجھی تھی کہ تم پر سونیا کا جادو پوری طرح چل گیا ہے"

"جادو تو تمہاری شخصیت میں ہے" میں نے بڑے میٹھے لہجے میں کہا "میں تو ڈر رہا تھا کہ معلوم نہیں تم میری پذیرائی کرو گی بھی کہ نہیں۔"

"پھر یہاں آنے کی جرأت کیسے کی؟" وہ شوخی سے مسکرا کر بولی۔

"جرأت کہاں .... بس ایک عالم بے اختیاری میں قدم تمہارے فلیٹ کی طرف اٹھ گئے"

"یقین نہیں آتا" اس نے بے اعتباری سے مجھے دیکھا "تم ایسے لگتے تو نہیں ہو"

"کوئی بھی یقین نہیں کرتا جس سے بھی سچ بولتا ہوں جھوٹ سمجھتا ہے اور جس سے جھوٹ بولتا ہوں وہ فوراً یقین کر لیتا ہے"

"گویا تم جھوٹ بھی بولتے ہو" وہ ہنسی اور ہنستے ہنستے مجھ پر گر پڑی۔

"کون نہیں بولتا" میں نے بے ساختہ کہا اور اسے کندھوں سے پکڑ کر آہستہ سے خود سے علیحدہ کر دیا۔

"کل رات تک تو تم سونیا کے سب سے بڑے طرف دار بنے ہوئے تھے" سلوی نے کہا۔

"اس وقت تو تم بھی مجھے یوں نظر انداز کر رہی تھیں جیسے میرا کوئی وجود ہی نہ ہو"

"میں عدنان کی وجہ سے مجبور تھی۔ وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کی موجودگی میں میں کسی اور پر نگاہِ التفات ڈالوں۔"

"میرا خیال بھی یہی تھا" میں نے کہا "جس کی تصدیق اس وقت تمہارے رویے نے بھی کر دی"

"ابھی تو توثیق بھی ہو گی پہلے میں ذرا نہا کر آ جاؤں۔ تمہیں تھوڑا سا انتظار کرنا پڑے گا۔"

وہ نہانے چلی گئی اور اس دوران میں نے اس کے پورے فلیٹ کا جائزہ لے ڈالا۔ تین کمروں کے اس مختصر سے فلیٹ میں کوئی خاص چیز نظر نہیں آئی علاوہ اس کے کہ فلیٹ میں موجود ہر چیز قیمتی تھی۔ ظاہر ہے یہ سب کچھ دوسروں کی عنایات تھیں۔ خواب گاہ میں دیواروں پر عریاں و نیم عریاں تصاویر آویزاں تھیں۔

جلدی جلدی پورے فلیٹ کا جائزہ لے کر میں دوبارہ ڈرائنگ روم میں آ بیٹھا۔ سلوی نے بھی نہا کر نکلنے میں دیر نہیں لگائی اس نے سر پر تولیہ لپیٹ رکھا تھا۔

"میں نے زیادہ دیر تو نہیں لگائی؟" اس نے کہا "تمہیں انتظار کرانا اچھا تو نہیں لگا لیکن تم آئے ہی ایسے وقت....."

"جب کہ تم میری کوئی خاطر تواضع بھی نہیں کر سکتیں" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا اور وہ میری بات کا مطلب سمجھ گئی۔

"میں تمہیں ایسے اسرار و رموز سے آشنا کراؤں گی کہ تم سونیا کو بالکل فراموش کر دو گے۔" اس نے کہا "یہ جو اس وقت تمہیں انتظار کرنا پڑا ہے اس کا مداوا ہو جائے گا۔"

"مجھے معلوم ہے تم ایسے جہانوں کی سیر کراتی ہو کہ آدمی خود سے بھی بے گانہ ہو جاتا ہے سب کچھ بھول کر تمہارا ہی ہو رہتا ہے۔"

"بات تو درست ہے مگر تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟" سلوی نے حیران ہو کر کہا۔

"عدنان عباسی کی حالت دیکھ کر" میں نے کہا "وہ تمہاری مرضی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔"

"حالانکہ رات تم نے خود دیکھا تھا وہ مجھے بولنے تک نہیں دے رہا تھا" سلوی نے اپنے بال جھٹکتے ہوئے کہا۔

"اس سے میری بات ہو چکی ہے۔ سارے معاملات طے پا گئے ہیں۔ میں سیدھا اسی کے پاس سے آ رہا ہوں۔"

"اوہ" وہ مجھے غور سے دیکھنے لگی "کوئی الجھن تو نہیں پیش آئی"

"نہیں' الجھن بھلا کیوں پیش آتی۔ وہ بہت اچھی قیمت لگاتا جانتا ہے"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ وہ واقعی اچھی قیمت لگاتا ہے مگر رات تمہارے تیور بتا رہے تھے کہ تم کسی بھی قیمت پر اس کے لئے کام نہیں کرو گے۔"

"میں نے کہا نا کہ وہ قیمت لگانا جانتا ہے۔ جب میں نہیں مانا تو اس نے مجھے بتایا کہ اس نے سونیا کو اغوا کرا لیا ہے"

"کیا!" سلوی نے حیرت سے مجھے دیکھا "یہ بات اس نے تمہیں خود بتائی ہے؟"

"میں نے تصدیق بھی کر لی۔ وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ سونیا واقعی اغوا ہو چکی ہے۔ میرے پاس کوئی متبادل نہیں بچا۔ اب مجھے عدنان کے لئے کام کرنا ہی پڑے گا۔"

"عدنان بہت اچھا باس ہے۔ وہ باصلاحیت لوگوں کی قدر کرنا جانتا ہے۔ اس کے لئے ہنسی خوشی کام کرو تو بہتر ہے۔"

"میں نے اس سے کہا تھا کہ وہ سونیا کو رہا کر دے۔ میں پھر بھی اس کے لئے کام کروں گا مگر اس نے کہا کہ تمہاری اجازت کے بغیر وہ ایسا نہیں کر سکتا۔"

"میرا اس معاملے سے کیا تعلق؟" سلوی نے کہا اس کے ماتھے پر سلوٹیں پڑ گئی تھیں۔

"تمہارا ہی تو تعلق ہے۔ عدنان کہہ رہا تھا کہ سونیا کو تمہاری فرمائش پر اغوا کرایا گیا ہے اور تمہارے ہی کہنے پر اسے رہا کیا جا سکتا ہے"

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ پیٹ کا اس قدر ہلکا ثابت ہو گا" سلوی غرائی اور میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ اس نے کتنی آسانی سے اعتراف کر لیا تھا۔

"میں نے اس سے کہا تھا کہ رات تو تم میرے سامنے سلوی کو جھڑک رہے تھے پھر اس کے کہنے پر سونیا کو کیسے اغوا کر لیا تو جانتی ہو اس نے کیا جواب دیا۔ کہنے لگا کہ وہ تو میں تمہیں شیشے میں اتارنے کے لئے اداکاری کر رہا تھا۔ بعد میں میں نے سلوی سے وعدہ کر لیا تھا کہ سونیا کو ضرور اغوا کراؤں گا اور اب یہ الگ بات ہے کہ میں اس کے اغوا کو اپنی مطلب برآری کے لئے استعمال کر رہا ہوں۔"

"اس نے بالکل ٹھیک کہا" سلوی تن کر بولی "سونیا نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میری توہین کی تھی۔ اسے اس کی سزا ضرور ملے گی۔"

"وہ واقعی سزا کی مستحق ہے۔ اسے تم جیسی شاندار خاتون کی بے عزتی کرنے کا کوئی حق نہیں تھا۔"

"تم یہ بات کیوں کہہ رہے ہو؟" سلوی نے مجھے مشکوک نظروں سے دیکھا "تم تو اس سے شادی کر چکے ہو۔"

"میں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا" ارے وہ تو میں نے عدنان کو گولی دی تھی۔"

"مجھے خود اس بات پر یقین نہیں آیا تھا" سلوی کے چہرے پر میری تردید سے سکون کے آثار نظر آئے۔

"یہ یقین کرنے والی بات تھی ہی نہیں" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا "اس میں رکھا ہی کیا ہے کہ میں اس سے شادی کرتا۔ کوئی میرا دماغ خراب تھوڑی ہے۔"

"لیکن مجھے عدنان سے یہ توقع نہیں تھی کہ وہ تمہیں ہر بات سے آگاہ کر دے گا۔"

میں صوفے سے اٹھا اور آگے بڑھ کر اسے اپنی آغوش میں لے لیا "کیا تم واقعی مجھے بے خبر رکھنا چاہتی ہو؟"

"نہیں" وہ وارفتگی کے ساتھ مجھ سے لپٹ گئی "میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ میں تمہیں کیسے بے خبر رکھ سکتی ہوں"

"پھر؟" میں نے اس کی پتلی کمر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سرگوشی کی "تم اتنی برہم کیوں ہو رہی ہو؟"

"عدنان بہت مطلب پرست ہے" اس نے ایک جان دو قالب ہونے کی کوشش کی "مجھے اس پر غصہ آیا تھا"

"لیکن میں مطلب پرست نہیں ہوں" میں نے اسے خود سے مزید قریب کر لیا "مجھ پر تو تمہیں غصہ نہیں آئے گا؟"

"نہیں" وہ میرے چہرے پر اپنا چہرہ رگڑتے ہوئے بولی۔ "لیکن تم بہت جلدباز ہو۔ میں نے ابھی ناشتہ بھی نہیں کیا ہے۔"

"اوہ معاف کرنا" میں نے اس کی کمر پر اپنی گرفت ڈھیلی کر دی مگر وہ اب بھی میری آغوش میں تھی "تم جلدی سے ناشتا کر لو۔ میں نے بھی ابھی لنچ نہیں کیا ہے"

"میں بھی اب کیا ناشتہ کروں گی۔ تمہارے ساتھ ہی کسی اچھے سے ہوٹل میں کھانا کھا لوں گی"

"کیا اس حلیے میں چلو گی؟" میں نے اس کے باریک شب خوابی کے لبادے کی طرف اشارہ کیا جو اس نے نہانے کے بعد دوبارہ پہن لیا تھا۔

"تمہاری موجودگی میں تو مجھے یہ بھی گراں گزر رہا ہے" وہ بے حیائی سے مسکرائی۔

"گراں تو مجھے بھی گزر رہا ہے لیکن ابھی ہمیں باہر جانا ہے۔ وہاں تو ایک ہجوم ہو گا"

"جی تو چاہتا ہے کہ جب تک تمہارے ساتھ رہوں اس سے زیادہ جسم پر کوئی لباس نہ ہو" اس نے پہلے کی سی بے حیائی سے کہا "لیکن مجبوری ہے۔"

اسے کسی بات میں کوئی باک نہیں تھا۔ اور کیوں ہوتا؟ اس کے پیشے میں تو بے جھجک ہونا ہی لازمی تصور ہوتا ہے۔ حجاب تو اس پیشے کے قریب سے بھی نہیں گزرتا۔ لباس تبدیل کرنے کے معاملے میں بھی اس نے اسی نوازش بے حجابی کا مظاہرہ کیا۔ مصلحتاً میں یہ سب کچھ برداشت کر رہا تھا۔

میں نے سلوی کے ساتھ ایک عمدہ سے ہوٹل میں لنچ کیا۔ وہ بہت سرشار دکھائی دے رہی تھی۔ یوں جیسے اس نے کوئی بہت بڑی سلطنت فتح کر لی ہو۔

"اب کیا ارادہ ہے؟" کھانے سے فارغ ہونے کے بعد میں نے سلوی سے پوچھا۔

"میں نے تو خود کو تمہارے حوالے کر دیا ہے" اس نے خمار آلود آواز میں کہا "لہٰذا تم بتاؤ کہ تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"اپنی فتوحات میں اضافہ کرنے کا ارادہ ہے' تم میرا ساتھ دے سکو گی؟"

وہ بڑی آسودگی سے مسکرائی "کون جانتا ہے کہ کس کی فتوحات میں اضافہ ہو گا۔"

"میں جانتا ہوں" میں نے بھی مسکرا کر کہا "بس یہ نہیں معلوم کہ یہ مہم کہاں سر کی جائے گی۔"

"جہاں تم کہو" اس نے کہا۔ اس کے لہجے میں مکمل خود سپردگی کی کیفیت موجود تھی۔

"میں تو تمہیں جہنم میں بھی لے جا سکتا ہوں" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمہارے ساتھ جہنم میں جانا بھی میرے لئے کسی اعزاز سے کم نہیں ہو گا۔" سلوی نے مخمور لہجے میں کہا۔

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا اور بل ادا کر کے اس کے ساتھ باہر آ گیا۔ اس نے یہ معلوم کرنے کی ذرا بھی زحمت نہیں کی تھی کہ میں اسے کہاں لے جا رہا ہوں۔ ڈرائیونگ کے دوران وہ مجھ سے تقریباً چپک کر بیٹھ گئی تھی اور اس نے اپنا سر میرے شانے پر رکھ دیا تھا۔ میرا رخ اپنی عارضی قیام گاہ کی طرف تھا۔

"تم نے سونیا کو کیا سزا دینے کا فیصلہ کیا ہے؟" اچانک میں نے کہا اور اس نے چونک کر اپنا سر میرے شانے پر سے ہٹا لیا۔

"کیا ضروری تھا کہ تم اس موقع پر اس کا تذکرہ کر کے سارا مزہ کرکرا کر دو" اس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"تم تو ناراض ہو گئیں" میں نے دھیرے سے ہنس کر کہا۔ "حالانکہ تم نے ناراض نہ ہونے کا وعدہ کیا تھا"

"وہ بہت مغرور اور خود سر ہے۔ اس کی وجہ سے بہت سے گاہک میری طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ تم بتاؤ' اس کی کیا سزا ہونی چاہئے؟"

"اس کا پتہ صاف کرا دو' تمہاری راہ ہموار ہو جائے گی"

میں نے سرسری انداز میں کہا۔

"کسی کی جان لئے بغیر کام چل رہا ہو تو خون اپنی گردن پر لینے سے کیا فائدہ؟"

"بات تو تم درست کہہ رہی ہو لیکن اگر تم نے اسے ایسے ہی چھوڑ دیا تو پھر تمہارا کاروبار متاثر ہو گا۔"

"میں اسے ایسے ہی کیوں چھوڑ دوں گی" سلوی نے برا مان کر کہا "اسے اپنی خوبصورتی پر بہت گھمنڈ ہے۔ میں اس کا چہرہ بگاڑ کر اسے چھوڑ دوں گی۔ وہ خود ہی کہیں منہ کالا کر جائے گی۔"

میں سناٹے میں آ گیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اس قدر سفاک ہو گی۔ کتنے سکون سے اس نے سونیا کا چہرہ بگاڑنے کا تذکرہ کیا تھا۔

"تم بہت ذہین ہو" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے تعریفی لہجے میں کہا "تم نے واقعی بہت عمدہ ترکیب سوچی ہے۔"

"عمدہ ترکیب ہے نا" وہ خوش ہو کر بولی "خواہ مخواہ کسی کو مارنے سے کیا فائدہ۔ اس کا چہرہ تباہ ہو جائے گا تو میری راہ کا کانٹا خود ہی نکل جائے گا" اس نے ایک بار پھر میرے شانوں پر سر ٹکا دیا۔

میں... ہونٹ بھینچے کار ڈرائیو کرتا رہا۔ جو لوگ میرے جانی دشمن بنے ہوئے تھے ان کی فراہم کردہ اطلاع بالکل درست ثابت ہوئی تھی۔ سونیا کو واقعی عدنان نے ہی اغوا کرایا تھا۔ باقی ماندہ تجزیہ کر کے صحیح نتیجہ میں نے ہی اخذ کیا تھا لیکن اگر انہوں نے مجھے یہ اطلاع فراہم نہ کی ہوتی تو میں انہیں ہی سونیا کے اغوا کا ذمے دار تصور کرتا رہتا۔

میں نے نگاہ اٹھا کر عقب نما آئینے میں اس کار کو دیکھا جس میں چار افراد سوار تھے۔ یہ وہی نامعلوم لوگ تھے جو گزشتہ چھتیس گھنٹوں سے میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے ابھی تک عملاً مجھ سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی تھی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ کس چکر میں ہیں اور مجھ پر کس زاویے سے ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں۔ عدنان کے چکر میں الجھ جانے کی وجہ سے مجھے بھی اتنا موقع نہیں مل سکا تھا کہ میں ان پر پوری توجہ صرف کر پاتا لیکن اب مجھے کچھ نہ کچھ کرنا تھا۔ کیا کرنا تھا' اس کا فیصلہ میں نے ابھی نہیں کیا تھا۔ یہ فیصلہ تو وقت آنے پر ہی کیا جا سکتا تھا۔

سلوی کی توجہ راستوں کی طرف نہیں تھی۔ اگر ہوتی تو بھی مجھے اس کی پروا نہیں تھی۔ میرا ٹھکانا کسی کی نظروں سے پوشیدہ نہیں تھا۔ آرتھر اور فرنانڈو کو ہلاک کرنے والے بھی میری اس پناہ گاہ کو دیکھ چکے تھے۔ اب اگر سلوی بھی اس کے راستوں سے واقف ہو جاتی تو میرا کیا بگڑ جاتا۔ اسے تو ویسے بھی میرے عتاب کا نشانہ بننا تھا۔

بنگلے پر پہنچنے کے بعد بھی سلوی اسی کیفیت کا شکار رہی۔ اس نے بس سرسری انداز میں بنگلے کی تعریف کی تھی ورنہ درحقیقت تو وہ میرے قرب سے مدہوش تھی۔ اس کی مدہوشی سمجھ میں آنے والی بات تھی۔ میری اور اس کی عمر میں واضح فرق تھا جبکہ کاروبار کے دوران اس کا واسطہ ہمیشہ اپنی عمر سے بہت زیادہ کے لوگوں سے پڑا کرتا تھا۔ اب وہ بھی کم عمر نہیں رہی تھی۔ ایسے میں اچانک مجھے اپنی ذات میں دلچسپی لیتے دیکھ کر وہ گرد و پیش سے بیگانہ ہو گئی تھی تو یہ کوئی ایسی حیران کن بات نہیں تھی۔ پھر وہ گزشتہ رات میری جرأت کا مظاہرہ بھی دیکھ چکی تھی۔

میں اسے ڈرائنگ روم میں لے آیا۔ فوری طور پر اسے عدنان کے روبرو لے جانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ یہ وہی ڈرائنگ روم تھا جہاں میں نے پہلی بار وہ گمنام کال وصول کی تھی جس نے میرے ہوش اڑا دیئے تھے۔ آئی کو ون اور راو کو زیرو قرار دیئے جانے کی مثال یاد کر کے مجھے اچانک ہی ہنسی آ گئی۔

"کیا بات ہے؟" سلوی نے میری گردن میں باہیں ڈال کر تقریباً جھولتے ہوئے کہا "تم ہنس کیوں رہے ہو؟"

"خوش ہو رہا ہوں" میں نے اس سے اپنی گردن چھڑاتے ہوئے کہا "مگر تم میرے گلے کا ہار کیوں بن رہی ہو؟"

"میں تو تمہاری جیت بننا چاہتی ہوں" اس نے قربان ہو جانے والی نظروں سے مجھے دیکھا۔

"میں تمہیں کسی ایسی ٹرافی سے کم تو نہیں سمجھتا جو کسی بڑے مقابلے میں اول آنے پر ملی ہو" میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا اور وہ مجھ پر لد گئی۔

"یہ ایک نشست والا صوفہ ہے" میں نے اس سے جان چھڑانے کی کوشش کی "تم ادھر دوسرے صوفے پر کیوں نہیں بیٹھ جاتیں۔"

"کبھی ٹرافی قرار دیتے ہو اور کبھی جان چھڑانے کی کوشش شروع کر دیتے ہو" اس نے منہ پھلا لیا۔

"اسی لئے تو میں نے میڈل کا لفظ استعمال نہیں کیا تھا۔ کون تمہیں گلے سے لٹکائے پھرتا۔"

اپنی تمام تر اہانت کے باوجود وہ ہنس پڑی۔ یوں جیسے میں نے اس کی تعریف کی ہو۔

"تم بہت بہادر ہو" وہ مجھ سے علیحدہ ہوئے بغیر بولی "عدنان مجھ سے تمہاری بڑی تعریف کر رہا تھا۔"

"اس کی تعریف میرے لئے کسی اعزاز سے کم نہیں ہے" میں نے طنز کیا مگر اسے لہجے پر توجہ دینے کا ہوش نہیں تھا۔

"وہ بہت کم کسی کو خاطر میں لاتا ہے اور تمہاری وجہ سے تو اس نے مجھے بھی ڈانٹ دیا تھا۔ ذرا لحاظ نہیں کیا۔"

"وہ تمہیں بھی تو بہت اہمیت دیتا ہے" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی "تم بھی تو کسی سے کم نہیں ہو۔"

"ہاں' وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔ میں نے اس کا ساتھ بھی تو بہت دیا ہے۔ اب اسے میری کوئی خاص ضرورت نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہی مگر وہ کہتا ہے کہ میں اس کی ضرورت ہوں۔"

"بڑی بات ہے ورنہ اکثر لوگ جب بلندی کا سفر شروع کرتے ہیں تو خراب وقتوں کے ساتھیوں د بھول جاتے ہیں۔"

میں نے محسوس کیا کہ میری یہ بات اس پر بری طرح اثر انداز ہوئی۔ معلوم نہیں میری بات میں کیا اثر تھا کہ وہ مجھ سے علیحدہ ہوئی اور دوسرے صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔

"بُرے وقتوں میں میں کبھی اس کی ساتھی نہیں رہی" سلوی نے کہا "اس وقت تو ہمارے تعلقات بھی نہیں تھے۔"

"کیا مطلب" میں چونک پڑا "عدنان تو کہہ رہا تھا کہ تم اس وقت سے اس کے ساتھ ہو...."

"وہ غلط کہہ رہا تھا۔ سب سے یہی کہتا ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ اس وقت ہم دونوں بس ایک دوسرے سے واقف تھے۔ اس سے زیادہ ہمارا کوئی تعلق نہیں تھا۔"

"بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی ۔۔عدنان کو اس قسم کی غلط بیانی کر کے کیا حاصل ہوتا ہے؟"

"یہ ان دنوں کی بات ہے جب عدنان ایک گمنام شخص تھا۔ میرا کاروبار بھی نچلے درجے کے لوگوں تک محدود تھا۔ ان دنوں عدنان کا ایک دوست ہوا کرتا تھا جس کا نام تحسین تھا۔ میرے اس سے تعلقات تھے ۔ کبھی کبھار عدنان کے ہاں اس سے ملاقات ہو جاتی تھی۔ اس سے میری بات چیت کبھی سلام دعا سے آگے نہیں بڑھی۔ اس نے میری ذات میں کبھی غیر معمولی تو کیا معمولی دلچسپی کا مظاہرہ بھی نہیں کیا۔ پھر وہ سرکاری پارٹی میں شامل ہو گیا۔ تحسین نے بھی کسی لڑکی سے شادی کر لی تھی اس لئے اس سے بھی میرا میل جول بہت کم ہو گیا تھا۔ کچھ عرصہ اسی طرح گزر گیا پھر اچانک ایک روز عدنان خود میرے پاس آیا اور مجھے پارٹی میں شامل ہونے کی آفر کی۔ میں نے انکار کیا تو اس نے میرے ساتھ رات گزارنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ یہ تو میرا دھندا تھا میں بھلا انکار کیسے کر سکتی تھی۔ میں نے اس کے ساتھ رات گزاری۔ صبح رخصت ہوتے وقت اس نے جو رقم مجھے دی وہ میرے معمول کے معاوضے سے کہیں زیادہ تھی۔ اس کے بعد ہمارے تعلقات بڑھتے ہی چلے گئے۔"

"کیا یہ بات عجیب نہیں ہے کہ جب اس کا تعلق نچلے طبقے سے تھا تب تو اس نے تم پر کوئی توجہ نہیں دی اور جب وہ ترقی کر گیا تو اچانک ہی تم پر مہربان ہو گیا جب کہ پیسہ آجانے کے بعد اس کے لئے لڑکیوں کی کیا کمی رہ گئی تھی۔ اس کے ایک اشارے پر تم جیسی ہزاروں خود کو نچھاور کرنے کے لئے تیار رہتی ہوں گی۔"

سلوی نے مجھے غور سے دیکھا "معلوم نہیں تم کیا جاننا چاہ رہے ہو لیکن حقیقت یہی ہے کہ یہ سوال میرے ذہن میں بھی پیدا ہوا تھا اور میں نے عدنان پر اس کا اظہار بھی کر دیا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ مجھے اس وقت بھی پسند کرتا تھا لیکن چونکہ میرے تعلقات اس کے دوست تحسین سے تھے اس لئے وہ مجھ سے ربط ضبط نہیں بڑھانا چاہتا تھا۔"

"یہ بڑی عجیب سی بات ہے" میں نے کہا "اگر اسے اپنے دوست کا اتنا ہی خیال تھا تو بعد میں بھی رہنا چاہئے تھا۔"

"مجھے یہ سب کچھ نہیں معلوم ۔ میں تو بس یہ جانتی ہوں کہ وہ مجھے بہترین معاوضہ دے رہا تھا۔ اس کے علاوہ مجھے اور کیا چاہئے تھا۔"

"اور اس کا یہ کہنا کہاں تک درست ہے کہ تم نے موجودہ مقام تک پہنچنے میں اس کی بہت مدد کی ہے؟"

"مدد کیا کی بس بعض ایسی اطلاعات اس تک پہنچا دیں جو میرے علم میں آئی تھیں۔ میں نے کوئی خاص طور پر اس کے لئے تو کام نہیں کیا۔"

"گویا اس سلسلے میں اس نے مجھ سے غلط بیانی نہیں کی تھی" میں نے کہا۔

"جب تم نے اس کے لئے کام کرنے کی ہامی بھر لی تو پھر کیوں ان چکروں میں پڑ رہے ہو؟" سلوی بولی۔

"مجھے معلوم تو ہونا چاہئے کہ جس کے لئے مجھے کام کرنا ہے وہ کس قسم کا آدمی ہے اور مجھے اس کے ساتھ کیا رویّہ اختیار کرنا ہے۔"

"ہاں، اس نے غلط بیانی نہیں کی تھی مگر تم آم کھاؤ۔ پیڑ کیوں گن رہے ہو؟"

"وہ میرا باس ہے اور باس کے پسندیدہ آم پر ماتحتوں کا کوئی حق نہیں ہوتا۔"

"جو آم صرف اس کے نام ہو" اس نے بائیں آنکھ دبائی۔ "لیکن جو آم عام ہو اس سے گریز نہیں کرنا چاہئے۔"

"مجھے بہت ڈر لگتا ہے۔ اب میں اس کا ماتحت ہوں۔ کوئی عام آدمی ہوتا تو ظاہر ہے مجھے اس کی پروا نہ ہوتی۔"

"کیا فضول قسم کی باتیں لے بیٹھے" وہ جھنجلا گئی "وقت سے فائدہ اٹھانا سیکھو۔ ہاتھ آئی نعمت سے منہ موڑنا اچھا نہیں ہوتا۔"

"کفرانِ نعمت کہلاتا ہے" میں نے مسکرا کر کہا "لیکن میں نعمت کی تعریف اس انداز میں نہیں کرتا جس انداز میں تم کرتی ہو۔"

"اور میں عدنان سے کسی ایسے شخص کی تعریف نہیں کر سکتی جو میری توہین کا مرتکب ہو رہا ہو" سلوی نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا "ملازمت کرنی ہے تو آداب ماتحتی سیکھو۔"

"پہلی بار ماتحتی کر رہا ہوں۔ اب تم ہی مجھے آداب ماتحتی سکھاؤ گی" میں نے کہا اور وہ خوش ہو گئی۔

"بس تو پھر جو میں کہوں اس پر عمل کرتے رہو۔ میں تمہیں کندن بنا دوں گی۔"

"کیا تم مجھے کندۂ ناتراش سمجھتی ہو؟" میں نے ایک بار پھر طنزیہ لہجے میں کہا مگر اس بار بھی اس نے میرا لہجہ نظر انداز کر دیا۔

"میں تمہیں تراش خراش کر ایسی چمک عطا کروں گی کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جایا کریں گی۔ یہاں میرے پاس آکر بیٹھو۔"

"میری ہمت نہیں پڑتی" میں نے ہچکچانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"اور وہاں فلیٹ پر جو تم نے مجھے اپنی آغوش میں لیا تھا" وہ غرائی۔

"اس وقت مجھے خیال نہیں تھا کہ تم باس کی منظور نظر ہو اس لئے بہک گیا تھا۔"

"ایک بار پھر بہک جاؤ" وہ آنکھیں بند کر کے مخمور لہجے میں بولی لیکن ٹیلی فون کی گھنٹی نے اس کی محویت توڑ دی۔ میں سمجھ گیا کہ پھر وہی گمنام کال آئی ہے۔ ریسیور اٹھانے پر میرے خیال کی تصدیق ہو گئی۔

"امید ہے تم نے میری فراہم کردہ اطلاع کی اپنے طور پر تصدیق کر لی ہو گی۔"

"ہاں ۔۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ میں کسی قسم کا ادھار رکھنے کا قائل نہیں ہوں۔ بہت جلد تمہارے سارے قرضے چکا دوں گا۔"

"ایک اطلاع اور بھی ہے" دوسری طرف سے کہا گیا "اگر تم پہلے کی طرح بے اعتباری نہ کرو تو ہم تمہیں وہ اطلاع بھی فراہم کر دیں۔"

میں نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ جو کچھ ہو رہا تھا وہ میرے لئے پسندیدہ نہیں تھا لیکن میں اس بری طرح پھنس گیا تھا کہ ان لوگوں کا قرض چکا نہیں پا رہا تھا جبکہ یہ میرے لئے بہت معمولی سی بات تھی۔

"میں آنکھ بند کر کے اعتبار کرنے کا قائل نہیں ہوں" میں نے کہا "آگے تمہاری مرضی، بتاؤ یا نہ بتاؤ۔"

"تم بہت چالاک ہو نارمن شیلوف! لیکن ہم تمہیں اطلاع ضرور فراہم کریں گے۔ پہلے یہ بتاؤ کہ کیا تم عدنان کو زبردستی پکڑ لائے ہو؟"

"میں ایک آزاد آدمی ہوں۔ کیا تم میرے معاملات میں مداخلت کرنا چاہ رہے ہو؟"

"ہرگز نہیں مسٹر نارمن! ہم معاملات میں نہیں زندگیوں میں مداخلت کیا کرتے ہیں۔ ہم نے تمہیں پہلے بھی سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ عدنان سے مت الجھو لیکن تم نہیں مانے۔ سونیا کے اغوا کے بعد عدنان کے وہ آدمی جو تمہاری قیام گاہ کی نگرانی کر رہے تھے واپس چلے گئے تھے لیکن اب وہ لوگ پھر واپس آگئے ہیں اور اس بار ان کے تیور بھی اچھے نہیں دکھائی دیتے۔"

میں حیران رہ گیا۔ دوبارہ نگرانی شروع ہونے کا مطلب یہی تھا کہ وہ عدنان کے اغوا سے باخبر ہو چکے تھے جبکہ میں نے ہر طرح سے تدارک کر لیا تھا۔ پھر یہ بات عدنان کے آدمیوں کے علم میں کس طرح آئی؟

"ہیلو نارمن! کیا فون بند کر دیا؟"

"نہیں، میں سوچ رہا تھا کہ ان کی یہاں دوبارہ آمد کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟"

"اپنی جان کی خیر مناؤ۔ وہ کاؤنٹر ایکشن بھی کر سکتے ہیں۔ اگر تم ہمیشہ اس طرح کی حرکتیں کرتے ہو تو ہمیں حیرت ہے کہ تم اب تک زندہ کیوں ہو؟"

میں نے قہقہہ لگایا "اپنی انہی حرکتوں کی وجہ سے ۔۔ میری پوزیشن بہت مضبوط ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے، کیا وہ اپنے سربراہ کی زندگی خطرے میں ڈالنا پسند کریں گے؟"

"شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ تم نے اپنی مضبوطی کر لی ہے مگر کیا تم تنہا باہر نہیں نکلو گے؟"

"میں تمہارا مطلب سمجھ رہا ہوں مگر میں ان کے لئے تر نوالہ ثابت نہیں ہوں گا۔"

"تمہاری وجہ سے ہمیں بہت محنت کرنا پڑ رہی ہے لیکن تم نے بھی شاید طے کر رکھا ہے کہ کسی اور کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔"

"نہ کوئی ہونی کو روک سکتا ہے اور نہ لکھے ہوئے وقت کو تبدیل کیا جا سکتا ہے۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ عدنان کے بعد سلوی کو اغوا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"باتوں کی روانی میں شاید تم بھول گئے ۔۔ تمہاری فراہم کردہ اطلاع کی تصدیق کے لئے میں نے یہی ذریعہ تو اختیار کیا ہے۔"

سلوی پر اضطرابی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ وہ شاید ٹھیک سے گفتگو بھی نہیں سن رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب میں فون بند کر کے اس کی طرف مڑا تب بھی اس نے فون کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا۔

"فون پر مختصر گفتگو کیا کرو۔ خاص طور پر اس وقت جب کوئی تمہارا منتظر بیٹھا ہو۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے تمہیں زحمت اٹھانی پڑی" میں اٹھ کر اس کے برابر جا بیٹھا۔

"تمہاری وجہ سے مجھے جو کوفت اٹھانی پڑی ہے اس کا ازالہ بھی تم ہی کو کرنا پڑے گا" وہ مجھ سے لپٹ گئی۔

"تم نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے انوکھی لذتوں سے آشنا کراؤ گی، نئے جہانوں کی سیر کراؤ گی ۔۔"

"ہاں، میں نے وعدہ کیا تھا مگر پیش قدمی تو تم ہی کرو گے ۔۔ یا وہ بھی مجھے ہی کرنی پڑے گی" وہ بے باکی سے مسکرائی۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ سب سے پہلے تم نے کسے اس لذت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے آشنا کیا ہو گا" میں نے کہا اور وہ بدکتا کر مجھ سے علیحدہ ہو گئی۔
"سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کس قسم کے آدمی ہو۔ تمہیں یہ بھی نہیں معلوم کہ کس موقع پر کیا بات کرنی چاہئے۔"
"یہ بات تو خود میری سمجھ میں نہیں آئی۔ اب مجھے تمکین کا خیال آرہا ہے۔ معلوم نہیں وہ کہاں ہو گا۔"
"جہنم میں گیا تمکین اور اس کے ساتھ ہی عدنان بھی" سلوی نے چڑ کر کہا "اس وقت میرے علاوہ تم کسی اور کی بات مت کرو۔"
"تمکین کی حد تک تو درست ہے" میں نے سہلایا "لیکن تم میرے باس کو کچھ نہیں کہہ سکتیں۔"
"میں جا رہی ہوں" سلوی غصے میں بپھر کر اٹھی اور ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف بڑھی لیکن میں نے جھپٹ کر اسے پکڑ لیا۔
"ارے تم ناراض ہو گئیں" میں نے اسے آغوش میں لیتے ہوئے کہا اور وہ یوں پگھل گئی جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔
"تمہیں بہت کچھ سیکھنا پڑے گا" سلوی نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا "تم مجھے اناڑی معلوم ہوتے ہو۔"
"وہ تو میں سیکھ لوں گا لیکن تمہیں چاہئے کہ مجھے سمجھنے کی بھی تھوڑی سی کوشش کرو۔ مجھے لگتا ہے کہ ہمارے تعلقات برسوں چلیں گے۔"
طویل عرصے تک قائم رہنے والے تعلقات کی خبر سن کر وہ مزید خوش ہو گئی "تم نے مجھے اپنے بارے میں کچھ بتایا ہی نہیں...!"
"آہستہ آہستہ سب کچھ بتا دوں گا۔ پہلے میری کمزوری کے بارے میں سن لو جس کی وجہ سے تم اس وقت ناراض ہو گئیں۔ اگر میرے ذہن میں کوئی بات اٹک جائے تو میں کچھ اور نہیں کر سکتا۔"
اس نے مجھے ٹٹولنے والی نگاہوں سے دیکھا "مثلاً اس وقت تمہارے ذہن میں کون سی بات اٹکی ہوئی ہے؟"
"گراموفون کی سوئی تمکین پر اٹک گئی ہے۔ بس میں یہی سوچے جا رہا ہوں کہ معلوم نہیں وہ کہاں ہو گا۔ تمہیں کتنا یاد کرتا ہو گا۔"
"میں خود بھی اکثر اس کے بارے میں سوچتی ہوں۔ عدنان سے بھی اس کا تذکرہ کرتی رہتی ہوں۔ آخر وہ اس کا دوست بھی تو تھا۔"
"تو کیا عدنان اسے یاد نہیں کرتا؟" میں نے کہا اور وہ مزید معصوم [illegible]

"بُرے وقتوں کے ساتھی کبھی [illegible] نہیں جا سکتے۔ خواہ انسان ترقی کی بلندی پر کیوں نہ [illegible]"
"لیکن انہیں اس طرح نظر انداز [illegible] نہیں کیا جاتا جس طرح تمہاری [illegible] نے اس بے چارے کو کیا ہے۔"
"کون کہتا ہے کہ میں نے اسے نظر انداز کیا ہے۔ میں نے تو کئی بار اسے تلاش کرنے کی کوشش کی مگر نہ معلوم نہیں کہاں چلا گیا۔ میں نے اس کے تمام دوستوں کو ٹٹول کے دیکھ لیا مگر اس کے بارے میں تو کسی کو بھی کچھ نہیں معلوم۔ وہ ایسا لاپتا ہوا کہ اس کی آج تک کوئی خبر نہیں مل سکی۔"
"تم تو یہ بتاؤ تمہیں کہ اس نے شادی کہاں کی تھی" میں نے کہا۔ "تم کسی طرح اس کی بیوی تک رسائی حاصل کر کے اس سے معلومات حاصل کر سکتی تھیں!"
"صرف شادی نہیں کی تھی، اس کے دو بچے بھی ہو گئے تھے مگر وہ اپنے بیوی بچوں سمیت لاپتا ہوا ہے۔ معلوم نہیں اسے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا!"
مجھے اس بات پر حیرت ہوئی۔ کوئی شخص یوں لاپتا نہیں ہو سکتا لیکن میں اس اطلاع پر زیادہ تشویش نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ یہ بات بہت زیادہ اہم نہیں تھی۔ میں کسی اور ذریعے سے کام چلا سکتا تھا۔ تمکین اگر مل جاتا تو عدنان کا ماضی آئینہ ہو جاتا، ...اب مجھے کسی اور طرح کام چلانا تھا۔
"ابھی تمہارے ذہن میں ایک بات اور اٹکی ہوئی ہے" سلوی مسکرائی "اب تمہیں سونیا یاد آرہی ہو گی۔"
"تم نے یاد دلا ہی دیا ہے تو سوچ رہا ہوں کہ اس کا چھو بگاڑنے کے لئے تم کون سا طریقہ اختیار کرو گی؟"
"اس کا چھو بگڑنے میں تمہاری دلچسپی بہت زیادہ ہے" سلوی شوخی سے مسکرائی اور میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔
"جھوٹ مت بولو علی حماد! جس کی وجہ سے بلیک میل ہو کر تم نے عدنان جیسے شخص کی ملازمت کرنا قبول کی اسے بچانے کے لئے تم کیا نہیں کرو گے؟"
"تم ٹھیک کہہ رہی ہو" میں نے بے بسی سے کہا "واقعی میں اس کے لئے سب کچھ کر سکتا ہوں۔"
"سوچ لو علی حماد! تم بہت بڑا دعوا کر رہے ہو۔ اپنے دعوے پر پورے بھی اتر سکو گے؟"
"میں بہت سوچ سمجھ کر بول رہا ہوں۔ تم مجھے آزما کر دیکھ لو، جو کچھ میں نے کہا ہے اس پر سو فیصد پورا اتروں گا۔"

2266 Phone : [illegible]
Shaheen Library
SAHIWAL

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات دسویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں جو کہ اس حصے کے ساتھ ہی شائع ہو چکا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk